

انوار البیان

مجموعہ اربعہ جلدیں

مجموعہ کتب اسلامیہ
مکتبہ دارالافتاء دارالحدیث

دارالافتاء

اردو بازار کراچی

فون: 3213908-3213909

انوار البيان

في كلف اسرار القرآن

عام فہم اردو تفسیر

انوار البیان

فی کشف اسرار القرآن

سلیس اور عام فہم اردو میں پہلی جامع اور مفصل تفسیر جس میں تفسیر القرآن، القرآن اور تفسیر القرآن
بالحدیث کا خصوصی اہتمام کیا گیا ہے۔ فقہین ائمہ میں احکام و مسائل اور مواضع و نسلخ کی
تشریحات، اسباب نزول کا مفصل بیان، تفسیر حدیث و فقہ کے حوالوں کا ساتھ



محقق و مصنف: محمد عاشق الہی
محرر: مولانا محمد عارف

دارالافتاء
دعوت اسلامی

دعوت اسلامی

کیسے در کتابت کے علاوہ حقوق ملکیت کن اور ان کی شامت کراہی مخصوص ہیں

اجتہاد : الخلیل شرف خانی
تہذیب : نوہر حسنہ علی گاہ
نوریت : ۱۹۹۸ صفحات

مجلسه سخن: مولانا محمد رفیع کاشغری صاحب (داخل) پرمحمد عسکر علی خان (بہار)

فہرست تفسیر انوار البیان

(جلد دوم از پارہ ۶ تا ۱۱)

صفحہ نمبر	موضوع	صفحہ نمبر	موضوع
۵۳	لا تَجْلِسُوا فِی سُبُلٍ مَّجْلُوبَةٍ مِّنْهُ لَعَلَّكُمْ تَكُونُوا	۵۵	چپاؤں اور سبیلوں
۵۵	شعائر اللہ کی تعمیر کا حکم	۵۵	اللہ تعالیٰ نے زمین و آسمان کے تمام ممالک پر اپنا نام لکھ دیا ہے
۵۶	حرام سے گل کر دکھانے کی اجازت	۵۵	اللہ تعالیٰ اس کے تمام ممالک پر اپنا نام لکھ دیا ہے
۵۶	کسی قوم کی دشمنی زیادتی پر آمادہ کرنے	۵۸	یہ کہنے کے بعد سوالات اور جوابی سرکوں کا ذکر کر رہا ہے
۵۶	جنگی اور جنگی ہتھیاروں کرنے کا حکم	۵۸	سے چٹائی لینا
۵۷	مسلمانوں کی عیب حالت	۶۱	یہودیوں کے کفر اور شرارتوں کا ذکر ہے تاکہ
۵۷	گناہ اور عظیم گناہ کرنے کی ممانعت	۶۱	حرام خوردنی اور سوا لینے کی وجہ سے یہودی کا کھانا وغیرہ
۵۷	تقصیب کی جہاد کا	۶۶	سے گناہ کرنے کے
۵۷	گناہوں کی مذکر کرنے کی چند صورتیں اور دعا ہے یہ	۶۸	اللہ کتاب میں جو راہ لکھی ہے اللہ میں وہ ایمان لے لے
۵۹	جہنم چاندیوں کا حکم حرام ہے ان کی تصدیقات	۶۸	چند
۵۹	خُطْبَةُ (مردار)	۶۹	ارسالِ رسول کی حکمت اور متعدد انبیاء و کرام مجیم السلام کا
۵۹	مسک	۶۹	تاکہ
۵۹	مردار کی کھال کا حکم	۶۹	کافروں اور منافق سے روکنے والوں کے لئے صرف
۶۰	خون کھانے کی حرمت	۶۹	اور بے کارا ہے۔
۶۰	مسک	۶۹	نصاری کی گمراہی کا بیان اور ان کے عقیدہ تثلیث کی تردید
۶۰	مسک	۶۹	دین میں لٹکانے کی ممانعت
۶۰	غزیر کا گوشت	۶۹	اللہ ایمان کی جزا اور مال کفر کی سزا کا ذکر
۶۱	مَا أَهْلُ بَيْتِ الْعِزِّ اللَّهُ	۷۰	عقلی اور عقلی بہن بھائی کی ہمدردی کے مسائل
۶۱	خُطْبَةُ	۷۲	مَسْئَلَةُ ۲
۶۱	مَوْلَا زُفَا	۷۲	مَسْئَلَةُ ۲
۶۱	بِزَادِ الْكَافَرِ	۷۲	مَسْئَلَةُ ۲
۶۱	بِقَوْلِ خُذْ	۷۲	اللہ کے عہد کا حکم اور پھر چاہوں اور دکھائی جانے والوں سے
۶۱	اور نہ وہ کھال پر ہوا جانور	۷۲	مختلف مصلحت کا حکم
۶۲	جس کے ساتھ انوں پر بارگاہ کے سوائے جانور	۷۳	حق کی قسمیں
۶۲	تیروں کے ذریعے جو انہیں کی حرمت		

صفحہ نمبر	مضامین	صفحہ نمبر	مضامین
۷۳	جس جانور پر ذبح کرتے وقت قصداً اسم اللہ نہ پڑھی گی	۶۳	اسکرام یا الفا زلام کا دوسرا معنی
۷۴	ہواں کا کھانا حلال نہیں	۶۴	کاخوں کے پاس جانے کی ممانعت
۷۴	سے جھپٹنے کی کراہی	۶۴	والکھم فسنی
۷۵	یا کوا میں مناسکات سے اور کتابی صورتوں سے کھان کرنا	۶۴	عناصل بہ نصیر اللہ میں کیا کیا چیزیں حلال ہیں
۷۵	صعرت عرضی اللہ صری طرف سے کتابی صورتوں سے	۶۵	قبروں پر پڑنے والے جانے میں ان کا حکم
۷۵	نکار کرنے کی ممانعت	۶۶	نہ دیکھتے اور نہ سنا کر ہے
۷۶	مرثہ کے اہل انکارت ہو جاتے ہیں	۶۶	کاخوں کی تاسیسی اور یہی اسلام کا اکمال
۷۷	دھواور غسل کا حکم اور حکم کی شراعت	۶۷	یہی اسلام کا اکمال ہوتا
۷۷	بالظنہم کا مطلب	۶۷	اسلام انسانی زندگی کے تمام شعبوں پر حاوی ہے
۷۸	دھوا کا طریقہ	۶۸	ان کا ممانعت
۷۸	فائدہ	۶۸	یہی اسلام ہی اللہ تعالیٰ کے یہاں مستقر ہے
۷۸	فائدہ	۶۹	صعرت عرضی اللہ صری طرف سے
۷۹	فائدہ	۷۰	گھوڑی میں حرام چیز کھانا
۷۹	اسم اللہ پہ لٹنے کی انتہائی دشمنی	۷۰	یا کیزہ چیزیں اور عراج محلہ کے کھانے کی حالت
۷۹	غسل جہانہ کا حکم اور اس کا طریقہ	۷۰	یا کیزہ چیزیں اور طبیعت چیزیں کیا ہیں؟
۸۰	مسئلہ	۷۱	حلال اور حرام کی تفصیل
۸۰	فائدہ	۷۱	اللہ کی جانوروں کے احکام
۸۰	حکم کا بیان	۷۲	اللہ کی پرندوں کی تفصیل
۸۰	دھواور حکم حکم تعلیم میں نہ آ رہی	۷۲	پرندوں کے کھانے سے صحیفہ احکام
۸۱	اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کو یاد کرو	۷۲	مسئلہ
۸۲	انصاف پر قائم ہوئے کا حکم	۷۲	مسئلہ
۸۳	رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حفاظت کا ایک خاص باب	۷۳	مسئلہ
۸۳	دور اللہ تعالیٰ کی نعمت کی یاد دہانی	۷۳	مسئلہ
۸۳	تکویٰ اور قتل کا حکم	۷۳	مسئلہ
۸۴	اللہ تعالیٰ کا فی سرائیکل سے پیدا کیا گیا مہد کو توڑ دینا	۷۳	اہل کتاب کا کھانا حلال ہے
۸۵	فی سرائیکل کی مہد تھیں کھال	۷۴	مسئلہ
۸۵	یہودیوں کا توڑ سے شریف میں توبہ کرنا	۷۴	مسئلہ
۸۶	یہودی دنیا تھیں	۷۴	مسئلہ

سوال نمبر	سوال	سوال نمبر	سوال
۱۳۰	مسلمانوں کی عظمت کا سبب	۱۱۹	اللہ کے نبی و رسل کی کتابیں سب ایک دوسرے کی تصدیق کرنے والی ہیں
۱۳۱	اللہ کی کتاب اور دوسرے کتابوں کے درمیان کیا فرق ہے؟	۱۲۰	قرآن مجید دوسری کتب پر اللہ کے رسل کے واسطے سے
۱۳۲	اللہ کی کتاب کو جاننے سے کیا فائدہ ملے گا؟	۱۲۱	یہودیوں کا ایک نکر
۱۳۳	اللہ کی کتاب کی شان و شوکت اور طاقت	۱۲۲	اس دنیا میں کہ لوگ مسلمان ہو جائیں گے تو پھر ان کے حق چھوڑنے کی اجازت نہیں
۱۳۴	یہودیوں کی حرام خوردی اور کھانا پکانی	۱۲۳	ہر امت کے لئے اللہ تعالیٰ نے خاص شریعت مقرر فرمائی
۱۳۵	یہودیوں کی بد حالی	۱۲۴	اگر اللہ تعالیٰ چاہتا تو سب کو ایک ہی امت بنا دیتا
۱۳۶	حضرت علیؓ اور حضرت ابن عباسؓ رضی اللہ عنہما کا شمار	۱۲۵	انعام اللہ سے اعراض کرنا مصیبت بڑی ہونے کا
۱۳۷	یہودیوں کی گستاخی اور سرکشی	۱۲۶	سبب ہے
۱۳۸	فائدہ	۱۲۷	اور حاضر کے ہم نوا مسلمان بھی جاہلیت کے فضلوں پر
۱۳۹	یہودیوں کی جنگ کی آگ کو جلا دینا	۱۲۸	راشخ ہیں
۱۴۰	اللہ کی کتاب پر عمل کرنے سے فواید میں سے ایک	۱۲۹	یہودیوں کی ممانعت
۱۴۱	اللہ کی کتاب پر عمل کرنے سے فواید میں سے ایک	۱۳۰	تو کہ مسلمانوں کی نصیحت اور مشورہ
۱۴۲	اللہ کی کتاب پر عمل کرنے سے فواید میں سے ایک	۱۳۱	فہم فی اللہ انہ یفہم بالفتح انہ یفہم عنہ
۱۴۳	اللہ کی کتاب پر عمل کرنے سے فواید میں سے ایک	۱۳۲	مسلمان اگر دین سے پھر جائیں تو اللہ تعالیٰ دوسری قوم کو
۱۴۴	اللہ کی کتاب پر عمل کرنے سے فواید میں سے ایک	۱۳۳	مسلمان بنا دے گا۔
۱۴۵	اللہ کی کتاب پر عمل کرنے سے فواید میں سے ایک	۱۳۴	اللہ تعالیٰ کی صفت خاصہ کہ وہ اللہ سے محبت کرتے ہیں
۱۴۶	اللہ کی کتاب پر عمل کرنے سے فواید میں سے ایک	۱۳۵	اللہ تعالیٰ کی دوسری صفت کہ وہ مسلمانوں کے لئے نوب
۱۴۷	اللہ کی کتاب پر عمل کرنے سے فواید میں سے ایک	۱۳۶	اور ان قرآن کے لئے سخت ہیں
۱۴۸	اللہ کی کتاب پر عمل کرنے سے فواید میں سے ایک	۱۳۷	اللہ تعالیٰ کی تیسری صفت کہ وہ اللہ کی راہ میں جہاد
۱۴۹	اللہ کی کتاب پر عمل کرنے سے فواید میں سے ایک	۱۳۸	کرتے ہیں
۱۵۰	اللہ کی کتاب پر عمل کرنے سے فواید میں سے ایک	۱۳۹	اللہ تعالیٰ کی چوتھی صفت کہ وہ کسی کی طاقت سے نہیں
۱۵۱	اللہ کی کتاب پر عمل کرنے سے فواید میں سے ایک	۱۴۰	ڈرتے
۱۵۲	اللہ کی کتاب پر عمل کرنے سے فواید میں سے ایک	۱۴۱	اللہ و رسول اللہ ایمان کے دلی ہیں
۱۵۳	اللہ کی کتاب پر عمل کرنے سے فواید میں سے ایک	۱۴۲	اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے بدعتی کرنے
۱۵۴	اللہ کی کتاب پر عمل کرنے سے فواید میں سے ایک	۱۴۳	والے ہی قابل ہوں گے۔

صفحہ نمبر	مضامین	صفحہ نمبر	مضامین
۱۵۶	مسئلہ	۱۳۴	ظن کتاب کو حکم کرنے کی ممانعت
۱۵۶	مسئلہ	۱۳۵	امت کو یہ کلمہ کرنے کی ممانعت
۱۵۶	مسئلہ	۱۳۶	معاوضی کا ارشاد کرنے اور مخرجات سے تہہ در تہہ کی
۱۵۶	مسئلہ	۱۳۶	ہوئے سے بی بی اور ان کی ممانعت
۱۵۷	فائدہ	۱۳۷	امت کو یہ بھی نہیں اسلمہ کا لفظ ان
۱۵۷	صحیحہ	۱۳۷	مشرکین نہ سے یہ وہاں کی واقعی
۱۵۷	غزوہ بدر اور انصاف و احترام کا حکم ہے	۱۳۸	افسوسناک سے یہ وہاں اور شرکوں کی دشمنی
۱۵۸	شراب کی حرمت	۱۳۸	نصرت کی صورت سے اور اس کے مصداق
۱۵۸	ساتھ وجود سے شراب اور جوئے کی حرمت	۱۵۰	پیشانی و دل سے نہ
۱۵۹	احادیث شراب میں شراب کی حرمت اور اسکے پینے	۱۵۰	کتاب اللہ کو ان کے نصرتی کا اور انوار الیقین
۱۵۹	پانے والے پر نصرت اور نصرت کی ممانعت	۱۵۱	حوالہ کیا اور یا تہذیب و ان کو تمام قرآن و حدیث سے
۱۶۰	شراب و برائی کی ممانعت ہے	۱۵۲	آگے سے نہ
۱۶۰	جو لوگ شراب پر چڑھیں ان سے نکال دیا جائے	۱۵۲	حدود سے نہ جانے کی ممانعت
۱۶۰	اللہ کے خوف سے شراب چھوڑنے پر انعام	۱۵۲	حوالہ کا حرام کر لینا
۱۶۰	جہاد و دشمنی کی نصرت سے گروہی	۱۵۳	جو چیز شراب کی نہ ہو اسے باعث شراب نہ کر لینا
۱۶۱	شراب اور دیگر اور ان کی نفی کی حرمت	۱۵۳	غیر ضروری کو ضروری کا وجہ نہ کر لینا
۱۶۱	حرمت کی نفی کر سہا نے راستوں میں شراب بھائی	۱۵۳	مطلق مستحب کا وقت کے ساتھ متبدل کر لینا
۱۶۱	شراب کی حرمت جہاد سے نہ سے پہلے جو لوگ شراب	۱۵۳	کسی عمل کا شراب کو اتوار نہ کر لینا
۱۶۱	نی چھوڑا اور نہ سے چاہئے نہ سے بار سے جس سوال اور	۱۵۳	کسی عمل کی ترکیب خود متبدل کر لینا
۱۶۱	ان کا جواب	۱۵۳	کسی شراب کے کام سے نہ کی پابندی نہ کر لینا
۱۶۲	فائدہ	۱۵۳	بعض حوالہ جہاد کے بار سے میں سے کر لینا کہ لوگوں
۱۶۲	شراب اور جہاد دشمنی کا سبب ہے اور اگر لفظ سے اور نہ	۱۵۳	نہ کھانے کا
۱۶۲	سے نہ کئے ہیں	۱۵۳	کسی گناہ کی خصوصیت شراب کو نہ سے جو چیز کر لینا
۱۶۳	جوئے کی حرمت و حرمت میں اہم ہیں	۱۵۵	قصوں کے اہم اور اہم قرآن سے کا کلام
۱۶۳	حاجہ اہم میں حکم دے جانے والوں کے دینا نہ کر لینا	۱۵۶	کلام اہم کے مساوی
۱۶۵	اہم میں حکم دے جانے کی حرمت و اہم کی حرمت	۱۵۶	مسئلہ
۱۶۵	اہم میں حکم دے جانے کی حرمت و اہم کی حرمت	۱۵۶	مسئلہ
۱۶۵	مسئلہ	۱۵۶	مسئلہ

صفحہ نمبر	عنوان	صفحہ نمبر	عنوان
۱۷۲	جہاد و جدوجہد کے بارے میں کئی بات	۱۷۶	مسئلہ
۱۷۳	گزشتہ قوسوں نے جدوجہد کے بارے میں جو کچھ	۱۷۶	مسئلہ
۱۷۷	علامہ ابو بکر صائم کا شمار	۱۷۶	مسئلہ
	مشرقیوں میں اس کی ترویج دینوں کے بغیر جہادوں کو	۱۷۶	مسئلہ
	جہاد قرار دے دینا تھا اور ان کے نام کو جہاد کہتے تھے،	۱۷۶	مسئلہ
۱۷۵	اور اسے جہاد کی طرف منسوب کرتے تھے	۱۷۶	مسئلہ
۱۷۶	ساتھ	۱۷۶	مسئلہ
۱۷۶	وہیل	۱۷۶	مسئلہ
۱۷۶	عام	۱۷۶	مسئلہ
	اہل جاہلیت کہتے تھے کہ ہم نے جس دین پر اپنے باپ	۱۷۶	مسئلہ
۱۷۷	دادوں کو اپنا دین چھوڑا تھا	۱۷۶	مسئلہ
۱۷۸	اپنے رسول کی اصلاح کر	۱۷۶	مسئلہ
۱۸۰	حاجت طریقی اپنے اہل کے بارے میں وصیت کرنا	۱۷۶	مسئلہ
۱۸۱	قیامت کے دن رسولوں سے اللہ جل شانہ کا سوال	۱۷۷	مسئلہ
	حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے اللہ تعالیٰ کا خطاب اور	۱۷۷	مسئلہ
۱۸۲	نعتوں کی یاد دہانی اور ان کے کلمات کا ذکر	۱۷۷	مسئلہ
۱۸۳	خواروں کا سوال کرنا کہ اللہ تعالیٰ سے	۱۷۷	مسئلہ
	حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا سوال کرنا اور	۱۷۷	مسئلہ
۱۸۳	اللہ تعالیٰ کی طرف سے جواب ملنا	۱۷۷	مسئلہ
۱۸۵	گوشت کے کرباب ہونے کی ابتدا، جیسا کہ رسول نے ہوئی	۱۷۷	مسئلہ
۱۸۶	حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے اللہ جل شانہ کا دوسرا خطاب	۱۷۷	مسئلہ
۱۸۷	کربانوں کی ترویج	۱۷۷	مسئلہ
۱۸۷	قیامت کے دن اپنی نفع و	۱۷۸	مسئلہ
۱۸۸	فائدہ	۱۷۸	مسئلہ
۱۸۹	عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ مَسْعُودٍ	۱۷۹	مسئلہ
	اللہ تعالیٰ نے زمین، آسمان اور مخلوقات اور لوگوں پر فرمایا	۱۷۹	مسئلہ
۱۸۹	اور ہر ایک کی اپنی اصل فرمائی۔	۱۷۹	مسئلہ
۱۹۰	اللہ تعالیٰ کو کتاب اور چاند پر بھی کاظم ہے	۱۷۹	مسئلہ

صفحہ نمبر	موضوع	صفحہ نمبر	موضوع
۲۰۹	حکمران کا مطلب اور شریکی اہمیت	۱۹۱	نفس میں سے لیے امید
۲۰۹	فرمان محمدی اور مسلم	۱۹۲	فردوں کا حصہ حالانکہ تہمت حاصل کرنے کا حکم
	اگر اللہ تعالیٰ نے اور کچھ کی قوت طلب فرمائیں تو کون		شرکوں کی اس بات کا جواب کہ فرشتوں کو کیوں جہنم
۲۱۱	دینے والا ہے	۱۹۳	نہیں دیا گیا
۲۱۱	نبوت کے اہم میں اللہ اور باغیب دان ہونا نہیں ہے	۱۹۳	استغاثہ کرنے والوں کے لیے امید
۲۱۲	علم طلب کے بارے میں اہل اسلام والحدیث کا عقیدہ		آسمانوں اور زمین میں سب اللہ کا ہے اور قیامت کے
۲۱۳	مکہ شام ہولناک ہے سب کا پکارتے ہیں یا جس دور نہ چھوٹے	۱۹۵	ان سب کو کھلے فرمائے گا
۲۱۳	تقریباً صحابہ کی فضیلت اور ان کی جلدی کا حکم		رات اور دن میں جو کچھ سکھتے پڑے ہیں سب اللہ تعالیٰ
۲۱۵	حکمران کی ہر مال و دولت کا گھنڈہ لگنے والوں کو سمجھنا	۱۹۶	نی کا ہے
۲۱۶	فنی اور فانی کا طریق آزمائش کے لئے ہے	۱۹۶	آپ یا سلطان کر دیں کہ جسے اللہ کوئی نہیں جانتا
۲۱۷	مالداری اور فروعی عقیدت مخالفہ سب نہیں ہے	۱۹۷	خیر اور شر صرف اللہ تعالیٰ ہی پہنچا سکتا ہے
۲۱۸	سناٹوں میں صلح کی فضیلت	۱۹۸	اللہ کی کوئی سب سے بڑی کوئی ہے
۲۱۹	گمراہوں کا علاج کرنے کی ممانعت	۱۹۹	یہ وہ مضامین کی بہت دھڑی
	اللہ تعالیٰ ہی کے پاس سب کی گنجائش ہے اور ہمیں جو		قیامت کے دن شرکین سے سوال فرماتا اور انکا شرک
۲۲۰	بکھوے ہوئے سب اس کے علم میں ہے	۲۰۰	ہونے سے انکار کرنا
	اللہ غالب ہے وہ گمراہی کر دینے والے فرشتوں کو بھیجتا ہے		شرکین کا قرائن سے متعلق مذہب اور یوں کہنا کہ پرانے
۲۲۲	اور ہر مصیبت سے نجات دیتا ہے۔	۲۰۰	لوگوں کی باتیں ہیں
	اللہ اس پر قادر ہے کہ وہ سب سے بڑے سے خطاب بھیج دے	۲۰۲	کافران کا دلچسپی دہانہ آنے کی یاد دہانی
۲۲۳	یا آپس میں جنگ کرادے	۲۰۲	اگر وہاں میں بھیجے دیکھو کہ تو کچھ بدعات کریں گے
	ان ملکوں میں پھیلنے کی ممانعت جن میں اسلام کا مذاق		شرکین کو آپ کی تکذیب نہیں کرتے بلکہ اللہ تعالیٰ کی
۲۲۶	کا پادشاہ ہوا	۲۰۳	آیات کو چھلنے ہیں
	یہ وہ سب دلوں کو چھوڑ دیجئے جنہیں دنیاوی زندگی نے	۲۰۳	رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو
۲۲۷	دھوکہ دیا تھا		پہنچائے اور نہ پتہ نہ تھا کہ یہی اللہ سب کو
۲۲۸	کا کدو	۲۰۶	مستور فرمائے گا
۲۲۹	صرف اللہ کی ہدایت علیہا ہے	۲۰۷	تکذیب کرنے والے ہر سارے کو تھکے ہوں گے
	چاند سورج اور ستاروں کی پرستش کے بارے میں حضرت	۲۰۷	مصیبت میں صرف اللہ کا پکارتے ہو
۲۳۱	ابراہیم علیہ السلام کا مناظرہ		سابقہ امتوں کا تذکرہ اور غرض اللہ ہی پر اتزانے کی وجہ سے
۲۳۳	قوم کی جنت بانی کا جواب	۲۰۸	جدا کرے جو گئے

صفحہ نمبر	موضوع	صفحہ نمبر	موضوع
۲۶۳	برکتی میں، ماں کے بچے کو حرام ہوتے ہیں	۲۳۵	مطہرات انہما، کرامت بیہم السلام کا ذکر اور ان کی افشاء کرنے کا حکم
۲۶۴	دین میں حلیہ کی ماں جہالت کی قرآن کریمیں رسالت میں چاہئے	۲۳۶	بیہودہوں کی خداوندانہ کا ایک واقعہ
۲۶۵	صحابہ و اہل بیت کا بیہودہ اور کہ ان کا بیہودہ ہوتا ہے	۲۳۷	قرآن مجید ہمارے کتاب ہے ساتھ کتب کی تصدیق کرتی ہے
۲۶۶	اللہ تعالیٰ کا راستہ سیدھا ہے	۲۳۸	اللہ تعالیٰ پر افتراء کرنے والوں اور نبوت کے جھوٹے داعیوں سے بڑھ کر ان کا عالم ہوگا
۲۶۷	اہل ایمان کے لیے دارالسلام کا اندازہ	۲۳۹	کافروں کی ذلت موت کے وقت
۲۶۸	اللہ تعالیٰ اہل ایمان کا مہل ہے	۲۴۰	قرآن کے ان پر ایک ٹیپہ ٹیپہ آئے گا
۲۶۹	قیامت کے دن ملاقات سے اور انسانوں سے سوال	۲۴۱	سب مال و دولت دنیا میں بھڑکے
۲۷۰	انسانوں کا جواب اور اقرار و عدم	۲۴۲	مطہرات، رت البیہودہ، اہل قرآن
۲۷۱	تو لونی یغضظ الغضض کی تفسیر	۲۴۳	اللہ تعالیٰ نے ہر چیز کو اپنے فرمان اور دستور پر ہی بنایا
۲۷۲	دین دامن سے سوال کیا تمہارے پاس رسول نہیں آئے تھے اور ان کا قرآن و رسم	۲۴۴	ہو جانے کے لیے محبوب ہے
۲۷۳	اعمال کے اعتبار سے لوگوں کے درجہ جات مختلف ہیں	۲۴۵	اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہمیشہ کی چیزیں آج بھی
۲۷۴	اللہ تعالیٰ ہی ہے رحمت والا ہے	۲۴۶	مشرکین کے معبودوں کا براہ راست کو
۲۷۵	اللہ کا ہے قدرتیں تمام کر کے دوسرے لوگوں کو لئے ہے	۲۴۷	کافروں کی جھوٹی قسمیں کریں اور ظاہر ہو جائے تو
۲۷۶	قیامت ضرور آئے والی ہے	۲۴۸	انہی لئے نہیں تھے
۲۷۷	اپنی اپنی جگہ کر کے دوسرا کام کا پتہ چل جائے گا	۲۴۹	پہلے تو انہی نے
۲۷۸	عالم کا حساب نہیں ہوتے	۲۵۰	موجودہ دنیا کا حریف کفر و شرارتیں
۲۷۹	کیا بتاتے ہیں سے سوال آئے ہیں؟	۲۵۱	اللہ کی کتاب مفضل ہے اور اس کے کلمات کامل ہیں
۲۸۰	مشرکین نے کھینچیں اور جانوروں کو شرب کا زور دیا	۲۵۲	ذہن کے آخری حصے والے کو کہتے ہیں
۲۸۱	مشرکین کا اپنی اور ان کو کفر کا دھوکہ دینا اور جانوروں کے	۲۵۳	طریقہ کو کھانا اور حرام جانوروں کے کھانے سے
۲۸۲	ہر قسم کی طرف سے توجہ اور تھیں کے قہر	۲۵۴	پہلے تو کفر
۲۸۳	قائد	۲۵۵	تعمیری اور پوشیدہ تمام کمنوں سے بچنے کا حکم
۲۸۴	قائد	۲۵۶	منہ
۲۸۵	اہل بدعت و شرکین کی راہیں	۲۵۷	مومن زندہ ہیں اس کے لئے اور ہے اور کفرانہ چیزیں
۲۸۶	بانات اور کھینچیں اور پانچ انسانوں کیلئے اللہ تعالیٰ کے بڑے احسانات ہیں	۲۵۸	میں گھر ہوا ہے
۲۸۷	جانوروں کی آٹھ قسمیں ہیں ان میں مشرکین نے اپنے	۲۵۹	
۲۸۸	ظہر پر توجہ اور تھیں کر رہی	۲۶۰	

صفحہ نمبر	عنوان	صفحہ نمبر	عنوان
۲۹۴	ایک نئی پیم از خودی نگاہوں کا ثواب ہے	۲۹۰	نیا کا نئی یہ حرام ہے
۲۹۵	میری سب مہاجر اور مہاجرینا سب اللہ ہی پہنچے ہے	۲۹۱	یہاں کو پانہ کی جگہ ہے اس میں جی رہا ہے
۲۹۶	میں اپنے کے ہوا کوئی دپ ہوا نہیں کر سکا	۲۹۰	کراہی کی نہیں
۲۹۷	اللہ تعالیٰ نے ہمیں زمین میں خلق کیا اور ایک کو دوسرے	۲۹۲	مشرکین کو حق نہ تھی
۲۹۷	پر فوج دی	۲۹۳	اللہ تعالیٰ ہی کے لیے جنت بنا دیا ہے
۲۹۹	فائدہ	۲۹۳	دس ضروری احکام
۳۰۰	تسبیح و تہلیل	۲۹۳	بے حیائی کے کاموں سے بچو
۳۰۰	یہ کتاب مومنین کے لیے صحت ہے	۲۹۵	آپ کے موصوفہ بظاہر کی مہارت
۳۰۱	قیامت کے دن رسولوں سے اور ان کی امتوں سے سوالی	۲۹۵	تہجیم کے مال کے قریب نہ جاؤ
۳۰۱	اور اعمال کا وزن	۲۹۵	آپ قول میں اتصال کرو
۳۰۲	اعمال کا وزن بھاری اور اوزان کی کاسیالی	۲۹۶	آپ قول میں کی کرنے کا وبال
۳۰۳	کٹا کر کی لٹکیاں ہے اوزان ہوں گی	۲۹۶	فائدہ
۳۰۳	نبی آدم علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے اخلاص اور عیقلان کی	۲۹۶	اتصال کی بات کرو
۳۰۶	طوبیہ کا ذکر	۲۹۶	اللہ کے مہاجر کو دیکھو
۳۰۶	انہیں کا آدم علیہ السلام کو مجھ کرنے سے انکار اور	۲۹۷	صراطِ مستقیم کا بیان کرو
۳۰۶	اللہ رب العزت پر اصرار فرما کر	۲۹۷	صراطِ مستقیم کے علاوہ سب راستے گمراہی کے ہیں
۳۰۶	انہیں کا اعلان دانا	۲۹۷	فائدہ
۳۰۷	انہیں کا ذکر ہے کہ بے مہلت طلب کرو	۲۹۸	قریبت شریف کامل کتاب بھی درست اور جامع تھی
۳۰۷	انہیں کا حکم کتاب کی بنی آدم کو گروہ کرنا ہوں گا	۲۹۸	قرآن مہاجر کا کتاب ہے
۳۰۸	انہیں اور اس کا اعلان کرنے والوں کیلئے روزگار کے	۲۹۸	اللہ رب کی کھنکھاتی آواز جواب
۳۰۸	داخل کا اعلان	۲۹۸	جب مطلب سے سوانح طواریہ کا کہی کا بیان کرتا ہے
۳۰۸	حضرت آدم اور ان کی بیوی کا جنت میں رہنا اور شیطان	۲۹۹	قول خدا ہوں گے
۳۰۸	کے درختان سے شجرہ سمندر کو کھانا پھر وہاں سے دنیا	۲۹۹	فائدہ
۳۰۹	میں ادا رہا	۲۹۹	فائدہ
۳۱۰	حضرت آدم و حوا کا کھانا نام ہونا چاہیے کہ	۲۹۹	دینی میں تفریق کرنے والوں سے آپ ہی ہیں
۳۱۰	بہاں اللہ تعالیٰ کی نعمت ہے اس سے پرہیز بھی ہے	۲۹۹	اصل دعوت کی تو یہ نہیں
۳۱۰	عورت نہ تھی	۲۹۹	گمراہ فرقہ کا ذکر
۳۱۱	میاں دانا بن کا طبری کا قصہ ہے	۲۹۹	فائدہ

صفحہ نمبر	عنوان	صفحہ نمبر	عنوان
۳۳۸	آسمان وزمین کی یہ انکس جس قدر ہر ستاروں کی تفسیر کا تذکرہ	۳۳۲	من عروق کے لئے دلیہ جو کپڑا پہنے ہوئے بھی لگی ہوں
۳۳۲	دعا کرنے کے آداب	۳۳۲	عزراہاں لباس کی خدمت
۳۳۵	یادشہادہ اس سکندر صبح پنجہ ہمارے کہ جی بی غصے میں حضرت قاضی رحمۃ کا اپنی قوم کو تبلیغ فرمانے کا سرکش ہو کر ہلاک ہوا	۳۱۲	نبی آدم کو بھی کہ شیطان قفس میں شامل دے
۳۳۷	فائدہ	۳۳۲	شیطان کی ہر گاہ ہوتا ہے
۳۳۶	حضرت ہور الفیہ کا اپنی قوم کو تبلیغ کرنا اور قوم کا ہلاک ہونا	۳۳۲	چاندنی کی چاند جہاں جہاں جہاں کام کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ
۳۳۲	حضرت صالح رحمۃ کا اپنی قوم کو تبلیغ کرنا اور سرکاری اختیار کر کے قوم کا ہلاک ہونا	۳۱۲	اس نے ہمیں ان کا ہمہ دیا ہے
۳۳۶	حضرت لوط رحمۃ کا اپنی قوم کو ان کا مہلک اور قوم کا بچنے انھار سے باز رہنا اور انھار کے طور پر ہلاک ہونا	۳۱۲	بے چارگی کی خدمت اور عطف و نیاز کے وقت سحر
۳۳۹	فائدہ	۳۱۶	حوریت کا خصوصیت نام
۳۵۰	حضرت شعیب رحمۃ کا اپنی امت کو تبلیغ فرمانا اور انھار کی وجہ سے ان لوگوں کا ہلاک ہونا	۳۲۶	لہذا بہت کلام
۳۵۲	چاندنی کا سہرا	۳۲۶	فصل قرآنی کی سرمد
۳۵۲	حضرت شعیب رحمۃ کی قوم کا اہل ایمان کو انھار میں دانی آئے کی وجہ سے انھار کے بعد ہلاک ہونا	۳۱۷	انھار قرآنی کی تفسیر اہل ایمان کے لئے ہیں
۳۵۲	فائدہ	۳۱۷	انھار قرآنی کے عقل کا سون اور غامضی کے سون اور کفر و شر
۳۵۲	فائدہ نمبر ۱	۳۱۷	دوا ہے
۳۵۲	اصحاب دین ہیں ان کو انھار کا خطاب آج؟	۳۱۹	ہر سمت کے لئے ایک اہل حشر ہے
۳۵۲	انھار قرآنی کی سرمد	۳۱۹	نبی آدم کو خطاب کہ رسولوں کا اتباع کرنا
۳۵۲	انھار قرآنی کی سرمد	۳۱۹	انھاروں و حکمران کے لئے خطاب
۳۵۲	انھار قرآنی کی سرمد	۳۲۰	سوت کے وقت کا انھار کی بددعا اور دوزخ میں ایک
۳۵۲	انھار قرآنی کی سرمد	۳۲۰	دوسرے پر خدمت کرنا
۳۵۲	انھار قرآنی کی سرمد	۳۲۲	کندھیں و حکمران جنت میں نہ چاہیں گے ان کا دوزخ
۳۵۲	انھار قرآنی کی سرمد	۳۲۲	پھر آگ کا ہوا
۳۵۲	انھار قرآنی کی سرمد	۳۲۲	اہل ایمان کو جنت کی خوشخبری اور جنت میں داخل ہو کر
۳۵۲	انھار قرآنی کی سرمد	۳۲۲	انھار قرآنی کا شکر ادا کرنا
۳۵۲	انھار قرآنی کی سرمد	۳۲۲	اہل جنت کا اہل دوزخ کو پھارنا اور دوزخیوں پر خدمت
۳۵۲	انھار قرآنی کی سرمد	۳۲۵	ہوئے کا سلطان ہونا
۳۵۲	انھار قرآنی کی سرمد	۳۲۵	اصحاب عرفات کا اہل جنت کو سلام پہنچ کرنا اور
۳۵۲	انھار قرآنی کی سرمد	۳۲۷	اہل دوزخ کی سرمد کرنا
۳۵۲	انھار قرآنی کی سرمد	۳۲۷	دوزخیوں کا اہل جنت سے اپنی طلب کرنا اور دنیا میں
۳۵۲	انھار قرآنی کی سرمد	۳۲۹	دانیل نے کی آمد کرنا

صفحہ نمبر	موضوع	صفحہ نمبر	موضوع
۳۵۱	تفسیر	۳۵۵	انہ کے خطاب سے خداوند میں
۳۵۲	فرعون سے نبی کے اسرائیلی سرانگل پر اللہ تعالیٰ کا نزاع عام		زمین کے مہارت کو نے والے ساتھ اسٹوں سے عبرت
۳۵۲	حضرت موسیٰ علیہ السلام کا طور پر تشریف لے جانا اور	۳۵۸	تہمیں کر رہے
۳۵۲	وہاں چالیس دن تک گزارا		حضرت موسیٰ علیہ السلام کا فرعون کے پاس تشریف لے جانا
۳۵۲	تفسیر	۳۵۹	اور اس کو بھڑکے گا
	حضرت موسیٰ علیہ السلام کا ویرانہ کی کیلئے درخواست کرنا		موسیٰ اپنے کو فرعون کا جانور کہتا اور بتا دیکھتے جانوروں
۳۵۳	اور یہاں کا چار چار ہوا جانا	۳۶۱	کو جانور چاروں کر ان کا ہمارا کہ اسلام لائے کر لینا
۳۵۳	تفسیر		قوم فرعون کے سرداروں نے فرعون کو بھڑکایا کہ تو موسیٰ
	نبی اسرائیل کا زہر دہاں سے بھڑا کر ان کی مہارت کرنا	۳۶۲	اور ان کی قوم کو کب تک یہاں ہی چھوڑ دے گا
۳۵۵	اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کا نصیحت کرنا	۳۶۳	تفسیر
۳۵۵	تفسیر		حضرت موسیٰ علیہ السلام کا اپنی قوم کو نصیحت کرنا اور میرا
۳۵۸	علم اور پادری کی معافی مانگنا	۳۶۵	دعا کی تفسیر کرنا
۳۵۸	لیس اللہ کے اللہ	۳۶۵	تفسیر
۳۵۸	اللہ والوں پر سوال و جواب		قوم فرعون کی لڑائی و جھگڑا کے ذریعہ گرفت اور ان
۳۵۹	اول	۳۶۶	کا اپنی چال چلنا
۳۵۸	م	۳۶۶	تفسیر
۳۵۸	نبی اسرائیل کا نام ہو چکا تو کہنا		قوم فرعون پر طرح طرح کے خطاب آئے اور ایمان کے
	بھڑکے کی پریشانی کرنے والوں پر اللہ تعالیٰ کا طعنا	۳۶۸	ادھ سے کر کے بھڑکنا
۳۵۹	دنیا میں ان لوگوں کی حالت	۳۶۸	تفسیر
۳۵۹	تفسیر	۳۶۸	موتوں کے ہی مراد ہے؟
۳۵۹	اللہ تعالیٰ تو قبول کرنے والا ہے	۳۶۸	نئی اللہ کا لکھ رہے
۳۸۰	توریت شریف جائے اور رحمت حق	۳۶۹	قول کی تفسیر
	حضرت موسیٰ علیہ السلام کا سزا فرما دیا ہے مراد لے جانا	۳۶۹	سینہ گوں کا خطاب
۳۸۰	اور یہاں ان لوگوں کی موت واقع ہو جانا	۳۶۹	فرعون کا خطاب
۳۸۰	تفسیر	۳۷۰	نبی اسرائیل پر اللہ تعالیٰ کا انعام ہونا
۳۸۲	فائدہ	۳۷۰	یعوضوں کی تفسیر
۳۸۲	اول	۳۷۱	فائدہ
۳۸۲	اللہ تعالیٰ کی رحمت و نفع ہے		سمندر سے پار ہو کر نبی اسرائیل کا بیت پرست بننے کی
		۳۷۱	خوابوں کر اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کا ان کو بھڑکنا

صفحہ نمبر	فتویٰ	صفحہ نمبر	فتویٰ
۳۹۸	فتیٰ امرا مکمل میں دیکھو لوگ بھی تھے ان پر اللہ تعالیٰ نے باروں کا سایہ کیا اور میں مسلمانوں پر بار فرمایا	۳۸۳	نبی آئی ہے گا کہ یہود و نصاریٰ تو میرے دشمن ہیں
۳۹۹	ایک شخص میں داخل ہوئے گا کہ میں نے اس کو مکمل میں پھرانی	۳۸۴	تو میرے شریف میں آپ کے حق کی صفات
۴۰۰	سنجے کے دن یہود میں کا پانی کرتا اور تھوڑا سا پانی	۳۸۵	حضرت محمد علیہ السلام نے آپ کی حق شناسی
۴۰۱	فتیٰ امرا مکمل میں یہ پانی میں طہارت کا ہے	۳۸۶	قبیلہ بنو نضیر
۴۰۲	فتیٰ امرا مکمل میں انسانی اور ان کی حیات کا مکمل	۳۸۷	تو میرے شریف کی وطن کوئی اور اس میں اپنی شرافت
۴۰۳	مصلحتیں کا اور شرافت میں نہیں	۳۸۸	کرتے ہیں کی کریم
۴۰۴	فتیٰ امرا مکمل کے لوگ یہاں کا طہارت کا ہے کہ	۳۸۹	ایک یہودی کا اپنے لڑکے کا سہم قبول کرتے کا مشورہ
۴۰۵	یہ کرتے ہیں	۳۹۰	کعبہ مبارک کا جان
۴۰۶	محمد علیہ السلام پر شکوک کا ہے	۳۹۱	بعض یہود کا اقرار کہ آپ اللہ کے نبی ہیں لیکن حق
۴۰۷	قائد	۳۹۲	کے بارے میں نہیں ہے
۴۰۸	ایک ایسے شخص کا کہہ کر جو اللہ تعالیٰ کی جہ سے	۳۹۳	ایک یہودی کا آپ اللہ کو نہ مانا بلکہ مسلمان ہیں
۴۰۹	اللہ تعالیٰ کی آیت کا پھر دیکھا	۳۹۴	حضرت سلمان فارسی کے مسلمان ہونے کا ایک واقعہ
۴۱۰	انسانوں اور ان میں ایسے لوگ ہیں جو آپ سے	۳۹۵	سوچ رہے ہیں کہ حضرت اللہ کے حق میں کونسی
۴۱۱	زیادہ کر رہے ہیں	۳۹۶	امیر المومنین علیؑ میں لیکن آپ اللہ کے رسول ہیں
۴۱۲	اللہ تعالیٰ کیلئے ہمارے جنتی ہیں ان کے بارے میں کو پکارا	۳۹۷	سے ہیں
۴۱۳	کھڑے ہیں کو ان کی ہی جاتی ہے اللہ کے بارے میں	۳۹۸	رسول اللہ علیہ السلام کی حیات اور مہم کی بات ہے
۴۱۴	کوئی بات نہ دینے والا نہیں	۳۹۹	مگر یہ حدیث کی تردید
۴۱۵	قیامت کے آنے کا وقت اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کو معلوم	۴۰۰	رسول اللہ علیہ السلام کے بارے میں وہاں تک نہیں جانتے ہیں
۴۱۶	نہیں ہے وہاں تک آجائے گی	۴۰۱	تجلی میں ہیں کہ ایک واقعہ
۴۱۷	آپ لڑ رہے ہیں کہ میں اپنے لئے کسی فتح و خیر کا نام	۴۰۲	نبی اکرم علیہ السلام کو قیامت میں جان کرنا سیکھا گیا ہے
۴۱۸	نہیں ہیں اور یہ غیب کا نام ہے	۴۰۳	رسول اللہ علیہ السلام سے بہت دور کی ایک حدیث پر مبنی ہے
۴۱۹	رسول اللہ علیہ السلام کی بات کرتے ہیں کی تردید	۴۰۴	وفاقت شریف سے جاننے کے بارے میں
۴۲۰	ترجمہ	۴۰۵	نصرتیہ کا مطلب
۴۲۱	ترجمہ	۴۰۶	آپ اللہ کے ساتھ جوڑ دینا اور اللہ کا جہاد کرنا ہے
۴۲۲	یہی لکھی ہوئی ہیں کے لئے ہے	۴۰۷	حدیث نبوی علیہ السلام سے
۴۲۳	میں یہی باتیں ہیں کہ میں نے ان کی تردید	۴۰۸	و کہ حدیث کو نہ مانا تو یہی اسلام میں نہیں مل سکتے
۴۲۴	بعض لوگ خود کو اللہ تعالیٰ کے رسول کہتے ہیں	۴۰۹	رسول اللہ علیہ السلام نے کیا حدیث کی بات کی ہے
۴۲۵	لوگ کہہ رہے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے رسول	۴۱۰	رسول اللہ علیہ السلام نے کیا حدیث کی بات کی ہے

صفحہ نمبر	موضوع	صفحہ نمبر	موضوع
۴۴۵	فرشتوں کی تسبیح اور مہارت	۴۴۳	معبودان باطن نہ ہوتے ہیں خدا سمجھتے ہیں نہ اپنی مدد کرتے ہیں نہ مہارت گزاردن کی مدد کرتے ہیں
۴۴۵	ترجمہ		اخلاق عالیہ کی تحقیق اور شیطان کے دوست آنے پر
۴۴۵	مجدد مہارت کا بیان	۴۴۴	اللہ تعالیٰ کی پناہ لینے کا حکم
۴۴۵	منہ	۴۴۴	محافل کرنے کی ضرورت اور فضیلت
۴۴۵	منہ	۴۴۵	ترجمہ
۴۴۵	مجدد مہارت کی دعا	۴۴۵	مصلحت جہت منہ سے کہہ کر یا جہاں کو صاف فرما
۴۴۷	تفسیر قرآن ۶۹: ۱۱	۴۴۵	خاک کھدکھان رسول اللہ ﷺ کا دل کس سے برتر
۴۴۷	آنکھ بھنی ہال تیسیت کا بیان	۴۴۶	فائدہ
۴۴۷	گزشتہ اس میں سوال تیسیت کا حکم	۴۴۶	امر بالمعروف
۴۴۷	ایک ہی کے چہرہ کا دائرہ	۴۴۶	جاہلوں سے امراض کرنا
۴۴۸	اسواری تیسیت کا بیان اور ستر گویہ ہلکی ٹھوسیت ہے	۴۴۶	شیطان کے دوستوں سے اللہ کی پناہ لینے کا حکم
	اسواری تیسیت کی تقسیم میں اشکاف اور اس کے بارے	۴۴۷	ایمان ہائے شریک دوسرے نے شیطان سے اللہ کی پناہ مانگنا
۴۴۸	میں اللہ تعالیٰ کا نیکو	۴۴۷	ٹھوس کا بیان
۴۴۸	اللہ سے دارے اور آسمان کے تعلقات درست رکھنے کا حکم	۴۴۷	شیطان سے بچنے والوں اور شیطان کے دوستوں کا طریقہ
۴۴۸	آنکھ کے دوسرے منہ	۴۴۸	قرآن کی تلاوت طلب کرنے والوں کو جواب
۴۴۹	ظہر ایمان کے اسواری کا بیان		قرآن میں ہجرت کی باتیں ہیں اور وہ رحمت اور
	بہا اللہ کا ذکر ہے قرآن کے دل خواہ اور وہ جانتے	۴۴۹	جانتے ہے
۴۴۹	ہیں۔۔۔ دل صفت	۴۴۹	قرآن مجید نہ ہونے اور نہ کے کام مہار آب
	اللہ کی آیات چمکی جاتی ہیں قرآن ایمان کا ایمان بڑھ	۴۴۹	نام کے پیچھے غامض رہنے کا حکم اور نام پر مینے کا ذہب
۴۴۹	چاہتا ہے۔۔۔ دوسری صفت		نام کے پیچھے قرأت نہ پڑھنے کے بارے میں حضرات
۴۴۹	تیسری صفت	۴۴۹	مجاہد کا دشمنان
	وہ نماز قائم کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کے دے ہوئے ہال	۴۴۹	نام نہایت اور امام احمد کا ذہب
۴۴۹	سے فرج کرتے ہیں۔۔۔ چوتھی صفت		فائدہ
۴۴۹	ذکر و صفت والے سچے مومن ہیں	۴۴۹	ذکر اللہ کا حکم اور اس کے آداب
۴۴۹	وہ چلتے چلتے کی رحمت	۴۴۹	ذکر علی کی فضیلت
۴۴۹	غور و فکر کا ذکر	۴۴۹	صبح شام اللہ کا ذکر کرنا
۴۴۹	فائدہ	۴۴۹	غافلوں میں سے نہ ہو جاؤ
۴۴۹	فائدہ		

صفحہ نمبر	موضوع	صفحہ نمبر	موضوع
۳۶۳	مطرحہ این عباس رضی اللہ عنہما کا ارشاد اس مسئلہ حسب ان ہے	۳۶۵	خود بخود کے مسئلہ پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا عا میں مطلقاں
۳۶۴	شرعیاتی مہدات چھٹی کی سطح اللہ کے قریب نہیں جاتے اور انہیں پہنچتے تھے	۳۶۶	وہاں آپ کی دعا قبول ہوتی
۳۶۵	اللہ کی راہ سے دیکھنے والے مطلوب ہوں گے اور ان سے انرا بہت سہل ہے	۳۶۷	فرشتوں کا نازل ہونا ہر شخص کے قلوب کے مطابق ہوتا ہے
۳۶۶	کاظروں کا اسلام کی ترقیب اور کفر پر عید بننے کی وجہ	۳۶۸	ہر میں مسلمانوں پر ناکھ کا طاری ہوتا ہے
۳۶۷	کاظروں سے لڑتے رہو یہاں تک کہ سداویہ اللہ کی کے لئے ہو جائے	۳۶۹	فرشتوں کا نازل ہونا ہر انسان کے قلوب کا درجہ
۳۶۸	پہاؤ فہرست :-	۳۷۰	شرعیاتی مہدات میں اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی سزا کی
۳۶۹	اموال غنیہ کے مستحقین کا بیان	۳۷۱	دب کا ظروں سے قبل ہوتا ہے ہر کمال کر
۳۷۰	عام اظہار کا	۳۷۲	اور میں مستحق ہیں
۳۷۱	ہر شخص کا جنگ کا حقوق اور اللہ تعالیٰ کی عدا	۳۷۳	مہدات میں اللہ تعالیٰ کا ایک واقعہ
۳۷۲	قائد	۳۷۴	کا کہ
۳۷۳	دشمنوں سے مقابلہ ہو جائے تو ہم کر مقابلہ کرنا اور اللہ	۳۷۵	ہر ایک کا اظہار کے مطابق ہے
۳۷۴	حقانی کو کراٹے سے یاد کر	۳۷۶	اللہ تعالیٰ کی عدا سے شرکیں مطلق ہوئے
۳۷۵	آپس میں جھگڑنے سے بچاؤ کی ضرورت ہے	۳۷۷	شرکیں سے اللہ تعالیٰ کا خطاب
۳۷۶	ہر کوئی کی طرح نہ ہو چلا جائے کھڑے نہ کرنا کار	۳۷۸	اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی کفر و کفر
۳۷۷	کیسے لکے	۳۷۹	ایسے شخص سے بچ کر خود کو کھانا پانی پر واجب نہ کرنا
۳۷۸	شرکیں کو شہان کا جنگ کے لئے بھڑکانا ہر بار کے	۳۸۰	نبی میں لکھ کر پھارنے پر مجبور ہے
۳۷۹	ہر ان کا زور سے بھاگ جانا	۳۸۱	مسلمانوں کو ایک دن سے انصاف کی یاد دہانی
۳۸۰	مستحقین کی یاد اللہ کی اور بددلی	۳۸۲	اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی خیریت نہ کرنا اور آپس
۳۸۱	مطلوبہ ضروریہ پر حفظ فرماؤ	۳۸۳	میں اس کی خیریت کرنے سے باز رہو
۳۸۲	سوت کے وقت کا ظروں کی پائی	۳۸۴	اموال اور دار و دھند ہیں
۳۸۳	سایت و حقوں نے آپس میں کو بھڑکانا جس کی وجہ سے	۳۸۵	تکلیف و انعام
۳۸۴	پاک ہو گئی	۳۸۶	خود بخود کے سزا جہت سے پہلے شرکیں کے مسئلہ سے
۳۸۵	اللہ کفر جانوں سے بدتر ہیں	۳۸۷	ایمان کا مشورہ اور شہان کی تائید
۳۸۶	کافر لوگ معاہدہ کے بعد ہتھیار کرتے ہیں انہیں ہجرت	۳۸۸	مطرحہ جبریل علیہ السلام کی آمد اور آپ کا صحیح سالم سفر
۳۸۷	ناک سزاوار	۳۸۹	ہجرت کے لئے روانہ ہو جانا
		۳۹۰	شرکیں کی ناکامی
		۳۹۱	شرکیں کا معاہدہ اور سزا کی ہمگی قرآن میں کیا حکم
		۳۹۲	کہہ سکتے ہیں
		۳۹۳	نظر میں عداوت کا مذہب کے لئے دھارنا

صفحہ نمبر	موضوع	صفحہ نمبر	موضوع
۵۰۷	مشرکین کے کھل گئے کہ اللہ تعالیٰ کی مسجد کو آباد کریں	۴۸۱	اللہ ایمان کو خدا اور علیہ السلام کی اجازت نہیں
۵۰۸	مساجد کو آباد کرنا اہل ایمان کا کام ہے	۴۸۱	فائدہ
۵۰۹	مساجد میں کیا کیا کام شروع ہیں		مفسرین سے مقابلہ کے لئے مسلمان عرب چار دیکھ اور
۵۰۹	مسجد کی مثال کا اثر و ثواب	۴۸۲	انہیں لارہے رہو
	تلاش کو پانی یا دھواں مسجد حرام کو آباد کرنا ایمان اور جہاد		الایمان السلطان القزوينی کا موصوفہ مدافع کے ہوں کو بھی
	کے برادر نہیں	۴۸۳	شامل ہے
۵۱۰	مومن جہاد میں اور جہاد میں کو جہاد دے	۴۸۴	دشمن مسلح پڑا اور ہوں تو مسلح کی جاسکتی ہے
	اللہ تعالیٰ کی محبت کے سامنے باپ، بھائی، بیوی، اکبر	۴۸۶	دشمن کی دکانی تھیں وہ بھی دیکھیں اور جہاد کے چار دیکھیں
۵۱۱	قبیلہ، مکان، مکان، آل و اولاد کی کوئی حقیقت نہیں	۴۸۷	جہاد کے قیدیوں سے صلہ پہلے پر خطاب
۵۱۲	فائدہ	۴۸۹	قیدیوں کے احکام
۵۱۳	فائدہ	۴۹۰	فائدہ
	غزوہ کا حین میں مسلمانوں کو کلاحت پر مجبور نہ ہونا اور اس کی	۴۹۱	فائدہ
۵۱۳	جہاد کا حکم کہ اگر کھانا یا پھر اللہ تعالیٰ کا دھرم مانا	۴۹۱	جہاد کے قیدیوں سے اللہ کا دھرم
۵۱۳	غزوہ کا حین کا فضائل و اہم	۴۹۳	جہاد میں جہاد میں اور انصار سے خلق بعض احکام
۵۱۵	تمام لوگ اس میں شریکین سے مقابلہ اور ان کی گھست	۴۹۵	شعوبۃ الاسلامیۃ
۵۱۶	حاکم کا سامروہ مگر ہاں سے دیکھیں	۴۹۵	بسم اللہ الرحمن الرحیم نہ لکھنے کی وجہ
۵۱۶	جہاد میں جہاد میں	۴۹۶	سورۃ توبہ کی ابتدا میں بسم اللہ الرحمن الرحیم نہ چھی جائے
۵۱۶	حین میں لاشوں کا زوال	۴۹۷	فائدہ
۵۱۸	مشرکین میں جہاد حرام کے پاس نہ جائیں		
۵۲۰	اللہ کتاب سے قتال کرنے کا حکم	۴۹۹	اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول شریکین سے بری ہیں
۵۲۲	مسئلہ		سورۃ میں حضرت ابو بکر کے غزوہ بدر کی یاد دہانی
۵۲۳	مسئلہ	۵۰۰	اور مشرکین سے برکت کا اعلان
۵۲۳	مسئلہ	۵۰۲	فائدہ
	یہود و نصاریٰ کی تہذیب و تمدن نے حضرت ابراہیم علیہ السلام	۵۰۳	مشرکین کو کہی کہ تہذیب و تمدن کی پاسداری نہیں
۴۲۳	حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو خدا تعالیٰ کا چاہتا تھا	۵۰۳	فائدہ
۵۲۳	عقلی تجریم کا احکام صرف اللہ تعالیٰ کی ہے		کفر کے مفسرین سے جنگ کر دین کی قسموں کا کوئی
۵۲۳	عقلی تجریم میں غیر اللہ کی لڑائی نہ ہوتی ہے	۵۰۴	اجتہاد نہیں
۵۲۳	فائدہ	۵۰۶	فائدہ

صفحہ نمبر	موضوع	صفحہ نمبر	موضوع
۵۴۹	سادات کوڑا کوڑا بچنے کا مسئلہ	۵۴۴	فائدہ
۵۵۰	مسئلہ	۵۴۵	فائدہ
۵۵۰	مسئلہ	۵۴۵	بچاؤ کوئی سے اللہ تعالیٰ کا نور بچاؤ بچائے گا
۵۵۰	مسئلہ	۵۴۶	پکلی صورت
۵۵۰	خطابہ ذکاوت	۵۴۶	دوسری صورت
۵۵۰	حجیہ	۵۴۷	تیسری صورت
۵۵۰	ذکاوت کے ضروری مسائل	۵۴۷	یہ دو نسخہ کی دیکھنا ہی ہے وہ کہتے ہیں
۵۵۰	مسئلہ	۵۴۸	فائدہ
۵۵۱	مسئلہ	۵۴۹	فائدہ
۵۵۱	مسئلہ		مذکور کی جگہ درست میں یہ راہگیری اور تفہیم ہے
۵۵۱	مسئلہ	۵۴۹	کرنے میں ترقی کرتا ہے
۵۵۱	مسئلہ	۵۴۹	فائدہ
۵۵۱	مسئلہ		خود بخود فی سبیل اللہ کے لئے کہا جائے تو نکل کرے
۵۵۱	مسئلہ		ہو وہ اللہ تعالیٰ تمہیں طاب دے گا اور تمہارے والد
۵۵۱	مسئلہ	۵۴۳	دوسری قوم کو کہنے کا
۵۵۱	مسئلہ		اللہ تعالیٰ نے اس وقت اپنے رسول کی مدد فرمائی جب
۵۵۱	مسئلہ	۵۴۳	اپنے ساتھی کے ساتھ رہا میں تھے
۵۵۲	حجیہ	۵۴۵	فائدہ
۵۵۲	مسئلہ		فرزاد کوک میں مومنین تمہیں کی شرکت اور معاونین کی
۵۵۲	مسئلہ	۵۴۸	بے لگائی اور بددلی کا مظاہرہ
۵۵۲	مسئلہ		معاذین جو لے ہوئے جہاد میں کر کے فرزاد کوک کی شرکت
۵۵۲	مسئلہ	۵۴۹	نہ نہ گئے
۵۵۲	مسئلہ	۵۴۴	معاذین کی بددلی کا مزید ذکر
۵۵۳	مسئلہ		معاذین کا مال قبول نہیں، جو بی نصیب کھاتے ہیں کہہ
	معاذین ہی اگر مسلم علی اللہ علیہ وسلم کو تکلیف دیتے ہیں اور	۵۴۳	تم میں سے ہیں
۵۵۳	معاذین کو بھی کرنے کیلئے نصیب کھاتے ہیں		معاذین کا صدقات کے بارے میں طعن کرتا اور اللہ اور
۵۵۶	معاذین کی مزید شرائط کا ذکر	۵۴۶	اس کے رسول ﷺ کی تعظیم پر مبنی نہ رہتا
	معاذین مرد عورت لکھیں سے روکتے ہیں۔ بخیل ہیں	۵۴۷	ذکاوت کے مصارف کا بیان
۵۵۷	اللہ تعالیٰ کا قبول کئے ہیں	۵۴۹	مسئلہ

صفحہ نمبر	عنوان	صفحہ نمبر	عنوان
۵۷۷	روحانی کی گراہی	۵۵۸	مؤمنین، ناس سے محبت ہے اور ان کیلئے عذاب و عار ہے
۵۷۷	حضرت مہاجرین و انصار اور ان کا تاج کرنے والے	۵۵۸	آقا، مسرت کی، ہادی سے محبت کی
۵۷۷	جنتی ہیں	۵۵۸	مؤمنین کی خاص صفات اور ان کے لئے رحمت اور
۵۷۷	فائدہ	۵۵۹	جنت کا وعدہ
۵۷۸	حدیدہ خود اور اس کی پاس کے دیہات میں رہتے والے	۵۵۹	کاروان اور منافقوں سے جدا کرنے اور ان کے ساتھ
۵۷۸	مؤمنین کا تذکرہ	۵۶۱	حق کا پرتاؤ کرنے کا حکم
۵۷۸	مؤمنین کی صفات کی توبہ کا تذکرہ جو غزوہ تبوک میں تھے	۵۶۱	منافقوں کی منکاری اور مہجوری انہیں
۵۷۹	کئے تھے	۵۶۳	مؤمنین نے انسان کا بدلہ دینا سے روکا
۵۸۲	مؤمنین کی ایک بہت بڑی منکاری اور مسجد خراہ کی بناء	۵۶۳	بعض ایسے منافقین کا تذکرہ جنہوں نے اللہ تعالیٰ سے عہد
۵۸۵	فائدہ	۵۶۳	کیا کر سکیں، بل، چاہئے کہ ان کو صدمہ کریں گے مگر انہوں
۵۸۵	فائدہ	۵۶۳	سے ان میں کی پاسداری نہ کی
۵۸۶	فائدہ	۵۶۵	فائدہ
۵۸۸	اللہ تعالیٰ نے اہل ایمان سے جنت کے عوض رکھے جانوں	۵۶۵	مؤمنین کی صفات کے عداوت پر علم، جو حضور کریم
۵۸۸	اور ان کو لڑنے لایا ہے	۵۶۵	مؤمنین کا ان پر غلبہ ہو گا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
۵۸۹	فائدہ	۵۶۷	کے ساتھ روکے
۵۸۹	مؤمنین کی صفات	۵۶۷	منافقوں کی نماز جنازہ نہ پڑھئے اور ان میں سے کسی کی
۵۹۰	فائدہ	۵۶۸	قبر پر کھڑے نہ ہو جائے
۵۹۰	حدود اللہ کی حفاظت کا اہتمام کیا جائے	۵۶۸	واسعت ہوتے ہوئے منافقین کا اجازت طلب کرنا کہ
۵۹۰	فائدہ	۵۶۹	غزوہ تبوک نہ جائیں
۵۹۰	شرکیں کے لئے استفادہ کرنے کی ممانعت	۵۷۰	رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے ساتھ جدا کرنے
۵۹۱	حضرت ابراہیم علیہ السلام کا اپنے والد کے لئے استفادہ کرنا	۵۷۰	دلوں کو بدست
۵۹۱	پھر اس سے بڑا ہوتا	۵۷۱	اہل حضرت کے پاس سواری نہ تھی، وہ غزوہ تبوک کی
۵۹۲	کسی قوم کو چاہئے دینے کے بعد اللہ تعالیٰ کو راہیں کرنا	۵۷۲	شرکت سے غمزدگی پر اور ہے تھے
۵۹۲	اللہ تعالیٰ نے مہاجرین و انصار پر مہربانی فرمائی جب کہ	۵۷۲	چنانچہ قرآن مجید ۱۱۰
۵۹۳	انہوں نے معصیت کی گمراہی میں لیا کر مہربانی کا ساتھ دیا	۵۷۳	تبوک سے واپس پر طرہ پیش کرنے والوں کو جواب
۵۹۳	تین حضرات کا مفضل واقعہ جو غزوہ تبوک میں جانے	۵۷۵	و یہاں میں خفت خلاق والے بھی ہیں اور غصص بھی
۵۹۳	سے روکے گئے	۵۷۵	سہولت لے جانے والے مہاجرین اور انصار اور ان کا
۵۹۷	نواذہ ضروریہ	۵۷۶	تاج کرنے والوں سے اللہ تعالیٰ راہی ہے

صفحہ نمبر	موضوع
۵۹۹	انہو تعالیٰ سے دارے اور ہاں کے ساتھ ہو جانے کا حکم
۶۰۲	سارا تھیں ہی صوابیت
۶۰۳	فی سبیل اللہ خرچہ خرچ کرنے پر اجازت اب کا وعدہ
۶۰۴	فائدہ
۶۰۵	بہرہ اور قطعہ فی اللہ میں مشغول رہنے کی اہمیت اور
۶۰۵	نہ اور ہے
۶۰۵	جہاد کی قسمیں
۶۰۵	تعلیم اور حفظ کی ضرورت
۶۰۶	فائدہ
۶۱۰	ان کا فرمان سے نکال کر دھندلا سے آس پاس ہیں
۶۱۰	مناظروں کی کاروائی ہوتی
۶۱۱	رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صفات عالیہ اور اخلاق
۶۱۱	مشکلات کا بیان
۶۱۲	دشمن کی فہم فہم ۲
۶۱۳	تسلیم و فہم فہم
۶۱۴	تو میرا رمانت اور عوا کا شہادت
۶۱۸	انہو تعالیٰ نے سورج اور چاند کو روشن رکھا مگر نہیں مقرر
۶۱۹	فرمان کی تکریم برسوں کی گنتی اور صواب جاننا
۶۲۱	ان کی کھری سزا اور اہل ایمان کی جزا
۶۲۱	انسان جلد باز ہے، صمیمیت میں خدا کو پکارتا ہے، اور عاقبت
۶۲۲	کے وقت پہنچ جاتا ہے
۶۲۳	مکرمین کی اس بات کا جواب کہ وہ سرور قرآن لے آئے
۶۲۳	یاں کو بدل دیتے
۶۲۵	فائدہ
۶۲۶	شریکین کی گروہی اور ان کے قول و عمل کی تردید
۶۲۶	دنیا کی بے ثباتی کی ایک مثال
۶۲۶	اہل جنت کی مشرق اور اہل انداز کی بد مصورتی اور عذاب
۶۲۶	ان کی کاغذ کر

صفحہ نمبر	موضوع
۶۳۳	اہل مصیبت اپنے پرستاروں سے کہیں کے کہ ہم تہادی
۶۳۳	مہارت سے متاثر تھے
۶۳۳	شریکین سے پہلے کو کہیں کوں رزق دیتا ہے اور فہم سے
۶۳۳	کانوں اور آنکھوں کا کون مانگ ہے اور تمام کوسوں کی
۶۳۳	تہ کو کون کرتا ہے؟
۶۳۵	شریکین سے جو بد سواوات اور تو میرے پرانے کی دعوت
۶۳۶	قرآن مجید کی حقانیت پر واضح دلیل اور اس بھی آپ
۶۳۶	سورت خانے کا انتخاب
۶۳۸	تکذیب کرنے والوں کی بے بسی، قیامت کا مشہور
۶۳۸	میں خطاب آنے کی دہلی
۶۳۹	خاکم لوگ جان چڑھانے کیلئے زمین کو کھدیا، بے کھوار
۶۳۹	ہوں گے اور ان کے دہان انصاف کے ساتھ فیصلہ ہوگا
۶۳۹	قرآن موعظ ہے، انہوں کیلئے شفا ہے، اور، اور
۶۳۹	درست ہے
۶۳۹	اہل طرف سے کسی چیز کو کھال یا اسام تو مرد و عورت تعالیٰ
۶۳۹	پر اثر ہے
۶۳۹	انہو تعالیٰ کا علم ہر چیز کو پہنچا ہے، کوئی ذرا اس سے چھوٹی
۶۳۹	بانی چیز سرور ملک کا کوئی حال اس سے پوشیدہ نہیں۔
۶۳۹	اولیاء اللہ کو خوف نہ ہوں گے نہ دشمن
۶۳۹	شریکین صرف گمان کے پیچھے چلتے ہیں، انہوں نے اللہ
۶۳۹	کے لئے لڑا اور دین کے لئے کھڑے ہیں، انہو تعالیٰ
۶۳۹	حضرت نوح علیہ السلام کا جرأت کے ساتھ اپنی قوم سے
۶۳۹	خطاب کرنا اور غلامی کی وجہ سے تو ہم کا فرق نہ جانتا؟
۶۳۹	حضرت موسیٰ علیہ السلام کا فرعون کی طرف بیعت ہونا
۶۳۹	اور ان کے مقابلہ میں چاروں کا شکست کھانا
۶۳۹	مصر میں بنی اسرائیل کا بے بس ہونا اور موسیٰ علیہ السلام کا
۶۳۹	انہیں قتل کی تعمیل کرنا اور مکرہاں میں نمازیں پڑھنے کا
۶۳۹	انہیں کرنے کا حکم دینا

صفحہ نمبر	عنوان
۶۶۵	جامعہ کا طبع اور گراہی کا نقصان انسان کو اعلیٰ طور پر نمود پہنچاتا ہے
۶۶۶	فَسَوْفَ يَشْفَوْنَ
	اللہ تعالیٰ کی مہارت کرنے اور اس کے حضور توہ کرنے پر تمام کھدو اور عرض کرنے والوں کیلئے وحید
۶۶۶	۱۱۱
۶۶۷	۱۱۱

☆☆☆.....☆☆☆

صفحہ نمبر	عنوان
۶۵۶	فرمان اور آسمان فرعون کیلئے ساری طبعی نظام کی بددعا فرعون کا غرق ہونا اور جبریت کیلئے اس کی طبعی کافاتی دکھانا
۶۵۸	فائدہ
۶۵۸	بی سہرا نیک کو چھوٹا کانا اور پاکیزہ رزق ملنا
	طراب و کچہ کر حضرت جبریل علیہ السلام کی قوم کا ایمان لانا
۶۶۰	اور عذاب سے نجات
۶۶۲	آمرانہ چ جاتا تو مسلمان قبول کر لیتا!
	اللہ تعالیٰ ہی لائق مہارت ہے وہی خیر اور ضرر کا مالک
۶۶۳	ہے اس کے فضل کو کوئی روک نہیں کر سکتا

(پارہ و فہرہ ۶)

لَا يُجِبُّ اللَّهُ الْجَهْرَ بِالشُّوْهِ مِنَ الْقَوْلِ إِلَّا مَن ظَلِمَ وَكَانَ اللَّهُ سَمِيْعًا عَلِيْمًا ﴿۱۰﴾

اللہ تعالیٰ نہی بات کے ظہر کرنے کو چاہتا نہیں فرماتا ہے جس کے ظہر کا حکم ہو اور اللہ بخشنے والا ہے۔

إِنْ تَبَدُّوا خَيْرًا أَوْ تَخْفَوْا أَوْ تَعْلَفُوا عَن سُوءٍ فَإِنَّ اللَّهَ كَانَ عَفُوًّا قَدِيْرًا ﴿۱۱﴾

اگر تم نے کوئی خیر کر دیا تو چھپنا یا بھلنا یا عفو کرنا اللہ تعالیٰ عفو کرنے والا ہے۔

اللہ تعالیٰ نری بات کے ظاہر کرنے کو پسند نہیں فرماتا

نری بات کا بیان کرنا چھپانا اور چھپانے سے کہتے ہوئے ظاہر اللہ تعالیٰ کو پسند نہیں ہے اس اگر کسی پر ظلم ہوا ہو تو وہ اپنی مظلومیت ظاہر کرنے کے لئے ظلم کا ظلم اور باتی بتاتے تو یہ جائز ہے۔ اس کا لانا یہ ہوگا کہ ظالم کو مقابلہ میں مظلوم کی مددگی ہو مرنے کی اور ظالم کو بھی اپنی زیادتی اور جہالت کا احساس ہوگا جس کی وجہ سے وہ ظلم سے باز آ جائے گا۔ مفسرین کثیر نے اللہ تعالیٰ نے اس آیت کے ذیل میں حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ایک واقعہ نقل کیا ہے کہ ایک شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اس نے عرض کیا کہ میرا ایک چڑی ہے جو مجھے تکلیف دیتا ہے آپ نے فرمایا تو اپنا سامان نکال کر دے میں دیکھوں گا۔ چنانچہ اس شخص نے اپنے کیاب پر وہ شخص جو اس سے گزرتا تھا چمکتا تھا کہ کیا بات ہے (تم نے سامان یہاں کیوں لایا) اور کہنا تھا میرا چڑی مجھے تکلیف دیتا ہے اس پر گزرنے والے اس کے چڑی پر لعنت بھیجتے تھے اور اس کی رسولی کیلئے جہاد کرتے تھے۔ نتیجہ یہ ہوا کہ اس کا چڑی آیا اور کہنے کا قہم اپنے گھر واپس چھوڑا اور رسول کی قسم میں تمہیں بھی تکلیف نہیں پہنچاؤں گا۔

آیت کے عموم میں یہ سب باتیں شامل ہیں۔ کہ کسی کی طبیعت کی جائے کسی پر برکت یا عدم جانے کسی کے صیب اور گناہ و گنہگار سے جان کیا جائے۔ یہ سب چیزیں حرام ہیں۔ اگر کسی کا کوئی صیب ہو گناہ مظلوم ہو جائے تو اس کی پروردگار کی قسم ہے کہ اسے ادا کر اور اصر اور پہنچائے بہت سے لوگوں کو طبیعت کرنے اور دوسروں کی پروردگاری کرنے اور گناہوں کو شہور کرنے اور اصر اور لعنہ لے کر اذیت دینا ہے ایسے لوگ اپنی برادری کرتے ہیں اور آخرت میں اپنے لئے عذاب تیار کرتے ہیں۔ اگر کسی شخص سے کوئی زیادتی ہو جائے اور اس سے بھڑکے یہ کہ اس سے عفو کرے اور اگر عفو کرنے کی صحت نہیں ہے تو بدلہ لے سکتا ہے۔

معلوم ہوا کہ مظلومیت کا بدلہ بقدر مظلومیت ہی لایا جا سکتا ہے۔ اگر جملہ لینے والے نے زیادتی کر دی تو اب وہ ظالم ہو جائے گا۔ حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اور گناہ کیا کہ آپس میں گالی گلوچ کرنے والے جو کہ کہیں ان سب کا گناہ اس پر ہے جس نے گالی گلوچ شروع کی تھی جب تک کہ مظلوم زیادتی نہ کرے۔ (ردالمستدرک ص ۳۲۱ ج ۲) جب مظلوم نے زیادتی کر دی تو وہ بھی گناہگار ہوگا کیونکہ جتنے بدینے کی اجازت تھی وہ اس سے آگے نہ بڑھا سکا۔

کلی آیت کے ختم پر فرمایا: تَعَالَى اللَّهُ سَمِيْعًا عَلِيْمًا (اور اللہ بخشنے والا بخشنے والا ہے) جو کسی کوئی شخص نری بات کو چھپانے کا

اچھے۔۔۔ مگر یہ کہے گا اس کی باتیں اللہ تعالیٰ سنا رہا ہے اور جو بھی اس کی باتیں کسی پر اچھا نہ لگے وہاں اللہ تعالیٰ کر دے اللہ تعالیٰ شانہ کو ان کا حکم سن لے اللہ تعالیٰ شانہ سب کے درمیان فیصلہ فرما دے گا اگر عظیمی نے صحاف نہ کیا۔

دوسری حالت میں اگر ماہانہ فسطوہ معینہ اور تحفہ فاضلہ اور فسطوہ معینہ سوالات امان اللہ مکان حفظہ العالیہ ۱۵ (۱۸ رقم) کو ملے کہ وہ پورا پورا رہا اور اسے معاف کر دے تو وہ شہید تھا تو معاف فرماتے ہیں کہ وہ ۱۵ سے ۱۸ سال بعد میں یہ جان کر اپنی کونجی خیر کا کام نہ کر سکا اور وہ شہید رہا نہ تھا جس کی وہ اپنی جان کا گواہ بن گیا تھا لیکن شہید نہ ہو کر وہ ۱۵ سے ۱۸ سال بعد تک رہا ہے۔

سورۃ اعراف میں فرمایا یوسف ایا یوسف ایا لا تعجلون ان ینزل الله الیکم وہذا غفوز راجعہ (اور جاتے کہ دعائے کہہ کر
 روتے رہے کہ کیا تم یہ پند نہیں کرتے کہ تمہاری معذرت فرمائے اور اسے غفور کہے) اور انھیں معاف کر دے جسے اللہ تعالیٰ شانہ کے یہاں
 اس کا زیادہ مرتبہ ہے۔ یہ دینا اور ت میں اس کی عزت نہ دینے کا سبب نہ جاتا ہے بلکہ یہ ایک کوئی اعزاز دینی دینے کا دعائیہ حصہ ہے۔ دینا ہے
 ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو کچھ چیزیں قرآن میں نہیں ہیں حکم کما کر کہاں کرنا ہوں اور ان میں ہیں کہ اللہ تعالیٰ ہی ہے کسی
 بندہ کامل کہ نہیں ہو گا اور جس کسی بندہ پر نبی ظلم کیا گیا جس پر اس نے سب کر لیا تو اللہ تعالیٰ اس کی عزت بڑھا دے گا۔ ہر جس کسی نے
 (حقائق سے) سوال کرنے کا روزہ رکھ لیا تو اللہ تعالیٰ اس پر رحم فرما کر روزہ رکھ لے گا (یعنی وہ ہمیشہ فقیر ہی رہے گا جس قدر دیکھ لے
 جمع کرے اس کا فقر ختم نہیں ہو گا) (رواہ ابن جریر و ترمذی و قال صدیق)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ سوئی علیہ السلام سے بارگاہِ خداوندی میں عرض کیا کہ سب تیرے نزدیک خداوں میں سب سے بڑا عزت والا کون ہے اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ فسق افا قسوز غیور یعنی جو شخص قدرت ہوتے ہوئے معاف کر دے اور ماضی و محل کے نزدیک سب سے زیادہ عزت والا ہے اور حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص اپنی زبان کو محفوظ رکھے اللہ تعالیٰ اس کی پامشیدہ چیزوں کی پروا چھی کرے گا اور جو شخص اپنے غصے کو روک لے اللہ تعالیٰ تیرا مست کے دن اس سے اپنے خطاب کو روک لے گا اور جو شخص اللہ عزوجل کی بارگاہ میں حذر پیش کرے اللہ تعالیٰ اس کے حذر کو قبول فرمائیگا ہے۔ (ذکر اربعین صاحب المنظر ص ۳۳۷ ص ۳۳۸)

إِنَّ الَّذِينَ يَكْفُرُونَ بِاللَّهِ وَرُسُلِهِ وَيُرِيدُونَ أَنْ يُفَرِّقُوا بَيْنَ اللَّهِ وَرُسُلِهِ وَيَقُولُونَ

بشر جو لوگ اللہ تعالیٰ سے اس کے رسول کے ساتھ لڑتے ہیں، یہ سب اپنے رب کے ساتھ ہیں۔ ان کے رسول کے ساتھ ہیں اور ان کے ساتھ ہیں۔

لَا يُؤْمِنُ بَعْضُ النَّاسِ إِلَّا بِبَعْضٍ ۚ وَيُرِيدُونَ أَنْ يُتَّخَذَ لَهُمْ سَبِيلًا ۚ أُولَٰئِكَ هُمُ

کہ ہم اہل بیت علیہ السلام سے ملنے کے لئے نکلتے ہیں اور آپ سے ملنے کے لئے جاتے ہیں کہ آپ کے لئے ہمیں دعا ہے کہ آپ کی دعا سے ہمیں نصرت ہو۔

الْكُفْرُونَ حَقًّا ۖ وَاعْتَدْنَا لِلْكَافِرِينَ عَذَابًا مُهِينًا ۝ وَالَّذِينَ آمَنُوا بِاللهِ وَرُسُلِهِ وَلَمْ

ہر جہت کا تجربہ اور ہم نے کافروں کے لئے اگلی کر کے وہاں غائب چار کیا ہے۔ ہر جہت ایک ایک کر کے اٹھ اٹھ کر اس کے دھولے کا ہے۔

يُغْفِرُ لَكُمْ ذُنُوبَكُمْ ۗ اِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ رَحِيمٌ ۝ وَكَانَ اللَّهُ غَفُورًا رَحِيمًا ۝

اپنی مشیت کے درمیان میں فراموش نہیں کرتے یہ وہ ایک جی کہ مغفرت اللہ تعالیٰ میں کو جس کے بعد خطا کرنے والے اور اللہ تعالیٰ بخشنے والا مہربان ہے۔

اللہ تعالیٰ اور اس کے تمام رسولوں پر ایمان لانا فرض ہے!

صاحب موعود اشرف علی مرتضیٰ ج ۱ ص ۳۹۳ میں لکھتے ہیں کہ آیت اِنْ فَتَنَ الْمُفْسِقُونَ فَتَنُوا بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ یہودیوں کے بارے میں چل رہی ہوئی یہ ناکہ حضرت موسیٰ علیہ السلام پر ایمان لائے اور توہمیت پر ایمان لائے اور حضرت عزیر علیہ السلام پر ایمان لائے اور حضرت یحییٰ علیہ السلام پر ایمان لائے اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر ایمان لائے اور حضرت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر ایمان لائے ان کے ساتھ کفر کیا اور انجیل اور قرآن کے بھی منکر ہوئے۔ ان لوگوں نے اپنا راستہ نکالا کہ اللہ عزوجل پر ایمان نہ آئیں اور اس کے رسولوں میں سے بعض پر ایمان نہ آئیں اور بعض کا انکار کریں۔

جو شخص صرف اللہ پر ایمان لائے اور کسی رسول پر ایمان نہ لائے یہ بھی کفر ہے بلکہ یہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسولوں کے درمیان تفریق کرنا ہے اور بعض رسولوں پر ایمان لائے اور بعض کا انکار کرے یہ بھی تفریق ہے۔ کیونکہ کسی ایک رسول کا انکار کرنا بھی کفر ہے۔ صاحب روح المعانی (ص ۳۶۲) نے حضرت ابراہیمؑ سے نقل کیا ہے کہ آیت شریفہ میں یہود و نصاریٰ دونوں کا ذکر ہے۔ یہودیوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی نبوت و رسالت کا انکار کیا اور یہود و نصاریٰ حضرت سید عالم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت اور رسالت کے منکر ہوئے۔ اللہ تعالیٰ کا جو دین ہے اسے وہ لوگ نہ مانیں نہ چاہیں۔ اللہ تعالیٰ کے برائی پر ایمان لانا فرض ہے جن لوگوں نے کسی بھی نبی کا انکار کیا ان کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا وَكُنْتُ خَسِرًا كَثِيرًا ۝ فَتَوَلَّى كَيْفَ يَكْفُرُونَ خُلُوعًا کہ یہ وہ لوگ ہیں جو کچھ کافر ہیں ان کے کفر میں کوئی شک نہیں۔ اور فرمایا وَاللَّعْنَةُ عَلَى الْكَاذِبِينَ لعنہا ہے انہیں کہ ہم نے کافروں کیلئے ذلیل کرنے والا مطلب جاری کیا ہے بل کفر کا کفر اور کفر ماننے کے بعد اصل ایمان کا کفر رہا اور فرمایا کہ جو لوگ اللہ پر ایمان لائے اور اس کے سب رسولوں پر ایمان لائے اور کسی بھی رسول کا انکار کر کے تفریق کرنے والے نہ بنے (یعنی خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کے احق) یہ لوگ جو نہ بنے تو انہیں کے سختی ہیں اللہ تعالیٰ ان کا وہاب عطا فرما دے گا۔

مسلمانوں کے بارے میں سورہ بقرہ کے ختم کے قریب ارشاد فرمایا فَرَضَ اللَّهُ سَئِئَاتِ الْفِتَنِ اَلَّذِي سَئِئَاتِ الْفِتَنِ اَلَّذِي سَئِئَاتِ الْفِتَنِ اَلَّذِي سَئِئَاتِ الْفِتَنِ ہا للہ وعلینکھ وکعبہ وزضلیہ لالغفر فی تنن اعقبین ونبیلہ ایمان لائے رسول میں پر جو ان کی طرف نازل کیا گیا ان کے سب کی طرف سے اور مؤمنین بھی ایمان لائے سب ایمان لائے اللہ پر اور اس کے فرشتوں پر اور اس کی کتابوں پر اور اس کے رسولوں پر (انہوں نے کہا) کہ ہم تفریق نہیں کرتے اللہ کے رسولوں میں سے کسی کے درمیان بھی)

درحقیقت ایمان بھی حقیقی ہوتا ہے اور اللہ کے نزدیک مستتر ہوتا ہے جبکہ تمام ایمانیات پر ایمان لایا جائے۔ کوئی شخص فرشتوں کا منکر ہو یا ہم آخرت کا منکر ہو۔ قرآن کی کسی آیت کا منکر ہو کسی شعا از اسلامی کا منکر ہو۔ کسی بھی رسول کی رسالت اور کسی نبی کی نبوت کا منکر ہو تو وہ اللہ کے نزدیک کافر ہوگا۔ اگرچہ اللہ تعالیٰ کو مانا ہو اللہ پر ایمان لائے میں وہ سب چیزیں شامل ہیں جن پر ایمان لائے کا اللہ تعالیٰ نے اپنے رسولوں اور کتابوں کے ذریعہ ہم فرمایا۔

یہ اہل اسلام ہی کی امتیازی شان ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے تمام نبیوں اور رسولوں پر ایمان لاتے ہیں۔ اور تمام انبیاء و کرام پر ہم باطل و ہوا اسلام کی تفریق کرتے ہیں جس طرح انہیں یہ گوارا نہیں کہ حضرت خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کی شان اقدس میں کوئی ناچ یا گانہ کیا جائے

کے کہ پورے صرف کھانا پکانا ہے اس میں کسی کا یہ طریقہ تھا کہ وہ مجازات کا مطالبہ کرتے تھے اور کہتے تھے کہ یہ بات ہو جائے تو ہم مسلمان ہو جائیں گے۔ اللہ تعالیٰ شانہ نے بہت سے مجازات کا یہ فرما دے جو ایک عظیم منفط طالب حق آدمی کیلئے کافی تھے مگر بھی کہتے تھے کہ اس مجازہ کو نہ دیا جائے تو میں اس کے لئے اللہ تعالیٰ کی کا پابندی نہیں جو مطالبے کے مطابق مجازہ بھیج دے لیکن ہم بھی بعض مجازات میں لوگوں کے کہنے کے مطابق غایر ہوئے جس میں مجازہ شنی افریقی ہے لیکن چونکہ دنیا مقصود نہیں تھا اس لئے مجازات کو جاری نہ کیا۔ یہ تھے ان لوگوں کے حوالہ اور خود ان کا خیال تھا کہ یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو تکلیف پہنچتی تھی اور آپ مکرر مودتے تھے کہ یہ کسی طرح مسلمان ہو جائیں۔ آپ کی تسلی کیلئے اللہ تعالیٰ شانہ نے فرمایا کہ آپ ان کی پرہیزگار کریں اور انہوں نے جو سوال کیا ہے کہ آسمان سے کتاب اتار دیاں سے ۱۲ سال پہلے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کرچکے ہیں اور وہ سوال یہ تھا کہ اللہ تعالیٰ کو ہمارے آئے سامنے دکھا دو۔

سورۃ بقرہ میں ان کی یہ بات اس طرح ذکر فرمائی ہے وَقَالُوا لَنُؤْتِيَنَّكَ آيَاتِنَا وَلَنُبَشِّرَنَّكَ بِبَارِئَاتِنَا (اور جب تم نے کہا کہ اسے موسیٰ تمہارا ہی بات نہ مانیں گے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ کو آئے سامنے نہ دیکھیں گے۔ یہ دنیا اس کا قائل نہیں ہے کہ یہاں اللہ تعالیٰ کا یہ بار ہو سکے۔ اللہ تعالیٰ کا یہ بار جنت ہی میں ہو گا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے دنیا میں دیا راضی کا سوال کیا تھا جب اللہ تعالیٰ شانہ کی یہ بات پہنچی ہوئی تو وہ بے ہوش ہو کر گر پڑے۔ جب ایک مغرب کی یہ بات حال سے تھوڑا عوام کو دیا راضی مزا دہی کی کہاں تاب ہو سکتی ہے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام تو بہت شریف لینے کے لئے طرح پر شریف لے گئے تھے وہاں انکو چالیس دن تک رکھے۔ یہاں پیچھے ان کی قوم نے مجازے کو منظور نہ کیا۔ جب آپ شریف لائے تو ان لوگوں کی سرانجامی اور کھانا اور سزا دینے کو سراہا گیا تاکہ ہانکا دھاندلی میں حضرت علی کی اور بارے پہ قول کرنے کی درخواست کریں۔ جب طور پر پہنچے اور اللہ تعالیٰ شانہ کا کلام اس ایام میں میں موسیٰ علیہ السلام کو خطاب تھا اور ان لوگوں کو بھی خطاب فرمایا کہ تم میری عبادت کرو۔ میرے سوا کسی کی عبادت نہ کرو اس پر کہنے لگے کہ تم تو جب انہیں کے جب اللہ کو آئے سامنے دیکھیں اس پر ان کو کھلی نے بکڑ لیا جس سے وہ سب مر گئے۔ کھلی کے بکڑنے کا کہہ سونہ ہوا میں بھی ہے اور آیت بالا میں بھی ذکر فرمایا ہے لَمَّا خَلَّوْهُمُ الْغُفَّاءَ بَطْنُ بَنِي إِسْرَءِيلَ کہ ان کے علم کی جیسے کھلی نے بکڑ لیا انہوں نے جو بے جا بات کا سوال کیا اور اس کی بات کا مطالبہ کیا جس کو انہوں نے ادا نہیں ہونے والی نہیں ہے اس کو گم سے تعبیر فرمایا۔ (سن عالم اطہری)

یہ جو بار لَمَّا خَلَّوْهُمُ الْغُفَّاءَ بَطْنُ بَنِي إِسْرَءِيلَ اس کے بارے میں صاحب روح المعانی فرماتے ہیں کہ یہاں سے مراد وہ مجازات ہیں جو اصل میں اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو عطا فرمائے تھے جن کا تعبیر فرعون کے سامنے ہوا حضرت موسیٰ علیہ السلام کا معنی اور یہ بڑا اور مستند کا بہت جانا جس میں آل فرعون فرق ہوئے اور بنی اسرائیل کو نہایت ہوئی بنی اسرائیل نے یہ سب سچ ہی دیکھیں مگر بھی مجازے کو اذیتا پہنچے۔ مگر صاحب روح المعانی فرماتے ہیں کہ یہ بات سے وہاں صحیح دلائل بھی مراد ہو سکتے ہیں جو اللہ کے سپرد ہوئے اور صاحب شریک ہوئے پر دلالت کرتے ہیں اور یہ سچ ہی ہر عقیدہ کے سامنے ہیں اس کے بارہوں ان لوگوں نے مجازے کی عبادت شروع کر دی اور فَتَقَوَّضُوا يَدِيَهُمْ جو فرمایا (کہ ہم نے ان کے اس جو ہم کو صاف کر دیا اس کی تعبیر سورۃ بقرہ میں گزر چکی ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ اپنی جانوں کو کھلی کرو یہ تمہاری توبہ ہے (چنانچہ انہوں نے اس پر اس طرح عمل کیا) جس لوگوں نے مجازے کی عبادت نہیں کی تھی انہوں نے مجازے سے ہٹ کر ان لوگوں کو کھلی کیا۔ ہزاروں آدمی کھل ہو گئے تو اللہ تعالیٰ نے سب کی توبہ قبول فرمائی فَتَقَبَّلَ عَنْهُمْ اللہ غفور الرحیم

دل محفوظ ہیں مگر ان کو قتل نہیں کریں گے۔ اور حقیقت یہ ہے کہ وہ اللہ کی طرف سے ایمان سے محروم کر دیے گئے ہیں انہوں نے جو وعدہ دیا اور وہ خدا کا تعہد تھا کیا اور اسی پر بندہ ہے کہ ان کا یہ عمل چھاپ گئے کاسب بن گیا۔ پھر فرمایا **لَقَدْ مَنَّ اللَّهُ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ إِذْ أَخْرَجَهُمْ مِنَ سُوءِ مَا اسْتَفْتَوْا** (سو ان میں سے تمہارے ہی سے ان افراد مسلمان ہوں گے) ایسے عہد شکن بن اسلام میں اللہ نے عفو فرمایا۔

اس کے بعد ان کے مزے کھڑے کرنا کہ وہ ایمان و سیدنا حضرت یحییٰ علیہ السلام کے ساتھ کھڑے رہے۔ انہوں نے نہ صرف یہ کہ ان کے ساتھ کھڑے بن کر ان کی بات کی تہمت باغی اور جو دیکھ حضرت یحییٰ علیہ السلام نے اس کی کو میں ہی اپنی بات کی برأت ظاہر کر دی جب حضرت مریم کی کو میں بچہ دیکھ کر اپنی اسرا نکلنے سے برکت بات کی تہمت لگا دی تو حضرت مریم نے بچے کی طرف اشارہ کر دیا ہے کہ **يٰٓاَيُّهَا عِيسَى ابْنُ مَرْيَمَ خُذْ هَٰذَا وَتَمُوتْ فَاَنْتَ وَتَحْمِلُ الصَّلٰوةَ وَتَتَذَكَّرُ الْحَدٰثَ** (آئیے) اور قرآن نے بھی حضرت مریم علیہا السلام کی پاک دامن بن فرمادی۔

یہ سورہ تحریم میں فرمائی ہے **مَنْ ذَكَرَ اسْمَ اللَّهِ عَلٰى شَيْءٍ مِّنْ ذٰلِكَ فَهُوَ بَرٌ اِذَا عَلِمَ مَآلَمَ بَيْتِهِ** (آئیے) لیکن یہودی اس پر مانع ہے کہ حضرت مریم علیہا السلام سے برائی کا صدور ہوا۔ پھر جب حضرت یحییٰ علیہ السلام فوت ہوئے تو یہودیوں نے ان کی دھڑکی میں اور نہ وہ خدا کو دیا۔ حتیٰ کہ اپنے خیال میں ان کو قتل ہی کر دیا اس کو **وَقَوْلِهِمْ اِنَّا قَتَلْنَاهُ لَكِنَّا نَكْتُمُ اَنْفُسَنَا** جنہیں ان خود کو قتل نہ ہو تو ان کی طرف اشارہ فرمایا۔ صاحب روح المعانی فرماتے ہیں کہ وہ ان کو رسول اللہ قرار دیتے تھے پھر بھی ان کو رسول اللہ کہا ان کا یہ کہ انہوں نے ان کے قتل اور یہ بھی ممکن ہے کہ انہوں نے اس کی جگہ کوئی اور لفظ کہا اور اللہ جل شانہ نے ان کی شان رافع ظاہر فرمانے کے لئے اللہ رسول اللہ جو خدا کر ان کی صفت بیان فرمادی۔

اس کے بعد فرمایا **وَمَنْ ذَكَرَ اسْمَ اللَّهِ عَلٰى شَيْءٍ مِّنْ ذٰلِكَ فَهُوَ بَرٌ اِذَا عَلِمَ مَآلَمَ بَيْتِهِ** (آئیے) لیکن یہودی اس پر مانع ہے کہ حضرت مریم علیہا السلام کو قتل کیا اور نہ سولی پر چڑھا لیکن ان کو قتل ہو گیا۔ یا شاہد اس طرح سے کہ ۱۹۸۸ اس کے بارے میں مصرین نے لکھی باتیں لکھی ہیں حضرت ان مہاس میں اللہ تعالیٰ سے سردی ہے کہ یہودیوں کی ایک جماعت نے حضرت یحییٰ علیہ السلام اور ان کی والدہ کو ایک جگہ لکھ کر دیا تھا آپ نے ان کیلئے دروازا کی لکھا اور خدا اور خیر برسانے گئے جب یہ بات یہودیوں کے سردار کو پہنچی جس کا نام یہود تھا اس نے یہودیوں کو قتل کیا اور سب اس بات پر متفق ہو گئے کہ ان کو قتل کر دیا جائے۔ قتل کرنے کے لئے طے تو اللہ جل شانہ نے جبریل علیہ السلام کو بھیج دیا جنہوں نے یحییٰ علیہ السلام کو آسمان کی طرف اٹھایا۔ یہودیوں میں کا ایک شخص قتل کرنے کے لئے اندھا اہل ہوا جس کا نام علیہا نوس تھا وہاں ان کو موجود نہ پایا اللہ تعالیٰ نے اس کی صورت یحییٰ علیہ السلام کی صورت کے مشابہت دے دی جب وہاں لکھا تو یہودیوں نے اسے قتل کر دیا اور سولی پر چڑھا دیا۔

اور جب بن عدیہ سے یوں معقول ہے کہ سیدنا یحییٰ علیہ السلام کے ساتھ سفر حجازی تھے جو ایک مگر میں تھے۔ قتل کرنے والے جب آئے کہ مگر میں داخل ہوئے تو دیکھا کہ یہ شخص یحییٰ علیہ السلام کی صورت پر ہے یہ دیکھ کر وہ گئے کہ تم لوگوں نے ہم پر جو درد کرنا تم میں یحییٰ کون ہے وہ مانعاً جائے نہ نہ تم سب کو قتل کریں گے یہ سن کر حضرت یحییٰ علیہ السلام نے اپنے ساتھیوں سے کہا کہ تم میں ایسا کون شخص ہے جو آج اپنی جان کو ہنت کے بدلے میں بچا دے ان میں سے ایک شخص نے کہا کہ میں حاضر ہوں۔ نیز وہ شخص یا ہر گاہ کہ اس نے حاضرین سے کہا کہ میں یحییٰ ہوں لہذا انہوں نے اس کو قتل کر دیا اور سولی پر چڑھا دیا اور اللہ تعالیٰ نے یحییٰ علیہ السلام کو آسمان پر لے کر اٹھالیا تو وہ اور بچا نہ فرما کا بھی بھی قتل ہے۔

ایک قول یہ بھی ذکر کیا گیا ہے کہ حضرت یحییٰ علیہ السلام کے ساتھیوں میں ایک شخص منافق تھا جب یہودیوں نے انہیں قتل کرنے کا ارادہ کیا تو اس منافق نے کہا کہ میں تمہیں بتا دوں گا کہ اس میں اور اس نے تمہارا ہم اس کی اجرت بھی لے لی۔ جب حضرت

جس علیہ السلام کے گھر میں داخل ہوا تو آپ آسمان پر اٹھائے جا چکے تھے۔ منافق کی صورت میں حضرت یحییٰ علیہ السلام کی جیسی صورت بنادی گئی۔ لہذا ان لوگوں نے اندر داخل ہو کر اسی کو قتل کر دیا اور وہ یہ سمجھتے رہے کہ ہم نے حضرت یحییٰ علیہ السلام کو قتل کر دیا۔ ان کے عداوت اور بھی بعض قاتل یاد کر کے گئے ہیں۔ (۱۰۰ سالہ قبل مسیح)۔

علاء الدینی معالم اختر نے ص ۹۸ میں لکھتے ہیں کہ یہودیوں نے حضرت یحییٰ علیہ السلام کو ایک گھر میں بند کر دیا تھا وہاں پر ایک نگراں مقرر کر دیا تھا جب قتل کرنے کے لئے آئے تو قاتل قاتلی نے اس نگراں کی صورت یحییٰ علیہ السلام کی صورت بنادی اور حضرت یحییٰ علیہ السلام کو مار پھینکا۔

اور حاضر میں جو پ کے کدو صریح کرنے والوں نے ایک اور بات کا کھوج لگایا ہے اور یہ کہ جب نبی امرا نکلنے سے طے کر لی لیا کہ سیدہ زینب علیہا السلام کو شہید کر دی جائے تو حکومت وقت کے پاس شکایت لے کر گئے۔

اس زمانے میں دمشق اور اس پاس علاقوں میں رومیوں کی حکومت تھی۔ یہودی روی حاکم کے پاس گئے اور کہہ کر یہاں آیا گیا ایک شخص سے جو یہاں سے وہیں سے نکل گیا اور یہاں سے جہانوں کو اپنی طرف بھیج لیا۔ اس نے ہماری جماعت میں تفریق کر دی اس کے سامنے بڑھو ہے ہیں اور تمہاری حکومت کے لیے خطرہ ہے کہ حکام اور قانون کا پابند نہیں آئیں گے۔ شرکوتہ دکھایا تو ٹھنکے ہے اس کی طاقت بڑھتے جاتے تمہارے لئے اور ہمارے لئے ایک بڑا اقتدار ہے۔ اور تمہاری حکومت ہی ختم ہو جائے۔ چونکہ حکومت یہودیوں کے دہی میں اٹھ گھس رہی تھی اس لئے وہی اعتبار سے حکومت کو حضرت یحییٰ علیہ السلام کے خلاف ابھارا اور چڑھا تا مشکل تھا لہذا انہوں نے یہاں سے ہٹا دیا اور وہاں سے نکال کر کھڑا کر دیا اور سمجھا دیا کہ اس شخص کی وجہ سے تمہاری حکومت کو شدید خطرہ ہے۔ جب یہودیوں نے یہاں سے ہٹا دیا تب بھی پہلے نہیں اور حکومت کے امداد والوں کے سامنے معاملہ کے ٹھیکین ہونے کا اعتبار کرتے رہے تو حکومت کی طرف سے حضرت یحییٰ علیہ السلام کو صلیب پر لٹا دیا۔ یہ بعد کا دن اور مصر کا وقت تھا اور تھوڑی دیر میں سبکی کی رات شروع ہونے والی تھی۔ یہودی چاہتے تھے کہ سبکی کی رات ہونے سے پہلے قصہ تمام ہو جائے۔ حاکم کے پاس ہماری تعداد میں شیخ ہو گئے کہ کیا حکم دیتا ہے؟ آؤ اب فروپ ہونے کو تھا کہ حاکم نے فیصلہ سے دیا کہ ان کو قتل کر دیا جائے اور صلیب پر چڑھا دیا جائے۔ مگر ان کو چھائی کا پھندا لٹا دیا کہ جہان بچا تھا۔ اور چھائی گھر شیر سے دوڑا تھا۔ یہودی قتل کے فیصلے سے بہت غصے ہوئے اور جو پولیس والے حضرت یحییٰ علیہ السلام کو ساتھ لے کر جا رہے تھے ان کے ساتھ کثیر تعداد میں یہودی بھی ساتھ ہو گئے جن میں بہت سے بے وقوف اور جہان بھی تھے اور حضرت یحییٰ علیہ السلام سے سخت دشمنی رکھنے والے بھی تھے۔ یہ لوگ حضرت یحییٰ علیہ السلام کو آ کر پہنچے ہوئے اور تکلیف دیتے ہوئے ساتھ ساتھ جا رہے تھے۔ حضرت یحییٰ علیہ السلام ضعیف الہود تھے اسلئے کرتے ہوئے لافرو ہو چکے تھے بکھرے میں کمر سے کمر سے زیادہ دقت گزر گیا تھا اور صلیب ہماری قیامت سے اٹھو نہ دی تھی جو پولیس والا حضرت یحییٰ علیہ السلام کو ساتھ لے جا رہا تھا اس نے ایک یہودی نو جوان سے کہا کہ صلیب کی اس لکڑی کو کاٹ کر لے میں اور ٹھنک بہت زیادہ دشمنی میں آئے تھا اس نے صلیب کو کاٹا لیا اور جلدی جلدی صلیب کو لے کر آئے چلنے لگا کہ معاملہ بہت جانے ہو رہی چھینے سے پہلے قتل کا قصہ تمام ہو جائے۔ اسی طرح چلتے چلتے جب چھائی گھر پہنچے تو چھائی گھر کے پولیس والوں نے معاملہ چڑھا دیا میں لے لیا اور وہ پولیس والے فارغ ہوئے جو صرور آ رہے تھے۔ چھائی گھر کے پولیس والوں نے دیکھا کہ ایک نو جوان صلیب کو کاٹا ہوئے ہے۔ انہوں نے مطالبہ انہوں نے اس نو جوان کو پکڑ لیا اور اسے چھائی دینے لگے۔ وہ چونکا چونکا پھر پھر اپنی رات ظاہر کرنا رہا اور پکار پکار کر کہتا رہا کہ گھر دوسرا شخص ہے میں نے تو قتل بھی کر طور پر صلیب کا کاٹا تھا اور پولیس والوں نے جلدی کرنے کی وجہ سے مجھے اٹھانے

[illegible]

انہ تعالیٰ نے حضرت محمدی علیہ السلام کو انہی آٹھ خاندانوں کا فرس کے درمیں اور شراؤق سے انہیں چھو۔ بہر حال جن لوگوں نے حضرت محمدی علیہ السلام کے قتل کا رد کیا تھا وہ ان کے قتل میں ناکام ہو گئے اور ان کو اٹھارہ دیا۔ ان کا کہنا "ہوئی حق ہو گیا۔ اللہ تعالیٰ ہی گھبراہٹ ہے" ان کی دکھائی دہی دی۔ وہ صیغہ "وہ صیغہ کہ اللہ" واللہ عظیم العاکرین۔

[illegible]

محرر، یوسف الطوفانی، بیل ذہن، اللہ اللہ (اور یہ قیمتی بات ہے کہ انہوں نے ان کو قتل نہیں کیا بلکہ تھوڑے سے ان کو باہر طرف انھیں لے آئی۔ یہ سلام نہ تھا بلکہ وہ نے انھیں بھی حکم طبعی موت آئی۔ میرا کہ ان کی بات میں آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے مہموں نے آج کل وہ میں نہ لگتے کی بھرہ وہ قیامت کے قریب ہوں گے۔ وہاں کو قتل کریں گے اور وہ میں کو قتل و انھیں سے ہر دوسرے کے قرآن و حدیث کے موافق مسلمانوں کا یہی عقیدہ ہے اس بار سے میں سورۃ اہل عمران کی آیت اربع الف سال السلفہ یغفروا لیہن نعم فیات و اعدائہن کی تفسیر بھی، کوئی جاسے۔ وہاں ضروری معلومات سپرد حکم کرتے ہیں۔

پھر فرما: وَكَانَ اللَّهُ غَوِيًّا عَظِيمًا (اور اللہ تعالیٰ غیب، اعانت و نصرت والا ہے) اور کسی کی صورت دوسرے کی طرح بنادے اس پر ہماری صرح کا رد ہے اس کے فیصلوں سے کوئی اسے نہ کہے (۱۱) انکس وہ جسے چاہے نہ مان پر نہ کہے جسے چاہے آسمان پر نہ کہے۔ سب کچھ اسے اقتدار ہے اور اس کا ہر فعل حکمت کے مطابق ہے۔

”طریقہ فرہاد و ابن قتیل فی الکتاب الالہیہ سنہ ۱۰۱۱ قمری (۱۶۰۱ء) کتاب میں سے کوئی شخص بھی ایسا نہیں جہاں پر اپنے مرنے سے پہلے ایسا نہ کرے کہ اس صورت میں سے بچ کر وہ نہ کی تحریر حضرت یحییٰ علیہ السلام کی طرف الشیخ کی چاہے۔“

مکمل صورت اختیار کی جائے تو مطلب یہ ہے کہ یہودی تو حضرت یحییٰ علیہ السلام کی رسالت اور نبوت سے انحراف میں ہیں اور نصرانی اپنے خیر میں ہیں اور نہ تو ہیں لیکن ان کے بارے میں خلافتِ حقیدہ رکھتے ہیں ان کو کھانا کایا نہاتے ہیں اور یہابی بھی کفر ہے۔ یہودی بھی کافر ہیں اور نصرانی بھی ان میں سے جو فحش کرنے لگتا ہے۔ جان نکلے سے پہلے جب اسے دریا کے متصل کھڑے کرتے ہیں، یہودی ان کے آگے کہ حضرت یحییٰ علیہ السلام اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں لیکن یہ ان اللہ تعالیٰ کے ہاں معتبر نہیں۔ اس لئے کہ یہ نبوت بذریعہ اللہ سے مانتے تھے کہ بعد سے صاحبِ روحِ انسانی کی حاجت فرماتے ہیں: **الْعَفَادُ الْآيَةُ اَنْ تَكُنْ يَهُودِيٌّ وَ نَصْرَانِيٌّ** یعنی بعینہی علیہ السلام قبل ان تزاہق روحہ باللہ عبد اللہ تعالیٰ ورسولہ ولا یقعہ ایمانہ حینئذ لان ذالک تو اہلِ لکھو ہر ملحقاً بالروح لما انہ بتکشف عندہ لکل الحق یقطع فیہ التکلیف۔

(آیت کا مفہوم یہ ہے کہ ہر بیوی اور خاتون اپنی مرضی سے پہلے حضرت محمدی علیہ السلام پر ایمان لاتا ہے کہ وہ اللہ کے بند ہے اور اس کے رسول ہیں اس وقت کا ایمان کوئی فائدہ نہیں دیتا کیونکہ اس وقت وہ اس کا عقل برداشت سے ہو چکا ہوتا ہے کہ اس وقت سب اقلیت کا ہر ہو چکی ہوتی ہے جب آدمی ایمان کا کھٹک نہیں دیتا۔)

مذہب عالم اسلام میں یہ عقوہ کے خمیر کے سرخ کے برابر ہے..... میں یہاں تو دل لکھے ہیں مگر مگر کچھ اور بھی کہہ سکتا ہوں۔ بعض اہل تشیع ان کو کہیں تو اس بات سے کہ موتی کی خیر اصل کتاب کی طرف رافق ہے اور لکھا ہے ومعدنا وعامس اهل الکتاب احبنا الا لیسوس عیسیٰ علیہ السلام قبل مولدہ اذا وقع فی البیض حين لا یفقه لیدانہ سواء الاحقرق او عرق او نردی فی البیض او سلفط علیہ جدار او اکثہ سبع او مات فجاءہ (اس نے اس کو) (جو بھی اہل کتاب سے بد دوستی سے پہلے جبکہ وہ امیدی کے مرتبے میں ہو چکا ہو۔ اور حضرت محمدی علیہ السلام پر ایمان لے آئے گا پائے موت کسی طریقے سے آئے خواہ وہ آگ میں جل جائے یا پانی میں غرق ہو جائے یا کوئی شے کر جائے یا اس پر مارا کر چرے یا اسے کوئی درد دیا دیا جائے یا چاک موت چائے ہر صورت حضرت محمدی علیہ السلام پر ایمان ضرور ملے گا۔)

موقوفہ کی خمیر حضرت محمدی علیہ السلام کی طرف رافق ہوتی آیت کا ترجمہ میں ہونا کہ کوئی بھی اہل کتاب یہ نہیں جانتے کہ حضرت محمدی علیہ السلام کی موت سے پہلے ان پر ایمان شائع ہے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہمیں ہے اس ذات کی جس کے جنت میں میری جان ہے قریب ہے کہ جہاں رہا خدا میں میری منزل ہوں گے جو فیصلے کرنے والے ہوں گے وہ صلیب کو توڑ دیں گے جسے نصرانی پوجتے ہیں (اور یہ تو ذرا نصرانی دین سے بے ذمہی ظاہر کرنے اور اس کے داخل ہونے کا ایمان ہوگا اور خیر ہو چکی کریں گے) اس کا مقصد بھی نصرانیوں سے بیزاری ظاہر کرنا ہوگا۔ کیونکہ خدا کی کوئی چیز کا گوشت بہت محبوب ہے اور جو یہ قسم کر دیں گے (یعنی کہ فریضے سے بڑے قول نہ فرمائیں گے اور اسلام کے سوا کوئی بات قبول نہ کریں گے اور جان کو بہا دیں گے) اور اس قدر بے عقل کریں گے کہ کوئی شخص قبول کرنے والا بھی نہ ہوگا اس وقت ایک مسجد و ساری دینی اور دنیوی کچھ بچا جس سے ان سب سے بچر ہوگا۔ یہ بیان کر کے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ تم جاہلوۃ وان من افضل الکتاب الا انو منن بہ فقل مولدہ کو چڑھاؤ۔ (رواہ البخاری ص ۱۶۹)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ارشاد فرمایا کہ ان کے بعد جس میں حضرت محمدی علیہ السلام کی دعا ہو وہاں میں تحریف توئی کا ذکر ہے مذکورہ آیت چڑھنے کے لئے جو فرمایا اس سے اٹھا مقصد یہی ہے کہ اس زمانہ کے جو اہل کتاب یہودی اور نصرانی ہوں گے سب ان پر ایمان لے لائیں گے۔ عالم اسلام میں اس کی تصریح ہے کہ قیل موقوہہ تک یہ ذکر حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے قیل موقوہہ عیسیٰ بن مریم کہاداسے تین مرتبہ ہر ایک اس طرح سے انہوں نے موقوفہ کی خمیر کا مریخ واضح طور پر بیان فرمادیا۔ مذہب عالم اسلام میں یہ ہے کہ موقوفہ کی خمیر کے بارے میں یہ امر قابل بھی ایمان یہاں رضی اللہ عنہما سے مروی ہے اور جس نے ان کو دے بھی منظور ہے۔ لکھا ہے والمعنسی اللہ لا یقنی احد من اهل الکتاب العو جو دین عند فزول عیسیٰ علیہ السلام الا لیسوس وہ قیل ان موت و لیكون الامکان کلھا دنیا واحداً متنی مطلب یہ ہے کہ جب حضرت محمدی علیہ السلام کا نزول ہوگا اس وقت چھٹے اہل کتاب موجود ہوں گے سب ان کی موت سے پہلے ان پر ایمان لے لائیں گے اور اس وقت سب دینی قسم ہو جائیں گے صرف ایک ہی دینی دہائی ہے کہ کائنات میں اسلام۔

آخر میں فرمادے گا موم القلب مدیہ یحکون علیہم ظہنہ (اور قیامت کے دن میں علیہ السلام اہل کتاب پر کواہوں کے)

کی بھینٹ ہوتی تھی تو یہ سب وہی حق کو قبول کرتے تھے اور وہیں کو قبول کرنے دیتے تھے۔ جو لوگ حضرت انبیاء اکرام میں سے تھے وہ اسلام نہیں لے کر آئے تھے۔ یہ ظاہر ہے کہ وہ اللہ کی راہ پر نہ خود انھیں لگے نہ اللہ کی راہ کو کسی کو اختیار کرنے دیں گے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی بھینٹ ہونی ان کے پیچھے چلنے والے ان کو بہت تکلیف دی ان کے قتل کے دو پہلو گئے۔ سو کھانا بیوروں کی بھیت پر ملنے لگا۔ یہ تو بہت شریف شخص ان کو اس سے منع کر دیا تھا لیکن پھر بھی وہ اس کو چاہتے رہے۔ یہاں تک کہ وہ اپنے جانے کا جو طریقہ مانگے۔ ان میں سے سب نے جو کامیاب طریقہ سوچا وہی ہی کا ہے۔ سو خود حمایت مندوں کو قرض دیتا ہے اصل پر بھی سولہ لاکھ ہے اور سو پر بھی سو دیتا ہے۔ حتیٰ کہ اس سرچا میں رو جاتا ہے اور سو کا مال زیادہ ہو جاتا ہے اس میں حمایت مندوں کے ساتھ بے نیکی کا سلوک ہے۔ اور ان کی حمایت مندی سے ناجائز کا سودا ہوتا ہے کی ایک صورت ہے جو لوگوں پر دینے کے برابر ہے اس بے حد دلی اور بے نیکی والے نکلے سے اللہ تعالیٰ شانہ نے اپنی امر انکی کو بھی منع فرمایا تھا اور امت کو یہی صلی صلیا اصطلاح تھی کو بھی منع فرمایا ہے۔ یہودیوں نے اس عمل کو نہیں سمجھا اور بہت سے مسلمان ہوئے ان کے اور یہ آج کل بھی اس میں لگے ہوئے ہیں۔ دیکھاری کا سارا کام سو پر ہی ہے۔ جو لوگ یہودی ہیں ان کے جسے بڑے سدا آتی بھگت ہیں اور انھوں میں ان کے شیخز ہیں اور جو لوگ دیکھا پر دل دیتے ہیں وہی ان کی کثرت کے حوالے سے ہیں اسلام کو بھی ہوتے ہوئے اس طعنیت کے کام میں لگے ہوئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی ممانعت کی طرف بالکل دھیان نہیں دیتے بلکہ اللہ سے ہر کرنے کی کوشش کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کا مقابلہ کرتے ہیں اس کام میں بھی کی قہارت دیکھتے ہیں۔ جو لوگ مولویوں کو کٹھن دھاتے ہیں وہ کہتے ہیں کہ دوسری قومیں (یہودی اور نصرانی) اللہ سے اس لئے کہ ہم عورت پر بھی کچھ ہیں اور مولویوں نے سو حرام کر کے قوم کو گمراہ کیا۔ عار میں داخل دیا ہے۔ بھلا مولوی کی کیا طاقت ہے کہ کسی چیز کو حرام کرے۔ وہ تو اللہ تعالیٰ کے احکام کی تکلیف کرتا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے حلال ہے اسے حلال بنا دیا ہے اور جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے حرام ہے اسے حرام بنا دیا ہے۔ مگر ان کو برا کہنے سے لعنت سے نہیں بچیں گے اور حرام حلال نہیں ہو پائے گا۔ بالکل ہے کہ اسلام کو ٹوٹی کرنے والے غیبت مال میں یہودی مفت ہوتے ہیں اور یہودیوں سے اپنے بعض بھی ظاہر کرتے ہیں اور صفات ان کی اختیار کرتے ہیں۔ مال آتا ہے اور بھگتے ہیں۔ یہودی بھری ہوئی دیکھو کچھ کرکٹش ہوتے ہیں۔ لیکن انھیں آخرت کے خطاب کا کوئی احساس نہیں۔ اگر کچھ ہجیرت میں طرے یہودیوں پر غرضی طور پر پاکیزہ چیزیں حرام کر دی گئی تھیں۔ اسی طرح اب غرضی طور پر پاکیزہ چیزیں پرانی آدم حرام ہو رہے ہیں۔ جیسا سال پہلے تو چیزیں پر ملت تھیں وہ اب نہیں رہی اور جانوروں کا گوشت اور پھر امریکہ دیکھو دیکھو انشاء کے بہت سے علاقوں میں موسم اللہ کے پھیلاؤ لگے ہوئے دکھایا جا رہا ہے۔ حلال چیز کو حرام کر کے کھا رہے ہیں اور لوٹن ہو رہے ہیں۔ حلال دیکھو حرام دیکھو کھانے سے کھرم حرام میں اور حرام کھانے کا بڑا گندہ ہے وہ اپنی جگہ ہے۔

۳۸ کے بارے میں جو فرقان اور حدیث میں ملے ہیں وہ اور ہیں جن کے لئے سورۃ بقرہ کا ذکر ۳۸ اور اس کی تفسیر کی ممانعت کر لی جائے یہودیوں کے اہل اللہ علیہ اور اقوال قبیحہ بتاتے ہوئے یہ بھی فرمایا کہ یہ لوگ باطل کے ساتھ لوگوں کے مال کھاتے رہے ہیں۔ حرام مال کھانا یہودیوں کی طبیعت انہیں ہی کی تھی اور اب بھی اسی پر قائم ہے ہیں۔ ان کے حکم پر دشمنی لیتے تھے اور ملا بھی، ملا دیا یہ طریقہ تھا کہ لوگوں کی مرضی کے مطابق تو بہت شریف کا حکم بدل دیتے تھے اور اس پر پیسے لیتے تھے۔ سورۃ بقرہ کی آیت (۲۶) ﴿لَوْ لَئِیْلَیْهِمْ یُکَلِّمُونَ الْبَکَّاءَ﴾ یا اللہ ہم میں ان کی اس حرکت کو جان فرمایا ہے۔

آخر میں فرمایا ﴿وَأَخْلَصُوا إِلَیْكَ لَعَلَّہُمْ یَرْجِعُونَ﴾ دنیا کی سرآخر یہی طبع ہے جان فرمانے کے بعد ان کی آخرت کی سزا جان فرمائی اور وہ یہ کہ ان میں سے جو لوگ کفر پر پختہ اور ہیں گے اور اسی حالت میں مر جائیں گے تو اور ناک خطاب میں جھکا ہوں گے جو ان کے لئے تیار فرمایا ہے۔

أَنزَلَهُ بِعَلَمِهِ : وَاللَّيْلَةُ يَشْهَدُونَ . وَكَفَى بِاللهِ شَهِيدًا .

میں نے سنا تھا کہ میری سسٹم نے فریڈکے لیے ایک بڑی چیز کی تلاش کی تھی۔ یہ تو بالکل سچ تھا۔

ارسالِ زلزل کی حکمت اور صحت و انبیاء کرام علیہم السلام کا تذکرہ

ان بات میں مولانا نے مدح و تحسین سے ان طبع و علم کو خطاب کر کے یہ فرمایا کہ تم نے آپ کی طرف سے ایسی بھیجی کہ جو انہیں مسلمانوں اور ان کے بڑے علماء نے کرامتِ شہم حاصل کرنا شروع کر دی تھی مگر اس سے ان لوگوں کا استحباب دور فرما دیا تو آپ کی نبوت کو ان کی بیعت سمجھتے تھے۔ مگر یہ سمجھتے تھے کہ یہ دعویٰ نبوت کر کے ان کی بات فرما رہے ہیں۔ اور ان لوگوں کی بھی تردید ہوئی جو لوگ کہتے تھے کہ ان کی بیعت کر کہاں تو۔ جو لوگ مسلمہ نبوت سے واقف تھے وہ جانتے تھے کہ پہلے جو انبیاء کرام علیہم السلام تشریف لائے ہیں وہ بھی ان کی ہی تھے۔ بڑا گھڑبہہ کے لئے یہ شوشہ چھوڑنا کہ ہمیں تو معلوم نہیں کہ پہلے کی آئی ہیں اور یا ماضی تھا کہ ان کی آیا تو شریکوں یا یہ کل خدا ہے۔ اگر ان کی وہ نبیوں کی تشریف آوری کا باغض و غم نہ تھا تو اب جان لے اور اب مان لے کہ پہلے بھی کی آئے ہیں اور وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہیں۔ مگر ان کو وہ بات مانانے کے لئے نبیوں کی تشریف آوری ضروری ہے کیونکہ محض اپنی عقل سے چاروں مرتبہ اللہ نبوت کے بارے میں نہیں جانتے۔

اس کے بعد چند حضرات انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کے اساتذہ گرامی یا خصوصاً کسی تذکرہ دار یا اور وہ ہیں حضرت ابراہیم حضرت
ہابیل حضرت احق حضرت یحیٰی حضرت یونس حضرت یونس حضرت اداوان حضرت سلیمان حضرت اداوان حضرت
اسلام۔ ان سب حضرات کی نبوت اور رسالت یہاں میں معروف و مشہور تھی اور حضرت ابراہیم و ہابیل علیہ السلام کو قریش مکہ بھی جانتے
تھے اور انہیں معلوم تھا کہ ہم ان کی نوادہ سے ہیں اور یہ بھی جانتے تھے کہ ان دونوں حضرات نے تعبیر شریف دیا تھا تو انہیں شکر میں جو
علاج کرتے تھے اس کے بارے میں جانتے تھے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کا تاجا یا ہوا طریقہ ہے اور ان کے دین کی بہت سی باتیں اہل مکہ
میں رائج تھیں۔ یہ بھی ممکن ہے کہ ان کے دونوں میں اہل قہر یا گزین ہو گیا تھا کہ حید کی بات برنی گئی تھی۔ سورۃ النجم (۹۶) میں بھی
تعداد انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کا تذکرہ فرمایا ہے۔

یہاں جن حضرات کا ذکر ہے ان کے علاوہ سورۃ النعام میں حضرت یوسف، حضرت زکریا، حضرت عیسیٰ، حضرت ابراہیم، حضرت اسماعیل، حضرت داؤد، حضرت سلیمان اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا ذکر بھی ہے۔ سورۃ النبی و سورۃ محمد میں حضرت زکریا، حضرت یونس، حضرت ابراہیم، حضرت اسماعیل، حضرت داؤد، حضرت سلیمان اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا ذکر بھی ہے۔ سورۃ الاحزاب اور سورۃ النور شہداء میں حضرت زکریا، حضرت سلیمان، حضرت داؤد، حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا ذکر بھی ہے۔ سورۃ الاحزاب اور سورۃ النور شہداء میں حضرت زکریا، حضرت سلیمان، حضرت داؤد، حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا ذکر بھی ہے۔ سورۃ الاحزاب اور سورۃ النور شہداء میں حضرت زکریا، حضرت سلیمان، حضرت داؤد، حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا ذکر بھی ہے۔

سے جھٹ کے احوال ہم نے آپ کو سنائے اور بعض کے نہیں سنائے کیونکہ خاص حد جان کر سننے کی صورت میں دو باتوں کا اندیشہ ہے۔ آپ یہ کہہ کر اوردہ انجیل، یہ قول ہو سکتا ہے کہ اس صورت میں بغیر نیکی انجیلا میں شامل ہو جائیں گے یہ اوردہ انجیل کا قصد ہے کہ بعد اس صورت میں جھٹ نیکی انجیلا میں سے خارج ہو جائیں گے۔ مقصد یہ ہے کہ جن احوال میں نیکی انجیل کا قصد مراد ہے وہ سب ائمہ، اجداد ہیں اور جو احوال آپ نے ان تمام مشاہدہ پر مشتمل جو اصول فقہ میں مذکور ہیں جب تک وہ ائمن سے زیادہ کافر نہ ہوں، حتیٰ کہ اور اعتقاد دیتے، وہ آپ میں گن کا کوئی اعتبار نہیں خصوصاً آپ کہ وہ خیر و احسان غلاف دیتے ہیں۔ مشکل ہوں پھر کہ وہ بد مذہب مادی اور دہرہ اعتقاد دیتے مستحق مذہبوں اور اس کے منتظمین پر عمل کرنے سے کتاب اللہ کی مخالفت لازم آئے گی کیونکہ آپ اللہ کا ارادہ ہی ہے کہ ان خیرات سے عملی امتداد قبول ہے وسم سے سارے جھٹ انجیل کا ذکر نہیں کیا کیا ہے اس سے اقدامی مخالفت کا بھی احتمال ہے اوردہ نیکی بغیر نیکی کی خیرات کوئی اثر نہ ہے بلکہ (اصول دین سے جھٹ کے ساتھ خاص سے کی باز پائی کا احتمال نہیں دیکھتا)

انسانی صورت پر خدائے مہربان نے دلورہ مثل پر انہیں لانے میں یہ بھی فائدہ ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بارے میں جو اختلاف ہے کہ وہ نبی تھے یا ہم صانع تھے ایاہ عالم الحکوم میں ۱۹۶۳ء میں ۳۳ کلاس اختلاف سے صرف غفلت کرتے ہوئے تمام ائمہ اہل کرامت بہم اسلام کی جوتے کا اقرار ہو جائے گا اور ان کا سب راجع لان ہو جائے گا۔

آیت دہا میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کی ایک خاص شخصیت بیان فرمائی اور فرمایا وَتَحْمِلُ الْكَفَّةَ خَوْفًا مِّنَ الْكَافِرِينَ۔ (استحقاق نے موسیٰ علیہ السلام سے خاص طور پر کلام کیا، کامل صفت، دجا امت کا عقیدہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی صفات انہی میں صفت کو کم بھی ہے اور قرآن مجید اللہ تعالیٰ کا کلام ہے اللہ تعالیٰ شانہ نے جو موسیٰ علیہ السلام سے کلام فرمایا اس کی کیفیت سمجھنے سے بندے عاجز ہیں کیفیت کا ذکر کتاب و صحف میں نہیں ہے اس لئے جو ایمان نہ لائے چاہئے کہ اللہ تعالیٰ کا کلام فرمایا ہوگا ہے حق ہے کہ ہم اس کی کیفیت نہیں جانتے۔ اللہ تعالیٰ عمل عوامت میں اس سے اس طرح کلام فرمایا جو اس کی شان کے لائق ہے۔

پھر فرمایا: **وَأَمَّا الْمُتَمَسِّقِينَ** (وتمسّقین) لہذا تم کوئی شخص علی اللہ غنیۃً بعد الواسل (میں نے رسول جیسے غنی ختم فرما دیے) دے دے والے تاکہ وہ رسول کے بعد لوگوں کے لئے اللہ تعالیٰ پر محبت باقی نہ رہے (مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے رسولوں کو سمجھا جان کے واسطے سے اپنے بندوں کو تمسّق کا اور محبت کا عہد یاد دلایا ہے تاکہ وہ رسولوں کے بعد ایمان کا اور ایمان کامل اختیار کرنے والوں کا جو وہ آپ اور حضرت کی نعمتوں کی بڑھت والی اور حکمران کو کفر و فساد کے خلاف سے اور ایمان کا ایمان قبول نہ کرے کہ تو دوسرا میں جاؤ گے۔ اس سے بندوں پر محبت قائم ہوگی تاکہ وہ میں نہ کہیں۔ **فَوَلَا أَرْسَلْنَا** (اور نہ بھیجے) **وَسُوْلًا قَبِيْعًا** (ایک جگہ سے) **مِنْ قَبْلِ اَنْ يَكُوْنِ اَنْ تَكُوْنِ** (کیوں نہیں بھیجے) آپ سے کوئی رسول ہماری طرف ہم آپ کی آیات کا اتباع کرتے اس سے پہلے کہ ہم انہیں دوسرے اور دوسرے سے بعد تعین شدہ اپنے رسول بھیجے۔ بے کتابیں بھیجے اور بندوں کی طرف سے اللہ تعالیٰ پر کوئی محبت قائم نہیں رہی بلکہ وہ اس پر اللہ تعالیٰ کی محبت قائم ہے۔

پھر فرما دو گمانِ ظلم غریزاً خشک کنیگا اور نافرمانی پرست ہے اور وہ جسے چاہے تخطیب دے سکے ہے اور وہ حکمت اور محمل ہے (اس نے اپنی حکمت کے مطابق رسول جیسے نیک لوگوں پر جبرست کا حکم نہ جانے اور اسے پاک اور نورانی عقیدہ اور اصول ٹھیک کہہ سے ہلک نہ کرے)

آخر میں فرمایا لیکن اللہ بیشک بہتاً قزاقانہ کیفیت فرماتا ہے بلکہ بیشک ہفتھون و کھنی باللہ جہنم الانس انتھون اس جہنم کو بھی دیتا ہے جس نے آپ کی طرف اپنے کسی کمال کے ساتھ تیری اور فرشتے کو بھی دے دیا ہے اور انتھ کی نسبت کافی ہے کہ مع انہما تیریں مگر ۱۵۰ حج حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے نقل کیا ہے کہ دوسرا کھنکھ حضرت سرورہ و اسل انتھون تیرے

انہیں کی خدمت میں حاضر ہوئے اور انہوں نے کہا کہ اے محمد! (صلی اللہ علیہ وسلم) ہم نے آپ سے یہ کہہ سنا ہے کہ جو آپ سے دریافت کیا کہ تمہاری کتابوں میں محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی صفات بیان کی گئی ہیں یا نہیں؟ تو انہوں نے کہا کہ ہم تو ان کو نہیں جانتے تھے۔ یہی ہمیں یہودیوں کی ایک جماعت آئی ان سے آپ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کو خوب معلوم ہے کہ تمہارے ساتھ ہو میں اللہ کا رسول ہوں انہوں نے حکم کیا کہ کیا کہ ہم تمہیں نہیں جانتے۔ اس پر اللہ جل شانہ نے یہ آیت نازل فرمائی جس میں یہ بتا دیا کہ آپ کی نبوت اور رسالت کی حقانیت ان کے سامنے پر موقوف نہیں ہے اللہ تعالیٰ نے آپ پر جو کتاب اپنے بھی کمال کے ساتھ نازل فرمائی ہے (یہ آپ پر عظیم مجاہد ہے) اور اس کتاب کے درجہ آپ کی نبوت اور رسالت کی توفیق دیتا ہے اور فرشتے بھی اس کی قوی دیتے ہیں اور یہ قوے اس نے اور معاندانوں نے نہ دیا تو اس سے حقیقت واضح ہے میں کوئی فریق نہیں چاہتا اللہ تعالیٰ کا توبہ ہو جس کی کافی ہے کسی اور کی قسم حق اور عظیم کی آپ کو حاجت نہیں۔

إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا وَصَدُّوا عَنْ سَبِيلِ اللَّهِ قَدْ ضَلُّوا ضَلًّا بَعِيدًا ۝ إِنَّ الَّذِينَ

بِغَيْبٍ جُنَّ أَقْوَامٌ لَمْ يَكُنْ اللَّهُ لِيُغْفِرْ لَهُمْ وَلَا لِيَهْدِيَهُمْ طَرِيقًا ۝ إِلَّا طَرِيقَ جَهَنَّمَ خَالِدِينَ فِيهَا أَبَدًا ۝ وَكَانَ ذَلِكَ عَلَى اللَّهِ يَسِيرًا ۝

خَالِدِينَ فِيهَا أَبَدًا ۝ وَكَانَ ذَلِكَ عَلَى اللَّهِ يَسِيرًا ۝

اور اس میں جہنم میں رہنے کے لئے اور اللہ ہی کا حکم ہے۔

کافروں اور راہِ حق سے روکنے والوں کے لئے صرف دوزخ کا راستہ ہے

ان تھن میں ان لوگوں کے لئے وہی شہید ہے جنہوں نے خود بھی گمراہ کیا اور دوسروں کو بھی اللہ تعالیٰ کی راہ سے روکا۔ یہ لوگ نہ خود اس کا قول کرتے اور دوسروں کو قول کرنے دیتے اس کی وجہ سے بڑی دور کی گمراہی میں پانچے۔ چونکہ جو شخص خود بھی گمراہ ہو اور دوسروں کو بھی گمراہ کرنے پر کمر باندھ دے اس سے دہلیز آنے کی امید نہیں رہی۔ مگر اختیار کرنے والوں کو تاہم بھی بتایا کہ انہوں نے اپنی پہلوں پر علم کیا۔ اور دوسرے انسانوں پر بھی علم کیا کیونکہ انہیں حق قول کرنے سے روکا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ان کی مغفرت نہیں ہوگی اور جب تمہاری امت کے ان حاضر ہوں گے تو ان کو صرف دوزخ ہی کا راستہ بتایا جائے گا تا کہ اس میں داخل ہو جائیں اور اس میں انہیں داخل ہونا چاہئے گا فرشتے ان کو پانچ کر دوزخ کی طرف لے جائیں گے۔ طریقِ نبوت کی طرف نہ دیں۔ وہ پتہ نہ ہے تو مغفرت میں بھی اور مغفرت کے راستے پہنچنے سے محروم رہیں گے دوزخ میں ان کو ہمیشہ ہمیشہ رہنا چاہئے گا۔

وَكَانَ ذَلِكَ عَلَى اللَّهِ يَسِيرًا ۝ (اور کافروں کی مغفرت نہ فرمادہ اور ان کو ہمیشہ کے لئے دوزخ میں داخل دینا اللہ تعالیٰ کے لئے آسان ہے) اسے کوئی چیز روکنے والی نہیں۔

يَا أَيُّهَا النَّاسُ قَدْ جَاءَكُمْ الرَّسُولُ بِالْحَقِّ مِنْ رَبِّكُمْ فَآمِنُوا خَيْرًا لَكُمْ ۚ وَإِنْ تُكَفِّرُوا فَقُلُوا

یَا اَیُّهَا النَّاسُ قَدْ جَاءَکُمْ الرَّسُولُ بِالْحَقِّ مِنْ رَبِّکُمْ فَآمِنُوا خَیْرًا لَکُمْ ۚ وَإِنْ تُکَفِّرُوا فَقُلُوا

يَتُوبُ مَا فِي السَّمُوتِ وَالْأَرْضِ ۚ وَكَانَ اللَّهُ عَلِيمًا حَكِيمًا ۝ يَا أَهْلَ الْكِتَابِ لَا تَغْلُوا فِي دِينِكُمْ وَلَا

یَتُوبُ مَا فِی السَّمُوتِ وَالْأَرْضِ ۚ وَكَانَ اللّٰهُ عَلِیْمًا حَکِیْمًا ۝ یَا أَهْلَ الْکِتَابِ لَا تَغْلُوا فِی دِیْنِکُمْ وَلَا

تَقُولُوا عَنِ اللَّهِ الْبَحْثُ ۚ إِنَّمَا الْمَسِيحُ عِيسَى ابْنُ مَرْيَمَ رَسُولُ اللَّهِ وَكَلِمَتُهُ أَلْقَاهَا إِلَىٰ مَرْيَمَ

تَقُولُوا عَنِ اللّٰهِ الْبَحْثُ ۚ إِنَّمَا الْمَسِیْحُ عِیْسَى ابْنُ مَرْیَمَ رَسُوْلُ اللّٰهِ وَکَلِمَتُهُ أَلْقَاهَا إِلَىٰ مَرْیَمَ

وَرُوحٌ مِنْهُ ۚ فَاٰمِنُوا بِاللَّهِ وَرُسُلِهِ ۚ وَلَا تَقُولُوا لِكُلِّ شَيْءٍ إِنَّمَا اللَّهُ إِلَهُهُ وَاجِدُ

وَرُوْحٌ مِنْهُ ۚ فَآمِنُوا بِاللّٰهِ وَرُسُلِهِ ۚ وَلَا تَقُولُوا لِكُلِّ شَیْءٍ إِنَّمَا اللّٰهُ إِلَهُهُ وَاجِدُ

سُبْحَنَہٗ أَنْ یَکُوْنَ لَهُ وَلَدٌ ۚ لَهُ مَا فِی السَّمُوتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ ۚ وَكَفَىٰ بِاللَّهِ وَكِیْلًا ۝

سُبْحٰنَہٗ اَنْ یَّکُوْنَ لَہٗ وَلَدٌ ۚ لَہٗ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ ۚ وَکَفٰی بِاللّٰهِ وَکِیْلًا ۝

نصاری کی گمراہی کا بیان اور ان کے عقیدہ و سختی کی تردید

اور ترجمہ ہم کے لئے ان کو خطاب فرمایا کہ تمہارے پاس اللہ تعالیٰ کا رسول حق نے کرپہنچے ہیں ان کو چاہئے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان پر ایمان اور ایمان لاؤ گئے تو تمہارے لئے بہتر ہوگا کیونکہ حق قبول کرنا مستطیل ہے یہ اور چاہے جس سے عیب سے ان کی خطاب سے بچنا اور بحث کے لئے جنت اور جنت کی نعمتوں کا مل جانا یہ سب خیر ہی ہے اور اللہ تعالیٰ نے نوازے سے تمہارے غوسے ہونے کی کوئی حاجت نہیں ہے تم گمراہ عقیدہ کر، کیونکہ جو کچھ تمہارے دین میں ہے سب اس کا ہے تم بھی اسی کے اور خالق بھی ہے اور اللہ بھی ہے اسے اختیار ہے اپنی مخلوق میں جو چاہے تصرف کرے۔ کرنی پڑاں میں اسے عذاب دینے کی بھی پوری طرف قدرت حاصل ہے۔ قال صاحب الروح وان تکفروا اقلو سبحانه وتعالى فانظروا على تعذيبكم فكيف لان له جيل يشاهد ما فعلى السموات والارض اولهوا عسى عسكم لا يتصوروا فكيفكم كمال لا يتفهموا بلعالمكم اور (صاحب روح) احوال فرماتے ہیں اگر تم کافر ہو جاؤ تو اللہ تعالیٰ تمہارے کلمے کے سبب تمہیں عذاب دینے پر قادر ہے کیونکہ ایمان اور ایمان میں سب اسی ذات پاک ہی کی حکومت ہے یہ کہ وہ ذات تم سے ہے یہ وہ ہے تمہارے کلمے سے کوئی نقصان نہیں ہے جیسا کہ تمہارے ایمان سے اسے کوئی نقص نہیں ہے۔ وکل اللہ علیہما حکمتا اور اللہ تعالیٰ طہم سے سب کے اعمال معلوم ہیں اس پر کسی کا ترجمہ ایمان پر شیعہ نہیں ہے۔

تیمم کی بنیائی حکمت کے موافق جزا سے اس طرح سے لگے گا۔

اس کے بعد اہل کتاب کا خصوصی خطاب فرمایا اور فرمایا کہ تمہارا کتب لا تظنوا انہی دینکم کہ اب اہل کتاب اپنے دین میں غم نہ کر، وہ تم کو یہ کہہ رہے ہیں کہ تمہارے دین میں نہیں ہیں اور اللہ تعالیٰ کے بارے میں صرف وہی کہہ سکتا ہے حق باقی نہیں کہ اللہ تعالیٰ پر جنت دہے اسے اور اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ کا بیٹا کو حق نہ فرمایا۔ تم خدا کے لئے اور اب بھی کہتے ہیں۔ اور

وَرَوَّحَ قَلْبَهُ (یعنی میں میرا اسلام اندکی جانب سے ایک روح ہیں) صاحبِ عالم انور علیہ السلام لکھتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام روح میں بھیجی دوسری روح میں لیکن اللہ تعالیٰ نے ان کو اپنی طرف متوجہ فرمایا جیسا کہ مسجد کو بیت اللہ کہا جاتا ہے اور بعض حضرات نے فرمایا ہے کہ نہ سے مراد روح (پھر کتا) ہے جو جبرائیل علیہ السلام نے سر پہ طبع کیا اسلام کے کرتے میں چھوڑ دیا تھا۔ جس کی وجہ سے انھیں خدا تعالیٰ کی طرف قرار پائی۔

اللہ تعالیٰ نے اپنی طرف اس کی نسبت اس لئے فرمائی کیونکہ یہ اللہ تعالیٰ کے سر (خصوصاً) سے تھا۔ بعض حضرات نے روح کے معنی رحمت کے لئے ہیں، چونکہ عیسیٰ علیہ السلام اپنے تمجید کے لئے رحمت ہیں اور یہ رحمت اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے (روح بھی رحمت آیت شریفہ: وَابْنُ مَرْيَمَ رَوَّحًا وَابْنُ مَرْيَمَ رَوَّحًا وَابْنُ مَرْيَمَ رَوَّحًا) سے لے کر روح فرمایا۔

بعض حضرات نے روح بمعنی روحی بھی لیا ہے اس کا معنی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت مریم کو رحمت دینی قہمی اور بعض حضرات کا یہ بھی قول ہے کہ روح سے جبرائیل علیہ السلام مراد ہیں اور مطلب یہ ہے کہ یہ مگر مریم تک جبرائیل سے اس رحمت اللہ کی پہنچایا۔

پھر فرمایا: يَا بَنِي إِسْرَءِيلَ کہ ان کا لفظ یہ کہ اس کے رسولوں پر اور نہ کہ ان کے تعلق خدا ہیں۔ نصاریٰ کے کسی فرقے سے تعلق اب بھی ان میں بہت سے فرقے ہیں ان میں ایک فرقہ تو یہ کہ تھا کہ اللہ تعالیٰ ہی تک یا مریم ہیں اور یہ لوگ حلول کے قائل تھے ان کا عقیدہ یہ تھا کہ اللہ تعالیٰ نے تک یا مریم میں حلول کر لیا انھیں ہر ایک فرقہ کہتا تھا کہ اللہ اور عیسیٰ مریم اور ان کی والدہ یہ تینوں معبود ہیں۔ سورۃ اند میں نصاریٰ کے یہ قول نقل فرماتے ہیں۔ (آیت نمبر ۷۱ اور آیت نمبر ۷۲) یہاں پر بھی ان کی تردید فرمائی ہے اور فرمایا ہے کہ تم میں خداست اور۔ مہربان کی سی ہے تم اپنے شرک عقیدہ اور قول سے باز آ جاؤ یہ تیرے لئے بہتر ہے۔

نصاریٰ میں کسی علیہ السلام کو معبود بھی مانتے تھے اور اللہ کا بیٹا بھی مانتے تھے ان کو ہدایت کرتے ہوئے فرمایا: يَا بَنِي إِسْرَءِيلَ واسطہ کہ معبود صرف اللہ ہے ہر ایک ہے اور فرمایا: يَا بَنِي إِسْرَءِيلَ انہوں نے کہا: اور اس سے پاک ہے کہ اس کے لئے کوئی اولاد اور مطلب یہ ہے کہ صرف یہی نہیں کہ اس کی اولاد نہیں بلکہ اس کی اولاد بھی نہیں یعنی کیونکہ اولاد اس کے لئے سبب ہے اور ہر سبب سے پاک ہے اور اس سبب سے بھی پاک ہے کہ اس کے اولاد اور۔

اللہ تعالیٰ کے خلاف دوسرے معبود ماننا بھی شرک اور کفر ہے اور اس کے لئے اولاد جو نہ کرنا بھی شرک اور کفر ہے۔ پھر فرمایا: يَا بَنِي إِسْرَءِيلَ التسمیوت وغانی الا زھری (جو کچھ انسانوں اور زمین میں ہے وہ سب ہی کی مخلوق اور ملک ہے۔ ہر کوئی کیسے اس کا شریک اور اس کا بیٹا ہو سکتا ہے وہ تکلفی ہا للہ وکلفی (اور اللہ کا بیٹا ہے کار ساز ہونے کے لئے) جس نے سب کو پیدا کیا اور سب کا کار ساز ہے۔ اسے اپنی مخلوق کے ہم جانے اور ان کی حاجتیں پوری کرنے کے لئے کسی شریک یا اولاد کی ضرورت نہیں۔ تم اللہ کو وحدہ لا شریک مانو اور اس کے پیچھے ہوئے دین پر چلو اور اسی سے اپنی حاجتوں کا سوال کرو۔

دین میں غلو کرنے کی ممانعت..... جیسا کہ اہل کتاب کو دین میں غلو کرنے سے منع فرمایا۔ ایسی ہی امت محمدیہ پر عمل صاحبہا مصورۃ وانیہ کو بھی دین میں غلو کرنے سے ممانعت فرمائی ہے امت محمدیہ بھی طرح طرح کے غلو میں مبتلا ہے نصاریٰ نے اپنے دین میں غلو کر کے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اللہ کا بیٹا اور معبود بنا دیا۔ اسی طرح بہت سے لوگ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے طم غیب کی تجویز کرتے ہیں اور اللہ کے برابر آپ کا علم بتاتے ہیں اور آپ کو خدائی امتیازات سونپتے ہیں۔ حالانکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے پہلے ہی سے اس کی بندش فرمادی اور فرمایا تھا: لا تطرونی کہما تطرون النصارى انہن یریدن ان یتعبدوا عبدہم فقلو لوالہ عبد اللہ ورسولہ (اور وہ انصاری

مجلس القضاء الاعلى

کہ قہر میں مہاتواؤں کو جیسا کہ خدا نے انہیں مریم کی تعریف میں عطا کیا۔ اس میں وہ خدا تعالیٰ کا بندہ و رسول قہر سے
 دور رہیں اور نہ کبھی خدا کے بندے میں اور نہ رسول ہیں۔

مرحوم قاضی (اہل مشائخ اربعہ) میں ۹۹ شیخ تھے جنہیں ان فرماتے ہیں میں نے اعتقاد تسبیحہ علم اللہ و رسولہ پیکر اجتماعاً کمالاً لا یجحدہ (کہ انہیں یہ عقیدہ تھے کہ اللہ تعالیٰ ہر رسول اللہ کا علم ہی اور رسول اللہ کا ان کا کیا جائے گا) اور چند مرتبے بعد نکلتے ہیں ولا رب الا لہو لاہ علی ہذا لعلو اعتقاداً ہوا انہ پیکر عہم میں انہم ویدخلہم الحد و کلمہ غلو لکلمو اطوب الیہ واحسن بہ فہم احسن الناس لا مرہ و انہم مخالفۃ لسنہ و ہذا لہ فہم شہ طاعہ من الصاری علو، علی المسبح اعظم لعلو و عاقلو مشرعہ و دینہ اعظم المخالفۃ او (اور اس میں شک نہیں کہ ان کا اس غلو پر اعتقاد ہے کہ وہی بن کے تمامہ ہوتا ہے اور انہیں جنت میں داخل کرتا ہے جب یہ طو کرتے ہیں تو وہی ان کے کفر عیب ہوتا ہے اور انہیں سے مخصوص ہوتا ہے جس سے یہ لوگ دین کے سب سے زیادہ نافرمان اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت کے سب سے زیادہ مخالف ہیں اور یہ لوگ میرے بحث کے مقابلہ میں کہ نبیوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں غلو کیا اور ان کی شریعت اور دین کی شہادت مخالفت کی)

پھر یہ لکھو یا دیکھ چکا کہ اولیاء کا بھی حقوق میں تعارف کرنے والا اور غیب کا جاننے والا ہوا کیا۔ اولیاء سے جانچیں، نیچے دیے گئے ہر کسی کو خدائی۔ سب سے ہیں۔ اور ان کی قربان کا طوفان کرتے ہیں اور ان کا کھنڈر کرتے ہیں، حالانکہ طوفان صرف بیت اللہ میں ہے۔ شریف کے ساتھ خاص ہے اور نظریں صرف اللہ کی کے لئے ہیں اور ہر جسم کا چہرہ بھی اللہ کی کے لئے مخصوص ہے۔ قرآن مجید میں متعدد مقامات پر یہود سے آگے بڑھنے سے منع فرمایا۔

سورہ مدہ میں فرمایا ہے: **يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَحْزَنْ فَوَاقِ مَا أَهْلُ الْقُلُوبِ لَكُمْ وَلَا تَقْبِضُوا مِنْ أَيْدِيكُمْ لَا يَبْغِ اللَّهُ مِمَّنْ يَبْغِ** (اے ایمان والوں! نہ سوچو کہ جو لوگوں کی حالتوں سے ہے، اور نہ ان کے ہاتھ پکڑو۔ اللہ سے بے رغبتی کرنے والوں کی بے رغبتی سے تم کو کوئی فائدہ نہیں ہے۔) اور عرم اور صغر میں شادی کرنا شریعت میں خوب حلال ہے اور درست ہے لیکن مذکور کی اس حد سے بہت سے لوگ آگے نکلے ہیں جن میں اور ان کی عورتوں کی شادی کرنے سے پہلے بھی بہت سی قوموں میں یہ عادت کے نکل چکی کو محبوب سمجھتے ہیں اور اسے حرام کے قریب ہونا لگا ہے یہ بھی حد سے آگے جا جاتا ہے جس طرح حلال کو حرام کرنا منع ہے اسی طرح حرام کو حلال کرنا بھی منع ہے حلال و حرام مقرر فرمانے کا اختیار صرف اللہ تعالیٰ ہی کو ہے۔

اسی مرحمت میں اللہ تعالیٰ کی رحمتوں سے چٹا بھی داخل ہے مثلاً سفر شرقی میں قصہ نماز کی مہارت ہے جس پر محفل کر، ضرور دینی ہے اور ایک طریقہ حد سے آگے نہ بڑھنے کا ہے کہ جو حج اللہ تعالیٰ کے یہاں اقرب اور نزر کی حیثیت سے تقرب کا، عیثیٰ جگہ میں مشافہہ ہونے کا اور دیکھ لینا کا موجب میں کفر اور ہٹاؤ وغیرہ وغیرہ۔

ہر ایک طرف سے آگے بڑھنے کا یہ ہے کہ شرعاً جو چیز مستحب ہے اسے واجب کا درجہ نہ دیا جائے یا مستحب قبولی کوئی نام نہ لے۔
کیونکہ جو مخصوص کر دیا جائے جیسے نماز، فطر اور زکوٰۃ اور عید الفطر اور عید الفطر کی دعا، ان کے لئے دو گناہ نہ کرنا، گناہ نہ مصلحت کرنا، مصلحت
اور نہ تنہا نہ کرنا، ان کی مصلحت سے بھی ان کی مصلحت نہیں ہے بلکہ ان کی مصلحت ہی کہ وہ ان کے لئے ایک ہی مصلحت قرار دے، اس میں مصلحت و مصلحت نہ ہے۔

کھل جائے گا تو دھانے کا یہ دار اگر کسی ایسی صورت کی وجہ سے ہونگی جو کھال بھی ہو اس نے ایک بھائی یعنی یا عاتیٰ چھوڑا تو وہ لا بعد الا حق تعالیٰ کے حکم سے علی الاعمال وصیت و رہائی مال لا پائی ذکر یہ کہ میں نے کھل مال کا وارث ہو گا۔ اگر کسی مرد کا مال نے وہ بھی یا عاتیٰ بخش چھوڑیں تو ان کو مر نے والے کے مال سے واپس لے گا۔

اور اگر بیٹی یا عاتیٰ متحدہ بہن بھائی چھوڑے تو مرنے والے کا مال ان بہن بھائیوں پر اس طرح تقسیم ہو گا کہ ایک مرد کو مردوں کے برابر حصہ دیا جائے گا البتہ بیٹی بھائی کی وجہ سے عاتیٰ بہن بھائی سب ساتھ ہو جاتے ہیں۔ اور بیٹی بہن کی وجہ سے عاتیٰ بہن بھائی کا حصہ بھی ساتھ ہو جاتا ہے اور یہ بھی گھٹ جاتا ہے جس کی تحصیل کتب فرماؤں میں مذکور ہیں۔

”فَرَسُوا لَمْ يَأْخُذُوا بِاللَّهِ لَكُمْ أَنْ تَصَلُّوا“ (کہ اللہ تعالیٰ تمہارے لئے یہاں فرماتا ہے تاکہ تم گمراہ نہ ہو جو کہ اللہ بخونکے شریعت و عظیم کوارثہ پر پیچ کو جاتا ہے اسے اپنی مخلوق کا سب حال معلوم ہے سب کے لئے احکام بیان فرماتا ہے۔ اور ان سب احکام میں نعمت ہے اور حق تعالیٰ کی رعایت ہے وہ احکام و مسائل بیان فرما کر ہمیں کمر اخی سے بچاتا ہے ایسے مرد و عظیم و خیر کے احکام پر دل و جان سے عمل کرتا چاہئے۔

وَلَقَدْ نَعْلَمُ الْفَرْسُ سُوْرَةَ النَّسَاءِ لْعَاشِرِ صَفْرِ الْخَبْرِ ۱۳۱۱ مِنْ شَهْرِ السَّنَةِ الْحَادِيَةِ عَشْرِ بَعْدَ الْفَتْحِ وَارْبَعِ مِائَةٍ مِنْ هِجْرَةِ سَيِّدِ الْمُرْسَلِينَ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. وَالْحَمْدُ لِلَّهِ أَوَّلًا وَآخِرًا وَالصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ عَلَى مَنْ أَرْسَلَ طَيِّبًا وَطَاهِرًا.

☆☆☆.....☆☆☆

مدنی

سورۃ مائدہ

۱۲۰ آیتیں ۱۶ رکوع

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

سورۃ مائدہ پر جس میں ازل میں اس میں ایک جنتیہ آیات اور حکایتیں ہیں۔

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَقْرَبُوا مَا يَصْرِفُهُ إِلَهُكُمْ﴾ (۱) ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَقْرَبُوا مَا يَصْرِفُهُ إِلَهُكُمْ﴾ (۲)

ترجمہ: اے ایمان والو! جس کے مال سے تم نے ایمان لیا ہے اس سے تم کو قریب نہ آؤ۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَقْرَبُوا مَا يَصْرِفُهُ إِلَهُكُمْ ۖ يَتَنَزَّلُ فِي الْغَيْثِ فِي الْغَيْثِ ۖ يَتَنَزَّلُ فِي الْغَيْثِ فِي الْغَيْثِ ۖ يَتَنَزَّلُ فِي الْغَيْثِ فِي الْغَيْثِ ۖ

اے ایمان والو! اپنے مال کو ہاتھ نہ دو، جو اللہ کے مال سے تم کو قریب نہ آئے۔ اور جو جس کے مال سے تم نے ایمان لیا ہے اس سے تم کو قریب نہ آؤ۔

غَيْرِ مُجْبِلٍ ۖ وَالضَّيِّدُ ۖ وَأَنْتُمْ حُرْمٌ ۖ إِنَّ اللَّهَ يَخْصُمُ مَا يُبْدِي ۖ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَقْرَبُوا مَا يَصْرِفُهُ إِلَهُكُمْ ۖ

جو جس کے مال سے تم نے ایمان لیا ہے اس سے تم کو قریب نہ آؤ۔ اور جو جس کے مال سے تم نے ایمان لیا ہے اس سے تم کو قریب نہ آؤ۔ اور جو جس کے مال سے تم نے ایمان لیا ہے اس سے تم کو قریب نہ آؤ۔

تَجَلَّوْا شَعَائِرَ اللَّهِ ۖ وَالْأَشْهُارَ الْعَرَامَ ۖ وَالْأَشْهُارَ الْعَرَامَ ۖ وَالْأَشْهُارَ الْعَرَامَ ۖ وَالْأَشْهُارَ الْعَرَامَ ۖ

جو جس کے مال سے تم نے ایمان لیا ہے اس سے تم کو قریب نہ آؤ۔ اور جو جس کے مال سے تم نے ایمان لیا ہے اس سے تم کو قریب نہ آؤ۔ اور جو جس کے مال سے تم نے ایمان لیا ہے اس سے تم کو قریب نہ آؤ۔

الْحَرَامَ ۖ يَتَبَعُونَ قُلُوبًا ۖ مِنْ رَبِّهِمْ ۖ وَيُضَوِّئُونَ ۖ وَإِذَا حُلِّلْتُمْ ۖ فَاصْطَادُوا ۖ وَلَا تَجْرِمَنَّهُمْ سِتَانِ

اور جو جس کے مال سے تم نے ایمان لیا ہے اس سے تم کو قریب نہ آؤ۔ اور جو جس کے مال سے تم نے ایمان لیا ہے اس سے تم کو قریب نہ آؤ۔ اور جو جس کے مال سے تم نے ایمان لیا ہے اس سے تم کو قریب نہ آؤ۔

قَوْمٍ أَنْ صَدَّوْكُمْ عَنِ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ أَنْ تَعْبُدُوا ۖ وَتَعَاوَنُوا عَلَى الْبِرِّ ۖ وَالشَّقَوِيِّ ۖ وَلَا تَعَاوَنُوا

اور جو جس کے مال سے تم نے ایمان لیا ہے اس سے تم کو قریب نہ آؤ۔ اور جو جس کے مال سے تم نے ایمان لیا ہے اس سے تم کو قریب نہ آؤ۔ اور جو جس کے مال سے تم نے ایمان لیا ہے اس سے تم کو قریب نہ آؤ۔

عَلَى الْإِثْمِ وَالْعُدْوَانِ ۖ وَالْعُدْوَانِ ۖ وَالْعُدْوَانِ ۖ وَالْعُدْوَانِ ۖ وَالْعُدْوَانِ ۖ

اور جو جس کے مال سے تم نے ایمان لیا ہے اس سے تم کو قریب نہ آؤ۔ اور جو جس کے مال سے تم نے ایمان لیا ہے اس سے تم کو قریب نہ آؤ۔ اور جو جس کے مال سے تم نے ایمان لیا ہے اس سے تم کو قریب نہ آؤ۔

ایمان کے لیے جو دیکھیں اور جو پائیں اور جو شکاری جانوروں سے متعلق بعض احکام

سورۃ مائدہ کی ابتدا ایمان کے لیے جو دیکھیں اور جو پائیں اور جو شکاری جانوروں سے متعلق بعض احکام

اور جو جس کے مال سے تم نے ایمان لیا ہے اس سے تم کو قریب نہ آؤ۔ اور جو جس کے مال سے تم نے ایمان لیا ہے اس سے تم کو قریب نہ آؤ۔ اور جو جس کے مال سے تم نے ایمان لیا ہے اس سے تم کو قریب نہ آؤ۔

اندھتالی سے کیا ہے، جب کسی نے اسلام قبول کر لیا تو اس نے یہ عہد کر لیا کہ میں اللہ تعالیٰ کے تمام دوسرے گناہوں کا عہد جو مجھ کو احکام ہوں
کے اس سب پر عمل کرنا گا اور میں جن چیزوں سے منع فرمایا ہے ان سب سے بچا رہوں گا۔ عہد اللہ تعالیٰ کی کتاب قرآن مجید میں دوسرے دواوی
ہوں اور خداوند تعالیٰ نے اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعے بھیجے ہوں۔

درستہ ۳۳۳ ج ۱ ص ۱۸۱ تفسیر فیہ صحتہاں میں اس وحی اللہ عزوجل سے نقل کیا ہے أَوْفُوا بِالْعُقُودِ ای بالعیہود ما جعل اللہ وما
حرم وما اوصی وما حد فی القرآن کلمہ لا تلتزمون ولا تحکمون (یعنی عہد پر ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جو احکام قرار دیے ہیں اور جو حرام
قرار دیا ہے اور جن چیزوں کو فرض کیا ہے اور جو قرآن میں حد دیا ہے ان سب احکام پر عمل کرو۔ ان کی ادائیگی میں کوئی غدر نہ کرو اور عہد شکنی
نہ کرو)

سورۃ بقرہ میں فرمایا أَوْفُوا بِالْعُقُودِ ای اوفیٰ علیکم ولا تلغوا فی الایمان بقصد انکم یغفروا لکم جعلکم اللہ علیکم عہدًا ان
اللہ یعلم ما تعقلون (اور تم اس کا عہد پورا کرو کہ جب تم عہد کرو اور مت توڑ دو اس کوں کو پورا کرنے کے بعد حال تک تم نے اپنے اور اپنے
کو خاص کیا ہے، یہ ایک اللہ تعالیٰ کا نام ہے جو کوئی کرتے ہو) سورۃ نساء میں فرمایا أَوْفُوا بِالْعُقُودِ ای اوفیٰ علیکم فاستوفوا
(اور تم عہد کو پورا کرو کہ جب عہد کے بارے میں سوال کیا جائے گا)۔ سورۃ مدثر میں فرمایا أَفَلَا تَذَكَّرُونَ ای اذکر لو انکم لا
بفہم اللہ ولا یستغفرون الجہلانی (وہی لوگ سمجھت حاصل کرتے ہیں جو عقل والے ہیں جو پورا کرتے ہیں اللہ تعالیٰ کے عہد اور عہد
نہیں توڑتے)

سورۃ بقرہ میں أَوْفُوا بِالْعُقُودِ فرمایا اور سورۃ نساء میں أَوْفُوا بِالْعُقُودِ فرمایا عہد شکنی منع ہے مقرر عربی زبان میں باندھنا کہ
کہتے ہیں آئیں میں جو معاملات طے کئے جاتے ہیں ان کو عہد سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ جو اللہ تعالیٰ سے عہد ہوا ہے وہ بھی عہد ہے۔ جس میں
نہ راہی داخل ہے اور جو بدوں سے معاملات طے کئے جائیں وہ بھی عہد ہے۔

حقور کی تفسیریں..... حضرت زید بن اسلمؓ پہلی نے سورۃ نساء کی آیت کی تفسیر کرتے ہوئے فرمایا عہد پانچ ہیں (۱) عہد کا ج (۲)
عہد حرکت (۳) عہد نہیں (یعنی قسم) (۴) عہد حلف (حلف سے یہ مراد ہے کہ آئیں میں ایک دوسرے کا طیف ہو جائے اور آئیں میں
یہ طے کرے کہ اس فلاں امور میں ہم آئیں میں ایک دوسرے کی مدد کریں گے) (۵) عہد عہدہ اور عہد یعنی جو آئیں میں کر لیا
جائے اگرچہ بدوں جانب سے خبر۔ عہدوں یا عہدوں کے جو پانچ عبادات ہیں یا اور انسانوں کے آئیں میں جو معاملات ہیں
کا ج اور حرکت اور مضاربت اور اجارہ وغیرہ ان سب عبادات میں ان سب شرطوں کی پابندی لازم ہے جو آئیں میں طے ہو جائیں شرطیکہ
خاصہ شرط نہ ہوں اگر کوئی خدا مان لے گا اس کا پورا کرنا واجب ہے لیکن گواہ کی ذرا ماننا جائز نہیں اگر کوئی شخص گواہ کی ذرا مان لے گا تو اس پر
عمل نہ کرے اور وظائف روزی کا گناہ دوسرے سے اس کا گناہ وہی ہے جو عہد توڑنے کا گناہ ہے جو فی السجدت و من نفو نفوز اھی
معصیت لکن کفراتہ کفارۃ یمن و فی حدیث اخر لہ لا وفاء لہو فی معصیۃ اللہ ولا فیما لا یملکہ لہن ادم و ابعثا
ابو دعود (حدیث میں ہے کہ جس نے گواہ کی ذرا مان لے کر اسے پورا نہ کرے بلکہ اس کا گناہ دوسرے سے اس کا گناہ وہی ہے جو عہد توڑنے کا گناہ
ہے ایک اور حدیث میں ہے کہ گواہ کی ذرا مان پورا کرنا جائز نہیں ہے اور اس چیز کی ذرا مان پورا کرنا جائز ہے جس کا وہاں تک نہ ہو) عہد کو پورا
کرنے کا حکم دینے کے بعد بعض احکام ذکر فرمائے۔

بہیضۃ الایام حلال کر دیے گئے:

پیدا کر دیا کہ اَحَلَّتْ لَكُمْ بَهِيمَةً اَلَا نَعْلَمُ اَلَا نَحْكُمُ عَلٰیكُمْ (کہ تمہارے لئے جو جانے والے کے لئے جو انہوں نے
 مٹا دیا ہے) بھینسہ ہر اس جانور کو کہتے ہیں جس کے چار پاؤں ہوں اور انعام کے لوازمات گائے بکری کے لئے ہوا جاتا ہے۔ انہوں نے
 حلال ہونا پسے سے پاک نہیں کو حکم دیا۔ جن جانوروں پر انعام کا حلال نہیں ہوتا لیکن وہ شکل و صورت میں انعام کی طرح سے ہیں جیسے
 ہرن، بیل گائے بشیر میں اس کا حلال ہونا شروع فرما دیا۔ لہذا بھینس کی اشاعت جو حلالہ انعام کی طرف ہے اس کے بارے میں
 صاحب روح المعانی نے بعض حضرات کا قول لکھا ہے کہ یہ اشاعت چاہیہ ہے اور ایک قول یہ ہے کہ مشابہت جان فرمانے کے لیے
 اشاعت کو اختیار فرما دیا اور مطلب یہ ہے کہ وہ بہائم جو انعام کے مشابہ ہیں وہ تمہارے لئے حلال کیے گئے اور مشابہت اس بات میں ہے کہ
 وہ دوسرے جانوروں کو بھی چھڑا کر کھیں گے۔

پھر جب بھینسہ اَلَا نَعْلَمُ کی حلف و زور فرمادی (اور اس میں حقیقی جانور بھی داخل ہو گئے جن کا شکار کیا جاتا ہے) تو اس سے بھاری
 اجازت بھی معلوم ہوئی لیکن چونکہ حالت احرام میں شکار کا منکر ہے (یعنی کاحرام ہو یا حرمہ کا) اس لئے کہ خود ہی یہ بھی فرما دیا وَلَا تَحِلُّ
لِحَالِی الْمُنَافِقِ وَتَحِلُّ لِمَنْ غَرَمَ (کہ تمہارے لئے یہ جانور حلال کیے گئے اس حال میں کہ حالت احرام میں تم اس کا شکار کرتے ہو) اور
 احکامہ احوال نہ سمجھو۔

پھر انعام کی حلت بیان فرماتے ہوئے اعلیٰ و اشہار اَلَا نَحْكُمُ عَلٰیكُمْ فرمایا مطلب یہ ہے کہ جو جانور تمہارے لئے حلال کیے
 گئے ہیں ان میں سے جانور مستثنیٰ ہیں جن کا کہ ایک آیت کے بعد خوفِ اللہ علیکم (الایہ) میں فرمایا ہے سورہ بقرہ اور
 سورہ انعام اور سورہ نحل میں بھی جن میں سے بعض چیزیں ذکر کر کے فرمایا اِنَّ اللّٰهَ یَخْتَصِمُ عَلٰی فَلَاحِ (یہ ایک اللہ تعالیٰ کا ہے جو
 چاہتا ہے) اس کی حیثیت حکمتوں کے مطابق ہے۔ حال صاحب الروح من الاحکام حسب ما للعلیہ منشیہ العبد علی
 الحکم الی اللہ الی تغف ذلہا الذکر فید حل فیہا ملائکہ من الدلیل والدحریم ودحو لا لولہ (یعنی اللہ تعالیٰ اپنی
 حسب حیثیت حکم دیتے ہیں اور ان کی حیثیت ایسی عظیم ہے جتنی ہے جو انہی حکم کی نکتہ سے ملتا ہے) ہاں یہ ہذا مذکورہ بالا جمیل تحریر بھی احکام
 الہی میں داخل اولی کے طور پر داخل ہیں۔

لَا تَجْعَلُوا اَشْعَارَ اللّٰہِ کَاسِیِبَ زَنٰوِلَ۔ اس کے بعد فرمایا یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا لَا تَحْبُوا اَشْعَارَ اللّٰہِ (الایہ) اس آیت کے نزول
 کے بارے میں مسلمانوں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے نقل کیا ہے کہ میں نے خود کوئی ایسا سے نہ سنا اور (ایسا ایک عارف
 کا نام ہے) اس نے اپنے ساتھیوں کو جو کھڑوں پر سوار تھے یہ منہ دے کے باہر چھوڑ دیا اور تمہارا حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خدمت میں
 حاضر ہو کر یہ کہنے لگا کہ آپ کس چیز کی دعوت دیتے ہیں آپ نے فرمایا لا ابدہ الا اللہ کی ہر نماز کا حکم کرنے کی اور نہ کوئی دوسرے کی
 دعوت دیتا ہوں، کہنے لگا کہ یہ تو ابھی بات ہے مگر میرے چچا امیر ہیں میں ان کے بغیر کوئی فیصلہ نہیں کر سکتا کہ یہ ہے کہ میں مسلمان ہو
 جاؤں گا اور ان کو بھی ساتھ لے آؤں گا انکے آئے سے پہلے ہی حضرت علی رضی اللہ عنہ سلم نے اپنے صحابہ رضی اللہ عنہم سے فرمایا کہ تمہارے حق کا ایک
 آدمی آ رہا ہے جو شیطان کی زبان سے بات کرے گا جب وہ چلا گیا تو آپ نے فرمایا کہ اگر چہ وہ باہر دھوکہ دے گا مگر
 کے اور یہ باہر چلا گیا اور یہ غصہ نہیں ہے جب یہ غصہ دے گا یہ باہر چلا تو وہاں جو جانور (اونٹ) چر رہے تھے انہیں لے کر چلا گیا
 حضرت صحابہ نے اس کا چچا کیا لیکن اسے بکارت نکلا اس کے بعد یہ اللہ تعالیٰ کا کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عمرہ القضاء کے موقع
 پر تشریف لے رہے تھے تو تمہارے کانٹن کے کبیر کی آواز آئی آپ نے فرمایا یہ حکم ہے اور اس کے ساتھ ہیں (میں شراب میں خود کاتب

کوئی شکر نہ کرے اور کوئی شکر کہے کہ جتنا کا عطا فرما کرے (شرکیں یہ کیا کرتے تھے کہ اور سورۃ زیادہ میں فرمایا: **يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اسْمِعُوا بَيْنَهُمْ لَوْحًا يَضَعُونَ** لَوْحًا فِي صُدُورِهِمْ خُذُوا فِيهَا حَقَّ قُرْبَانٍ) کہ اسے بیان والو! شرکیں نہیں ہیں یہ جو ہر حرام کے قریب نہ کہیں سال کے بعد البتہ آپ کی کار کو گرج کرنے کی اجازت تھیں۔ بعد ہی اور عطا فرمائے کرتے گاتے۔ سو نہ ہو گا مسلمانوں کے حق میں وہ سخت رحمت کا سبب مضمون باقی ہے چنانچہ یہ اللہ کو ہر مدی رحمت سے جانے والوں اور بدی کو تحریف کرنا ممنوع ہے اور ہر حرام میں جو کافروں سے قتال کی ممانعت تھی وہ دشمنوں سے جیسا کہ سورۃ بقرہ میں گزر چکا۔

احرام سے نکل کر شکار کرنے کی اجازت۔ **يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا ضَلَلْتُمْ فَاصْطَلُوا** (کہ جب تم حلال ہو جاؤ یعنی قاعدہ و شریعہ کے مطابق احرام سے نکل جاؤ تو شکار کرو یا میرا دست ہے یہ مطلب یہ ہے کہ حالت احرام میں جو ننگی کا شکار کرنے کی ممانعت تھی اب احرام سے نکلنے کے بعد قوم ہو گئی البتہ حرام شکار کرنا حالت غیر احرام میں بھی ممنوع ہے جس کی تصریح بعد میں آئی ہے۔

کسی قوم کی دشمنی پر آمادہ نہ کرے۔ **يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا يَسْخَرُ مِنْكُمْ شَيْئٌ مِنْ قَوْمٍ أَنْ ضَلُّوا عَنْ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ أَنْ تَعْلَمُوا** (کہ تمہیں کسی قوم کی دشمنی اس وجہ سے کہ انہوں نے تمہیں مسجد حرام سے دوک یا اس بات پر آمادہ نہ کرے کہ قریب دہلی کرنا اور میں جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے صحابہ کے ساتھ عمرہ کرنے کے لئے تشریف لے رہے تھے تو شرکیں مکہ سے آپ کو گھر بھیج کر نے دیے اور وہ جہیز کے مقام پر آپ کو دوک یا لہذا آپ کو رہا آپ کے صحابہ پھر ہونے کی وجہ سے چاند زیا کر کے احرام سے نکل گئے اور شرکیں سے چند شرطوں پر مسخ ہو گئی۔ آپ مدینہ منورہ تشریف لائے اور اگلے سال عمرہ کی اتفاق کر گئیں مکہ سے پہنچنے کی بعض شرطوں کی خلاف ورزی کی جس کی وجہ سے آپ پہنچا نظر لے کر **يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَسْخَرُوا مِنَ الْاِسْمِ الَّيْسَ بِالْحَرَامِ** جب مسئلوں کے ہاتھ میں اللہ نہ تھا تو صحابہ شرکیں مکہ سے بدلے لے سکتے تھے لہذا ان کو منع فرمایا کہ کسی قوم کی دشمنی تمہیں علم و ہدایت کرنے پر آمادہ نہ کرے۔

جب مسجد حرام سے دوک لگے والوں کے بارے میں یہ ارشاد فرمایا ہے کہ ان کی دشمنی تمہیں علم و ہدایت پر آمادہ نہ کرے تو نہ دہلی اعتبار سے جو چھٹیں اور فسطیس پیدا ہو جاتی ہیں ان کی وجہ سے کسی علم و ہدایت کرنا کیسے جائز ہو سکتا ہے۔ اگر کوئی شخص علم کرے کہ بہت سے بہت اس کے علم کے بغیر بدل لیا جا سکتا ہے اور مخالف کر دیا اصل ہے۔ علم کے بدل علم کرنا یعنی جس سے کوئی تکلیف پہنچی ہے اس سے زیادہ پہنچا جائے نہیں ہے۔ مسلمانوں پر فرض ہے کہ ہمیشہ حال و احوال پر قائم رہیں اس میں دوست دشمنی سب برابر ہیں۔ اسی صورت کے دوسرے کو اس میں دشمنی ہے **وَلَا يَسْخَرُ مِنْكُمْ شَيْئٌ مِنْ قَوْمٍ عَلَىٰ أَنْ لَا تَعْلَمُوا** (کہ تمہیں علم و ہدایت نہ ملے تو دشمنی تمہیں اس پر آمادہ نہ کرے کہ تم اوصاف نہ کرو۔ اوصاف کہو تو کچھ کی سے زیادہ قریب ہے)

ننگی اور تھوٹی پر تعدادوں کرنے کا حکم۔ اس کے بعد ارشاد فرمایا **يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَقْرَبُوا الصَّلَاةَ وَأَنْتُمْ سُكَارَىٰ أَوْ بِهْ أَثَرِ خَمْرٍ وَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ إِذَا عَصَيْتُمْ غَيْرَ الْمَعْصِيَةِ** (کہ تمہیں میں ننگی اور تھوٹی پر ایک دوسرے کی حد کو کہ اس مولیٰ علم میں سب کو دس سال داخل ہیں۔ تعداد یعنی آج میں ایک دوسرے کی حد کرنے کی بہت سی صورتیں تو ایسی ہیں جو لوگوں نے اپنی زیادہ یا ضروریات کے لیے اختیار کر رکھی ہیں کسی نے پہننے سے کارخانہ چارہ کر رکھا ہے اور کوئی شخص اپنی جگہ فری میں جو ہے ۵۵ ہے کسی نے پہلوں کے بارے لگائے ہیں۔ کسی نے پھنکی پر قبضہ کر لیا ہے۔ کسی نے انجیر تھک کو اختیار کیا ہے اور خیرات کے نقشے جانے کو اپنا چہرہ رکھا ہے اور کسی نے مکتوب کے مطابق مکانات تعمیر کرنے کا کام اپنے ذمہ لے رکھا ہے اسی طرح سے تل و در کہ و نہاد کی حاجات اور ضروریات پر مبنی ہوتی ہے۔ جو بھی کوئی شخص کوئی ننگی کرنے کا ارادہ کرے کسی بھی گناہ سے بچنا چاہیے ہر شخص بقدر اپنی قوت و طاقت کے اس کی حد کرے۔ جو لوگ علم و ہدایت حاصل کرنا چاہیں ان سب کی حد کریں۔ وعدے نہ جانے والوں کی مسجد تعمیر کرنے

لیکن اگر اس کی دقت کر دی جائے یعنی کوئی مصلح لگا کر یا صوب میں اہل کرا سے سڑنے سے محفوظ کر دیا جائے تو یہ کھال پاک ہو جاتی ہے پھر اس سے طبع اذہا اور بیچ اور انکی قیمت لینا حلال ہو جاتا ہے۔

حضرت عبادتہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جب کچے چڑے کی دانت کر دی جائے تو وہ پاک ہو جاتا ہے۔ (رواہ مسلم) پھر حضرت عبادتہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے یہ بھی فرمایا کہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ رضی اللہ عنہ جب کی زاد کردہ باندی کو ایک کبری و سودی کی بھی دو بکری مرگئی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہمیں سے گزرے تو ارشاد فرمایا کہ تم نے اس کا چڑو لے کر اس کی دانت کیں تو کر لی ہو دانت کر کے اس سے طبع حاصل کرتے ہو عرض کیا کہ یہ خود یعنی مرہو ہے آپ نے فرمایا اس کا کھانا ہی حرام کیا گیا ہے۔ (یعنی چڑو دانت کے بعد پاک نہیں رہتا اس سے افکار ہائے جہالت کا گوشت حلال نہیں ہے بلکہ سقہ و لیساع میں نہ)

خون کھانے کی حرمت آیت ۱۱۱ میں جن چیزوں کی حرمت مذکور ہے ان میں دوسرے نمبر پر لوم یعنی خون کا ذکر ہے اس سے دم مستخرج (بیٹا ہوا خون) مراد ہے جس کی تصریح سورہ انفاس کی آیت میں کر دی گئی ہے اور فرمایا ہے لَنْ يَكُنَ لَكُمْ فَوَاحِشٌ حَتَّىٰ تَخْرُجُوا عَلَىٰ طَائِفٍ مِّنْهُمْ لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي ذَٰلِكَ لَعَلَّةٌ كَثِيرَةٌ مَّا تَفْسُرُونَ خُفَا (الآیہ) ففسرُوا خفا کی تہدیک لگنے سے کسی اور نیکر کھانے کی حکمت معلوم ہو گئی کہ وہ دونوں بھی خون ہیں لیکن لے ہوئے خون ہیں بیٹا ہوا خون نہیں ہے۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا اور ایسے جانور ہمارے لئے حلال کر دیے گئے ہیں جو انکی موت مر جائیں۔ یعنی لوم نہ لیں اور وہ خون ہمارے لئے حلال کر دیے گئے ہیں مگر ہر گئی۔ (رواہ احمد ابن ماجہ دارالقطعی، سقہ و لیساع ص ۳۱)

مسئلہ شرعی ذبح کے بعد گلے کی دو گوں سے دم مستخرج نکل جاتا ہے اس کے بعد جو خون بہے انوں میں وہ جاتا ہے وہ پاک ہے اس کا کھانا جائز ہے کیونکہ دم مستخرج نہیں ہے بہت ذبح کے وقت جو خون نکلا ہے وہ کھال یا گوشت یا ہڈی میں نکل جاتا ہے وہ پاک ہے۔

۱۱۱ سے زیادہ میں خون کھانے کا ارادہ نہیں ہے قرآن کریم سارے عالم کے لیے جاہلیت ہے۔ نزول قرآن کے وقت سے لے کر قیامت قائم ہونے تک جس علاقے میں جہاں بھی جس طرح سے کسی لوگ کھائیں جن سب کے لیے قرآن نے حرمت کی تصریح کر دی۔ بعض اکابر سے خارج ہے کہ اہل عرب خون کو کھانوں میں ہر گھر کر گئی میں گئی لیا کرتے تھے پھر اسے کہاب کی طرح ٹکڑے ٹکڑے کر کے کھاتے تھے۔

مسئلہ ... خون کا کھانا چاہی حرام ہے اس کی فرغہ فروخت بھی حرام ہے اس کے ذریعے چراغ آتی اور بھی حرام ہے بعض لوگ ہچکچاہٹوں میں خون فروخت کرتے ہیں وہ حرام ہے اس کی قیمت بھی حرام ہے۔

خزیر کا گوشت تیسرے نمبر پر لیسع (طعمہ) یعنی سوکا گوشت حرام ہونے کی تصریح فرمائی۔ سوکا ہر بڑا ذبح پاک اور جنس انجین جاس کا گوشت ہو چلی یا کوئی بھی چیز وہ جس کا کھانا حرام ہے اور بیچنا طریقی حرام ہے۔ سورہ انفاس میں فرمایا لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي ذَٰلِكَ لَعَلَّةٌ كَثِيرَةٌ مَّا تَفْسُرُونَ خُفَا (الآیہ) جنس انجین ہونے کی وجہ سے اس کی کھال بھی دانت سے پاک نہیں ہو سکتی اس جانور کے کھانے سے انسانوں میں بے حیائی پیدا ہوتی ہے ہر قوم اسے کھاتی ہے ان کی بے حیائی کا جو حال ہے ساری دنیا کو معلوم ہے۔ چہرہ ماسک، آفریاد وغیرہ میں بعض مسلمان ایسے ہیں جنہوں نے غلوں میں وہاں کیں کھول دی ہیں اور سوکا گوشت اور دوسرے اقسام کا گوشت بھی فروخت کرتے ہیں یہ سب حرام

ہے جو لوگ حق کی دکان میں کام کرتے ہیں وہ چنگ نہا کے دنگ ہیں اس لئے ان کا تکل میں بڑا اور طریقہ اسی کو یہ چیزیں اٹھا کر بیچنی حرام ہے۔

مَا أَهْلُ بِهِ لَعْنَةُ اللَّهِ..... چوتھی چیز جس کے حرام ہونے کی تصریح فرمائی وہ مَا أَهْلُ بِهِ لَعْنَةُ اللَّهِ ہے لَقَدْ أَهْلُ بِهِ لَعْنَةُ اللَّهِ اہل یعنی بھول کا مینہ بہا ہال کا حق ہے اور پلٹ کر۔ یہاں جانور کو ذبح کرتے وقت جو کسی کا نام پکارا جاتا ہے اس کے لئے یہ لفظ استعمال فرمایا ہے جو بہ طور حلال ہو اور اسے اللہ کا نام لے کر ذبح کر دیا جائے تو اس کا کھانا حلال ہے اور اگر اللہ کے نام کے علاوہ کسی دوسرے کا نام لے لیا جائے تو وہ حرام ہو جاتا ہے جو حنفیہ یعنی عراق کے حکم میں ہے۔

مشرکین جو اس کا اور بیوی دین کا نام لے کر جانور کو ذبح کرتے ہیں ایسے جانور کا کھانا حرام ہے جو لوگ کتابی یعنی یہودی یا نصرانی نہیں ہیں (جیسے ہندوستان کے ہندو) اور اللہ کا نام لے کر ذبح کریں تب بھی جانور مردہ کے حکم میں ہوگا جس جانور کو غیر اللہ کے لئے عزا کر دیا ہو یعنی ذبح کیا گیا ہو اللہ کا نام لے کر اس کے بارے میں چند صفحات کے بعد وضاحت کی جائے گی۔ لائق ملاحظہ ہو!

مَنْ خَبِثَتْ..... پانچویں چیز جس کے حرام ہونے کی تصریح فرمائی ہے مَنْ خَبِثَتْ خَبِثَتْ ہے اتفاقاً ہم باطل کا مینہ ہے حسن یعنی گامزن اور احسن یعنی گامگشت جانا۔ اگر کسی جانور کا گھونٹ کر مار دیا جائے اگر چاہے پھانسا کاہن لایا جائے یا جانور گنا گئے سے مر جائے (مثلاً جانور کے گھونٹ میں جڑی بڑھی ہوئی ہے وہ کسی جانے جس سے جانور مر جائے) تو یہ جانور حرام ہے۔

مَنْ قُتِلَ خُفًا..... چھٹی چیز جس کے حرام ہونے کی تصریح فرمائی وہ مَنْ قُتِلَ خُفًا ہے یہ وَلَقَدْ خَلَقْنَا سَمْعًا وَلَبِثْنَا سَمْعًا مِّنْ قَبْلِ هَٰذَا لَعْنَةُ اللَّهِ جہر و خیر سے مکرہ چاک کر دیا جائے وہ مکرہ ہے اور اس کا کھانا حرام ہے اس میں وہ جانور بھی داخل ہے جس کو کھانا نے خیر مہا لیکن اس کے حیر کی عصارہ جانور کے تنگی بلکہ لہذا میں حیر یا کر گھبراہٹ کی ضرب سے جانور مر گیا۔ ایسے جانور کا کھانا بھی حرام ہے اگرچہ چھوٹا مرنے بسم اللہ چڑھ کر حیر پھینکا ہو۔

حضرت عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انہوں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ! میں ایسے حیر سے شکار کرتا ہوں جس میں پر نہیں ہوتے (تو کیا اس کا کھانا حلال ہے؟) آپ نے فرمایا جس جانور کو حیر یا حیر لگی کر دے اس کو کھالے اور جس جانور کو حیر سے ذکرا حیر کا چوڑائی والا حصہ لگتی کر سکے وہ مکرہ ہے اس کو کھانا۔ (ابو داؤد علیہ السلام)

بندوبست کا شکار..... بندوبست کی کوئی سے جرحہ چاک ہو جائے وہ بھی حرام ہے اگرچہ بسم اللہ چڑھ کر کوئی مادی گئی ہو یاں اگر کوئی گئے کے بعد اس میں مادی جان پائی ہو جس کا ذبح وقت ہو شرط ہے اور بسم اللہ چڑھ کر ذبح کر دیا جائے تو حلال ہو جائے گا۔

مَنْ قُتِلَ خُفًا..... ساتویں چیز جس کے حرام ہونے کی تصریح فرمائی وہ مَنْ قُتِلَ خُفًا ہے یہ یعنی وہ جانور جو کسی پر یا زائید یا کسی بھی موٹی جگہ سے اگر کر مر جائے اس جانور کا کھانا بھی حرام ہے۔

لَيْسَ بِحَدِّ..... آٹھویں چیز جس کے حرام ہونے کی تصریح فرمائی وہ لَيْسَ بِحَدِّ ہے یہ لفظ غلطی کے ذریعہ ہے جو سطح سطح سے ماخوذ ہے جو جانور کسی تعداد سے مر گیا مثلاً وہ جانوروں میں کوئی کوئی ایک نے دوسرے کو مار دیا کسی جانور کو دوا میں لگ کر اس سے مر گیا اور یا گاڑی کی زد میں آکر مر گیا یا کسی گاڑی سے ٹکرایا نہ ہو گا جس سے موت واقع ہو گئی یہ سب سطح سے مر گئے ہیں اگر اس سب صورتوں میں جانور کی موت واقع ہو جائے تو اس کا کھانا حرام ہو جاتا ہے۔

ورندہ کا کھانا ہوا جانور..... نویں چیز جس کے حرام ہونے کی تصریح فرمائی وہ جانور ہے جس کو کوئی ورندہ کھا جائے حیر، بھیڑ نے کسی

ہو نہ ہو کہ اس کو کھانے کی باتوں کا حکم دیا گیا ہو، کیونکہ وہ بھی مردار ہے کیونکہ ان شرعی سے اس کو موت نہیں آئی۔

قرآن مجید میں آئی ہے وہ دو قسمیں ہیں قرآن کے بعد مَا ذَلَّلْنَاهُ فرمایا ہے استقامت، مستحق فوجہ، عورت، مطہحہ، و حاکم اکل الشیخ سب سے متعلق ہے مطلب یہ ہے کہ جس جانور کا گوشت کھایا جائے کہ پر یا ایسی کسی کو لگی ہوئی ہے مرنے لگا ہو کر نکلنے سے مرنے لگا ہو کسی دندہ سے پکڑ لیا ہو اس میں بھی کھانے کی دعویٰ باقی ہے جو اس کے کھتے ہوئی ہے یہ جانور ان شرعی کرنے کی وجہ سے حلال ہو جائے گا۔

حضرت ذہب نے ثابت دینی اللہ عز نے یہاں فرمایا کہ ایک بکڑی نے ایک بکری کو اپنے دانت سے پکڑ لیا (پھر وہ کسی طرح سے چومتی تھی جسے اس کے دانتوں نے دھار دیا پھر اسے ذبح کر دیا پھر حضرت مرد عالم علیہ السلام سے پوچھا تو آپ نے اس کے کھانے کی اجازت دیدی۔ (رواہ ابن ماجہ ص ۲۶۷)

جنوں کے استحقاقوں پر ذبح کے بعد کے جانور... پھر فرمایا وَمَا ذَلَّلْنَاهُ عَلَى الْقَبْلِ (اور جو نصب پر ذبح کیا جائے اس کا کھانا بھی حرام ہے) لیکن وہ دوسرے جان میں بھی اہل عرب عبادت کیا کرتے تھے لیکن ان کے علاوہ جن دوسرے جانوروں کی عبادت کرتے تھے ان کو نصب و نصب نہ کیا جاتا ہے ان کو نہیں کھنا کر کے عبادت گاہ اور استہان بنا دیتے تھے اگر مطلق کفر کی ہوئی تھی تو کھانے کے معنی لے کر نہیں دیتے تھے بلکہ نصب کے معنی میں دالیں ہو جاتے ہیں کیونکہ وہ بھی جانور ہے جس پر ان کو نصب نہیں کیا جاتا ہے۔ اسنام و نصب کے پس کی جو کھانا کھایا جاتا ہے نہ کھانا ذبح بلیغ اللہ ہے اس لیے وہ بھی مردار ہے اور اس کا کھانا بھی حرام ہے۔

تیروں کے ذریعے ہوا کھینچنے کی حرمت... پھر فرمایا وَلَا تَنْتَفِسُوا بِأَفْوَاهِكُمْ (اور یہ بھی حرام ہے کیا کہ تیروں کے ذریعہ اہل عرب کا طریقہ تھا کہ تیروں کے ذریعہ دانت کا گوشت تقسیم کیا کرتے تھے لیکن یہ ان کا ایک قسم کا تقاریب تھا جس کا حشر یہ تھا کہ ایک دانت میں دس آدمی برابر کے شریک ہوتے تھے لیکن اس دانت کو تیروں کے ذریعہ تقسیم کرتے تھے یہ دس تیر ہوتے تھے سب تیروں پر حصے کھتے تھے اور تین تیر ایسے ہوتے تھے جن کا کوئی حصہ مقرر تھا۔ لیکن اس تیروں کو کسی حصہ میں دالتے تھے اور شریک کے ہم سے ایک تیر کھاتے تھے جن میں تین تیروں کا کوئی حصہ مقرر تھا جس کے نام یہاں تیروں میں سے کوئی تیر لگتا تھا اسے کوئی حصہ دتا تھا جانور دانت کی قیمت میں وہ بھی شریک تھا اس کا حصہ دوسروں کو مل جاتا تھا اور اس طرح سے یہ شخص جو اسے میں پارہ دتا تھا اور دوسرے لوگ جیت جاتے تھے۔

لیکن اس میں بعض لوگ جو اسے میں چیتے ہوئے گوشت کے ان حصوں کو زہار، مسکین اور غریبوں پر خرچ کرتے تھے اور اس پر خرچ کرتے تھے۔ لیکن یہ عید دینی اللہ عز کے عقیدہ میں ہے (جو بعد میں مسلمان ہو گئے تھے)

وَجَزَّوْرًا يَسْأَلُ دَعْوَتَ لِحَظَاتِهَا

بِمَعَالِقِ مَشَابِهِ اجسامها

بِلَالَتِ الْجَبَرِ انَّ الْجَمِيعَ لِعَامِهَا

بِسَاوِ اِهْنِ لِعَاقَرِ او مَطْفِلِ

(تو زہاروں کے مناسب بہت سے دانت ہیں جن کو ذبح کرنے کیلئے میں نے (پارہ احباب کو) بلا دیا جن کے ہر نام ہم نقل ہے، میں ان تیروں کے ذریعہ بالکھ یا پکڑا دانتوں کے لئے جاتا ہوں جس کا گوشت تمام مسلمانوں میں تقسیم کیا جائے)

عالم حضرت قرطبی رحمہ اللہ علیہ نے اپنی تفسیر میں ازہام کی جن حصوں میں ان میں سے تیسری قسم دالتا ہے تو نے لکھتے ہیں ہو المیسر وہی عشرة، سبعة منها حظوظ و ثلثة اطفال و کلوا بقتربون بہا مفاہرہ لہو او لعلوا کان عقلا تہم

بمقصودوں بہا طعماء المساکین والمعنوم فی زمن الشتاء وکلب البرد وعلو المصحف۔ (یعنی پسمردن خیر ہوئے تھے جن میں سے نہ پے پے تھے نہ خیر تھیں نہ کوئی حصہ نہیں لکھا ہوا تھا۔ لوگ ان خیروں سے نہ کھا کھیتے تھے اور ان میں نہ اسی عقل ہوئے تھے نہ ان کا قصداں جوئے سے مقرر ہوا کہیں کوکھا کھلا اور ان کی یہاں نوازی کرنا ہوتا تھا)۔

اس کے بعد کہتے ہیں وہو من اکل المال بالباطل وهو حرام وکل مقامرة بحمام او بترد او شطریح او بغیر ذلک من هذا الباب فهو استقسام بما هو فی معنی الا لا م حراما کله

یعنی اس سے دل لے لینا یا اصل طرح پر لینا جہادِ فرام سے اور جو فرامِ احرام ہے۔ خواہ کچھ ترانہ لگانے کے نہ دے اور خواہ نہ دے۔ رہتے ہوئے اور شعرِ شریعت کے نہ رہے۔ ہوئے کسی بھی تکمیل کے نہ رہے۔ (تفسیر القرآن فی ص ۵۹ جلد ۶ نمبر ۶)

[illegible]

شراب اور جوئے کے بارے میں تفصیلی حکام میں شاید اضافہ مزید ضرورت نہ ہوگی، اس آیت **يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِنَّمَا الْخَمْرُ**
(الفتح) کے ذیل میں بیان کریں گے۔ یہاں ہذا مجال یہ سمجھ لینا چاہئے کہ جوئے کی جتنی بھی قسمیں ہیں وہ سب حرام ہیں اور ان سے جو
میل حاصل کر لیا ہو وہ بھی حرام ہے۔

استقامت بالآخر لایم کارا دوسرا معنی استقامت بالآخر لام کی ایک تفسیر تو یہ ہے جو وہ بزرگ ہوئی ممکن تیروں کے ذریعہ بطور کامل
تعمیم کر دیاں تفسیر کے بارے میں صاحب دواعی لکھتے ہیں ص ۶۹ اور ص ۷۰ جمیع اعداء جنب و ذکرہ مع محرکات الطعام۔
اور بعض مسرین نے لکھا ہے کہ تیروں کے ذریعے جو لپ کی خبریں معلوم کرتے تھے اس کی حرمت بیان فرمائی اہل عرب میں اس کا
طریقہ تھا کہ تین حیر اپنے پاس رکھتے تھے ان میں سے ایک پر کھانا تھا غصرونی و زنی (کہ میرے سب نے کئے عہد، بالآخر دوسرے تیر
پر کھانا دیا تھا نہ اپنی و زنی (میرے سب نے کئے عہد کا لاور دوسرے تیر پر کھانگی کھانا ہوا نہ تھا)۔ جب کسی کام کا یا سفر میں جانے کا
اور واکرتے تھے تو قبیلے میں تیروں کو گھبرا کر ایک تیر نکال لینے تھے اگر پہلا نمبر کا تیر نکل آتا تو کام کر گزرتے تھے دوسرے سفر میں چلے جاتے تھے
اور دوسرا تیر نکل آتا تو اس کام کے کرنے اور سفر کرنے سے رک جاتے تھے اور اگر تیسرا تیر نکل آتا تو اس پر کھانگی کھانا ہوا نہ تھا تو کام
تینوں تیروں کو گھماتے تھے اور بارگھماتے اور دیکھتے رہتے تھے یہاں تک کہ پہلا دوسرے میں سے کوئی تیر نکل آئے اور دیکھ کر اپنے تھے
بلا نکل بہت کے پاس کہیں شریف کے اندر دیکھ کر کھے تھے وہاں کے کھار کے پاس جاتے تھے اور اس سے کہتے تھے کہ تیروں کو گھمائے اور
قبیلے میں سے فلا نلاس سے سمجھو کے عوارث اور دوسرا لایم معلوم کرتے تھے اور جس کے سب میں شک ہوتا تھا اس کے سب کا قبیلہ بھی ان
تیروں سے کر دیتے تھے۔ (تفسیر قرطبی ص ۵۸)

داعی المعانی میں ۵۹ ج ۶ میں لکھا ہے کہ اس صورت کو مستحکم نام ۱۹ زکام سے اس لئے تعبیر کیا گیا کہ گھر سے باہر جانے اور سفر کے لئے نکلنے میں طلب معاش کا مقصد سامنے ہوتا تھا اور جیروں سے یہ کہہ جیتے تھے کہ جو رزق میری قسمت میں ہے وہ اس وقت باہر جانے سے

لے گا یا نہیں؟ قال: القدر طبعی، والما قبل لهذا الفعل استعظام لانهم كانوا يستقسمون الرزاق وما يريدون كتمان الفعل الاستعظام، في الاستعزاء بالسقي او (علامہ قرطبی فرماتے ہیں اس لئے عمل کو استعظام میں کہا گیا ہے کہ اسی طریق سے دلوں نے یہ چیزیں دوسرے سے حاصل نہیں کرتے تھے جیسے کہ سریشی کی دوا کا استعزاء کیا جاتا ہے)۔

کا جنوں کے پاس جانے کی ممانعت..... عرب میں زمانہ اسلام سے پہلے بہت پرکڑی اور قحطی کی حالتوں کا بھی بہت ذوق نہ خیر کی خبریں بتاتے تھے (جنہیں عجم کہا جاتا تھا) شریعت اسلام سے سب کو باطل قرار دیا یا جو بھی کوئی غیب کی خبریں بتائے اس کے پاس جا کر آنسو کی خبریں پوچھتا حرام ہے اور اس کے بارے میں جو کچھ مان لیا جائے وہ بھی حرام ہے امام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ منہاج سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص حرف (غیب کی خبریں بتانے والے) کے پاس آتا اور اس سے کسی چیز کے بارے میں سوال کرے تو چاہے ان تکہ اس کی نذر قبول نہ ہوگی۔ (رواہ مسلم)

حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص کسی کا من کے پاس یا (غریب کی خبریں بتاتا ہے) اور اس کی بات کو سنا یا بتایا یا غیب کی حالت میں بائی ہوئی سے بھلا کر یا اپنی عزت کے کچھلے حصے میں اپنی حاجت پرانی کی تو وہ اس چیز سے بیزار ہو گیا اور جو صلی اللہ علیہ وسلم پر عزت ہوئی۔ (رواہ احمد و ابوداؤد و ترمذی و مشکوٰۃ المصابیح ص ۳۹۳)

حضرت ابو داؤد (سنن) نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے اس حدیث کو تین چیزوں کے لئے پیدا فرمایا: آسمان کی ذلت بنانا یا زمین کے لئے کافروں کا رعب بنانا یا راستہ دکھانے کے لئے علامت بنائیں جس نے اس کے سوا کوئی کام جو بزرگوار اس نے لفظ ذات بھی اور اپنا غیب خارج کیا اور کسی چیز کو نکلیں جانتا خواہ ذکر اس کے جانے کا دعویٰ کیا۔ (رواہ ابوداؤد و ترمذی)

غیب کی خبریں بتانے کے جتنے بھی طریقے ہماری ہیں شرعاً اس پر حاکم و حرام ہے نہ ہی دلیل دالے و حضرات جو خبریں بتاتے ہیں ان کی تصدیق کرنا حرام ہے۔ بعض لوگ چاہیں پال کر کہتے ہیں چڑیا کے منہ میں دانے دیتے ہیں اور بہت سے حضراتوں میں سے ایک حضرات کھانچتی ہے وہ حضرات چڑیا کہتے ہیں پوچھتے ہیں اس کو اپنا حال کہتا ہے اور اپنی آنسو دہائی کے بارے میں پوچھتے ہیں کہ اس کے مطابق ہو گا یا بھی حرام ہے۔ اس طرح کے لوگوں کو جو مال پیدا ہوتا ہے اس کا کھانا یا بھی حرام ہے۔

حضرت ابو سعید انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کتب کی قیمت سے اور زکوٰۃ کی اجرت سے اور غیب کی خبریں بتانے والے کو جو کچھ بطور منہ بخشا کرنے کے دیا جاتا ہے اس سے منع فرمایا۔ (رواہ مسلم)

ذَلِكُمْ بَشَافِي... بھرا ہوا دلوں کی بَشَافِي (یہ جو چیزیں یہاں ہوں کو نفاق و مالک علی بھڑائے جس قدر دریا ہے اس کی غلاب و دلی فتن سے بھری گئی اور دلی سے بھر گئی جاتا ہے اور گناہ کبیرہ ہے۔

عمرات کی شہرت اگر ان خبریں میں صحیح فرمادی کہ ان کے مطلب کا معمولی نہ سمجھائے وہ سب میں اللہ تعالیٰ شانہ کی نافرمانی ہے اور بڑی نافرمانی ہے قتال صاحب الشروح الفسوق ہی قلب عظیم صروج عن عطاء اللہ تعالیٰ الوی مصعبہ۔ (صاحب روح المعانی فرماتے ہیں کہ فسق کا مطلب ہے کہ بڑا گناہ ہے اور یہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت سے نکل کر اس کی نافرمانی کی طرف جاتا ہے)۔

مَا أَهْلٌ بِهِ لَغَيْبِ اللَّهِ میں کیا کیا چیزیں داخل ہیں

ہم نے چند صفات پہلے لکھا ہے کہ اہل کاشفی یہ ہے کہ راز کے وقت کسی کا من پکا جائے دل سمجھتا چاہے کہ جس کو نور کا کھانا حال ہوا تھا کہ ہم نے اس کو راز کیا جانے اور اس کو راز کرنے والا مسلم غیر غلام ہو یا کتبی ہو اور اس کے راز کرنے سے قریب ہی غیر

انہ قصود سے ہوتا ہے کہ کھانا حلال ہے اور جو جانور حلال ہو لیکن اس پر ذبح کے وقت غیر اٹھ کا نام لیا جائے، و حرام ہے ٹوک ٹوک کر مٹھی اس طرح کر کے خواہ کوئی دوسرا شخص ذبح کرنے والا ہو اور خواہ اس پر کسی دست کا نام لیا جائے یا کسی نبی یا نبی یا نبی کا اور اس کی حرمت نفس ذبح سے ثابت ہے اور جماع اوست حرام ہے بلکہ یہ جانور میتہ کے حکم میں ہے اور ایک صورت یہ ہے کہ کسی جانور کا قربانی غیر اٹھ کے لئے ذبح کیا جائے مٹھی اس کا خون بہانے سے غیر اٹھ سے خوشبودی مقصود ہو اور وقت ذبح اس پر اللہ تعالیٰ کا نام لیا جائے جیسا کہ قبروں پر اس طرح نہایت کیے جاتے ہیں اس صورت میں بھی وہ جانور حرام ہیں وہ ذبح میتہ کے حکم میں ہے اس کی حرمت کی وجہ ایک یہ ہے کہ یہ ذبح فیض علی القرب کے حکم میں داخل ہو جاتا ہے۔ دوسرا شراک حلت یعنی قربانی غیر اٹھ کی وجہ سے داخل ہے غیر اٹھ کے ساتھ مٹھی پر بدعت میں ہے فیض القندوم الامیر و نحوہ کو احد من العظام بحرم لا نہ اعل بہ لغیر اللہ ولو ذاکر اسم اللہ ودر مختار ص ۱۹۶ ج ۵ مباحث علمی

قبروں پر جو چیزیں لے جاتے ہیں ان کا حکم۔۔۔ اب دی و مٹھی اور دوسری چیزیں جو لوگ قبروں پر یا قبروں پر چڑھاتے ہیں اور اس کی غزریں مانتے ہیں۔ سو یہ مباح اعل بہ لغیر اللہ کے منہم صریحاً میں داخل نہیں لیکن چونکہ قبروں پر یہ چیزیں لے جانے والوں کا مقصد صرف فخر و شوخیاں ہوتا ہے بلکہ اول صاحب قبر یا قبر کی خوشنودی کے لئے غزریں مانتے ہیں پھر یہ چیزیں وہاں لے جاتے ہیں اس لئے ان کا کینہ اور کھانا کھانوں اور سہارا فحشوں کو اور ان کے مہمانوں کو اور ہر مسلمان کے لئے حرام ہے۔ صاحب رد المحتار میں باب الاطفال قبر پر مانتے ہیں۔

اعلم ان الشطر الذی یفصح للاموات من اکثر العوام وما یؤخذ من الدرہم والشیع والذیت ولغوہا الی حصر الج الاولیاء الکرام نظراً الیہم لہو بالا جماع باطل وحرام مالم یفصد واصرفھا للفقراء الامام وقد اقبل الناس بذالک ولا یسمی فی ہذہ الاعصار اتھنی قال الشافعی فی حاشیہ قولہ مالم یفصدوا الخ ان ہاں تكون صیغۃ الشطر للہ تعالیٰ للظرب الیہ ویكون ذکر الشیخ مراداً بہ فقراءہ کما مر۔ (جانب دیگر اکثر کلام جرموں کے لئے قرار دیتے ہیں اور اسی طرح ہر مٹھ میں جیسے وغیرہ جہاد یا کرام کے حرارات کی طرف ان کے قرب حاصل کرنے کے لئے چلتے جاتے ہیں اور جماع داخل اور عام میں جب تک کہ ان کو فخر یا لوگوں پر فخر کرنے کا ارادہ نہ کریں لوگ اس میں جلا نہیں خصوصاً آج کے زمانے میں ماسوائے اس کے کہ شیعہ میں فرماتے ہیں ان کے قول بالمقتصر دلیل کا مطلب یہ ہے کہ کذب اللہ تعالیٰ کے لئے اسی کا قرب حاصل کرنے کے لئے ہو اور بزرگ کے ذکر سے مراد وہاں کے فقیر ہوں جیسا کہ ذکر چکا)

(محب کرار ان کی تحریر فرماتے ہیں وقد علمنا ان الشطر لا یصح بالمعصیۃ للحلیۃ لا تذکر فی معصیۃ اللہ تعالیٰ فذل الشیخ قاسم فی شرح الفرو واما الشطر الذی یفصدہ اکثر العوام علی ما ہو مشاہد کان یكون لانسان غالب او مرئض لو لہ حاجۃ ضروریۃ فیہا نسی بعض الصلحاء فیجعل سرہ علی رأسہ فیقول یا سیدی فلان ان رد غائبی او عوفی مرئضی او قضیت حاجتی فلک من الذعب کذا او من القضا کذا او من الطعام کذا او من الشاء کذا او من الشیع کذا او من الذب کذا فیذا الشطر باطل بالاجماع لو جوء منها الذی یفصدہ لایحوز لای عبادۃ والعبادۃ لا یستکون للخلق و منها ان المملوؤ لہ میت والمیت لا یملک ومنها ان علی ان المیت یتصرف فی الامور دون اللہ تعالیٰ واعتقادہ ذلک کثر اللہم الان قال یا اللہ الی نفرت لک ان شیت مرئضی اور ذدت غای نسی او قضیت حاجتی ان اطعم الفقراء الذین یباب الامام الشافعی او الامام الثبت او اشتری حصصاً لمساعدہ ہم او زینا لوفو دھا او ذراعہم لمن یقوم بشعترھا الی غیر ذالک مملکون فیہ نفع للفقراء والشر للہ

عمر و جل زالی ان قال ولا يجوز لخدم الشيخ العبد ولا اكله ولا تصرف فيه بوجه من الوجوه الا ان يكون فقيرا
اوله عيال فقراء عاجزون عن الكسب وهم مضطرون لما اخذوه على سبيل الصدقة المبداء فاعده ايضا مكروه
مسالم يقصد به النادر التقرب الى الله تعالى و صرفه الى الفقراء و يقطع النظر عن نذر الشيخ فاذا علمت هذا فاما
بجز حدس القراءم و الشمع و الزيت و غيرها و يعلق الى خرقة الا و لاء تقربا اليهم لحرمان اجتماع المسلمين عالم
بقصدوا تصرفها للفقراء الاحياء قولا واحدا

نذر فقیر اللہ حرام اور کفر ہے۔ درخت اور لکڑی کا ٹکڑا یا مہارت سے معلوم ہوا کہ نذر فقیر اللہ حرام ہے کیونکہ زہدیت ہے
اور مہارت صرف اللہ ہی کیلئے ہے اور یہ بھی معلوم ہوا کہ اسماء کے لئے جو نذر دینی جاتی ہے اس نذر کی وجہ سے اسماء میں روپ جو سود
یعنی بخش و غیرہ جو ادویہ دانت کی قبروں کے پاس لے جاتے ہیں تاکہ ان کا تقرب حاصل ہو تو یہ بھی باہر جاتا داخل ہے اور حرام ہے۔ اسی
مرحہ جو مصطفیٰ و غیرہ لے جاتے ہیں تاکہ قبروں پر چڑھا سکیں اور قبر والوں کا تقرب حاصل کریں یہ مصطفیٰ بھی حرام ہے۔ اس مصطفیٰ کا لینا
اور کھانا اسی طرح سے کھانی سے کھانی اور کھانا اور دوا چاہیے جو قبروں پر چڑھا لی جاتی ہیں ان سب کا لینا اور خرچ کرنا اور کھانا اور کھانا سب
حرام ہیں جس میں قبروں کے خدام جہاد شہین اور ان کے پاس قیام کرنے والے اور آنے والے یہاں سب جہاں میں ہوں اگر کسی نے
یہاں نذر دینی کہ اسے خدا میرا کلام ہو جائے تو کلام بزرگ کے پاس جو فقراء ہوں ان کو اسے پیسے دلاں یا کھانا سب کچھ دلاں کہ
اور اس نذر کے مصطفیٰ کر لیا تو ان چیزوں کا خرچ کرنا اور دواں کرنا اور خرچ کرنا بھروسہ میں نہ ہوگا۔۔۔ نذر
فقیر اللہ کی صورت میں جو چیزیں قبروں پر لے گئے بھروسہ سے کہ لیں اور اس میں کفر اور غیرت کرنا یا تو فقراء کو اس کا لینا جائز ہوگا۔

نذر فقیر اللہ کفر ہے کیونکہ نذر مہارت ہے اور مہارت اللہ ہی کے لئے مخصوص ہے نذر یہ عقیدہ رکھنا کہ اسماء اپنی قبر میں تصرف
کرتے ہیں اور اس تصرف میں فقراء ہیں اور فقیر ان اسماء تصرف کرتے ہیں یہ بھی کفر ہے اور جو نذر فقیر اللہ کے قرب کیلئے لایا گیا
جائے اگر چہ خرچ کے وقت اللہ کا نام لیا جائے وہ بھی حرام ہے چونکہ نذر خرچ سے تقرب فقیر اللہ مقصود ہے اس لئے یہ بھی کفر ہے ہاں
اگر کوئی جانور مہاروں کے کھانے کیلئے لایا جائے اور خون بہانے سے تقرب الیہ اور اللہ مقصود نہ ہو تو وہ حال ہے جیسے دیر اور
حقیر میں لایا گیا ہے۔

أَلْيَوْمَ يَهَيِّئُ الْإِذِينَ لَكُمْ وَأَمِنْ دِينِكُمْ فَلَا تُخْشَوْهُمْ وَاحْشَوْا الْيَوْمَ أَكَلْتُ لَكُمْ دِينَكُمْ

آج کا دن تمہارے دین سے تمہارے دین کے لئے ہے نہ انہوں نے تم سے تمہارے دین سے تمہارا دین لے لیا ہے نہ تمہارا دین لے لیا ہے

وَأَتَمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِي وَرَضِيتُ لَكُمُ الْإِسْلَامَ دِينًا فَمَنِ اضْطُرَّ فِي مَخْتَصِرٍ

اور میں نے تم پر اپنی نعمت پوری کر دی اور میں نے تمہارے دین کے لئے اسلام کو دین قرار دیا ہے اور جو کوئی شخص مجبور ہو جائے مختصر میں

غَيْرَ مُجْتَنِبٍ وَلَا رِيبٍ ۚ فَإِنَّ اللَّهَ لَغَفُورٌ رَحِيمٌ

میں نہ ان کی طرف سے نہ تمہارے دین سے تمہارا دین لے لیا ہے نہ تمہارا دین لے لیا ہے

کافروں کی ناسیدی اور دین اسلام کا اکمال

یہ بھی آیت ہاں کا ایک حصہ ہے مگر وہ غیر ارادت میں فرماتے کے بعد بطور ملاحظہ اور تفسیر فرمائی کہ آج کا فریاد ہے دین کی

طرف سے کامیاب ہو گئے تھے۔ چنانچہ وہ لوگ جو خدا اور اللہ سے ڈر رہے اور اللہ کی راہ میں شہداء ہوئے تھے، ان کی شہادت پر بھی ان کے بعد پھر مضمون حلفیہ نہ آیا۔ دین فرمایا اور اللہ کی جگہ پر بھی ان سے کچھ کھانے کی اجازت نہ فرمادی۔

آیت ہا، جہ انوار کے موقع پر فرقہ کے دن عرفات میں نازل ہوئی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہ بدرجن کی تعداد ایک لاکھ سے زیادہ تھی اس وقت عرفات میں موجود تھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں مسلمانوں کا تقابلاً تاجر بھی نہیں ہوا یہ اور احباب کا واقعہ ہے۔ لیکن اگر امام بیہودہ کی طاعتات تکمل درست کا قریب و بیدار کا ان ایسے جنہوں نے ان مکان اور محل میں اس آیت کا نزول ہوا نہ متعلقہ شخص سے ملے ہو چکا تھا اور سادہ ب مسلمان ہو گیا تھا تو لوگ اس انتظار میں تھے کہ تینہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور اہل مکہ کی مخالفت کا یہ انجام ہوتا ہے اسے دیکھ کر اپنے بارے میں فیصلہ کریں گے یہ لوگ بھی صحیح کلمہ کے بعد مسلمان ہو گئے مختلف قسم کی جزیرہ عرب کے اطراف و اکناف سے فوجی صورت میں آتے رہے اور مسلمان ہوئے رہے۔

یہ فوج اپنے قوس کے نزدیک سے تین کر آتے تھے اور پھر اسلام کے نزدیک سے تین کر جاتے تھے۔ جزیرہ عرب میں جو اہل شرک اور اہل کفر کی مخالفت تھی وہ ختم ہو گئی۔ یہ جو کافروں نے کھوکھلا تھا کہ دین اسلام کو داری کے خلاف سختی سے مدد کریں گے جس کے لئے انہوں نے جنگیں بھی کیں اور بہت سی تدبیریں کیں جزیرہ عرب سے باہر دوسرے لوگوں سے بھی وہ اپنے کاپہ و گرام نکالے اور وہ ان کے اور اسے خاک میں مل گئے اور ساری تدبیریں طیارہ پھٹ ہو گئیں اور اب وہ اس سے امید ہو گئے کہ دین اسلام کو ختم کریں۔ اللہ جل شانہ نے فرمایا اَلْيَوْمَ يَنْصُرُ الْيَقِيْنُ عَمْرُوْا مِنْ دِيْنِكُمْ (آج کافرتہاد سے دین کی طرف سے کامیاب ہو گئے) اب انہیں یہ خیال نہیں رہا کہ تمہارے دین پر غالب ہوں کیونکہ اللہ کا جو وعدہ تھا کہ دین اسلام کو غالب کرے گا وہ اس نے پورا کر دیا اور کافروں نے اس کا معاہدہ کر لیا اب جبکہ اللہ تعالیٰ شانہ نے لمحہ عطا فرمایا تو کافروں سے جو ظاہری اور قہار فتح اور اب تو اس کا پروا نہ رکھنا اللہ ہی سے اس کے اس کی فراہم واری کر دہا رکھی داری سے بھی اس کو فرمایا فَلَا تَخْشَوْهُمْ وَاخْشَوْنِ (انہیں تم ان سے نہ ڈرنا دیکھو سے اور)

وہ دین اسلام کا کامل ہونا..... اس کے بعد فرمایا اَلْيَوْمَ اكْفَيْتُمْ اَلْكُفْرَ كَيْفَ كُنْتُمْ كُفْرًا تَنْصُرُوْا دِيْنََكُمْ لِيَكُوْنَكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ (آج تم انہیں نے تمہارے لئے تمہارے دین پر مار کر دیو۔ حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر سیدنا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تک جو بھی انبیاء و رسل تکریفہ تھے اور جو اللہ تعالیٰ سے کتابیں اور صحیفے نازل فرمائے ان میں جو احکام نازل ہوتے رہے آج ان سب کی تکمیل کر دی گئی۔ احکام کی بھی تکمیل ہو گئی اور انصاف کی بھی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی مشیت کا مقصد بتاتے ہوئے ارشاد فرمایا اِنَّ اللّٰهَ بَعَثَ لِكُلِّ بَلَدٍ مِّنْكُمْ رَّسُوْلًا مِّنْ ذَاتِ ذِيْ الْقُرْبٰنٰی (اللہ نے ہرگز ہر قبیلہ اور ہر علاقہ کی تکمیل کے لئے بھیجا ہے) (روایتی شریعت کے کافی لفظ جس میں)

اس سے پہلے جو احکام نازل ہوئے ان میں سے بعض منسوخ بھی ہوئے جن کے عوض ان میں سے بعض نئی جیسے احکام نازل فرمائے گئے گئے اب دین کامل ہے کوئی حکم اب منسوخ نہ ہوگا۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ یہ (نزول احکام) کے اعتبار سے قرآن مجید کی آخری آیت ہے اس کے بعد کوئی آیت احکام کے حلقہ نازل نہ ہوئی جو چند آیات اس کے بعد نازل ہوئی وہ ترفیع و تزیین کے حلقہ تھیں اس پر بعض منسوخ نے آیت کا کہ سے حلقہ نکال پیش کیا ہے کہ بعض معجزات نے اسے آخری آیت بنا دیا ہے جیسی کہ اسے آخری آیت حیثیت احکام کے مان لیا جائے تب بھی اس اعتبار سے احکام ختم ہو جاتا ہے کہ اس میں ختم واقع نہیں ہوا۔ اللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

اسلام انسانی زندگی کے تمام شعبوں پر حاوی ہے..... دین اسلام انسانی زندگی کے تمام شعبوں پر حاوی ہے اجڑی اور غریبی

افعال وصول سب کے بارے میں حکام موجود ہیں۔ آپس میں ایک دوسرے کے حقوق کیا کیا ہیں مزید و تریب آپس میں مل کر کس طرح رہیں۔ یہاں ہی ان دونوں میں کس طرح زندگی گزاریں، اللہ کی پرہیزگاری کی اصول پر اور کس طرح کی جانے، بچانے کے ساتھ کیسے برتاؤ ہو۔ یہاں ہر چیز میں کس طرح ایک دوسرے کا فیصلہ رکھیں، دشمنوں سے صلح اور جنگ کیسے ہو، معاملہ کس طرح ہو، مردوں اور عورتوں کا ہاں نہ مانا ہو، نہ کھانے پینے اور پچھتے میں کئی اصول کی رعایت رکھی جائے۔ صلح و شہاد کے احکام، دین و اہلداد کے احکام اور دین کی تنبیہات، حد و عقوبت جاری کرنے کے احکام، عقیقہ اور بامیری کی ذمہ داریاں، عوام الناس کا امر اور نہی، غلطی کے ساتھ سوگ اور اس طرح بیخودوں، غفلتوں کے جوابات شریعت اسلامیہ میں موجود ہیں۔ اسلام صرف عبادت ہی کا مجموعہ نہیں اعتقادات، عبادات، معاملات، اخلاقیات و آداب یہ سب اسلام میں موجود ہیں اسلام کے علاوہ کوئی بھی دین ایسا نہیں ہے جو انسانی زندگی کے تمام شعبوں پر حاوی ہو، بجز چند محدود تر اور خدشات کے ان خیالات میں کچھ بھی نہیں۔ اگر اسلام میں کسی آنکھیں بند کرنے والے کو کچھ بھی نہ تھوڑے کے تو یہ دین کا بے سبب اور کامل ہونا ہی ایک مصطفیٰ حجاج، کچھ دارالاندلس کے لیے اسلام کے دین حق ہونے کی دلیل کے طور پر کافی ہے۔

اس اعتبار سے انبیاء سابقین پیغمبر مصلوہ اور اسلام کا دین بھی کامل تھا کہ اس کو اختیار کرنے پر ان کے اچھے اپنے زمانے میں آخرت کی نجات کا وعدہ تھا اور اس کو اختیار کرنا اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے کافی تھا۔ سیدنا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جو دین دے دئے وہ تمام انسانوں کو تمام جہانوں اور آئندہ آنے والے تمام زمانوں کے لیے ہے اور اللہ تعالیٰ کا آخری دین ہے اور کوئی دین اس کے بعد آنے والا نہیں جو اس کو نسخ کرے اور انسانی زندگی کے تمام شعبوں کے احکام پر حاوی ہے۔ نیا کئی بھی ترقی کر پئے اور کیسے ہی حادثات ہوں اس کا تقبیر ہو جائے ان سب کا حکم شریعی موجود ہے اور مدارجات تو ہر حال ہے ہی ان سب وجود سے اس کو کامل کر دے۔

اتمام نعمت۔۔۔ ہر فرماؤ انفسنت علیہم غنم بغضت (اور پاری کر دی میں نے تم پر اپنی نعمت) صاحب روح اعلیٰ ص ۶۰ ج ۱ میں لکھتے ہیں کہ غنم یعنی نعمت کا معنی دین اور انسانی زندگی کے تمام شعبوں کے احکام پر حاوی ہے۔ نیا کئی بھی ترقی کر پئے اور کیسے ہی حادثات ہوں اس کا تقبیر ہو جائے ان سب کا حکم شریعی موجود ہے اور مدارجات تو ہر حال ہے ہی ان سب وجود سے اس کو کامل کر دے۔

اتمام نعمت کی تفسیر میں دیگر اقوال بھی لئے مثلاً یہ کہ اللہ تعالیٰ نے جانت پر دی فرمادی اور اس کے اسباب نعمت فرمادیے اور بعض حضرات نے فرما دیا کہ تمام نعمت سے اکمال دین ہی مراد ہے (گو یا پہلے پہلے کی تاکید ہے) اور بعض حضرات نے فرمایا کہ امت محمدیہ ہی صاحبہ انصاف و انصاف کو جو نعمت سے نواز دیا اور جو اور کسی کو عطا نہیں فرمایا تمام نعمت سے مراد ہے۔ صاحب معالم استخراج اس کی تفسیر کرتے ہوئے بعض حضرات سے نقل کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے دو دو سوچا فرمایا جو و لا یستم بغضت غنم میں فرمایا تھا۔

(ص ۱۱۱)

دین اسلام ہی اللہ تعالیٰ کے یہاں معترف ہے۔ ہر فرماؤ و زجنت لکم الا سلام و جنت (اور میں نے تمہارے لئے دین اسلام کو پسند کر لیا دین اسلام ہی امن و امان اور نجات کی اجازت کا خزانہ ہے جس کا دین اسلام نہ ہو گا وہ صاحب ہر جس سے ہو گا۔ یعنی اس کے لئے ہمیشہ دوزخ ہی ہے۔ اسلام کے علاوہ کوئی دوسرا دین اللہ تعالیٰ کے یہاں معترف نہیں کوئی بھی دین اور دین نہیں کریں تاکہ دین ہو، مراد یہ ہے کہ اسلام کوئی دین ہو گا کہ دین اسلام قبول کیے بغیر ہر گیارہا حضرت اور ہر دین اللہ تعالیٰ حد سے روکت ہے کہ اگر ارشاد فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ (نجات کے دن اعمال آئیں گے) اللہ آئے گی وہ کہے گی کہ سب ایں نماز ہوں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہو گا کہ تو خیر ہے یا بلصوفی آئے گا اور عرض کرے گا سب ایں صدق ہوں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہو گا کہ تو خیر ہے۔ ہر

ہوئے۔ میں گئے وہ نہیں گئے۔ سب اہم پیام ہیں اللہ تعالیٰ فرمائے گا کہ تو خبر یہ ہے پھر فرمایا افعال اس طرح آتے رہیں گے اللہ تعالیٰ کا ارشاد یہ کہ تم خبر یہ ہو پھر اسلام آئے گا وہ عرض کرے گا سب آپ سلام ہیں اور میں اسلام ہوں۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد وہ گا تو خبر یہ ہے۔ تیری ہی وجہ سے آج سوا کلمہ کہوں گا (جس نے تجھے قبول نہ کیا تھا وہ خبر سے محروم ہوگا اور عذاب میں آجائے گا) اور تیری وجہ سے وہ کہوں گا۔ (آج جزا عطا کرتے ہوئے ہیں تیری وجہ سے عطا گئے۔

اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں فرمایا: وَمَنْ يَتَّبِعْ غَيْرَ الْإِسْلَامِ دِينًا فَلَنْ يُقْبَلَ مِنْهُ وَهُوَ فِي الْآخِرَةِ مِنَ الْخَاسِرِينَ (اور جو کوئی شخص اسلام کے علاوہ کسی دین کا طلب کار ہوگا تو اس سے ہرگز قبول نہ کیا جائے گا اور وہ آخرت میں جہنم کا رہاؤں میں سے ہوگا۔ (نور العین ص ۳۳۵)

خاصہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے امت محمدیہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کو جن مخصوصی انعام عطا فرمائے (۱) اکابر (۲) دین (۳) انعام نعمت (۴) مسجد اسلام جس سے زیادہ کوئی نعمت نہیں اور جس کے بغیر کسی کے لئے آخرت میں کسی نعمت کا کوئی حصہ نہیں۔ امت محمدیہ افضل دارم ہے اس کا نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) افضل الانبیاء ہے اس کے پاس افضل الکتاب ہے اس کا دین افضل الدین ہے جو رحمت ربیو تک کے لئے ہے اس میں جامعیت ہے اور حق تبدیل نہیں ہے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے ایک یہودی نے کہا کہ اسے امیر المؤمنین! تمہاری کتاب میں ایک آیت ہے جسے نہ جانتے ہو مگر ہم پر یمنی یہودیوں پر نازل ہوئی تو ہم اس دن کو عید منا لیتے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا وہاں کی آیت ہے اس شخص نے کہا وہ آیت یہ ہے: قَوْمِ اَتُخْلِفُكُمُ فِيْكُمْ وَتُخْلِفُ لَكُمْ فِيْكُمْ فَنُفِخُ فِيْ سُورَةٍ مِّنْ اِلٰهٍ فَتُحْمَلُ اِلَيْهِمْ اَنْفُسُهُمْ فَيَنْصَلُّوْنَ (اور جو لوگوں کو اس کے جواب میں فرمایا میں معلوم ہے وہ دن اور وہ جگہ جس میں یہ آیت کی کریمہ صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوئی آپ عرفات کے دو پہر تھے (اور) جو لوگوں تھا۔ (صحیح البخاری ص ۱۸۸)

تجہا ربی اس دن میں طہرائی سے نکل گیا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا نزلت یوم حسمۃ و یوم عرفۃ و کلامہما بالحق لہما عید (کہ یہ آیت جو لوگوں عرفہ کے روز نازل ہوئی اور اللہ تعالیٰ یہ دونوں دن اسے لئے عید ہیں)

سنن ترمذی میں آگئی یہ اللہ عزوجل ہے اور اس کے بعد دوسرا اللہ تعالیٰ کا ہے اور وہ یہ کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے یہ آیت پڑھی تو ایک یہودی نے کہا کہ اگر یہ آیت ہم پر نازل ہوتی تو ہم اس دن کو عید منا لیتے جس دن اس کا نازل ہوتا۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ یہ آیت ایسے دن نازل ہوئی ہے جس دن میں اللہ اسے لئے عید منا لیتا ہے یہ ہم جو تھا اور ہم فرشتہ افعال حضور صلی اللہ علیہ وسلم (حسن)

حضرت عمر اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہم کے جواب کا مطلب یہ ہے کہ میں کوئی نئی عید منانے کی ضرورت نہیں ہے۔ جس دن یہ آیت نازل ہوئی وہ اللہ اسے لئے پہلے ہی سے عید کا دن تھا۔ ایک شخص اس دن امدادی دہریہ میں جس دن میں سے ایک عید تو ہر روز ہوتی ہے یعنی جو کہ دن اور دوسری عید ہر سال حج کے موقع پر کلاچ کرام کو عید ہوتی ہے۔ امدادی عید میں صاحب دہلیجنک ہے امدادی عید اللہ کی قربانی واری اور اطاعت اور اس کے کڑا کر کے مشغولیت ہے چنانچہ ہم ہمیشہ عید مناتے ہیں جو اللہ اسے لئے سب اضرعتہ و اناجیل کی طرف سے مقرر کی گئی ہے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی فراست..... جب آیت بالا نازل ہوئی تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے لگے اور انہوں نے اس آیت سے یہ سمجھ کر اب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اس دنیا میں تشریف نہیں لائیں گے چنانچہ جس مقصد کے لئے آپ کا مہوت فرمایا تھا وہ پایا ہو گیا۔ حقیقت

طے شدہ اللہ اکبر چار حصوں کو کسی ایسے جانور پر چھوڑنا جس کا کھانا حلال ہے اور وہ اس جانور کو زندہ بچا کر کے یا تو کھاری آبی یا بسم اللہ
 پڑھا کر اپنے الغیا سے خود ذبح کر کے اس کا کھانا حلال ہے اور اگر کھاری جانور نے اس کو ذبح کر دیا یا کھارہ و مرغ یا تو وہ بھی حلال ہے۔ ذبح
 کرنے کی ضرورت نہیں۔ کئے کو جو بسم اللہ پڑھا کر چھوڑنا اس کے ذبح کرنے کے بعد مردھانے ہی سے اس چاروں کا کھانا حلال ہو گیا۔
 اور چاروں پر یہ بات نہ ہو یا اسے بسم اللہ پڑھا کر چھوڑنا اس کے ذبح کرنے سے قبل ہو یا نہ ہو مردھانے تو اس کا کھانا حلال نہیں
 ہے۔ اب اگر کسی چاروں کو کئے یا شیر نے بچا کر اور وہ بھی زندہ رہے اس کو ذبح کر کے کھا لیا جائے جس کا ذکر و مباح اکتسب المسئع، لا
 مباح الختم ہے۔ اسی میں پکا ہے کہ مردھانے ہوئے کھاری کئے کو کسی جانور پر چھوڑنا اور اس نے اس کا کھانا کھانے کے بعد اس کو کئے سے
 ذبح نہ کیا تو اس چاروں کا کھانا حلال نہیں۔ اگرچہ کھاری کئے کو بسم اللہ پڑھا کر چھوڑنا تھا۔ آیت شریف میں کھاری چاروں کو مردھانے اور تعظیم
 دینے کی شرط و ما عطفتم من الجوارح سے معلوم ہوئی اور یہ شرط کھاری اس میں سے شکائے مستحق غنیمت سے
 معلوم ہوئی اور بسم اللہ کی شرط و الاخر و انتم اللہ علیہ سے معلوم ہوئی اور بھی کرنے کی شرط کھانا جانور سے معلوم ہوئی۔

حضرت عدلی بن حاتم رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ مجھ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عرض فرمایا کہ جب تو اپنے کئے کو چھوڑ دے تو اللہ کا نام سے پھر وہ اگر شکا کر پکڑے گا تو اسے زندہ چاہے تو ذرا کر لینا اور اگر تو نے اس حال میں پایا کہ وہ اسے قتل کر چکا ہے اور اس میں سے اس سے ٹکس کھایا تو اس کو کھالیا اور اگر کتے نے اس میں سے کھالیا تو اس میں سے نہ کھانا کھینکنا اس نے دوا چنے سے روک کر رکھ دیا (جس سے معلوم ہوا کہ وہ کتا فیضی نہیں ہے) اور اگر تو اپنے کتے کے ساتھ کسی دوسرے کتے کو پا لے اور جس جانور پر حملہ یہ جہاد موقوف ہو چکا ہے تو اس میں سے مت کھانا کھانے لگے تجھے معلوم نہیں کہ دونوں کتوں میں سے کس نے قتل کیا۔ (دارالمستقیم، ص ۱۶۸)

علامہ ابی بن خریصہ کا یہ قصہ اور علامہ ابن کثیر نے اس پر لکھا کہ ایسا جانوروں سے مصلحت ہے نہ چاہئے ہیں کتا شیریں چاہے وغیرہ۔

[illegible]

پرخود کے فکار سے متعلق انداز کام۔ اگر بسو اللہ چاہے کہ کسی حلال چال کو کجیہ مارا اور اسے زعم و دیا چال تو اس کے حلال ہونے کے لئے ذبح اضطراری ضروری ہے اور اگر کجیہ مارنے سے وہ جانور بھی ہو گا تو قصور بھی ہو کہ مرگیا تو اس کا کھانا بھی راجح کے حلال ہے۔

مسئلہ: اگر کسی چندہ کو قسم اللہ چاہے کہ حیرانہ پانی میں گر گیا یا کسی مکان کی چھت پر گر گیا اور اس سے ٹپ کر زمین پر گر کر مر گیا تو اس کا کھانا حرام ہے کیونکہ فتنہ نبیہ کے حکم میں ہے۔

مسئلہ: ﴿وَإِذَا طَلَّقْتُمُ النِّسَاءَ مِنْ بَيْنِ يَدَيْكُمْ فَلَمْ تَكُنْ لَكُمْ فِي حِلِّهِمْ طَلِّقُوا بَيْنَهُمَا الْبَيْعَ الَّذِي كُنْتُمْ لَكُمْ فِي حِلِّهِمْ﴾ (طہ: ۱۵) کی تفسیر کیا ہے؟

کا کھانا مسلمانوں کے لئے حلال ہے خود انہوں نے ذرا کیا ہو یا بلا ذرا کے بارہ یا خود اس قسم اندر چمکی ہو خود ان چمکی ہو۔ یہاں مجتہدین کی کمرابی سے یہ پتہ چلتا ہے کہ اگر شرعی اور غیرہ میں ایسے کوشت ملے ہیں جن کے بارے میں یقین ہوتا ہے کہ ان پر ضرر انہوں نے ذرا کرتے وقت جسے ظاہر نہیں چمکی بلکہ چمکی ہیں اس کے بعد بندہ اسے یہ کہہ کر کھا جاتا ہے کہ میں نے یہ ضرر ان کا کھانا ہے اس لیے ہر دے لیے حلال ہے یہاں کی جہالت اور غلطی ہے یہاں لوگوں کی بڑی کوتاہی ہے کہ غنیمت ہو فوطہ خطیبہ، غنیمت ہو اس صورت میں مسلمان کے لیے حرام ہو چکا اس کے گھر میں رہا ہے اور ضررانی یا یہودی کے ہاتھ سے مر جائے تو حلال ہے اللہ تعالیٰ ہی حل مقیدوں سے است کو محفوظ رکھے اگر حل کتاب کا ہر کھانا غیر کی شرت یا غیر کی قید حلال مان لیا جائے تو قزیر اور ہر وہ چیز حلال ہو جائے گی جو وہ کہتے ہیں اعلیٰ نہ یہ جو طریقہ وضع اللہ تعالیٰ علیٰ لہم اس کا مطلب یہ ہے کہ مؤمنین اگر اپنا کھانا حل کتاب کو کھائیں تو یہ درست ہے ان کو پتہ نہ کھائے ہیں۔

پاکستان میں مؤمنان سے اور کتابی عورتوں سے نکاح کرنا..... اس کے بعد فرمایا وَالْمُتَحَصِّنَاتُ مِنَ النِّسَاءِ عَدَاتٌ یعنی پاکستان میں مؤمنین اور عورتوں کے لئے حلال کی نہیں ہیں سے نکاح کہ درست ہے اس کے بعد فرمایا وَالْمُتَحَصِّنَاتُ مِنَ الْفُلَانِ تو انہوں نے الکتاب من قبلہ لکھ کر لکھ کر تم سے پہلے جن لوگوں کو کتاب دی گئی تھی ان میں جو پاکستان میں عورتیں ہیں وہ ان کی جہالت سے لئے حلال ہیں ان سے بھی نکاح کر سکتے ہو معلوم ہو کہ مسلمان کو پاکستان میں یہودی یا نصرانی عورت سے نکاح کرنے کی بھی اجازت ہے اجازت تو ہے یہی۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی طرف سے کتابی عورتوں سے نکاح کرنے کی ممانعت..... حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے زمانہ خلافت ہی میں اس سے روک دیا تھا امام نووی اس نے کتاب الآثار میں لکھا ہے کہ حضرت حذیفہ نے ہاشمی میں ایک یہودی عورت سے نکاح کر لیا حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو خبر ملی تو انہوں نے نہ لکھا کہ اس کو چھوڑ دو۔ حضرت حذیفہ کو کھانا تو انہوں نے حضرت عمر کو لکھا تھا کہ اسے اس پر اصرار نہ کریں کیا یہودی سے نکاح کرنا حرام ہے حضرت عمرؓ نے جواب میں قرآن فرمایا کہ میں تمہیں مضبوطی کے ساتھ ہاتھ جوڑ رہا ہوں کہ میرا خدا چاہے کہ اس وقت تک بیٹے نہ کھنا چاہے کہ تم اس عورت کو چھوڑ نہ دو کیونکہ اللہ ارہے کہ دوسرے مسلمان بھی جہالتی افتد کر لیں گے اور اس طرح سے امی عورتوں سے نکاح کر کے کو بیچ دیں گے کیونکہ ان میں حسن و جمال ہے اور مسلمان عورتوں کو چھوڑ دیں گے اور یہ مسلمان عورتوں کے لئے ایک بہت بڑا افتد ہوگا۔ روایت فتح کرنے کے بعد امام نووی لکھتے ہیں

وبہ داخلہ لامہ احراراً والکلماء ان یختار علیہن نساء المسلمین وهو قول امی حنیفہ ورحمہ اللہ (یعنی حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جو فرمایا تھا اگر وہی مذہب ہے ہم اس کو حرام تو نہیں قرار دیتے لیکن اس بات کو ترجیح دیتے ہیں کہ مسلمان عورتوں سے نکاح کیا جائے اور انہیں یہودی اور نصرانی عورتوں پر ترجیح دی جائے اور امام حنفیہ وقت اللہ کا بھی یہی قول ہے)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جو شرط فرمائی کہ یہودی اور نصرانی عورتوں سے نکاح کرنے کا سلسلہ جاری ہو جائے تو چند نکات میں حسن و جمال نکرتا ہے (اگرچہ میں یہ نہیں چاہتا ہوں کہ اس لئے مومنوں کی طرف سے انہوں کو مسلمان عورتوں کو چھوڑ دیں گے جس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ بہت سی مسلمان لڑکیاں بے حیاء رہ جائیں گی ان کا یہ اندیشہ بالکل صحیح تھا آج امریکہ، یورپ اور آسٹریلیا وغیرہ میں یہی صورت ہے۔

اگر سے ایک امام صاحب کی ملاقات ہوئی جو کینیڈا میں اہلسنت کے فرائض ابھام دیتے ہیں (انہوں نے فرمایا کہ مسلمان لڑکے میرے پاس نکاح پر صمانے کے لیے آتے ہیں اور میں سے تفریحاً ان سے نکاح ایسے ہوتے ہیں کہ نصرانی لڑکیوں ہی کو نکاح پر صمانے

[illegible]

اگر کوئی شخص یا معاشرہ اس کے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے قرآن کریم کی حلال کی پہلی چیز سے کیوں منع کیا جس کا جواب یہ ہے کہ انہوں نے حلال کو حرام قرار نہیں دیا بلکہ است کی مصلحت کے پیش نظر منع فرمایا ہے اور اختلاف و دشمنی میں سے جسے جن کی اقتدا کر کے کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم فرمایا تھا۔

پھر فرمایا: اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْأَلُکَ عَزَائِمَ دَارِ الْاَمْنِ (یعنی پاک دامن مہر میں اور پاک دامن کتابی امور میں تمہارے لیے حل ہے جبکہ تم ان کے صبر کو نہ چوڑا، مصوم ہو کر کتابی امور میں سے نکاح کیا جائے تو ان کے بھی مہر مقرر کئے جائیں بلکہ ادا بھی کئے جائیں)۔

اس بات کو یہاں ذکر کرنے کی اہمیت اس لیے بھی ہے کہ جو یہود و نصاریٰ زانی ہیں یعنی مسلمانوں کی عیسیٰ داری میں رہتے ہیں مگر ان کی عورتوں سے نکاح کیا جائے تو ان کے صبر ادا کرنے کی بھی فکر کی جائے ہو سکتا ہے کہ وہ داناؤں میں رہنے کی وجہ سے مہر طلب نہ کریں اس لیے مقرر مہر کی ادائیگی کی ضرورت نہ کہے۔

پھر فرمایا: **فَظْهَرْنَا مُسْلِمًا** یعنی: **وَلَا مُنَافِقًا** (یعنی تم نکاح کر کے پاک و امین اختیار کرو نہ محکم نکھارو) کرنے والے ہونے پر غیظہ طریق پر ہوتی کرتے والے خواہ مطلب ہے کہ کاپی نفسانی خواہش کو بغیر شرعی طریق پر پروران نہ کرنے کیلئے ہونے زانی ہوگا۔ وہ نہ چھپ چھپ کر عورتوں سے دو کئی اور نہ نکاحی پیدا کرو۔ کمالی عورتوں سے نکاح کرنے کا جواز دیتے کے بعد غاص طور سے اس بات کا ذکر فرما دیا کہ اطمینان و غلیظہ ذات کو اس بات پر سمجھ کر کہ عورتیں غلیظہ نکاحی کی راہیں نکال سکتی ہیں تم ہر طرح کے نہایت بجا اطمینان بھی نہ کرنا کہ وہ غلبہ لگتی۔ اس لئے میں ان کو ملنا مایوس بناتے۔ بیش سے سب کو مظلوم بناتے کہ وہ کیا ہوگا ہونے والا ہے نہ اس کا کبھی غم ہے۔

اور حاضر میں یہ سچ اور امریکہ کی طرح وہیں جو مردوں اور عورتوں میں دوستی کا سلسلہ چلا رہا ہے کہ انہیں میں لڑنے زہن جانتے ہیں اور
بہتوں کی طرح لے رہے ہیں حرام کی اور ادا دینے والی رہتی ہے، اللہ تعالیٰ شہادت دے پہلے سے اس کی فحش بندی فرمادی کہ پاکستان کوئی
عورتوں سے نکاح کر سکتے ہیں لیکن نکاح کا یہ خاصا دوستی سے اور میں خود بھی پاکستان میں ہیں اور یہ بال بھی پاکستانی عاشق کریں۔

[illegible]

مرقد کے احکام سورہ بقرہ کی آیت ۱۲۵ میں قرینہً علیٰ ذہبہ ما (الآیت) کے ذیل میں بیان کر رہے تھے کہ وہاں مراعات کر لی جائے۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا قُمْتُمْ إِلَى الصَّلَاةِ فَاغْسِلُوا وُجُوهَكُمْ وَأَيْدِيَكُمْ إِلَى الْمَرَافِقِ

اے ایمان والو! جب تم نماز کی طرف اٹھو تو اپنے چہرے کی کھوپڑی تک دھو لو اور ہاتھ پہنچ کر مرفق تک دھو لو

وَأَمْسِكُوا بُرُءَكُمْ وَاسْكُمُوا إِلَى الْكَعْبَيْنِ وَإِنْ كُنْتُمْ جُنُبًا فَاطْبُؤْا بِمَاءٍ وَإِنْ كُنْتُمْ مَرَضًا

اور اپنے جوں کو لٹکان تک ۔ مسافر حالت جنابت میں ہو تو انہی طرح سے پاک ہو جاؤ اور اگر تم مریض ہو

أَوْ عَلَى سَفَرٍ أَوْ جَاءَ أَحَدٌ مِنْكُم مِّنَ الْمَاءِ أَوْ لَمْ يَأْتِكُمْ مَاءٌ فَمَسِّحُوا بِأَيْدِيكُمْ إِلَى الْكَعْبَيْنِ وَإِنْ كُنْتُمْ جُنُبًا فَاطْبُؤْا بِمَاءٍ وَإِنْ كُنْتُمْ مَرَضًا

اور سفر میں ہو یا تم میں سے کوئی شخص وضو نہ کر سکے تو اسے آگے سے آگے دھو کر اس کے سر پر دھو کر اس کے

صَعِيدِ الْأُظُنِّ فَمَا مَسَّحُوا بِوُجُوهِكُمْ وَأَيْدِيَكُمْ فَإِنَّهُ لَمِنْكُمْ وَإِنْ كُنْتُمْ جُنُبًا فَاطْبُؤْا بِمَاءٍ وَإِنْ كُنْتُمْ مَرَضًا

تک مٹی کا سہاگہ سے اپنے چہروں کا دھو کر ہاتھ دھو کر اس کے سر پر دھو کر اس کے

وَلَكِنْ يُرِيدُ لِيُظْهِرَكُمْ لَئَلَكُمْ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُونَ ۝ وَإِذَا كُنتُمْ فِي الْمَوَاقِدِ فَادْنُوا مِنْهُنَّ وَإِذَا قُمْتُمْ إِلَى الصَّلَاةِ فَاغْسِلُوا وُجُوهَكُمْ وَأَيْدِيَكُمْ إِلَى الْمَرَافِقِ

لیکن وہ یہ چاہتا ہے تاکہ تم کو یاد ہو کہ تم پر الہی نعمت پہنچی ہے تاکہ تم شکر کرنا شروع کر دو اور جب نماز کی طرف اٹھو تو اپنے چہرے کی کھوپڑی تک دھو لو

وَأَمْسِكُوا بُرُءَكُمْ وَاسْكُمُوا إِلَى الْكَعْبَيْنِ وَإِنْ كُنْتُمْ جُنُبًا فَاطْبُؤْا بِمَاءٍ وَإِنْ كُنْتُمْ مَرَضًا

اور اپنے جوں کو لٹکان تک ۔ مسافر حالت جنابت میں ہو تو انہی طرح سے پاک ہو جاؤ اور اگر تم مریض ہو

إِنَّ اللَّهَ عَلِيمٌ بِذَاتِ الصُّدُورِ ۝

بے شک اللہ تعالیٰ جانتا ہے جو باتیں دل میں چھپی ہیں۔

وضو اور غسل کا حکم اور نیت کی شرویت

ان آیات میں وضو کا حکم اور اس کا طریقہ بیان فرمایا ہے۔ اہل توحید وضو کا حکم دیا اور فرمایا کہ جب تم نماز کے لئے کھڑے ہوتو اپنے چہروں کو

اور ہاتھوں کو کھوپڑی تک دھو کر اور سر پہنچ کر مرفق تک دھو کر اور

اِذَا قُمْتُمْ إِلَى الصَّلَاةِ فَاغْسِلُوا وُجُوهَكُمْ وَأَيْدِيَكُمْ إِلَى الْمَرَافِقِ وَامْسِكُوا بُرُءَكُمْ وَاسْكُمُوا إِلَى الْكَعْبَيْنِ

کے لئے کھڑے ہوتو مسافر حالت جنابت میں ہو تو انہی طرح سے پاک ہو جاؤ اور اگر تم مریض ہو

وَأَمْسِكُوا بُرُءَكُمْ وَاسْكُمُوا إِلَى الْكَعْبَيْنِ وَإِنْ كُنْتُمْ جُنُبًا فَاطْبُؤْا بِمَاءٍ وَإِنْ كُنْتُمْ مَرَضًا

اور اپنے جوں کو لٹکان تک ۔ مسافر حالت جنابت میں ہو تو انہی طرح سے پاک ہو جاؤ اور اگر تم مریض ہو

وَأَمْسِكُوا بُرُءَكُمْ وَاسْكُمُوا إِلَى الْكَعْبَيْنِ وَإِنْ كُنْتُمْ جُنُبًا فَاطْبُؤْا بِمَاءٍ وَإِنْ كُنْتُمْ مَرَضًا

اور اپنے جوں کو لٹکان تک ۔ مسافر حالت جنابت میں ہو تو انہی طرح سے پاک ہو جاؤ اور اگر تم مریض ہو

وَأَمْسِكُوا بُرُءَكُمْ وَاسْكُمُوا إِلَى الْكَعْبَيْنِ وَإِنْ كُنْتُمْ جُنُبًا فَاطْبُؤْا بِمَاءٍ وَإِنْ كُنْتُمْ مَرَضًا

فتنہ، دے لکھ ہے کہ پہلے وضو سے کوئی نذر نہ دے گا یا ایسا کوئی عمل کرے گا جو بلا وضو جائز نہیں ہے یہ نصیحت حاصل ہوگی۔ یہ مطلب نہیں ہے کہ وضو پر وضو کرے، یہ ارمان اعمال میں سے کوئی عمل نہ کرے جو بلا وضو ادا کئے جاسکتے ہیں۔

وضو کا طریقہ: آیت شریفہ میں وضو کا طریقہ بتاتا ہے اور اشارہ فرمایا کہ اپنے چہرے کو دھو۔ چہرہ کی لمبائی چوڑائی کے، لوہے سے لیکر لٹوڑی کے نیچے تک ہے اور چوڑائی ایک کان کی لاد سے دوسرے کان کی لاد تک ہے۔ اگر اڑھی بھی ہو تو اس کے نیچے پانی پہنچانا کمال کا اور ضروری ہے، اگر کھلی اڑھی ہو جس میں اندر کی کھال انحراف نہ رہی ہو تو اڑھی کا دھو سے اور بچا کافی ہے۔ بہت سے لوگ ایسا وضو کرتے ہیں کہ کانوں اور ٹھنڈوں کے درمیان جگہ سو گئی رہ جاتی ہے جان لوگوں کا وضو نہیں ہوتا۔

بہ وضو دے تو حدیث المغیرہ غسل فرض ہوئے کو صیغہ اکبر کیا جاتا ہے مدلوں حالتوں میں نماز پر حد ممنوع ہے اگر کوئی شخص حدیث اکبر یا حدیث المغیرہ کی حالت ہوتے ہوئے نماز نہ دے لے گا تو اس کی نماز نہ ہوگی وہ بار بار نماز پر حد نکالنا ذم ہوگی۔ ساری امت کا اس پر اجماع ہے۔ خوب احتیاط کے ساتھ اعضاء وضو پر ہر جگہ پانی پہنچانے کا فکر کرنا لازم ہے۔

پھر یہ کی حد قرار دی جان ہوئی اور ہاتھوں کو انگلیوں سے لیکر کہیں میسٹ اور پاؤں کو انگلیوں سے لے کر ٹخنوں میسٹ اور فرض ہے۔ ذرا سی جگہ بھی پانی پہنچنے وغیرہ ہونے کی تو وضو نہ ہوگا پھر سے سر کا مسح کرنا سنت ہے آنحضرت سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نماز پھر سے سر کا مسح فرماتے تھے حدیث شریف میں ہے: *افعلیٰ یهدا و اخیبر، یدہ یسقطہ و یدہ حتی یتھب، یهدا الی اللہ ثم رلہما حتی یرجع الی السکبان الذی یدانہ ثم یسئل و یجلبہ* (پس آپ صلی اللہ علیہ وسلم دونوں ہاتھوں کو آگے لے کر پیچھے لے کر ہر کھانچے حصہ سے مسح آگے لے کر پیچھے تک دونوں ہاتھوں کو اپنی گدی تک لے کر پھر انھیں لٹا دیا یہاں تک کہ چاروں طرف آئے جہاں سے ابتداء کی تھی پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے پاؤں دھوئے کرا (روایت بخاری میں صحیح)

اور بعض مرتبہ آپ نے صرف اپنی چوڑائی پر یعنی سر کے سامنے کے حصہ پر مسح کیا (کہا روا مسلم من المیزان) وہی وجہ رضی اللہ عنہ ایسی لئے حضرت امام بخاری نے فرمایا کہ پھر سے سر کا مسح کرنا سنت ہے اور چوڑائی پر مسح کرنا فرض ہے۔

قرآن مجید میں جن چار چیزیں کا ذکر ہے یعنی (۱) چہرہ کا دھونا (۲) ہاتھوں کا دھونا (۳) سر کا مسح کرنا (۴) پاؤں کا دھونا۔ وضو میں یہ چار چیزیں فرض ہیں۔ سر کا مسح ایک ہی مرتبہ کرنا مستحسن ہے البتہ پھر سے کاہر ہاتھوں کا پاؤں کا تین تین مرتبہ دھونا سنت ہے اور ایک ہی مرتبہ دھونے سے فرض ادا ہو جاتا ہے۔ دھونے کا مطلب یہ ہے کہ ہر جگہ پانی پہنچ جائے۔

وضو کے شروع میں ہم اللہ پر عداقتیں بارگاہی کرنا، وسواک کرنا، تین بار ناک میں نرم جگہ تک پانی پہنچانا جس کا احتیاطی کہتے ہیں اور تین بار ناک کو دھونا اور انگلیوں کا غلا کرنا اور ہاتھوں کا پاؤں دھونے میں داخلی طرف سے ابتداء کرنا اور از حدی کا غلا کرنا۔ مستحسن ہے کہ لوں کا مسح کرنا بھی سنت ہے کہ لوں کے اندر کا اور باہر کا مسح کرنا اور ٹخنوں پر ہاتھ بھیرنا اور کانوں میں مسح کرتے وقت انگلیوں داخلی کرنا بھی باحادیث سے ثابت ہے۔

فائدہ: ... جب سو کرنا شروع ہو تو بغیر دھونے پانی میں ہاتھ نہ ڈالے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم میں سے جب کوئی شخص نیند سے بیدار ہو تو جب تک اپنا ہاتھ نہیں مرتب نہ دھو لے اسے پانی میں نہ کھسائے کیا نکالے سے معلوم نہیں کہ اس بات میں اس کا ہاتھ کہاں رہا۔ (روایت بخاری میں صحیح)

فائدہ: استحبابی کے ساتھ استحباب (یعنی ناک نہ دھونے کا) بھی احتیاط کرنا چاہئے خاص کر جب سو کرنا شروع ہو تو اس کا احتیاط نہ کرنا کہ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جب تم میں سے کوئی شخص اپنی خیمہ سے بیزار ہوتا ہے تو نہ بوجھارے نہ کیچک شیطان رات کو اس کے کنارے کے پاس سے جاتا ہے۔ (رواہ بخاری و مسلم)

فائدہ: وضو میں خوب انجلی طرح پانی پینا ہے چیز ایچی نہ کرے۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے بیان فرمایا کہ ہم لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مکہ معظمہ سے مدینہ گئے۔ پچھلے پچھلے صبح کا وقت ہو گیا۔ رات میں ایک جگہ پانی ملا۔ تو کچھ لوگ جلدی سے آگے بڑھ گئے اور جلدی جلدی وضو کر لیا ہم جب ان کے پاس پہنچے تو دیکھا کہ ان کی اینٹوں میں ظاہر ہو رہی چیز جس کو پانی نہیں پہنچا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو کچھ کر فرمایا کہ اینٹوں کے لئے چاکٹ ہے جو درخت کی آگ کی صورت میں ظاہر ہوئی۔ انجلی طرح پانی پینا نہ کرو۔ (رواہ مسلم ص ۵۵۵ آنحضرت و ابوبخاری ص ۱۳۸)

وضو میں پانی خوب انجلی طرح پہنچانے لیکن اسراف نہ کرنا اور ضرورت سے زیادہ پینا ناجائز نہیں ہے۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا سعد رضی اللہ عنہ پر گزر ہوا وہ وضو کر رہے تھے آپ نے فرمایا یہ کیا اسراف (افضل فرمائی) ہے۔ انہوں نے عرض کی۔ کیا وضو میں بھی اسراف ہے؟ آپ نے فرمایا ہاں وضو میں بھی اسراف ہے اگرچہ تم چاہی نہیں ہو۔ (رواہ احمد و ابن ماجہ و ابی داؤد و ترمذی و مشکوٰۃ ص ۱۳۸)

امت محمدیہ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی امتیازی شان..... وضو پہلی باتوں میں بھی تھا اور اس امت میں بھی ہے لیکن ایک بات میں امت محمدیہ علیہ الصلوٰۃ والسلام کو امتیازی شان حاصل ہے اور وہ یہ کہ قیامت کے دن وضو کے اثر کی وجہ سے ان کے ہاتھ پاؤں روشن ہوں گے۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں سب سے پہلا وضو کرے گا قیامت کے دن ہاتھ پاؤں روشن کر کے ان کی اجازت دی ہے کہ ان میں سب سے پہلا وضو کرے گا (جس سے اسراغٹانے کی اجازت دی جائے گی۔ سرگٹھ کر میں اپنے آگے دیکھوں گا تو ساری باتوں کے درمیان سے اپنی امت کو پہچان لوں گا اور پیچھے دیکھوں گا جب بھی اسی طرح پہچان لوں گا اور بائیں طرف دیکھوں گا جب بھی پہچان لوں گا یہ سن کر ایک شخص نے عرض کیے یا رسول اللہ! (ھذا) آپ تمام باتوں کے درمیان سے اپنی امت کو کیسے پہچان لیں گے۔ جب کہ نور علیہ السلام کی امت سے ٹکراتے ہیں کی امت تک سب ان میں موجود ہوں گی آپ نے فرمایا کہ میری امت کے لوگوں کے چہرے اور ہاتھ پاؤں وضو کے اثر سے روشن ہوں گے ان کے علاوہ کسی کو بھی یہ بات حاصل نہ ہوگی۔ (مشکوٰۃ و الصالح ص ۱۳۸)

حاصل جنابت کا حکم اور اس کا طریقہ..... وضو کا طریقہ بیان فرمانے کے بعد غسل کا حکم فرمایا اور ارشاد فرمایا و انی لحقنکم جنبتا فلیکفہن سورۃ (اور اگر تم غلبہ ہو تو خوب انجلی طرح سے پاکی اختیار کرو) میں مراد قیامت پر غسل فرض ہو جانے (خواہ وہاں جہنم کے صلاب سے نہ خواہ اسلام ہو جانے سے اور کسی طرح شہوت کے ساتھ منی خارج نہ ہونے سے) اس پر فرض ہے کہ سر سے پاؤں تک پورے بدن پر ایک بار پانی پہنچائے۔

چونکہ غسل کا طریقہ بیان کرنا ہے اس لئے حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ غسل فرض میں مقصد یعنی ایک بار پانی کرنا بھی فرض ہے جب تک کہ پورے بدن میں خوب پانی بھر کر مل تک پہنچائے نیز غسل فرض میں استیفا بھی فرض ہے یعنی ہاتھ میں جہاں تک نرم جگہ ہے وہاں تک کہ اگر ایک بار پانی پہنچائے وہ غسل کرنے لگے پہلے چھوڑ دینا اختیار کرے اور بدستجا خوب مکمل کر کرے تاکہ جہاں تک پانی پہنچ سکے وہاں تک پہنچ جائے اس کے بعد نہایت کوہر کرے جو بدن پر لگی ہے اس کے بعد وضو کرے

یہ روئی ناقص طور پر موجب فعل پیش نہ آجائے حکم سے وہ سب کام جاری رکھے ہیں جو اصول و فہم کے لئے چاہئے تھے ہیں۔ یہ سب حکم کرنا تو اس سے جتنی چاہے فرض لگے گا۔ یہی چاہئے کہ اختیار ہے پائی نہ لے کی صورت میں حکم کی اجازت ہونا مشکل ایک نکتہ ہے اور اللہ تعالیٰ کی رحمت ہے۔

مگر جیسے نماز پڑھنے سے گناہ معاف ہوتے ہیں اسی طرح خیر کرنے سے بھی گناہ معاف ہوتے ہیں حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جس نے خیر کیا اور اچھی طرح خیر کیا اس کے جسم سے اس کے گناہ نکل جائیں گے یہاں تک کہ اس کے ناکھوں کے نیچے سے بھی نکل جائیں گے۔ (ابو مسلم ۱۳۵: ۱۳۶)

مذہبِ حق اور حجت کا حکم فرمانے میں جہاں ظاہری اور باطنی مصلحت کا تقاضا ہے وہاں انعام و نعمت کا تقاضا بھی ہے۔ اللہ تعالیٰ جل شانہ نے نواز و بخشش اور تحکم و احکام دے کر اپنی نعمت کامل فرمادی، یہ نعمت و حریمت کو بھی شامل ہے اور رخصت کو بھی، جب اللہ تعالیٰ نے اپنی نعمت پوری فرمادی تو شعرِ ارازم اس لئے اخیر میں لکھنے لکھوؤن فرمایا۔

اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کو یاد کرو..... پھر فرمایا: وَأَمَّا كُنُوزُ اللَّهِ فَلَنْ يَحْكُمَ کا لفظ تعالیٰ کی نعمتوں کو یاد کرو جن سے اس نے تمہیں نوازا ہے یہ نعمتیں ظاہری ہیں مگر باطنی بھی، دنیائی بھی ہیں اور دینی بھی، حریج فرمایا: وَمِنْ ذَلِكَ لَعَلَّكُمْ يَهْتَدُونَ کہ اللہ کے اس عہد کو یاد کرو جو تم نے مضبوطی کے ساتھ عہد کیا، اب تم سے عہد لیا تو تم نے سَبَّحْتُمُ اللَّهَ غَفْلَةً کہ کر پکارا اور مضبوط عہد کر لیا۔ صاحبِ درجہ اعلیٰ (س ۱۸ ص ۶) لکھتے ہیں کہ اس سے وہ عہد مراد ہے جو سَبَّحَ لِلَّهِ مَا فِي السَّمَاوَاتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ نبوی میں ایلانہ ہوا، کہہ کے سو پنج برسوں اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لیا تھا جو حضرت محمد بن حاتم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت میں مذکور ہے حضرت عباد بن حماد رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بیان فرمایا کہ ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس پر ہمت کی کہ ہم بات سیکے اور فرما کر ہدایت کریں گے آسانی میں اگلی خوشی میں اگلی خوشی اور کداری میں اگلی (یعنی اگر کوئی نعمتوں کو یاد کرنا دیکھتا ہے تب ہی عمل کریں گے۔) (حدیث مسلم ص ۱۲)

اس کے بعد صاحبِ روح الہائی سمجھے ہیں کہ جیسا مذکور سے صاحبِ دھواں بھی مراد ہو سکتی ہے جو حدِ پیچ کے موقع پر پہلی قسمی (میں) کا ذکر سورجِ عالم کے تیسرے دور کا میں ہے، مگر کہتے ہیں کہ چونکہ یہ بحث عقلی طرف سے ہے اگرچہ سوال عقلی اقلیہ کے مسلم کے ہاتھ پر تھی اس لئے اس جیسا کہ نسبتِ افتدائی کی طرف لڑائی کھلی ہو تو لہذا عَالِي إِنَّ الْقِيَمَةَ بِقِيَمَتِهَا تَكُنْ أَبْنَاءُ يَتِيمُونَ اللَّهُ۔ چونکہ ہر مسلمان جب تو حید اور رسالت پر ایمان لائے گا تو اگر کرتا ہے اور میراث کے ہائے اور ہر حکم کے تسلیم کرنے کا طاعان کرتا ہے۔ اس لئے جیسا کہ مذکور سے تمام مسلمانوں کا تو حید اور رسالت کا اقتدار اور اعلان مراد ہو گیا صاحبِ ہے اور یہ اقرا رہی چلتے مہم ہے لہذا ایلیہ لفظ یا مدد سے کہ موقع کی بحث مراد لئے کی ضرورت نہیں۔

آخر میں فرمایا: **هَذَا اللَّهُ** (اللہ ہے وہ) اس کی پشتوں کو نہ بھول جاؤ اور اس سے جو پتہ مہم کیا ہے اسے نہ زوالی اللہ علیہ السلام
 یہ مذمت الظنور (۵) (۵) جب اللہ تعالیٰ جنتوں کی حد تک چلے گا تو کچھ مانگا ہے اسے ظاہری کی مثال کاظم ہے اور انوں کے اور انوں کی
 جس اسے خبر ہے وہ حساب لے گا اور بدلہ دے گا۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُونُوا قَوْمِينَ لِلَّهِ شُهَدَاءَ بِالْقِسْطِ وَلَا يَجْرِمَنَّكُمْ شَنَا نُ قَوْمٍ

اسے ایسی بات کہہ کر نے م. ی. راہی کے دلے اٹھ اٹھا کہ وہ اسے جیسا کہ کسی نے کہا، خود بخود چھوڑ کر اس بات پر کہہ کر

عَلَىٰ أَلَّا تَعْدُوا ۚ إِعْدُوا ۚ هُوَ أَقْرَبُ لِلتَّقْوَىٰ ۚ وَاتَّقُوا اللَّهَ ۚ إِنَّ اللَّهَ خَبِيرٌ بِمَا تَعْمَلُونَ ﴿٥٠﴾

فم غصوف و نمر، صوف کمر او کھنکری سے لہاؤں قریب سے اٹھ نکلی سے اور بے شک تھوڑی سی کاسس سے باخبر ہے جنہیں تم کرتے ہو۔

وَعَدَ اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ ۖ لَهُمْ مَغْفِرَةٌ وَأَجْرٌ عَظِيمٌ ۝ وَالَّذِينَ

انہوں نے ہی انہیں سے کہا، فرمایا، اے اللہ! ان کے لئے عذاب ہے اور انہیں عذاب ہے اور انہیں عذاب ہے

كُفِّرُوا وَكَذَّبُوا بِآيَاتِنَا أُولَٰئِكَ أَصْحَابُ الْجَحِيمِ ﴿٥٠﴾

الکرمیہ کا نام ہے اور اس کا تعلق ہے

انصاف پر قائم ہونے کا حکم

[illegible]

کہ اللہ کے لئے خوب انصاف کے ساتھ قائم رہتے والے خواہ اگرچہ انصاف تمہارے سامنے جانوں پر تمہارے سے مل جائے یا آپ تمہارے رشتہ

مردوں کے خلاف چہ جائے امر یہاں فرمایا ہے تائب الیقین استغوا! تم کو تو اللہ تعالیٰ بالیقین و لا یخیر عنکم فیذل قوم

علیٰ! اغیبتوں (یعنی ہمدردی) کیلئے اچلی طرح سے کھڑے ہو جانے والے اللہ کے لئے، کوئی ایسا ہے جسے اللہ کے ساتھ ہمارے ہمہ گیر

مجموعہ کا مقصد ہرگز اس بات پر آمادہ نہ کر دے کہ کم انصاف نہ کرنا بات ہے کہ انسان کو حاصل انصاف سے اور اپنی کواحقیت سے روکنے

اللہ وہ چیزیں بھولی ہیں ایک تو اپنا کس اور اپنے کراہت والوں اور دوستوں کی طرف بھاری دھڑکے کی قوم کی دھڑکی جیسا کہ ہم نے

بات کی طرف توجہ دانی ہے وہ یہ ہے کہ اپنی جانوں اور دولتوں کی قربانی کر کے اپنی قوم کی خدمت و فلاح اور عدل و انصاف کو اپنے ہاتھ میں لے کر

[illegible]

وَالَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ لَهُمْ أَجْرٌ كَثِيرٌ

فَلَا تُكَلِّمُوا عَنْ الْمُشْجِيَةِ الْغَرَامِ أَنْ تَعْلَمُوا كَيْفَ يَكُونُ مَا يَكُونُ

پھر لایا انہیں لَوْ اَنْتُمْ اَقْرَبُ لِلنَّكْوٰی (انصاف کے انصاف بخوی سے قریب تر ہے) اب کوئی شخص عدل انصاف کی مفت سے

منصف ہو گا تو کھڑی کی منت سے بھی منصف ہو گا۔ عدل کھڑی کی طرف اور کھڑی عدل کی کھینچ ہے پھر فرماؤ: **وَ اتَّقُوا اللَّهَ اِنَّ اللَّهَ عَزِيزٌ**

سنا لفظوں میں اس کا اگر قیامت کی پیش گوئی کا بیان نہ رکھو اور قتالی تمہارے سب کاموں سے آخر ہے جب اللہ کا حلف ہوگا اور

یہیں ہو گا کہ اللہ تعالیٰ کو اسے ملے گا ہم ہے روز جزا میں جتنی جلی ہو اعلیٰ کے جڑے نہیں کے تو بھولی کو ای سے چن پی کو ای رہا

1999, 2000, 2001, 2002, 2003, 2004, 2005, 2006, 2007, 2008, 2009, 2010, 2011, 2012, 2013, 2014, 2015, 2016, 2017, 2018, 2019, 2020, 2021, 2022, 2023, 2024, 2025, 2026, 2027, 2028, 2029, 2030, 2031, 2032, 2033, 2034, 2035, 2036, 2037, 2038, 2039, 2040, 2041, 2042, 2043, 2044, 2045, 2046, 2047, 2048, 2049, 2050, 2051, 2052, 2053, 2054, 2055, 2056, 2057, 2058, 2059, 2060, 2061, 2062, 2063, 2064, 2065, 2066, 2067, 2068, 2069, 2070, 2071, 2072, 2073, 2074, 2075, 2076, 2077, 2078, 2079, 2080, 2081, 2082, 2083, 2084, 2085, 2086, 2087, 2088, 2089, 2090, 2091, 2092, 2093, 2094, 2095, 2096, 2097, 2098, 2099, 2100, 2101, 2102, 2103, 2104, 2105, 2106, 2107, 2108, 2109, 2110, 2111, 2112, 2113, 2114, 2115, 2116, 2117, 2118, 2119, 2120, 2121, 2122, 2123, 2124, 2125, 2126, 2127, 2128, 2129, 2130, 2131, 2132, 2133, 2134, 2135, 2136, 2137, 2138, 2139, 2140, 2141, 2142, 2143, 2144, 2145, 2146, 2147, 2148, 2149, 2150, 2151, 2152, 2153, 2154, 2155, 2156, 2157, 2158, 2159, 2160, 2161, 2162, 2163, 2164, 2165, 2166, 2167, 2168, 2169, 2170, 2171, 2172, 2173, 2174, 2175, 2176, 2177, 2178, 2179, 2180, 2181, 2182, 2183, 2184, 2185, 2186, 2187, 2188, 2189, 2190, 2191, 2192, 2193, 2194, 2195, 2196, 2197, 2198, 2199, 2200, 2201, 2202, 2203, 2204, 2205, 2206, 2207, 2208, 2209, 2210, 2211, 2212, 2213, 2214, 2215, 2216, 2217, 2218, 2219, 2220, 2221, 2222, 2223, 2224, 2225, 2226, 2227, 2228, 2229, 2230, 2231, 2232, 2233, 2234, 2235, 2236, 2237, 2238, 2239, 2240, 2241, 2242, 2243, 2244, 2245, 2246, 2247, 2248, 2249, 2250, 2251, 2252, 2253, 2254, 2255, 2256, 2257, 2258, 2259, 2260, 2261, 2262, 2263, 2264, 2265, 2266, 2267, 2268, 2269, 2270, 2271, 2272, 2273, 2274, 2275, 2276, 2277, 2278, 2279, 2280, 2281, 2282, 2283, 2284, 2285, 2286, 2287, 2288, 2289, 2290, 2291, 2292, 2293, 2294, 2295, 2296, 2297, 2298, 2299, 2300, 2301, 2302, 2303, 2304, 2305, 2306, 2307, 2308, 2309, 2310, 2311, 2312, 2313, 2314, 2315, 2316, 2317, 2318, 2319, 2320, 2321, 2322, 2323, 2324, 2325, 2326, 2327, 2328, 2329, 2330, 2331, 2332, 2333, 2334, 2335, 2336, 2337, 2338, 2339, 2340, 2341, 2342, 2343, 2344, 2345, 2346, 2347, 2348, 2349, 2350, 2351, 2352, 2353, 2354, 2355, 2356, 2357, 2358, 2359, 2360, 2361, 2362, 2363, 2364, 2365, 2366, 2367, 2368, 2369, 2370, 2371, 2372, 2373, 2374, 2375, 2376, 2377, 2378, 2379, 2380, 2381, 2382, 2383, 2384, 2385, 2386, 2387, 2388, 2389, 2390, 2391, 2392, 2393, 2394, 2395, 2396, 2397, 2398, 2399, 2400, 2401, 2402, 2403, 2404, 2405, 2406, 2407, 2408, 2409, 2410, 2411, 2412, 2413, 2414, 2415, 2416, 2417, 2418, 2419, 2420, 2421, 2422, 2423, 2424, 2425, 2426, 2427, 2428, 2429, 2430, 2431, 2432, 2433, 2434, 2435, 2436, 2437, 2438, 2439, 2440, 2441, 2442, 2443, 2444, 2445, 2446, 2447, 2448, 2449, 2450, 2451, 2452, 2453, 2454, 2455, 2456, 2457, 2458, 2459, 2460, 2461, 2462, 2463, 2464, 2465, 2466, 2467, 2468, 2469, 2470, 2471, 2472, 2473, 2474, 2475, 2476, 2477, 2478, 2479, 2480, 2481, 2482, 2483, 2484, 2485, 2486, 2487, 2488, 2489, 2490, 2491, 2492, 2493, 2494, 2495, 2496, 2497, 2498, 2499, 2500, 2501, 2502, 2503, 2504, 2505, 2506, 2507, 2508, 2509, 2510, 2511, 2512, 2513, 2514, 2515, 2516, 2517, 2518, 2519, 2520, 2521, 2522, 2523, 2524, 2525, 2526, 2527, 2528, 2529, 2530, 2531, 2532, 2533, 2534, 2535, 2536, 2537, 2538, 2539, 2540, 2541, 2542, 2543, 2544, 2545, 2546, 2547, 2548, 2549, 2550, 2551, 2552, 2553, 2554, 2555, 2556, 2557, 2558, 2559, 2560, 2561, 2562, 2563, 2564, 2565, 2566, 2567, 2568, 2569, 2570, 2571, 2572, 2573, 2574, 2575, 2576, 2577, 2578, 2579, 2580, 2581, 2582, 2583, 2584, 2585, 2586, 2587, 2588, 2589, 2590, 2591, 2592, 2593, 2594, 2595, 2596, 2597, 2598, 2599, 2600, 2601, 2602, 2603, 2604, 2605, 2606, 2607, 2608, 2609, 2610, 2611, 2612, 2613, 2614, 2615, 2616, 2617, 2618, 2619, 2620, 2621, 2622, 2623, 2624, 2625, 2626, 2627, 2628, 2629, 2630, 2631, 2632, 2633, 2634, 2635, 2636, 2637, 2638, 2639, 2640, 2641, 2642, 2643, 2644, 2645, 2646, 2647, 2648, 2649, 2650, 2651, 2652, 2653, 2654, 2655, 2656, 2657, 2658, 2659, 2660, 2661, 2662, 2663, 2664, 2665, 2666, 2667, 2668, 2669, 2670, 2671, 2672, 2673, 2674, 2675, 2676, 2677, 2678, 2679, 2680, 26

اس کے بعد ان لوگوں سے اجازت لیں اور غلطی کا وعدہ فرما لیں اور ان کے لئے اور اہل صالحہ و تقوا کے لئے اور جن لوگوں نے کفر کیا اور جنت

انہی کو جھگڑیوں کے بارے میں اصرار کیا کہ یہ ہتھیار خالص ہیں۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اذْكُرُوا نِعْمَتَ اللَّهِ عَلَيْكُمْ إِذْ هُمْ قَوْمٌ لَا يَشْكُرُونَ

اے ایمان والو! تم پر جنتِ حقانی کی نعمت ہے اسے یاد کرو۔ جب کہ ایک قوم تھے تم پر دستِ ارادگی کا بارہا کیا

آئندہ یہم فَكُنْتُ آيِدِيَهُمْ غَنَمًا ۚ وَاتَّقُوا اللَّهَ ۖ وَعَلَى اللَّهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُونَ

میں نے میں کے ہاتھوں کو تم تک پہنچنے سے بندھ دیا اور جنتِ حقانی سے انہیں ہدایت دے دی۔ اے ایمان والو! تم پر جنتِ ارادگی کا بارہا کیا

رسول اللہ ﷺ کی حفاظت کا ایک خاص واقعہ اور اللہ تعالیٰ کی نعمت کی یاد دہانی

اسبابِ منزلہ ۱۹ میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے کہ ایک مرتبہ یہ واقعہ پیش آیا کہ ایک شخص جس کا نام مہر تھا اس نے

اپنی قوم بنی قریظہ میں جابر رضی اللہ عنہ سے کہا کہ کیا میں تمہارے (صلی اللہ علیہ وسلم) کو قتل نہ کروں؟ وہ لوگ کہنے لگے کہ تو کیسے قتل کرے گا اس نے

کہا کہ اچانک اسکی صورت بنا کر قتل کروں گا کہ اس کی طرف دھیان بھی نہ دے گا۔ یہ کہہ کر حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں

حاضر ہوا اس وقت آپ کی گود میں آپ کی کھراچی تھی۔ یہ شخص کہنے لگا کہ اسے جو اصل اللہ علیہ وسلم کا بیٹا ہے آپ کی گود میں رکھنا ہوں؟ آپ

نے فرمایا کہ ہاں دیکھ لے اس نے گود سے ابل اور نیام سے باہر نکال لی اور وہ ہاتھ میں گود لے کر باہر چلا اور گود میں آپ پر حملہ

کر کے لگیں اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس کے گود سے اس کا کامیابی ہوئی رہی۔ پھر وہ کہنے لگا اسے جو کیا آپ اچھے شخص دے لے آپ نے

فرمایا کہ اسے جو آپ اچھے شخص دے لے اسے حاکم میرے ہاتھ میں گود ہے آپ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ میری حفاظت فرمائے گا اس کے

بعد اس نے گود نیام میں رکھ دی اور حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اب اس پر اللہ تعالیٰ نے آیت امان نازل فرمائی۔

اللہ جل شانہ نے اسے جو یہ کاپی نعمت پادشاهی اس نے ان کے نبی کی حفاظت فرمائی جس میں سے یہ بھی انعام و احسان ہیں

تکویٰ اور توکل کا حکم..... اگر میں تکویٰ کا حکم پادشاهی سے توکل کا حکم فرمایا کہ کل ایسے لوگ ہیں جو میرے ہاتھ میں تکویٰ اور توکل

بہت بڑی چیز ہیں۔ اہل ایمان کے سب کام انہوں سے پہنچے ہیں جسے اللہ پر توکل اور وہ حقوق سے نہیں ڈرتے۔ تکویٰ کہ انہوں سے

پہنچے کا نام ہے۔ جو شخص اللہ کی رضا کے لئے کامیابوں سے پہنچے گا اللہ تعالیٰ اس کے لئے ہر مشکل سے پہنچے گا راستہ نکال دے گا۔

سورۃ احزاب میں فرمایا وَمَنْ يَتَّقِ اللَّهَ يَجْعَلْ لَهُ مَخْرَجًا وَيَرْزُقْهُ مِنْ غَيْبٍ لَا يَحْسِبُ ۚ وَمَنْ يُؤْتَ كُلَّ شَيْءٍ عَلَىٰ الْوَقْتِ

خسبہ ۵ (اور جو شخص اللہ سے ڈرے اللہ تعالیٰ اس کے لئے مشکلوں سے نکلے گا راستہ نکال دے گا اور اللہ اس کو ہر کام سے بڑی دقت سے نکلے گا جہاں

سے اسے گمان بھی نہ ہو اور جو شخص اللہ پر ہمسرہ کرے اللہ اس کے لئے کافی ہے)

وَلَقَدْ أَخَذَ اللَّهُ مِيثَاقَ بَنِي إِسْرَآءَ ۖ وَبَعَثْنَا مِنْهُمُ اثْنَيْ عَشَرَ نَقِيبًا وَقَالَ اللَّهُ إِنِّي مَعَكُمْ

اور اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل سے عہد لیا اور ہم نے ان میں سے بارہ ناکھوے بھیجے اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ہاں میں تمہارے ساتھ ہوں

لَئِنْ أَقَمْتُمُ الصَّلَاةَ وَآتَيْتُمُ الزَّكَاةَ وَآمَنْتُمْ بِرُسُلِي وَعَزَّرْتُمْ شُعْبًا ۚ وَأَقْرَضْتُمُ اللَّهَ

اگر تم نماز قائم کرو اور زکوٰۃ دینا کرو اور میرے رسولوں کی بات مانو اور میری راہ میں قرضہ دینا کرو

قَرَضًا حَتَّىٰ أَكْفِرُونَ عَنْكُمْ سَيِّئَاتِكُمْ وَلَا أَدْخِلَكُمْ جَنَّاتٍ تَجْرِي مِن تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ

۴ آیت اپنے روح میں خود تپا دے گا کہوں گا کہ میں اپنے باپوں میں داخل کروں گا میں نے اپنے لیے صرف چاروں میں کی

فَمَنْ كَفَرَ بَعْدَ ذَلِكَ مِنْكُمْ فَقَدْ ضَلَّ سَوَاءَ السَّبِيلِ ۝ فَمَا أَقْبَضَهُمْ وَمَا أَقْبَضَهُمْ لَعْنَهُمْ

ہمارے لئے یہ علم بھی ہے کہ جو شخص کلر اختیار کرے وہ ۱۵ روپے دہانہ سے ۱۰۰ روپے دہانہ اور اس کی جگہ چھٹی کی جگہ سے ہم نے اس کو ٹھوس قرار دے دیا

وَجَعَلْنَا قُلُوبَهُمْ قَاسِيَةً يُحَرِّفُونَ الْكَلِمَ عَنْ مَوَاضِعِهِ ۖ وَنَسُوا حَظًّا مِمَّا ذُكِّرُوا بِهِ ۖ

1980年1月1日

ہر سوچ پر ان کی طرف سے کسی دیکھی بات پر مطلع ہونے پر ان کے انتہائی غور سے لوگوں کے سوچ پر ان کی طرف سے غور کرنا۔

إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ الْيُسْرَةَ ۖ

إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ الْغَنِيَّ ۝

وہابیہ نے اہل حق کو کفر سے متنبہ کیا۔

اللہ تعالیٰ کا بنی اسرائیل سے عہد لینا پھر ان کا عہد کو توڑ دینا

اس سے پہلے مسلمانوں کو خطاب کر کے ارشاد فرمایا کہ جرواح سے عہد کیا ہے اور منجبت تو اٹھنا کہہ کر جولوہ بائیس ہادی کرنے کی راہ دہری لے لی ہے اسکو ہوا کر۔

وہ آیات میں بنی اسرائیل سے جو عہد لیا تھا اس عہد کے پورا کرنے پر جس مقام کا وعدہ لیا تھا اس کا ذکر ہے پھر اس عہد فضلی پر جو انہیں سزا ملی اس کا تذکرہ کیا گیا اس میں مسلمانوں کو بھیج دیا ہے کہ عہد پورا نہ کرنے سے اللہ تعالیٰ کی طرف سے گرفت ہو جائے گی یہ ایمان رکھ کر عہد فضلی کر کے اور بدل آنے کا اور بدین جاوے۔

اول یہ اشارہ فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے نبیؐ کو اسرا اٹل سے جہد لیا تھا (جو ان کے نبیؐ سیدہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے اور یہ لیا گیا تھا) پھر فرمایا کہ ہم نے ان میں سے دو اسرا راہِ حق کو دیے (یعنی اسرا اٹل کے بارہ قبیلے تھے جو ہر قبیلے کا ایک ایک سرور اور سرکار فرمایا، جو ان کا اللہ کے جہد پر ہونا، اور جہاد پر چلنے کی تلقین کرتا رہے) اللہ جل شانہ نے یہ بھی فرمایا کہ اللہ اٹل میں تھا کہ ساتھ میں تھے تمہارے بڑ بڑ کی خبر سے نکلے اور گناہ پر جہاد کا حکم ہے۔ نبیؐ اسرا اٹل سے جہد لیا تھا کہ **لَیْنِ اَقْبَلْتُمْ الضُّفُوْا** سے **اَقْبَلْتُمْ** تک جہاد فرمایا پھر **لَا تَقْبَلُوْا حَرْبُکُمْ** سے **تَقْبَلُوْا مِنْ فِیْہِمْ اَلْاَیُّوْمَ** تک جہاد کیا کرنے کا جہاد یا مطلب یہ ہے کہ اگر تم تمنا کرتے رہے اور نہ کوہ دیتے رہے اور میرے رسولوں یا ایمان لانے والوں رسولوں کی مدد کرتے رہے اور اللہ کو قرض اچھا دیتے رہے تو تمہیں ایسی جنتوں میں داخل کر دوں گا جن کے نیچے نہریں جاری ہوں گی۔ معلوم ہوا کہ گناہ کو نہ کوہ دینا کہ کوہ کا حکم پہلی آیتوں کو بھی تھا۔ رسولوں یا ایمان لانے والوں کی مدد کرنے کا جہاد اس لئے لیا گیا کہ نبیؐ اسرا اٹل میں بہت سے نبیؐ اپنے ایک ایک چلا جاتا تو دوسرا آجاتا جیسا کہ مقرر جب ہی آیت کہ **وَاِنْ جَسَدٌ** **اَوْ اَنْفٌ** **اَوْ عِظٌ** **مِّنْکُمْ مَّلُوْا فَاَیُّوْمَ** آ رہا ہے تاکہ ہاضا صحت رہا

جب کوئی نیا آجاتا تو اس پر ایمان لایا اور اس کی مدد کرنا ان پر فرض ہو جاتا تھا حتیٰ کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اللہ نے رسول بنا کر بھیجا اور ان کے بعد ختم اور انہما وسیعہ الرحمن حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت ہوئی لیکن نبی امرا مکمل عہد امتان دونوں رسولوں کی رسالت کے منکر ہو گئے۔

یہ جو لایا و افترضتم اللہ فرماتا تھا خدا اس کا مطلب یہ ہے کہ اگر اس کے علاوہ دوسرے مصادف الخیر میں بھی فرج کرتے رہو۔ اللہ تعالیٰ نے اس کو فرض میں سے تعبیر فرمایا فرض اس لئے فرمایا کہ اس کا بدلہ اللہ ہے جو آخرت میں ملے گا اور حسن اس لئے فرمایا کہ وہ بدلہ بہت بڑا ہے اور اس فرج کرنے پر آخرت میں بڑے بڑے اجر ملیں گے۔

سورہ صہ میں فرمایا عَنِ الَّذِي يُقَرِّضُ مِنَ اللَّهِ فَرَضًا غَضًّا لَّذَاقَةُ أَخْبَرُ غَمْرَتِهِ (کون ہے جو فرض خدا کا بھیجا فرض سواض پر خدا سے چند روز چننا اور اس کے لیے اگر ہے بہت عرصہ یا بلاط پاک کا کتنا بڑا احسان ہے کہ مال ہی کا بدلہ ہے جب کوئی اسے فرج کرتا ہے (اور فرج بھی اپناں پر یا اپنے ہم جنس دوسرے افراد پر) تو اللہ تعالیٰ اس کا اپنے فرض فرما کر بدلہ دیتا ہے جس نے دیا اسے تو یہ اعتبار ہے کہ سوائے مال کو فرج کرنے کا کھلم فرما دے اور ادا نہ بھی ادا نہ دے لیکن یہ محض اس کا کرم ہے جو یہ کہ اس کی رضا کے لئے فرج کیا جائے اسے اپنے فرض فرما کر بدلہ دیا اور اس کا جو خوب بڑا حاجت کار کرنے کا بدلہ دیا۔

پھر فرمایا لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيهِ لَعْنٌ لِّكُلِّ أَفَّاكٍ أَثِيمٍ (کس کے بعد جو محض تم میں سے کلمہ اختیار کرے سورہ صہ صحت سے بھگت گی) مہر لینے والے سے عہد فرمادی تھی لیکن انہوں نے عہد کو تو دیا جس کا ذکر آئندہ آیت میں ہے۔

نبی امرا مکمل کی عہد قسمی کا وہاں..... پھر نبی امرا مکمل کی عہد قسمی اور اس کے مال کا ذکر فرمایا لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيهِ لَعْنٌ لِّكُلِّ أَفَّاكٍ أَثِيمٍ وَأَخْبَلْنَا الْقُرْآنُ لِقَبِيلِهِ (لیکن چونکہ انہوں نے عہد کو تو دیا اس لئے ہم نے ان پر لعنت کر دی لیکن اپنی رحمت سے اور کہ باہر ہم نے ان کے دلوں کو سخت کر دیا) جن میں حق ماننے اور حق کی طرف رجوع ہونے اور حق قبول کرنے کی صلاحیت ہی نہ رہی، اس لحاظ سے اور قیامت تک کی وجہ سے وہ حضرات انبیاء کا ہم طبقہ اسلام کی تحذیب کی کرتے تھے اور انہیں قتل بھی کرتے تھے، اپنی اسی عادت کے مطابق انہوں نے خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کی بھی تحذیب کی اور یہ جانتے ہوئے کہ آپ اللہ کے رسول ہیں حق کے منکر ہونے اللہ تعالیٰ نے فرمایا نَلَّ لَعْنَهُمُ اللَّهُ بِكَلِمَتِهِمْ لَقِيلًا عَفَا عَنْهُمْ (بلکہ اللہ تعالیٰ نے ان کے کفر کی وجہ سے ان پر لعنت کر دی وہاں میں سے کم ہیں جو مسلمان ہوں گے) ان کے قیامت تک کا ذکر کرتے ہوئے سورہ بقرہ میں فرمایا لَقَدْ كُنْتُمْ فِئْتًا فَتَفْشَلْتُمْ وَتَوَلَّيْتُمْ كَفَرًا تَوَلَّيْتُمْ (تم ایک جھجکاؤ والا فتنہ فتنہ سے دل سخت ہو گئے سورہ بقرہ میں کی طرح ہیں وہاں سے بھی زیادہ سخت ہیں) جب انسان بار بار گناہ پر گناہ کرتا رہے اس میں سرکشی کی نشان دہی ہوجاتی ہے اور اس سرکشی سے دل میں قیامت اور حق آجاتی ہے جس کی وجہ سے وہ کی طرف توجہ نہیں دیتی اور سورہ صہ اور صبحت کی بات بھی نہ دیکھتا کہ اللہ پاک نے اہل ایمان کو کتبہ دے دیے ہوں اور اشار فرمایا لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيهِ لَعْنٌ لِّكُلِّ أَفَّاكٍ أَثِيمٍ (کیا ایمان والوں کے لئے اس کا وقت نہیں آیا کہ ان کے دل اللہ کی صحبت کے لئے اور جو حق میں بدل ہوا ہے اس کے سامنے بھگت جائیں اور ان لوگوں کی طرح نہ ہو جائیں جن کو ان سے پہلے کتاب ملی تھی پھر ان پر ایک زمانہ اور ان کو دیکھا پھر ان کے دل سخت ہو گئے اور بہت سے آدمی ان میں سے قاتل ہیں)۔

یہ جو دلوں کا تواریت شریف میں تحریر کیا گیا ہے یہودی کی شامت کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا يَخْبَرُ قَوْمٌ النُّجُومَ عَنْ قَوْمٍ صَاحِبِهِ

خدا مخلقات بعینہ بیخ استعمل فرمایا ہے اور نور و چمک ایک ہی ہے یعنی اللہ تعالیٰ کی ہدایت اس لیے لفظ نور کو بامعنا دیا گیا۔

نصاری کا کفر جنہوں نے مسیح کو ابن مریم کو معبود بنایا۔۔۔۔۔ اس کے بعد نصاریٰ کی گمراہی میں نرمی ان میں سے ایک فرقہ کہتے تھے کہ مسیح کا ابن مریم ہی ہیں ان کی تردید کرتے ہوئے ارشاد فرمایا تاؤ اگر اللہ تعالیٰ مسیح کا ابن مریم کو اور اس کی ماں کو اور نے زمین کے تمام افراد کو پاک کرنا چاہے تو انھیں کون بچا سکتا ہے چونکہ وہ لوگ حضرت عیسیٰ اور ان کی والدہ علیہما السلام کی موت کے قائل تھے اور یہ بھی جانتے تھے کہ ان کو اللہ نے موت دی ہے اس لیے ان سے سوال کر کے ٹوہنجی پر جنت قائم کی گئی تھی موت آجائے وہ کیسے خدا ہو سکتا ہے۔ (اور اللہ کا نواہ "اس لیے فرمایا کہ حضرت مسیح علیہ السلام بھی تک نہ وہ ہیں بلکہ اگرچہ یہ وہ نصاریٰ ان کی موت کے قائل ہیں)

پھر فرمایا **وَلِلّٰهِ خُلُقُ الشُّعُوْنِ وَالْاَزْهٰی وَخَلَقْنٰہُمْ** کہ اللہ تعالیٰ ہی کے لئے ہے جو کہتا سمجھتا ہے اور وہ زمین میں ہے اور جو کچھ ان کے درمیان ہے وہ جو ملک اور وہ کیسے معبود ہو سکتا ہے اور اپنے خالق کے ساتھ انہیں جیسے شریک ہو سکتا ہے اللہ تعالیٰ کو اختیار ہے وہ جو چاہے پیدا فرمائے اور مریم کو بھی پیدا فرمایا اور مریم کے بیٹے عیسیٰ علیہما السلام کو بھی پیدا فرمایا۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی پیدائش عادت معروض کے مطابق نہ تھی اس لیے وہ ان کو خدا کا بیٹا کہنے لگے مخلوق معبود نہیں ہو سکتی کیونکہ اس کا وجود اس کے خالق کا دیا ہوا ہے۔ خالق اصل جبرو نے جس طرح بھی وجود دیا ہو ہر مال مخلوق مخلوق ہی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو بغیر باپ کے پیدا فرمایا نہ کہ نہ کہ وہی۔ اس سے یہ کیسے لازم آیا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام میں خدا یا مستقل معبود ہو جائے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تو ربی تھے اور بشر بھی۔۔۔۔۔ آیت ہا میں **یٰۤاَیُّہَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا قُلُوْا لِلّٰہِ نُوْرًا وَبِیْنَ فِیْہِیْنَ** فرمایا ہے اس میں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گمراہی مراد ہے۔ نور روشنی کو کہتے ہیں آپ کی تشریف آوری سے پیچھے سارا عالم کفر و شرک کی تاریکیوں سے بھرا ہوا تھا تو حید کے سامنے والے خال خال ہی دنیا کے کسی گوشہ میں الا کاٹا گیا نہ جاتے تھے مناجات کھینچ کر اس بات سنیہ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بیٹھتے ہوئے تو آپ نے تو عید کی دعوت دی اور اس بارے میں بہت زیادہ دعوت کی اور بڑی بڑی مشقتیں اٹھائیں جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ اللہ تعالیٰ کے حکم سے سارا عالم بھلا ہوا اور شرک کی تختیں جھٹ گئیں اور ایمان والین کے نور سے قلوب منور ہو گئے۔

بلغ القلوب بکلمۃ	خدا صلی اللہ علیہ وسلم اپنے کلمات کی بدولت دلوں کو نکلتی گئے
کشف اللہجی بخدا	آپ کے کلموں سے اللہ میرے جھٹ گئے،
عشت جبینہ جضہ	آپ کی تمام ادا کیا سکین ہیں
صلوٰۃ اعلیٰ والہ	تم سب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ کی آل پر بھیجی

بہت سے لوگ نور ہونے کا یہ مطلب سمجھتے ہیں کہ آپ بشر نہیں تھے ان کی اس جاہلانہ بات سے قرآن کریم کی آیت **لَیْسَ مُشْجَعٰنِ وَتَنْ خَلِیْ خُتْ اِلَّا نَشْرًا وَّمُؤَلَا** (آپ فرما دیجئے کہ میں اپنے رب کی پاکی جان کرتا ہوں میں نہیں ہوں مگر بشر ہوں رسول ہوں۔ لیکن محبت کے واسطے اور کہتے ہیں کہ بشر نہیں تھے۔ اللہ تعالیٰ کے ارشاد کو سمجھتے ہیں پھر بھی اسلام کے واسطے دار ہیں اللہ تعالیٰ جانتا ہے۔

فامروہ۔۔۔۔۔ یہ ہر فرمایا **فَیَقِیْ بِہِ اللّٰہُ فَرَحٌ وَخَوْفٌ** مثالی السلام اس سے معلوم ہوا کہ جو شخص اللہ تعالیٰ کی رضا مندی کا طالب ہوا تو تعالیٰ اس کو ضرور جانتا ہے کہ جو لوگ اسلام کے خلاف ہیں اور جو لوگ مسلمان ہونے کے واسطے دار ہیں (لیکن ضروریات دین

کے منکر ہیں انھیں خدا نے اسلام پیش کرتے ہیں کہ تمہارے عقائد کفر ہیں لیکن انہوں نے خدا اور خدا پر کفر یا نہ کفر کے بعد ہم اللہ تعالیٰ۔

فائدہ..... جنت میں لے جانے والے اعتقادات اور اعمال کو سُئِلَ السَّلَامُ قریم اور جنت کو ہر اسلام قریم اور اللہ تعالیٰ نے اپنے دین کا نام اسلام رکھا اور اللہ تعالیٰ کے ناموں میں سے ایک نام اسلام بھی ہے اور جب مسلمانوں میں آپس میں صلوات ہو اس کے لئے سلام کا شروع قریم اور ارض نمازوں کے بعد کی دعا اَللّٰهُمَّ اَنْتَ السَّلَامُ وَبِسْمِكَ السَّلَامُ (آخر تک) تعلیم فرمائی کہ حقیقت اللہ تعالیٰ کے دین میں سلامتی ہی سلامتی ہے یا میں بھی اور آخرت میں بھی۔

وَقَالَتِ الْيَهُودُ وَالنَّصْرَى نَحْنُ اَبْنَاءُ اللّٰهِ وَاجْبَاءُؤُهُ قُلْ فَلِمَ يُعَذِّبُكُمْ بِذُنُوبِكُمْ

اور یہود نصاریٰ نے کہا کہ ہم اللہ تعالیٰ کے بیٹے ہیں اور اس کے پیارے بیٹوں کو کیوں عذاب کرتا ہے اور انہیں تمہارے ان لوگوں کے سبب عذاب دے گا؟

بَلْ اَنْتُمْ بَشَرٌ مِّثْلُ خَلْقٍ يَغْفِرُ لِمَن يَشَاءُ وَيُعَذِّبُ مَن يَشَاءُ وَهُوَ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ

بلکہ تم ہی کی مخلوق میں سے ہو ہو وہ کھلے گا جس کو چاہے اور عذاب دے گا جس کو چاہے اور اللہ تعالیٰ ہی کا ملک ہے آسمان

وَالْاَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا وَرَءِیُو الْبَصِیْرِ ۝ يٰۤاَهْلَ الْکِتٰبِ قَدْ جَآءَ كُمْ رَسُوْلٌ یُّبَیِّنُ لَكُمْ

اور تم بھی اور جو کچھ ان کے درمیان ہے اور اُن کی طرف سے کلام ہے اہل کتاب تمہارے اس رسول کو آج ہے جو آپس میں تمہارے لئے جان کرتا ہے

عَلٰی قُلُوْبِهِمْ مِّنَ الرُّسُلِ اَنْ تَقُوْلُوْا مَا جَآءَنَا مِنْ بَشِیْرٍ وَلَا نَذِیْرٍ ۚ قَدْ جَآءَ كُمْ بَشِیْرٌ

تجربہ رسولوں کا مسئلہ صاف تھا کہ تم میں سے نہ کوئی کہ بشارت دے گا نہ کوئی کہ نذر دے گا اور اللہ تعالیٰ نے اس کو بشارت دے گا اور نذر دے گا

وَنَذِیْرٌ ۚ وَاللّٰهُ عَلٰی كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ

اور اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے۔

یہود و نصاریٰ کی گمراہی جنہوں نے کہا کہ ہم اللہ کے بیٹے اور اس کے پیارے ہیں

ان آیات میں اولاً یہود و نصاریٰ کا ایک دعویٰ نقل فرمایا کہ یہ لوگ کہتے ہیں کہ ہم تو اللہ کے بیٹے ہیں اور اس کے محبوب اور پیارے ہیں (دعا کیا اللہ کی بھی اس کا ہے) قرآن مجید دلائل و دھواں میں سے ایک دعویٰ ہے۔ شیطان انسان کے پیچھے چل رہا ہے ایمان اور اعمال صالحہ سے دور رکھنے اور ہتھکنڈے کے لئے طرح طرح کی باتیں بھیجتا ہے یا توں میں سے یہ بھی ہے کہ اس نے یہود و نصاریٰ کو یہ بھیجا کہ تم تو اللہ کی اولاد اور اس کے محبوب ہو تم محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لاؤ یا نہ لاؤ کیسے ہی اعمال کرو تمہارا سب کچھ صاف ہے۔ ان لوگوں نے شیطان کی اس بات کو مان لیا اور اپنے بارے میں یہ عقیدہ رکھ لیا کہ ہم اللہ کی اولاد اور اس کے پیارے ہیں اس لئے ہم کو عذاب نہیں ہوگا۔ "اور اللہ گویا حافظ نہ ہند" تفسیر قرطبی ص ۳۵۷ میں لکھا ہے کہ حضرت سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم یہود کے پاس تشریف لائے اور ان کو دعوت دلی کا اللہ تعالیٰ کو ماننے کی طرح انہیں اور ان کے عذاب سے ڈرایا۔ یہ ان کو کہنے لگے کہ اسے اللہ (یعنی اللہ) انہیں کیا ارادت ہے ہر ہم اللہ کے بیٹے ہیں اور ان کے محبوب ہیں۔ نصاریٰ نے یہ بات بھی سنی یہودی کہنے لگے کہ ہر اللہ اہل جنت نے یہ بات وقالت الیہود والنصرانی

ہے اس سے سورۃ صاف ہے جو تفسیر کو ہر منزل پر پہنچائی منہ ، بغیر اسے اختلفہ مختلفہ ہے اس سے کبھی معلوم ہوتا ہے کہ ان دونوں حضرات کے درمیان کوئی کمی نہیں تھا۔ لیکن بخاری میں ۳۹ حج ۲ میں اس کی تصریح ہے کہ آپ نے حضرت یحییٰ بن علیؑ کو کفر کیا اور فرمایا الحسن بن علیؑ کہ تمہارے درمیان کوئی کمی نہیں ہے۔

بعض علماء نے بعض اپنے عقائد کے بارے میں کہا ہونے کا احوال ظاہر کیا ہے جو سیدنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کچھ عرصہ پہلے گزرے تھے جن میں سے خالد بن خاتم ایک نامہ ذکر کیا جاتا ہے لیکن یہ بات کچھ نہیں ہے کیونکہ کچھ اور صریح حدیث کے خلاف ہے۔ بعض حضرات نے فرمایا ہے کہ وہ حضرت یحییٰ بن علیؑ اسلام سے پہلے تھے اور بعض حضرات نے ان کی شخصیت کے موجود ہونے ہی میں شک کیا ہے بہر حال اگر وہ یہی تھے تو حضرت یحییٰ بن علیؑ اسلام سے پہلے تھے۔

تفسیر ابن التومانی کا زمانہ کتنا تھا..... (دوسرے فرقہ جس میں حضرت انبیاؑ کو پیغمبر مصلیٰ اللہ علیہ وسلم کے آنے کا سلسلہ منقطع رہا اس کی کئی حدیث بھی اس کے بارے میں حضرت مشر بن کرام نے متعدد اقوال نقل کئے ہیں۔ اسلام بخاری نے ابی ہند سے حضرت سلمانؑ کا یہی روایت منقول کیا ہے کہ حضرت یحییٰ اور حضرت موسیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے درمیان چوبیس سال کا فاصلہ تھا۔ (بخاری میں ۵۶۶ ج ۲) بعض حضرات نے ایک سو سال کا فاصلہ دیا ہے۔ ان دونوں میں اس طرح تعلق ہو سکتا ہے کہ حضرت سلمانؑ روایت منقولہ حضرت یحییٰ بن علیؑ اسلام کے درمیان ۱۰۰ سال کے بعد سے حضرت موسیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت تک چوبیس سال مراد لیا ہو۔ اللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔ مشر بن کثیر نے ۳۵۵ ج ۲ ایک قول میں چوبیس سال کا بھی نقل کیا ہے اور ہر گز فرمایا ہے کہ چوبیس چوبیس میں کوئی اضافہ نہیں جس نے چوبیس سال کہا اس نے چوبیس سال ہی مراد لیے ہیں اور جس نے چوبیس کہا اس نے چوبیس ہی مراد لیے ہیں کیونکہ سو سال کسی میں (تقریباً) تین سال قریب زاد ہو جاتا ہے یہی جو فقرہ کا زمانہ تھا جس میں چار کلمہ شریک اور گمراہی کا جو حال تھا اس کے بارے میں جامع الکتاب میں مشر بن کثیر نے کسی ایسی بھی تعبیر کی ہے وہ فرماتے ہیں۔

والمفصود ان الله بعث محمدًا صلى الله عليه وسلم على فترة من الرسل وطموس من السبل ولغير الايمان وكثرة عبادة الاولاد والبران والصلبان فكانت السعة به اتم النعم والحاجة امر عجم فان الفساد كان قد عم جميع السبل والصلبان والجهل قد طهر في سائر العباد الاولاد من التمسك ببقايا من دين الانبياء الاقدمين من بعض اهل اليهود وعبادة الصوامي والصابئين (ص ۳۵ ج ۲)۔

یعنی اللہ تعالیٰ نے سیدنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ایسی مدت میں بھیج دیا کہ آپ کا بیعت لانا اللہ تعالیٰ کی کامل ترین نعمت ہے اور آپ کے کفر سے لانے کی سب کچھ مدت بھی تمام ہو گئی جس میں سیدنا محمدؐ سرگئی اور چار ہزار سال میں مکمل کی گئی ہو چکا ہے ایسے لوگوں کے جو انبیاؑ کو پیغمبر اسلام کے دین کو بکڑے ہوئے تھے جن میں بعض اہل ہند تھے اور بعض لوگ تھے جو نصاریٰ اور مجوسی تھے جن میں سے تھے ان کی عبادت میں لگے ہوئے تھے۔

حضرت ماضی بن حارث شافعیؒ سے روایت ہے کہ ایک دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے غلبے میں ارشاد فرمایا کہ بلاشبہ میرے رب نے مجھے محمدؐ کی کسی قسم میں بھیج دیں جس سے جہادوں جو چھڑیں آج اللہ نے مجھے حکیم کی ہیں اور وہ حق نہیں جانتے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا جو دین میں کسی بندہ کو دین وہ اس کے لئے حلال ہے (لوگوں کے دلچسپ طور پر حرام قرار دینے سے اللہ کا دیا ہوا مال حرام نہ ہوگا۔ مشر بن کثیر نے بعض چیزوں کو حرام قرار دیتے تھے جو اللہ کے قانون میں حلال تھیں ان کی تردید فرمائی کہ اللہ تعالیٰ شافعیؒ نے یہ بھی فرمایا کہ میں نے

قَالَ رَجُلَيْنِ مِنَ الَّذِينَ يَخَافُونَ اللَّهَ عَلَيْهِمَا ادْخُلُوا عَلَيْهِمُ الْبَابَ ۖ فَإِذَا دَخَلْتُمُوهُ

اور انہوں نے کہہ دیا کہ اے دو ایسے اللہ ڈھائی لے ایسے جنہیں تم اپنا گھر کرتے ہو، اب اس میں داخل ہو گے

فَأَوْكَاهُمْ بِغُلَيْفٍ ۖ وَأَعْلَىٰ لَحْوِيكَ لَئِنْ كُنْتُمْ مُؤْمِنِينَ ۖ قَالُوا يَبْنُوْنَ سِرًّا لَّكَ لَعْنُهَا

اور انہیں تم سے چھپا کر دے گا، اور اونچے اونچے پر چڑھ کر اگر تم سچے ہو، کہیں گے کہ اسے سنائی ہم پر کہی گئی اس میں داخل نہ ہو گے

أَبَدًا ۖ مَا مَوَافِقُهَا ۖ فَأَذْهَبَ أَنْتَ وَرَبُّكَ فَفَاعِلًا ۖ إِنَّا مَهْمَا فَعِدُونَ ۖ قَالَ رَبِّ إِنِّي

بے شک کہہ چکا ہوں کہ میں سچ ہوں، میں جیسا کہ تم نے کہا ہے وہی ہو گا، تم نے کہا کہ اسے بھڑکے

لَا أَمْلِكُ إِلَّا نَفْسِي ۖ وَأَخِي فَأَفِرُّ بَيْنَنَا وَبَيْنَ الْقَوْمِ الْفَاسِقِينَ ۖ قَالَ فَإِنَّهَا مُحَرَّمَةٌ

ہے تم پر اس کی شے صرف میری ہے اور میرے بھائی کے، اور ان لوگوں سے جو ایمان لائے اللہ تعالیٰ نے تم پر یہ چیزیں ان لوگوں پر

عَلَيْهِمْ أَرْبَعِينَ سَنَةً ۚ يَتَتَّبِعُونَ فِي الْأَرْضِ ۖ فَلَا تَأْسَ عَلَى الْقَوْمِ الْفَاسِقِينَ ۖ

چالیس سال تک وہ اس سے کی۔ انہیں میں جہنم لگاتے رہیں گے سو آپ ڈرو ان قوم پر، کیونکہ۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کا بی اسرائیل کو اللہ تعالیٰ کی نعمتیں یاد دلانا

اور انہیں ایک ہستی میں داخل ہونے کا حکم دینا اور ان کا اس سے انکار کرنا ہونا۔

ان آیات میں بی اسرائیل کا ایک واقعہ ذکر فرمایا اس واقعہ میں ہجرت ہے اور اس بات کی دلیل بھی ہے کہ بلاشبہ نبی محمد رسول اللہ صلی

اللہ علیہ وسلم اللہ کے رسول ہیں سورۃ النمل میں یہ خبر مذکور ہے کہ ان لوگوں نے یہودیوں کو جو تھے انہیں اپنے آپ کو اجداد کے حقے معلوم تھے،

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ایسے واقعات کو کہنا (جن کے جاننے کا آپ کے لئے وہی کے سوا کوئی راستہ نہ تھا) اس امر کی سرکھانہ دلیل ہے

کہ آپ بلاشبہ اللہ کے رسول ہیں یہودیوں میں سے چند افراد ہی ایمان لائے مگر بہت سب پر پوری ہو گئی۔

واقعہ یہ ہے کہ جب فرعون کا لشکر مسجد میں داخل ہوا کہ فرعون بھی ہلاک ہو گیا اور فرعون اسرائیل مسجد پر دو کھرام کے علاقہ میں

داخل ہو کر وہاں انہیں اپنے وطن فلسطین میں جانا تھا یہ لوگ کسی سوال کے بعد مصر سے واپس لائے تھے۔ ”ہم نے خلیج مدیج کی گیزر ان کے

پیچھے مقرر کی تھی کہ ان کے وطن پر قبضہ کر لیا تھا یہ لوگ قوم ہاد کا تعلق تھے اور یہ قبضہ کا مستحق نہ تھے بلکہ ان کے لئے اللہ تعالیٰ نے حکمت والے تھے

اللہ تعالیٰ شانہ نے مقدر فرمایا تھا کہ یہودیوں نے اسرائیل کو کھٹے کی حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ان لوگوں کو اللہ کی نعمتیں یاد دلایں اور انہیں

تایا کہ اللہ تعالیٰ کی تم پر ہدی ہوتی میری باتیں ہیں، اس بعد میں انہیں تم میں کثرت کے ساتھ ہی ہوں گے اور تم میں بہت سے بادشاہ ہوں گے اس

وقت کے بعد کہ کھاد کے لیے اپنی جگہ ہوتی چاہئے جس میں حضرات انبیاء و کرام علیہم السلام آراؤں کے ساتھ تبلیغ کر سکیں اور ان کا کام لے لیا سکیں

اور جس میں تمہارے بادشاہ اپنے اقتدار کو کام میں لائیں اور محلات کو نکالیں اب تک تم قہر (مصری قوم) کے طاقت تھے جنہوں نے

تمہیں تمام بادشاہات پر تم اپنے وطن میں داخل ہو جاؤ یہ ملک سر زمین تمہارے لیے اللہ نے مقدر فرمایا ہے تم بہت بگڑ کر رہا کرنا نہ

آگے بڑھو جگہ کہ جن لوگوں نے قبضہ کر لیا ہے وہ ان سے کھل جائیں گے صحت کہ وہ رسول سے کام لیں اور نہ نقصان لھو گے۔

جَعَزُوا الظَّالِمِينَ ﴿۱۰﴾ قَطَّوْعَتْ لَهُ نَفْسُهُ قَتْلَ أَخِيهِ فَقَتَلَهُ فَأَصْبَحَ مِنَ الْخَيْرِينَ ﴿۱۱﴾

کی سزا ہے اس کے گھر نے اسے اپنے بھائی کے قتل پر آمادہ کر لیا اس نے اسے قتل کر دیا جس کی وجہ سے وہ نیکانِ عالمی بن گیا وہیں میں شامل ہو کر

قَبَحَتْ اللَّهُ شَرَابًا يَبْهَثُ فِي الْخَمْرِ يَبْزِيكَ كَيْفَ يُؤَارِي سَوْءًا فِيْ أَخِيهِۖ قَالَ يُؤَيِّنُ

اپنا بھائی نے ایک کام چھوڑ دیا کہ وہ چھوڑ دے گا کہ وہ اپنے بھائی کی طرح کچے پھل کے کھا کر اس میں ہلاکت پائی اس سے بڑا بھلا

أَعْبَدْتُ أَنْ أَكُونَ وَمِثْلَ هَذَا الْعُشْرَابِ فَأَوَارَى سَوْءًا أَخِي فَأَصْبَحَ مِنَ الشَّيْءِ يَوْمَئِذٍ

کہ اس کو بے کی طرف سے چھوڑ دیا سوچنے بھائی کی بات کو سمجھا وہیں میں ۱۰ بھلا بن گیا وہیں میں سے بھلا

حضرت آدم علیہ السلام کے دو بیٹوں کا واقعہ ایک کا دوسرے کو قتل کرنا،

پھر اس کی لاش کو لئے ہوئے پھرنا

یہاں قرآن مجید میں حضرت آدم علیہ السلام کے دو بیٹوں کا واقعہ نقل فرمایا ہے۔ مشہور یہی ہے کہ یہ دونوں حضرت آدم علیہ السلام کے ساتھی بنے تھے اور آیت کریمہ کے الفاظ ہری الفاظ بھی اس پر دلالت کرتے ہیں۔ کیونکہ حقیقی معنی کچھ ہو سکتے ہیں تو قہاری معنی لینے کی کوئی ضرورت نہیں ہوتی مگر اگرچہ بعض لوگوں نے یہ بھی کہا ہے کہ یہ دونوں بھائی (عادل و فاضل) اپنی اسرا نیکل میں سے تھے اور ہاتھ اور لہجہ اور پتھر کو یعنی اللہ آدم کے دو بیٹوں کے تعبیر فرمایا ہے۔

تفسیر کیوں پیش آیا اور اس کے سبب ذکر کیا گیا تھے اس کے بارے میں جو کہتا ہے وہ سب اسرا نیکل اور ایلات سے ملتا ہے۔ قرآن کریم میں اہل اہل اللہ کے فرمایا ہے پھر اس میں بطور عبرت بمن اُخْلِ ذَلِكُمْ تَحْكُمُوا لِيْ آخِرُهُ لَمْ يَدَاۤءِ تَحْصِيلُ کے ساتھ تفسیر معلوم نہ ہو تب بھی مضمون عبرت پر کوئی فرق نہیں چلتا۔ مضمون کی تفسیر میں ۴ نے بحوالہ سدی حضرت ابن عباس اور ابن مسعود رضی اللہ عنہما پر مبرم سے نقل کیا ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام کی جملہ اولاد بھائی تھی اس میں ہر ایک ایک لاکھ اور ایک لاکھ بیس بیٹے تھے۔ (اس زمانے میں نسل بد حالانے کی ضرورت تھی اور اولاد کا آئیں میں نکاح کرنے کے لئے اس کے علاوہ کوئی راستہ نہ تھا کہ ایک ہی شخص کی ساتھی اولاد کا آئیں میں نکاح کر دیا جائے تاہم اختلافی ضرورت کرتے تھے کہ ایک ہی عورت سے ایک ساتھ جو بیٹے اور بیٹیاں کا نکاح کر لیا جائے اور ان کا آئیں میں نکاح نہیں کرتے تھے بلکہ ایک عورت کے لئے کے ساتھ جو لڑکی پیدا ہوتی تھی اس کا نکاح دوسرے عورت سے پیدا ہونے والے لڑکے سے کیا جاتا تھا جس کو لڑکے پیدا ہونے ایک کام تھا جو بھائی کرنے والا تھا اور دوسرے کام یا بھائی تھا جس کے پاس وہ رہا ہونے والا نہ ہو سکتی تھی، فاضل جو اہل اس کے ساتھ جو کہیں پیدا ہوتی تھی وہ بھائی کے ساتھ پیدا ہونے والی بہن سے زیادہ خواہر بہن تھی یا بھائی نے چاہا کہ فاضل کی بہن سے نکاح ہو جائے اور خدا علیہ السلام کے مطابق اس کا نکاح بھائی سے ہی ہونا چاہئے تھا۔ فاضل اس بات پر نہ ہوا اور اس نے کہا کہ یہ میری بہن سے میرے ساتھ پیدا ہوئی ہے جو میرے ساتھ پیدا ہونے والی بہن سے زیادہ خواہر بہن ہے اور میں اس کا ربا رہا ہوں میں کبر اور ان کے اس سے ہوا (تو انہی شرعی کے خلاف عیسائیوں کی عادت پر عمل کرتے کارا دیا)

حضرت آدم علیہ السلام نے فاضل سے کہا کہ یہ لڑکی جو میرے ساتھ پیدا ہوئی ہے اس کا نکاح بھائی سے کر دینی چھیں فاضل نہیں مانا پھر جملہ نے کام کرنے کے لئے دونوں نے ایک ایک ٹکڑی ہاتھ میں چار ٹکڑی کی کر جس کی بنا پر فاضل ہوا ہے وہی اس لڑکی سے نکاح کرنے کا

حق دار ہو گا۔ دوسروں نے جب یہ فزقش کی تو اہل کی ہزار قول ہو گئی۔ آج کل سے آگ آتی اور اس کو جلاوا یا جھٹل کی تیار نہ کی گئی۔ جب اس کی ہزار قول نہ ہوئی اور جتنی فیصلہ بھی اس کے خلاف ہو گیا تو کھٹ لیتی کرتے ہوں کی طرح جھٹل سے کہا کہ میں تجھے کچھ نہیں کروں گا اس میں جھٹل کا یہ تصور نہ تھا اس کی ہزار قول ہو گئے کا فیصلہ ہندی طرف سے تھا لیکن جھٹل ضرور ہو گا کہ یہ کہتے ہیں کہ اس کا طرح سے ہر قسم کی ہندی کی جب تک کہ اس سے عاجز نہ ہو جاتا ہے تو فریق خلاف سے کہتا ہے کہ میں تجھے ہوں گا آگ لکھوں گا۔ جھٹل نے حانت کے ساتھ جواب میں کہا کہ انما یقتل المؤمن من المؤمنین اللہ تعالیٰ کئی نہیں سے ہی قول فرماتا ہے کہ اب اس کے کہنے کا یہاں سبب اختیار کیا نہ تو اپنی طرف کی کہ میں کہوں ہوں اور نہ جھٹل سے میں کہا کہ تو کہوں نہیں ہے، ہر ایک کا تو اپنی بات جی جی اور اچھے یہاں میں یہ سمجھا، یا کسی اگر تو حق ہو تو میری ہزار قول ہو جائے۔

اہل نے مسلمہ کا دم چا دی۔ کہتے ہوئے یہ بھی کہا کرتے تھے گل کرنے کے لیے ہاتھ باہا ہاتھ میں چپے گل کرنے کے لیے جری طرف ہاتھ بندھاؤں گا۔ میں افسوس سے دانتوں میں جو سب اعلیٰ ہے مضمین نے لکھا ہے کہ اہل قاتل سے قوت اور طاقت میں زیادہ ہوا تو لیکن اس نے متغول ہو جانا گوارا کر لیا۔ اور اپنے بھائی پر ہاتھ اٹھا کر گوارا کیا۔ دھماکے کے لیے جڑی طور پر تھوڑا سا شروع تو ہے لیکن اہل نے یہ خیال کرتے ہوئے مظلوم کو کہ متغول ہو جانا قاتل ہو نے سے بڑھ کر صبر کر لیا (یہاں بعض چیزوں میں جاری شریعت کے اقتدار سے بعض افکار آگے سامنے آتے ہیں لیکن چونکہ یہ ضروری نہیں ہے کہ تمام دنیا کی شرائط احکام کے اقتدار سے خفق ہوں اس لئے یہ افکار رفع ہو جاتے ہیں)۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد کہ فتنوں کے زمانہ میں کیا کریں: ... - انھیں زمانہ میں فتنے بہت زیادہ ہوں گے اس وقت نکل دیں بہت ہوگا اس وقت بھی باطل کا طریق اختیار کرنے کا تحمل نہ کیا گیا ہے حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تم سے پہلے میری امت کے علماء کی طرح تھے ہوں گے ان فتنوں میں انسان گناہوں میں ہوگا اور ظالم کو کافر ہوگا اور شام کو سون ہوگا اور سج کو کافر ہوگا جیسے وہاں کفر سے نکلے والے سے اور پہلے وہاں نہ نکلے والے سے کفر ہوگا اس وقت تم اپنی کانٹوں کو توڑ دو چاروں کی باتوں کو کاٹ دو چاروں کی ٹانگوں کو چھریں سے نکل دیا اور اپنے گردوں میں اندر بیٹھ جانا چھری تم میں سے کسی کے پاس کوئی ٹھنڈی نکل کرنے کے لئے بھیجی جائے تو تم کے دروغ میں جدا چھوڑ دینا خاص کی طرح ہو جائے (مسند و المصابیح ص ۳۲۳ ج ۲)

یعنی باطل کی طرح ہو جائے اور حق ہو جائے اور کفر کو توڑنے کے لئے چھوڑ دینا۔ حضرت عثمان بن عفان تھے وہ سہرا سہرا سنیں تھے قتال اور سے سب سے پہلے میں نے غنائتاً ہنسنا بیٹھ لیا اُنکے اُنکے اُنکے نکل کر یہاں حضرت عثمان بن عفان تھے وہ سہرا سہرا سنیں تھے قتال اور غزائے سب کو کر سکتے تھے نہیں انہوں نے عقل پر ہر پند کر لیا اور قتال کرتے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

ہم نے مزید سلسلہ کام جاری رکھتے ہوئے کہا اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُکَ اِلَیْهِمْ وَ اَلِیْہِمْ فَتُکَلِّمُنِیْ مِنْ اَصْحَابِ الدَّارِ ۖ یہ کائنات کو خطاب ہے اور مطلب یہ ہے کہ میں یہ چاہتا ہوں کہ اپنے کلام کی لے اور میرے کلام کی لے میں سب کا اپنے کو اپنے افعال اور روزگاروں میں مل جائے تو ذلیف جگر کا اَلْعِلَیَّ الْعِلْمُ اور یہ غلاموں کی جڑ ہے۔ غصہ میں نے لکھا ہے کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ تیرے جو کاموں میں کیا جو تیرے لیے ہے وہی اور میں میں ہر گز کا کلام کی اپنے سر دھرنے کو تیار ہے۔ یہ سب کا مال کرتیرے روزگار میں جانے کا سب سے مانگی ہے۔

ایک اشکال اور اس کا جواب — یہاں پر اشکال پیدا ہوتا ہے کہ ایک مسکن کو اپنے بھائی کا خیر خواہ ہونا چاہئے یا نہیں؟

کہ میں چاہتا ہوں کہ تو اپنا اور میرا گناہ اپنے سر رکھ لے اور دوڑ نہیں میں سے ہو جائے یہ تو خیر خواہی کے جذبہ کے خلاف ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ پہلے ہر طرح سے اپنے بھائی کو کھجواں اٹھا دیں اس نے صحت قبول نہ کی اور کسی طرح نصیحت مانگہ نہ منعت ہوئی تو پھر باطل نے اور اس اعتبار پر یہ اور چارہ کیا کہ جو جھوٹ کرنا چاہتا ہے اس کا تہیہ براہ ہے جو دروغ میں جانے کی صورت میں ظاہر ہو گا مگر بالحدوث افغانا تیرے دروغ میں جانے کا ذریعہ ہی جانے گا۔

ظن ہے کہ باطل کی صحت سے اور کھجواں کی کھ سے قاتل کوڑا مارا اور قاتل کرے یا نہ کرے؟ لیکن باطل اس کے ظن سے اس پر آمادہ کر ہی دیا کہ اپنے بھائی کو قتل کرے۔ چنانچہ اس نے قاتل کر ہی ڈالا۔ قاتل کر کے دروست قصص میں چڑ گیا اور پاشا بھی قصص ہوا کہ ایک بھائی سے محروم ہو اور والدین بھی ناراض ہوئے اور حقائق کا نکتہ مل جھوٹا کو بھی ناراض کر دیا اور آخرت کا عذاب اس کے ساتھ ہوا۔

قاتل کا طریقہ پتا نہیں لے سکتا یا... قاتل نے قاتل کا راز نہ کر لیا لیکن قاتل کیسے کرے یہ بھی ایک سوال تھا کہ کیسے اس نے قاتل کیا؟ پاشا کوئی محتول نہ ہوا تھا۔ قاتل کرنا چاہا تو کون مرے گا؟ لیکن اس سے کچھ حاصل نہ ہوا اس موقع پر انھیں ملوں پہنچ گئے اور اس نے ایک خانہ پر پار اس کا سر ایک حجر پر رکھا دوسرے حجر سے مارا۔ قاتل دیکھتا رہا اور پھر اس نے اپنے بھائی کے ساتھ بھی ایسا کیا اور قاتل کر دیا۔ اس پر سے میں مسخرین نے دوسری صورتیں بھی قاتل کی جن لیکن کیونکہ قاتل کی نصیحت پر کوئی غم شری متوقف نہیں ہے اس لئے کسی صورت کے سمجھنے کرنے کی ضرورت نہیں۔ یہ جتنی بات ہے اس نے قاتل کر دیا جس کی تصریح اللہ تعالیٰ میں موجود ہے۔

قاتل کو پریشانی کہ مقتول بھائی کی لاش کا کیا کرے؟... قاتل تو کہہ دیا لیکن اس سے پہلے کوئی میت کتنی سختی نہ چھی کر جائے تو کیا کیا جائے اس کے بارے میں یہ کہ علم نہ تھا اب قاتل خود اس تھا کہ بھائی کی لاش کا کیا کرے؟ یہی حیرانی اور پریشانی تھی کہ اللہ تعالیٰ نے وہ کام کیسے دیوال آج میں لڑا ہے اور ایک نے دوسرے کو مار دیا پھر ایسا مارنے والے کا سے لے زمین کو کر دیا اور دوسرے کو بے لاش کو قاتل کر دیا۔ فَبَشِّرْهُ بِأَلْقَامٍ كَثِيرَةٍ لَا تُولَىٰ ضَرَفًا (سو اے نبیؐ کہجے اور ایک کو اور کر دے پھاڑ میں کتا کتا دے اسے دیکھنے کے کیسے بچائے اپنے بھائی کی لاش کو ایک قاتل نے یہ خطرہ دیکھ لیا تو زمین کو کھو کر اپنی بھائی کی لاش کو لائی کر دیا اور یہ بھی کہا: بِأَنْفُسٍ أَهْلِيكَ اُن انھوں نے بھائی کو قاتل کر دیا اور اب قاتل کو قاتل کر دے فَأَنْفُسُكَ أَهْلِيكَ (اے اسوں! میری حالت پر اپنا بھی اس سے بھی عاجز ہو گیا کہ اس کا سے کی طرح ہو جائے پھر اپنے بھائی کی لاش کو پسند اس۔ خسران یعنی نقصان عظیم کا تو مستحق ہو ہی تھا! اپنی بات بھی یہ نام ہو کہ میں کہے جیسا بھی نہ ہو گا اپنے بھائی کی لاش کو اپنی کمر سے کھینک لے گا نہ پتا۔)

تو انکو متعلقہ واقعہ باطل و قاتل

۱۔ واقعہ کوڑے معلوم ہوا کہ حضرت آدم علیہ السلام نے اپنی اولاد میں شرارتی سے توحید بھائی تھی اور جو احکام ان کے لیے شرعاً رکھے گئے تھے اس احکام پر عمل کرتے تھے اور اپنی اولاد کو بھی ان کے مطابق چاہتے تھے اس لیے تو یہ سوال پیدا ہوا کہ لاش میں کی لاشی لاش میں کے لیے حلال ہے اور لاش میں کے لیے حرام ہے۔ پھر جب اختلاف ہوا تو دونوں لڑکوں نے بارگاہ خداوندی میں قربانی پیش کی اور قربانی کے ذریعہ اختلاف کا فیصلہ کرنا چاہا کہ اللہ تعالیٰ جس کی قربانی قبول کرے وہ جیتا ہو گا۔

انسان اپنے ہمہ عمل سے توحید کا عقیدہ رکھنے کا پابند ہے اور اس پر لازم ہے کہ اللہ تعالیٰ کے احکام پر عمل کرے جو اس کے لیے کیے گئے ذریعہ پیچھے ہوں۔ حضرت آدم علیہ السلام سے پہلے انسان بھی تھے اور اب سے پہلے ہی انکو ولد جہاد تصریح فَاللَّكُمُ الْحَدِيثُ کھدا فی المشکوۃ (ص ۵۱۱ و ص ۵۱۲)

۲۔ جب دونوں بھائیوں نے اللہ کی بارگاہ میں نیاز پیش کی (باطل نے ایک سینہ حاشی کیا اور باطل نے کچھ ایسے پیش کیں) تو اللہ تعالیٰ نے باطل کی یہ درخواست قبول فرمائی۔ اس سے آگے آئی اور اس کو جلا دیا باطل نے جو کچھ پیش کیا تھا وہیں ہی ٹھہرا دیا۔ اس سے خاصۃً یاد دل تو پہلے ہی سے ناراض تھا۔ اب مزید غصہ نہایت میں بھارت آیا اس بھارت کا باعث یہ بھی ہے کہ لوگوں کو جب یہ معلوم ہوگا کہ اس کی نیاز قبول نہیں ہوئی تو ان کی نظر میں خلیفہ ہوں گا۔ باطل باطل سے کہنے لگا کہ میں تجھے کئی کروں گا اس میں باطل کو کوئی قصور نہ تھا جس لڑکی کے بارے میں جھگڑا ہو، باطل اس بارے میں باطل کی بات کا خون خداوندی کے مطابق تھا اور جب یہ قبول نہ ہوئی تو اس میں بھی باطل کو کوئی قصور نہ تھا۔ باطل کو کہہ دیا کہ میں تجھے کئی کروں گا اس پر باطل نے اسے افسوس اندہ میں اس کو بھاریا اور یہ کہہ دیا کہ **لَسْمَا يَنْتَقِلُ اللَّهُ مِنْ فَتْنَتَيْنِ** کہ اللہ تعالیٰ فتنوں ہی سے قبول فرماتا ہے مطلب یہ تھا کہ اگر تو حق ہی ہوتا تو میری نیاز قبول ہوتی اور تو پیسے یہ فتنہ شرعی کے خلاف روزی پر اسرار ہے اور اب مجھے کئی کرنے کا ارادہ کر رہا ہے جس سب باتوں کو چھوڑ کر کھڑی اٹھیا کر رہ جائے تاکہ اللہ تعالیٰ کے یہاں اہل قبول ہوں۔

تکویٰ کے علوم میں کٹر شریک ہے چنانچہ ہر طرے کے کتابوں سے پڑھا کرتا تھا۔ کافر کا تو کوئی عمل قبول ہی نہیں ہے۔ کسی عمل کا اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں قبول ہو جاتا بہت بڑی نعمت ہے۔ عمل تو بہت کچھ ہاتے ہیں لیکن تو اب ہی عمل پر لگے جاؤ گے کہ یہاں قبول ہو جائے حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ سے فرمایا **لَا اَنْتَ تَقْبَلُ لِي صَلَوةً وَاحِدَةً اَحَبَّ اِلَيَّ مِنَ الدُّنْيَا مَا لِيْ بِهَا** ان اللہ بقولہ **لَا يَنْتَقِلُ اللَّهُ مِنْ فَتْنَتَيْنِ** (ان کی کثیر)

(اگر مجھے یہ یقین ہو جائے کہ میری ایک نیاز قبول ہوگئی تو میرے لیے ساری دنیا اور اس میں جو کچھ ہے اس سب سے بھرا ہوگا) تو گویا ایک اٹھنے والے میں باطل نے قبول کر لیا اور باطل کو کھڑا کر کے کھڑی اٹھ کر اس میں خدا کی آمیزش بھی تھی اور بھی گناہ ہے اس لئے تکویٰ اختیار کرنے کی فصاحت میں خدا سے باز رہتے اور نہج کی بھی تعبیر ہوگئی حاسد یہ دیکھتا ہے کہ فلاں شخص کو کئی ایسی نعمت ملی گئی ہے اور خواہ کچھ وہ صاحب نعمت ہے جتنا ہے حالانکہ صاحب نعمت کا اس میں کوئی قصور نہیں ہو اس میں تو اللہ تعالیٰ سے ناراض ہے کہ فلاں کو کئیوں کو مجھے کیوں نہیں دیا باطل نے جو قاتل کو فصاحت کی اس میں اس طرف بھی اشارہ ہے کہ صاحب نعمت کی نعمت کے زوال کی فکر میں رہنے کی بجائے حاسد کو تکویٰ اختیار کرنا چاہئے اور حقیقت تکویٰ بہت بڑی چیز ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے۔ **لَوْ صَبَّحَ بِطَبْعِي اللَّهُ فَطَاعَ لَأَيُّنَ لَأَمْرَكَ كَلِمَةً** (کہیں تجھے اللہ سے اڑنے کی وصیت کرتا ہوں کیونکہ یہ تحریر ہر کام کو نڈھال دیتے والا ہے) (مشکوٰۃ الصالح ص ۱۵۳)

۳۔ مفسرین کہتے ہیں کہ باطل سب سے بڑا متحمل بھی تھا اور سب سے پہلا میت بھی تھا اس سے پہلے کسی انسان کی موت نہ ہوئی تھی لہذا ان کے کرنے کے بعد باطل کو یہ یقین بھی تھا کہ کئی کو کیا کریں لہذا میری غیرہ میں ہر کوشش کر کے رائے ہوئے پھر تار باطل تو جو ہر افکار کے لیے پھر نے کی صحبت اور سب سے اس کے اندر گورہ و خور جانوں کی پھیلنے کے لیے اسے چھینکے تو کھائیں وہوں باتیں وہاں جان بنی ہوئی تھیں جب ایک کا نے دوسرے کا نہ کال کر کے لہروائی کر کے کھار دیا تو اپنے بھائی کی لاش کو دئی کیا لاش کا ختم کرنے کے اور بھی طریقے تھے مثلاً آگ میں جلا دیا جائے یا سمندر میں پھینک دیا جائے لیکن اللہ تعالیٰ کی طرف سے زمین میں دفن کرنے کا طریقہ بتایا گیا جو ایک طبی اور فطری طریقہ ہے انسان مٹی سے پیدا ہوا ہے اور مٹی ہی میں دفن جانا ہے۔ گھٹے سڑے جو کچھ مٹی کے اندر ہو اس کے بعد سے مومن تمام انسان فطرتاً کو دفن ہی کرتے ہیں سوائے اچھوتان کے مشرکان کے کہ وہ جلاتے ہیں اور سوائے پارسیوں کے کہ وہ اپنی

فعلوں کا گدھوں، ککڑ، بچے ہیں انسان کا اگر اس میں ہے کہ موت کے بعد اسے فانی کر دیا جائے اور حضرت انسؓ نے انبیاء کو وہ پیغمبر اسلام کا یہی طریقہ ہے۔

مِنْ أَجْلِ ذَلِكَ كَتَبْنَا عَلَى بَنِي إِسْرَآءَ أَنْ تَقُولُوا مَنْ قَتَلَ نَفْسًا بِغَيْرِ نَفْسٍ أَوْ فَسَادٍ

یہ جو سے ہم نے بنی ہمارا مکتبہ پر کھنگھڑا کر دیا کہ جو بھی کوئی شخص کسی شخص کو یا اپنی جان کے یا خیر کسی فرد کے لیے کہے کہ وہ ایسی جیسی بات کرنا چاہیے

(Musical notation continues)

دری دریں کے لئے

کرے اے سب لوگوں کو مل کر۔ اور جس نے کسی جان کو زندہ رکھا تو اس نے سب لوگوں کو زندہ کر دیا۔

وَلَقَدْ جَاءَهُمْ رَسُولٌ بِالْهُدَىٰ وَالْكِتَابِ لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُونَ ٥٠

The first part of the book is devoted to the study of the

جس نے ایک جان کو قتل کیا گویا تمام انسانوں کو قتل کیا

یعنی اس وجہ سے کہ حضرت آدم علیہ السلام کے ایک بیٹے نے اپنے بھائی کو قتل کر دیا اور اس کے لئے اسے سزا دی گئی۔

بہت گھڑی ان کے لیے شریعت نے جاری کیا اور اس کا اعلان کر دیا کہ جو بھی کوئی شخص کسی شخص کو قتل کر دے اس کا قتل کرنا کسی جان کے عوض نہ ہو اور

زمین میں جو قبور دفن ہوئے ہوں گے اس کا جس کا جس نے تمام انسانوں کو قتل کر دیا اور جس نے کسی جان کو زندہ نہ کر دیا بھی کسی

میں کو کھانسی ہے۔ یہ بھول کر تو گویا اس نے تمام انسانوں کو زندہ کر دیا۔

[illegible]

کتابخانه ملی افغانستان

تو اس نے کہا کہ میں نے یہ سب کچھ دیکھا ہے۔

فہرست مضامین

وہاں پہنچ کر ان کے ساتھ ایک اور شخص بھی تھا۔ وہ ایک مسافر تھا جس نے اپنے سفر کی اطلاع دی تھی کہ وہ یہاں پہنچ گیا ہے۔ اسے دیکھ کر میں نے بہت خوش ہوئی۔

ہن اس سلسلہ میں ان کے لئے ایک نیا راستہ تلاش کیا۔ ان کے لئے ایک نیا راستہ تلاش کیا۔ ان کے لئے ایک نیا راستہ تلاش کیا۔

$\frac{d}{dt} \left(\frac{\partial L}{\partial \dot{x}} \right) = \frac{\partial L}{\partial x}$

لہذا ایک فرد خلاصہ فرم بھی لے یہ سنا گیا ہے کہ ایک جان بول کرے والے کا کیا کیا ہے؟ کیا اسے سب جان بول کرے؟ کیا اسے

یہاں بعد کے جاہلی انصاف کے قریب ہے اور وہ عورت کو یہ کہتا ہے کہ اگر آپ کو اپنے آپ کا خیال ہے تو آپ کو اپنے آپ کا خیال ہے۔

الاول بحفظي من فيها لانا اول من سن الفيل (کہ جس میں فہم اس کا آدم کے پچھے چھوڑ گیا اس کے لیے ہر گز نہ ہو)

کیونکہ وہ پیدا نہیں ہے جس نے کبھی بنیاد ڈالی۔ (رومان ۱: ۲۰) اس وجہ سے ہمیں اس کوئی بنیاد نہیں ہے جس پر ہمیں چلنا پڑے۔

یوں کہ یہ نئی دسرا نکل کے ساتھ ٹھکوس ہے ان پر خطاب میں غلطی اور شک ہے کہ ان کی اس غلطی کی وجہ کس مفسرین نے یہ سہی ہے کہ ان کی

اسرائیل ہر سب سے وہی کتاب اللہ یعنی توریت شریف میں کل مس کا مٹوٹو ہوا لڑا کر چاس سے پہلے بھی کل مس مٹوٹو تھا

Age Group	Percentage
18-24	10%
25-34	20%
35-44	25%
45-54	20%
55-64	15%
65-74	10%
75-84	5%
85+	5%

لیکن کسی کتب الہی میں مداخلت و دخل نہیں رہتی تھی اور ان لوگوں میں سرکشی اور خبیثی بھی بہت تھی حتیٰ کہ بہت سے انبیاء و پیغمبر اسلام کو بھی انہوں نے قتل کر دیا جس کے بعد کسی جان کو بچانے کی فضیلت بیان کر لی۔ **وَمَنْ أَخْبَا هَا فَلَهُ أَثَمًا أَخْبَا الْمُسْلِمَ جَعَلْنَا** (اور جس کسی نے جان کو زندہ رہنا چاہی کسی کی زندگی کے منجھنے کا خطرہ ہی سبب نہیں بنا تو گویا اس نے تمام انسانوں کو زندہ کر دیا)

اس کے بعد نبی امراء کی ایک فرمانی آ کر فرمایا: لَقَدْ جَاءَتْهُمْ رُسُلُهُمْ بِالْبَيِّنَاتِ ثُمَّ ان كَفَرُوا فَهُمْ عَنْهُمْ يَسُوءُ زَكَاةً لَهُمْ يَفْضَلُونَ (اور ان کے پاس حد سے زائد سال تک کلی کلی ایسی لکرائے گئیں جو ان میں سے بہت سے لوگوں میں اسراف کرنے والے بن گئے تھے۔)

فائدہ۔۔۔ حدیث شریف سے معلوم ہوا کہ جو بھی کوئی شخص دنیا میں خدا تعالیٰ کے گناہوں کے گناہ میں آدم کے اس بیٹے کا حصہ بھی ہوگا جس نے دنیا میں سب سے پہلے قتل کیا تھا، مذہب کا ثواب کا ایک حصہ بھی ہوا تو ان کے حصہ کا جو شخص کسی خیر کی ابتداء کرے گا اسے اس عمل کا ثواب بھی ملے گا اور جو لوگ اس کی یاد دہانی بھی اس کی تعظیم و تحفی سے اس پر عمل کریں گے ان کے عمل کا بھی اس اقدام کرنے والے شخص کو ثواب ملے گا اور عمل کرنے والوں کے ثواب میں بھی کسی نہ کسی طرح اگر کسی شخص نے اپنے عمل یا قول سے کسی کی بنیاد ڈال دی تو اس پر بھی کو جو لوگ اختیار کریں گے ان کے گناہوں کا حصہ بھی اس بنیاد ڈالنے والے پر ہوگا اور عمل کرنے والوں کے گناہوں میں سے کچھ کی نہ ہو گی۔ (امام ابو بصیر جلد ۱ حدیث ابی مسعود سلیمان بن عقیل (الاصلاح ص ۳۳۳) (۱۵)

موسس جسوں کو خیر کا مافی الخیر کاروانج دینے والا اور خیر کا کھیلنے والا بنانا چاہئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس بندہ کے لئے غلط فہمی ہو جسے اللہ نے خیر کی چابی دیا اور خیر کا ۵۴ باب اور غریبی سے اس شخص کے لئے اللہ تعالیٰ نے شریک چاہی دیا اور اور شریک کا ۵۴ باب اور۔ (مشکوٰۃ المصابیح ص ۳۳۳) یہ حدیثیں کوہ راج دینے والے نے ہر سب سے غور کر لیں۔

الْمُحَارِبِينَ الَّذِينَ يُحَارِبُونَ اللَّهَ وَرَسُولَهُ وَيَسْعَوْنَ فِي الْأَرْضِ فَسَادًا أَنْ يُقَتَّلُوا

وہ ایک نئے سے ہماری کے دہلی سے لے کر ہے اور ان میں ہمارے کے لئے ہمارے ہیں اور ان کی سزا ہے کہ ان کو کھانے

أَوْ يَصْلَبُوا أَوْ تَقَطَّعَ أَيْدِيهِمْ وَأَرْجُلُهُمْ مِنْ خِلَافٍ أَوْ يُنْفَوْا مِنَ الْأَرْضِ ۚ

وہاں کوئی نہ جڑھا جاسے، وہاں کے پتھر، پانی، چٹان، گھاس سے کھاتے جانے والے جانور بھی کھاتے جانے لگے۔

ذَٰلِكَ لَهُمْ جَزَاؤُهُ فِي الدُّنْيَا وَلَهُمْ فِي الْآخِرَةِ عَذَابٌ عَظِيمٌ ﴿١٠﴾ إِنَّ الَّذِينَ تَابُوا مِنْ

دل میں ہی کی ہو سکتی ہے کہ بے غصہ ہی بڑا طالب ہے سوائے اس لوگوں کے جنہوں نے قہر کر لی

قَبْلِ أَنْ تَقْرُوا عَلَيْهِمْ فَأَعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ عَفُوٌّ رَحِيمٌ ۝

ہی ہے پہلے کہ تم ہی کی قدرت پر سہارا رکھ کر شہر طغیان سے بچ سکو۔

دنیا اور آخرت میں ڈاکوؤں کی سزا

ہم آپ سے اس مسئلہ پر بحث کرنے کے لیے دعا گو ہیں اور اگر آپ کی سہولت سے اس مسئلہ پر بحث کی جائے تو بہت اچھا ہوگا۔

میں ان کی رسوائی ہے اور آخرت میں ان کے لیے بڑا عذاب ہو گا۔ آیت شریفہ میں چار سزاؤں کا ذکر ہے، ایک نقل دوسرے سولی پر چڑھا، تیسرے ہاتھ پاؤں مخالف جانب سے کاٹ دیئے گئے، چوتھا تاجھ اور بایاں پائیں، چوتھے میں سے دو کرنا نہ کھلی اور جڑنی نہ نہ توئی اور رسول خدا سے گزرنے سے تعبیر فرمایا، کوکب یہ لوگ اللہ تعالیٰ کی شریفیت کا مقابلہ کرتے ہیں۔ جو رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ بندہ اللہ تک پہنچے ہے، نہ زمین میں جو اس زمانہ میں آیت باجہ تبت بار کے نازل ہونے کا جب یہی آیت کریمہ انصاف جزاء الظلمین کا سبب بنی ہو..... زمانہ نبوت میں ایک واقعہ پیش آیا جو آیت باجہ تبت بار کے نازل ہونے کا سبب بن گیا اور وہ کھلی کرنے والوں کے بارے میں مستقل ایک قانون نازل ہوا کہ ظالم واحد نے اسباب الخوار میں حضرت حق دو سے نقل کیا ہے کہ نبی مصلح اور نبی مرید کے چند آدمی رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے جو انھوں نے انھوں نے انھوں نے (ظاہری طور پر) سلام قبول کر لیا اور آپ سے دست اسلام بھی کر لیا مگر ان کو وہ اپنے کی آپ وہ اور اس نازل کیا جا ہو گئے، حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ان کے مرض کی کیفیت بیان کی گئی آپ نے ان سے فرمایا کہ تم چاہو تو صدقہ کے انھوں کی طرف لے جاؤ جہاں چاہو اور جہاں چاہو جہاں کو چاہو چاہے اسی کے ساتھ وہ انھوں انھوں کا بیٹاب اور دودھ پیتے رہو ان لوگوں نے اسے منظور کیا وہاں جنگل میں رہتے گئے۔ انہوں نے انھوں کا بیٹاب بھی پالا اور دودھ بھی، جب سحر دست ہو گئے تو چڑھ رہے کوئی کر دیا اور انھوں کو بانک کر لے گئے جب حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کی اطلاع ہوئی تو ان کے پیچھے آدمی بھیجے ان کو پکارا یا کیا اور خدمت محل میں پیش کیا کہ یہ ہاتھ آپ کے علم سے ان کے ہاتھ اور پاؤں کاٹ دیئے گئے انھوں کی آنکھوں میں گرم سلاخی پھیر دی گئی (جس سے وہ اندھے ہو گئے) اور وہ آپ میں داخل دے گئے یہاں تک کہ وہ مر گئے۔ یہ واقعہ امام مسلم نے (ص ۵۷۲) مختلف اسناد سے نقل کیا ہے۔ بیحد برکتی (ص ۹۰۲ ج ۲) میں بھی مذکور ہے۔ اسباب الخوار میں ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا کہ آیت انصاف جزاء الظلمین (نور تک) کے بارے میں ہم سے بیان کیا گیا ہے کہ مذکور ہوا واقعہ کے بارے میں نازل ہوئی۔ طلاء نے فرمایا ہے کہ بیٹاب پینے کی وجہ سے ان لوگوں کو دی گئی تھی اور اس وجہ سے تھی کہ ان کے بارے میں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے خبر دی گئی تھی کہ وہ مرتد ہو چکے تھے۔ وہ لوگ جہنمات اخر مذکور فی شروح الحدیث۔

واکوؤں کی چار سزائیں۔ آیت بالا میں چار سزائیں کا ذکر ہے۔ (۱) نقل کرنا، (۲) سولی پر چڑھا، (۳) ہوب مخالف سے ہاتھ پاؤں کاٹنا، (۴) زمین سے دور کر دینا حضرت محمد بن عباس رضی اللہ عنہما سے منقول ہے کہ چار سزائیں مختلف جرائم کے اعتبار سے ہیں اگر ان کو کسی نے نقل بھی کیا ہو یا کسی کو تو وہ نقل کے جائیں گے اور سولی پر چڑھائے جائیں گے اور اگر نقل کیا ہو یا نہ ہو تو وہ نقل کے جائیں گے اور اگر مال لیا ہو اور نقل نہ کیا ہو تو ہاتھ پاؤں جانب مخالف سے کاٹ دیئے جائیں گے اور اگر تکبیر کرنی کے لیے جڑ گئے ہوں جس سے لوگ خوفزدہ ہوں تو ان کو زمین سے دور کر دیا جائے زمین سے دور کرنے کا مطلب کیا ہے اس کے بارے میں حضرت امام شافعی رحمہ اللہ علیہ نے فرمایا کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ چلا دینا کہ دیا جائے اور حضرت امام حنفیہ رحمہ اللہ علیہ نے فرمایا کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ نقل میں ڈال دیا جائے جب تک کہ تہ نہ کریں نقل ہی میں رکھا جائے۔ محمد بن جریر طبری نے انھوں ہاتھ پاؤں کو قطع کر دیا، کہتے ہیں کہ اسے اپنے شہر سے دور کر دیا اور کسی نقل میں ڈال دیا جائے یہاں تک کہ تہ نہ کریں، حضرت محمد بن عباس نے فرمایا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ اپنے پہلے طریقہ میں جنھوں نے نقل میں رکھے کا سلسلہ جاری کیا اور فرمایا کہ میں ہندوؤں کا جب تک مجھے اس کی تہ نہ ہو کہ علم نہ ہو جائے اور میں چلا دینا نہ کروں گا کہ یہاں کے لوگوں کو تکلیف نہ دے۔

بعض علماء نے یہ بھی فرمایا ہے کہ میرا مومن کو اختیار ہے کہ چاروں سزوں میں سے جو بھی سزا جس کو اس کے لیے اختیار کرے کر سکتا ہے۔ ان حضرات کے نزدیک یہ چاروں سزائیں مختلف احوال کے اعتبار سے ہیں لیکن حضرت امام ابو حنیفہ اور امام شافعی، جمہور ائمہ نے اسی تفسیر کو اختیار کیا ہے جو حضرت ابن عباسؓ سے یہ قول منقول ہوئی ہے۔

سولی دینے کا جو حکم ہذا کر آیا ہے اس کے بارے میں امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ اس کو قتل کر کے سولی پر لٹکا دیا جائے اور بعض ائمہ نے فرمایا ہے کہ زندہ سولی پر لٹکا کر بیٹھے سے ہی پتہ میں نذر ہو گھوسا دیا جائے اور دواہی حالت میں مر جائے بعض حضرات کا یہ بھی فرمایا ہے کہ تین دن تک زندہ سولی پر لٹکا دیا جائے اور پھر اتار کر قتل کر دیا جائے۔ (معاہل مفسرین ص ۳۳۳) مال لینے کی صورت میں جو یہ فرمایا ہے کہ جانب مخالف سے ہاتھ پاؤں کاٹ دیے جائیں اس کے بارے میں فقہاء مختلف ہیں کہ بائیں ہاتھ اور بائیں پاؤں کاٹ دیا جائے۔

فائدہ: ... قتل کر دیا ہوا ہاتھ پاؤں کاٹنا شرعی سزا کے طور پر ہے جس کو قتل کر دیا ہو اس کے ہاتھ پاؤں کاٹنا اگر معاف کر دیں تب بھی معاف نہ کیا جائے گا۔ ان کے معاف کرنے کے باوجود اسے قتل کر دیا جائے گا۔ اسی طرح ہے اگر اس نے مال معاف کر دیا جس کا مال لیا ہے تب بھی سزا معاف نہیں ہوگی۔ ان کی حق کے طور پر مال لوٹنے میں چونکہ چوری ہے جو کہ جرم ہے جس کی وجہ سے اس نے جانفوت ہو جا تا ہے اس لئے ان کی حق کی سزا اور جرم ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ چوری کرنے کی وجہ سے مکمل بارادار بنا تھا کہ آج کا آج ہے اور بارادار چوری کر کے قریاں پاؤں کاٹا جا تا ہے لیکن یہ قتل میں مکمل ہی سزا چاروں سزائیں مشروع کی گئی ہیں۔

اسی طرح سے قتل کرنے کی صورت میں تمام آوازوں کو قتل کر دیا جائے گا جنہوں نے کسی جگہ حاشیائی طور پر بیٹھ کر کسی کو قتل کیا ہو۔ اگر ان میں سے ایک ہی شخص نے قتل کیا ہو اور ایک ہی شخص کو قتل کیا ہو۔ تب بھی سب کو قتل کیا جائے گا کیونکہ یہ قتل قصاص کے اصول پر نہیں ہے بلکہ حالت انصاف کا اس نفاذ کرنے اور اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے جنگ کرنے کے لئے سزا کے طور پر ہے۔ آوازوں کی سزائیں جان کرنے کے بعد ارشاد فرمایا: **لَا تَقْبِضُوا أَعْنَافُكُمْ** (کہ چاہا تو لوگوں کی اس دیکھا دسولی ہے۔ منقول ہوں گے اور سولی پر چڑھیں گے اور ہاتھ پاؤں کٹے پھریں گے اور اثرات میں بھی ان کیلئے نواہی ہے۔

ایک بار مجھے یہ صورت روگئی اسے صاحب چاہیے نے ذکر کیا ہے اور وہ یہ کہ قریب جنہوں نے مال لیا اور نہ ہی قتل کیا بلکہ کسی شخص کو زخمی کر دیا اس کے بارے میں صاحب چاہیے سمجھتے ہیں کہ جن دلوں میں قصاص لیا جا تا ہے ان میں قصاص لیا جائے گا اور جن میں دیت لی جاتی ہے ان میں دیت لی جائے گی۔

پھر فرمایا: **إِنَّ الْإِنْسَانَ لِرَبِّهِ لَكَنُفٍ** (انہیں تو تقویٰ و اعتدال سے محروم ہے) **إِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ رَحِيمٌ** (مگر وہ گناہگار جنہوں نے اس سے پہلے توبہ کر لی کہ ان پر تم کا وہ پاؤں چاہا تو چاہا تو اس کو اللہ تعالیٰ بخشنے والا ہے) اس کے بارے میں حضرت مضر بن جندبؓ فرماتے ہیں کہ حکومت کے گھروں میں آئے اور وہ پانے سے پہلے آ کر توبہ کر لیں تو اللہ تعالیٰ کے یہاں ان کی توبہ قبول ہے لیکن اس توبہ سے حد شرعی ساقط ہو جائے گی۔ حق بعد معاف نہ ہو گا کہ ہر کسی کو قتل کیا تو منقول کے اولیٰ کو اختیار ہے کہ قتل کر دیں یا معاف کر دیں اور جو مال لیا ہے اس کا مال بھی کرنا بھی واجب ہو گا۔ مختص یہ ہے کہ یہ حد شرعی معاف ہو گئی ان بعد معاف نہیں ہوں۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ وَابْتَغُوا إِلَيْهِ الْوَسِيلَةَ وَجَاهِدُوا فِي سَبِيلِهِ لَعَلَّكُمْ
اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو اور اسے تعالیٰ کا قرب حاصل کر واسطہ کی راہ میں جہاد کر تاکہ تم

وَاللّٰهُ عَزِيزٌ حَكِيْمٌ ۝ فَمَنْ كَاَبٌ مِنْ بَعْدِ ظُلْمِهِ وَاَصْلَحَ فَاِنَّ اللّٰهَ يَكُوْبُ عَلٰیۤہٗۤ

وہ ہے۔ سو جس نے اپنے ظلم کے بعد توبہ کر لے اور اصلاح کر لے سو پھر اللہ اس کی توبہ قبول فرمائے گا۔

اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝ اَلَمْ تَعْلَمُوْا اَنَّ اللّٰهَ لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۚ يَعْلُبُ

ہے۔ اللہ نہ مہر ہے نہ رعب ہے۔ نہایت مسخ نہیں کہ پھر اللہ کے لئے ملک آسمانوں کا اور زمینوں کا، وہ غلاب کرتا ہے۔

مَنْ يَّشَاءُ وَيُغْفِرُ لِمَنْ يَّشَاءُ ۚ وَاللّٰهُ عَلٰی كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ۝

جو چاہے اور جو چاہے غفرت دے۔ جو چاہے اور جو چاہے سزا دے۔

چوروں کی سزا کا بیان

چند آیات پہلے ان لوگوں کی سزا میں ذکر فرمایا اب چوری کرنے والے مرد اور چوری کرنے والی عورت کی سزائیں کی جاتی ہیں اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے کہ چوری کرنے والا مرد اور چوری کرنے والی عورت کے ہاتھ کاٹ دیں گے کہ کڑوتالی کی سزا ہے جس میں دوسروں کے لئے عبرت ملے گی۔ یہ عمارتیں شریعت میں اس کی تفصیلات اور وہی ہیں ان میں سے ایک یہ ہے کہ چور کا ہاتھ کاٹ دیا جائے گا۔ اس بارے میں علماء امت کے مختلف اقوال ہیں کہ کم از کم کتنی مالیت کے چرانے پر قطع ہو یعنی ہاتھ کاٹنے کا فیصلہ کیا جائے گا۔ حضرت ابو بکر و عمر و عثمان رضی اللہ عنہم مقررین مہاجرین، انصاریوں اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہم نے فرمایا کہ حد درجہ مالیت کا سامان چرانے تو ہاتھ کاٹ دیا جائے گا اور حضرت امام مالک نے فرمایا کہ جس درجہ مالیت کا مال چرانے والا ہے اسے اس کا ہاتھ کاٹ دیا جائے گا۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ اور سفیان ثوری اور امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہم نے فرمایا کہ کسی درجہ مالیت کی چوری کرنے پر ہاتھ کاٹ دیا جائے گا اس سے کم نہیں (کہ اس سے کم چوری کا ثبوت ہو جائے تو دوسری کوئی سزا ہو سکتی ہے ہاتھ نہ کاٹا جائے) شرعی سزا نافذ کرنے میں کوئی رعایت نہیں اور کسی کی سفارش قبول نہیں..... جو بھی شخص چوری کر لے مرد و عورت اور

چوری اقتدار تصاحب ہو (جس کا وہ بیان ہوا) تو ہاتھ کاٹ دیا جائے گا اس میں کوئی درجہ رعایت نہ ہوگی اور نہ کسی کی سفارش قبول کی جائے گی۔ بلکہ منظر میں ایک عورت بی بی خنیزم میں سے تھی اس نے چوری کر لی تھی۔ بی بی خنیزم قریش کا ایک قبیلہ تھا اور یہ لوگ دیوبند کا شہر سے اسی جگہ کیے جاتے تھے قریش چاہتے تھے کہ اس کا ہاتھ نہ کاٹا جائے۔ مرد و عورت علیٰ حد علیہ وسلم نے اس کے ہاتھ کاٹنے کا فیصلہ فرما دیا تو قریش اس کے لئے غر حنہ ہوئے اور انہوں نے کہا کہ اس بارے میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں کسی سے سفارش نہ کرانی جائے بلکہ انہیں میں کہنے لگے کہ اس معاملہ میں حق کے علاوہ کوئی جرأت نہ رکھتا ہے۔ وہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں ان سے عرض کیا تو انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بات کی تو آپ نے فرمایا کہ کیا تم حد حد میں سے ایک حد کے بارے میں سفارش کرتے ہو؟ آپ نے کھڑے ہو کر خطبہ کیا کہ تم سے پہلے لوگ اسی لیے ہلاک ہوئے کہ ان میں سے شریف آدمی چوری کرتا تھا (جسے حسب سب اور دیوبند کا شہر سے شریف سمجھا جاتا تھا) تو اس کا چھوڑ دیا جاتا تھا اور اگر کمزور آدمی چوری کرتا تھا تو اس پر حد قائم نہ ہوتے تھے (بلکہ فرار یا ک) انہی قسم اٹھ کر نبی صلی اللہ علیہ وسلم (علاء اللہ تعالیٰ) اگر چوری کرتی تو میں اس کا ہاتھ بھی کاٹ دیتا۔

جب کوئی مرد یا عورت پہلی بار چوری کرے اس کا سیدھا ہاتھ کاٹ دیا جائے اس کے بعد وہ بارہ چوری کر لے تو قتل سے بڑا

یہ نہایت دہش دہانے والا تھا۔ تو تمام انہماک کا خالق ہے اس کے بعد تیسری مرتبہ چوری کر لے کر آیا کیا جائے اس کے بارے میں حضرت علی رضی اللہ عنہ مدد سے یہ ہے کہ اب کوئی ہاتھ پاؤں نہ نکال دے بلکہ اس کو قتل میں ڈال دیا جائے یہاں تک کہ ہر آلے حضرت امام محمد بن حنفیہ اور امام زین العابدین کو بھی قول ہے کہ حضرت امام مالک اور امام شافعی نے فرمایا کہ تیسری بار چوری کرنے والوں ہاتھ کاٹ دیا جائے اور چوتھی بار چوری کرنے والوں پاؤں کاٹ دیا جائے اگر اس کے بعد بھی چوری کر لے گا تو دوسری کوئی سزا دی جائے یہاں تک کہ تو ہر آلے حضرت ابو کریم رضی اللہ عنہ سے بھی یہ امر ہی ہے۔

چونکہ ہاتھ کاٹنے کا قانون سخت پہنچی ہے اس کی مخالفت کرنے والے سید ہیں ہیں

چونکہ چوری کی سزایان کرنے کے بعد فرمایا جو آیت بعد کتبہ کہ یہ سزا جس فعل کی جو فہم میں لیا اور اس پر بھی لنگھ لاؤ فی اللہ بھی فرمایا نکال اس سزا کو کہتے ہیں جو دوسروں کے لیے ہر جہت ہواخذ مل شان عالم اطیب جیسے معلوم تھا کہ چوری کی سزا ہاتھ کاٹنے کی صورت میں ہے یہی ہے اس پر اعتراض کر کے ان کو چیلنے والے بھی پیدا ہوں گے۔ ایسے حقوق کے اعتراض کا جواب جو آیت بعد کتبہ لنگھ لاؤ فی اللہ میں ہے ہواخذ مل شان خالق و مالک ہے اعمام مالکین جہات اختیار ہے کہ خود کو جو چاہے عم اسے اور جو قانون ہے نہ مخرقی طور پر نافذ فرمانے اور دین بھی ہے دسب پر غالب ہے اور حکیم بھی ہے اس کا ہر فعل اور فیصلہ اور قانون سخت کے مطابق ہے۔ وہ اپنی عقل کو چاہتا ہے انسانوں میں کیسے کیسے جذبات ہیں میں مسلمان بھی ہیں اور مفسدین بھی ہیں اور بھی ہیں اور ان کی اور ان کے لشکاروں سے قانون کے نافذ کرنے سے روکا جاسکتا ہے اور ان کی ایک ہر جہت مالک سزا ہے جو مفسدین کو لہذا سے باز رکھتی ہے اور جہت انہماک کے جان و مال کی حفاظت کس قانون کے نافذ کرنے سے ہو سکتی ہے ہواخذ مل کاس سب کام ہے سورۃ ملک میں فرمایا اَلَّذِي يَلْمِزُ الْمُغْلِبَ طوطو الطُّفُفِ الْعَصِي (کیا وہ نہ جانے جس نے پیدا کیا اور وہ ایک ہیں ہے بارخبرہ) جو لوگ اسلام کی جاتی ہوئی مگر میں کی سزاؤں کو وحشیانہ یا ظالمانہ کہتے ہیں ان میں سب سے آگے کے تو یہ وہ اور خدا کی ہیں جن میں مستحق قتل بھی ہیں یہ تو کھیلے کا فر ہیں ان کا اسلام کی حقانیت پر ایمان ہی نہیں ہے۔ یہ اعتراض کریں تو چنانچہ جب نہیں کیونکہ انہیں ذوق قبول کرنا ہے ذوق مانا جانے اپنے دین کو باطل سمجھتے ہوئے بھی ہیں یہ شے ہوئے ہیں اور اللہ تعالیٰ کے لیے اور دین کو ہر کے اور انہماک کرامہ ہم اسلام کو قتل کر کے خوش ہیں دوزخ میں جانے کو چاہا ہیں

حجرت ان لوگوں پر ہے جو اسلام کے بھی دھریا رہیں اور قرآن کریم کی مقررہ سزاؤں کو وحشیانہ بھی کہتے ہیں یہ لوگ نام کے مسلمان ہیں مسلمانوں کے درمیان رہتے اور مسلمانوں سے انہماک و مبالغہ دہشت ہوئے کی جہ سے وہ نہیں کہتے کہ ہم مسلمان نہیں ہیں مگر حقیقت میں یہ لوگ مسلمان نہیں۔ وہ کہ مسلمان ہے جو اللہ پر اللہ کی کتاب پر اور اللہ کے قانون پر اعتراض کرے اور اللہ کے قانون کو وحشیانہ اور ظالمانہ مانے یہ لوگ یہ نہیں سمجھتے کہ اللہ عز ہے عظیم ہے، عظیم ہے اسے یہ معلوم ہے کہ ان میں اللہ کیسے قائم رکھا ہے اور اللہ کے قوانین کو قتل کے نافذ کرنے سے عذاب نکلتے ہیں۔ پہنچا آپ یہ بھی حکمتوں کے جلدی کہ وہ قوانین کو لیں (انہیں لایا یا دینہ کہ ہم لوگ نے بھی قبول کیا ان لوگوں کے یہاں چور اور ڈاکو کی یہ سزا ہے کہ انہیں قتل میں ڈال دیا جائے جو لوگ جرائم کے عادی ہوتے ہیں ان کے ذرا یک قتل میں رہنا معمولی سی بات ہے جیسوں میں جاتے ہیں واپس آتے ہیں پھر چوری ڈاکوئی کر لیتے ہیں پھر پکڑے جاتے ہیں پھر قتل میں چھپے پنے ہیں۔ مشہور ہے کہ اپنے ساتھیوں سے یہ کہہ کر قتل سے باہر جاتے ہیں کہ میرا چاہا یہی ہے اور میرے دو ساتھیوں بعد میں پھر انہماک آگاہ۔

اگر قتل کی سزا دینے سے امن و امان قائم ہو سکتا ہے اور چوری اور ڈاکوئی کی اور دہشت گردی ختم ہو سکتی تھیں تو اب تک ختم ہو چکی ہیں لیکن اور:

خوف میں چارہ انگوٹھا جاتے پھرتے ہیں والدین اس کی نظر نہ دیتی ہیں۔ کبھی کبھی ان کوئی کیا کبھی بے وقوف لیکن اگر کسی شہری کو لوٹ لے کبھی کسی ایس کو لوٹ کر کھڑے ہو گئے کبھی ریل میں چڑھ گئے اور مسافروں کے پاس ہو چکے ہوں تو وہ دھرم دایا، کبھی کسی کے گھر میں ٹھہر گئے کبھی سونے کی دکان لوٹ لی۔ مال ذات کو بیکار نہیں جاتا اور اگر بیکار کیا گیا تو بعض مرتبہ رشوت بھروا دیتا اور بعض مرتبہ یہ ہوتا ہے کہ لوگ ان کے پکانے پر مصروف ہیں اس بارے کے کوئی موقع، کچھ کرسمس پر حملہ کر کے انھیں چھوڑا کرتے ہیں اور اگر بیکار کیا گیا تو وہ عاقل کے سامنے بڑی مری ہو کر رہا ہے۔ رشوت لے کر نہ چھوڑا بلکہ مسافر کو جو کر دیا تو وہ بھل گیا کہ اس کو اس کی جہت سے بھل گیا اس سے پہلے ہی بھل آتے ہیں اور پھر انھیں مٹ غل میں لگ جاتے ہیں جن کی جہت سے بھل میں گئے تھے۔

اب موسم کے قانون کو سمجھنے والوں کی مزاحمت پر جان کر دئی گئی ہے جس کی چار صد تیس سال کی گئی ہیں یہاں چار سو چودھری کی مزاحمت پر دہائی کان کا ہاتھ کاٹ دیا جائے۔ اس پر اس کو کافی گھر میں چھوڑ کر کھینچ کر ازالہ کر دیا جائے اور چھوڑ دینے کے ہاتھ نہ دے۔ گھنٹی تو بکھینکے کیسے امن وامان قائم کرتا ہے اور کیسے لوگ آرام کی غیبت سے ہیں۔

جو لوگ اسلامی قوانین کے مخالف ہیں چوروں کے حافی ہیں۔۔۔ اصل بات یہ ہے کہ جو لوگ مسلم سزا کے خلاف کرنے کے مخالف ہیں ان کو چروں اور ان کو ان کے قوت و قہر سے کہہ سکتے ہیں اس کا تھوکت جانے کا اور ان کو ان کے قوت و قہر سے کہہ سکتے ہیں، سولی پر چڑھا دینے کا کہنا کے تھوکت جانے کے لیکن جلد ان کو پرانے میں آج اور جلد ان کو شرمندہ کا نظارہ دیتے ہیں کیسی بھڑکی، سمجھ ہے کہ عام لوگ ان کو چروں اور ان کو ان کے علم سے محفوظ ماسوں کرنے کے لیے چند افراد کو سخت سزا دینے کے سوا اور کیا ہیں اور چروں اور ان کو چروں اور ان کو ان کے سوا کچھ نہیں ہے۔

خود کو اپنا کتبہ کے ساتھ جو نسخہ کا متن اقلو فرمایا ہے اس میں یہ بتا دیا کہ جہاد چرہائی کے لیے جو سراج و چراغ لڑائی ہے، صرف انہی کے کثرت کا بدلہ نہیں ہے بلکہ دوسروں کے لیے بھی اس میں عبرت ہے۔ پھر ساتھ ہی بھی لڑ دیا کہ وَاللّٰہُ غُفْرٌ عَظِیْمٌ کہ اس کا بدلہ عیب اور کمی ہے اور محنت اور لگن اس کا قانون محنت کے مطابق ہے اس کے خلاف کوئی بھی قانون غیور انسان کے حق میں اپڑ نہیں ہے۔ تاہن نہ کہ میں چہرہ کا ہوا کا نئے کا قانون نافذ ہے وہاں کے ہزاروں مشابہ بھی یہ حال ہے کہ وہاں کے بہرہ رات گھر سہاں میں چرا رہتا ہے پھر بھی چہرہ نہیں ہوتی۔ چہرہ سزا یہاں کرنے کے بعد رہا یہ یقین ثابت ہیں اَنْہُہ عَلَیْہِہِ وَاَنْصَلِخْ لَہِ الْاَلۡہَ یَظۡہُوبُ عَلَیْہِہِ اِنَّ اللّٰہَ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ (سورہ بقرہ) اسے غم کے بعد یہ کہ لے اور اصلاح کرنے کے لئے لایا تھا اس کی بات یہ قبول فرماتا ہے بلکہ اسے قصور ہے۔ ہم سے)

[illegible]

صلی اللہ علیہ وسلم) سے دریافت کر دیا کہ اگر مرد اور عورت نہ کریں اور وہ شادی شدہ ہوں تو ان کی کیا سزا ہے اگر وہ یہ قسمیں کر کوئے سے مار کر
 چھوڑ دو تو قول کر لیں اور اگر ہم کا قسم نہیں ہے تو قول نہ کر اور اگر جہاں سے ہم نے نکلا ہے وہیں لوٹ جائیں اور اگر وہ عورت سے بات نہ کرے تو
 انہوں نے کہا کہ پہلے سے کچھ لوہا ہی بات کا قسم نہیں ہے جس سے تم ڈرتے ہو اس کے بعد یہودیوں کے سردار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
 کی خدمت میں حاضر ہوئے اور آپ سے مسئلہ دریافت کیا آپ نے فرمایا کہ تم میرے فیصلے پر راضی ہو گے تو انہیں نے کہا ہاں! ہمیں
 آپ کا فیصلہ منظور ہوگا آپ نے ان کو رہا کر دیا اور وہاں سے یہ وہ فیصلہ سامنے سے بڑھ کر آیا۔ یہ وہی ہے جس نے حضرت جبریل علیہ السلام نے فرمایا آپ
 ان صوبہ کو رہا کر دیں ان میں دلائل بھی تھے ان کے علماء میں سے تھا اور یہاں کا تھا آپ نے یہودیوں سے فرمایا کہ تم ان صوبہ کو جانے ہو؟ کہنے لگے
 ہاں! فرمایا وہ تم کو ان میں کیا نہیں ہے؟ کہنے لگے کہ یہودیوں میں دوئے لٹکے ہیں اس سے بڑا کوئی عالم نہیں ہے جو عورت شریفہ کے
 احکام سے واقف ہو ان صوبہ کو لایا گیا آپ نے یہودیوں سے فرمایا کہ تم اپنے دوستان اسے فیصلہ کرنے والا منظور کرتے ہو کہنے لگے
 ہاں! ہمیں منظور ہے آپ نے ان صوبہ سے فرمایا میں تجھے اللہ کی قسم دیتا ہوں جس کے سوا کوئی معبود نہیں جس نے مومن علیہ السلام پر
 قوریت نازل فرمائی اور تمہیں مصر سے نکالا اور قہار سے لیے مسند پر بٹھا اور تمہیں نجات دی اور جس نے تم پر بادلوں کا سایہ کیا اور جس نے تم
 پر سن و سلامی نازل فرمائی کیا تم اپنی کتاب میں شادی شدہ دونوں کے بارے میں درج کر کے کا قانون پاتے ہو؟ ان صوبہ نے کہا ہاں! ا
 قسم اس ذات کی جس کی مجھے آپ نے قسم دلائی ہے قوریت شریفہ میں درج کا حکم ہے اگر مجھے اس کا ذکر نہ ہوتا کہ صحت ہو گئے یہ قوریت
 کا حکم بدلنے کی وجہ سے میں جانوں گا تو میں اقرار نہ کرتا! آنحضرت سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم لوگوں نے سب سے پہلے خدا
 و ملائکہ کے حکم کے خلاف کب رخصت نکالی ان صوبہ نے کہا کہ ہم یہ کہتے تھے کہ جب کوئی بڑا آدمی زندہ کرتا تو اسے سزا دینے بغیر
 چھوڑ دیتے تھے اور جب کوئی کروڑا آدمی زندہ کرتا تو اس پر سزا بھاری کرتے تھے اس طرح سے ہمارے بڑے لوگوں میں زندہ کا آدمی زیادہ ہو گیا
 اور ایک یہ واقعہ پیش آیا کہ ایک بادشاہ کے چچا کے بیٹے زندہ کر لیا ہم نے اس پر ہم کی سزا بھاری نہ کی بھر ایک اور شخص نے زندہ کر لیا جو عام
 لوگوں میں سے تھا بادشاہ نے چچا کو اسے سنگسار کرے اس پر اس کی قوم کے لوگ کھڑے ہو گئے اور کہنے لگے کہ مئی کی قسم اس شخص کو
 سنگسار نہیں کیا جا سکتا جب تک کہ بادشاہ کے چچا کے بیٹے پر زندہ کی سزا بھاری نہ ہو۔ جب یہ بات سامنے آئی تو آپس میں کہنے لگے کہ ہم کی
 سزا کے علاوہ کوئی صورت گنج پر نہیں جو بڑے سزا دہو لے ہر قسم کے لوگوں پر بھاری کی جا سکتی تھا ہم نے یہ بے کر لیا کہ جو شخص بھی زندہ
 کرے اس کو اس کی سزا سے چھوڑ دے ہمارے چچا کی جس پر وہی سزا (تاکول) لگایا ہوا ہے۔ کڑے سے مار کر چروں کو کھانا کر دیتے تھے اور
 گھروں پر بیٹھا کر ہڈیوں میں گھس دیتے تھے گھروں پر اتنا سزا کرتے تھے جتنی سزا گھروں کی کھجلی یا انگوٹھ کی طرف ہوتا تھا جب ان
 صوبہ نے یہ کیا تو یہودیوں کی بات تانا تار کر دی اور ان صوبہ نے کہا کہ اگر مجھے قوریت کی مار دینے کا ارادہ ہوتا تو میں نہ تانا۔

جب ان صوبہ نے قوریت شریفہ کا قانون سنا دیا اور یہودی پہلے ہی کہہ چکے تھے کہ ہم آپ کے فیصلے پر راضی ہیں تو آنحضرت صلی
 اللہ علیہ وسلم نے ان دونوں یہودیوں میں تین دنہ کر کے ان سے عہد کر لیا کہ تم نے کا فیصلہ نافذ کر دیا میں تو آپ کی مسجد کے قریب درج کر دیا
 کیا اور آپ نے اللہ کی بارگاہ میں عرض کی کہ اللہ اے میں پہلا وہ شخص ہوں جس نے آپ کے حکم کو زندہ کیا ہے یہودیوں نے سزا دے کر دیا تھا
 اس پر اللہ جل شانہ نے آیت **وَالَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ لَا يَخْفَىٰ عَلَیْهِمْ شَيْءٌ مِّنْ شَيْءٍ مَّا كَانُوا يَعْمَلُونَ** (آفرین) نازل فرمائی ارشاد فرمایا کہ
 اسے رسول تمہیں وہ لوگ پیچیدہ نہ کریں جو جلدی جلدی کفر کی طرف دوڑتے ہیں ان میں وہ لوگ بھی ہیں جنہوں نے زبان سے کہہ دیا کہ
 وہ مومن ہیں حالانکہ وہ اہل سے مومن نہیں ہیں اور ان میں وہ لوگ بھی ہیں جو جھوٹ ہو گئے کہ لیتے آگے بڑھ کر بٹنے ہیں مئی وہ آپ

ہے۔ ہمیں سنتے ہیں تاکہ آپ کے سامدہ ہائیں لگائیں جو آپ سے نہیں کہیں مُسْتَفْضُونَ بقولم اخبر عنہم یا تو تک نہیں ہو گوں کے لیے سنتے ہیں اور کان بھر رہے ہیں ہوائے کے پاس نہیں آئے مگر یہ دوسرے لوگوں کے پاس ہیں، مگر قریب جو اہل غیر کے پاس ہیں ان کو کہہ کر آئے جس میں ان کی طرف اشارہ ہے۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ یہودی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے انہوں نے ذکر کیا کہ ان میں سے ایک مرد اور ایک عورت نے لڑنا کیا ہے آپ نے فرمایا کہ تو ریت میں درج کے بارے میں کیا سمجھتا ہوا ہے تو انہوں نے کہا کہ اس میں تو یہ لکھا ہے کہ ان کو رسوا کیا جائے اور ان کو گور سے مارے جائیں، حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ میں موجود تھے (یہ ظاہر یہودیوں سے تھے جنہوں نے اسام قبول کر لیا تھا) انہوں نے کہا کہ تم بھولے ہو بلاشبہ تو ریت میں درج کی آیت موجود ہے۔ تو ریت کے ذریعہ تو ریت لے آئے اسے کھادیں ان میں سے ایک شخص نے درج کی آیت پر اپنا ہاتھ رکھ دیا اور اس سے پہلے اور بعد میں جو شخصوں نے اسے چڑھا دیا حضرت عبداللہ بن سلام نے فرمایا کہ اپنا ہاتھ اٹھاؤ اور اپنا تو اس میں درج کی آیت موجود تھی کہنے لگے کہ ہاں اس میں درج کی آیت ہے اس کے بعد نہ کرنے والے مرد اور عورت دونوں کو سنگسار کر دیا گیا۔

یہودیوں کا کتاب اللہ میں تحریر کیا کرتا۔ یہودی کی حالت بیان کرتے ہوئے عرب فرمایا فَخَسِرَ فَوْقَ الْكَلِمِ غَيْرُ فَوْضِهِ کہ یہ اللہ کے کلمات کو ان کی جگہوں سے ہٹا دیتے ہیں تو ریت کے حکم کو انہوں نے بدل دیا تھا اور آپس میں لڑ کر ریم کے حکم کو خسار کرتے تھے، جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے تو وہ بھی اللہ کا حکم نافذ کرنے کو نہیں آئے تھے بلکہ غصہ اور آسانی خواہش کرنے کے لیے آئے تھے سَلَوُ لَوْ اَنْ اَوْفَيْتُمْ هَذَا لَخَلَفُوْا وَ اِنْ لَمْ تَوْفَوْا لَخَلَفُوْا اسی وجہ سے کہ انہیں قالون خداوندی پر چنانچہ قصور تھا بلکہ آسانی خواہش کرنا پڑتے تھے آپس میں ایک دوسرے سے کہا کہ دیکھ اگر مطلب کے موافق حکم ملے تو اسے مان لیں اور اگر مطلب کے خلاف ہو تو گریہ کرنا نہیں کوئی پر چنانچہ قصور نہیں، اور ان کی ایسی ہی باتیں ہوتی ہیں، ان پر چنانچہ قصور ہوتا تو تو ریت حریف میں کیوں تحریر کرتے تو تو ریت حریف میں بیان کر دو صفات کے مطابق نبی آخر الزماں ھَلَا کُوْجَ کَلْمَ یَکُوْنُ ھَلَا ھَلَا ھَلَا۔

بات یہ ہے کہ جب کوئی شخص گمراہی پر کمر باندھ دے اور کمر نہ کھڑا اختیار کرتا ہی چلا جائے اور جیڑی سے کمر میں گرتا چلا جائے تو اللہ کی طرف سے اسے دایہ نہیں ہوتی یَوْمَ تَوَدُّ نَفْسٌ اَنْ تُرَدَّ اِلٰی فِئْتِهِ فَلَئِنْ رَسَلَتْ لَاحِدًا مِنْ اَللّٰهِ خَبْرًا (اور اللہ جس کو خبر میں ڈالے گا وہ واپس نہ آئے گا) اور اللہ کی طرف سے اسے تیرا کوئی دلا نہیں چلا اَوْ تَرٰ اَنْ یَّکُوْنِ لَکَ الْفِئْتِ الْیَمٰنِیْنِ لَسَمِ یُردُّ اِلَیْکَ اَنْ یَّکُوْنِ لَکَ الْفِئْتِ (یہ دو ملک ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں کو پاک کرنے کا ارادہ نہیں فرمایا) لَکُمُ الْیَمٰنِیْنِ وَ لَکُمُ الْاُخْرٰی عَزَّ وَ جَلَّ (ان کے لیے دو دنیا ہیں رسولی ہے) (جو سب کے سامنے تھی) اور آخرت میں ان کے لیے عذاب عظیم ہے (یعنی وہ جہنم میں داخل ہوں گے)۔

یہودیوں کی حرام غوری۔۔۔۔۔ اس کے بعد فرمایا مُسْتَفْضُونَ لِلْکَلْبِ اَکَلُوْنَ لِلشَّعْبِ کہ لوگ جھوٹ شہادے ہیں اور عرب کان لگانے والے ہیں اَکَلُوْنَ لِلشَّعْبِ عرب زیادہ دیر کھانے والے ہیں۔ علامہ نمبر نے فرمایا ہے کہ یہ یہود کام کے بارے میں فرمایا یہ لوگ رشوت لیتے تھے اور جو شخص رشوت دینے کا شہادہ کر دیتا تھا اس کی بات پر کان دھرتے تھے اور ہر ای کے مطابق فیصلہ کر دیتے تھے اور جس نے رشوت دینی فراہم کی یا رشوت دینے والی جاتی تھی اس کے حق میں فیصلہ اپنا تھا لَا تَحْضُرُ عربی زبان میں کسی چیز کو باطل جڑ سے ختم کرنے کے لیے موصوفہ ہے اس کو رشوت کے لیے استعمال کیا گیا ہے کیونکہ جہاں ماکوں میں رشوت کا لگن دینا ہو جائے وہاں حق اور انصاف باطل ہی ختم ہو جاتا ہے رشوت کما کبیرہ ہے اور جو مال رشوت میں لے لیا جائے وہ حرام ہے

اور جو شخص شخص مہر دے کر لڑو، علمت ہووہ چہانت میں جتنا ہو جائے ضروری ملوہ برعائی سے عالی شخص کے لئے بھی ضروری ہے بھرنو
 شخص مہارت میں زیادہ جھٹکے ہوں اس کے لئے علم کیوں ضروری نہ ہوگا؟ اس غائب اشکال کے اعتبار سے عالم دور، مثال دور، جہتیں لگی
 جاتی رہی ہیں اور اب بھی لگی جاتی ہیں جس کا علمی اشکال زیادہ جہات عالم کہتے ہیں اور جس کا اشکال مہارت میں زیادہ ہے اسے
 درپیش کہتے ہیں بعض حضرات میں دونوں صفات زیادہ ہوتی ہیں ایسے حضرات بہت مہارک ہوتے ہیں جیسے مسلمانہ یہی صاحب اصولہ
 وفاق میں دونوں جہتیں ہیں اسی طرح عالمین توریت میں بھی دونوں جہتیں تھیں جب تک توریت منوع نہیں ہوئی اسی جہت میں رہا
 فرض تھ۔ جب حضرت مسیحی علیہ السلام کی بعثت ہوئی اور انجیل شریف نازل ہوئی تو اس کے احکام پر چنانہ فرض ہو گیا انجیل شریف نے
 توریت کے بعض احکام کو باقی رکھا اور بعض کو منسوخ کر دیا (وَلَا جُنَاحَ عَلَیْکُمْ بَعْضُ الَّذِیْنَ خَرَّمَ عَلَیْکُمْ)۔

حضرات انبیاء و کرام علیہم السلام اور ان کے شاگردین توریت کی حفاظت کرنے پر مامور تھے۔ بھرنو، یہاں سے استنبط
 من بکتاب اللہ۔ یعنی حضرات انبیاء و کرام علیہم السلام اور ان کے شاگردین اور انبیاء توریت کے احکام پابندی کرنے کے اس
 لئے پابند تھے کہ اللہ تعالیٰ نے توریت شریف کو محفوظ رکھنا ان کے سامنے رکھا تھا۔ وَ تَحْفَظُوا عَلَیْہِ طَہَۃً اور اس بات پر وہ کوہنگی تھے کہ
 ہاں دور سے مہر خلافت کی آمد اور اسی کی لگی ہے اور ہم اس کے نگران اور محافظ ہیں اس آمداری کو جب تک ہمارے یہاں ہے پورا ہی توریت
 شریف کو گریب سے محفوظ رکھا ہے اس آمداری کا احساس ختم کر دیا تو توریت شریف میں خود ہی تخریب کر پڑھے۔ حضرت خاتم النبیین
 صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے پہلے بھی علامہ یہاں سے توریت شریف میں تخریب کر لی تھی اور آپ کے سامنے کے ہمارے یہاں ہی گریب کرتے
 تھے اور اسی پر پیسے کھاتے تھے جس نے پیسہ دیے اس کی مرضی کے مطابق مسئلہ بنایا یا اپنی چوہراہت قائم رکھنے کے لئے انہوں نے
 اپنے محام کو کھرا دیا تھا کہ توریت شریف میں کیا قرار ہے صلی اللہ علیہ وسلم کی جو صفات آئی ہیں وہ آپ میں پوری نہیں ہیں۔ (امیہا ہاتھ)
 اس لئے صحابی فرمایا: تَحْفَظُوا طَہَۃً وَ تَحْفَظُوا طَہَۃً وَلَا تَحْفَظُوا طَہَۃً وَلَا تَحْفَظُوا طَہَۃً (کہ تم لوگوں سے خدا و خدا کے لئے اور
 اور میری بات کے بدلہ دینا کا حق نہیں حاصل نہ کرو) نہ مالی رشتہ نہ لاشائی، ریاست و چوہراہت باقی رکھنے کے لئے میری بات کو
 بدلنا یا اس کا خوف سب سے زیادہ ضروری ہے جو ہر گز سے بچانا ہے۔

اور جو لوگ اللہ کے نازل فرمودہ قانون کے مطابق فیصلہ نہ کریں وہ کافر ہیں۔ بھرنو، یہاں سے استنبط بِنَا الْفَرِیْقَیْنِ
 فَاُولَٰئِکَ لَھُمُ الْعَذَابُ اَلْوَلٰی اور جو شخص اس کے موافق حکم نہ کرے جو اللہ نے نازل فرمایا تو ایک کافر ہے دوسرا اس نے توریت کے حکم
 راجح کو اپناتے ہوئے بدل دیا ان دونوں کے ہمارے میں وہ فیصلہ نہ کرتے تھے جو توریت شریف میں تھا تخریب کے ہاں جو راجح کا حکم، رسول اللہ
 صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد تک توریت شریف میں موجود تھا اس حکم کے خلاف دوسرا فیصلہ کرانے کے لئے آپ کی خدمت میں حاضر
 ہونے لگے آپ نے دعویٰ فیصلہ فرمایا جو توریت میں تھا وہ آپ کی باطنی شریعت بھی اس کے مطابق تھی آپ نے اللہ کے قانون کے مطابق
 فیصلہ دیا اور ان لوگوں سے حق کو چھپا دیا اور اللہ کے قانون کی تصدیق نہ کی بلکہ اس کے انکار ہی ہو گئے یہاں تک کہ سب ان صوریانہ حق
 بات بتا دی تو یہودیوں کو اس کا پتا نہ چلا کہ یہودی توریت شریف سامنے ہوتے ہوئے بھی اس کے حکم کی تصدیق نہیں کرتے تھے، لہذا
 کفر کے مرتکب بنے ہوئے تھے۔

قصص کے احکام اس کے بعد قصص نبی انص اور قصص نبی الامام کا حکم بیان فرمایا، توریت شریف میں جو قصص کے احکام
 تھے ملی طور پر یہاں سے ان کو بھی بدل کر کھاتا ہے یہ قصہ میں یہودیوں کے دے دے فیصلے موجود تھے ایک قبیلہ کی نصیحت اور دوسری قریضہ

میں (کتاب الایمان) فصل فی الشہادۃ کا سطور نہ لیا جائے۔

فہو مکتوفۃ لہ کے معنی..... بلکہ ایمان بعد اظہار مکتوفۃ کا معنی ہے۔ حضرت مفسرین کرام نے اس کے مطلب کیسے ہیں۔ اس میں سوال یہ ہے کہ لفظ کی تفسیر کسی طرف راجع ہے یا اگر عربی لفظ کی تفسیر کسی طرف راجع ہے تو آیت کا یہ مطلب ہے کہ جو مان سنے و متقبل کے دل سے انکار جاری ہو اور عقل کو صواب قرار دے اور اپنے عقل کا حدود کر یا یعنی جاری ہو اور عقل کو صواب قرار دے تو اس کے لیے کاروبار ہے حضرت علامہ ابن کثیر نے خاص و عام اور ضعیف اور قوی اور ذیادۃ سے یہاں مراد ہے۔

اور انکر لفظ کی تفسیر جاری ہو اور عقل (یعنی ذہن) کرنے والے عقل کرنے والے) کی طرف راجع ہو تو بحر عقلی یہ ہو گا کہ جو مان سنے یا متقبل کے دل سے جب صواب قرار دے تو یہ ذہنی کرنے والے عقل کرنے والے کے گناہ کا انکار ہو گیا اب اس پر آخرت میں مواخذہ نہ ہو گا اور ذہن اکثر عباد اللہ علی الاطلاق اکثر الصالحین والصلحین ومن بعدہم (قرن میں ص ۳۸۹) کے بارے میں مواخذہ نہ ہو گا اور ذہن آدھائی جگہ ہے جو دوسری آیت فیصلۃ علی اللہ میں بیان فرمایا ہے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہی متقول ہے اور بعض تابعین نے اس پر بھی یہی قول ہے۔ (سوانح ائمہ ص ۳۳۳ ص ۳۳۴)

قصاص کا شرعی قانون نافذ نہ کرنے کا وہاں..... قصاص کا قانون سورۃ بقرہ میں بھی بیان فرمایا ہے اور یہاں سورۃ کہد میں بھی، جو لوگ مسلمان نہیں ہیں انہوں نے اپنے جانیانہ قانون جاری کیے ہیں۔ اول تو عقل و عبادت میں نہیں ہوتا۔ نہ عقل اور نہ عبادت کی وجہ سے عقل کی حمایت کرنے والا عقل اور جو سزا دینی قانونی موافقت کرتا ہے کہ وہ عقل کے خلاف فیصلہ ہونے نہیں دیتا اور دوسری وجہ کے بغیر اسے بچھا دیا یا اور جانم کی سزا دینے کی دوسری دلیل بھی پیش کر دیتا ہے اور یہ دلیل بھی ایسی کہ جس میں عقل نہیں ہوتی دس سالہ بچہ کی عمر میں ہو جائے کیونکہ اس وقت اس کی عقل نہیں پختہ ہوئی ہو جائے اس میں عقل نہیں ہوتی ان کو عقل کا کوئی حق نہیں ہے اور دوسرے اولیاء متقبل کی کوئی حیثیت نہیں رکھتی جتنی ذاتیں حق قصاص دلا دیا تو بے حدیت دلائی جاتی ہے اور جب حدت ہو ہے کہ وہ سب ملکات کو جان بخشی کی درخواست دی جاتی تو وہ بالکل ہی صواب کر دیتے ہیں جانکدین کو صواب کرنے کا کوئی حق نہیں۔ کافروں نے جو قانون جاری کیے ہیں انہی کو ان حکمتوں نے اپنا رکھا ہے۔ جو مانگ مسلمانوں کے قانون میں ہیں یہ مانگ بھی قصاص اور حدت کا قرآنی قانون نافذ نہیں کرتے اور اس کا بدترین پہلو یہ ہے کہ لفظ جس قصاص کو حدیث ذہن ابھی کہہ دیتے ہیں انہ کے قانون پر اعتراض کر کے کافروں نے جو تدار ہیں لکھی ہیں انہیں اس دلائل قائم کرنے اور عقل و دین کی اور انہیں ختم کرنے کو چاہیے جس کو ہم بھی آتا ہے تو قانون پر ہی آتا ہے یہی سمجھتی ہے۔

انجیل شریف میں حدیث بھی لکھ دی تھی..... تو حدت شریف اور اس کے بعض احکام کا ذکر فرمانے کے بعد حضرت سیدنا عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام انجیل شریف کا ذکر فرمایا جو حضرت سیدنا عیسیٰ علیہ السلام پر نازل ہوئی تھی اور اس کا ذکر فرمایا و لقیلۃ نفسی اللہ حق بعضی لہی فزعم کہ ان انبیاء کے بعد (جو حدت شریف کے مطابق تھے) ہم نے فیصلۃ اللہ مریم کو بھیج دیا اور حدت شریف کی تصدیق کرنے والے تھے جو ان کے سامنے تھی اور ہم نے ان کو انجیل عطا کی جس میں حدیث تھی اور دینی تھی اور حدت شریف کی تصدیق کرنے والی تھی جو پہلے سے موجود تھی انجیل میں خلیق کے لئے حدیث تھی اور نصیحت تھی اس میں یہ بتایا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام بھی تو حدت کی تصدیق کرنے والے تھے اور جو کتاب ان پر نازل ہوئی یعنی انجیل وہی تو حدت شریف کی تصدیق کرنے والی تھی۔ یہی انبیاء کرام علیہم السلام انہیں میں ایک دوسرے کی تصدیق کرنے والے تھے اور انجیل میں تو حدت شریف کی تصدیق موجود تھی بعد میں کہ وہ

بندوں پر نہیں مبنی اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کا صرف یہ کہ انکار کر دیا اور ان کی کتاب کو نہ مانا، بلکہ ان کے نقل کے روپ پر ہو گئے تھے تو ذکر کئے لیکن اپنی کفری میں انہوں نے کوئی کسر نہ چھوڑی تھی جیسا کہ میں برابر باہمی مخالفت رہی اور مصراۃ یہودیوں کو یہ الزام ہے کہ انہوں نے سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو گواہ کیا ہے۔ چند سال پہلے یہاں تک جڑ کے کاٹنے پر نصرانیوں نے اپنا الزام ہوا اس لئے لایا۔

تو جڑ مسلمانوں کی مخالفت میں حمہ ہونے کے لئے کیا تھا ہے۔ یہودیوں کے مقاصد نصرانیوں سے متعلق ہیں اس لیے باہمی مخالفت کو نہ کرنے کے لئے یہ راستہ نکالا گیا جو اوپر ذکر ہوا۔

اللہ کے نبی اور اللہ کی کتاب میں سب ایک دوسرے کی تصدیق کرنے والی ہیں۔۔۔۔۔ بہر حال یہ ساری گروہ بندی اور مخالفت اور موافقت لوگوں کے اپنے مصلحت کی وجہ سے ہے اللہ کے نبیوں میں آپس میں کوئی مخالفت نہیں اور اللہ کی کوئی کتاب دوسری کتاب کی تکذیب کرنے والی نہیں اور نبیوں میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تصدیق ہو چکی تھی۔ جسے یہود انصاری نے ہی نہ صرف کر دیا اور تحریف کے باوجود اب بھی تصریحات مبنی ہیں جن میں آپس کی تصدیق اور تحریف آدمی کی تصریح موجود ہے، انجیل کے بارے میں فرمایا

وَعَلَىٰ وَصِيَّةٍ لِلْفَتْحِ ۝ کہ وہایت ہے اور وصیت ہے پر یہی لوگوں کے لئے یہاں یہی ہے جیسے قرآن مجید کے بارے میں

فَلْيَسِّرْ لِلْفَتْحِ ۝ اور عذرتی للفسخ وعلیٰ و فو عیطة للفتحین فرمایا ہے۔

اس کا مطلب یہ ہے کہ نبی لوگوں کے حوائج میں ہدایت قبول کرنا اور وصیت ہے وہی قبول کرتے ہیں اور کفر و شرک سے پرہیز کرتے ہیں پھر فرمایا لِيُخَفِّفَ لَكُمْ الْوَعْدَ الْاِنْجِيلِي بِمَا تَقْرَأُ فِيهِ (اور ہانپنے کا بھل بدلے اس کے مطابق تخفیف کریں جو اللہ نے اس میں نازل فرمایا)

پھر فرمایا وَفَضَّلْنَا لَكُمْ فِيهِ نَقْلَ الْكِتَابِ وَالْفَتْحَ ۝ اور جو شخص اس کے موافق محمد زکریا سے جو اللہ نے نازل فرمایا تو یہی ایک طرف ان میں (جن لوگوں کا انجیل شریف ان کے ہی کے ذریعہ پہنچی) اس کے مطابق نہ چلے اور اس کے موافق فیصلے نہ کئے اور ان میں تحریف بھی کر دی اور توحید کے اللہ کی بجائے اپنے دین میں شرک لگا دیا حال کر لے حضرت یحییٰ علیہ السلام کو اللہ کا بیٹا بنا دیا اور تین خدا بن گئے اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے نقل کا انکار کر کے اللہ کا عقیدہ نکال لیا، پھر جب سیدنا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت ہوئی اور انجیل کی تصریح کے مطابق آپ کی نبوت و رسالت کا یقین نہ ہانپنے کے باوجود ایمان نہ لائے اور کفر ہی میں ہی رہ گئے، ان کو قصہ ہوا ہے کہ جو کہو اللہ نے انجیل میں نازل فرمایا ہے اس کے مطابق تخفیف کریں، ہاں اللہ کو چھوڑیں اور سیدنا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان نہ لیں، اللہ نے جہاد کا حکم نازل فرمائے ہیں ان کے مطابق فیصلہ نہ کرنا، اس میں کام ہے، اللہ اس نقل سے لایا گیا ہے نقل کا صحت اور فساد ہر دہائی سے اگل جانے کو کہتے ہیں کفر و شرک کا نقل اس لئے شیطان کے بارے میں فحش غیغ غیغ فرمایا۔

وَ اَنْزَلْنَا اِلَيْكَ الْكِتَابَ بِالْحَقِّ مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ مِنَ الْكِتَابِ وَمُهَيِّمًا

اور ہم نے حق کے ساتھ آپ کی طرف کتاب اتاری، وہ ان کتابوں کی تصدیق کرنے والی ہے جو اس سے پہلے نازل ہو گئیں اور وہ ان کتابوں کی حاکم ہے

عَلَيْهِمْ فَاَحْكُمُ بَيْنَهُمْ بِمَا اَنْزَلَ اللّٰهُ وَكَتُيْلُغَ اَهْوَاؤُهُمْ عَنِ جَاہِلٍكَ مِنَ الْحَقِّ

اور آپ ان کے درمیان اس کے مطابق فیصلہ کیجئے جو اللہ تعالیٰ نے نازل فرمایا اور جو حق آپ کے آگے آئے ہے اسے چھوڑ کر آپ ان کی خواہش کا کام نہ کیجئے

لَٰكِن جَعَلْنَا مِنْكُمْ شُرَعًا وَمِنْهَا جَاءَ - وَلَوْ شَاءَ اللَّهُ لَجَعَلَكُمْ أُمَّةً وَاحِدَةً وَلَٰكِن

تم میں سے ہر قوم کے لئے ہم نے شریعتیں بنائیں اور ان میں سے ہر ایک کی اپنی امت دینا چاہتا تھا۔ لیکن اگر ہم چاہتے تو تم کو ایک ہی امت بنا دیتے۔

لَيَسْئَلُوَكُمْ فِي مَا آتَاكُمْ فَاسْتَبِقُوا الْخَيْرَاتِ - إِلَى اللَّهِ مَرْجِعُكُمْ جَمِيعًا فَيُنَبِّئُكُمْ

تم نے جو چیزیں تم کو دی ہیں وہ تم کو اس کی طرف سے بھیجی گئی ہیں۔ تم سب کا واپس آنا ہے اللہ کے پاس۔ وہ تم کو تم نے کیا کیا

بہاؤں کے بارے میں پوچھے گا۔ اِنْ اَحْكُمْتُمْ بَيْنَهُمْ مِمَّا آتٰنَا اللَّهُ وَلَا تَسْمِعْ اَهْوَاؤَهُمْ

اور اگر تم ان میں سے کسی کے خلاف فیصلہ دے رہے ہو تو آپ ان کے دعوے کی طرف مت رجوع نہ کریں۔ جو اللہ تعالیٰ نے آپ کو دیا ہے اس کی طرف سے فیصلہ کریں۔

وَاحْذَرُهُمْ اَنْ يَفْتِنُوْكَ عَنْ بَعْضِ مَا اَنْزَلَ اللّٰهُ اِلَيْكَ - وَاِنْ تَوَلَّوْا فَاَعْلَمْنَا اَنْتُمْ

اور تم ان سے بچو کہ تم کو اپنے آپ کو گمراہ کرنے سے روک دے۔ اور اگر تم لوگوں کی طرف سے گمراہ ہو جاؤ تو ہم

يُرِيْدُ اللّٰهُ اَنْ يُصِيبَهُمْ بِبَعْضِ ذُنُوْبِهِمْ - وَاِنْ كَثُرُوا مِنْ النَّاسِ لَفَيَسْقُوْنَ

کہ اللہ تعالیٰ چاہتا ہے کہ ان کے لئے بعض عذاب ہو۔ اور اگر وہ لوگوں میں بہت سے ہوں تو ان کے لئے بھی عذاب ہوگا۔

اَوْحَكُمُ الْجَاهِلِيَّةُ يَبْغُوْنَ - وَمَنْ اَحْسَنُ مِنَ اللَّهِ حُكْمًا يَقُوْرُ يُوقِنُوْنَ ﴿٥﴾

جو یہ جہلیت کے گمراہ تھے۔ اور اللہ تعالیٰ سے کونسا حکم بہتر ہے؟ جو یقین رکھتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کا حکم بہتر ہے۔

قرآن مجید دوسری شب سادہ کے مضامین کا محافظ ہے

توریت و انجیل کا ذکر کرنا ہے اور یہ بتانے کے لئے کہ اللہ کی طرف سے اللہ کی کتابیں ہیں اور ان میں ہدایت ہے اور نہ ہے اور یہ کہ جو لوگوں

اللہ کے نازل کئے ہوئے احکام کے مطابق فیصلہ نہ دے گا وہ کافر ہے اور کافر سے آیات پانچ قرآن مجید کا ذکر کرنا اور اس

دینا کہ ہم نے آپ کی طرف کتاب نازل کی ہے جو حق ہے اور اس سے پہلے جو احکام کتابیں ہیں ان کی بھی تصدیق کرنے والی

ہے۔ کہ یہودیوں اور نصاریٰ کو اس سے مختلف ہونے کی کوئی چیز نہیں کیونکہ وہ اپنے سے پہلے انسانی کتابوں کی تصدیق کرتے ہیں۔ اور نہ صرف

یہ کہ وہ سابقہ کتابوں کی تصدیق کرنے والے ہیں بلکہ ان کے مضامین کی طرف سے بھی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس کی خدمت کا خود بخود اعلان کیا ہے اور

اس سے پہلے کتابیں جو یہود و نصاریٰ کے پاس تھیں ان کو انہوں نے تم کو یہودیوں کے مضامین کا بھی محافظ ہے جو سابقہ کتابوں میں بیان

ہوئے تھے۔ ان کتابوں میں جو مضامین اللہ کے لئے مخالف لوگوں نے شامل کر دیئے تھے اور ان کے ضمن احکام کو بدل دیا تھا۔ قرآن مجید

ان کی تردید کرتا ہے اور جو جگہ اللہ تعالیٰ میں بیان کئے گئے تھے اور جو احکام بتائے گئے تھے ان میں سے جن احکام کی امت کو ضرورت

ہے ان کو بیان کرتا ہے اور ان کی خدمت کرتا ہے۔ جیسا کہ وہ پر قصص کے احکام بیان فرماتے ہیں اور فرمایا کہ یہ تو بہت شریف میں مذکور تھے

(جو اس وقت ہر کے لئے بھی مشہور ہیں) اسی طرح یہود و نصاریٰ کے مخالف شرک کی تردید فرمائی اور بتایا کہ حضرت موسیٰ اور حضرت عیسیٰ

علیہما السلام نے تو عید کی دعوت دی تھی اور شرک سے بڑا الٹی کا حکم دیا تھا۔

قرآن مجید کے مطابق فیصلہ کرنے کا حکم پھر فرمایا اَلَا تَعْلَمُوْنَ اَنَّ اللّٰهَ لَا يَصْلِحُ اَنْ يُّعَذِّبَ عَمَّا جَاءَتْ اِلَيْهِ مِنْ مَّخْفٰتٍ ؕ کہ حق آپ کے پاس تو یہ ہے کہ چھوڑ کر آپ ان کی خواہشوں کا اتباع نہ کریں اللہ کے فرماں کے مطابق فیصلے کریں اور لوگوں کی خواہشوں کے مطابق فیصلہ نہ کریں۔

یہودیوں کا ایک حکم ظاہر یہ خطاب آنحضرت سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو ہے لیکن اس کا مقصد تمام انھیں تھا اور ان کا یہ کہ جس میں آپ کو جو خاص کر کے مذہب لڑا، یا اس کی ایک چیز ہے کہ علماء یہود نے یا کسی مشورہ سے ایک پروگرام بنایا تھا جو شراعت پر مبنی تھا، عیب بن اسد اور محمد بن مسعود اور شاہین بن قیس نے انہیں میں کہا کہ تم (صلی اللہ علیہ وسلم) کے پاس چلو ہم انہیں ان کے دین سے جانے کا کوئی راستہ دکھائیں، یہ لوگ سنے اور انہوں نے تو کہا کہ اسے تمہارا آپ کو معلوم ہے کہ ہم یہود کے علماء ہیں اور سربراہ ہیں اور ان میں سے ہمارا امر ہے ہے اگر ہم آپ کا اتباع کر لیں گے تو تمام یہود آپ کا اتباع کر لیں گے وہ ہمارے خلاف نہ جائیں گے ہاں اتنی بات ضرور ہے کہ وہ سے اور ان کا حق قوم کے درمیان کچھ خصوصیت ہے ہم آپ کے پاس فیصلے کر آئیں گے سو آپ اور سے حق میں فیصلہ نہ لے، یہ کہنے سے ہم آپ پر ایمان لے آئیں گے اور آپ کی تصدیق کر لیں گے آپ نے اس سے انکار فرمایا۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو حکم فرمایا کہ ان کی خواہشوں کا اتباع نہ کریں اور ان سے اڑتے رہیں اور ہوشیار رہیں کہ وہ اللہ کے بعض احکام سے جاننا دیں۔ (الفتح فی راہی العلم اور مسطورہ ص ۲۸۰ ج ۲)

یہودیوں کا ایک حکم تھا۔ مقصود اس کے قبول کرنا تھا آپ سے ملنا فیصلہ کرانا چاہتے تھے آپ نے صاف انکار فرمایا اور اللہ تعالیٰ نے آپ کی تائید فرمائی اور یہ صاف بتا دیا
اس لالچ میں کہ لوگ مسلمان ہو جائیں گے حق چھوڑنے کی اجازت نہیں کہ اس لالچ میں کہ لوگ مسلمان ہو جائیں گے حق کے چھوڑنے اور اللہ فیصلہ دینے کی کوئی گواہی نہیں ہے اسلام قبول کرنا اور حق کے لئے قبول کرے جسے شراعت ہی سے حق پر چھٹا حضور نہیں اور یہ میں کیا حق پر چلے گا۔ جو نے مسلمانوں کو اپنا اپنی اکثریت ظاہر کرنا یہ اسلام کے حجاج کے خلاف ہے دوسری قومیں جنہیں حق مقصود نہیں پایا، یا میں اپنی اکثریت دکھانے کے لئے غیروں کو بھی یہوں کی ہرست میں شمار کر لیتی ہیں لیکن اسلام میں ایسا نہیں ہے اسی سے معلوم ہو گیا کہ یہ بدعقل لوگ کہتے ہیں کہ کھڑی کراہی کرنے کے لئے اور کافروں کو اپنے قریب لانے کے لئے اور دنیا میں اپنی اکثریت بنانے کے لئے یہی مشورہ کر کے اسلام کے کھان حکم کو بدل دیا وہ جہالت اور گمراہی کی بات ہے اسی طرح بعض پہل کہتے ہیں کہ مگر افراتفری سے جو اپنے عقائد کی وجہ سے جدا ہو گئے ہیں چاہئے ہیں انہیں کا فرمت کہہ کر اسلام کے سامنے دلوں کی غمراہی کم نہ ہو یہ بھی عقائد بات ہے اسلام کو اپنے لوگوں کی بالکل ضرورت نہیں ہے جو اسلام کے دہی ہیں لیکن عقائد کے اعتبار سے کافریں، اسلام حق تا ۲۷ ہے حق ظاہر کرنا ہے بدعت کی اجازت نہیں دیتا۔

براستہ کے لئے اللہ تعالیٰ نے خاص شریعت مقرر فرمائی پھر فرمایا اَلَمْ يَجْعَلْ لَّكُمْ فَرَغًا مِّنْ دُونِ مَا جَاءَكُمْ بِهِ اَمْ كُنْتُمْ تَكْفُرُونَ کہ جس سے برست کے لئے ایک خاص شریعت اور ایک خاص طریقہ عمل مقرر کر دیا ہے عقائد کو تمام انبیاء اور رسول علیہم السلام کے مشترک ہیں اور بہت سے احکام اور اصولی کے تحت ہیں اس لئے جس بہت نے اللہ کی کتاب اور اللہ کے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کی ہدایت کے مطابق عمل کیا اس نے اللہ ہی کی فرماں برداری کی کچھلی اتوں کو جو بعض احکام دیئے گئے تھے وہ منسوخ ہو گئے تو یہ شریف کے بعض احکام حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے منسوخ فرما دیئے۔ (وَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ فِیْهِمْ اَنْ يَّخْلَعُوْا اَلْبِسَ خِرَمَ عِلَاقَتِكُمْ)

عالمی کے ارشاد بعض فلو بہجہ سے انھوں نے کہا ہوا ہے کہ ۱۵۱۵ء کا مہلک وبائی مرض اور گرہ کرنا ہے اور یہ تعبیر عقیدہ کرنا ہے کہ ۱۵۱۵ء سے کرنا کہ وہاں کے بہت سے ہیں اس وقت کہ چھوڑا تھیں انھیں انھیں فلسطینی (اور وادیا بہت سے لوگ ایسے ہیں جو عربی زبان بولتے ہیں) میں اس میں سرنگی ہو گئی ہے کہ ان میں یہ دیکھ کر کس مڑاؤ کے متعلق ہیں۔

آفریں فرما، اے اللہ کے اعلیٰ ترین ناموں اور حسن ناموں کا مجموعہ، تو فرما (کیا یہ لوگ ہدایت کا ایسا علم ہے جس اور نصیر کرنے کے اعتبار سے ان لوگوں کے لئے اللہ سے چھٹا ہوں سے جو یقین رکھتے ہیں)

جو لوگ اللہ کے حکم کے خلاف دوسرا حکم تلاش کرتے ہیں ان کی توقع کے لئے سوال کے یہی اہم گوشہ ہیں کہ کیا یہ لوگ جاہلیت کے لہجے کو پاتے ہیں؟ اللہ کا فیصلہ سامنے ہوتا ہے جو اللہ کی کتاب بقاری ہے اور جو اللہ کے نبی نے سنایا ہے (صحیحی اللہ ہی ہے) اس سے اعتراض کر رہے اور کہتے ہیں کہ اللہ کا فیصلہ سامنے سے انکار ہے تو اب کون سا فیصلہ چاہئے؟ میں اللہ کے فیصلے کے خلاف تو مہمیت کا یہ فیصلہ ہے اللہ کے فیصلے کو چھوڑنا اور جاہلیت کے فیصلے کا اختیار کرنا کس لئے ہے؟ کیا جاہلیت کا فیصلہ اللہ کے فیصلے سے بہتر ہے؟ اگر نہیں تو اللہ سے بدکار کیا فیصلہ ہے اور کوئی شخص کبھی اس بات کو یقین والے بندے سے جانتے اور سامنے نہیں، مگر یہ تو کھری ہے، جسے بدکاری نہیں ہے اور اللہ کے فیصلے پر ہاضم نہیں، جاہلیت کا فیصلہ ہی انہیں مطلوب اور محبوب ہے یہ عجیب اعتقاد بات ہے اور نہایت بدیہہ منطقی اور عقلی ہے۔

دور حاضر کے نام نہاد مسلمان بھی جاہلیت کے فیصلوں پر راضی ہیں..... گنہگار آیات میں یہودیوں کی عظیم بددیہی اور گمراہی کا تذکرہ ہے ان لوگوں نے رجم کے سلسلہ میں قوت کے گم کروا چھوڑ کر ان کی اور مذہبی کی ہر ادا اپنے طور پر جوڑ کر لی تھی اور خدا سے بے فکر ہو کر بدلہ دیا تھا اللہ کے فیصلے کے بجائے اپنے گمراہ فیصلوں کی بنا پر کافروں کے نافذ کردیا تھا۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فیصلہ معلوم کرنے کے لئے اپنے انصاف سے کیجئے تو ان سے کہہ دیا کہ ہمارے حقائق ہوتے فیصلہ کن کر لیں اور تمہارے حقائق نہ ہوتے تو اس سے کہہ کر رہ۔ آج بھی حال ان لوگوں کا ہے جو مسلمان ہونے کے بدلے ہیں اور کوشش لئے بیٹھے ہیں اور نہ صرف ادیان و مذہب نہیں حکومت کی جاتی ہے بلکہ اسلامی قرآن کریم کے فیصلوں سے راضی نہیں ہیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فیصلوں کو ماننے سے انکاری ہیں جب ان سے کہا جاتا ہے کہ قرآنی احکام نافذ کرو تو کافروں پر ہاتھ دھرتے ہیں ان میں سے بہت سے لوگ نمازی بھی ہیں اور اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے محبت کے دعوے بھی ہیں لیکن یہ لوگ بھی قرآنی احکام نافذ کرنے اور اللہ کے حکم کے حق میں نہیں ہیں۔

پھر میں افسوس نے جھوٹا مین بنائے ہیں میں ہی کے ہاتھ رکھنے کے کل میں ہیں اس پر آیت شریفہ کا خمیسا اٹھانے کی نیتوں پر یہی طرح صادق آ رہا ہے۔ مقدمہ لڑاتے ہیں برس میں جس چٹا ہے۔ دونوں طرف کے کٹیل جس کھاتے رہتے ہیں ہاں بھی فرق ہے اور وقت بھی ملتا ہے۔ معمولی صاحب حاصل کرنے کے لئے کئی کئی گنا ہاں بھی فرق ہے کہ چٹا ہے پھر بھی چاہتا ہے کھام پر راضی ہیں اور اس بات پر بھی نہیں کہ کھانسی کھام کے پاس جائیں گے اور کھانسی کی بنا پر قرآن مجید ص ۷ کے مطابق جہل جہ جائے۔

جہاں تاقانون کا سہارا لے کر دوسروں کی جائیدادیں دیا جاتے ہیں مرحوم باپ کی میراث سے ماں، بیٹوں کو محروم کر دیتے ہیں اور طعنہ طرح سے خطا اور فقر کے حقوق دیا جاتے ہیں جہاں کائنات کا قانون اور قانون اسلام کے تائید کرنے کی حمایت نہیں کرنے دیتے۔ کاغذ کلمہ کہ سارا انکار کر دیا جس کسی کا حق، دیا تو حسب الکتاب ہم ملے ہیں اصل جہاں کی کیا یادگار دوش قاضی ہو گی اس وقت چھوڑ دیکئے ہوگا؟

ہام کے مسلمان لوگوں نے کیا طریقہ لیا ہے کہ مسلمان بھی ہیں اور اسلام گوارا بھی نہیں، اور جیسا بات ہے کہ جو لوگ قرآن کو

سنائی نہیں ان کو، اسی رکنا بھی قصود ہے چونکہ ان کی رائے اسلامی نظام کے حق میں نہیں اس لئے قرآن نے اسے بھی کلامِ قرآن قرار دے کر حق میں نہیں مانا، انا للہ وانا الیہ راجعون۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَتَّخِذُوا الْيَهُودَ وَالنَّصَارَىٰ أَوْلِيَاءَ بَعْضُهُمْ أَوْلِيَاءُ بَعْضٍ ۚ وَمَنْ يَتَوَلَّهُمْ فَوَاقَةٌ مِنْكُمْ ۖ إِنَّ اللَّهَ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظَّالِمِينَ ۝ فَتَرَى الَّذِينَ

سے ایمان دار ایسے ۱۔ خود بھی کہ دوست نہ بنا ۲۰ آپس میں ایک دوسرے کے دوست ہیں اور ۳ کوئی

تہ نہیں ہے نہ ہے وہی نہ ہے تو ہرگز ۱۱ ان میں سے جدا ہے ایک اللہ تعالیٰ عالمِ کون کو جاننے نہیں ۱۲ سو آپ انہیں کے نہ توں

فی قلوبہم قسروں یسارعون فیہم یقولون نَحْنُ أَقْرَبُ أَنْ تَصِيبَنَا ذَآءِرَةٌ ۖ فَعَسَىٰ

کو انہیں کے دل میں قسروں ہے کہ دوا کر ان میں کہتے ہیں کہتے ہیں کہ ہمیں اس بات کا ڈر ہے کہ ہم پر کوئی گمشدہ آئے ہو تو آپ

اللَّهُ أَنْ يَلَاقِيَ بِالْفَتْحِ أَوْ أَمْرٍ مِّنْ عِنْدِ اللَّهِ فَيُضِيقُوا عَلٰی مَا أَسْرَوْا إِلَى الْقُسُوفِ ذُرِّيَّتٍ ۝

تو بلا کر کے آئے گا یا اپنے کسی سے کسی اور چیز کو ۱۳ ان بات پر ہر ایمان دار کے ہر ایمان دار نے اپنے قلوب میں بھی

وَيَقُولُ الَّذِينَ آمَنُوا أَهَؤُلَاءِ الَّذِينَ أَقْسَمُوا بِاللهِ جَهْدَ آبَائِهِمْ ۖ إِنَّهُمْ لَمَعَكُم

اور میں ایمان دار نہیں کے کیا یہ وہی ایک ہیں جنہوں نے طوطی منہ کی ساتھ اللہ کی قسمیں لگائی کہ ۱۴ خود تمہارے ساتھ ہیں

حِطَّتْ أَعْمَالُهُمْ فَأَصْبَحُوا خَيْرِينَ ۝

ان کے اعمال اکارت ہو گئے جس کی وجہ سے ایمان میں آج آئے ہو گئے۔

یہود و نصاریٰ سے دوستی کرنے کی ممانعت

معاذ اللہ! میں ۳۳ حج ۱۴۰۲ شمیر میں کبیر میں ۶۸ حج ۲ میں لکھا ہے کہ حضرت مبارک دین مسامتہ رضی اللہ عنہا جو انصار کے قبیلہ ہاشمیہ میں سے تھے انہوں نے عرض کیا کہ دارِ رسول اللہؐ کی عیادت میں میرے بہت سے دوست ہیں جن کی تعداد کثیر ہے۔ میں ان کی دوستی سے بیزار ہوں کہ انہوں نے کہا کہ انہوں نے اس کے رسولؐ کی دوستی کو پسند کرتا ہوں اس پر مبارک دینؓ نے کہا (تو میری اہلِ باطن تھی) کہ مجھے تو نہ ان کی گزارش کا خوف ہے جن لوگوں سے میری دوستی ہے (یعنی یہود سے) میں ان سے بیزار نہیں ہوں اس پر اللہ تعالیٰ میں شہداء نے لَکِنَّا لِلَّهِ قَوْلًا لَا تَتَّخِذُوا الْيَهُودَ وَالنَّصَارَىٰ أَوْلِيَاءَ سے لکھ دیا تھا میں چاہتا ہوں کہ یہ۔

ترکِ موالیات کی اہمیت اور ضرورت درحقیقت کافروں سے ترکِ موالیات کا مسئلہ بہت اہم ہے، اپنے دین پر مضبوطی سے چمکنے ہوئے سب انسانوں کے ساتھ خوش خلقی سے پیش آنا ان کو کھانا پانا اور مانتیں پھری کر دینا یہ اور بات ہے لیکن کافروں کے ساتھ دوستی کرنا، ہاتھ نہیں ہے جب دوستی ہوتی ہے تو اس میں دوستی کے کھمبے چھوڑنے کے ہیں جن میں بعض، غصہ لگی بھی لگتی ہے جتنی

وَقَالَ عِدْلَوْنُ وَوَلَّىٰ عِدْلَوْنُ عِدْلَوْنُ

الْبَقِيَّةُ

ہے جس نے تانے میں مسلمانوں کا کشمان بچا ہوا ہر جس سے مسلمانوں کی حکومت میں دخل پڑ جا ہو اور جس سے مسلمانوں کی جماعت میں ضعف آ جا ہو۔ جو بچے مسلمان ہوتے ہیں وہ کاروں سے ہوتی کرتے ہی نہیں اور جن لوگوں کے دل میں ایمان نہیں صرف زبانی طور پر اسلام کا دعویٰ کرتے ہیں اور دل سے کافر ہیں وہ لوگ کافروں سے ہوتی کرتے ہیں۔ یہ لوگ اسلام کے نام لیا بھی جنتے ہیں لیکن پچھلے اندر سے مسلمان نہیں اس لیے کافروں کی ہوتی پھوڑے کو تیار نہیں ہوتے۔ انہیں یہ خوف بھی کھائے جاتا ہے کہ ممکن ہے مسلمان کو غیب سے ہوا اگر کل کر مسلمان ہونے کا اعلان کر دیں تو کافروں سے جو دنیاوی فوائد ہوتے ہیں وہ سب ختم ہو جائیں گے۔

اگر قلعہ پڑ جائے یا کسی کی کوئی تکلیف پہنچ جائے یا کوئی گراں آجائے تو کافروں سے کوئی بھی مدد نہ ملے گی اس خیال خام میں ہوا ہو کر نہ چلے اس سے سوچیں ہوتے ہیں کہ کافروں سے جو دنیاوی کاملاں کرنے کی ہمت رکھتے ہیں انہیں موت میں بھی ایسے لوگ ملے جن کا سردار خدا اللہ ہی آپنی تمام اس کا قول اور پھر عمل فرمایا۔

اور آج کل بھی ایسے لوگ پائے جاتے ہیں جو مسلمانوں سے کمال کر رہے ہیں اور کافروں سے بھی تعلق رکھتے ہیں کافروں کے لئے جاسوسی بھی کرتے ہیں اور مسلمانوں کے اندرونی حالات انہیں بتاتے ہیں اور غیبتی بات کئے اور یہ دشمنان اسلام کو مسلمانوں کے مشوروں اور ان کی حالت اور مساکین اور افغان کی خبریں پہنچاتے ہیں۔ چونکہ یہ لوگ خاص دیندار ہوتے ہیں اس لئے غائبی آخرت کے لیے سوچتے ہیں یہ مسلمانوں کی بھلائی کے لئے فکر کرتے ہیں صرف اپنی دینا بتاتے ہیں اور اپنے دلوں میں کہتے ہیں کہ میں مسلمان کیا فلاح پہنچا نہیں گئے آؤ صفت اور بزرگ حالات میں یہ وہ فضیلتی سے ہی کامل نکلی ہے۔ (اصحابِ ہاشمہ تعالیٰ)

اللہ جل شانہ نے فرمایا کہ یہ وہ فضیلتی کو دوست نہ بناؤ اور آپس میں ایک دوسرے کے دوست ہیں جو بعض ان سے ہلاکتی کرے گا اور انہیں میں سے ہے ہوتی کے وہ حالات مختلف ہیں بعض مرتبہ ہوتی انہیں ہوتی ہے کہ اسے بنا ہے کے لئے ایمان کو پھوڑ دیا جاتا ہے یہ سزا کا کفر ہے اور فلیسۃ بینہم کا حقیقی مصداق ہے اور اگر کسی نے ایمان کو پھوڑے علیہ کافروں سے ہلاکتی کی تو اپنی ہلاکتی کے بعد اور بدبختی انہیں میں سے شمار ہو گا اور یہ کیا کم ہے کہ دیکھنے والے اس ہلاکتی کرنے والے کافروں کا ایک ایک فرد سمجھیں گے۔ یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ آمَنُوا لَا تَتَّبِعُوا السُّلَاطِیْنَ (معاشرہ اللہ کا لہو کو جو ہدایت نہیں دیتا) کافروں سے ہلاکتی کرنا اپنے لوہے پر اور دوسرے تمام مسلمانوں پر ظلم ہے اور یہ ظلم کرنے والے اپنے خیال میں خوشی مند رہے ہیں اور ہدایت سے منہ موڑے ہوئے ہیں انہیں ہدایت مطلوب ہی نہیں ہے لہذا انہیں ہدایت نہیں دے گا۔

فَغَضِبَ اللَّهُ اَنْیٰی تَاجِبِیْ بِالْفَتْحِ اَوْ اَنْفِیْ فِیْ عَجَلِیْ..... منافقوں نے عہدِ نبوت میں جو ہیں کہ تھ کر اگر ہم یہودیوں سے صلہ نہ رکھیں اور ان سے ہلاکتی ختم کر دیں تو ہمیں زبردستی کفار سے دقت پر کوئی کام آنے والا نہ ملے گا اگر اسلام کا ظہور ہو اور یہودیوں سے پکار کر ہمیں تو ہم نہیں کے بند ہیں گے یا اگر کسی قسم کی کوئی گراں آجائے تو ہمیں کوئی مدد نہ ملے گی تو یہاں یہودیوں سے جو امداد ملتی ہے اس سے محروم ہو جائیں گے۔ یہ خاص دیناداری کا جذبہ ہے بھلائی خاصوں کو جس پشت دہل کر نہ ہو ہی مانع حاصل ہونے کے احتمال پر ان بات کہہ گئے۔

اللہ جل شانہ نے علی ایمان کو قول دی اور فرمایا فَغَضِبَ اللَّهُ اَنْیٰی تَاجِبِیْ بِالْفَتْحِ اَوْ اَنْفِیْ فِیْ عَجَلِیْ (مترجم ہے کہ اللہ تعالیٰ ج کی صورت پر افرادے یا کوئی صورت حال اپنے پاس سے ظاہر فرما دے) بعض مفسرین نے فرمایا ہے کہ حج سے حج کمرہ ہے اور بعض معصرات نے اس سے یہودیوں کی دستیاں خیر و بد شک کا حج اور عروا دیا ہے اور بعض فتنہ عہدہ کے بارے میں بعض معصرات نے فرمایا کہ

اس سے اسلام کا مذہب عدا ہے اور بعض حضرات نے فرمایا کہ یہ وہاں کے قبیلے بنی نضیر کی جلا وطنی مراد ہے جنہیں ۱۱۰ھ میں جلا وطن کر دیا گیا تھا۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ کا یہ وعدہ ہم پر ہوا کہ حضرت محمدؐ بھی فتح ہوا بخیر اور فتح کی باتیں بھی مسلمانوں کے قبیلے میں آئیں بنی نضیر کی جلا وطنی بھی ہوئی ان سے وہ انھوں کو اڑھت سے ادا کر کے یہی نصیب خود انھیں نصیب ہوا۔ اَللّٰہُ اَعْلٰیہُم دَعْوٰیہ یعنی جب اسلام کا مذہب ہو گا اور مسلمانوں کو فتح ملی ہو گی تو یہ..... منافقین اپنے غلوں میں پھنس چکے ہوں گی بات پر عزم ہوں گے کہ ہم سے کیا سوچا تھا اور کیا ہو گیا؟ ہم سمجھتے تھے کہ کافروں کی روایتی جگہ کا سہارہ کی جگہں وہ تو جگہ بھی کام نہ آتی، نیز بعد میں ان کا اتفاق بھی مکمل کر سامنے آ گیا، مگر تو مقرب ہوئے اور یہ لوگ مسلمانوں کے بھی مستند رہے یہی غلامت کا سبب ہوا۔

وَنَقُولُ لِلَّذِينَ أَهْمُوا (آلایہ) جب منافقین کا اتفاق مکمل کر سامنے آئے گا تو اہل ایمان جب سے کہیں گے کیا یہی لوگ ہیں جو بڑی مشغولی کے ساتھ اللہ کی قسمیں کما کر کہا کرتے تھے کہ ہم تمہارے ساتھ ہیں ان کا ہاں تو کہہ دو، یہ نکلا، جو نے کو جب اپنی بات کو رد کر دیا ہوتا ہے تو وہ بار بار بڑی تاکید کے ساتھ قسمیں کھاتا ہے منافقین بھی ایسا ہی کرتے تھے، اپنے کوششیں کھانے کی ضرورت تھیں ہوئی اس کے اہمال اور اتفاق سے ظاہر ہوتا ہے کہ یہ سچے قسموں کے بغیر ہی اس پر اصرار رہا ہوتا ہے وہ انھوں نے جو اتفاق کی چالیں چلیں اور کھانے کو ظاہر ہو چکا اہمال کے وہ سب اکارت سچے گئے ان سے جگہ کا نہ وہ ہوا اور پھر یہ واقعہ ان میں چمکے اس کا اثر ہوا عِبْتُہُمُ اَفْعٰلُہُمُ فَانصَبْہُمْ اَصْحٰبِہُمُ ۝

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَنْ يُّرِيْدْ مِّنْكُمْ عَنْ دِيْنِهٖ فَسَوْفَ يٰۤاَيُّ اللّٰہُ يَتَوَفَّوْہُمْ يُجِبْہُمْ وَ

اے ایمان والو! تم میں سے جو شخص اپنے دین سے بھرپور ہے وہ صرف اللہ تعالیٰ کی قوم کو پورا کر دے گا جس سے اللہ تعالیٰ کو محبت ہوگی اور

يُجِبُوْنَ ۚ اَذَلَّةً عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ اَعَزَّ عَلَى الْكٰفِرِيْنَ ۚ يُجَاهِدُوْنَ فِيْ

وہ اللہ تعالیٰ سے محبت کرنے والے ہوں گے۔ وہ مسلمانوں پر نرم دل ہوں گے اور کافروں پر دہشت ہوں گے۔ وہ اللہ تعالیٰ کی راہ میں

سَمِيْلٍ اللّٰہِ وَلَا يَخَافُوْنَ لَوْمَةَ لَاۤیْمٍ ۚ ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰہِ يُؤْتِيْہِ مَن يَّشَآءُ ۚ وَاللّٰہُ

جہد کرنے کے اور کسی دہشت کرنے والے کی دہشت سے کہیں ڈریں گے۔ یہ اللہ تعالیٰ کا فضل ہے اور دے دے ہے جسے چاہے اور

وَاسِعٌ عَلَیْہِمْ ۝ اِنَّمَا وَلِیْکُمُ اللّٰہُ وَرَسُوْلُهٗ وَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوا الَّذِيْنَ يَقِيْمُوْنَ الصَّلٰوۃَ

اور اللہ بڑی رحمت والا ہے ہم پر ہے تمہارا ولی اللہ اور اس کا رسول ہے اور وہ لوگ ہیں جو ایمان لائے اور نماز قائم کرتے ہیں اور

وَيُؤْتُوْنَ الزَّكٰوٰۃَ وَہُمْ رٰکِعُوْنَ ۝ وَ مَن يَتَوَلَّ اللّٰہَ وَرَسُوْلَهٗ وَ الَّذِيْنَ

اور زکوٰۃ دیتے ہیں اس حال میں کہ وہ رکوع کرنے والے ہیں اور جھکی ہوئی حالت رکھے اللہ تعالیٰ کو اور اس کے رسول کو اور ان لوگ ہیں جو

اٰمَنُوْا فَاِنَّ حِزْبَ اللّٰہِ ہُمْ الْغٰلِبُوْنَ ۝

ایمان لائے ہوں میں اللہ تعالیٰ کا اور گروہ بھی غالب ہونے والا ہے۔

مسلمان اگر دین سے پھر جائیں تو اللہ تعالیٰ دوسری قوم کو مسلمان بنادے گا۔

اگر آپت میں اللہ تعالیٰ شانہ نے اہل قوم مسلمانوں کو خطاب کر کے پس فرمایا کہ میں یہ اسلام کا جان چکنا ہوں کہ جو خدا کوئی قوم یہ مقبول نہیں ہے اگر قوم مرتد ہو جائے مگر دین اسلام سے پھر جائے (اللہ تعالیٰ) تو اسلام پھر بھی باقی رہے گا۔ اللہ تعالیٰ ایسے لوگوں کو بھی فرمائے گا جو ایمان قبول کریں گے اور ایمان کے خاصوں کو پھر کریں گے۔ یہ لوگ اللہ کے محبوب ہوں گے اور اللہ تعالیٰ سے محبت کرنے والے ہوں گے۔

یہ لوگ اہل ایمان سے تو امتیاز درزی اور مردمانی کے ساتھ پیش آئیں گے اور کافروں کے مقابلہ میں قوت اور طاقت اور عزت اور مذہب کی شان دکھائیں گے یہ لوگ اللہ کی راہ میں جہاد کریں گے اللہ کے دین کو بلند کرنے کے لئے جان و مال کی قربانیوں دیں گے کافروں سے لڑیں گے اور کسی ملامت کرنے والے کی ملامت سے بے نیاز رہیں گے۔

ان لوگوں کی صفات ذکر ہو چکی ہیں فرمانے کے بعد اور شاندار فرمایا لَقَدْ خَلَقْنَا الْإِنسَانَ فِي أَحْسَنِ تَقْوِيمٍ کہ یہ سب اللہ کا فضل ہے جس کو پھر آپہ معطاف فرمائے اس میں ہر دور کے مسلمانوں کو سمجھ رہے ہیں کہ ایمان اور ایمان کے خاصوں پر چلنے اور اللہ کی راہ میں قربانیاں دینے کا پورا لازمی کمال نہ سمجھیں اور مغرور نہ ہوں یہ سب اللہ تعالیٰ کا فضل و انعام ہے جسے چاہے ایمان اور اعمال صالحہ کی دولت سے نواز دے۔

شکر خدا کن کہ موفقی شہدی بخیر
الفضل و احسان من معطل نہ گذاشت

صفت نیکہ کہ خدمت سلطان ہی کی
صفت شایانہ ازاد کہ بخد مت بادشاہ

وَاللَّهُ وَاسِعٌ عَلِيمٌ (اور اللہ بڑی وسعت والا ہے اور بڑے علم والا ہے اور وہ جسے چاہے اور چاہے اسے اختیار ہے اور جسے نصرت ملے اور شکر کرے اور وہ شکر اپنے اسے سب کا علم ہے۔

اہل ایمان کی جملہ صفات خاصہ کہ وہ اللہ سے محبت کرتے ہیں..... اہل ایمان کی جو صفات بیان فرمائیں اس میں ایک یہ ہے کہ اللہ ان سے محبت فرمائے گا اور اللہ سے محبت کریں گے اور حقیقت یہی مؤمنین و عباد کی اصل صفت ہے سورہ بقرہ میں فرمایا وَالَّذِينَ آمَنُوا أَفْضَلُ عِنْدَ اللَّهِ وَأَوْفَرُ أَجْرًا (اور جو لوگ اللہ پر ایمان لائے وہ اللہ کی محبت کے اعتبار سے بہت زیادہ محبت ہیں) نیز اور شاندار فرمایا يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ حَقَّ تَقْوَاهُ ۖ وَالْعَزِيزُ أُولُو الْأَلْبَابِ (آپ فرما دیجئے کہ اگر تم اللہ سے محبت کرتے ہو تو میرا اتباع کرو اللہ تعالیٰ سے محبت فرمائے گا اور تمہارے گناہوں کو معاف فرمادے گا) جب اللہ سے محبت ہوگی تو اعمال اس کے رسول سے بھی محبت ہوگی جن کے اتباع کو محبت کا معیار قرار دیا ہے اللہ کے رسول سے محبت ہوگی تو اللہ کی کتاب سے بھی محبت ہوگی اور ہر اس بندہ سے محبت ہوگی جس نے اللہ سے محبت ہو۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جن شخصیں ایسی ہیں وہ جس کی مجلس میں ہوں گی ایمان کی صفات محسوس کرے گا ایک شخصیت تو یہ ہے کہ اللہ اور اس کا رسول اس کو سب سے زیادہ محبوب ہوں (اللہ رسول سے جو محبت ہو اس بھی اور کسی سے محبت نہ ہو اور دوسرے یہ کہ جس کی بندہ سے محبت کرے تو یہ محبت صرف اللہ ہی کے لئے ہو۔ تیسرے یہ کہ جب اللہ نے اسے کفر سے چاہا تو اب کفر میں داخل نہیں ہوا اسی پر ایمان ہے جیسا کہ آگ میں آگ میں آگے جانے کو ایمان ہے۔ (ابو داؤد)

(انوار الایمان ص ۷۷)

میں جو اہل اسلام اور اہل کفر اور شرک کو ملانے اور نپا دکھانے کے لئے ہے۔

خالق کائنات، اہل گھر کی سب سے بڑی برکات اور تارکابی یہ ہے کہ اس پر ایمان نہ لائیں اسے وعدہ الہی شرک نہ جائیں اس کے ساتھ عبادت میں کسی دوسرے کو شرک کر لیں۔ اللہ تعالیٰ کی ذات اور صفات اور اس کی خالقیت اور مالکیت کو ماننے نہ کیا جائے اور پھر اہل کفر کی عبادت کو دیکھا جائے تو جہاد کی ضرورت، بالکل کھلم کھاس ہو جاتی ہے اللہ تعالیٰ کے انبیاء سے اس کے بندے قاتل کریں تو اس پر کیوں ملن کیا جاتا ہے جب ایمان اور کفر کی دشمنی ہے تو قاتل ایمان دشمن کے خلاف جو بھی جنگی کارروائی کریں جو شریعت اسلام سے موافق ہو اسے ظلم کہہ جانے کا۔

آخر کار فری تو مسلمانوں پر حملہ کرتے ہیں ان کو قتل کرتے ہیں ان کی دکانیں جلاتے ہیں ان کے گھروں پر قبضہ کرتے ہیں اور سالہ سال انہوں نے جیلیں بنائیں لڑی ہیں مسلمان دشمنی کا جواب دشمنی سے دیتے ہیں تو اس میں اعتراض کا کیا موقع ہے مسلمانوں کو جنگ ہو کر رہنا چاہیے اور قاتل کفر و ایمان کے۔
سورۃ توبہ اور سورۃ احزاب میں فرمایا۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا جَاهِدُوا الْكَافِرِينَ وَالْمُنَافِقِينَ وَأَخْلَفُوا عَلَيْهِم مَّوَدَّةَ غُلَامِهِمْ وَأَعَاوَنُوهُمْ فِي غِلْمِهِمْ وَيُقِمْوْا الصَّلَاةَ

(اے ایمان والے! کافروں اور منافقوں سے جہاد کرو اور ان پر سختی کرنا ان کا ملکاں نہ دینا ہے اور وہ ہری جگہ ہے)

بعض گھروں میں مسلمانوں نے کافروں سے اس حد تک دوستی کر لی ہے (اور اس کا نام دوستی اور ایک جہتی دکھا ہوا ہے) کہ ان کے ساتھ جتنے حرام چیزیں بھی کھانی پیتے ہیں اور ان کے مذہبی تہذیبوں میں شرک ہو جاتے ہیں حد یہ ہے کہ ان کے عبادت خانوں کو بنانے میں ان کی مدد کی کر دیتے ہیں انکی داد داری کرنے کی شریعت پر گزیرا جاتا ہے کہ جتنی بہت بڑا خطرہ ہے کہ انکی دوستی کرنے والوں کو ان کی سطوں کو بدنام داری کا نشانہ بنے۔ (دعا کیا جائے)

اہل ایمان کی چھٹی صفت کہ وہ کسی کی خلاصت سے نہیں ڈرتے اہل ایمان کی ایک صفت ہیں ایمان فرمائی کہ وَلَا تَجْعَلُوا لِلْهَرَبِ غَلَبَةً وَلَا تَجْعَلُوا لِلْهَرَبِ غَلَبَةً (وہ لوگ کسی خلاصت کرنے والے کی خلاصت سے نہیں ڈرتے، ایسے بھی اہل ایمان کی ایک عجیب صفت ہے جب اللہ پر ایمان لے آئے اور اللہ سے محبت کرتے ہیں تو کفر کی کیا حیثیت، وہ اگلے اللہ کے ہارے کسی کے برا بھلا کہنے کا خیال کرنا اس بات کی دلیل ہے کہ اللہ کے حکم کی ہر ذی بھی تکہ دل میں نہیں ڈھکی۔

یہ سوچنے کا کہ ہم اسلام پر حمل کریں گے..... سفر حج میں ہزار چھپیں گے تو کافر برائیاں کے ذہان میں سے تو کافر کیا نہیں گے اگر داعی دہلی تو لوگ ہری انھوں سے دیکھیں گے کافروں کا لباس نہ پہنا تو سوساکی میں رہے نہیں گے۔ یہ سب ایمانی تھاپوں کے خلاف ہے مومن کو اس سے کیا مطلب کروا گیا نہیں گے؟

اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا جہاد کہ ہے مومن تو خدا کا بندہ ہے اس کا لباس ہمارے جھگڑے ماضی ہو یا ماضی، ماضی کے بارے میں اسے اپنے دہکے پر پتہ فرمودہ راستہ پر چلنا ہے۔

اللہ و رسول اہل ایمان کے ولی ہیں..... مومنین کی مخالفت جان فرمانے کے بعد فرمایا تَعَاوَنُوا لِلَّهِ وَرَسُولِهِ وَاللَّطِيفُ خَفَا الْبَلِغُونَ الْعِلْمُ وَلَا تَكُونُوا مِنَ الْمُرْتَدِّينَ وَالْمُتَوَلِّينَ وَالْمُتَوَلِّينَ (تجہاد ولی تو ہیں خدا و اس کا رسول ہے اور ایمان والے ہیں جو نماز کو قائم کرتے ہیں اور نہ کفر و کفر کرتے ہیں اور نہ کفر کرنے والے ہیں)

شبیخ: ہر کام طلب ہے کہ انہما ہمارے طور پر فتح تھرت اور غلبہ مل اسی کو حاصل ہوگا۔

تاریخ شاہد ہے کہ اہل ایمان جب تک ایمان پر قائم رہے اور اعلیٰ کے ساتھ کافروں سے لڑتے رہے یاغ کے دین کو بلند کرنے کے جذبہ سے سرشار رہے عالم میں فوجیوں کے ساتھ آگے بڑھتے رہے بغیر دسکریائی کی حکومتیں ان کے جہاد کی وجہ سے پائ پاؤں نہیں دے سکتے تھے۔ مگر ان کے ذہن پر نہیں آئے کہ اگر پیچھے ہٹتے چلے گئے تھے تو ان کے اعمال شریف کی پابندی چھوڑی اللہ کی طرف سے ہاتھ پیراؤں دینا کو مقصود نہ کیا۔ کافروں کی دہشت کو دم بھرنے لگے تو ان کے قبضہ میں جو ممالک تھے وہ بھی ہاتھ سے نکل گئے اور کافروں نے عالمی اور سرکاری مسلمانوں کو ان کا ممبر نہ کیا اور مسلمانوں میں بدعت اہل بدعتی اور یسویہ پروردگار کی طرف سے انہیں چھوڑا یا مسلمان اب بھی صحیح طریقہ پر حزب اللہ کی بدعت نہیں تو اب بھی غلط یا نیکتے ہیں۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّخِذُوا الَّذِينَ اتَّخَذُوا دِينَكُمْ هُزُؤًا وَلَعِبًا مِّنَ الَّذِينَ

اسے بھی دیکھا ہے کہ دوست و دشمنوں نے قہر و ہراس کی ہر ممکن کھیل ڈالا ہے، مگر وہ ایک ہی جہتی میں

أَوْ كُنَّا الرِّجْسَ مِنْ قَبْلِكُمْ وَالْكَذَّارَ أُولِيَاءَ ۖ وَاسْتَوُوا اللَّهَ بِكُلِّ شَيْءٍ مُؤْمِنِينَ ۝

سے پہلے کتاب اہل کی اور ان کے علاوہ دوسرے کاریزیوں کو بھی دیا۔ یہ جہاد اور انقلاب قبولی سے اور اگر تم کو پسند ہے۔

وَإِذَا نَادَيْتُمْ إِلَى الصَّلَاةِ اتَّخَذُوا عَاهِدًا لِّأَنَّهُمْ قَوْمٌ لَا يَعْقِلُونَ ﴿٥٠﴾

۱۔ جب تم لڑے لڑے ہو تو اسے بھی مارنا چاہیے اور اس کے ساتھ ساتھ اس کے گھر کے لوگوں کو بھی مارنا چاہیے۔

قُلْ يَا أَهْلَ الْكِتَابِ هَلْ تَعْلَمُونَ مِنَّا إِلَّا أَنْ آمَنَّا بِاللهِ وَمَا أُنزِلَ إِلَيْنَا وَمَا

آپ فرما دیجئے: کہ اے اہل کتاب تم ہم سے صرف اسی لئے ہارنا ہوئے ہو کہ تم اللہ پر ایمان لاتے اور اس پر ایمان لاتے ہو۔

أُنزِلَ مِنْ قَبْلُ، وَأَنَّ أَكْثَرَكُمْ فَاسِقُونَ ﴿٥٠﴾ قُلْ هَلْ أُنَبِّئُكُمْ بِشَرِّ مِنْ ذَلِكَ

جلیل فرغانہ، انیسویں صدی کے ایک سرکردہ شاعر ہیں۔ ان کی شاعری میں ایک خاص رنگ ہے۔ ان کی شاعری میں ایک خاص رنگ ہے۔

مُؤَيَّدٌ عِنْدَ اللَّهِ، مَنْ لَعَنَهُ اللَّهُ وَغَضِبَ عَلَيْهِ وَجَعَلَ مِنْهُمْ الْقِرَدَةَ وَالْخَنَازِيرَ

تقریباً ۱۰۰ سال پہلے کے ہیں۔ ان کو گول کا طریق سے بنیں اور انھیں کھانے کے لیے استعمال کیا جاتا تھا۔ ان کو کھانے کے لیے استعمال کیا جاتا تھا۔

وَعَبْدَ الطَّاعُونَ أُولَئِكَ شَرٌّ مَكَانًا وَأَضَلُّ عَنْ سَوَاءِ السَّبِيلِ ۝ وَإِذَا جَاءَ بُرْءُكُمْ

22. In a right triangle, the hypotenuse is 10 and one leg is 6. Find the other leg.

قَالُوا إِنَّمَا وَدَّخُلُوا الْكُفْرَ وَهُمْ قَدْ حَرَضُوا بِهِ. وَاللَّهُ أَعْلَمُ بِمَا كَانُوا تَكْتُمُونَ ﴿٥٠﴾

பெரிய கிணறு

وَتَرَى كَثِيرًا مِنْهُمْ يُسَارِعُونَ فِي الْإِثْمِ وَالْعُدْوَانِ وَأَكْثِلَهُمُ الشُّعْثُ . لَبِئْسَ

۱۰. سب سے بہتر سائنس دان کسی کے جملہ میں درج ذیل تمام کھانے میں ملتی ہیں۔ یہ بات ہے کہ:

مَا كَانُوا يَفْعَلُونَ ﴿٥٠﴾ لَوْلَا إِلَهُكُمُ الرَّبُّ إِلَهُهُمْ الرَّئِيسُ ﴿٥١﴾ وَالْأَحْبَابُ عَنْ قَوْلِهِمُ الْإِلَهُمُ وَأَكْثَرُهُمْ

۱۰۔ اعلان ہے کہ جو عورت نکاح کرتے ہیں انہیں بھی صبح کرنے سے پہلے وضو کرنا اور اپنی طرف منہ کی باتی کرنے سے منع ہے۔

الْعَمَلُ بِمَا كُنْتُمْ يَفْعَلُونَ ۝

22 December 1964

اہل کتاب اور دوسرے کفار کو دوست نہ بناؤ جنہوں نے تمہارے دین کو فاسی کھیل ڈالا ہے

[illegible]

پہلی کتاب مؤمنین سے کیوں ناراض ہیں؟..... اس کے بعد فرمایا قل یا اهل الجنب هل تعلمون؟ (آپ) آپ صلی
کتاب سے فرما دیجئے کہ تم ہم سے کیوں ناراض ہو؟ ہماری کوئی ہی چیز تمہیں ناگوار ہے؟ اور ہم میں کوئی مہاسبہ ہاتے ہو؟ ہماری ناگواہی
کی صرف یہ بات ہے کہ ہم اہل ایمان لائے اور اہل کفر نے جو کتاب ہماری طرف نازل کی اس پر ایمان لائے اور اس سے پہلے جو کتابیں
نازل ہوئیں ان پر بھی ایمان لائے یہ تو ہم ناگواہی اور نا اہل اور سب کی انھیں ہیں اب بھی باتوں کو تم نے نا اہل کا سبب بنالیا یہ تمہاری
حاجات ہے اور دوسرا سبب تمہاری نا اہل کا یہ ہے کہ تم میں سے اکثر لوگ کافر ہیں یعنی اہل کفر میں ہمارے سے خارج ہیں (چونکہ ان
میں سے متعدد سے چند اطرا رہے تھے اسلام قبول کیا تھا اس لئے فرمایا کہ تم میں سے اکثر نا اہل ہیں یعنی کفر پر مصر ہیں) سلطان قرآن پر پور
اس سے پہلے کہ انہیں ایمان لائے تھے نا اہل کا سبب بنو سکتا۔

ہاں اہل کتاب کا تاثر یہ ہونا اور افشہ کی فرس سے بڑا اور بڑا یہ مسلمانوں سے براہ راست کا جب ہو سکتا ہے اور حقیقت میں کافروں کی براہ راست کا یہی سبب تھا اور اب بھی ہے اہل کتاب کو اس میں بھیجیے ہے اور جو بات ہے کہ تم سرنگھی سے باز آؤ اور مسلمان ہو کر مسلمانوں میں شامل ہوجاؤ۔

اس کتاب کی شہادت اور پاکت:..... پھر فرماؤ: عَلَّیْکُمْ بِفَضْلِیْ ذَلِکَ (اللہ کے اہل کتاب تم سے اس لئے جہاد جو کہ تم لوگ اہل ذہن اور اس کی کتابوں پر ایمان لائے ہوئے ہیں جو کوئی انسانی کتاب نہیں ہے جس کے نام پر

حکمت و شرافت اور سرکشی کی وجہ سے اسے برا سمجھتے ہو یا فرض اگر یہ ابھی سچ نہیں اس سے بڑھ کر بری چیز بتانا ہوں جس میں تمہاری شکوک اور شک ہے اور وہ سزا کے اعتبار سے بہت بری ہے اور کہہ دو تمہاری کجگوئی میں آجائے گا کہ جس دلوں پر تم بدوہ اور بہت بری ہے اور اللہ کے نزدیک اس کا بدلہ بہت بڑا ہے یہ بری چیز کیا ہے؟ ان لوگوں کے اعمال ہیں جن پر اللہ نے لعنت کر دی اور انہی لعنت سے مکرہم کر کے مکرہ اور اگرچہ یا اور میں پر طعن فرمایا اور ان کو بدنام اور سوء بخار یا بدنامیوں نے شیطان کی پرستش کی، ان لوگوں کا یہ طریقہ اس طریق سے بڑا ہے جو اس طریق سے۔ ہمارے طریقہ میں تو عیب ہے ان کے ہے ان کی کتابوں پر ایمان ہے اور اس کے نبیوں کی تصدیق ہے جو ہر امر خیر اور حق ہے اور تمہارے اندر کفر ہے نبیوں کا کلام ہے اللہ کی کتابوں کی تکذیب ہے اللہ کی نظر مانی ہے اس کا نتیجہ جنہیں معلوم ہے کہ تمہارے آباؤ اجداد میں سے جنہوں نے ناظر مانی کی ان کو بدنام اور سوء بخار یا بدنامی کا جنہیں اقرار ہے۔ ایسے لوگ اللہ کے یہاں بہت برا بدلہ پائیں گے یہ آخرت میں بدترین لوگ ہوں گے ان کی جگہ دوزخ ہے جو بہت بری جگہ ہے اور بدلوں کا یہاں میں سیدھے دامت سے بہت دور ہیں اس میں ہل کتاب کو کھیرے کہ تم مسلمانوں پر جتنے بدنامیوں کی دلائل کا ذکر کرتے ہو۔ ہمارے طریقہ میں تو کوئی بات استخرا اور خلاف اور کراہی کی نہیں ہے ہاں تمہارا طریقہ ناظر مانی مکرہ و مفسوق کا ہے تمہارے آباؤ اجداد کی ایسی ہی تھی جنہوں نے کفر یہ عقائد اختیار کئے گئے تھے کہ مجھے کوئی بداعت صحت یعنی علیہ اسلام کو خدا کا جانتا تھا، سچر کے بدن کی جو عقیم لازم کی گئی تھی اس کی خلاف ورزی کی جس کی وجہ سے بدنام ہوا ہے کئے بعض مفسرین نے لکھا ہے کہ ان لوگوں نے سچر کے بدن کے بارے میں ہمہ دلی کی قسمیں ان میں جو انہوں کو بدنام اور ملامتوں کا ذکر کیا تھا۔

منافقوں کی حالت..... یہ منافقوں کا ذکر فرمایا کہ اسے مسلمانوں! جب وہ تمہارے پاس آتے ہیں تو کہہ دیجئے ہیں کہ ہم ایمان لے آئے ان کا یہ کہنا جھوٹ ہوتا ہے وَلَقَدْ فَخَّرْنَا بِالسَّيْفِ وَنَحْمُ لَكَ خُرُوجًا بِهِ (دو باہلی ہوئے کمرے کا ساتھ اور لگے بھی کمرے کا ساتھ) ان پہلے منکر تھے کہ تمہاری مجلس میں یا ایمان ہو کر بیٹھے حالت کفر میں آئے وہ ایسے ہی چلے گئے۔ یہ ظاہر میں ایمان والے کہتے ہیں اور دلوں کا اندر چھپا رکھا ہے اللہ کو اس بات کا پورا پورا علم ہے جسے وہ چھپائے ہوئے ہیں۔

یہودیوں کی حرام خوردی اور گناہ گاری..... یہودیوں کے ہاں اس گناہ کا بہت مدایع تھا اور گناہ کی بڑھ چڑھ کر کرتے تھے ہم اور یہودی میں بھی لوہ آگے بڑھے ہوئے تھے سو کالمین دین بھی خوب تھا اور دشمنوں کا بھی خوب چڑھا تھا اس کو لایا تو خوردی تَحْنُو فَتَنَهُمْ يَسْمَعُونَ لِي الْاَوْتَمِ وَالْفَقُولَانِ وَالْاَنْجَلِيْمُ السُّخْتُ (آپ میں سے بہت سوں کو نکمیں گے کہ گناہ کرتے ہیں اور گناہ مانی میں تجزی کے ساتھ دوزخ ہے ہیں اور حرام گناہے میں خوب چیز ہیں کَلْبَسْنَ مَا كَانُوا يَفْعَلُونَ ۝ (لہذا وہ کام برسے ہیں جو وہ کرتے ہیں ان لوگوں میں اکثر وہ عام تھے اور کچھ لوگ دوا میں جتے ہوئے تھے اور کچھ لوگ حل علم تھے اور دوا میں اور عاملوں کی چونک اپنے عام سے غرض اب اسے جنہیں اور ان سے ہل حاصل کرتے تھے اس لئے ان کو کتابوں سے اور سورجوں اور حرام خوردی سے جنہیں روکے تھے انہی کو لایا لَوْ لَا نَجْنِيْمُ الزَّاقَاتِيُونِ وَالْاَسْحَارُ عَنْ قَوْلِهِمُ الْاَوْتَمِ وَالْاَنْجَلِيْمُ السُّخْتُ (کیوں نہیں سچ کرتے ان کو خوردی اور عداوت گناہ سے اور حرام گناہ سے لکھتے تھے کہ ان سے کَلْبَسْنَ مَا كَانُوا يَفْعَلُونَ (لہذا وہ برسے ہیں وہ کثرت جوہ کرتے ہیں)

جھوٹے دوا دینوں کی بدعالی..... سب گناہ میں جس جھوٹے دوا میں جتے ہوئے ہیں انہوں نے دنیا حاصل کرنے کے لئے جہی مریدی اختیار کر لی ہے ہل دوا میں عمل کر جتے ہیں جن سے غرض بہت ہے یا دوا دینکوں کے عظام ہیں ان کے دوا میں کام لگتا ہے ان کی اصلاح کی کوئی فکر نہیں باقی دولت کا تلف ساتھ جاتا ہے یا یہ دوا دینکوں اور بعض علماء کی ایسی مصیبت میں جھا ہیں کہ حرام گناہ

سے اور حرام کھانے سے اور گناہوں میں مال لگانے سے انھیں روک سکتے۔

جو لوگ قبروں کے چھوڑنے ہوئے ہیں طرح طرح سے لوگوں سے مال وصول کرتے ہیں بے لگائی ہیں اور بڑا دُک ہے ہوئے ہیں اور احرام منڈی ہوئی ہیں اور روٹی کے دھاریہ اور ہیں، حلال حرام کی چیز کے بغیر لوگوں سے سب کچھ وصول کر لیتے ہیں بھلا ایسے لوگ کیا حق بات کہہ سکتے ہیں اور کیا گناہوں سے روک سکتے ہیں؟

ان لوگوں کے ہم شرب اور ہم مسک طہا، حرام کے منہوں پر لگائیں ہیں، قبروں پر جو عرس ہوتے ہیں ان میں خود شریک ہوتے ہیں اور یہ نہیں کہہ سکتے کہ ان لوگوں کا اعمال جو کر رہے ہو یہ شرک اور بدعت ہیں، بلکہ یہ کیا اور طہا اپنے عمل سے اپنے عزم کو شرک و بدعت مانا اعمال کی تائید میں فریغ کرتے ہیں۔ (لا جعلا للہ سواہ)

حضرت علی اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا ارشاد..... حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ قرآن کریم میں (اور انہوں نے ان لوگوں کی تائید کے لئے اس آیت سے زیادہ دقت کوئی آیت نہیں ہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ایک دن خطبہ پڑھ کر وضو کے بعد فرمایا: اے لوگو! تم سے پہلے لوگ اس لئے ہلاک ہوئے کہ وہ گناہ کرتے تھے اور بدعتیں اور حلالی ظلم انہیں نہیں دیکھتے تھے جب گناہوں میں نہ تھے چلے گئے تو ان پر عذاب نازل ہو گیا لہذا تم اس طریقہ کو اور بھی منہمک کر اس سے پہلے کہ تم پر عذاب آئے جو ان لوگوں پر آیا تھا اور یہ بات جان لو کہ اس پر بالعرف اور بھی منہمک کی وجہ سے خداوندی مطلق ہوتا ہے اور نہ موت و حیات سے پہلے آتی ہے۔ (ذکر ابن کثیر ص ۲۷)

وَقَالَتِ الْيَهُودُ يَدُ اللَّهِ مَغْلُولَةٌ غُلَّتْ أَيْدِيهِمْ وَلَعْنُوا يَمَا قَالُوا بَلْ يَدُ الْمُتَكَبِّرِينَ ۝

اور کہہ رہی ہیں کہ اللہ تعالیٰ کا ہاتھ بند ہو گیا ہے، خدا ہوتا ہے ان کے ہاتھ اور ان کے قاتل کی وجہ سے ان پر لعنت کی گئی، بلکہ انہوں نے کہا کہ ہاتھ بند ہے تو یہ

يُنْفِقُ كَيْفَ يَشَاءُ ۝ وَلَيَزِيدَنَّ كَثِيرًا مِّنْهُمْ قَدْ أَنزَلَ إِلَيْنَا مِنَ رَّبِّكَ طُغْيَانًا ۝

اور نفی کرے؟ یہ کہہ جائے، اور آپ کے سب کی طرف سے جو آپ پر نازل کیا گیا وہ ان میں سے بہت سوں کو کفر کی اور کفر کے زیادہ ہونے کا سبب بنی

وَكُفْرًا ۝ وَالْقِيَامَتُ الْيَوْمَ الْقِيَمَةِ ۝ كَلِمًا أَوْ قُدْوًا نَّارًا ۝

ہونے کا سبب ہم نے نازل ہی ان کے دہمیان یعنی اور عقل کیست کے دن تک یہ انہوں نے جب کبھی لڑائی کی ایک جہلی

لِلْحَرْبِ أَطْفَالَهَا اللَّهُ ۝ وَيَسْعَوْنَ فِي الْأَرْضِ فَسَادًا ۝ وَاللَّهُ لَا يُحِبُّ الْمُفْسِدِينَ ۝ وَلَوْ

کہ تعالیٰ نے اسے بچا دیا اور یہ لوگ خدا کے لئے اوزار بنے ہوں اور اللہ تعالیٰ اس پر کہہ دیتا کہ افسوس تمہیں دیکھو

أَنَّ أَهْلَ الْكِتَابِ آمَنُوا وَاتَّقَوْا أَكْثَرًا عَنْهُمْ سَيِّئَاتِهِمْ ۝ وَلَا تَعْلَنَ لَهُمْ جَنَّاتُ النَّعِيمِ ۝

اور اگرچہ کتاب الہی دے دے اور ان کو ایمان کرنے پر آمادہ ہو ان کے گناہوں کا کھرا کھرا کہہ دیتے اور ہم انہیں شرور عقول کے یہ لوگ میں داخل کر دیتے

وَلَوْ أَنَّهُمْ أَقَامُوا التَّوْبَةَ وَالْإِحْسَانَ ۝ وَمَا أَنزَلْنَا إِلَيْهِمْ مِنَ رَّبِّهِمْ إِلَّا كُنُوزًا مِّنْ قَوْحِهِمْ ۝

اور اگر وہ قائم کرتے توبہ کو اور ان کی کو کچھ نہ نازل ہوتا ہے ان کے سب کی طرف سے تو ضرور کائنات اپنے ہاتھ سے اور

آیت قرآنی کی وجہ سے دنیا میں بھی خوب ابھری طرح نوازے جاتے ہوئے بھی کھاتے اور پاؤں کے نیچے بھی تختیں پاتے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے اسکا یہ مطلب بتایا کہ ان پر خوب بارشیں برسیں اور زمین سے خوب کھانے پینے کی چیزیں اگلیں جائیں۔

معاملہ آخر میں اس آیت ۵ پر اس نے اسے نقل کیا ہے کہ اس سے دوزخ میں رحمت کرو یا عمار اس پر یہ ایسا ہی ہے جیسے عمارہ میں کہتے کہ لِللّٰهِ لَمِ الْبَحْرُ مِنْ قَرْنِهِ اَلِیْ قَعْدَةِ (لکان شخص سر سے پاؤں تک خیر ہی میں ہے) اس آیت سے اور اطراف کی آیت وَلَوْ اَنَّ لِّغُلّٰلِ الْجَزْیِ اَمْنًا وَّ اَقْفًا (اقتیہ) سے واضح طور پر معلوم ہوا کہ اہل صالحی میں گنہگار گناہوں سے بچنے کی صورت میں (آخرت کی خیر کے ساتھ) اپنے گناہ میں بھی مجرم و غفلتوں سے نوازا دیتے جاتے ہیں۔

پھر فرمایا مَنْ لَّمْ یَسْلَمْ فَاِنَّهُ یَكْفُرُ (ان میں سے ایک جماعت ہے جو یہی راہ اختیار کرنے والی) پھر اہل کتاب جو ایمان لائے آئے تھے جیسے حضرت محمد اللہ بن سلام وغیرہ رضی اللہ عنہم اس میں ان حضرات کی تعریف فرمائی۔ پھر فرمایا یَحْضَرُ فِیْہُمْ سَاۗءٌ مِّنْ اَیْہِیْمُوْنَ (اور ان میں سے بہت سے وہ ہیں جو بڑے کرات کرتے ہیں)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے اس کی تفسیر کرتے ہوئے فرمایا عَصَاہُ الْفَصِیْحِ مَعَ الْکُتُبِ بِاللّٰہِ صَالِحِ اللّٰہِ عَلَیْہِ وَ سَلَمِ کہ ان لوگوں نے اہل قبیح کے اور ساتھ ہی یا کرم علی اللہ علیہ وسلم کی تکذیب بھی کرتے ہیں۔

يَا أَيُّهَا الرُّسُلُ مَا نُبَلِّغُكُمْ مَا أُنْزِلَ إِلَيْكُم مِّن رَّبِّكُمْ ۖ وَإِنْ لَّمْ تَفْعَلُوا فَمَا بَلَّغْتَ رِسَالَتَهُ ۚ

اے رسول! آپ ہم کو جو کچھ آپ کے رب کی طرف سے آپ پر نازل کیا گیا، اسی قدر آپ نے ابلاغ کیا تو آپ نے اللہ تعالیٰ کا وعدہ نہ پورا کیا۔

وَاللّٰهُ يَفْصِلُ بَيْنَ النَّاسِ ۚ إِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْكَافِرِينَ ۝

اور اللہ تعالیٰ آپ کی حفاظت فرمائے گا کہ آپ ایک فرقہ قرار نہ دیں کہ آپ کو ہدایت نہ دے گا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ کا حکم کہ جو کچھ نازل کیا گیا ہے

سب کچھ پہنچا دو، اللہ تعالیٰ آپ کی حفاظت فرمائے گا

اس آیت شریفہ میں اللہ جل شانہ نے حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو تبلیغ کا حکم دیا اور فرمایا کہ جو کچھ آپ کی طرف نازل کیا گیا اس کو پہنچا دیں، حضرت حسن سے روایت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جب اپنے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ابلاغ فرمایا تو آپ کے دل میں کچھ گھبراہٹ سی ہوئی اور یہ خیال ہوا کہ لوگ تکذیب کریں گے اس پر آیت بالا نازل ہوئی۔

معاملہ آخر میں اس آیت ۵ پر اہل ابلاغ اہل حق میں ۱۲ میں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے نقل کیا ہے کہ جب يَا أَيُّهَا الرُّسُلُ مَا نُبَلِّغُكُمْ مَا أُنْزِلَ إِلَيْكُم مِّن رَّبِّكُمْ (اے رسول! ہم کو جو کچھ آپ کے رب کی طرف سے آپ پر نازل کیا گیا، اسی قدر آپ نے ابلاغ کیا تو آپ نے اللہ تعالیٰ کا وعدہ نہ پورا کیا) کے اس پر لِللّٰهِ لَمِ الْبَحْرُ مِنْ قَرْنِهِ اَلِیْ قَعْدَةِ (اقتیہ) سے واضح طور پر معلوم ہوا کہ اہل صالحی میں گنہگار گناہوں سے بچنے کی صورت میں (آخرت کی خیر کے ساتھ) اپنے گناہ میں بھی مجرم و غفلتوں سے نوازا دیتے جاتے ہیں۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے اس کی تفسیر کرتے ہوئے فرمایا عَصَاہُ الْفَصِیْحِ مَعَ الْکُتُبِ بِاللّٰہِ صَالِحِ اللّٰہِ عَلَیْہِ وَ سَلَمِ کہ ان لوگوں نے اہل قبیح کے اور ساتھ ہی یا کرم علی اللہ علیہ وسلم کی تکذیب بھی کرتے ہیں۔

صلوات کی وجہ سے اہل بیت سے محبت ہوئی۔ اس کے بارے میں یہ عقیدہ رکھیں کہ منصب و رسالت کی ذمہ داری ہماری نہیں کی۔ (ابن ابی ہاشم میں بذکر اللہ تعالیٰ)

جب اللہ کا نبی بنی مگر حق سے آوارہ جانے اور کام الہی کو چھپانے اور طعنے و بے وفائی کی خلاف ورزی کر کے ظالموں کو حق قائم کر کے؟ حیرت ہے ان لوگوں پر کہ جس رسول کی مخالفت کا اللہ نے وعدہ فرمایا اور وَاللّٰہُ یُعْصِمُکَ فَرَادَیْہِ کی مخالفت کی ضمانت دے دی اس رسول کے بارے میں وہ یہ کہتے ہیں کہ حضرت علیؑ کو مکر و مریضی اللہ تعالیٰ کے بارے میں لگا کر چھپایا۔

اس کا مطلب یہ ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے ہر آپ کی مخالفت کا وعدہ فرمایا اس وعدہ پر آپ کو پھر دستگیر تھا (ابن ابی ہاشم) ایک نبیؐ مؤمن بھی اللہ پر مکر و دھوکا دے کہ اللہ کے رسول کو اللہ پر مکر و دھوکا دے کہ اللہ کو کجا نہ سمجھا ہوا مگر یہ عجیب بات ہے کہ جن کی مخالفت باطل کے باوجود دلی ہیں جب پچیس سال کے بعد انہیں مخالفت علیؑ تو انہیں نے تو یہ نہ کہا کہ میں خلیفہ باطل تھا تو اسے مخالفت مجھمن لی گئی یہ ان کے غمناکوں کے مطابق ان کو بھی مطمئن کرتے ہیں کہ باوجود شجاعت اور بہادری ہونے کے حضرات علیؑ کو مکر و دھوکا دے مریضی اللہ سے داتے رہے اور ان کے پیچھے لڑیں پڑھتے رہے اور ان کے مشغول میں شریک ہوتے رہے۔ اللہ جل شانہ انہوں نے صالحوں کے ساتھ اور مکر کا وعدہ فرمایا اور مخالفت سے محفوظ رکھے۔ وَلَقَدْ صَدَقَ اللّٰہُ تَعَالٰی حَتّٰی لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ لَا یُھْدِی السَّالِکِیْنَ

قُلْ یَا ہٰذَا الَّذِیْ لَکُم مِّنْ کِتٰبٍ لِّنُشْرِعَ عَلٰی شَیْءٍ وَحَقِّیْ تُذِیْمُوا الْقُوْرَۃَ وَالْاِنْجِیْلَ وَمَا اُنْزِلَ الْیَنْجِیْلَ مِنْ رَّبِّکُمْ۔

آپؐ فرمادے کہ تم نے اس کتاب کی ادائیگی ہو یہی کتاب کہہ دیتے اور انجیل کو اور اس پر کو تم کو کہہ دیتے۔ آپ کی طرف سے خدا کی طرف سے ان کی

وَلِیُذِیْمُوْا کَیْفَیْرًا فَنُفِیْہُمْ مَّا اُنْزِلَ اِلَیْکَ مِنْ رَّبِّکَ طٰغِیَاتًا وَکُفْرًا ۚ فَلَا کَاسَ عَلٰی الْقُوْرِ

اور ضرور ضرور، ان میں سے بہتے رسول کی سرکشی کو اور کفر کو دشمنوں سے کہہ دے گا جو آپ کی طرف سے ان کی

الْکٰفِرِیْنَ ۝ اِنَّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَالَّذِیْنَ هَادُوْا وَالظّٰلِمِیْنَ وَالنّٰصِرِیْنَ مِمَّنْ اٰمَنَ بِاٰیٰتِہِ وَالْیَوْمِ

پر ایمان نہ رکھتے۔ یہ ایک جو ایک ایمان دے اور جو ایک یہودی ہیں اور فرقہ صالحین اور ضلالتی ان میں سے جو بعض اللہ پر اور آخرت کے لیے

اٰلِیْمِیْنَ ۚ عَلٰی صٰلِحٍ فَلَا خَوْفٌ عَلَیْہِمْ وَلَا هُمْ یَعْزٰزُوْنَ ۝ لَقَدْ اَخَذْنَا مِنْکَ اٰیٰتِیْ

کی ایمان دے اور اہل صلا کہہ تو ان پر کوئی خوف نہیں اور نہ وہ طعنے ہیں گے۔ وہ کہہ رہے

بِیْۤاٰیٰتِہِ اِسْرَآءِیْلَ ۚ وَ اَرْسَلْنَا اِلَیْہِمْ رُسُلًا ۚ فَمِنْہُمْ مَّنْ جَاءَہُمْ رَّسُوْلٌ بِمَا لَہٗ تَهْتَوٰی اَنْفُسُہُمْ ۚ فَوَرِیْثًا

فرمانوں سے جو عہد پر اور اسی طرف سے، رسول بھی کہہ دے اور ان کے پاس یہ عالم لے کر آیا جو ان کی فہموں کے اور انہیں خدا انہوں نے یہودی کی ایک

کَذٰبًا ۚ وَ فَرِیْثًا یُّفْثٰوْنَ ۝ وَ حَسِبُوْا اَنْہُمْ لَیْسُوْنَ بِمُتَّبَعِیْنَ ۚ فَعَمُوْا وَ صَبَّوْا ثُمَّ تَابَ اللّٰہُ

یاد کرتے کہ انہوں نے یہودی کی ایک عہد سے کوئی کہہ دیا اور انہوں نے گمان کیا کہ کچھ بھی اللہ نہ حکم فرما، اللہ سے اور سے ہو گئے مگر اللہ تعالیٰ نے ان پر توبہ

عَلَيْهِمْ ثُمَّ عَمُوا وَصَمُوا كَثِيرٌ مِنْهُمْ ۖ وَاللَّهُ بَصِيرٌ لِمَا يَعْمَلُونَ ﴿٥٠﴾

فرض کریں کہ α اور β دو حلقوں کے مرکز ہیں۔

سیدو ہوں کی سرکشی اور کج روی کا مزہ چکھتے کرو۔

تیسرے مرتبہ میں ۱۹۹۶ء میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے نقل کیا ہے کہ یہودی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور کہا کہ: آپ کا یہ عقیدہ نہیں ہے کہ آپ رحمن اور بھی ہیں اور تو میرے پر بھی آپ کا ایمان ہے آپ گواہی دیجئے کہ وہ اللہ کی طرف سے ہے؟ آپ نے فرمایا کہ ہاں! یہ بات ٹھیک ہے (ان لوگوں کا یہ مطلب تھا کہ ہم بھی رحمن اور ایک ہی ہیں اور آپ کی گواہی کے مطابق تو یہی شریف بھی اللہ تعالیٰ کی کتاب ہے لہذا ہم حق پر ہوئے) آپ نے جواب میں فرمایا کہ تم نے دین اور ایمان میں اپنے پاس سے بہت کئی چیزیں نکال لی ہیں اور میری خدمت میں جو تم سے عہد لیا گیا تھا تم اس کے منکر ہو گئے ہو اور تمہیں جس چیز کا ایمان کرنے کا حکم دیا گیا تھا اسے تم چھوڑ رہے ہو اس پر انہوں نے کہا کہ نہ دیکھو کہ وہ پاس ہے اسے پاس سے اسنے چھوڑا ہے اور ہم یہ بت پر ہیں اور حق پر ہیں اور ہم آپ پر ایمان نہیں لائے اور آپ کا ایمان نہیں کرتے۔

اس پر اہل علم نے آمیت کر رہے۔ قُلْ أَطِيعُوا اللَّهَ أَطِيعُوا عَلِيًّا (انگریزیکہ: اطاعتِ اِمامِ اہلِ بیت) جس کا مطلب یہ ہے کہ آپ اہل کتاب سے فرما دیجئے کہ تم کسی ایسے دین پر نہیں جو اللہ کے نزدیک معتبر ہو جب تک کہ تم قوریت اور اہل بیت کے احکام اور ارشادات پر پوری طرح عمل کرو اور جب تک کہ اس پر ایمان نہ لاؤ جو تمہارے رب کی طرف سے بواسطہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تم پر نازل کیا گیا ہے۔ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر ہر قرآن پر ایمان لاؤ قوریت اور اہل بیت کے فرمان کے مطابق ہے۔ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَطِيعُوا اللَّهَ أَطِيعُوا الرَّسُولَ أَطِيعُوا أَرْوَاحَ الْمُرْسَلِينَ اگر تم نے قوریت اور اہل بیت کے بعض احکام کو نہ مانا تو بعض طرح سے قوریت اور اہل بیت پر بھی تمہارا ایمان نہیں ہے اور جو تمہارا دماغی ہے کہ کہم جانتے ہیں یہ دماغی غلط ہے اور تم جس دین پر ہو وہ آخری نبی کا انکار کرنے کی جہ سے اللہ کے نزدیک معتبر نہیں ہے۔

[illegible]

صرف ایمان اور عمل صالح ہی مدارِ نجات ہے..... پھر فرمایا: اَلطَّيِّفُ السُّتُوْرُ وَالطَّيِّفُ عَاقِلُوْنَ اَوَّلُ الصَّامِتِيْنَ وَالنُّصْرَى (آیہ) (یادِ خیر) جو لوگ ایمان لائے اور جو یہودی ہیں اور جو حلقہٴ صالحین ہے اور جو صفائیِ باطن میں ہے جو شخص اندر ہی ایمان لائے اور اعمالِ صالحہ کرتے ہیں تو کوئی خوف نہیں اور نہ وہ غمگین ہوں گے اس طرح کی آیت سے سورہ بقرہ میں بھی گزر چکی ہے (دیکھو آیت ۶۲) وہاں آیت کی پہلی تفسیر لکھ دی گئی ہے وہاں یہود و نصاریٰ اور صالحین کا اختلاف بھی کر دیا گیا ہے سورہ بقرہ میں اور یہاں آیت میں اللہ تعالیٰ علیٰ شانہ نے اپنا یہ قانون بیان فرمایا ہے کہ جو لوگ اپنی شخصیات اور عقائد یا بات اور اعمال میں اللہ تعالیٰ کے رشتہ دار و سرور و طریق کی اطلاع کرے گا وہ وہ شخص بنے گا جو کبھی نہ وہ دوزخ کے پاس مقبول ہوگا نہ جہنم قرآن کے بعد اللہ کی پہلی اطلاع قرآن کے سامنے میں اور دین اسلام کے قبول

کرنے کی میں حاضر ہوں جس کے مسلمان ہی وہ قوم ہیں جنہیں کوئی خوف نہیں اور وہ مسلمان نہ ہوں گے بحیثیت اعتقاد تو یہ لوگ کچھ راہ پر
ہیں ہی گئے ہیں کی وجہ سے گرفت ہو جائے تو وہ دوسری بات ہے پھر قانون بیان کرنے میں اَلْبَلِیْنُ اَلْفُتُوْا کا ذکر کرنے کی ضرورت نہیں
کیونکہ وہ مسلمان ہیں ہی لیکن اَلْبَلِیْنُ اَلْفُتُوْا کا اضافہ کرنے سے ایک خاص بلاغت پیدا ہو گئی اور یہ بتادیا کہ کسی پر جاری معذرت ذاتی
خصوصیت کی وجہ سے نہیں ہے بلکہ معذرت سوا بخت کی وجہ سے ہے جس کو اس طرح سمجھا لیا جائے جیسے کوئی قائم بخت ہیں اعلان کرے کہ
وہ ان قانون سب کے لئے عام ہے مخالف ہی اس میں جو اضافہ ہے وہ سوا بخت کی وجہ سے اور دشمنیت ہے بلکہ مخالف بھی اس مطلع ہو جائے
تو وہ بھی سوا دشمنیت ہو جائے گا

نبی اسرائیل کی عہد شکنی..... اس کے بعد فرمایا لَقَدْ أَخْلَفْنَا مِيثَاقَ بَنِي إِسْرَءِئِيلَ (الاحزاب) کہ تم نے نبی اسرائیل سے عہد کیا اور ان کی طرف رسول بھیجا، ان کا طریقہ، ہا کہ معذرت انہما کہ تم پیغمبر اسلام جوں ہی بھیج کر دیتے تھے اس دین میں سے جو حصہ تم کو بخش ہوتا تھا، وہ سب چھین کر لے لیا تھا۔ اس سے اصرار کر دیتے تھے اور اس کا کوئی کے باعث بہت سے انبیاء کرام پیغمبر اسلام کو جھٹلا دیا اور بہت سوں کو قتل کر دیا یہ مضمون سورہ بقرہ کی آیت اَلَّذِينَ اخْلَفُوا عَهْدَ عَلِيِّ بْنِ اَبِي تَالِبٍ وَرَسُولِهِ لَئِنْ اَمَرْتَهُمْ لَيَسِّرَنَّهُمْ لِقَاءَهُمْ يُنَافِقُونَ کی شان میں ہے کہ ان کی طرف سے جو بھی عہد دیا جائے اور جو عہد فون پھنڈ کیا جائے اس کو بے پشت کے ساتھ تو کو لیا جائے انہوں کو گوارا ہو یا نہ گوارا ہو، تمہیں کے مطابق ہوا تو ہمارے سامنے سے انکار کر دیا اور ہمارے عہدوں کے شکن ہو گئے یا ان کی شان نہیں، حضرت عہد، نبی صامت رضی اللہ عنہ عہد کرتے ہیں کہ تم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بات یہ دیتے کہ تم بات نہیں کرو تمہا انہیں کے تنگ دینی میں اور غرضوائی میں اور انہوں کی غرضی میں اور نہ گوارا میں۔ (ابو داؤد، ترمذی، ابن ماجہ، ح ۴۰۰۰)

پھر کسی حکم میں اگر نفس کو تکلیف ہوتی ہے تو اس پر قابو بھی تو زیادہ ملتا ہے۔ ہر دو میں میں اچھی طرح وضو کرتا، نیند قربان کر کے نماز کے لئے بیٹھتا تھا۔ جس کی دعا گواری کے باوجود نہ کوڑا نہ مار نہ روکتا، نہ شہین دین سے لڑا نہ کتا ہواں سے بچتا۔ سب چیزیں نفسوں کے لئے نہ گوار ہیں لیکن ان میں سے ہر ایک کو قابو بھی زیادہ ہے۔ نفس کے مطابق ہوتا تو نہ کھانا نہ شراب نہ عیسائیوں کی بدعتیں ہوتی۔ اللہ کے کلمے کے بغیر بے قراری کی رضا حاصل کرتے ہیں۔ نفس کی خواہشات کے پیچھے نہیں چلتے۔

فی سرائیل سے جمہور کیا گیا سورہ بقرہ میں اس کے بارے میں مذکور ہے **وَمَا أَصْلَانِ مِنْكُمْ فَكُنْمْ وَوَلَدَانِ لَكُمْ الْكُوفَرُ**۔ یہ جہان سے تار و پند ٹریٹ پر عمل کرنے کے لئے کیا گیا تھا نیز سورہ بقرہ میں آیت ۸۴ سے ۸۶ تک بھی بعض جہان کا ذکر ہے۔ ہر طرف بلیا و عیب و آفات گھون رہے تھے **فَقَاتِلُوا أَوْلَئِیْہِ الْکَافِرِیْنَ** (الایہ) لاکھوں لوگوں نے کہا کیا کہہ سکتے ہیں کہ ہم جہان سے تار و پند ٹریٹ پر عمل کرنے کے لئے کیا گیا تھا؟

نئی اسرائیل کی حمایتی اور سرنگین یہاں لہرانے کے بعد ان کے اس ممکن ہوا کہ وہ رپایا کہ شاہ کوئی دہائی گرفت ہوگی نہ کوئی خطاب ہوگا نہیں یہ خیال یا تو اس لئے ہوا کہ شاہ کوئی کی طرف سے گرفت میں نہ ہوگی اور اس لئے کہ وہ اپنے کو شاہ کا محبوب سمجھتے تھے جب یہ خیال ہو گیا تو وہ زیادہ شہرت اور مصیبت پر آمیزہ اور دھم سے بہرہ مند بن گئے نہ حضرات انبیاء و کرام شہیم السلام کے معجزات و ادا کی کو دیکھ کر حیرت و ہرے اور تہقین نہ اور تہقین کی طرف متوجہ ہوئے۔

اس سرگلی میں چھپے رہے ہمارے پاک نے عقون پر توجہ فرمائی بعض انبیاء و کرام علیہم السلام کو بھیجا لیکن وہ بھر بھی اذہ سے اور ہیرے سے ہے۔ عقون میں سے بہت سوں کو بھی سالہ ہا۔ وَاللّٰهُ نَصِيْرٌ مِّنْهُمَا تَتَذَكَّرْنَ اور ان کے سب احوال کو کہتے ہیں۔ عقون اس کے ساتھ

اور ہر چیز حاکم کا ذکر سورۃ فی سرائیل کے پہلے کر میں قدر سے تفصیل سے بیان فرمایا ہے اس کو اٹھ کر لیا جائے۔

لَقَدْ كَفَرَ الَّذِينَ قَالُوا إِنَّ اللَّهَ هُوَ الْمَسِيحُ ابْنُ مَرْيَمَ ۚ وَقَالَ الْمَسِيحُ يَبْنِي لَكُمْ أَسْرَافَ يَدٍ

۱۱ جب وہ لوگ کافر ہوئے جنہوں نے یہی کہا کہ اللہ ہی مسیح ہیں مریم سے ملا کہ تم نے فرمایا ہے کہ اسے فی سرائیل، تم

اعْبُدُوا اللَّهَ رَبَّكُمْ وَرَبَّكُمْ إِنَّهُ مَنْ يُشْرِكْ بِإِلَهِهِ فَقَدْ حَرَّمَ اللَّهُ عَلَيْهِ الْجَنَّةَ وَمَا فِيهَا النَّارُ ۚ

اللہ تعالیٰ کی حمد اور تعریف ہے اور یہاں پر ہے اور اللہ تعالیٰ کے ساتھ جو کچھ اس میں اللہ تعالیٰ نے اس پر جس سے تم کو اس کا خدا بنا دیا

وَمَا لِلظَّالِمِينَ مِنْ أَصْحَابٍ ۚ لَقَدْ كَفَرَ الَّذِينَ قَالُوا إِنَّ اللَّهَ ثَلَاثٌ ثَلَاثُوهُ ۚ وَمَا مِنْ

یہ یہ ظالموں کا کوئی مددگار نہیں ہوگا۔ وہ لوگ کافر ہوئے جنہوں نے کہا کہ اللہ تین تین صیغوں میں سے ایک صیغہ ہے ملا کہ ایک

إِلَهٌ إِلَّا إِلَهُ وَاحِدٌ ۚ وَإِنْ لَمْ يَنْتَهُوا عَنِ مَا يَقُولُونَ وَسَبَّحْتَ الَّذِينَ كَفَرُوا وَاسْتَهْزَأُوا

صیغہ کے طور پر کوئی صیغہ نہیں ہوگا اس بات سے باز رہا کہ اللہ تعالیٰ نے خود خود اس کو اس میں بھی کفر ہی ہے اور وہی وہی ایک

الْبِيمَ ۚ أَفَلَا يَتُوبُونَ إِلَى اللَّهِ وَيَسْتَغْفِرُونَ ۚ وَاللَّهُ غَفُورٌ رَحِيمٌ ۚ مَا الْمَسِيحُ

تک کہہ دے گا کہ اللہ تعالیٰ کے حضور میں توبہ نہیں کرتے اور اس سے عذر نہیں مانگتے اور اللہ تعالیٰ غفور ہے رحیم ہے کہ

ابْنُ مَرْيَمَ ۚ إِنَّهُ رَسُولٌ ۚ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ ۚ وَأَمَّا صِدْقُهُ ۚ كَانَا يُلَاقِي

اس مریم مگر ایک رسول ہے اس سے پہلے رسول گزر چکے ہیں اور اس کی بات سچی ہے اور وہی

الضَّلَامَةُ ۚ أَنْظَرُ كَيْفَ سُبِّحَتْ لَهُمُ الْغَيْبُ ثُمَّ أَنْظَرُ أَلَى يُؤْفَكُونَ ۚ قُلْ أَنْتَبَهُؤُنَّ

کہا کہ انہوں نے، دیکھو کہ انہوں نے کس نے انہوں کو دیکھا کہ انہوں نے کہا کہ وہ لوگ کہیں آئے ہمارے ہیں، آپ فرمادیں کہ

مِنْ دُونِ اللَّهِ مَا لَا يَمْلِكُ لَكُمْ ضَرًّا وَلَا نَفْعًا ۚ وَاللَّهُ هُوَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ ۚ

تم اللہ کے سوا کسی کی مدد سے نہ ہو کہ تم کو ضرر ہو یا نفع کا اثر نہیں رکھتے اور اللہ تعالیٰ سميع ہے علیم ہے اور

قُلْ يَٰ أَهْلَ الْكِتَابِ لَا تَغْلُوا فِي دِينِكُمْ غَيْرَ الْحَقِّ وَلَا تَتَّبِعُوا أَهْوَاءَ قَوْمٍ قَدْ ضَلُّوا

آپ فرمادیں کہ اے اہل کتاب! تم اپنے دین میں حق کا طور پر نہ کرو اور اس کی طرف اشارہ نہ کرو جو پہلے گمراہ ہو چکے ہیں اور انہوں نے

مِنْ قَبْلُ ۚ وَاصْلُوا كَثِيرًا وَاصْلُوا عَنْ سَوَاءِ السَّبِيلِ ۚ

پہلے سے مل کر رہو اور کثرت سے راستے سے ایک ایک کرو۔

تعلیمی کے مقررہ شرک اور شکوک کا بیان

من آیات میں خضدائی کی گمراہی اور ان کا کفر و شرک اور ملحدانہ فریاد ہے خضدائی کے کئی فرقے تھے جن میں سے ایک فرقہ یہ کہتا تھا کہ خداوند کج کن مرہم ایک ہی ہیں یعنی وہ مطلق کے قائل تھے یہ بھی سراسر کفر ہے مخالف کائناتوں میں مطلق کا تصور خدا کا قائل ہونا ناممکن بڑی گمراہی ہے اور عجیب بات یہ ہے کہ اسی شخصیت کو خدا بتا رہے ہیں جس نے واضح طریقہ پر ہی سراسر اٹکل سے فریاد یا تھا کہ اللہ کی عبادت کرو یا میرا رب ہے اور تمہارا رب ہے وہ تو فرما رہے ہیں کہ اللہ میرا اور تمہارا رب ہے اور ان سے عقیدت کا انکار کرنے والے ان کو شیخ خدا بتا رہے ہیں، نیز حضرت مسیح اکبر مرہم علیہ السلام نے یہ بھی اعلان فرمایا تھا کہ جو بھی کوئی شخص اللہ کے ساتھ شرک کرنے کا اللہ اس پر جنت کو عطا فرما دے گا، خضدائی نے شرک اختیار کیا اور حضرت مسیح علیہ السلام کو شیخ خدا بتا کر ان کے لئے خضدائی شخصیت سے جو چ کر کریں اور ان کو شیعوں بھی مانتے تھے، شرک ظلم و ظلم سے مخالفوں کے لئے قسمت کے ان کو کوئی دھوکہ نہ دے گا۔

[illegible]

حضرت یحییٰ علیہ السلام کا عہدہ..... اس کے بعد حضرت یحییٰ کی کن مریم علیہ السلام کا عہدہ بتایا کہ خداوند تعالیٰ ان کی فریاد کا نزول فرمایا (کہ کن مریم پہلے رسول ہیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے آئے اللہ کے رسول حقوق کی طرف اللہ کا پیغام لے کر آئے تھے اور ان کا بہت برا منصب اور عہدہ تھا جو ان کے لئے بہت ہی فضیلت کا باعث تھا اللہ تعالیٰ نے جو پیغام بھیجے اور پیغام لے کر آئے اور حقوق تک پہنچا دیے۔

ظاہر ہے کہ ان میں ایک دوسرے کا جیون نہیں جو کلمہ حق ایک ہی ذات نہیں ہو سکتے، پیغام بھیجتے والا واحد ملائکہ ہے جس کو اس نے پیغام دے کر مجاہد و پیغام بھیجنے والے کی خدائی میں کیسے شریک ہو سکا ہے؟ یہی دوسرے انبیاء و کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کے بندے اور اس کے رسول تھے اور خدا کی ادایت میں شریک نہیں تھے، یہاں تک کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام بھی تھے، ہر نبی اللہ کا بندہ ہے اور تمام کرام علیہم السلام اللہ کا بندہ ہوئے ہی کی ادایت دیتے رہے ہیں۔

حضرت مریم علیہا السلام صدیقہ تھیں..... اس کے بعد حضرت یسعی علیہ السلام کی والدہ کا ذکر کر رہا ہے جو بے اور شہادہ لایا و فقہاء صلیفۃ اور ان کی والدہ کو یہ یاد دلائی تھیں انہوں نے اپنے کے عہد کے لوگوں کی آنکھوں کی تھوڑی سی رو صلیفۃ کے حکمت سے تیرے لئے کھلوں گے، صدق اور شہد حق اور اہد عہد کی سچے کوئی مرد عورت معبود نہیں ہو جاتا نہ کوئی شخص بغیر باپ کے پیدا ہونے سے عہد کا منتقم ہو جاتا ہے۔ حضرت یسعی علیہ السلام منتقم عہد نہیں جیسا کہ حضرت آدم علیہ السلام منتقم عہد نہیں وہ اللہ تعالیٰ اور

ہاپ کے پیدا ہونے سے پہلے ہجرات کی وجہ سے بھی حضرت مہدی علیہ السلام متبرک و مجید ہو گئے تھے ان کے علاوہ بھی دیگر انبیاء و شہید اسلام سے ہجرات صادر ہوئے تھے ان سے یا کسی نبی سے جو کلمہ صادر ہوا ہو صرف اللہ کے علم سے تو خدا جس کو ہدایت اللہ یا کارسودہ آل عمران میں بیان فرمایا ہے۔ ان ہجرات کی وجہ سے حضرت مہدی علیہ السلام کو خدا تعالیٰ کی خدائی میں شریک نہ کیا اور عبادت کا سنی بھنا سراسر محنت اور خلافت اور خلافت ہے۔

حضرت مسیح علیہ السلام اور ان کی والدہ مریم علیہما السلام دونوں کھانا کھاتے تھے..... پھر فرمایا اے کھانا کھانے والا (یعنی) اور ان کی والدہ کھانا کھاتے تھے (مطلب یہ ہے کہ کھانا ہی نے جو حضرت مسیح علیہ السلام کو پیدا کیا اور ان کی والدہ مریم علیہا السلام کو پیدا کیا ان کے بے باقی اور جہالت اور غلط فہمی سے ظاہر ہے کہ جتنی باطنی زندگی پر قرآن رکھنے کے لئے کھانا کھانے کی ضرورت تھی وہاں سے پیدا ہوا بیٹھے، مہر و نور ہے جو کسی کائنات میں نہیں اور وہ صرف اللہ تعالیٰ ہی ہے۔۔۔ جو دوسرے کائنات اور ہر شخص کی ضرورت ہے وہ وہی جو انکس ہو سکا۔

پھر ارادہ انکسور مختلف کتبیں لہتم اوانتہ (آپ کے بچے ہم ان کے لئے کس طرح آیات بیان کرتے ہیں) طرح طرح سے سمجھاتے ہیں، داکٹر خیر کرتے ہیں لیکن پھر بھی ادا اپنے معاذ شریک سے انکسور آتی ہو فکھون (پھر دیکھئے آپ کے بچے اور کس طرح بنائے جارہے ہیں) ان کو پھر کراہی کی طرف جانے ہیں داکٹر اور خیراتی کی طرف جھوٹے جوتے۔

جو شخص قطع و ضرر کا مالک نہ ہو اس کی مبادت کیوں کرتے ہیں؟..... اس کے بعد فرمایا: قُلْ أَتَقْتُلُونَ مَنْ فُؤَدُ اللَّهِ
 خَافَ أَنْ يَمْلِكَ لَكُمْ ضَرًّا وَ أَلَّا يَكُونَ اللَّهُمَّ أَكْبَرُ؟ آپ فرمادینے لگے کہ ہندو کہہ رہا ہے کہ اس کی مبادت کرتے ہو جو تمہارے لئے ضرر و قطع کا مالک
 نہیں، ایسی مبادی کو قطع ابے لیکن اھو کا کہ تمام مشرکین کو قتل ہے، حضرت یمنی ہیں، ان کی والدہ ہیں، ان کے عطا و حقوق میں
 سے کوئی بھی شخصیت ہوئی ہو یا نہ ہو، کوئی بھی کسی کیلئے قطع نقصان کا مالک نہیں قطع ضرر اے تعالیٰ ہی کے بقدر اولت و رت میں ہے جب تمام
 انبیاء و حکماء و شیخا و اسلام اور دنیا و کرام اور ہر گنہگار و مفسدانہ و جاث و فرشتے بھی قطع و ضرر کے مالک نہیں تو قطع ضرر کے کیسے مالک ہوں
 گے؟ جو ضرر واقع کیا، مالک ہے جیسے چھوڑ کر غیروں کی مبادت کرنا ہر امر مکر ہے اور خلاف عقل بھی ہے۔

سورہ ناس میں فرمایا کہ لا اِلهَ اِلاَّ اَنْتَ اَلْهَمُّ مَا لَا يَنْفَعُكَ وَلَا يَضُرُّكَ لَنْ يَمُوتَ وَلَئِنْ اَسْأَلُكَ الْخَلْقَ لَيَسْأَلَنَّهُمْ عَنْكَ اَلْاَوَّلِينَ (اور سنا کہ) اس کو جو تجھے تخلیق و ضرر دے گا کہ تو کیا کرے گا تو اس وقت کہ عالموں میں سے ہر جانے والا کہ فرمائیے اَللّٰهُ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ السَّبْعَ وَالْاَرْضَ شَيْءًا يَخْتَلِفُ اَمَّا اَنْتَ فَتَعَالٰی عَمَّا يُشْرِكُوْنَ اور آواز دے گی اور آواز بدلتی آواز کو سنتا ہے سب کے اعمال کو جانے ہے ہر ایک کے سوال سے ہر طرح سے سب کا اعمال کے مطابق جواب دے گا۔

[illegible]

100

اجاب نہ کرو۔ پہلے سے گمراہ ہو چکے ہیں انہوں نے اپنی خواہشات کو سامنے رکھ کر اور دین میں ٹھکرا کر ایمان کی بجائی نہ کر اور دین میں خیر نہ کرو۔

آنحضرت سرورہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے پہلے یہود و نصاریٰ کے اکابر نے اپنی ذاتی خواہشوں کو دلائل کے مطابق اپنے دین کو بدل دیا تھا۔ ان میں تھا کہ پہلے تک شامل کر دینے تھے تو اب بھی گمراہ ہو گئے وہلکوا کلھم (اور بہت سوں کو گمراہ کیا) مگر خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کے بعد ابھی حق باوجود ہے جو نے گمراہی پر تھہرے وہلکوا عن مسوآۃ النسل (اور سیدھے راستے سے ہٹ گئے)۔

نفسِ شمر یہ کو خنجر کرنے کی ممانعت..... دین میں ٹھکرنا حق کا پرکار مرض ہے آنحضرت سرورہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خنجر تھا کہ نہیں آپ کی امت بھی اس مرضِ بلیک میں مبتلا ہو جائے آپ نے فرمایا لا تطرونی کما اطرت النصارى ابن عربیہ قالما انا عبدہ فقلوا عبد اللہ ورسولہ۔

یعنی میری تعریف میں مبالغہ نہ کرنا جیسے نصاریٰ نے ان مہرم کی تعریف میں مبالغہ کیا اس تو تم اللہ کا بندہ ہو، میرے بارے میں یہ کہو عبد اللہ ورسولہ (کہاؤ کہ بندے اور رسول ہیں)۔ (رواہ البخاری ص ۳۹۰)۔

آنحضرت سرورہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبہ کو دیکھیں اور ایمان لوگوں کو کچھ ملیں جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو تمام عبادی اعتبارات سے پہلے جانے کا عقیدہ رکھتے ہیں اور قرآن کی تصریحات کے باوجود آپ کی بشریت کے منکر ہیں اور یہ سمجھتے ہیں کہ ہم اس عقیدہ کی وجہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بہت ذی امت کر کے اسے بن گئے اور اس میں فرمایا ہے۔ قل شیعان دین قل کلمتہ آلہم لا یسروا فیہ (آپ فرما دیجئے کہ میرا رب پاک ہے میں نہیں ہوں تم ایک ہزار سال ایک عالم کہا ہوں سے تو غضب ہی کرنا) سورہ کہف کی آیت قل ایضا انما یشر فیہم کلمہ کے بارے میں کہہ دیا کہ اس میں عادتاً یہ ہے اپنے خیال میں بہت دور کی کوئی بات لیکن انہیں یہ بھی پتہ نہیں کہ ان جملہ بشر کی تحقیق کے لئے آتا ہے جملہ صفیہ کے لئے نہیں آتا۔

حجج بخاری ص ۱۰۶۵ میں ہے کہ آپ نے فرمایا ایضا ایضا بشر کہ میں ایک بشری ہوں مبالغہ میں شامل تو آپ سے فرمائیں کہ اپنے بارے میں ایمان کر دیں کہ تمہارا جیسا..... بشر ہوں لیکن محبت کے دعوے اور کہتے ہیں کہ نہیں آپ بشر نہیں تھے یہ گیب قسم کی محبت ہے ان میں بعض لوگ یہ کہتے ہیں کہ آیت کا یہ مطلب ہے کہ میں ظاہر میں بشر ہوں بلکہ ظاہر اپنی طرف سے جہاں کیا ہے۔ ان لوگوں کے ذرا ایک قرآن میں غریب ہو جائے تو کچھ ترجیح نہیں مگر ان کی بات کی جگہ اپنی ہے۔ (امید باند)

قرآن مجید میں فرمایا ہے فستلذونہ من النساۃ انکم قوم سفہاء ایضا جملہ عورتیں لالچیلہ ہوں لہذا لالچہ (روہ آپ سے چمچتے ہیں کہ قیامت کہ ہوگی اس کے جواب میں کہہ دیجئے اس کی خبر تو میرے ہاں ہے ہی کے پاس ہے ان کا وقت وہی اسے ظاہر فرمائے گا) اس میں اس بات کی تصریح ہے کہ قیامت کے لئے کاہت صرف اللہ ہی کے علم میں ہے۔ لیکن نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) کے دعوے اور کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا حقین طریقہ یہ قیامت کے وقت کا بھی علم تھا۔ یہ گیب محبت ہے جو قرآن کی تصریحات کے خلاف عقیدہ رکھنے پر آمادہ کر دے ظالمی کاروائی اپنی کتاب الموشحات میں لکھتے ہیں وقت جہاں بالکتاب بعض من بعدی

فی زمانہ العلم وهو متشیع معالہم بعض ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کان یعلم من تقوم الساعة

(یعنی ہمارے زمانے میں بعض ایسے لوگ ہیں جو علم کے دعوے اور ہیں حالانکہ ان کے پاس علم نہیں ہے انہوں نے صاف صریح بھوت

وَمَا ذَاكَ إِلَّا لِيُفَاهِي قُلُوبَهُمْ أَذْكَوْا عَلَى دِينِ الْمَسِيحِ مِنَ الرِّقَاقِ وَالرِّقَاقُ كَمَا ظَلَّ تَعَالَى وَجَعَلْنَا فِي قُلُوبِ الَّذِينَ خَلَقْنَا
وَأَفْهَمَ زَادَ خَمْسَةً وَهِيَ كَمَا يَهْمُ مِنْ حُسْرٍ بِكَ عَلَى حَدِّكَ الْإِيصَ فَافْزَلْهُ عَدَدَكَ الْإِيصَرُ وَلَيْسَ الْفَتْلُ مَشْرُوعًا فِي
مَلَكُوتِهِ ۝

یعنی اس میں من و اس کا آ کر سے جنہوں نے یہ خیال کیا کہ وہ عسذی ہیں حضرت یسعی علیہ السلام کے قسب میں سے ہیں اور انہیں
میں جو موت کی قسم اس سے متبی ہیں فی الحقیقت ان لوگوں کے دلوں میں اسلام اور اہل اسلام کے لئے موت سے زیادہ بات ہے کہ حضرت
یسعی علیہ السلام کے دین میں نئی اور مرہانی کی مثالیں تھی جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ جن لوگوں سے یسعی کا تعلق یا اللہ تعالیٰ میں ہم
نے مرہانی اور مرہانی کی صفت رکھائی۔ اس کی کتاب میں یہ بھی تھا کہ جو شخص جس سے دینے شمار پر ماہ سے تو وہاں دینے بھی اس کی
طرف کر کے اور ان کے مذہب میں جنگ کرنا بھی شروع نہیں تھا)

مطلب یہ ہے کہ یہاں پر یہ غرضانی اور دینی حیثیت کا ذکر نہیں ہے بلکہ ان غرضوں کا ذکر ہے جو اپنے کو حضرت یسعی علیہ السلام اور
انہیں کا ہند گھنٹے تھے اور ان کی ک کے مدعی ہونے کی وجہ سے ان کے دلوں میں نئی اور مرہانی تھی ان لوگوں کے سامنے جب جن اسام
آپ اور اہل اسام کو دیکھتا تو اگرچہ اسلام قبول نہیں کیا لیکن مسلمانوں سے محبت اور تعلق رکھتے تھے۔

ان کے دین میں جسکو شروع مرہانی تھی جن مسلمانوں سے جنگ کرنے کا سبب لی نہ تھا مگر ان میں قسبیں تھے یعنی علماء تھے (ان
کے پاس تھوڑا بہت انجیل کا علم تھا کیا تھا وہ اس کے ذریعہ نصیحت کرتے رہتے تھے) نیز ان میں مذہب بھی تھے جن کو مہارت کا دل تھا وہ
مہارت میں لگے رہتے تھے جب انہوں نے اہل اسلام کی مہارت کو دیکھا تو محبت اور موت میں غصہ دوسری قوموں کے ان سے زیادہ
قریب ہو گئے۔ اللہ تعالیٰ شانہ نے فرمایا۔

ذَلِكُمْ بَدَأَ مِنْهُمْ لِيُفَاهِيَهُمْ وَزُفِيْنَا كَرَامَ كِي مَبْتِ اس لئے ہے کہ ان میں قسبیں ہیں اور بیان ہیں اور فرماؤ لَقَدْ
لَا يَسْتَجِيزُونَ ۝ اور وہ ٹھکر نہیں کرتے، چہ نکاح میں ٹھکر نہیں ہے اس لئے حق اور اہل حق سے جدا نہیں اور یہ عقائد ہو غرض موت کا
ذریعہ ہے... صاحبِ عالم الخیر علیہ السلام ۵۶ ج فکر یہ فرماتے ہیں

لَمْ يَرِدْهُ جَمِيعُ النَّصَارَى لِأَنَّهُمْ فِي عَدَاوَتِهِمُ الْمُسْلِمِينَ كَالْيَهُودِ فِي قِتْلِهِمُ الْمُسْلِمِينَ وَاسْرَهُمْ وَتَحْرِيبِ
بِلَادِهِمْ وَهَدْمِ مَسَاجِدِهِمْ وَاحْرَاقِ مَصَاحِفِهِمْ ۝ لَا وَلَا تَكْرَاهُ لَهُمْ ۝ بِلِ الْآيَةِ فِيمَنْ اسْلَمَ مِنْهُمْ مَلَأَ النَّجَاشَى وَ
اصْحَابَهُ ۝

یعنی آپ کرہ میں جو عسذی کو اہل ایمان کی محبت کے اقتدار سے قریب تر لایا ہے اس سے تمام عسذی مرہ نہیں ہیں کیونکہ وہ
اہل اسلام سے دشمنی رکھتے ہیں یہود اور مشرکین کی طرح ہیں۔ مسلمانوں کو قتل کرنا اور قید کرنا اور ان کے شہروں کو برباد کرنا اور ان کی
مسجدوں کو گرا دینا ان کے مصائب کو چارہ یا سب عسذی کے کلمات ہیں

(ہذا تمام عسذی اقوام تھیں مَوَلَاۃً کا صمدان نہیں ہو سکتے) بلکہ آپ کرہ میں وہ عسذی مرہ ہیں... جنہوں نے اسلام قبول کر لیا
مثلاً نبی ثر (شروعیت) اور اس کے ساتھی۔

..... ﴿ وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ جَعَلَ ہَاہُنَا کَمَلْ ہَاہُنَا ﴾

(پارہ فہرہ ۷)

وَإِذَا سَأَلْتُمُوهُمَا أَتَيْنَا إِلَى الْمَرْسُوفِ لَنَرَىٰ أَعْيُنُهُمْ تَفِيضُ مِنَ الدَّمْعِ وَمَا عَلِمْنَا مِنَ الْحَقِّ

اگر آپ صاحب سے کہیں تو کہہ دو کہ آپ کی رسول کی طرف سے آگے کا کہہ دیں کہ ہمیں انہوں سے بہت سی چیزیں ہیں جو کہ آپ سے کہہ سکتے ہیں کہ ہم نے ان کو

يَقُولُونَ رَبَّنَا إِنَّمَا قَاغُتُنَا مَعَ الشَّاهِدِينَ ۝ وَمَا لَنَا لَا نُؤْمِنُ بِآيَاتِهِ وَمَا جَاءَنَا مِنَ

ہو بہت ہے کہ ہم نے آپ سے کہہ دیں کہ آپ کی رسول کی طرف سے آگے کا کہہ دیں کہ ہمیں انہوں سے بہت سی چیزیں ہیں جو کہ آپ سے کہہ سکتے ہیں کہ ہم نے ان کو

الْحَقِّ ۖ وَنُظَمُ أَنْ يَدْخُلَنَا رَبَّنَا مَعَ الْقَوَّامِ الضَّالِّينَ ۝ فَأَنبَاهَهُمُ اللَّهُ بِمَا قَالُوا فَجِئَتْ

ہو بہت ہے کہ ہم نے آپ سے کہہ دیں کہ آپ کی رسول کی طرف سے آگے کا کہہ دیں کہ ہمیں انہوں سے بہت سی چیزیں ہیں جو کہ آپ سے کہہ سکتے ہیں کہ ہم نے ان کو

تَجْنِيزِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ خَالِدِينَ فِيهَا ۚ وَذَلِكَ جَزَاءُ الْبَاسِ ۝ وَالَّذِينَ كَفَرُوا وَكَذَّبُوا

خواب میں دے دیئے گئے ہیں کہ آپ کی رسول کی طرف سے آگے کا کہہ دیں کہ ہمیں انہوں سے بہت سی چیزیں ہیں جو کہ آپ سے کہہ سکتے ہیں کہ ہم نے ان کو

يَا أَيُّهَا أُولَٰئِكَ أَصْحَابُ الْجَنَّةِ ۖ

آپ کا کہہ دیں کہ آپ کی رسول کی طرف سے آگے کا کہہ دیں کہ ہمیں انہوں سے بہت سی چیزیں ہیں جو کہ آپ سے کہہ سکتے ہیں کہ ہم نے ان کو

کتاب اللہ کو جس کر جوش کے نصاریٰ کا رونا اور ایمان لانا

جب آنحضرت سرور عالم ﷺ نے اسلام کی دعوت دینا شروع کیا (جس کے اولین غاصبین اہل مکہ تھے جو انہوں کی پہچان کرتے تھے) تو اہل مکہ دشمنی پر اتر آئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ہر طرح سے تباہی دے رہے تھے اور جو لوگ اسلام قبول کر لیتے تھے انہیں بہت زیادہ دھوکہ دیتے تھے اور یہ سب کچھ آپ سے بہت سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم (جن میں سرور کونین سب ہی تھے) جوش کیلئے ضرورت کر گئے جوش اس وقت قریب ترین ملک تھا جہاں ایمان محفوظ رکھنے اور سوائے عافیت کے ساتھ رہنے کا امکان تھا جب یہ حضرات ہاں پہنچا گئے تو اہل مکہ نے وہاں بھی دھوکا دیا اور شہر جوش کے پاس ملا ہے کہ گئے لیکن انہوں نے ان لوگوں کی بات نہ مانی اور حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم کو ان دامن کے ساتھ لٹکانا وہاں پہنچا جہاں میں رسول اللہ ﷺ کے چچا ابو طالب بھی تھے یہ حضرات وہاں کی سال ان دامن کے ساتھ رہے مگر جب حضرت جعفر رضی اللہ عنہ وہاں سے حضرت رسول کریم ﷺ کی خدمت میں عرض کیلئے واپس ہوئے تو نہ ٹی (احمد شہ جوش) نے اہل مکہ کے ساتھ اپنے چچے کو آنحضرت ﷺ کی خدمت میں بھیجا کہ آپ خدا تعالیٰ سے ہمت فرمائیے۔

نہ ٹی نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں تحریر کیا کہ خداوند تعالیٰ اللہ انہیں گواہ بنا دیں کہ آپ اللہ کے چچے رسول ہیں اور میں نے آپ کے چچا کے بیٹے کے ساتھ آپ سے رحمت کر لی اور میں نے خدا تعالیٰ کی عطا امت قبول کر لی۔ میں آپ کی خدمت میں

عمر کا بڑھنا ہیجڑوں کا تھکا دینا اور داری کے خلاف نہیں ہے اس امر پر بھی نگاہی اس میں ہے کہ اللہ تعالیٰ کے خدو کی خوف و ہراس کی شکی جگہ ہے۔ اگر وہ کسی چیز کی نفس حال ہو جائے تو وہ بھیجے دوسرے کی ملکیت ہے تو وہ جب تک اس سے حال ہی میں نکال دے گا تو اس میں کوئی شک نہیں ہے۔ اگر وہ کسی چیز کی نفس حال ہو جائے تو وہ بھیجے دوسرے کی ملکیت ہے تو وہ جب تک اس سے حال ہی میں نکال دے گا تو اس میں کوئی شک نہیں ہے۔ اگر وہ کسی چیز کی نفس حال ہو جائے تو وہ بھیجے دوسرے کی ملکیت ہے تو وہ جب تک اس سے حال ہی میں نکال دے گا تو اس میں کوئی شک نہیں ہے۔

اس کے مہم میں ایسی سب صورتیں ہونگئیں جن میں کھم کر کے یا حقیقت تک کر کے یا خیانت کر کے کوئی چیز کھلی ہو جائے یا استعمال کر لی جائے۔ نیز اس سے تمام اشیاء غمرہ سے بچنے کی تاکید بھی ہوگی۔

لَا يُؤْخَذُكُمْ اللَّهُ بِالْغُلُوبِ فِي آيَاتِكُمْ وَلَكِنْ يُؤْخَذُكُمْ بِمَا عَقَدْتُمُ الْإِيمَانَ، فَكَفَّارَتُهُ

تہ فانی کی لکھنؤ کی تہذیب، مضافہ میٹھی لڑائی، جو لکھنؤ میں لکھی وہ دلی لکھنؤ کی مضافہ، فرائی سے ہائی کا نام ہے۔ یہ وہی ہے جس کا تذکرہ

إِطْعَامُ عَشْرَةِ مَسْكِينٍ مِنْ أَوْسَطِ مَا تَطْعِمُونَ أَهْلِيكُمْ أَوْ كِسْوَتُهُمْ أَوْ تَحْرِيرُ رَقَبَةٍ. فَمَنْ

یہ مشیعلی اکھاڑ ہے جس کی کھانے کا سہولت ہے جو تم نے میرا دل اکھاڑے میں کو گڑا پیتا رہا ہے ایک ہم آواز کہ ہے اس

لَمْ يَجِدْ قَصِيَامَ ثَلَاثَةِ أَيَّامٍ ذَلِكَ كَفَّارَةُ أَيَّامِكُمْ إِذَا حَلَفْتُمْ وَاحْذَرُوا أَيَّامَكُمْ

افغانی : ہائے تو تھکے ہوئے ہیں ، یہ تہیاری کسوں لاکھوں ہے جب تم تھیں کچھ عزم اپنی کسوں کی چاہت کرو

كَذَلِكَ يُبَيِّنُ اللَّهُ لَكُمْ آيَاتِهِ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُونَ ﴿٥٠﴾

المجلس الأعلى للدراسات والبحوث

قسموں کے اقسام اور قسم توڑنے کا تقاریر

لوہی کی آہستہ میں یہ ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے جو چیزیں حلال کر دی ہیں ان کو حرام نہ قرار دے، چونکہ حلال و حرام کرنے کی صورت میں ایک ہی جگہ سے کسی حلال چیز کے کھانے یا شہوتل نہ کرنے کی قسم کھائی جائے اس لئے اب قسم کے احکام بیان کئے جاتے ہیں۔

فہم کی کئی قسمیں ہیں اول یمن اللہ دوسری یمنی غوس، تیسری یمنی منقودہ (عربی میں حم کو یمن کہتے ہیں) یمنی ہوا تیسرے کرتے ہوئے حضرت عہد شریفی اللہ عنہا نے فرمایا کہ جو شخص حم کی نیت کے بغیر بات کرتے ہوئے لاؤ اللہ یا بھلی واللہ کہہ ے (یمنی لغت)۔ (دلیل القاری)

(اہل عرب کی یہ عادت تھی اور اب بھی ہے کہ وہ اپنے کا اوقات میں باتیں کرتے کرتے اس طرح کے الفاظ بول جاتے تھے کہ ہر بعض فقہاء نے فرمایا ہے کہ کوئی شخص کسی گزشتہ واقعہ کو اپنے نزدیک سچا جان کر قسم کھائے حالانکہ واقعہ وہ غلط ہو تو یکنے نامناسب ہے۔ بہر حال یکنے لغوی کی جو بھی تعبیر ہو اس پر مؤلفہ وہ نہیں ہے جیسا کہ آج کے کریمہ میں اس کی تصریح ہے اور اس میں کوئی کلمہ نہ لکھی نہیں ہے قسم کی دوسری قسم یکنے فحش ہے یعنی گزشتہ واقعہ پر جانتے ہوئے جیسے ہوئے بھی قسم کھا لینا۔ مثلاً کوئی کام نہیں کیا ہو کہ قسم کھا کر کہتا ہے کہ اللہ کی قسم میں نے یہ کام کر کے یا کوئی کام کیا ہے پھر جانتے ہوئے بھی قسم کھا کر کہتا ہے کہ اللہ کی قسم میں نے یہ کام نہیں کیا۔ لیکن یکنے فحش ہے اس کا

کاموں میں سے ہیں۔ عرب کے لوگ بہت چمچا کرتے تھے اور تلوں کی بچا دیوں کے پاس تھیرا رکھ دیتے تھے ان تیروں کے بارے میں جواریہیں تھے جس کی تکریخ سورۃ نملہ کی آیت نمبر ۳ کے اوّل میں گزر چکی ہے۔ سورۃ نملہ میں فرمایا يَسْتَلْزِمُونَكَ عَنْ الْخَمْرِ وَالْمَيْمِرِ ۚ وَالْخَمْرُ وَالْمَيْمِرُ سَاءَ لَكُمْ وَلَٰكِنْ فَهِمَ اَنْتُمْ كَافِرُونَ (اور آپ سے سوال کرتے ہیں شراب اور بھوسے کے بارے میں آپ فرما دیجئے اگر ان میں سے ایک بچا دیوں کو ان کے لئے منافع ہیں اور ان کا گناہ ان کے منافع سے زیادہ ہے اس سے واضح ہوا کہ شراب اور بھوسے میں اگرچہ تلخ بھی ہے مگر ان کا گناہ بڑا ہے وہ ان کے منافع سے زیادہ ہے البتہ یہ بھی معلوم ہوا کہ کسی چیز کے جان کر بھوسے کے لئے بھی کافی نہیں ہے۔ کہ وہ تلخ منہ ہو بہت سے لوگ جوئے اور شراب اور سود وغیرہ کے صرف منافع کو دیکھتے ہیں اور شریعت اسلام میں جو ان کی ہمت دیاں گئی ہیں اس کی طرف مصلحت نہیں کرتے اور تلخ کی بات کو کچھ نہ سمجھ کر حال قمراد سے کہتے ہیں یا بھلائی کرتے ہیں۔ یہ وہ لوگ اور نہ ان کا طریقہ ہے۔

شراب کی حرمت... ایک صاحب نے اپنے ایک خط والے کے بارے میں فرمایا کہ وہ حزلے سے شراب پیتا ہے اور وہ کچھ سے کہ بتاؤ قرآن میں شراب کو کبھی حرام فرمایا ہے اس سے معلوم ہوا کہ ہاں ایسے لوگ بھی ہیں کہ جن چیزوں کی ممانعت صریح قرآن مجید میں نہیں ہے بلکہ احادیث شریفہ میں آئی ہے یا جس چیز کی ممانعت فرماتے ہوئے لفظ حرام استعمال نہیں فرمایا اسے جائز قمراد سے کہتے ہیں۔ یہ ان لوگوں کی حماقت اور گمراہی ہے۔

ایسے ہی قرآن کے سامنے والے ہیں تو قرآن ہی سے یہ ثابت کر دیں کہ قرآن نے جس چیز کی ممانعت کے لئے لفظ حرام استعمال کیا ہے کہ وہی حرام ہے۔۔۔۔۔ قرآن مجید میں بہت سی چیزوں سے منع فرمایا گیا ہے لیکن ان کے ساتھ لفظ حرام استعمال نہیں فرمایا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی فرمایا اور آپ کے احادیث کا بھی محمدیہ روایت کی صحت پر ان کرتے ہوئے سورۃ اعراف میں يَسْجُدْ لِمَا خَلَقَ النَّفْسَ لَهَا وَرَأَىٰ لِلنَّاسِ خُلُوعًا (ان کے لئے اللہ تعالیٰ نے حرام قرار دیا ہے۔ معلوم ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا کسی چیز کو حرام قرار دینا یہی ہے جیسے اللہ تعالیٰ نے حرام قرار دیا ہو۔

ساتھ وجود سے شراب اور جوئے کی حرمت... سورۃ نملہ کی آیت ۱۱ میں شراب اور جوئے کو ”رجس“ یعنی گندمی چیز بتایا ہے اور سورۃ اعراف میں ”يَسْجُدْ لِمَا خَلَقَ النَّفْسَ لَهَا“ فرمایا ہے اس تصریح کے ہوتے ہوئے بھی کوئی شخص شراب اور جوئے کو حرام نہ سمجھتا تو اس کے بعد ہی ہوتے مگر کیا شک ہے یہاں شخص شراب اور جوئے کو حرام فرماتا ہے۔۔۔۔۔ مگر یہ بھی کہنا چاہیے کہ اگرچہ قرآن مجید میں شراب کے لئے لفظ حرمت استعمال نہیں فرمایا لیکن اس کی حرمت کی وجہ بتادی ہیں اور ساتھ ساتھ ذکر فرمادی ہیں۔ جن کے ذکر سے واضح طور پر حرمت کا اعلان پار پار فرمادیا۔

- (۱) اور یہ فرمایا کہ شراب اور جوئے ”رجس“ یعنی گندمی چیز ہیں (۲) پھر فرمایا يَسْجُدْ لِمَا خَلَقَ النَّفْسَ لَهَا کہ یہ شیطان کے کاموں میں سے ہیں۔ (۳) پھر فرمایا يَسْجُدْ لِمَا خَلَقَ النَّفْسَ لَهَا کہ اس سے کچھ (۴) فرمایا يَسْجُدْ لِمَا خَلَقَ النَّفْسَ لَهَا تاکہ تم کا سب ہو بوجہ مصوم ہوا کہ جو شراب میں مشغول ہو گا وہ اس کا سب ہے جو یہ بھلا کرتا تم میں سامنے آئے گی۔ (۵) فرمایا يَسْجُدْ لِمَا خَلَقَ النَّفْسَ لَهَا ان کو تو قلع بینکم العدواة والبعصاة فی الخمر والنملۃ۔ کہ شیطان یہ چاہتا ہے کہ شراب اور جوئے کے دائرہ قہار سے وہ جان میں دشمن اور بغض ادا کرے۔ (۶) فرمایا يَسْجُدْ لِمَا خَلَقَ النَّفْسَ لَهَا کہ شیطان شراب اور جوئے کے دائرہ قہار میں نہیں لٹکے گا اور نہ اس سے جدا کرنا چاہتا ہے۔ (۷) آخر میں فرمایا يَسْجُدْ لِمَا خَلَقَ النَّفْسَ لَهَا کہ تم پر کیا قرار آئے والے ہو؟

نور کر میں کہ کتنی دجہ سے شراب اور جوئے سے منع فرمایا جائے صاف واضح بیان ہوتے ہوئے جو شخص شراب اور جوئے کو حلال سمجھے اس کی بدعتی اور سہل خیالی میں کمال شک ہے جس کا عمل شانہ نے شراب کی درستہ و صحیح ازالہ فرمائی سو نہ بقرہ میں فرمایا **فَقُلْ قَدْ حَرَّمَ** اَللّٰهُ خَمْرًا وَنَجَسًا وَكَفْهَیْہَا الْخُبْرُ مِنْ قَدْحِہَا اس کہیں کہ بعض صحابہ رضوان اللہ علیہم نے شراب پینا چھوڑ دیا اور بعض پیتے رہے حتیٰ کہ ایک دن آیا ہوا کہ نماز سترپ میں ایک مہاجر صحابی نے دعا کرتے ہوئے قرأت میں غلطی کر دی تو اس پر آیت کریمہ **اَللّٰہُمَّ اِنِّیْ اَسْأَلُکَ تَقَرُّوْا بِالصَّلٰوةِ وَاتَّقِ شُکُوْرَیْ خَیْرٌ تَقْلُوْا مَقْضُوْا تَقُوْنُ ۝۱۵ (سورۃ شہادت ۴۳) ۱۵** ازل ہوئی اس کے بعد اسے اندازہ سے شراب پیتے تھے کہ نہ دعا کرتے آئے تک۔ ہوائیں آجائیں اس کے بعد کتنی سے شراب پینے کی ممانعت فرمادی اور فرمایا **يٰۤاَيُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا اِنَّمَا الْخَمْرُ وَالْمَيْسِرُ ۙ (المن قولہ تعالیٰ) لَہِیْلٌ اِنَّمَا مَنَعُوْنَ ۝۱۵** یہ آیت نازل ہوئی تو صحابہ رضی اللہ عنہم نے کہا **"اَبْجَہْنَا وَنَہَا ۙ (اے اللہ ہم نے سب مہیا کر دیئے) اور مَنَعُوْا مَنَعُوْا ۙ (جلد ۲ صفحہ ۱۶۲) منہ اور روایت الی ہریرۃ**

پھر فرمایا **وَاَعْلٰیخُوْا اللّٰہَ وَاعْلٰیخُوْا اَنْتُمْ سُوْلُوْا وَاعْلٰیخُوْا ۙ (اور اللہ کی اطاعت کرو اور رسول کی اطاعت کرو اور اے رسول یعنی اللہ اور رسول کی اطاعت کرو) فَاَنْتُمْ فَاَعْلٰیخُوْا اِنَّمَا عَلٰی وَسُوْلِنَا الْبَلٰغُ الْمُنْبِیِّنُ ۝۱۵** سوا کہ تم لو کہ ان کو کہہ جاؤ کہ ہمارے رسول کے اس واضح طور پر بتایا رہا ہے کہ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خوب اچھی طرح کھول کر بیان فرمایا اللہ تعالیٰ کی بات پہنچا دی پھر بھی اگر کوئی خلاف ورزی کرے گا تو اپنا ہاتھ خود کیجے گا۔

ساتھ دجہ سے جوئے اور شراب کی ممانعت فرمانے کے بعد کہ اس آٹری آیت میں..... حرج صحیر فرمائی کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت سے اور..... لوگوں قرآن ہی میں ممانعت اور حرمت دیکھنا چاہتے ہیں اور حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو محبت نہیں سمجھتے ان کو صحیر فرمائی کہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت کے ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اطاعت ضروری ہے اور دونوں کی اطاعت سے بچنا لازم ہے۔

احادیث شریفہ میں شراب کی حرمت اور اس کے پینے پلانے والے پر لعنت اور آخرت کی سزا..... رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے شراب کے بارے میں جو کچھ ارشاد فرمایا اس میں سے چند احادیث کا ترجمہ لکھا جاتا ہے۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ برنشا نے والی چیز طریقی شراب ہے اور برنشا نے والی چیز حرام ہے اور جو شخص دنیا میں شراب پئے گا اور اس حال میں مر گیا کہ شراب پینا چھوڑ دے اور وہ موت کی تو آخرت میں شراب پیسے گا جس کی شراب سے محرم ہوگا اگر نہت کا داخلہ ہے ہو گیا۔ (رواہ مسلم صفحہ ۱۶۸ جلد ۳)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے بیان فرمایا کہ ایک شخص یمن سے آیا اس نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے دریافت کیا کہ ہمارے علاقہ میں ایک شراب ہے جو حرام سے حلال جاتی ہے لوگ اسے پیتے ہیں آپ نے دریافت فرمایا کیا وہ نشا لاتی ہے؟ سوال کرنے والے نے عرض کیا کہ ہاں وہ نشا لاتی ہے آپ نے فرمایا **"کحل فسنکجو حرام"** کہ نشا نے الی ہر چیز حرام ہے پھر فرمایا کہ بادشاہت تعالیٰ نے اپنے آدمی کو فرمایا ہے کہ جو شخص نشا لے والی چیز پئے گا اللہ سے **"جلیقہ فخل"** سے پئے گا کہ صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ وہ نہیں کہ حراموں کا لچرہ ہے۔ (رواہ مسلم صفحہ ۱۶۷ جلد ۳) حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے یہ بھی روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جو چیز زیادہ مقدار میں نشا لائے اس کی تھوڑی مقدار بھی حرام ہے۔ (رواہ ابوداؤد صفحہ ۱۶۷ جلد ۳)

لگے اس کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے آیت تَسْنَىٰ عَلَيْنِ الْفٰلِقِيْنَ اَتَوْا نَوْعَهُمْ اَوْ اَصْلَحْتَ اَفَرٰكٍ ۙ نٰزِلًا ۙ

جس میں یہ بتایا کہ جو لوگ اہل ایمان تھے وہ اہل طہارت کرتے تھے وہ حرمت کا قانون نازل ہونے سے پہلے ولایت پا گئے تھے انہوں نے اس زمانہ میں جو شراب پی لی تھی اس کا کوئی گناہ نہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب تک تحریر فرماتے انعام میں رنج ہونے کا حال۔ چنانچہ شراب حلال تھی مگر ہر قدر توڑ دی گئی اس کے علاوہ دوسری بعض دیگر گناہات میں رنج ہوا۔

آیت پڑھا میں فرمایا: تَسْنَىٰ عَلَيْنِ الْفٰلِقِيْنَ اَتَوْا نَوْعَهُمْ اَوْ اَصْلَحْتَ اَفَرٰكٍ ۙ نٰزِلًا ۙ اِلٰفًا اَتَوْا نَوْعَهُمْ اَوْ اَصْلَحْتَ اَوْ اَصْلَحْتَ (ان لوگوں پر اس بارے میں کوئی گناہ نہیں کہ انہوں نے کھلایا یا جبکہ بھڑکی اختیار کرتے ہوں یعنی شراب کے علاوہ دوسری حرام چیزوں سے بچتے ہوں شراب پینے پر تو مواخذہ میں لائے نہیں کہ وہ اس وقت تک حرام نہیں تھی اور جب دوسری مسمومات سے بچتے رہتے ظاہر ہے کہ دنیا سے بے گناہ چلے گئے اور انہوں نے نہ صرف مسمومات سے پرہیز کیا دوسرے اعمال طہارت کی انجام دینے پر بے غم اَتَوْا نَوْعَهُمْ اَوْ اَصْلَحْتَ (۱) (پھر کوئی اختیار کرے یہ اور ایمان پر مبنی رہے) یعنی اس کے بعد جب بھی کسی چیز کی حرمت نازل ہوگی ایمان پر رہے اور حرام چیز سے بچے مگر اَتَوْا نَوْعَهُمْ اَوْ اَصْلَحْتَ (۲) (پھر کوئی اختیار کیا اور اچھے کام کرتے رہے) یعنی جب حرمت آگئی اس کی طاعت اور نئی نہ کی اور نہ نیک کاموں میں لگے ہوئے تھے بدستوران کے انجام دینے میں لگے رہے)

اس میں بھڑکی کا ذکر نہیں ہوا ہے بلکہ ہر بھڑکی مذکور ہے اس کا اصل تمام مسمومات سے بچتے رہے یہ ہر دوسری یا کسی طہالت چیز کی حرمت نازل ہونے کے بعد اس سے پرہیز کرنے سے حقیقی ہے۔ پھر تیسری بار یا تو سابقہ حالت یا استقامت کے ساتھ مسمومات سے پرہیز کرنے سے حقیقی ہے اس طرف اشارہ ہے کہ جب بھی کسی چیز حرام ہوئی اس سے پرہیز کرتے رہے۔

حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم نے اپنے وقت پہانے والے بھائیوں کے بارے میں سوال کیا تھا لیکن آیت کے موم میں انہوں نے بارے میں بھی غم نہ کیا کہ حرمت کا قانون آنے سے پہلے نہ شراب پیتے میں کوئی گرفت تھی اور نہ آئندہ کسی مثل پر گرفت ہوگی جو حرمت کا قانون آنے سے پہلے کر لیا جائے۔ آخر میں فرمایا: وَاللّٰهُ يُحِبُّ الْمُفْلِحِيْنَ (اللہ اچھے کام کرنے والوں کو دوست رکھتا ہے)

فائدہ..... شراب پینے کی دنیاوی سزاقتی کوڑے ہے جس کی تھپتات کتب فقہ میں مذکور ہیں اور آخرت کی سزا یہ ہے کہ شراب پینے والے کو دوزخیوں کے دھڑوں کا ٹیڑھ یعنی ان کی دھپ پانی ہائے گی۔ جس کا ذکر روایات حدیث میں گزر چکا ہے۔

شراب اور کھانسی کا سبب ہیں اور دوا کرنا کھانسی سے اور نماز سے روکتے ہیں..... شراب اور جے کے بارے میں فرمایا کہ شیطان اس کے ذریعہ قہار سے وہ پانی بغض اور دشمنی کا پانی بنا دیتا ہے اور دوا کرنا کھانسی سے دوا کا پانی بنا دیتا ہے۔

بغض اور دشمنی تو ظاہری ہے جو کوئی شخص جے میں دبا جائے یا کھانسی پانی خوشی سے داتا ہے تو جلد سے جلد پیچھے ہٹنے والے سے بدلہ لینے کی فکر کرتا ہے اور شراب کی ہر جب آتی بدست ہو جاتا ہے تو اول فعل نکال دے دوسروں کو راہی کہتا ہے اور گالی گلوچ کرتا ہے اور کبھی کسی کو مار بھی دیتا ہے۔ جس سے جڑ بدل لیتے ہیں اور دشمنیاں پیدا ہوتی ہیں اور اللہ کی یاد اور نماز سے غافل ہوتا ہے یا کسی ظاہر بات ہے جو نغروں کے سامنے ہے جب کسی نے شراب پی لی تو نشتے میں بدست ہو گیا۔ اب مذکور مواضع کہاں۔ ہاں جن کو شراب کی عادت ہو جاتی ہے وہ تو اسی دشمن میں رہتے ہیں کہ تو کم ہو تو اور بھی مگر کم ہو تو پھر بھی وہ جب کوئی شخص جڑا کھینچے میں لگ جاتا ہے تو گھٹنوں گڑ جاتا ہے جس جینے کی فکر میں لگا رہتا ہے اللہ کے ذکر اور نماز کا اس کے پاس کوئی موقع ہی نہیں رہتا۔

حتیٰ کہ جو لوگ بغیر ہر بیت کے شہر کی کھینچے رہتے ہیں وہ بھی گھٹنوں کھینچے رہتے ہیں انہیں ذرا بھی اللہ کے ذکر کی طرف توجہ نہیں

ہوتی۔ لہذا کامیابیت اول سے اخیر تک گزر جاتا ہے لیکن نماز اور کھانسی طرف زامی جہاں نہیں ہوتا نماز بھی اٹھنے والی کا اگر کسی ہے لیکن اس کو سمجھو اور فرمایا کہ تم کامیاب اور کسی اس کی نصیحت نہ یاد ہے جس کی وجہ سے یہ کہہ فرض ہے اور عام طور پر اگر کسی مشغول رہتا مستحب ہے جا کر چائے عامہ کر کے بھی پئے دے دے اور خواب میں۔

جوئے کی تمام صورتیں حرام ہیں۔۔۔۔۔ آج کل میں شراب اور جودھوں کو عام طور پر دیا ہے اور وہاں کوٹ پاک تھاپا اور سورۃ بقرہ میں فرمایا ہے **وَالَّذِينَ هُمْ عَنْ صَلَاتِهِمْ سَاهُونَ** انہوں نے نماز سے بڑا ہے جوئے کے لئے سورۃ بقرہ میں یہاں سورۃ نساء میں **يَسْأَلُونَكَ عَنِ الْخَمْرِ وَالْمَيْمِرِ** میں اس کا اور اس بقدر ہے۔

برہمہ سماد جو تلخ اور نقصان کے درمیان دائرہ برہم جو شریعت میں ہے لہذا کیا جاتا ہے مثلاً دواؤں آدھیں میں دانی لگا نہیں کر ہم دواؤں دہاتے ہیں اور ایک دوسرے سے کہتا ہے کہ آگے بڑھ گیا تو میں ایک بڑا درد پیدا ہو گا اور اگر میں بڑھ گیا تو مجھے ایک بڑا درد ہے اور یہاں کے۔ یا مثلاً بڑا ہے میں دوائی دیا گیا رہے کے حساب سے فروخت ہوں گے لیکن کسی اس میں پاؤں نہ ہے کہ چیز نفع کی اور کسی آپس میں پیسہ کمال نفع کا تو ان دواؤں کی خرید و فروخت لہذا یعنی جوئے میں داخل ہے اور برہم سماد جو تلخ اور ضرر کے درمیان دائرہ ہو اور سماد قمار کی صورت ہے۔

اخباری محلوں کے ذریعہ بھی لہذا یعنی جو کا سلسلہ جاری ہے اور اشتہار انہیں اس اور دواؤں ممالوں اور دولت دواؤں جو دواؤں میں مصیبتی مختلف صورتوں کا اشتہار دیا جاتا ہے کہ جو شخص اس کا کل کر کے پیسہ دواؤں کے ساتھ دانی نہیں پاؤں نہ ہے کہ پیسہ تو میں لوگوں کے مل گئے ہوں گے ان لوگوں میں سے جس کا خرما دواؤں میں ہم نکل آئے گا اسے انعام کے عنوان سے مقررہ رقم یا کوئی بھاری قیمت کی چیز مل جائے گی۔ یہ سراسر قمار ہے یعنی خواہ ہے اور حرام ہے کہ کوئی جو شخص میں کے ہم سے کہہ پکچھتا ہے دواؤں کے سونہو ہم کے خیال سے سمجھتا ہے کہ یا تو یہ دے گئے یا بڑا درد مل گئے میں کے ہم پر دے پکچھتا ہے اور اس دے پکچھتا دھل جائے اس کا لہذا اور معاشی طرح کر کے لوگوں کی رقمیں ملے لیکن یہ سب حرام ہے۔

اور ہر قسم کی لٹاری جس میں سمجھو سے کرنا نہ ملے کی امید پر مال بیع کیا جاتا ہے پھر اس پر مال ملے پانے سے سب حرام ہے۔ مگر دواؤں کے ذریعہ بھی ہو اٹھتا جاتا ہے جس کا گھوڑا آگے لکل گیا اسے دے دے کی بیع کی ہوئی رقم مل جاتی ہے یہ طریقہ حرام ہے اور جو اس طریقہ سے رقم حاصل کیہ بھی حرام ہے۔

چنگ دانی اور کچھ دانی کے ذریعہ بھی ہو اٹھتا جاتا ہے یہ دواؤں کا دانی چنگ صورت میں پھر اس پر ہر قسم کے صلہ پر رقم لگاتے ہیں اور مشغول گمراہ ہے اور صورت حرام ہے کہ کوئی لہذا یعنی خواہ ہے مثلاً کا دواؤں بھی مرلیا لہذا ہے اور حرام ہے مثلاً دواؤں کا یہ پانسی کی بھی دوا سب صورتیں حرام ہیں جن میں دواؤں کی بیانی ہیں اور حلال دے جانے پر بیع کر دواؤں سے یا دواؤں مل جاتا ہے زندگی کا یہ دواؤں کا دواؤں کا یہ دواؤں کا یہ سب حرام ہے اور ان میں دانی بیع کر دواؤں سے جو مال نہ ملے وہ سب حرام ہے۔

لہذا کے جتنے بھی طریقے ہیں (گھوڑا دواؤں وغیرہ) ان سب کی آمدنی حرام ہے۔ ہر شخص کو اللہ تعالیٰ کے احکام کی خبر دی کہ حرام ہے۔ دیا چند دواؤں ہے اس لئے حرام کا اور کتاب کے احکامات ہے۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَبْلُغُوا إِلَى اللَّهِ يُشْرِكُ بِهِ قَوْمٌ الضَّالِّينَ تَأْلَفُ آيَاتِهِمْ وَرِ مَا حُكِّمَ لِعَلَّم

اے ایمان والو! اللہ تم کو قہر سے غور آزمائے گا کہ تم سے کونسا گروہ الگ ہو جائے گا۔ تاکہ تم جان لے کہ

اللَّهُ مَنْ يَخَافُهُ بِالْغَيْبِ ۚ فَمَنْ أُغْتَدَىٰ يَوْمَ ذَلِكَ فَبُئِيَ عَذَابُ الْيَوْمِ ۝

... and the ...

حالت احرام میں شکار والے جانوروں کے ذریعہ آزمائش

حاج امریکا کوئی شخص احرام باندھ لے تو احرام سے نکلے گا۔ بہت سے کام ممنوع ہو جاتے ہیں ان ممنوع کاموں میں فضائی کا ہنگامہ بھی ہے۔ ایک مرتبہ اللہ تعالیٰ نے حضرت سیدہ کرم رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو اس طرح آزمایا کہ احرام کی حالت میں تھے اور ہنگامہ کے طور پر بڑھ چڑھ کر رہے تھے یہ انکی آزمائش تھی جسے نبی مبرا مکمل کو آزمایا گیا تھا ان کے لئے سنجیدہ کن چیلنجوں کا ہنگامہ ممنوع تھا لیکن سنجیدہ کن چیلنجوں کو بھرا کر کوفی کے اوپر پہنائیں انھیں دوسرے ٹکڑوں میں یہ انھیں ہونے لگا جس کا ذکر سورۃ اعراف کی آیت "وَنَسْتَلِفْهُنَّ مِنَ الْقُرْآنِ الذِّكْرِ" کا ترجمہ "ہم انھیں سے لے رہے" ہے۔

تفسیر در مختصر میں ص ۳۲ جلد ۲ میں ابن ابی حاتم سے نقل کیا ہے کہ ایت ہذا حدیث ہے عمرو کے بارے میں جہول اولیٰ مدعی تھا فوراً بعد
 ہند سے ان کے ظہر نے کی جنگوں میں چلا آ رہے تھے اس سے پہلے ایسے خطر انہوں نے بھی نہیں دیکھے تھے ان کا ہاتھوں سے بکڑا ہوا
 کھڑوں سے مارا بہت ہی زیادہ آسان تھا، اللہ تعالیٰ نے شیخ فرمایا تھا کہ اس امر کی رسالت میں کھانا قطعاً نہ کرنا جو کھانا کرنے سے پرہیز کرے گا
 وہ کامیاب ہوگا اور جو اسے نہ معلوم ہو جائے گی کہ کچھ ظہر اللہ تعالیٰ سے کون لارہا ہے (اور جو شخص کھانا کرے گا وہ گمراہ کافر کلاب کرے گا
 اور آزار میں کام لے گا)

احرام میں شکار مارنے کی جزا اور ادا کی کا طریقہ

جبکہ کوئی نہ کر گیا حالت احرام میں (یعنی کا احرام ہو یا عمرہ کا) یا شکاری کا جانور شکار کر احرام ہے۔ اگر کوئی شخص قصداً حالت احرام میں شکاری کوئی جانور مار کر لے (خواہ اس جانور کا گوشت کھلیا جائے یا نہ کھلیا جائے) تو اس کی جزا آیت ہادیس ذکر فرمائی ہے۔ یاد رہے کہ قصد یعنی شکار ان جانوروں کو کہا جاتا ہے جو وحشی ہیں یا انسانوں سے مانوس نہ ہوں جن سے دور بھاگتے ہوں جیسے شیر، گیدڑ، ہرن، لکڑی، ایل گائے، کبوتر، طاقت وغیرہ اور جو جانور انسانوں سے مانوس ہیں، مردان کے پاس رہتے ہیں جیسے گائے، بکری، بھینس، بکری، مرغی یا شکار میں داخل نہیں ہیں اور جو وحشی جانور ہوں ان میں سے بعض جانوروں کا مارنا حالت احرام میں بھی جائز ہے۔ یہ استحباباً نہایت شریفہ میں وارد ہوا ہے ان میں کوئی اور عقل اور کھیل اور سبب اور کھیلو مارنے والا کتا اور چو بھال ہیں۔ یعنی حرم کون کا قتل کرنا جائز ہے اور جو جانور حرم پر حملہ کرے اس کا قتل کرنا بھی جائز ہے اگرچہ ان جانوروں میں سے نہ ہوں جن کے قتل کی اجازت ہے۔

احرام میں شکار مارنے کی جزا جو آیت ہادیس ذکر ہے اس کا خلاصہ یہ ہے کہ جو جانور قتل کیا اس کا طمان، دایب، ہوا گاوڑاں کے طمان کی ادا کی جائے اس طرح کر دے کہ بطور جدی کبہ شریف کی طرف یعنی حدود حرم میں پہنچ کر دے، قصہ ہادیس ذکر کیا ہے "فَطْلُ فَطْلٍ مِنْ النِّعَمِ" (یعنی جو جانور قتل کیا ہے اس جانور کا قتل بطور جزا کے دایب ہو گا) اس کے بارے میں حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے یہ فرمایا ہے کہ جماعت میں اتحاداً جانور ہو جتنا بڑا جانور اس نے قتل کیا ہے مثلاً شتر مرغ قتل کیا ہے تو اس کے بدلہ ہی جبراً اونٹ یا گائے یا بکری یا گاوڑا قتل جماعت کے طور پر اس کی قیمت لگادی جائے ان کے ذریعہ کی قیمتیں کتب شافعیہ میں مذکور ہے۔

اور حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے نزدیک جماعت میں شکاری کا اعتبار نہیں۔ یعنی "فَطْلُ فَطْلٍ مِنْ النِّعَمِ" سے غسل صورتی (یعنی صما نہایت دلی برابری) امر نہیں ہے ان کے نزدیک ایک بقرہ تو قصداً غسل صورتی ہی مراد ہے غسل صورتی سے مراد یہ ہے کہ حصول جانور کی قیمت لگادی جائے مگر اس قیمت سے جانور خریدا کر بطور جدی حدود حرم میں ذبح کر دیا جائے۔

جس حرم نے شکار کیا ہے اسے اختیار ہے کہ قیمت کے عوض جدی کا جانور حدود حرم میں ذبح کر دے یا کسی دوسرے شخص سے ذبح کر دے اور اگر جدی کا جانور ذبح کرانے کے بجائے اس قیمت کو سکینوں پر صدقہ کرنا چاہے تو یہ بھی کر سکتا ہے۔ جس کی صورت یہ ہے کہ فی سکین بقرہ صدقہ نظر لگے یا اس کی قیمت صدقہ کر دے..... اور اگر لگے یا اس کی قیمت دینا نہ چاہے تو حساب فی سکین نصف صاع منہم کے حساب سے اتنی ٹار کے برابر دے دے کہ لگائی سکین بقرہ صدقہ نظر حساب کر کے دینے کے بعد اتنے پیسے کا بھی من میں ایک صدقہ نظر کے برابر نہیں خریدا جاسکتا تو اختیار ہے کہ یہ پیسے ایک سکین کو دے یا اس کے عوض ایک روزہ روک لے۔

جس جانور قتل کیا ہے اس کی قیمت کون گونج کرے اس کے بارے میں ارشاد ہے "تَمْخِطُكَ بِهِ فَلَظِطُكَ فَتُخْتَمُ" یعنی مسلمانوں میں سے وہ انصاف والے آدمی اس کی قیمت کا تخمینہ لگائیں۔ یہ تخمینہ اس جگہ کے اعتبار سے ہوگا جہاں وہ جانور قتل کیا ہے اگر جنگل میں قتل کیا تو جڑا ہوا وہاں سے قریب تر ہو اس کے اعتبار سے قیمت کا تخمینہ لگایا جائے۔

احرام میں جو قتل کیا گیا ہو اس کے حقیقی چند مسائل.....

مسئلہ: اگر جانور کی قیمت اتنی زیادہ ہے کہ بڑا جانور خریدا جاسکتا ہے تو اونٹ اور گائے حدود حرم میں ذبح کر دے، بکری ذبح کرے یا گائے یا اونٹ ان میں قتل کرانی کے جانور کے شرائط اور قربانی کے جانوروں کی عمروں کا لحاظ رکھے۔

مسئلہ: اگر مستحقانِ جانور کی قیمت کے برابر جلی کا جانور کھوج کیا اور جانور خرچہ نے کے بعد کچھ قیمت بچا گئی تو اس بقیہ قیمت کے بارے میں اختیار ہے طواف اور جانور طریقہ کرحد و حرم میں ذبح کر دے یا اس کا قطر کرے کر دے یا نقد کے حساب سے فی نصف صاع گیسواں ایک دو روز رکھے۔

مسئلہ: مسکینوں کو نقد دینا اور روزہ رکھنے میں حرم کی تبدیلی جسے بجا دیتے جلی کا جانور حد و حرم ہی میں ذبح کرنا حرام ہے یا ذبح کر کے فقراء و حرم میں صدقہ کر دے۔

مسئلہ: حرم کو جس جانور میں کا حکم کرے حرام ہے مگر اس نے اس میں سے کسی جانور کو کھل کر دیا تو وہ جانور حرام یعنی مردہ کے حکم میں ہوگا اور کسی کو بھی اس کا کھانا حلال نہ ہوگا۔

مسئلہ: حرم کو جس جانور کا کھل کر حرام ہے اس کو کھلی کر دینا یا بے کھانا دینا یا کھل کر توڑ دینا بھی حرام ہے مگر ان میں سے کوئی صورت پیش آجائے تو تخلیف کر لیا جائے کہ اس جانور کی کھلی قیمت ہوگی مگر اس قیمت کے بارے میں انہیں تین صورتوں میں سے کوئی صورت اختیار کر لی جائے جو کھلی کی سزا میں مذکور ہوگی۔

مسئلہ: مذکورہ جانور کا قطر اتنا ضرر ہو کہ اس نے کسی جانور کا قطر اتنا ضرر دیا تو اس پر اس کی قیمت واجب ہوگی اگر قطر سے اس سے مراد واپس کھل آتا تو اس کی قیمت واجب ہوگی۔

مسئلہ: اگر مذکور میں سے کھل کا قطر کیا تو دونوں پر بڑا کامل واجب ہوگی۔

مسئلہ: اگر کسی نے حاملہ برائی کے چیت میں بار یا داس میں سے ذبحہ بچا لیا اور وہ بھی مر گیا تو دونوں کی قیمت واجب ہوگی۔

مسئلہ: اگر کسی غیر حرم نے شکار کیا مگر اس میں یا نہ حال یا اس پر واجب ہے کہ شکار کو کھڑا کرے اگر نہ کھڑا کرے تو اس کے ہاتھ میں مر گیا تو اس کی قیمت واجب ہوگی۔

مسئلہ: جگر کے کھل کرنے سے کچھ واجب نہیں رہتا۔

مسئلہ: احرام میں حیوانی کا مارنا جائز ہے چاہے موقعی ہو اور چاہے اس سے اس کا مارنا جائز نہیں لیکن اگر مارنا چاہے کچھ واجب نہیں ہوگا۔

مسئلہ: اگر کسی حرم نے بون یا دلی تو کچھ صدقہ کر دے۔

مسئلہ: اگر کوئی حرم نہ لی مارے تو جتنا بھی چاہے خود یا بہت صدقہ کر دے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے پوچھا گیا تو فرمایا کہ ایک ہجرہ نذی سے بہتر ہے۔

مسئلہ: اگر گھوڑے سے چٹا کھار کھل کر دے تو اس میں بھی جڑا ہے، محمد کا بھی مذہب ہے۔

ابو جبرہ صامی احکام القرآن میں لکھتے ہیں کہ حضرت عمر اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہما اور ابو بکر صامی اور فقہاء و مفسرین کا بھی مذہب ہے اور قرآن کریم میں جملہ "مَنْعُ قَتْلِهِ" آیا ہے بیان حضرت کے نزدیک فلاں انسان سے احتراز کر کے لئے نہیں بلکہ یہ لفظ اس لئے جو جاندار کا کہ "وَقَتْلُ حَيَاةٍ فَتَقْتُلُ اللّٰهَ مُنْعًا" ہے اگرچہ اس پر حضرت ابو بکر کے نزدیک فلاں انسان پر ممانعت نہیں ہے بعض حضرات نے بھی فرمایا ہے کہ فلاں انسان میں کھل مہیک کی جڑا واجب نہیں، شیخ ابو جبرہ صامی فرماتے ہیں: "القول الاول هو الصحيح یعنی یہ بات اولیٰ صحیح ہے مگر اس کی دلیل میں فرماتے ہیں: "لا حرج في ان جسد الميت الاحرام لا يخلط فيها المعلوم وغير المعلوم" یعنی باب وجوب القديۃ الا ترى ان الله تعالى قد علّم العريضة ومن به الامم من راسه ولم يخلطها من اجاب الكفارة اس

اس پر یہ افکار ہوتا ہے کہ شراب کی حرمت سے مردمان پہلے کیلئے اوقات و حالات ہونا چاہیے اس کو بھیبت کیوں فرمایا؟
بصورتِ مسجد حدیث اس افکار کا جواب ہو سکتا ہے کہ چونکہ شراب کی حرمت کی نئی نازل ہوئی تھی اس لئے اقل طور پر اس سے منع
سازگار ہونا حق سب سے منع فرمایا۔ یہ تبھی اس لئے کی گئی کہ شراب کے منع سے پہلے اگلے ہی دست بردار ہو جائیں اور دلوں میں اس سے
کسی قسم کا گناہ نہ رہے..... آیہ کا سبب نزول جو کہ بھی ہو مگر حال اس میں ایک اصولی بات بتادی اور وہ یہ کہ بھیبت اور طیب برابر

خیٹ برلی چی کو اور طیب اچھی چیز کو کہتے ہیں۔ بعض حضرات نے طیب کا ترجمہ پاک اور طیب کا ترجمہ پاک کیا ہے۔ یہ بات منہجہم نام ہے اچھے برے اعمال اور اچھے برے سوال اور اچھے برے خواہش کو شامل ہے۔

بعض حضرات نے فرمایا کہ خبیثیت سے حرام مال اور طیب سے حلال مال مراد ہے اور بعض حضرات نے خبیثیت سے کافر اور طیب سے مؤمن مراد لیا ہے۔ ان اقوال میں کوئی تعارض نہیں البتہ اقوال قرآن کا ماحول سب کو شامل ہے۔ کسب مال میں بھی حلال کا دھیان رکھا جائے اور جب غنہ یا کسب کا مادہ میں تفریق کرنے کیلئے حلال اور حرام مال تفریق کریں اور مؤمن کو کافر قرار دیں جو بدلتی فہم کسی حد تک درست ہے۔

حرام مال سے صدقہ قبول نہیں ہوتا۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے شہداء کو یہ حکم دیا کہ جو دینی مال کا ہر اس میں سے صدقہ کرے گا اور اس میں سے خرچ کرے گا تو اس میں برکت نہ ہوگی اور اپنے پیچھے چھوڑ دینے کا تو یہ اس کے لئے اور خیر میں جانے کا تو قہر ہوگا۔ بے شک اللہ برائی کو برائی سے نہیں مٹاتا (یعنی بھیسے کا کر اس میں سے صدقہ کرے گا تو اس میں سے حرام مال پاک نہ ہو جائے گا اور حرام مال کے کانگہ و صاف نہ ہوگا) (مسند احمد ج ۱ ص ۳۱۷) وَاَلَمْ يَخْلُقْنَاكَ عَلَافًا لَّغَيْبٍ میں ارشاد فرمایا کہ کسی چیز کا لایا ہوا اس بات کی دلیل نہیں کہ وہ نجس بھی ہو۔ دہاں کا کفار زبوں ہیں اس کھڑکی کی جہ سے اللہ کے نذر یکساں نہیں ہوتے جو کہ اسلام کے دھوپار ہیں اس میں بھی اکثر اور ہیں جو بے بے گناہوں میں جتنا ہیں۔ بعض لوگ ان کی کھڑکی دیکھ کر گناہوں کی راہ اختیار کرتے ہیں جب ان سے کہا جاتا ہے کہ گناہ چھوڑ دو تو کہہ دیتے ہیں کہ انھوں نے آدمی گناہ کر رہے ہیں یہ بھی اللہ کے بندے ہیں یہ چاہتا ہے جواب ہے اللہ کے بندے تو ہیں مگر گناہگار بندے ہیں۔ تمہیں یہ بڑا گناہوں کی راہ اختیار کرنے کی ہے گناہگار بندوں کے پیچھے کہاں چلتے ہو۔

ایکشن کی قیادت..... آیت کریمہ سے ایکشن کی قیادت بھی معلوم ہو گئی چونکہ ایکشن کی دنیا اور کٹر ہے پر دیکھی گئی ہے اس لئے ایکشن میں آواز کی ہیبت ہوتا ہے جسے گوروں نے ناپا دل کیا ہے، بلکہ جسے کٹائی میں آوازوں کی کٹائی پر زور ہوا ہے وہ جیتا ہے طور کہ کسی بھی طرح ہو۔

معاذ اللہ! یہ بھی کی جاتی ہے وہ غرض ہے بھی جاتے ہیں فرق مخالف کے دلوں کے کس بھی کا سب کے جاتے ہیں۔

قطع نظر ان سب باتوں کے انگریز یہ کامیابی کی بنیاد رکھنا مستقل دہال ہے اور غیر شرعی چیز ہے جب انسانوں میں انگریزیت پھیلے اور مسلمان مسلمانوں کی ہے جنہیں اللہ کے دین پر خود غور چاہئے نہ دھرم والوں کے چلنے دینا ہے ایسے لوگوں کی رائے کا شرعاً کچھ وزن نہیں دینا چاہیے جب سے مسیحیت کا سلسلہ چلا ہے بہت سے لوگ جنہیں علم کا گمان بھی ہے وہ بھی مسیحیت کیلئے اپنی کوشش خرچ کرتے ہیں کہ ان کی کوششوں سے انھوں تک میں مسیحیت آگئی ہے گویا انھوں نے دین کا بہت بڑا کام کر دیا ہے لوگ مسیحیت کے دینی عقائد کو جانتے ہوئے اس کے لئے اپنی کوششیں صرف کرتے ہیں مگر مسیحیت کے اصول پر جو عمل کوئی کرے وہ بد مذہب زندہ ہی منکر اسلام منتخب ہوا جائے اسے سہارا دے جس کی حلقہ میں مروت میں ہوں لہذا کیا ان لوگوں کی طرف سے دین کو مل جائے (جو اس جیسے ہے

تھا میرا باپ کوٹ ہے اور کوئی کہتے تھے میری موتی کہاں ہے اس پر اللہ تعالیٰ نے آیت ۱۱۱ ازل فرمائی۔

مفسرین کثیر نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے یہ روایت بھی نقل کی ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حجۃ الوداع سے مستظاف ہو کر آیا تو فرمایا میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! (صلی اللہ علیہ وسلم) کیا ہر سال حج فرض ہے آپ نے خاموشی اختیار فرمائی، حاضرین نے دوبارہ سوال کیا تو فرمایا نہیں (اگر ہر سال فرض تھیں ہے) اور اگر میں ہاں کہہ دو تو ہر سال حج کرنا واجب ہو جاتا اور اگر ہر سال حج کرنا واجب ہو جاتا تو تم اس کی طاقت نہ رکھتے..... اس پر اللہ تعالیٰ نے آیت ۱۱۲ میں مذکور ہذا یا تَقِيَهُ الْغَيِّظُ اَنْتُمْ اَوْ تَحْتَمِلُوْا اِذَا زُلْزِلَتْ۔

اسباب نزول متعدد بھی ہو سکتے ہیں اس میں کوئی تقدس کی بات نہیں۔ اللہ تعالیٰ جل شانہ نے آیت کریمہ میں مسلمانوں کی اس بات کی ہدایت فرمائی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک وجہ و ہدایہ ملے اس کی چیزوں کے بارے میں سوال نہ کیا کر جن کی ضرورت نہیں ہے اور جن کے ظاہر کرنے سے سوال کرنے والے کو ناگہانی ہوگی اور جواب پھانٹ لگے گا ایک آدمی نے یہ چھوڑا کہ میرا مکان کہاں ہے آپ نے جواب دیا کہ دراصل میں ہے بات معلوم کرنے کی ضرورت تھی پھر جواب دہ کو وہ درخت تھا جس پر حضرت صحابہ رضی اللہ عنہم مسائل و احکام پر بات کیا ہی کرتے تھے اور سوال کرنے کا حکم بھی ہے جیسا کہ سورہ نمل اور سورہ انعام میں ارشاد ہے فَاسْأَلُوْهُ اَعْلَى الْاَلَمِ اِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ (ا سوال کرو اعلیٰ عالم سے اگر تم نہیں جانتے) معلوم ہوا کہ مذکورہ آیت میں جن چیزوں کے بارے میں سوال کرنے سے ممانعت فرمائی ہے وہ ایسی چیزیں ہیں جن کی ضرورت نہ ہو۔

صاحب روح المعانی صفحہ ۳۷۱ جلد ۳ میں لکھتے ہیں۔

والسمراد بها مالا يحير لهم فيه من نحو التكليف الصعبة التي لا يطيقونها والاسرار الخفية التي لا يفطنون بها فكذلك ان السؤال عن الامور التي العوض صعب الابداء هاتكذلك السؤال عن تلك التكليف مسجع لاجلها عليها بطريق التشبه لسانهم الادب وتركيهم ماعود الاولي بهم من الاستسلام لامر الله تعالى من غير بحث فيه ولا اضر من عن الكيفية والكيفية (ان آيات میں اشیاء صعبہ و معاملات مراد ہیں جن کے پرچھے میں کوئی پہنچائی نہیں ہے جیسا کہ وہ مشکل و مسائل ہیں جن کی وہ طاقت نہیں رکھتے اور وہ غیر مجاہدین کے اعتماد سے دور رہا کرتے ہیں جن چیزوں کے بارے میں سوال کرنا ان کے ظاہر کرنے کا سبب ہے اسی طرح ان مسائل میں ان کے بارے میں سوال کرنا بے ادبی اور غیر لائق بحث و مکمل اور کیفیت و کیفیت کے بارے میں نقل و قال کے بغیر اللہ تعالیٰ کے احکام کے کئے گئے کو چھوڑنے کی وجہ سے ان پر چلنے کے طور پر ان احکام کے واجب ہونے کا سبب ہیں)۔

یعنی آیت ۱۱۱ میں جن اشیاء کے بارے میں سوال کرنے کی ممانعت فرمائی ہے ان سے وہ احکام مراد ہیں جن کی طاقت نہیں اور وہ پریشیدہ و مجید کی چیزیں مراد ہیں جن کے ظاہر کرنے میں بعض لوگوں کی دھواں ہو سکتی ہے۔ کیونکہ جس طرح گناہ و امور کے بارے میں سوال کرنے پر صحیحی اس بات کو معلوم ہے کہ اس کو ظاہر کیا جائے اسی طرح تکلیف شاذ یعنی سخت احکام کے بارے میں سوال کرنا اس امر کو عزم ہے کہ حکماء ان احکام کو بطور سراسر ادائیگی کی پاداش میں واجب کر دیا جائے، اور جو طریق اختیار کرنا چاہیے تو یقینی اللہ تعالیٰ کے علم کو مان لیا اور کیفیت و کیفیت کی بحث میں نہ پڑنا اس کے نزدیک کرنے کی وجہ سے غم میں نہ پڑ کر دی جاتی ہے۔

پھر فرمایا وَاِنْ نَسْتَفْهِمُ لَنَفْهَمُنَّ اِنَّ الْقُرْآنَ لَكُنْزٌ كُنْزٌ (یعنی نزول قرآن کے وقت سوال کر کے تمہارے ہواؤں کا جواب

بذریعہ دینی دیہانے کا اور سوال کا جواب ملے گا تو ضروری نہیں کہ مسائل کے مرضی کے مطابق ہو۔ لہذا سوال ذکر مذہبی کیجے جب حاکم ابو بکر جصاص رحمۃ اللہ علیہ احکام القرآن مطبوعہ ۱۲۸۳ھ میں تحریر فرماتے ہیں کہ آیت کریمہ میں ان چیزوں کے بارے میں سوال کرنے سے منع فرمایا جن کے جاننے کی حاجت نہیں تھی مثلاً عہد ائمہ میں عذائے بے چارہ یا میرا باپ کون ہے؟ اس سوال کی ضرورت نہ تھی کیونکہ حسب کاعدہ شریعہ الولد للفرع ایش عذائی حاجت غلب تھے پھر اگر عہد عذائے کے خلفہ کا وہ کسی اور سرے کے خلفہ سے پیدا ہوئے ہوتے تو آپ اس کو بخیر برداشتے تو کس قدر سوالی ہوئی۔

اسی طرح وہ جو ایک صحابی نے عرض کی کہ کیا ہر سال حج فرض ہے؟ اس کی کوئی ضرورت نہ تھی مگر رسالت آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرمادیتے کہ ہاں ہر سال فرض ہے تو ساری امت کس قدر تکلیف میں مبتلا ہو جاتی۔

پھر فرمایا: "عَلَيْكُمْ اللَّهُ عَلَيْهَا" اس کی ایک تفسیر تو یہ کہ کسی کتاب تک جہنم نے ناموس سوال کئے ہیں یہ سوال کرنا اٹھنے سے منع کر دیا اور بعض حضرات نے اس کی یہ تفسیر کی ہے کہ جو احکام تمہیں نہیں ملے گئے وہ معاف ہیں لیکن جو حکم تمہیں ملے ہے اس کے بارے میں تم سوال نہ کرو۔ ہو سکتا ہے سوال کرنے سے ان کے بارے میں علم بڑھ جائے اور جب تک کسی چیز کے بارے میں علم یا ایمان نہ ہو تو حکم نہیں ہے اس کے بارے میں تمہیں اختیار ہے اس کے بارے میں سوال نہ کرو۔ سوال کر کے اور کر کے اور کوئی چیز کیوں واجب کر دیتے؟

ایک حدیث میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے یہ کوفہ فرائض مقرر فرمائے ہیں تم انہیں ضائع نہ کرو اور یہ کاعدہ مقرر فرمائی ہیں تم ان سے آگے نہ چڑھو اور یہ کوفہ چیزیں وہ کرام قرآن دیا ہے تم ان کا رد کتاب نہ کرو اور تم پر مصداق فرماتے ہوئے بہت سی چیزوں سے خاموشی اختیار فرمائی اور یہ خاموشی بھی لکھی کہ جب سے نہیں ہے لہذا تم ان کے بارے میں سوال نہ کرو۔ (رواہ ابوداؤد ترمذی وغیرہ) کمال انوری فی امجدہ دال حدیث حسن

گزشتہ قیوموں نے سوالات کئے پھر منظر ہو گئے:..... پھر فرمایا: "لَا تَسْأَلُوا عَنْ شَيْءٍ قَدْ بَيَّنَّا لَكُمْ لَكُمْ أَنْتُمْ خَوَّاهُ تَحْزَنُونَ" کہ تم سے پہلے لوگوں نے سوال کیے تھے مگر ان کے منکر ہو گئے معنی جب ان سوالات کا جواب دیا گیا تو ان جماعتوں سے منع نہ ہوئے اور جو حکم ہمارا پر عمل نہ کیا۔ یہود و نصاریٰ کی ایسی عادت تھی کہ چاہتے تھے ہر عمل نہیں کرتے تھے۔

حضرت مسلم علیہ السلام کے حوالہ میں کا یہ سوال کرنا آسان سے ناموزن نہ ہو۔ یہ تو مشہور ہی ہے ناموزن نہ ہو تو ان لوگوں سے کہا گیا تھا جو کھا سکتے ہو کھا تو اس سے انکار نہ کیا لیکن وہ لوگ نہ مانے اور نہ کھا رہے۔ اسی طرح قوم قہو نے یہاں سے فاطمی اٹھانے کا سوال کیا پھر یہ بھی کھل آئی کہ میں ایمان نہ لائے اور نہ فاطمی کو کھاتے۔

جو کوئی ضرورت پیش آگئی ہو اس کے بارے میں سوال کرنا درست ہے اور خود کو جواب ضرورت سوال کرنے میں امانت و وقت بھی ہے اور ایمانی کا ارتکاب بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا من حسن اسلام العزہ ترکہ حالاً بعیدہ (ترمذی) لیکن انسان کے اسلام کی ایک غلطی یہ ہے کہ کہہ دیتی ہے کہ ہمارے لوگوں کو دیکھا جاتا ہے کہ فرائض و واجبات تک نہیں جانتے نماز تک پڑھیں لیکن ابھر آخر کے سوالات کرتے رہتے ہیں۔

علامہ ابو بکر جصاص کا ارشاد..... علامہ ابو بکر جصاص احکام القرآن میں تحریر فرماتے ہیں کہ بعض لوگوں نے آیت ہا سے اس پر استدلال کیا ہے کہ عبادت و اراد کے بارے میں جواب و سوال نہ کیا جائے۔ یہ لوگ کہتے ہیں کہ جب اللہ تعالیٰ نے جان نہیں فرمائے تو ہمیں ان کی حاجت نہیں تھا اور احکام طہر مخصوص ہیں ان کے بارے میں خود کو لڑ کرنے کی ضرورت نہیں ان لوگوں کا یہ کہنا بھی نہیں احکام

غیر مخصوص کے بارے میں سوال کرتا آیت کے مفہوم میں داخل نہیں ہمارا اس کی دلیل یہ ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہاں پر جناب رضی اللہ عنہ کو ہدی کے کلمات حرم تک لے جانے کی امدادی پیش کی تو انہوں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ! اگر ان میں سے کوئی جانور ہوا کہ ہوئے لگے تو اس کا میں کیا کروں؟ آپ نے فرمایا کہ اس کو ذبح کرو چنانچہ اس کے جوئے کو (جو اللہ رب تعالیٰ کے اس کی گردن میں پڑا ہو کہ یہ جلی کا جانور ہے) اطوار سے رنگ دینا۔ حضرت انہوں نے ایک صورت حال کے بارے میں سوال کیا جو پیش اسکلٹی تھی۔ آپ کو اس سوال سے کچھ بھی ناگہاری نہ ہوئی اور جواب دیتے وقت فرمایا۔

شیخ ابو بکر جصاص نے اور دو تین روایتیں اسکی نقل کی ہیں جن میں آئیکہ واسلہ واقعات کے بارے میں سوال پیش کرنے پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے جواب دینے کا ذکر ہے اس کے بعد لکھتے ہیں طر طرح کی بہت سی احادیث ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ اسور غیر مضمومہ کے بارے میں سوال کرنا ممنوع نہیں بلکہ لکھتے ہیں کہ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم مسجد میں بیٹھ جاتے اور نئے نئے مسائل کے بارے میں آپس میں مذاکرہ کرتے تھے اور حضرت تابعین کا معمول رہا اور ان کے بعد فقہاء نے اپنا معمول بنایا اور آج تک ایسا جاری رہا ہے اس کے بعد شیخ ابو بکر جصاص لکھتے ہیں کہ اسور غیر مضمومہ کے بارے میں خود لوگ پر تکبر کرنے والے وہی لوگ ہیں جو جاہل ہیں۔ جنہوں نے حدیث کو ایسے معانی پر محمول کیا جن کا نہیں علم تھا ان کے بارے میں بولنے سے اور ان کا فرقہ متعبدہ کرنے سے عاجز رہے۔ لہذا اگر ہم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: ”زب حامل فلفہ غیر فلفہ و زب حامل فلفہ الہی من هو الفلفہ منہ“ (بہت سے حامل فقہا ایسے ہیں جو خود فقہ نہیں اور بہت سے حامل فقہا ایسے ہیں جو اپنے سے زیادہ فقہ تک پہنچا دیتے ہیں)۔

علامہ جہاں اس کے بعد لکھتے ہیں کہ یہ جماعت جو احکام غیر معصومین میں نمودگر کرنے کا اہکار کرتی ہے یہ لوگ اس آیت کا صحابی ہیں **مَنْ قَتَلَ طَائِفًا مِّنَ النَّبِيِّينَ يَكْفُرُوا لَمْ يَكُنْ لَهُمْ تَعْمِيلًا وَمَا كَانُوا فَاعِلِينَ**۔

مَا جَعَلَ اللَّهُ مِنْ بَحِيرٍ وَلَا سَابِيَةٍ وَلَا وَصِيَّةٍ وَلَا حَامٍ، وَلَكِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا

[illegible]

يُفْتَرُونَ عَلَى اللَّهِ الْكَذِبَ، وَأَكْثَرُهُمْ لَا يَعْقِلُونَ ﴿٥٠﴾

انگریزوں کی ہمت اور جرات کے لئے ان کے پاس اس وقت بھی اس قدر فوجیں تھیں جتنی کہ چاہئے تھیں۔

مشرکین عرب کی تردید جنہوں نے بعض جانوروں کو حرام قرار دے رکھا تھا

اور ان کے نام تجویز کر رکھے تھے اور اسے اللہ تعالیٰ کی طرف منسوب کرتے تھے

دنیا میں جو گمراہیاں پھیلیں ان میں سب سے بڑی گمراہی شرک ہے اور شرک کی بھرتی انواع و اقسام ہیں جن میں سے بعض اقسام ایسے ہیں کہ ان میں جانوروں کو بڑا کر شرک بنایا گیا۔ جیسا کہ سورہ نسا (۴) میں گمراہوں کے کچے پھلے ان کے حضور میں رکھ کر۔

لَا يَحْزَنُ مِنْ ذَلِكَ نَبِيٌّ مَفْرُوحًا ۖ وَلَا جُلُوسُهُمْ وَلَا مَائِيَّتُهُمْ وَلَا مَرْثُهُمْ فَلْيَتَكَلَّمُوا بِإِذْنِ الْإِسْلَامِ وَلَا مَرْثُهُمْ
فَلْيَتَكَلَّمُوا عَلَى اللَّهِ

(میں تیرے بندوں میں سے اپنا مقررہ حصہ لوں گا اور میں ان کو کر دوں گا اور میں ان کا اور میں ان کو آزدوں گا اور میں ان کو ختم کروں گا جس کی وجہ سے وہ چار چاروں کے کانوں کو کانٹیں گے اور میں ان کو ختم کروں گا جس کی وجہ سے ان کی جلی ہوئی صورت کو پانی سے) شیطان نے اپنی کوششیں جاری رکھیں اور بہت سے لوگوں کو اپنی طرف کا لپکا شریک و کفر میں ڈال دیا اور مشرکوں نے ان کے نام پر جانوروں کے کان بھی کاٹنے اور کی طرحوں سے جانور کو شریک کا ذریعہ بنایا جس طرح انھوں نے نام جو پر کر لیتے تھے۔ اسی طرح جانوروں کے نام بھی مقرر کر لیتے تھے۔

آیت بالا میں اس طرح کے چار ناموں کا ذکر فرمایا ہے اول بھیرہ دوم سائب سوم ولیلہ چہارم حام۔

صاحب روح البیان نے سورت ۴۴ جلد ۲ میں بھیرہ کی تفسیر یہ لکھی ہیں ان میں سے ایک قول زہران کا نقل کیا ہے اور یہ کہ اصل بانیہ ہے کہ تھے کہ جب کسی اونٹنی سے پانچ مرتبہ بچے پیدا ہو جاتے اور پانچویں مرتبہ نہ ہوتا تو اس کے کان کوچھو دیتے اور پھر اسے ذبح کر دیتے تھے اور اس پر سواری کرتے اور پھر اسے نہ پانی سے نہ کا ہا تاہوت کی جگہ چرنے سے منع کیا جاتا تھا اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے یہاں نقل کیا ہے کہ جب کسی اونٹنی کے پانچ بچے ہو جاتے تو پانچویں بچے کو رکھتے اگر نہ ہوتا تو ذبح کر کے کھا جاتے اور نہ ہوتا تو کان چیر کر پھونڈ دیتے تھے وہ چار بھیرہ تھا اور اس پر سواری وغیرہ کا کام کوئی نہیں لیتے تھے اور بعض اقوال نقل کئے ہیں۔

سائبہ کے بارے میں بھی اہل کتب اقوال لکھے ہیں۔ محمد بن اسماعیل سے نقل کیا ہے کہ سائبہ وہ اونٹنی ہوتی تھی جس کے دس بچے پیدا ہو جاتے اسے پھونڈ دیتے تھے نہ اس پر سواری کرتے تھے نہ اس کے بال کاٹتے تھے نہ اس کا دودھ دیتے تھے۔ یہاں اگر کوئی مہمان اس کا دودھ لیتا تو اس کی اہانت تھی اور ایک قول یہ نقل کیا ہے کہ "سائبہ" وہ جانور تھا جسے ان کے نام پر پھونڈ دیتے تھے اور بہت خالوں میں جو پکائی دیتے تھے ان کے حوالے کر دیتے تھے اور اس کا گوشت صرف مسافر اور انہی کی طرح لوگ کھاتے تھے۔ یہ تعبیر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے منقول ہے۔

وصیلہ ... وصیلہ کے بارے میں بھی کئی اقوال نقل کئے ہیں۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے نقل کیا ہے کہ "وصیلہ" اس کبوتری کہتے تھے جس کے سات مرتبہ بچے پیدا ہو جائیں۔ ساتویں بھیرہ پر اگر کوئی پیدا ہو جائے تو اس سے عورتیں ذرا بھی متعلق نہیں ہو سکتی تھیں۔ یہاں اگر وہ مرد ہو جاتی تو مرد اور عورت سب اسے کھا سکتے تھے اور اگر ساتویں مرتبہ نہ ملے سے ایک بچہ اور ایک بیٹی (نر اور مادہ) پیدا ہو گئے تو کہتے تھے کہ "وصلت وصلہا" (کھانے بھائی کے ساتھ جڑواں پیدا ہوئی ہے) پھر ان دونوں کو پھونڈ دیتے تھے اور اس سے صرف مرد متعلق ہوتے تھے۔ عورتیں متعلق نہیں ہوتی تھیں۔ اگر یہ مادہ مرد ہو جاتی تو عورتیں مرد سب متعلق ہوتے تھے۔

اور محمد بن اسماعیل کا قول ہے کہ "وصیلہ" وہ کبوتری تھی جس کے پانچ بچوں سے عورتیں مادہ پیدا ہو جائیں۔ پھر جب نر اور مادہ ایک ہی محل سے پیدا ہو جاتے تو کہتے تھے کہ یہ اپنے بھائی کے ساتھ جڑواں پیدا ہوئی۔ لہذا اسے ذبح کر دیتے تھے۔

حام کی تفسیر بھی اس اختلاف سے پہنچی گئی ہے ہم کامل کا سینہ سے جس کا تعلق پچانے اور غلو اور کھانے کا ہے۔

لہذا کہ قول ہے کہ جس ساڑ کے بچے کا پچا اونٹنی کو حلال کر دیتا تھا اس اونٹنی کو حلال کہتے تھے اس پر سواری نہیں کی جاتی تھی آزاد پھونڈ دیا جاتا تھا اور کہتے تھے کہ اس نے اپنی کبوتری حیثیت کو ختم کر لی اسے کبوتری جگہ پائی ہے یا چاہا کہ وہ سے بنایا نہیں جاتا تھا اور ایک قول یہ ہے کہ جس ساڑ کی پشت سے اس مرتبہ حلال ہو کر اونٹنی بچے جن کو تھی اسے حلال کہتے تھے اور کہتے تھے کہ اس نے اپنی کبوتری حیثیت کو ختم کر لی اس پر

کہ وہ جو ادا کرتے ہیں ان کی پائی اور گھاس کی جگہ سے دہلیا جائے گا۔

یہ سب تحریم اور تحفیس اہل جاہلیت کی اپنی فتنہ اور شیعہ اور فتنی اور اس کے انکار کا سبب بن گیا۔ سب ان لوگوں نے خود تشریح کر کے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے یہ عزت عطا کر دی کہ ان لوگوں کو کچھ بھی حقیقی فتنہ نہ ملے۔ لیکن وہ یہیں کہتے تھے کہ اللہ تعالیٰ کے حکم سے ہم یوں کرتے ہیں اور شرک بھی کرتے تھے اور پھر اللہ کی طرف سے ان کی ایست بھی کرتے تھے۔

اللہ تعالیٰ اہل جاہلیت نے فرمایا کہ ”اللہ نے ان جانوروں کے بارے میں یہ احکام نازل نہیں فرمائے بلکہ ان لوگوں نے خود گنہگار بن گئے اور اللہ پر شک کر دیا۔ یہ جھوٹا کہہ دیا کہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں حکم دیا ہے۔“

وَلَيْكُنَ لِلْغَنِيِّاتِ ظَنُّهُنَّ وَأَنَّ اللَّهَ يَكْفُلُهُنَّ ۚ وَاللَّهُ يَخْلُصُ الْمُؤْمِنِينَ مِنَ الظَّالِمِينَ ۚ وَلِيكُنْ لِلظَّالِمِينَ عَذَابٌ أَلِيمٌ (میں تحریم کا اختیار صرف اللہ تعالیٰ ہی کے پاس ہے کی مخلوق کے لئے یہ جائز نہیں کہ اپنے طریقہ سے کسی چیز کو حلال یا حرام قرار دے۔ سوائے توہم لوگوں کو خود حرام قرار دے۔ یہ بہت بڑا گناہ ہے۔ پھر اس تحریم کی نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف کرنا۔ ایک اس نے ان کے حرام ہونے کی کوئی تصریح نہیں فرمائی یہ گناہ بڑھ گیا ہے۔ شیطان کا یہ طریقہ ہے کہ لوگوں سے شرک کر دے اور پھر اپنے ماننے والوں کو یہ سمجھا دے کہ یہ سب اللہ تعالیٰ کا تبارک و تعالیٰ کا طریقہ ہے۔ ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سورج گرہن کی نماز پڑھائی نماز سے فارغ ہو کر فرمایا کہ مجھے اس مقام میں وہ سب چیزیں دکھائی گئیں جن کی تم کو خبر دی گئی ہے میں نے یہاں جنت کو دیکھا اور دوزخ کو بھی دیکھا اور میں نے اور اس میں عروہ کی کو دیکھا اور یہاں مجھے خدا جس سے ”ساتھ“ جانوروں کا طریقہ جاری کیا۔ (صحیح مسلم صفحہ ۳۹۹)۔

عروہ کی گئی سے سو اب کا سلسلہ جاری کر دیا تھا اور عرب کے لوگ اسی کی راہ اختیار کر کے ہوئے تھے اور اس طریقہ کو اللہ تعالیٰ کی طرف منسوب کرتے تھے کہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں یہ بتایا ہے۔ یہ کہہ کر یہ میں اس کی تردید فرمائی ہے اور یہ بھی فرمایا اور انھیں فتنہ لا یظہرون ان کہ ان میں سے اکثر لوگ کلمہ نہیں دیکھتے۔

وَإِذَا قِيلَ لَهُمْ تَعَالَوْا إِلَىٰ مَا أَنزَلَ اللَّهُ وَإِلَى الرَّسُولِ قَالُوا حَسْبُنَا مَا وَجَدْنَا

اور جب ان سے کہہ دیا کہ آؤ اس کی طرف جو اللہ تعالیٰ نے نازل فرمایا اور اس کی طرف آ کر سمجھو کہ ہمیں وہ کوئی ہے جس پر ہم

عَلَيْهِ آبَاءُؤُنَا أَوْ لَوْكَانَ آبَاؤُهُمْ لَا يَعْلَمُونَ شَيْئًا وَلَا يَهْتَدُونَ ﴿۷﴾

ہم پر باپ دادوں کو اپنا باپ اور اس کے پیچھے ہمیں گئے آؤ جن کے باپ وہ سے گمراہی نہ جانتے تھے اور نہ ہمارے تھے۔

اہل جاہلیت کہتے تھے کہ ہم نے جس دین پر اپنے باپ دادوں کو پایا وہ ہمیں کافی ہے

اہل جاہلیت نے جو شرک اور کفر کے کام اختیار کر رکھے تھے اور جن تحریم کے احکام جاری کر رکھے تھے ان کے بارے میں ان کے پاس اللہ تعالیٰ کی طرف سے کوئی سند نہ تھی۔ جب ان سے پوچھا جاتا تھا کہ یہ کام تم کیوں کرتے ہو تو یہیں کہہ دیتے تھے کہ ہم نے اپنے باپ دادوں کو اسی پر پایا ہے اور ہمیں اور کسی وجہ سے اس کی ضرورت نہیں۔

جب اللہ تعالیٰ کی کتاب ان کے سامنے پیش کی جاتی تھی اور اللہ تعالیٰ کا رسول ملتا تھا انہیں وہ حق دیتا تھا تو وہ اس کی طرف ہاتھ دھکیلتے تھے اور یہ یہاں دیکھا جا رہا ہے۔ یہ تھے کہ ہمیں باپ دادوں کا اللہ تعالیٰ سے اللہ تعالیٰ نے ان کی جاہلیت کا جواب دیتے

ہوئے ارشاد فرمایا: **وَالَّذِينَ كَانُوا لَا يَتَلَفَعُونَ خَبْرًا وَلَا يُهَيِّفُونَ ذُلًّا** کیا اپنے باپ داداؤں کے گھر پر تیرے آگے رو بہ
 جاؤ گے تو کوئی غم نہ ہوگا اور اور عبادت پر نہ ہوں **لَا يَسْتَخِيمُونَ** کیا اپنے باپ دادا سے عبادت پر ہوں ان کے راستے پر چلا کر دے گا۔
 اسی کو سورۃ انفاس میں فرمایا: **وَالَّذِينَ كَانُوا لَا يَتَلَفَعُونَ خَبْرًا وَلَا يُهَيِّفُونَ ذُلًّا** کیا اپنے باپ دادا سے عبادت پر ہوں ان کے راستے پر چلا کر دے گا۔
 جسے خود کو بھی پرہیزگار ہوں اور حق کا راستا ہو راستہ اگر کسی کو بھی پرہیزگار ہوگا۔

ابن رشد کے نزدیک حق کا معیار "معاذ خولہ" (یعنی اللہ تعالیٰ کی کتاب) اور اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعلیم ہے۔ جو لوگ ان دونوں کا اتباع کرتے ہیں وہ لوگ حق کا حامل ہیں اور جو لوگ کتاب اللہ اور طریقہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خلاف چلتے ہیں ان کے اتباع میں سراپا رہائی اور ہلاکت ہے۔ ایمان اسلام میں بہت سی باتیں اور شریکے ہیں جن میں جہاد، جہنم، جہنم کے پورے ہیں ان کو کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی طرف سے دی گئی ہے۔ "وہ اجماع کے اتباع کا سہارا لیتے ہیں اور یہ گمراہی میں جھٹ پڑ جاتے ہیں۔ یہ عقول اور شریکے رسول کا ایسا چمکا لگا ہے کہ کتاب اللہ اور سنت رسول کی طرف آنے کو تیار ہی نہیں ہوتے۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا عَلَيْكُمْ أَنْفُسَكُمْ لَا تَضُرُّوهُمْ مَنْ قُلَّ إِذَا اهْتَدَيْتُمْ إِلَى اللَّهِ

اسے جیسے ۱۹۷۱ء کی جہاں کی فکر کرے۔ اس کا صحیح تصور ہو گا اور جسے خبر نہ ہو گا اسے اس کا صحیح تصور ہو گا۔ یہ اس کے لیے ایک انقلابی فیصلہ ہے۔ اسے اس کے لیے ایک انقلابی فیصلہ ہے۔

فَرَجَعَكُمْ جَمِيعًا فِيمَن كُنتُمْ تَعْمَلُونَ ﴿٥٠﴾

[illegible]

اے نفسوں کی اصلاح کرو۔

اسی آیت میں مسلمانوں کو حکم دیا کہ اپنی جانوں کی فکر کریں، اعمال صالحہ کریں، گناہ سے بچیں اور گناہ سے بچنے کے لیے اگر خود جاہلیت سے ہوں
محبت دوسرا کوئی شخص جو کر اور نہ کر، اور خیر نہ پہنچائے گا۔

الحق کے مہم سے یہ پیام ہوتا ہے کہ ہم بالعرف اور فی الحق انکھ ضروری نہیں لیکن حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس مہم کو فرما دیا اور فرمایا کہ تم لوگ یہ بات یاد رکھو کہ لَقَدْ عَلِمْتُمْ الْفِتْنَةَ لَا تَعْلَمُونَ فَمَنْ ضَلَّى فَلَا تَغْفِرُ لَهُمْ جُنُودَ (اور) اس کا مطلب غلط لینے کو کہ فی الحق انکھ ضروری نہیں تھا یہاں تک کہ انھیں (کیونکہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے تابہ کہ لوگ جب منکر کو دیکھیں اور اس کی تقریر نہ کریں (یعنی اسے دور نہ کریں) تو قریب ہے کہ اللہ تعالیٰ ان سب پر عام عذاب بھیج دے گا۔ (تفسیر ابن کثیر ۱۰: ۹۰ جلد ۱۰ صفحہ ۱۰۷)

منہر میں کھڑے ہمارے مہر ادا فی نقل کیا ہے کہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے ایک شخص نے یہ تہنید "علیکم نفسکم ولا یحضرکم ختم من صلی اللہ علیہ وسلم" کے بارے میں سوال کیا تو فرمایا کہ یہ وہ شخص ہے (جس میں اپنی ذات کا ٹکڑا چھوڑنا اور نبی کی (لحکمر زکرو) آج قیامت آتی جاتی ہے۔ (یعنی تخلیق کا اثر لایا جاتا ہے) جس مقبرہ میں یہ لایا جاتا ہے گا کہ وہ امر بالمعروف کر کے قیامت کے راجح میں یہ حامد ہو گا۔ اور اگر نہ ہو گا اس وقت قیامت کی بات قبول نہ کی جائے گی اس وقت اسے بدل کرنے کا موقع ہوگا۔

سنی تہذیب میں ان میں شیعائی کا بیان نہیں کیا ہے کہ میں حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پاس آ جاؤں میں نے کہا اس آیت کے بارے میں آپ کیا فرماتے ہیں؟ انہوں نے فرمایا کہ میں نے اس آیت کے بارے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے دریافت کیا تھا آپ نے فرمایا کہ اگر ہمارے ہر نبی میں انشراح کرتے رہے۔ یہاں تک جب تم کو ایسا کر لگو گی کا اجر ملے گا یا جاتا ہے اور خود شہادت کا اجر ملے گا یا جاتا ہے اور ہر ایک کی دین پر چلتے ہوئے اس کا ہونا چاہیے اس نے ہاتھ میں انگ کے اشارے سے بکارتے ہیں۔ ان دنوں میں چھپے پھیلے ان کے ایسے پکاس آدمیوں کا وہاں سے بڑے کا ذکر تھا راہیں باطل کرے۔ (قال ابو سعید یہذا حدیث حسن)

ان روایات سے معلوم ہوا کہ آیت میں یہ نہیں بتایا کہ ہر شخص انہی سے اپنی جان کو نیکر دیتا ہے اور اس بالعرف اور نبی میں انشراح کا کام نہ کرے۔ اپنی جان کو صلاح و امتحان کے ساتھ نیکر دیتے اور اس بالعرف و نبی میں انشراح دینے کا وقت اس وقت آئے گا جب کوئی کسی کی نسبت کا طور جو شخص اس بالعرف اور نبی میں انشراح کا کام انجام دے گا اس کو لوگوں کی طرف سے ایسی چیزیں اور تحفوں میں مبتلا ہوا کرے گا۔ جسے کوئی شخص ہاتھ میں پکارتی لے لے۔ البتہ اپنے اعمال اور اپنی اصلاح کی طرح رکھنا چاہیے اور ہر حال میں ضروری ہے۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَشْهَادُ بَيْنَكُمْ إِذَا أَحْضَرَ أَحَدُكُمْ الْمَوْتُ حِينَ الْوَصِيَّةِ الَّذِينَ ذَوَّاعِلُ

ایہ اللہ کے بندو! آپ تم میں سے کسی کو موت آنے لگے جب کہ وصیت کا وقت ہوگا تو وہی لوگ ہیں جو دیدار میں

مَنْتُمْ أَوِ الْآخِرِينَ مِنْ غَيْرِكُمْ إِنْ أَنْتُمْ صَرَفْتُمْ فِي الْأَرْضِ فَأَصَابَكُمْ مُصِيبَةُ الْمَوْتِ

فراموش سے ہوں یا نہ ہو۔ دوسری قوم سے ہوں اگر تم زمین سے ہوتے ہو یا اگر تم کو موت کی مصیبت آگیا ہو

تَحْسِبُونَهَا مِنْ تَعْدِ الصَّلَاةِ فَيُقْبَلُ مِنْ يَدِ اللَّهِ إِنْ أَنْتُمْ لَا تَشْكُرُونَ وَمَنْ شَرَىٰ بِهِ فَمَا قُرْبَىٰ

انہیں جس وقت بھولیں وہ بھی کو قریب سے بھول جائیں اگر وہ اللہ کی طرف سے نہ لے کر لیں تو کون کون سی چیزیں

وَلَا تَكُنْ مِنْ شَهِادَةِ اللَّهِ إِنْ لَمْ يَكُنْ مِنَ الْآمِنِينَ ۝ كُنْ غَيْرَ عَلَىٰ أَلْسِنَةٍ أَسْحَقًا إِنْ شَاءَ الْآخِرِينَ

اور اللہ کی شہادت میں نہ ہو اگر وہ اللہ کے آمینوں میں نہ ہو تو اس کی شہادت سے اس کی زبان سے اس کی شہادت سے اس کی

يَقُولُونَ مَقَامَهُمَا مِنَ الَّذِينَ اسْتَحَقَّ عَلَيْهِمُ الْأَوْلَیٰنِ فَيُتْبَعُ مِنْ يَدِ اللَّهِ أَشْهَادُ تَنْتَ أَهَقُ

کہ کہ پھر ان کی زبان سے ان کی شہادت سے اس کی شہادت سے اس کی شہادت سے اس کی شہادت سے اس کی

مِنْ شَهِادَتِهِمَا وَمَا اعْتَدَيْنَا ۝ إِنْ لَمْ يَكُنْ مِنَ الْآمِنِينَ ۝ ذَلِكَ أَذَىٰ أَنْ يَأْتُوا بِاللَّشَادَةِ

میں ان کی شہادت سے اس کی شہادت سے اس کی شہادت سے اس کی شہادت سے اس کی شہادت سے اس کی

عَلَىٰ وَجْهِهَا أَوْ يَخَفُوا أَنْ تُرَدَّ أَيْمَانُهُمْ تَعْدَ أَيْمَانِهِمْ وَاتَّقُوا اللَّهَ وَاسْتَغْفِرُوا ۝ وَاللَّهُ لَا

وہ اپنے اپنے شہادت سے اس کی شہادت سے اس کی شہادت سے اس کی شہادت سے اس کی شہادت سے اس کی

يَهْدِي الْقَوَمَ الْفَاسِقِينَ ﴿١١﴾

فَإِنَّ قَوْمَهُ يَصْطَلِحُونَ

حالت سفر میں اپنے مال کے بارے میں وصیت کرنا

حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ منورہ میں سے تھا۔ قہیم داری اور مدنی بنی ہوا کے ساتھ سفر میں نکلا جو شخص بنی ہیم میں سے تھا اس کو موت نے آ کر اس وقت وہاں کوئی مسلمان نہیں تھا لہذا اس نے اپنے دونوں ساتھیوں بنی قہیم داری اور مدنی بنی ہوا کو اپنے مال کی حفاظت اور وراثت چھیننے کے لئے بھیجا دیا (اس وقت یہ دونوں ساتھی غرضاتی تھے) اس نے اپنے مال کی خبر سے ظاہر کر سامان میں دیکھا کہ وہ اپنے دونوں ساتھیوں سے لیا کہ میری مال میرے وارثوں کو پہنچا دے۔ ان دونوں نے مال تو پہنچا دیا لیکن میریت کے وارثوں نے جب خبر سے سامان کا سامان کیا تو اس میں ایک چاندی کا جام غائب پایا اس پر مہربان سے کہ کام بھی تو سامانوں نے اس جام کا کھنڈ کیا اور معاملہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش ہوا آپ نے قہیم اور مدنی کو قسم دلائی کہ ان دونوں نے قسم کھائی کہ اس جام کا کوئی ٹکڑا نہیں رہا۔ انہوں نے چھپایا ہے اس کے بعد وہ جام کہ منصف میں کسی تاجر کے پاس گیا تاجر سے پوچھا کہ یہ جام تمہارے پاس کہاں سے آیا؟ تاجر نے بتایا کہ میں نے قہیم اور مدنی سے خریدا ہے اس کے بعد قہیم بنی ہیم والے آدمی کے دو ہاتھ بکھرے ہوئے اور انہوں نے قسم کھائی کہ ان کی قسم کو اس کی گواہی کی بہ نسبت درست ہے اور یہ جو ہمارے آدمی کا ہے۔ آج یہ ہاتھ لایا ان لوگوں کے بارے میں سوال ہوئی۔ (ابو ہریرہ رضی اللہ عنہما)

بعض روایات میں یوں ہے کہ قہیم داری نے خود بیان کیا کہ وہ جام ہم دونوں نے ایک ہزار روپے میں بیچ دیا تھا۔ ہمارے دونوں (قہیم اور مدنی) نے رقم تقسیم کر لی۔ جب میں نے اسلام قبول کر لیا تو مجھے ان دونوں کا احساس ہوا لہذا میں مرنے والے کے گھر والوں کے پاس گیا اور دعویٰ صورت قبول کیا کہ وہی ہمارا جام ہے اور یہ بھی بتا دیا کہ پانچ سو روپے میرے ساتھی (مدنی) کے پاس ہیں۔ ان لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اس شخص کو بھی ساتھ لے کر قہیم داری کے ساتھ تھا (یعنی مدنی بنی ہوا) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مرنے والے کے دربار سے کوہ طلب کئے ان کے پاس گواہ تھے لہذا آپ نے ان لوگوں سے فرمایا کہ تم کو اس شخص سے قسم لے لو۔ اس سے قسم لینی تو قسم کھا گیا اس پر آیت تلا کر لائی ہوئی۔ (ابو ہریرہ رضی اللہ عنہما)

آیت تلا سے معلوم ہوا کہ جب کوئی سفر میں ہو اور اس کو موت کے آثار دیکھ لیں تو وہ روایات میں کو بھی بتا دے یہ دونوں مسلمان رہا نہ ہوا ہوئے چاہیں۔ اگر مسلمان نہ تھیں تو دوسری قوم میں سے وہ آدمیوں کو بھی بتا دے۔ یہ دونوں جب انہیں تو مرنے والے کے وارثوں کو اس کا مال پہنچا دیں۔ اگر میریت کے وارثوں کو لکھ دیا کہ ان دونوں نے کچھ مال چھپایا ہے تو ان دونوں کو ناز کے بعد دیکھ لیں تاکہ وہ قسم کھائیں۔ قسم دلائی جائے کہ ہمارے پاس وہ کوئی مال نہیں ہے۔ ناز کے بعد وہ کہ قسم کھانا چھین چکے ہیں (یعنی قسم میں مضبوطی اور تاکید) کے لئے ہتھ دڑ کے بعد وہ کٹا کوئی دھبہ نہیں۔

یہ لوگ اپنی قسم میں کہیں کو نہیں مانتے تھے کہ وہ کھانے کو دینا یا نفع منسوب نہیں اگر ہماری قسم سے کسی قریبی رشتہ داروں کو دینا یا نفع پہنچا سکتا ہو تب بھی جہتی قسم نہیں کھائیں اگر قسم نے جہتی قسم کھائی تو ہم گواہ کاروں میں سے ہوں گے پھر اگر بعد میں یہ پتہ چل جائے کہ مرنے والے کا مال اور بھی تھا جو وارثوں تک نہیں پہنچا تو وارثوں میں سے وہ شخص اس بات پر قسم کھائیں کہ ہمارا مال بھی باقی ہے وہ

مصلوب ہوئے۔ یہیں جو کہ حکم تھا وہ ظاہری تھا اور وہ لوگوں میں تھا ہم اسے چھٹی سمجھیں گئے۔ ہاں میں کسی کا کیا فائدہ تھا اور آپ کا یہ تھی ان کا نہیں بہت کم نہیں تھا کی کا آپ ہی کو سمجھے۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے اللہ تعالیٰ کا خطاب اور نعمتوں کی یاد دہانی اور ان کے معجزات کا تذکرہ اس کے بعد سیدہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو خطاب فرماتے گا کہ ہے کہ اللہ جل شانہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے فرماتے ہوئے کہ تم کو تمہاری والدہ کو جو میں نے منتخب کیا تھا میں نے اپنا کہ۔ جو تمہیں قرآن مجید میں موجود ہے وہ یہ ہیں۔

اور ان کی والدہ پر یہ خاص فرمایا کہ آپ حضرت ذکریا علیہ السلام کی کلمات میں تمہیں تو قیامت میں ان کے پاس بھلے گئے تھے۔ اور ان کو ایک دامن رکھو۔ اس کو اپنے باپ کے فرزند مقرر فرمایا۔ اس فرزند نے گواہی میں ہوتے ہوئے بات کی۔

اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر مولیٰ قیامت فرمائی کہ انہیں حضرت مریم علیہا السلام کے بطن سے پیدا فرمایا۔ جو حضرت یحییٰ بن مریم علیہ السلام سے آپ کی محبت فرمائی۔ پھر آپ کو کوئی حالت میں ہونے کی نعمت مقرر فرمائی تیر نبوت سے مراد اور فرمایا۔ آپ کو تو ریت و انجیل کا بھی علم مقرر فرمایا۔ ہر ایک آپ کے جن تھے اس لئے حضرت داؤد علیہ السلام بھی جبریل علیہ السلام سے آپ کی محبت فرمائی اور آپ کو کھلے کھلے معجزات مقرر فرمائے جن میں سے ایک یہ تھا کہ آپ کو آپ کی مٹی کے گارے سے پرندوں کی شکل کی ایک جی بنا لیتے تھے پھر آپ اس میں پھونک مار دیتے تو وہ مٹی کی بنائی ہوئی تصویر کی جی کا پرندہ ہو کر اڑ جاتی تھی۔

اور ایک معجزہ یہ تھا کہ جو مادر زاد اندھے ہوتے تھے یا جو ریش کے مر پٹے ہوتے تھے ان پر اپنا ہاتھ بچھ دیتے تھے تو اس کا اثر یہ ہوتا تھا کہ ریش و مرض کا اثر چلا جاتا تھا اور ایک معجزہ یہ تھا کہ قبروں پر ہا کر مراد کو توڑ دیتے تو مرد و عورت و بچہ کو کھل جاتے تھے اور وہ جہاد ہوتے تھے اور ایک معجزہ یہ بھی تھا کہ کوئی جو گھر میں کھاتے پیتے تھے یا خیر و کرہ پیتے تھے آپ اس سے بھی خبردار نہ پیتے تھے آپ کی سرانگیں کو کسی کی دعوت دیتے اور نہ کہ وہ اپنا معجزات آپ سے ظاہر ہوتے تھے۔ اور جو ان معجزات کے نبی اسرائیل آپ کے دشمن ہو گئے اور آپ کو تکلیف دینے کے لیے رہتے تھے۔ جن کی کہ انہوں نے آپ کے قتل کا منصوبہ بھی بنایا۔ اللہ جل شانہ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی محبت فرمائی اور نبی اسرائیل کو تکلیف پہنچانے سے باز رکھا۔ جیسے دیگر انبیاء علیہم السلام کی امتوں کی محبت تھی کہ وہ حضرات انبیاء علیہم السلام جو ان معجزات کو دیکھ کر حیران ہو کر رہ گئے تھے۔

اسی طرح حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے اسی بھی چلی آئے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے کھلے معجزات کو صریح اور کھلے جہاد قائم کرنا اسرائیل نے معجزات کو نہ مانا اور آپ کی تکذیب کی اور پتا فرمائے آپ کے نبی کو قتل کیا جن کو کوئی کہہ نہ سکتا تھا (حواریوں کا ذکر اور ان کا مذہب سوال بھی مغرب بشتا مانتا ہے) انہیں نہ مانا تھا انہوں نے آپ کی تکذیب کی اور پکارتے آگے بڑھے کہ آپ کو کوئی کا دیا نہ ہو اور معجزات کو نہ مانا آپ نے غریب و مسکین پر فرمایا تھا انی افلا ترون انکم فاعلنوا (کہ بلاشبہ میرا رب ہے جسہا رب اللہ ہے) اگرچہ کہ قرآن مجید میں تسلی کی تردید فرمائی ہے۔

یہاں یہ بات قابل ذکر ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے معجزات کا ذکر فرماتے ہوئے اہل تشیع نے کہا کہ انہوں نے فرمایا ہے اس سے یہ بتا دیا کہ مٹی سے پرندہ کی شکل بنانا اور پھر پھونک مارنے سے اس کا اصلی پرندہ بن کر اڑ جانا اور ریش والے کا پھر ہونا اور قبروں سے مراد اہل کا کھانا یہ سب اللہ کے علم سے ہے۔

إِنْ تُعَذِّبْهُمْ فَإِنَّهُمْ عِبَادُكَ ۚ وَإِنْ تَغْفِرْ لَهُمْ فَإِنَّكَ أَنْتَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ ۝ قَالَ اللَّهُ

آپ نے کوئی عذاب دیا تو وہ آپ کے لئے ہے اور آپ ہی کی رحمت اور مہربانی ہے اور آپ نے سزا دے دی ہے۔ خدا تعالیٰ کا ارادہ

هَذَا يَوْمٌ يَنْفَعُ الصَّادِقِينَ صُدِّقَتْ لَهُمْ جَنَّتْ عُثْرَتِي مِنْ عَذَابِي ۚ أَلَا تَنْتَهُرُ خُلْدِينَ فِيهَا

۵۵۔ یہ دن ہے جس میں میں نے اپنی جانی بچائی ہے۔ اس کی وجہ سے مجھے عذاب سے محفوظ رکھا گیا ہے۔ کیا تم نہیں دیکھتے کہ میں نے

أَكْبَرُ ۚ وَفِي اللَّهِ عُنْهُمْ وَوَضُوا عَنْهُ ۚ ذَلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيمُ ۝ يَلَهُ مَلِكُ السَّمُوتِ وَالْأَرْضِ

بڑا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ ہی سے راضی اور مسرور ہے۔ اس سے ہے بہت بڑی کامیابی ہے اور اللہ تعالیٰ کے لئے ہے ملک آسمانوں کا اور زمین کا

وَدَا فِرْعَوْنَ ۚ وَهُوَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ ۝

اور فرعون کو بھی بھجوا دیا۔ اور وہ ہر چیز پر قادر ہے۔

حضرت یحییٰ علیہ السلام سے اللہ جل شانہ کا دوسرا خطاب

قیامت کے دن حضرت یحییٰ علیہ السلام سے جو اللہ تعالیٰ کا سوال ہو گا ان میں سے ایک یہ بھی سوال ہے کہ کیا تم نے لوگوں سے کہہ دیا کہ مجھے اور میری والدہ کو اللہ کے سامنے بیٹا بنا لے۔ یہ سوال قیامت کے دن اس وقت ہو گا جب کہ قیامت میں لوگوں کی آخری سب سے پہلی بات ہو گی۔

خدا ہی جو حضرت یحییٰ علیہ السلام کو مرنے کے بعد ہی میں ان کے سامنے یہ سوال ہو گا کہ اسے یحییٰ بن مریم کی قبر نے اپنے کو اور اپنی والدہ کو بیٹا بنانے کی دعوت دی تھی اور تم نے لوگوں سے یہ کیا تھا کہ مجھے اور میری والدہ کو اللہ کے سامنے بیٹا بنا لے۔ اور وہ سب کے سامنے جواب دیں گے کہ میں آپ کی پاکی بیان کرتا ہوں۔ آپ ہر طرح کے شریک سے منزہ ہیں، میرے لئے یہ شہادت ثبات نہیں کہ میں شرک کی دعوت دوں اگر میں نے کہا ہوتا تو آپ کو ضرور معلوم ہوتا چونکہ آپ کے علم میں نہیں تھا میں نے کہا اچھی نہیں۔ میرے فہم میں جو کچھ ہے وہ آپ جو سنتے ہیں اور میں آپ کی تمام معلومات کو نہیں جانتا کہ آپ انہوں کو جاننے والے ہیں میں نے وہی بات کی جس کا آپ نے عفو فرمایا اور وہ یہ کہ اللہ کی عبادت کرو۔ میرا اور تمہارا رب وہی ہے۔ میں نے ان کو شرک کی دعوت نہیں دی تو حیدری کی دعوت دینا وہاں میں جب تک ان میں موجود تھا ان کے حالات سے باخبر تھا۔ ہر جب آپ نے لکھا تھا لایا تو آپ ہی ان کے گمراہ تھے اور آپ پر چڑکائی ہوئی خبر رکھتے تھے۔ میرے بعد انہوں نے کیا کیا۔ شرک کی گمراہی میں کیسے پڑے اور عقیدہ مشیت (میں نے خدا کو بنا کر ان میں کیسا کہا جس کا آپ کی وہ علم ہے۔

۵۶۔ ہے کہ یہ سوال جواب ان لوگوں کے سامنے ہو گا جو یحییٰ علیہ السلام کی طرف اپنی نسبت کرتے اور یہ کہتے ہیں کہ ہم سیدنا یحییٰ علیہ السلام کے دین پر ہیں۔ اس سوال کا جواب خدا جل شانہ پر حق پرست کا نام ہو جائے گا کہ وہ حضرت یحییٰ علیہ السلام کے دین پر نہیں ہیں۔ وہ ان لوگوں کے سامنے عقیدہ مشیت کا اعلان ہونا ظاہر فرمائیں گے اور ان تمام جہت کے بعد ان کو زراعت میں منجگا، یہ جانے گا۔ اللہ تعالیٰ کو وہ سب کچھ ہی معلوم ہے۔ لیکن اللہ تعالیٰ کی ملامت اور سرزنش کے لئے اور ان تمام جہت کے واسطے نہ کہ وہ بلا سوال جواب ہو گا۔

بھی نہ ہوں۔ حالانکہ قرآن نے ہمیں وہ عطا فرمایا ہے جو اپنی مخلوق میں سے کسی کو بھی نہیں دیا مانتہ تعالیٰ کا ارشاد سوا کا کہ میں تمہیں اس سب سے افضل بنی عہد نہ کروں اور عرض کریں گے۔ اس سب اس سے افضل کیا ہوگا؟ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہوگا کہ میں تمہیں اپنی رضا مندی سے نازل کرتا ہوں۔ اس کے بعد کسی بھی قسم سے ناراض نہ ہوں گا۔ (روایہ بخاری ص ۱۳۱ جلد ۲)

فائدہ: سمجھتے ہو کہ میں صدق یعنی سچائی کی تخریف فرمائی۔ درحقیقت سچائی بہت بڑی نعمت ہے ۱۰۲ اسی پر جماعت اور رفع اور جماعت کا دار ہے۔

ابن میں سچائی کے ذوق منقشت ہوتی ہے۔ اجمال میں سچائی نہ ہو تو ریاکاری آجاتی ہے اور اقبال میں سچائی نہ ہو تو بصیرت صدمہ ہو جاتا ہے۔ مومن کو ہر حال اور ہر قول میں سچائی اختیار کرنا لازمی ہے۔ اللہ سے جو وعدے ہیں وہ سچی پورے کئے جائیں۔ ایسے حضرات کی مدد کرتے ہوئے قرآن سورہ جاثیہ ص ۲۷ ملاحظہ فرمائیں اللہ جل جلالہ۔ (سورہ حزب ۲۲ ج ۲ ص ۲۳۳) کہ یہ لوگ ہیں جنہوں نے سچ کر دکھایا جو عہد انہوں نے اللہ سے کیا (مخلوق سے جو عہد ہو اور جو وعدہ ہو اس کو سچی پورا کیا جائے اور شافعی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کرم میرے لئے اپنی طرف سے جو چیزوں کے ضامن ہو جائے۔ میں تمہارے لئے جنت کا ضامن ہو جاؤں۔) (ایک اور وجہ یہ کہ (۲) اگر (۲) اگر وہ جب وعدہ کرے (۳) اور انہی کہ جب تمہارے پاس امانت رکھی جائے (۴) اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کرے (۵) اپنی تحریروں کو پست رکھے (۶) اور اپنے ہاتھوں کو (ظلم اور زیادتی کرنے سے) روکے رکھے (۷) مستحق و الصالح صرف ۳۹ حد جزا و سزا میں بتائی گئی

شعبہ ۱۰ یوں ۱۲۴ جہوں کے بارے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔

الناظر الصلوات الامین مع السبہن والصفین والشہداء

(سچائی اختیار کرنے والا امانت دار ہوتا ہر نبیوں اور صدیقوں اور شہیدوں کے ساتھ ہوگا) لا شکوہ لا یسأل عنہ ۳۳ حد ارتدادی اور دہ بار (یعنی)

آخر میں فرمائیے فَلْيُحْلِلْ الشُّعُونَ وَالْأَذْهَنُ وَمَنْ لِيْهِمْ دَوْخُو عَلٰی تَحْلِيْ شَيْءٍ فَلْيُحْلِلْ شَيْءٍ کے لئے حکم "سب کا اور زمین کا جو کچھ ان کے اندر ہے اور اللہ پر چڑھ کر ہے اس آیت میں پوری صورت کی مضامین کی طرف اجمالی اشارہ فرمایا ہے چونکہ ساری حقوق اللہ ہی کی ہے اور سارا ملک اسی کا ہے اس لئے اس کو اختیار ہے جس کو چاہے جو کچھ ہے۔ جس چیز کو چاہے جو کچھ ہے۔ حالانکہ قرآن نے جس چیز کو چاہے سزا دے اور جرموں کے لئے ناپاؤ آخرت میں جو سزا چاہے تجویز فرمائے۔ جس کو چاہے قتل دے جس کو چاہے سزا دے اس کا کوئی روک ٹوک کرنے والا نہیں دَوْخُو عَلٰی تَحْلِيْ شَيْءٍ فَلْيُحْلِلْ شَيْءٍ۔

تم تفسیر سورۃ المائدہ الحمد للہ اولاً و آخراً طاهر آویا ط

☆☆☆.....☆☆☆

کی

سورۃ الاحقاف

۱۶۵ آیتیں ۲۰ رکوع

۱۶۵ ﴿۱﴾ سُوْرَةُ الْاٰحْقَافِ ﴿۱۵۸﴾ ﴿۱۵۹﴾ ﴿۱۶۰﴾ ﴿۱۶۱﴾ ﴿۱۶۲﴾ ﴿۱۶۳﴾ ﴿۱۶۴﴾ ﴿۱۶۵﴾

سورۃ الاحقاف کی یہ اس کی ایک سو و پچاسواں آیت اور یہ سورۃ کا آخری آیت ہے۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ﴿۱﴾

شروع کرتے ہیں اللہ کے نام سے جو نہ مہربان نہ مہربم ہے۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَجَعَلَ الظُّلُمٰتِ وَالنُّوْرَ ثُمَّ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا

سب قرآن مجید کے سے ہیں جس نے پیدا فرمایا آسمانوں کو اور زمین کو اور طام تاریکیوں کی اور روشنیوں کو اور ہمیں وہ جگہ جنہوں نے کفر کیا

یَرْثُوْهُمْ یَعْلُوْا لَوْ لَیْسَ هُوَ الَّذِیْ خَلَقَکُمْ مِنْ طِیْنٍ ثُمَّ قَضٰی اَجَلًا ۚ وَاَجَلَ مُّسَمًّی عِنْدَہٗ ثُمَّ

خدا رب کے پروردگار دیتے ہیں وہی ہے جس نے تم کو پیدا کیا پھر سے اور ہمیں ضرور فرمائی اور اس کے پاس ایک اہل حق ہے اور

اَنْتُمْ تُنۡتَرُوْنَ ۝ وَهُوَ اللّٰہُ فِی السَّمٰوٰتِ وَفِی الْاَرْضِ ۚ یَعْلَمُ سِرَّکُمْ وَجَہۡتُکُمْ وَیَعْلَمُ مَا

پھر تم شب کرتے ہو اور وہ اللہ ہے آسمانوں میں اور زمین میں وہ جانتا ہے اہل حق کو اور ظاہر حالت کو اور وہ جانتا ہے

تَکۡسِبُوْنَ ۝ وَاَمَّا تَابِیۡہُمْ مِنْ اٰیۡہِ مِنْ اٰیۡہِ رَبِّہِمۡ اِلَّا کَاَنُوْا عَنْہَا مُعْرِضِیۡنَ ۝ فَقَدْ

جو تم گم کرتے ہو اور وہی ہے ان کے رب کی نشانیں میں سے ان کے پاس کوئی کتابی آئی ہے تو اس سے اہل حق کرتے ہیں اور وہی ہے

کَذَّبُوْا بِالْحَقِّ لَمَّا جَاۤءَہُمْ ۚ فَسَوْفَ یَاۡتِیۡہُمْ اَنْۢبِیَآءُ مَّا کَانُوْا بِہِ یَسْتَهۡزِءُوْنَ ۝

نے ان کو چھوڑا جب ان کے پاس آج سہ ستر پہنچا تو انہیں کی ان کے پاس اس جی کی قرآن مجید میں کا ذکر ہے اور کرتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے زمین و آسمان اور ظلمات اور نور کو پیدا فرمایا اور ہر ایک کی اجل مقرر فرمائی۔

یہاں سے سورۃ اتمام شروع ہے یہ سورۃ کی پہلی آیت بعض مفسرین نے چار آیات کو لکھی لکھا ہے اور فرمایا ہے کہ وہ دہلی میں حضرت

جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جب سورۃ الاحقاف مازل ہوئی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جہنم میں اٹھ کر پھر فرمایا اس سورۃ کو اسے فرشتوں نے

رضعت کیا ہے جنہوں نے اہل مین آسمان کے کندیل کو پھر دیا اور بعض روایات میں ہے کہ ستر ہزار فرشتوں نے اس کو رضعت

کیا۔ (مسند ابی نعیم حلیہ)

تخلیق انسانی جان فرمانے کے بعد اور پھر اپنا نسخہ قصصی اجلا (پھر اصل مقرر فرمائی) اس سے موت کا وقت مراد ہے جو ہر فرد کے لئے مقرر ہے اس سے آگے بچنے کا کوئی کام نہیں کہ سورہ مائتوں میں فرمایا وَلَمَّا يَلُوْا خُرُوجَ الْاَنْفُسِ اَمَّْا جَاءَ اَجَلُهَا (اور اللہ تعالیٰ ہر فرد کی جان کو اجلت کے ساتھ جس کی اصل مقرر ہے) جانے

اس نے بعد فرمایا وَاجْعَلْ لِّكُلِّ نَفْسٍ عَمَلًا (اور ایک عمل اس کے پاس مقرر ہے) اس سے قیامت کے دن صور پھونکے جانے اور قوموں سے اٹھنے کی اصل مراد ہے۔ ہر فرد کی اصل جو مقرر ہے وہ اس کی موت کے وقت پوری ہو جاتی ہے اور دوسری دنیا کی اصل مقرر ہے وہ قیامت کے دن پوری ہو جاتی۔ کوئی اصل کا مقرر نہیں کہ وہ جاتا ہے کیونکہ انہیں روح نہیں کہ وہ جاتا ہے اور دوسری اصل کا مقرر نہیں کہ وہ جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ شانہ کے حکم کے مطابق جب قیامت آئے گا وقت ہوگا تو اپنا کیا کرے گا۔ پھر فرمایا فَمَنْ يَعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَيْرًا يَرَهُ (جو ایک ذرہ کا بھی نیکی کا عمل کرے گا وہ اس کا بدلہ ملے گا) اور دوسری آیت میں بدلتا اور بدلتی قیامت کے دن زندہ ہونے کی دلیل فرمائی۔

پھر فرمایا وَخُلِقَ الْاِنْسَانُ فِيْ السُّعُوْتِ (یعنی وہ انسان ہے جو آسمانوں اور زمین میں مخلوق ہے) اس کا مطلب روح العالی تھیجے جس کی طبی السعوت و طبی الاذنی عقلی و عقلی سے مخلوق ہے جو اسم جلال یعنی اللہ اس سے مشابہ ہو رہا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ اس میں زمین میں صرف اللہ تعالیٰ ہی موجود ہے اور مہلت کے الٹی ہے۔

بعض حضرات نے بارگاہِ کربلا کے مالک اور المصروف سے بھی مخلوق بتایا ہے جو کدو ف ہے اور مطلب یہ ہے وَخُلِقَ الْاِنْسَانُ فِيْ السُّعُوْتِ وَالْمُصْرَفِ وَالْمُدْبِرِ فَبِهِمَا حَسَبٌ مَّا يَفْعَلُ فَبِهِمَا مِثْقَالُهُ عَلَى الْحَكْمِ اِلَّا لَعَلَّ (اور وہی آسمان و زمین کا کسب اور اپنی حکمت کا مد کے مطابق آسمان و زمین میں تصرف کرنے والا ہے) اس میں دلیل ملے ہوئے ہے۔

اللہ تعالیٰ کو ظاہر اور پوشیدہ ہر چیز کا علم ہے..... پھر فرمایا يَخْلُقُ مَا يَشَاءُ وَيَخْتَارُ وَمِمَّا يَخْلُقُ فَاَنْثَاكُمُ وَبِمِثْقَالِ ذَرَّةٍ تَوَظَّعْتُمْ (جو کہ ان کو اول و احوال میں اور جو چیزیں اللہ ارادے میں جو تم چاہتے ہو اور ظاہر کرتے ہو اللہ تعالیٰ اس سب کو جانتا ہے۔ تمہارے اعمال کو بھی جانتا ہے۔) نوادیا اول قب کے پس پا ہمارا ہے اس کے بعد کتب یہ کرنے والوں کی عادت بیان فرمائی۔

وَمَا تَلْبَثُوهُمْ مِنْ اِلَهٍ مِّنْ اِلَٰهٍ وَبِهِمُ الْاَحْكَامُ اَعْمٰهُمْ فَهُمْ جُنُودٌ (جو بھی کوئی آیت اللہ کی آیات میں سے ان کے سامنے آتی ہے اس سے اعراض کرتے ہیں اس سے آیات قرآنہ مراد ہو گئی ہیں اور آیات محمدیہ بھی مراد ہی جا سکتی ہیں۔ یعنی قرآنی آیات کو بھلا تے ہیں اور آیات محمدیہ سامنے آتی ہیں جن میں وہ الٹی قرآنہ میں سے بھی اعراض کرتے ہیں۔

تخلیق میں کے لیے حمید..... پھر فرمایا لَقَدْ كَسَبْنَا الْاِنْسَانَ فَجَاءَتْهُ فِتْنَةٌ فَاَنْفَسَتْ اَنْفُسُهُ وَاسْتَغْوٰهُ سَبْحُوْرُ ذُنٍّ (مطلب یہ ہے کہ وہ ان کے پاس حق آیات اور کلمہ دیا حق کو بھلا تے بھی ہیں اور منافق بھی بناتے ہیں۔ اس منافق بنانے اور بھلانے کا جو مقرر یہ حاضر ہو جائے گا اور اپنے اعمال کے بدلے کو بھی لیں گے اور بطور تلافی اس سے کہا جائے گا کہ یہ تمہارے اعمال کا نتیجہ کہنی سورہ قاف میں اِنْ هَلَفْنَا لَكُمُ الْيَوْمَ لَنتَفَرَّدَنَّ بِهٖ فَتَفَرَّدُوْا عَنْهُمْ (اے کافروں! اگر ہم نے تم سے کہا کہ آج اس میں داخل ہو جاؤ اس سے تم کو تم کرنے سے روکنا)۔

اَلَمْ يَرَوْا اَنَّا اَخْلَقْنَاهُمْ مِنْ قَبْلِهِمْ مِنْ قُرْآنٍ مَّا كُنْتُمْ تَكْفُرُوْنَ (اے کافروں! کیا تم نے نہیں دیکھا کہ ہم نے ان سے پہلے ہی ان کو کافراں کر دیا۔ ان کو ہم نے دیکھا میں نبی اللہ اور اہل بیت کو کافراں کر دیا۔ اور ہم نے ان

مَنْ الْمُشْرِكِينَ ۝ قُلْ إِنِّي أَخَافُ إِنْ عَصَيْتُ رَبِّي عَذَابَ يَوْمٍ عَظِيمٍ ۝ مَنْ يُصِرْ

میں نے سوچا کہ اگر وہ ایسا ہی احمق ہے تو اس سے میرے خواب کے سوا کچھ بھی نہیں ہو سکتا۔

عَنْهُ يَوْمَئِذٍ فَقَدْ رَجَعَهُ ۖ وَذَلِكَ الْقُورَ الْبَیِّنُ ۝ وَإِنْ يَسْكَنْ اللَّهُ بَصِيرٌ فَلَا كَافٍ

جس نے اس پر غور کیا، یہ سچائی ہوئی بھانپتی ہے اور اگر وہ حقیقی ہے تو اس کی تکلیف پہنچا دے تو اس کی تکلیف کا دور کرے گا اور اس کے

كَلَّا (أَفْهَمَ) وَإِنْ يَنْتَسِبْ بِخَيْرٍ فَلَهُ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ ﴿٥٠﴾ وَهُوَ الْقَاهِرُ فَوْقَ عَدَدِهِ

$$e = \frac{1}{2} \left(\frac{1}{2} + \frac{1}{2} \right) = \frac{1}{2}$$

وَهُوَ الْحَكَمُ الْحَقِيرُ ۝

آسمانوں اور زمین میں سب اللہ کا ہے وہ قیامت کے دن سب کو جمع فرمائے گا

ان بات میں اول تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا حکم فرمایا گیا ہے کہ آپ ان سے چچہ میں کہ جو بکوتا سناؤں میں ہے اور میں میں ہے پس کہ ہے آپ کہ کہ کی حقوق ہے؟ اور کہ کی حکیت ہے؟ اور ان میں میں کہ کا تعریف ہے؟ پھر فرمایا کہ آپ فرمادیں جواب دیں کہ سب چیزیں اللہ کی ہیں سب اس کے ذریعہ تعریف ہیں جو بھی کوئی اور اجابت اختیار اور افاقہ اور شک ہے وہ سب اسی کا اور یا اور ہے وہ جب چاہتا ہے جیسا لیتا ہے اس نے اس سب کو یہ فرمایا وہ سب پر مہربان بھی ہے اس نے اپنے آپ کو لازم قرار دیا کہ وہ درست فرمائے گا۔

مناجسین پر تو اس کی رحمت دینا اور آخرت دونوں میں ہے۔ اور اہل فکر کے ساتھ بھی دنیا میں مہربانی کا معاملہ ہے اور اگر وہ یہ دعوت
 پہنچا دے تو ان کو ان گن گناہ کے رسولوں اور اس کی کتابوں کی تکذیب سے باز آجائیں تو آخرت میں بھی ان پر م
 رگا۔ سورۃ اعراف میں فرمایا قَالَ عَلٰی سِنِّ اَصْحٰبٍ بِهٖ مِنْ اَنْفَکَ وَوَحْشِیْ وَجَعْتَ کُلَّ شَیْءٍ فِیْ سِنِّ کَتْمٰتٍ لِّیُّلٰتِیْنَ یَنْظُرُوْنَ
 یَوْمَئِذٍ اِلَیْکُمْ وَاَلَّذِیْنَ هُمْ بِاٰیٰتِہِمْ یُؤْمِنُوْنَ ۝ (فرمایا اللہ تعالیٰ نے کہ ہر ایک صراطِ عذاب ہے جس میں شے چاہوں کچھ اوروں اور میری
 رحمت برج کے لئے عام ہے۔ سو میں اپنی رحمت کو کلمہ دوں گا ان لوگوں کیلئے جو حق تعالیٰ اختیار کرے ہیں ذکوة دہیتے ہیں اور جو لوگ
 اپنی آفات پر ایمان لاتے ہیں)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اورشلمہ فرمایا کہ جب اللہ تعالیٰ نے مخلوق کو پیدا فرمایا تو ایک تو کھٹکا جو اس کے پاس عرش پر ہے اس میں کھٹکا ہے کہ میری رحمت میرے غضب پر غالب رہے گی۔ (ابو داؤد)

بخاری ص ۱۰۰ جلد ۱ نیز حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ بلاشبہ اللہ تعالیٰ کی سہرحمتیں ہیں ان میں سے ایک رحمت ازل فرمائی جو جن اور انسان اور جو پائے اور نہ ہر پلے جانوروں میں پھٹی ہوئی ہے اس میں ایک رحمت کے ذریعہ آج تک میں ایک دوسرے پر مہربانی کرتے ہیں اور دم کرتے ہیں اور اس کے ذریعہ وحشی جانور تک اپنی اولاد پر مہربانی کرتے ہیں اور خانوہ کے رحمتیں دینے کو ملی ہیں جن کے ذریعے قیامت کے دن وہ اپنے بندوں پر رحم فرمائے گا۔ (ابو داؤد بخاری)

وَلَا تَكُونُوا مِنَ الْمُنْشَرِّكِينَ ۝۵ آپ بزرگ مشرکین میں نہ ہو جائیں لہذا ایش تو حید پر رہیں گا اور شرک اختیار نہیں کر سکتا تم بھی شرک پہنچو اور توحید پر آ جاؤ۔

اَوَّلُ مَنْ اَنشَلَعَ جَوْرًا بِاِيَّاسِ اَقْبَارَہٗ كَہ لہٰی سَلَمَہٗ اَرْتَاہِ رَدَّآ پِی ۝۵ ہیں نیز شریعت پر عمل کرنے میں بھی آپ اول ہیں۔

قَالَ صَاحِبُ الرُّوحِ لَانَ النَّبِیِّ عَلَیْہِ السَّلَامُ مَعْمُورٌ بِمَا شَرَعَهُ اِلَّا مَا كَانَ مِنْ عَصَاہِہِ عَلَیْہِ الصَّلَوةُ وَالصَّلَامُ وَہُوَ اِمَامٌ اَمَنٌ وَمُقَدَّسٌ وَیُحِیُّ لِكُلِّ اَمْرٍ اَنْ یَّکُونَ ہُوَ الْعَامِلُ اَوْ لَا بِمَا اَمَرَ بِہٖ لَیْکُنَ الذَّعِیُّ لَا مُنْتَظَالَ ۝۵ (اصحہ ۱۱ جلد ۷)

اس کے بعد فرمایا: اَوَّلُ مَنْ اَنشَلَعَ جَوْرًا بِاِيَّاسِ اَقْبَارَہٗ كَہ لہٰی سَلَمَہٗ اَرْتَاہِ رَدَّآ پِی ۝۵ آپ فرما دیجئے کہ اگر میں اپنے رب کی نافرمانی کروں تو مجھے ۵۵ دن کا عذاب کا خوف ہے لہٰذا ۵۵ دن سے قیامت کا دن مراد ہے اس دن کا عذاب بہت بڑا ہے مَن اَنشَلَعَ جَوْرًا بِاِيَّاسِ اَقْبَارَہٗ كَہ لہٰی سَلَمَہٗ اَرْتَاہِ رَدَّآ پِی ۝۵ اس دن کا عذاب ہے جس سے اس دن کا عذاب مل گیا تو اللہ تعالیٰ نے اس پر رحم فرمایا وَذٰلِكَ الْفَوْزُ الْفَیْضُ ۝۵ اور اس دن کا عذاب نہیں جانا دماغ اور کل کا سہلی ہے۔

فرماد اور فرمایا صرف اللہ تعالیٰ ہی پہنچا سکتا ہے..... اس کے بعد فرمایا وَابْنُ اِبْنِ سَلَمَہٗ اَرْتَاہِ رَدَّآ پِی ۝۵ اس کا عذاب! اگر اللہ تجھے کوئی ضرر دے گا یا تکلیف پہنچا دے گا تو اللہ تعالیٰ کے عطا کردہ کوئی بھی دور کرنے والا نہیں اور اگر وہ کوئی ضرر (صحت و لغت وغیرہ) پہنچا دے تو اسے کوئی دور رکھے گا نہیں وَذٰلِكَ الْفَوْزُ الْفَیْضُ ۝۵ اور وہ برحق پر گوارہ ہے اسے چھوڑ کر جو غیر اللہ کی عبادت کرتے ہو۔ انہیں تو غیر شرک پہنچانے کی کوئی بھی قدرت نہیں ہے۔

حجج مسلم میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ کو اس سے سزا ملنا کہ جو اللہ کی حمد و ثناء بیان کرتے تھے اس میں یہ بھی تھا۔

اَللّٰهُمَّ لَا تَدْعِنَا لِمَا اَعْطَيْتَ وَلَا تَنْفَعِنَا لِمَا نَفَعْتَ وَلَا تَنْفَعِ ذَا الْجَنَّةِ مِنْكَ الْجَنَّةُ ۝۵ (مکتبہ المدینہ مطبوعہ مدینہ)
(اے اللہ! جو کچھ آپ عطا فرمائیں اس کا کوئی رد نہ کئے دلائل میں اور جو کچھ روک لیں اس کا کوئی دینے والا نہیں اور کسی ہالہ اور کس کی ہاداری آپ کے مقابلے میں نفع نہیں دے سکتی)

حضرت محمد اللہ بن محمد رضی اللہ عنہما نے جان فرمایا کہ میں ایک دن رسول اللہ ﷺ کے پیچھے پیچھے چل رہا تھا آپ نے فرمایا اے کر کے تو اللہ کا دامن نہ رکھنا اللہ تعالیٰ ہی نعمت فرمائے گا تو اللہ کا دامن رکھو تو اسے اپنے آگے پائے گا اور جب تو سوال کرے تو اللہ ہی سے سوال کر اور جب تو دے دے گا تو اللہ ہی سے دے دے گا اور اس کا یقین نہ رکھنا اگر ساری امت اس مقصد سے جمع ہو جائے کہ تجھے کچھ نفع پہنچا دے تو اس کے سوا کچھ نفع نہیں پہنچا سکتے جو اللہ نے تیرے لئے لکھ دیا ہے اور اگر ساری امت اس مقصد سے جمع ہو جائے کہ تجھے کچھ ضرر پہنچا دے تو اس کے سوا کچھ ضرر نہیں پہنچا سکتے جو اللہ نے تیرے لئے لکھ دیا ہے۔ (ابوہریرہ رضی اللہ عنہما) باب منہ (جلد ۱۰ ج ۱)

نفع اور ضرر مقدر ہے اور سب اللہ ہی کے بقدر قدرت میں ہے وہ جسے محروم کر دے اسے کوئی کچھ نہیں دے سکتا اور وہ جسے دے گا تکلیف اور نقصان پہنچائے اسے اس کے علاوہ کوئی نہیں دے سکتا۔

فرمایا وَذٰلِكَ الْفَوْزُ الْفَیْضُ ۝۵ (اور وہ اپنے بندوں پر غالب ہے اور حکمت والا ہے باخبر ہے وہ جسے جس حال میں رکھے اسے اختیار ہے وہ انجیم ہے سب کچھ اس کی حکمت کے موافق ہے اور وہ غیر بھی ہے سب کے احوال و اعمال کا اسے علم ہے جس کے

(حکم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ میں ہوئی جان ہے اس امت میں سے جس کی کو میر سے نبی ہونے کی خبر پہنچے گی اور وہ اس واقعہ پر ایمان لائے بغیر مر جائے گا اور وہیں لے کر میں بھیجا گیا ہوں تو وہ ضرور دوزخ والوں میں سے ہوگا۔ وہ یہودی ہو یا نصرانی۔)

پھر فرمایا اَلْاَنَسُكُمُ النَّسْتَهُونَ اَنْ مَعَ اَطَى الْاَهْلُ الْاَغْرَبِ (کیا تم یہ گواہی دیجے ہو کہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ اور بھی معبود ہیں) پھر فرمایا قُلْ لَا اَنْهَيْتُ (آپ فرمادیجئے: میں اس بات کی گواہی نہیں دیتا) قُلْ اِنَّمَا هُوَ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ وَّاَنْتُمْ سُرُجٌ وَّافِصَا تَحْتَرِکُوْنَ (آپ فرمادیجئے کہ جو صرف ایک ہے اور بلاشبہ میں تمہارے شرک سے بچ رہا ہوں)

یہودیوں و نصاریٰ کی بہت دھڑکی۔۔۔۔۔ اس کے بعد یہودیہ و نصاریٰ کی خدا اور بہت دھڑکی یہاں فرمائی اور فرمایا اَلْاَنَسُكُمُ النَّسْتَهُونَ اَلْکُتُبُ بَعَثَ لَوْ لَوْ کَمَا بَعَثَ لَوْ لَوْ اَنَّهُ هُوَ (کہ جن لوگوں کو ہم نے کتاب دی وہ ان کو پہچانتے ہیں کہ اُن ہی اللہ کے ہی ہیں جیسے وہ اپنے خدائوں کو پہچانتے ہیں) کہ کچھ تو ہے اور انجیل میں آپ کی آہ کی خبر اور بیشارت چھ بجے ہیں اور جو منہ و دماغات آپ کے بارے میں بتاتے گئے تھے انہیں دیکھ لیجئے ہیں۔ پہچانتے کے بارہ جو دگر ہو رہے ہیں اَلْاَنَسُكُمُ النَّسْتَهُونَ اَلْاَنَسُكُمُ النَّسْتَهُونَ (جن لوگوں نے اپنی خدا اور بہت دھڑکی یہ وہی ہے حق کا انکار کیا اور آپ کی نبوت کو نہ مانا یہ لوگ اپنی جانوں ہی کو تباہ کر بیٹھے ہیں ایمان نہ لائے گئے۔)

وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰی عَلٰی اللّٰهِ کَذِبًا اَوْ کَذَّبَ بِآیٰتِہٖ ؕ اِنَّہٗ لَا یَفْلَحُ الظَّالِمُوْنَ ۝ وَتَوَّعَّ

اور میں سے زیادہ ظالم کوئی نہ ہو گا جو اللہ پر جان باندھے اس کی آیتوں کو جھوٹے، بے ایک بات یہ ہے کہ کلمہ کرنے والے کا یہاں لکھا ہے کہ اور میں نہ کہ

تَعْمُرُوْهُمْ بِحَیٰۤاتِہُمۡ یَقُوْلُ الْاٰیْمٰنُ اَشْرَکُوْا اَیْنَ شَرَّکَاؤُکُمْ الَّذِیْنَ کُنْتُمْ تُرْغَبُوْنَ ۝ ثُمَّ لَمْ

ان سب کو بھی کہ یہ کہہ رہی ہوں کہ میں تمہیں بے شک کیا کہیں ہیں تمہارے شرک کرنے کے بارے میں تم کو اس کی خبر نہ تھی نہ کہ ان کا

تَکُنْ فِتْنَتُہُمْ ؕ اِنَّہٗ اَنْ قَالُوْا وَ اَشْرَبْنَا مَا کُنَّا مُشْرِکِیْنَ ۝ اَنْظُرْ کَیْفَ کَذَبُوْا عَلٰی اَنْفُسِہِمۡ

کہ یہ اس کے حوالہ کہ انہیں کے حکم ہے اللہ کی خبر اور آپ سے ہم شرک کرنے والے نہ تھے۔ دیکھو کہ کچھ جھوٹا ہوا اپنی جانوں پر اور وہ سب کو

وَصَلَّ عَنْہُمْ مَا کَانُوْا یَفْکُرُوْنَ ۝ وَیَنْہٰہُمْ مِّنْ یُّسْخِیْ اِلَیْکَ ۝ وَجَعَلْنَا عَلٰی قُلُوْبِہُمۡ اَغْشَۃً اَنْ

غائب ہوا جو وہ سمجھتے تھے اور ان میں پھیل رہی تھی ان کی طرف کان لگاتے ہیں اور ہم نے ان کے دلوں پر پردہ ڈال دیے ہیں کہ وہ سمجھ

یَلْقَہُوْہُ ۚ وَفِی الْاٰکِلِہِمۡ وَفَرَا ؕ وَاِنْ یَّرَوْا کُلَّ اٰیۃٍ لَّا یُؤْمِنُوْا بِہَا ۚ حَتّٰی اِذَا جَآءُوْا بِجَاہِلُوْنَ لَوْ کَانَ

کھیں لوگوں کے ساتھ میں ہوتا یہ کہ وہ اپنے ہر ایک دھڑکی کی باتوں، کچھ نہیں کہیں یہ ایمان نہ لگے کہ یہاں تک کہ جب آپ کے پاس آتے ہیں آپ سے

یَقُوْلُ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا اِنْ هٰذَا اِلَّا اَسَاطِیْرُ الْاَوَّلِیْنَ ۝ وَہُمْ یَنْہٰہُوْنَ عَنْہُ ۚ وَیَمْنُوْنَ عَنْہُ ۚ وَاِنْ

خبر کرتے ہیں کہ انہیں سے کفر یہ وہی ہے کہ یہ پہلے لوگوں کی گئی ہوئی باتوں کے حوالہ کہیں نہیں اور وہ ایک ہی سے بھاگتے ہیں وہ ان سے دور ہوتے ہیں۔ اور انہیں

يُهَايِكُونُ اِلَّا اَنْفُسُكُمْ وَمَا يَشْعُرُونَ ۝

ہاں کہہ کر غمراہی میں جان کر، سمجھنے نہیں دیتے۔

قیامت کے دن مشرکین سے سوال فرماتا اور ان کا مشرک ہونے سے انکار کرتا

مشرکین کا یہ طریقہ تھا کہ شرک بھی کرتے تھے اور جب کہا جاتا تھا کہ اللہ پاک کے باقی مت ہو۔ تو حید کو چھوڑ کر شرک الٰہی نہ کرنا کہہ دیتے کہ ہم یہ تو کہہ رہے ہیں اللہ تعالیٰ نے ہمیں اس کا حکم دیا ہے اور جو آیات و احکامات نبیوں کے واسطے ان تک پہنچی تھیں انہیں بھلا دیتے تھے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اس سے بڑھ کر کون ظالم ہوگا جو اللہ پر بھوت ہوا ہے یا اس کی آیات کو بھٹانے۔ یہ ظالم سمجھتے ہیں کہ ہم اللہ زاری کر کے جو کمرائی پڑے ہوئے ہیں اور یہی بات کو دل نہیں کرتے یہ کامیابی کی بات ہے۔ ان کا یہ سمجھنا جرات اور حماقت پہنچی ہے۔

اِنَّهٗ لَا يَخْلُیْخُ الْعٰقِلُوْنَ ۝ (بڑا شبہ بات یہ ہے کہ ظالم کا مہاب نہ ہوں گے (یہ منہ زہی اور بہت جری ان کے کام نہ آتی آخرت میں دائمی طاب میں مبتلا ہوں گے۔ ظالموں کی ناکامی اور پستی کا ذکر دہرا کر آخرت کا ایک خطرہ ان پر رواں دواں فرمایا ہے۔) وَلَیْسَ لَکُمْ شِرْکَیْنِ ۚ عِیۡتَہُمۡ لَقَوْلِیۡ لِلَّذِیۡنَ اٰتٰی خُشُوۡکَۤا ۚ اِنَّ خُشُوۡکَۤا حَقُّمۡ ۚ الَّذِیۡنَ کَفَرُوۡۤا یَعۡتَدُوْنَ ۝ (اور جس دن ہم ان سب کو جمع کریں گے ہم مشرکین سے نہیں گے کہ تمہارا سہو شرکا کہاں ہیں جن کے بارے میں تم دعاوی کرتے تھے کہ وہ بھی مسلمان ہیں۔ یہی کہہ کر شرک سے خطرہ ہو کرے گا اور یہی بھی شرک کا دلی سے کام نہیں لے گا۔) اَلَا فَرِیۡبَ عَلَیۡکُمۡ کہ وہ کہیں گے کہ وہ ظالم نہ تھا ظالم نہیں ۝ (کہ ان کی قسم ہم تو شرک کرنے والے نہ تھے) اور ان کا خطاب دیکھیں گے کہ بھوت ہوں کہ خطاب سے بچنے کی کوشش کریں گے۔ جیسے کہ دنیا میں بعض مرتد اپنے افعال و اعمال کا انکار کر کے دنیاوی حاکموں کے سامنے پہلکارا پالیتے تھے۔ آخرت کے دن اللہ تعالیٰ قاضی ہوگا وہ عظیم انجیر، سچا دھیر ہے اس کے سامنے بھوت نہ مل سکے گا لیکن یہ لوگ اپنی بہت جری سے اپنے قصور کا انکار ہی کر رہے تھے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا فَتَعٰزِلْ خَلْفَ کَعۡبَلَتِنَا ۚ اَعۡلٰی مَقَابِلِہُمۡ وَخَلِیۡ عَنۡہُمۡ مَا کُنُوۡا یَفۡتُرُوۡنَ ۝ (و بکھڑائی چلوں پر کہہ بھوت ہو اور وہ سب بکھڑا تب ہو اور وہ بھوت نکال کر دے تھے) قیامت کے دن مشرکین کے اقبال مختلف نواقت میں مختلف ہوں گے۔ اور اوقات صرف مرتد بھوت ہوں گی۔ اس کے ہم مشرک نہ تھے کہ شاید اسی بھوت سے کام چل جائے اور خطاب میں داخل ہونے سے بچنا نہ ہو جائے بلکہ جب ان کے خلاف گواہیاں ہوں گی اور لوگوں کے اعتقاد میں ان کے خلاف گواہی دہی کے تو اپنے جرم کا اقرار کر لیں گے کہ فَاعۡلَظِرۡنَا مَا یُفۡتَرُوۡنَ عَلَیۡہِیۡۤ اِنَّہِیۡ خُرُوۡجُ مِنۡ سُبُلَیۡ

مشرکین کا قرآن سے متعلق نہ ہونا اور یوں کہنا کہ پرانے لوگوں کی باتیں ہیں اس کے بعد فرمایا وَمِنۡہُمۡ مَّنۡ یُّنۡسِیۡخُ الْاٰیٰتِ (اور ان میں سے بعض وہ ہیں جو آپ کی طرف کان لگاتے ہیں) وَنَعۡیۡلَکُمۡ عَلٰی قُلُوۡبِہُمۡ اَیۡمَۃً مِّنۡ یُّخۡلِفُوۡۤہُ (اور ہم نے ان کے دلوں پر پردے کر دیے کہ وہ اس کو سمجھیں سمجھیں یہ پردے انہیں قرآن سمجھنے نہ دیے) وَلَقِیۡنَا الَّذِیۡنَہُمۡ وَفَرَّآ (اور ان کے کانوں میں یہی پڑ کر رہا) جس کی وجہ سے ہمک طرح سے ہی نہیں سمجھ سکتے اور اس غمراہی کی وجہ یہ ہے کہ جو کان لگاتے ہیں تو سننے اور سمجھنے کے لئے نہیں لگاتے بلکہ بلکہ حسرت اور استغناء کے کان لگاتے ہیں۔

أَتَيْنَهُمْ نَصْرًا ۖ وَلَا مَبْدَلَ لِكَيْفَتِ الشُّعْرَاءُ وَلَقَدْ جَاءَكَ مِنْ نَبَائِئِ الْمُرْسَلِينَ ۝ وَإِنْ كَانَ كِبَارُ

ہماری مدد کی اور ان کے طرف سے کوئی بدلہ نہ تھا جس سے ان کے مراد و مقصد کی عقل فہمی آپ کے پاس نکلا تھی جس سے اگر آپ کو ان کی مدد نہ

عَلَيْكَ إِعْرَاضُهُمْ فَإِنْ اسْتَطَعْتَ أَنْ تَنْجِي نَفَقًا فِي الْأَرْضِ أَوْ سُلْبًا فِي السَّمَاءِ فَتَأْتِيَهُمْ

آپ کو نہ ہو کہ آپ سے جو کچھ تو آپ زمین میں کوئی نہ تھا یا آسمان میں کوئی نہ تھا جس کی مدد سے آپ

بِأَيِّهِ ۖ وَلَوْ شَاءَ اللَّهُ لَجَمَعَهُمْ عَلَى الْهَدْيِ فَلَا تَكُونُ مِنَ الْخَالِينَ ۝ إِنَّا نَسْتَعِينُ

ان کے ساتھ جو آپ پر ہے اور آپ کو جو کچھ مراد و مقصد میں سب کو ہدایت میں لے کر رہنا ہے آپ کے ہاتھوں میں سے نہ ہو کہ آپ کو ان کی مدد نہ

الَّذِينَ يَسْمَعُونَ ۖ وَالْمَوْتُ يَبْغَتْهُمْ اللَّهُ لَعْنًا أَلِيًّا يُرْجَعُونَ ۝ وَقَالُوا لَوْلَا نُزِّلَ عَلَيْهِ

جو سمجھتے ہیں اور وہ اس کو اللہ زندہ رکھے گا جو ان کی طرف لٹا دے گا جس کے اور انہوں نے کہا کہ ان کے رب کی طرف سے آپ پر

آيَةً مِنْ رَبِّهِ ۖ قُلْ إِنْ شَاءَ اللَّهُ فَأُوذِ عَنْ أَنْ يُنْزَلَ إِلَيْهِ ۖ وَلَئِنْ أَكْثَرْتُمْ لَيَعْلَمُونَ ۝

کوئی چیز نہ آئے گی آپ کو اور آپ کو جو کچھ مراد و مقصد میں سب کو ہدایت میں لے کر رہنا ہے آپ کے ہاتھوں میں سے نہ ہو کہ آپ کو ان کی مدد نہ

شرکین مکہ آپ کی کھڑی نہیں کرتے بلکہ اللہ تعالیٰ کی آیات کو چھلاتے ہیں

مواہم انحراف سے جو آپ کو ہدایت میں لے کر رہنا ہے آپ کے ہاتھوں میں سے نہ ہو کہ آپ کو ان کی مدد نہ

یہاں میرے اور میرے سوا کوئی نہیں تو مجھے یہی بات چاہئے کہ میں نبی محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اپنے ارادے میں سے نہ ہو کہ آپ کو ان کی مدد نہ

اپنے رب نے کہا کہ میں آپ کو ہدایت میں لے کر رہنا ہے آپ کے ہاتھوں میں سے نہ ہو کہ آپ کو ان کی مدد نہ

سے یہ ہے کہ جب آپ (جو قریش کا ایک قبیلہ تھا جس میں سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تھے) کو اس طبع برداری میں پہلی جگہ ہوتی تھی

استیادہ یعنی ماہرین کو اپنی پائے کی خدمت) میں پہلی جگہ ہوتی تھی اور کعبہ شریف کی تعمیر برداری میں پہلی جگہ ہوتی تھی اور ان کی سرکاری بھی

انہی کا کھلی جگہ ہوتی تھی انہیں میں سے ہو جائے تو اپنی قریش کے لئے کیا بنے گا؟

اور بعض روایات میں ہے کہ انہوں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا کہ ہم آپ پر بہت شک کرتے ہیں اور آپ کو چھلاتے

ہیں ہم اس چیز کو چھلاتے ہیں جس کی خدمت کے لئے اگر آپ شریف لائے اس پر ایت بالا جہاں نبی اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ان کو آپ

کی نوبت و رسالت میں اور آپ کے ارادے کے ہوئے میں کوئی شک نہیں یا آپ کو کچھ سمجھتے ہیں لیکن اللہ کی آیات سے خود یہ اللہ کی

آیات سے کہ اللہ تعالیٰ ہر حال کے خلاف کوئی کھلی کر دے جس میں اس لئے اس کے مخالف ہیں اور ان کو چھلاتے ہیں

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کہ..... اس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرمایا: وَلَقَدْ تَحَدَّثْتُ رَسُولَ

مَنْ قُلْتُ لَقَدْ تَحَدَّثْتُ رَسُولَ عَلِيٍّ مَا تَحَدَّثُوا وَأَوْفُوا حَقِّي فَهَمُّ نَصْرِي ۖ (اور آپ سے پہلے رسولوں کو چھلاتا ہوں کہ آپ انہوں نے مخالفین کی

کھڑی کیا اور انہیں یہاں تک کہ ان کے پاس نہ رہی ہو گی)۔ اس میں وہ باتیں ہیں جو آپ نے کہا کہ ان کو کھلاتا ہوں اور

وہ انہیں کھلی باتیں نہیں ہے آپ سے پہلے جو انہیں اکرام و عظیم اسلام آئے ان کے ساتھ بھی ایسا ہوا ان حضرات نے میرا کیا

پھر فرمایا: **لَا تَقْرَأُوا كِتَابَ التَّوْرَةِ** (اگرچہ وہ آپ کی طرف صحیح کے چاہیں گے) یعنی موت کے بعد قیامت کے دن سب صحیح ہوں گے اور اپنے اعمال کا بدلہ پائیں گے۔ سچائی میں ایسے حکمران کی طرف مائل کرتے تھے جن کو اپنے پاس گواہ کرتے تھے جو موت کے بعد زکوٰۃ نہ دے سکی تھے اور ان کو یہ شکال دیتا تھا کہ ان کی مخلوق سے جو اسے نقصان ہیں یہ سب میری گے پھر انھیں گے ان کی یہ وارثت کدہ ہے۔

اس کا مقصد صرف اور حد تک صرف آدمی کو ہی حقوق ہے جو عربہ تمام چارے کے احکامات سے کھارے کی طرح سے تھیں اور نہ تھیں ہیں اور سب کو محفوظ میں رکھنا ہے جس اور ان کی خود کوئی آدم سے بہت زیادہ ہے۔

وہ محکمہ میں امراتوں سے کوئی چیز بھرتی نہ کی گئی ہے۔ جس سے جہاں جہاں سب کا زہر کرنا کوئی مشکل بات نہیں۔ خالق تعالیٰ شہداء، علم کے کوئی چیز بھرتی نہیں کرتا۔ ایک ایک لڑکا اس علم سے وہ ساری مخلوق سے پہلی طرح باہر ہے۔ پھر کھینے کے لئے اسے کھینک کر ضرورت نہیں پڑتی سب کو کتاب میں لکھ دیا ہے۔

جو تو میں مختلف ہیں انسان اور جہات ابن کا تو حساب ہو چکی ہے۔ جانوروں کو بھی آپس میں بدلے دلائے جائیں گے۔ حضرت
ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ قیامت کے دن تم ضرور بالظہر والصل حقوق کے حقوق
اور انکار کرو گے۔ یہاں تک کہ بے دستوں والی کبریٰ کو دستگوں والی کبریٰ سے بدلہ دلا یا جائے گا۔ (آکر سیٹنگ ویلی نے دنیا میں اسے بدلا
دیا)۔ (مسند سلیمان بن احمد)

مکذہب کرنے والے ہرے اور گوشتے ہیں..... ہر فرمایا و طیبین تملکون ابیہما ضیم و نحمک فی الطغلب (اور جن لوگوں نے ہماری آیات کو جھٹلایا گوشتے اور ہرے ہیں اور میری میں ہیں) کفر کی تمام اقسام کے اعتبار سے الطغلب (اور میری) الخ کے سینہ کے ساتھ فرمایا اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اصل کی غلط اور معاد کی غلط اور تکیہ داخل کی غلط مراد ہو۔

کمال صاحب الروح عز ثناءہ تعالیٰ (جسے اللہ چاہے کر اور کہے کو حق یثا یخلفہ علی صراط مستقیم (اور جسے چاہے صراط مستقیم پر ڈال دے) اس میں بھی رسول اللہ ﷺ کی آپ کے کڈے جو کام ہے کرتے رہیں یعنی حق کی دعوت دیتے ہیں۔ واجب دین اللہ کے حقہ دے میں آپ کے کڈے واجب دین انکس ہے آپ کا کام بخیر دینا ہے۔

معصیت میں صرف اللہ کو نکارتے ہو..... اس کے بعد ارشاد فرمایا: **قُلْ نَزَّاهُ عَنْكُمْ إِنَّا نَعْلَمُ غُفْلَتِكُمْ** (تو کہہ دیجئے کہ میں تم سے پاک ہوں، ہم جانتے ہیں کہ تم غفلت میں رہے ہو)۔
فَلَا تَعْلَمُ أَفَرُّ وَلَا قُفْرًا (تو نہ جانتا کہ بڑھاپا ہے یا کمزوری)۔ (کہ آپ ان سے دریافت فرمائیے کہ تم لوگ جو عید سے ہٹ رہے ہو، جو حرکت کر رہے ہو، وہ کونسا ہے، اس خطاب و انہادی لہجے میں جانتے یا نہ جانتے کے اسامی کو نکارتا ہے؟)

[illegible]

ان کو بھول جاتے ہیں جن کو شرک ٹھہراتے ہیں۔

اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے دوسری امت پر آزمائش کی ایک امت ہلاک ہوئی تو دوسری امت نے وہی طرز اختیار کیا جہاں سے پہلی امت کا تھوڑا۔

شکر کا مطلب اور شکر کی اہمیت..... کسی فرد یا جماعت کے پاس جو بھی کوئی نعمت ہو اس پر لازم ہے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے مجھے اور اس کا شکر گزار ہوں۔ دل سے بھی شکر گزار ہوں اور اپنے اعضاء و جوارح کو بھی قربان برادری میں لگانے اور نافرمانی سے بچانے تاکہ کچھ نعمتوں میں شکر گزار رہیں جائے۔ اگر کسی فرد یا قوم یا جماعت کے پاس کوئی نعمت ہو تو اس پر اتنا اصرار نہ دیتے والے کو بھولے اور نہ نافرمانی اختیار کرے اصل نعمت وہی ہے جو اللہ تعالیٰ کی نرا برادری کے ساتھ ہو۔ اگر نعمتیں ہوں اور تمہاری بھی ہو تو وہ نعمتیں تمہیں دینیں کیونکہ ان کا انجام سچا نہیں ہوگا۔ اگر نعمت اور عذاب کا سبب بن جاتی ہیں۔

نعمتیں ہوں اور ان کے ساتھ اعمال صالحہ بھی تو یہ نعمت کا قبول بندہ ہونے کی دلیل ہے اگر نعمتیں ہوں اور نافرمانی ہو اور یہ کچھ کر میں اللہ کا عذاب بندہ کو پہنچتا تو یہ نعمتیں مجھے کیوں نعمتیں یہ حالت اور یہ قوتی کی بات ہے جو اللہ تعالیٰ کے کھلم کھائی سے بے پٹری پریشانی ہے۔

حضرت عقبہ بن حارث رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب کسی بندے کو دیکھو کہ گناہوں کے بارہو اللہ تعالیٰ اسے دنیا کی محبوب چیزیں دے رہا ہے تو یہ شکرانہ ہے (جس کا معنی ہے کہ اصل دیکھو نعمتیں عطا فرما کر اسے گناہوں میں ترستی کا دروازہ کھول دیا جا رہا ہے تاکہ وہ زیادہ عذاب میں مبتلا ہو اس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آیت ہا قُلْ لِّسْنَا نَسْتَوْفُوا بِعَقِبِ رَحْمَتِ رَبِّنَا۔ (مختصر التفسیر جلد ۱ ص ۴۴۳)

یہ انسان کی کمزوری ہے کہ نہ نعمت سے کچھ دلا رہا ہے نہ اور نہ نعمت اور عذاب سے عبرت حاصل کرتا ہے۔ سورہ اعراف میں فرمایا وَ مَا أَزْنُسْنَا لَهُمْ لَوْ تَفَزَّعُوا مِنْهُمْ إِنَّا لَخَالِفَةٌ بِالنَّارِ وَأَلْبَسْنَا لَهُمُ الصُّرُوفَ فَتَقَرَّبُوا إِلَيْهِمْ غُرُوفًا ثُمَّ يُنَادُوا بُرْهَانًا غَلِيظًا خَلَفَهُ عَفْوَ وَالَّذِينَ ظَنُّوا أَنَّهُم مَّا نَالُوا الصُّرُوفَ وَأَنَّهُمْ لَا يَخْلُفُونَ ۝ (اور ہم نے جس کی سختی میں کوئی کمی بھی نہ کیا وہاں کے لوگوں کو کوئی اور تکلیف کے ذریعہ ضرور پہنچا تاکہ وہ لوگ گمراہ نہ بنیں۔ پھر ہم نے دل دیا انہی کو آسانی سے یہاں تک کہ وہ زیادہ ہو گئے اور کہنے لگے کہ ہمارے باپ دادا کو بھی تکلیف اور غمی پہنچی ہے تو ہم نے ان کا جانک بکڑ لیا اور وہ بے خبر رہے)

مصائب اور آفات سے عبرت لینے کی بجائے گناہوں پر سہارا کرتے رہنا اور عبرت لینے کی بجائے یہ کہہ کر خود فریبی میں مبتلا ہونا یہ تو دنیا میں ہونا رہتا ہے ہمارے آباء و اجداد بھی تکلیف میں مبتلا ہونے اسی طرح ہم پر بھی مصیبت آگئی ہے یہ اور زیادہ حماقت کی بات ہے مصائب کا سبب گناہوں پر اڑنا ہے نہ ہونا یہ کہنا کہ یہ تو دنیا میں آج ہی آپسے جڑی بوٹی ہے۔ اَلَا اِنَّ اللہَ لَبُورُ الْفِتْنَةِ

فرح محمود اور مدد مہم..... فرح عربی میں فرمائی ہوئے کہتے ہیں ہمارے اسی اور جس میں ایک اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہم کو نعمت عطا فرمائی کہ ہم پر ایسا برائی فرمائی اور ہمیں اور عذاب کے ترہور و شر کے ساتھ حماقت و فریب برادری کے کاموں میں لگے ہیں یہ ترہور اور غمی محمود ہے۔

سورہ یونس میں فرمایا قُلْ مَن مِّنْكُمْ مَّنْ يَتَّقِ اللہَ وَيَرْزُقْهُ مِمَّا رَزَقْنَاهُ يُعْطِ اللہَ وَرِزْقًا كَثِيرًا ۝ (آپ فرما دیجئے کہ اللہ کے فضل اور رحمت پر خوش ہوں۔ وہ اس سے بہتر ہے جس کو اللہ سچ کر رہے ہیں)

اور فرح کی دوسری صورت یہ ہے کہ نعمتوں پر ہمارے لگے خائف کو یاد نہ کرنے نعمتوں میں مست ہو جائے اور یہ کچھ کرے یہ سب چیزیں ہمارے سفر سے حاصل ہوئیں۔ لہذا یہ جو فرح خود مہمنا کو تو فرمایا اس سے بھی ہمارے دھاکہ نعمتیں دینے والے کو کھٹوا دینے والا فرح ہمارے

۔ کھادوں کی قمار سے اس سے کہا کہ اَلَمْ تَخْرُجْ مِنْ اَنْدَ لَاحِبٍ اَقْرَبَ حَبْنٍ (کیونکہ میں نے اسے ایک اللہ تعالیٰ بنائے والوں کو دوست نہیں رکھتا) اس کی قماروں نے جواب میں کہا اَلَمْ تَرَ اَنْزَلْنَا عَلٰی جُلُجٍ حَبْنًا (کہ مجھے جو کھانا ہے میرے علم کی وجہ سے ہے، اسے اپنے دانے کو بھرا) اپنے کمال کا دعویٰ ہوا۔ اگلا اس نے کمر بستہ زمین میں سے پیدا کیا اللہ تعالیٰ اور اللہ تعالیٰ کے ذریعہ آواز پاش ہوئی ہے تنگ دستی میں رہا حق پر اعمال صالحہ پر پائی رہتا اور گناہوں سے بچتا تھا مشکل نہیں بے شک اللہ تعالیٰ میں حق پر جتنا اور دین پر چلتا اور شہرہ جاتا ہے۔

حضرت کعب بن لہب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ہر امت کے لئے ایک نیکو ہے، میری امت کا نیکو مال ہے۔ (مشکوٰۃ لمصابیح ص ۳۳۷ ج ۲)

حضرت عمرو بن حفص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ مجھے تمہارے بارے میں اللہ تعالیٰ کا خوف نہیں لیکن مجھے تمہارے بارے میں اس بات کا خوف ہے کہ تم اپنا خوب سے وہی جانے جیسے تم سے پہلے لوگوں کو سدا کی جی جی بھرتی اس کی نسبت میں انہیں میں مقابلہ کرنے لگو جیسے ان لوگوں نے انہیں میں ایک دوسرے کا مقابلہ کیا پھر وہ تمہیں جاگ کر دے جیسے انہیں جاگ کیا۔ (بیرونی تاریخ ص ۱۵۹ ج ۲، مسطورین ص ۱۶۲)

قُلْ اَوْءَاٰتِيْكُمْ اِنْ اَحَدٌ اَللّٰهُ سَمِعَكُمْ وَاَبْصَارُكُمْ وَخَفَوْهُ عَلٰی قُلُوْبِكُمْ مَنْ اِلٰهٌ غَيْرُ اللّٰهِ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ

آپ فرمادیجئے کہ اگر اللہ تمہارے کان، تمہاری آنکھیں اور تمہارے دلوں پر سر رکھ دے تو اللہ کے جاگوں سمجھتا ہے جو تم کو چھپا کر رہے۔ اَنْظُرْ كَيْفَ نَصَرَوُا الْاَيُّوْبَ ثُمَّ هُمْ يَصْطَفُوْنَ ﴿۱﴾ قُلْ اَوْءَاٰتِيْكُمْ اِنْ اَحَدٌ اَللّٰهُ عَذَابُ اللّٰهِ

دوسرے۔ دیکھ لیجئے اجم کی طرف اس کی کیا نصرت کرتے ہیں پھر وہ اللہ تعالیٰ کے آگے فرمادیجئے اگر تم پر اللہ کا عذاب آجائے بَلْعَثْنَا اَوْ جَهَنَّمَ هَلْ يَنْفُذُكَ اِلَّا الْقَوْمُ الظّٰلِمُوْنَ ﴿۲﴾ وَمَا نُرْوِيْلُ الْمُرْسَلِيْنَ اِلَّا مُبَشِّرِيْنَ

بے غماری میں یا غمزداری میں تو کیا ظالمین کے علاوہ اور کوئی جاگ کر کیا جانتے تھے اور ہم ظالمین کو صرف غم ہی جانتے جانتے تھے وَ مُنْذِرِيْنَ ؕ وَمَنْ اٰمَنَ وَاَصْلَحَ فَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ﴿۳﴾ وَالَّذِيْنَ كَذَّبُوْا

اور ایمان لائے والے کیجئے دوسرے ہیں۔ سو جو انہیں ایمان لایا اور اصلاح کر لی سو انہیں کوئی خوف نہ ہو گا اور نہ انہیں غم ہو گا۔ اور ان لوگوں نے ہماری آیت پالیتے تھے الْعَذَابُ بِمَا كَانُوْا يَلْمُسُوْنَ ﴿۴﴾ قُلْ لَا اَلُوْنَ لَكَ عِنْدِيْ خَزَاۤئِنُ اللّٰهِ وَلَا اَعْلَمُ

کو بھلا یا نہ کہ اس سب سے عذاب کچھ جانتے گا کہ وہ اللہ تعالیٰ کیا کرتے تھے۔ آپ فرمادیجئے کہ میں تو انہیں کچھ کہ میں نہیں کہ انہیں غیب وَاَلْغَيْبُ وَلَا اَلُوْنَ لَكَ اِنِّیْ اَمْلِكُ ؕ اِنْ اَنْصَبْ اِلَّا مَا يَوْقَى اِلَیْ ؕ قُلْ هَلْ يَسْتَوِی الْاَعْمٰی

ہماری بین و نہ بین میں یہ کچھ جانتے ہیں۔ میں تو ان کا انصاف کرتا ہوں انکی ہر طرف دلی کی بات ہے۔ آپ فرمادیجئے کہ انہیں نہ جانتے تھے

وَالْاَعْمٰیۤ اَفَلَا تَتَذَكَّرُوْنَ ﴿۵﴾

اور نہ جانتے تھے انہیں نہ جانتے تھے۔

اگر اللہ تعالیٰ سننے اور دیکھنے کی قوت سلب فرمالیں تو کون دینے والا ہے

ان آیات میں انکار اور جھوٹ ہے۔ اول تو یہ فرمایا کہ اللہ تعالیٰ تمہاری سنتوں اور پچھلی کی قوت کو ختم کر دے اور تمہارے دلوں پر صبر لگا دے جس سے نہ کہ کچھ سکون نہ ہو سکتا تھا واللہ کے سوا کون سا معبود ہے جو یہ چیزیں تمہیں دے دے۔ ظاہر ہے کہ اللہ کے سوا ایسا کوئی نہیں۔ پھر اللہ کو چھوڑ کر کسی غیر کو معبود بنانا کہاں کی عقلندی ہے؟ پھر فرمایا اللہ تعالیٰ کا ظاہر اس پاک بے خبری میں بھی آ سکتا ہے اور خبر داری میں بھی۔ اگر خدا آ جائے تو خالص ملیک ہو گئے لہذا غلط کرنے والے غلط سے باز آ جائیں۔ سب سے بڑا غلط شرک اور کفر ہے اس کو بھی چھوڑ دیں اور دوسرے مظالم سے بھی رک جائیں۔ پھر فرمایا کہ ظالموں کو خوش خبری کے لئے ڈرانے کے لئے بھیجا جائے گا۔ ہر انسان کی ہدایت کو جس نے توڑا کیا اور ان کی جگہ پر دینی راہیں مہیاں ہیں یقین کر کے جس نے غلطیوں کو چھوڑ دیں ان کو اللہ کی بارگاہ ارحام کو درست کیا۔ سوائے لوگوں پر نہ کوئی غلبہ ہے اور نہ انہیں کسی قوم ہو گا اور جنہوں نے اللہ کی آیات کو کھینچا اور نبیوں کی دعوت پر ایمان نہ لائے ان کی ذمہ داری کی وجہ سے خدا پکے گا۔

نبوت کے لوازم میں بالدار یا غیب دان ہونا نہیں ہے۔۔۔۔۔ لوگ یہ سمجھتے تھے کہ نبی ہاں دروات کے اعتبار سے ہم سب زیادہ ہوتا تھا ہے۔ پرنگاہ دہانہ کے نزدیک دنیا ہی بڑی چیز ہے اس لئے نبوت اور رسالت کا عادی ہونا زیادہ ہونے پر سمجھتے تھے کہ لوگوں کی جاننا نہایت کا جواب دے چکے اور اشارہ فرمایا **لَقَدْ آتَيْنَاكَ الْكِتَابَ جَدِيدًا خَوَّلَيْنَاكَ** (آپ کو نیا کتاب عطا کی جس میں آپ کو کچھ کچھ سے اس اند کے خزانے ہیں) خزانے اس دنیا کی نہایت درسات اور تقویٰ پر مشتمل اند کی دیکھیں۔ جس بات کی رحمت دی جا رہی ہے اس میں فکر کرو اور ان دلائل کو گھور کر نہایت درسات کیلئے پیش کیے جا رہے ہیں۔ بالدار ہونے کی نبوت کا معیار دانا جاننا نہایت ہے۔ کہہ لوگ یہاں کہتے تھے کہ غیب کی باتیں بتاؤ ہم آپ کا کیا جانیں ان کو کبھی جواب دیا۔ اور اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے اعلان کر دیا کہ **وَلَا تَقُولُ لَمْ يَكُنْ** (میں غیب نہیں جانتا) غیب کا علم تو صرف اللہ ہی کو ہے۔ وہ یہ جانتا تھا کہ آپ عطا فرما دے اور غیب دانی نبوت و رسالت کی اختصاریت مشافہتی شرط نہیں ہے۔

بہت سے لوگوں کو آج بھی دیکھا جاتا ہے کہ مرشدین صالحین اور متعلمین سے رہنما نہیں کرتے کیونکہ وہ لوگ غیب کی خبریں نہیں دیتے اور جو شعبہ بے ہادگیوں کا شعبہ ہے، غلط ہیں، بالکل بچ، کائنات کی طرح کچھ ہاتھ دیتے رہتے ہیں۔ ان باتوں میں کوئی بات ٹھیک نکل جاتی ہے تو ان ہی لوگوں کے پیچھے لگ جاتے ہیں اور ان کو فائدہ کا حصول بند کر رکھتے ہیں ان میں بعض لوگ صاحب کشف بھی ہوتے ہیں۔ کشف شروع بالکل مستحکم نہیں اور نہ یہ بزرگی کی دلیل ہے کشف بعض مرتبہ کا حصول بلکہ جانوروں اور پتھروں کی بھی ہوتا ہے اسکو شہادتِ خداوندی کی دلیل سمجھنا غلط ہے، اسی میں اور احوال اور احوال اور کھانا پر عدم مقبولیت ہے جو لوگ دیکھا دیا ہیں، اے لڑائی میں افسوس و غور میں جتنا ہیں ان کو مرشد جانا اور ان کا مستفاد ہونا بہت بڑی گمراہی ہے۔

پھر فرمایا: وَلَا تَكُونُوا مِمَّنْ عَمِلُوا
 ذِكْرًا - اللہ تعالیٰ کی عسکت اسی میں ہے کہ انسانوں کا یہی انسان ہی ہے۔ انسانوں میں مکمل کی کردار ان کی حاجات کو پھر صفات کو جان کر
 انکسار کھائے غول سے بھی تربیت کرے اور اصل سے بھی۔

مشرکین کو امر اور نہی کے واسطے یہاں پہنچانے کے لئے اللہ تعالیٰ نے ان کو رسول کا کیا حال سے کرکھا دکھا،

بھی ضرورت ہوتی ہے۔ اگر نبی نکھار نہ نکھارے اور پادشاہ میں نہ جائے تو حقیقت انکام کون بنائے۔ منصب نبوت کے حقیقی جہان کے لئے انکشافات سے باطنیات اور اعتراضات تھے۔ مذکورہ بالا آیت میں ان سب کی تردید فرمائی۔

ان قبیلہ الامامیہ حق باطنی (آپ فرمادیں کہ صرف اسی کا ہوا کرتا ہے جو میری طرف سے ہی کی جاتی ہے) میں وہی الہی کا بندہ ہیں جو ہم بھی ایمان ہے اس پر خود بھی عمل کرتے ہیں۔ انہیں یہی امت مسلمہ کا آخر میں فرمایا قُلْ خَلِّبُوا نَسْوَیَ الْاَعْصَمٰی (آپ فرمادیتے ہیں کیا براہ ہو سکتا ہے جو خدا اور اس کے مافیہ میں ہو سکتے تھے۔ پس اللہ کی آیات انہیں نکھار دینا چاہتا ہے جس کی طاقت انہیں ہرگز نہ دے۔ یہ مسلم ہے اور جس کے ساتھ ہم تمام چھوٹی سی صورت میں لائے اور بھی جملہ امت میں نہیں دیکھتے۔ بے ہوش خدا اور خدا کو چھوڑ دھیرت کی انہوں نے دیکھا اور غور فکر کرو۔ اَللّٰہُ فَطَرَ سَمَوٰتٍ وَ اَرْضٍ لَّیْسَ لَہٗۤ اِکْرَامٌ (کیا تم غور نہیں کرتے) اگر غور کریں تو حق قبول کرنے کا راستہ کھل آئے اور سب اعتراضات رفع ہو جائیں گے۔

علم غیب کے بارے میں اہل سنت و الجماعہ کا عقیدہ اہل ان و الجماعہ کا عقیدہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اللہ نے ہر اہل حق سے زیادہ علم دیا اور علم غیب کا آپ کے برابر کسی حقوق کو علم نہیں ہے آپ کا علم تمام اولین و آخرین سے زیادہ ہے۔ اور یہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو دیا ہے۔ جس کو سورہ آل عمران میں فرمایا وَمَا کَانَ اللّٰہُ لَیُعْطِیْکُمْ عَلَی الْغَیْبِ وَ لَکِنَّ اللّٰہَ یَخْشٰی مَنْ رَزٰہُ فَمَنْ رَزٰہُ اَنْ یَّسْرِ لَہٗۤ اَمْرًا یَّعْلَمُ غَیْبَہٗ اَخَذَ مِنَ الْاٰمَنِیْنَ اَوْ لَعَلَّیْ مِنْ رَّسُوْلِیْ لَیْسَ لَہٗۤ اَمْرٌ اَنْ یَّکُوْنَ اور غیر کائنات کو علم پیدا ہوتا ہے صرف اللہ تعالیٰ ہی کی صفت ہے اس لئے عالم غیب علی الاحاط صرف اللہ ہی ہے وہ عالم غیب بھی ہے اور عالم شہدہ بھی۔ جیسا کہ سورہ آلہم سعدہ اور سورہ شمر میں فرمایا اور سورہ نمل میں فرمایا لَا یُعْلَمُ مِنْ لَیْلِ السَّعٰتِ وَ الْاَزٰہِ الْغَیْبِ اِنَّ اللّٰہَ یَعْلَمُ سِرَّ کُلِّ شَیْءٍ اہی جہات کی جو سے کہتے ہیں کہ موت سے پہلے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو تمام نبی خدا کے رکے گئے تھے۔ یہ لوگوں کا ہر اسی پیدائش سے اور موت ہے کہ انکو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خود اپنی باتیں کی کہ قیامت کے دن یہاں آیا ہو گا اور مجھے اس کا علم اس وقت دیا جائے گا۔ مثلاً فرمایا کہ جوش کوثر پر میرے پاس بہت سے لوگ آئیں گے اور ان میں سے بہت سے لوگوں کو بتایا جائے گا۔ میں کہوں گا کہ یہ میرے آدمی ہیں فرشتے کہیں گے کہ آپ نہیں جانتے انہوں نے آپ کے دین میں کیا نئی باتیں نکالی ہیں۔

ان کی باتوں میں سے یہ بھی ہے کہ لوگوں نے قرآن وحدیث کے خلاف اپنے عقیدے بنا لئے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا علم اللہ تعالیٰ کے برابر بتا دیا۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا عالم غیب کہنے لگے۔

حدیث شریف میں یہ بھی ہے کہ آپ نے فرمایا میں جو شکاوت کے لئے مجھ میں ہر رکھوں گا تو اللہ کی مدد جان کر اس کا ہر اسی وقت اللہ میرے دل میں اٹھیں گے۔ (مشکوٰۃ المصابیح ص ۸۸)

اس سے صاف واضح ہے کہ موت کے وقت سے پہلے بھی سب علم نہیں دے گئے۔ محبت کے دعوے پر قرآن وحدیث کی تصریحات بھی نہیں دیتے۔ عَلٰیہِ السَّلَام

وَاَنْذِرْہِۤمُ الَّذِیْنَ یَخَافُوْنَ اَنْ یَّعْثُرُوْا اِلٰی رَبِّہِمۡ لَیْسَ لَہُمْ مِّنۡ دُوْنِہٖ

اور آپ ان سے ڈرانے میں ان کو ڈرانے سے ان بات سے ڈرانے میں کہ وہ اپنے سب کے پاس اپنی حالت میں جگہ کے ہاں ہی کے کہ ان کا کوئی

وَلَا شَيْخٌ لَّهُمْ يُشْفُونَ ۝ وَلَا تَقْرُؤُا الَّذِينَ يَدْعُونَ رَبَّهُمْ بِالْغَدَاةِ وَالْعَشِيِّ

دعائے ہو گا اور نہ کوئی شفا دے گا۔ نہ تاکہ یہ لوگ اور ان لوگوں کو اور صحت کیجے جو پڑھتے ہیں اپنے رب کو صبح و شام۔ جو پڑھتے

یُرِيدُونَ وَجْهَهُ ۚ مَا عَلَيْكَ مِنْ حِسَابِهِمْ مِنْ شَيْءٍ وَمَا مِنْ حِسَابِكَ عَلَيْهِمْ مِنْ شَيْءٍ

جس کی تم کو۔ ان کا حساب آپ کے ذمہ کچھ بھی نہیں۔ اور آپ کا حساب بھی ان کے ذمہ کچھ بھی نہیں کہ آپ نے

قَطَرُوا لَهُمْ فِتْنَتًا مِنَ الظَّالِمِينَ ۝ وَكَذَلِكَ فَتَنَّا بَعْضَهُم بِبَعْضٍ لِّيَقُولُوا أَهَؤُلَاءِ

کو اور کہیں پھر آپ ظالموں میں سے ہو جائیں اور اسی طرح ہم نے ان میں سے کچھ کو بعض کے اور پر آزمایا ہے تاکہ وہ کہیں کیا ہمارے

مَنْ أَلَّهِ عَلَيْهِمْ مِنْ بَيْنِنَا ۚ أَلَيْسَ اللَّهُ بِأَعْلَمَ بِالشَّاكِرِينَ ۝ وَإِذَا جَاءَكَ الَّذِينَ يُؤْمِنُونَ

اور میں سے یہ لوگ ہیں جن پر اللہ نے ہماری کیا ضد نظر کر دیں کہ خوب جانے رہا نہیں ہے؟ اور یہ آپ؟ جائیں وہ لوگ جو ایمان لائے ہیں

بِآيَاتِنَا فَقُلْ سَلَامٌ عَلَيْكُمْ كَتَبَ رَبُّكُمْ عَلَى نَفْسِهِ الرَّحْمَةَ ۚ أَنَّهُ مَنِ عَمِلَ سُوًّا

عالمی آیت پر تو اس سے کہہ دیجئے کہ تم پر سلامتی ہے۔ تمہارے رب نے اپنے اور رحمت کو طر کر لیا ہے کہ جو کچھ تم میں سے جہالت کی وجہ کوئی

بِجَهَالَةٍ ثُمَّ تَابَ مِنْ بَعْدِهَا وَأَصْلَحَ ۚ فَأَنَّهُ غَفُورٌ رَحِيمٌ ۝ وَكَذَلِكَ نَقُصُّ عَلَيْكَ

کہہ کر ملے ہمارے کہ بعد توبہ کر کے اور اپنا حال درست کر کے تو وہ غفور و رحیم ہے۔ اور اسی طرح ہم تمہیں سے توبہ کو جانے

وَلِيَسْتَبِينَ سَبِيلَ الْمُجْرِمِينَ ۝

کرتے ہیں تاکہ مجرموں کا راستہ ظاہر نہ ہو سکے۔

صبح و شام جو لوگ اپنے رب کو پکارتے ہیں انہیں دور نہ کیجئے

ان آیات میں ہدایت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب فرمایا کہ آپ قرآن کے اور یہ ان لوگوں کو اور اپنے جہاں بات سے سارے

جہاں کا اپنے رب کی طرف بھیج سکے جائیں گے جب اس وقت وہاں ان کا کوئی دھماکا اور رخاڑل کرنے والا نہ ہوگا آپ ان کو بھیج کریں حتیٰ

پہنچائیں اس امید پر کہ کفر اور مباحی سے بچا جائے۔

قال صاحب الروح وجوز ان يكون حالا عن حضور الامر اي الظهور واجبه فلوهم واجبه فلوهم صاحب روح المعاني لمراتے ہیں

یا احتمال بھی ہے کہ یہ امر کی ضمیر سے حال ہو یعنی انہیں دماغ سے اس حال میں کہ آپ ان کے پر پیڑگار بن جانے کے بارے میں یہ امید

ہو۔

اس کے بعد حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب کر کے فرمایا کہ جو لوگ اپنے رب کو صبح و شام پکارتے ہیں ان کو دور نہ کیجئے۔

تقریباً یہی ہے کہی فضیلت اور ان کی والدہ کی کھلم..... حال حاضر میں ۱۹۹۹ء میں ہے کہ حضرت سلمان فارسی اور عتبہ

بن ابی اسد رضی اللہ عنہما نے بیان فرمایا کہ یہ آیت ۷۱ ہمارے بارے میں چل رہی تھی۔ قرآن میں اس میں اور عتبہ بن مسعود رضی اللہ عنہما اور

دوسرے لوگ جو مکہ انقبوب میں سے تھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے (یہ لوگ اپنے قلوبوں کے واسطے) جب یہ آئے تو، یکجا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بلایا، مصیب غلہ و خباب اور بعض صحابہ رضی اللہ عنہم کے ساتھ تشریف لے رہے ہیں یہ وہ صحابہ تھے جنہیں دنیاوی اعتبار سے گروہ سمجھا جاتا تھا۔ آتے والے دوسرے جب ان کو آپ کے پاس پہنچا ہوا دیکھا تو ان پر حیرت کی فحشیں اڑائیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ ہمیں آپ سے ممتاز کر دیجئے۔ اور ان لوگوں کو ان سے دور کر دیجئے۔ ان کے پیروں سے (آؤری پہلوں سے) ہم محفوظ ہو جائے ان حضرات کے اس وقت کوئی کپڑے تھے۔ ان کے علاوہ دوسرے کپڑے سے مزین تھے۔ ان دوسرے کا ان کو ہتھیلیاں اور اپنے سے دور کر دیں تو ہم آپ کے ساتھ بیٹھیں گے اور ہم کو حاصل کریں گے آپ نے فرمایا میں سو بخشنے کو اور کرنے والا نہیں ہوں۔ انہوں نے کہا تو آپ یہاں کیجئے کہ ہمارے لئے کوئی مجلس خاص مقرر فرمائیے تاکہ عرب لوگ ہماری غفلت جان لیں آپ کے پاس عرب کے وفد آتے ہیں۔ ہمیں اس بات سے شرم آتی ہے کہ عرب کے لوگ ہمیں ان لوگوں کے پاس پہنچا ہوا دیکھیں۔ جب ہم آپ کی طرف سے آپ ان کو ہاتھ دیا کریں پھر نبی ہم کو فارغ ہو جائیں تو آپ چاہیں تو ان کے ساتھ تشریف لے کر ہمیں آپ نے فرمایا ہاں ایسا کر سکتا ہوں کہنے لگے اس بات کی تائید کے لئے ہمیں کچھ کرنا چاہیے آپ نے کافہ متکونین اور حضرت علیؓ کا ہاتھ لگنے کے لئے بلوایا۔ حضرت سلمان فارسی اور خباب رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ اس وقت ہم ایک گوشے میں بیٹھے ہوئے تھے۔ اسی وقت جبریل علیہ السلام آئے کہ یہ دو کا خطرہ ظلیفون و یلغون و زہم نے کرنا دل ہوئے۔

جب یہ آیت نازل ہوئی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ کافہ اپنے دست مبارک سے پھینک دیا۔ اور ہم لوگوں کو بلوایا ہم حاضر ہوئے تو آپ نے فرمایا: سَلِّمُ عَلَيْكُمْ كَلْبُ زَيْنُ عَمْرٍو نَفْسُ الرِّحْنَةِ (تم پر سلام ہو تمہارے رب نے اپنے اوپر رحمت کو لازم فرمایا) اس کے بعد ہم آپ کے ساتھ بیٹھے رہے تو آپ جب چاہتے تھے ہمیں چھوڑ کر گھر سے ہو جاتے۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے (سورہ اہلب کی آیات) نازل فرمائی: وَأَنْصَبُوا نَفْسُكَ نَفْسُ ظَلْفِنِ يَلْغُونَ زَهْمُ بَالْفَسْوَةِ وَالْفَنَسِ يُلْغُونَ وَخَفَةُ (اور آپ کے ساتھ جبر کر بیٹھے رہے جو اپنے رب کو کھینچ دیتا ہے اور اس کی رضا کو چاہتے ہیں تاکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ساتھ بیٹھے رہے تھے۔ اور ہم آپ سے بہت قریب ہو کر بیٹھے تھے اور اب یہ بات تھا کہ کافہ کا وقت ہوتا تو ہم پہلے اٹھ جاتے تھے تاکہ آپ کا مخالف اٹھ کر جائیں۔

جب یہ آیت نازل ہوئی تو آپ نے فرمایا: الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِي لَمْ يَعْصِ حَتَّىٰ أَمْرًا (انھیں انھیں مع قوم من امنی) (سب قریب اللہ کے لئے ہے جس نے مجھے اس وقت تک موت نہ دی جب تک مجھے یہ حکم نہ فرمایا کہ اپنی امت میں سے ایک جماعت کے ساتھ جبر کر بیٹھوں) پھر ہم لوگوں کو خطاب کر کے فرمایا۔ مَعَكُمْ الصَّحَابَا وَمَعَكُمْ الصَّعَدَاتُ (تمہارے ہی ساتھ میرا بیٹا ہے اور تمہارے ساتھ میرا مرنے والا ہے)

اللہ جل شانہ نے ان لوگوں کی رعایت اور ولایت کا حکم فرمایا جو دین اسلام قبول کر چکے تھے اور اپنے رب سے لڑنا گئے رہتے تھے۔ ان کی رعایت اور ولایت کا حضور فرمائی اور کہہ کر دوسرے جو یہ کیا کہ ان کو ہتھیلیاں دے تو ہم آپ کے پاس بیٹھیں گے ان کی درخواست اور فرمادی اور حضور اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو ان کی ولایت کا خیال فرمایا تھا (جو اس مشقت چاہے یعنی تھا کہ لوگ اپنے ہو گئے ہیں مگر ان کو مجلس میں بعض مرتبہ ساتھ خواہ تو محبت اور تعلق میں کی کرنے والے نہیں ہیں۔ اور یہ وہ ساجو کھو مجلس کے لئے درخواست کر رہے ہیں ان کی بات مان لی جاسکتی ہے تو ان کا یہاں بھی فہم ہو جائے اور ممکن ہے کہ حاجت قبول کر لیں اس خیال کی بھی اللہ تعالیٰ نے تائید فرمائی۔ اس سے جہاں ان حضرات صحابی کی غفلت معلوم ہوئی ان کو کفر کی وجہ سے دوسرا سب نے حقیر سمجھا تھا۔ ہاں یہ بھی معلوم ہوا کہ جو

لوگ سلام قبول کرتے ہوں ان کی رعایت اور نداداری ان لوگوں سے مقدم ہے جو ان کی تک مقرر اسلام ہیں۔

پھر فرمایا **فَمَا لِهَٰلِكِ بَنِي حِمْيَرَ** یعنی جسٹاہم بن حنیہ وہ بنو حنیہ جنہاںک علیہم قرآن خیر ہے **فَلْيُظْهَرْ فَعَمَلُهُمْ** یعنی ان کا حساب آپ کے ذمہ کو بھی نہیں اور آپ کا حساب ان کے ذمہ کو بھی نہیں کہ آپ ان کو دہا کر دیں پھر آپ خالوں میں سے ہو جائیں گے اس کا مطلب بعض مفسرین نے یہ بتایا ہے کہ قرآن مجید جو آپ کے پاس آتے ہیں اور ساتھ ساتھ بیٹھے ہیں ان کا جان نواز آپ کے ذمہ نہیں ہے۔ آپ ان کے اخلاص کی تحقیق نہ کریں۔ مگر ہر حال کے مطابق ان کے ساتھ معاملہ کریں اور ان کو اپنے پاس رکھیں اور فیصلہ آپ کریں اور اپنے سے دہا نہ کریں اور ان کے مقابلہ میں ان لوگوں کو نہ بیچ نہ دیں جنہوں نے ایمان قبول کیا ہی نہیں۔ دہا کرنے کی وجہ یہ ہو سکتی تھی کہ ان میں اخلاص نہ ہوتا جب آپ کے ذمہ ان کے اخلاص کی تحقیق نہیں تو آپ ان کو کیوں دہا کرتے ہیں اور آپ کا حساب بھی ان کے متعلق نہیں کہ وہ آپ کی تحقیق کریں۔ بلکہ اس کا احتمال بھی نہیں ہے کہ امت اپنے ظہر کے جان کے احوال معلوم کرے کیونکہ ایمان کے ساتھ یہ بات صحیح نہیں ہو سکتی۔ لیکن کو تحقیق کے ساتھ برابر قرار دینا کہ امت کی تحقیق حال یا غی کی آفرمائی۔

وَالصَّالِحِينَ اور علیہم السلام حسب ما هو شأن منصب الرسالة النظر الى خواص الامور واجراء الاحكام على موجهها وتلويحها الى التلويح الخبير بخواص هؤلاء دعاء ربهم بالعلو والعز والى ان لعل الامام حسبك عليهم من شيء اعطف على ماله وحق به مع ان الجواب قدتم بذلك مبالغه في بيان كون الظاهر حسبهم عليه السلام بنظره في ملك ماله لا شبهة فيه اصلا وهو الظاهر كون حسبه عليه الصلوة والسلام احد (یعنی آپ کے منصب رسالت کے شان میں شان بیکہ ہے کہ آپ ان قرآن مجید کے ظہری امور کو دیکھیں اور ہر حال کے مطابق ان کے ساتھ معاملہ کریں اور ان کے جان کی امور کو نیز ان کے حساب کو ظیفہ و خیر کے حوالے کر دیں۔ اور ان کا ظاہر حال یہ ہے کہ وہ حج و تمام اپنے رب کو پکارتے ہیں۔ آگے بھی کر فرماتے ہیں وہ صام حسبك عليهم من شيء کا عطف اپنے اہل بھارت یعنی ماعطيك من حسبهم من شيء پر ہے۔ پھر ارادہ دیکھنے پہلے جملہ سے بات مکمل ہو گئی تھی اس جملے کا اضافہ کیا گیا تاکہ اس امر کا بیان مبالغہ کے ساتھ ہو جائے کہ لوگوں کے حساب کی ذمہ داری حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر نہیں ہے۔ اور اسے بھی دوسرے جملہ میں (خیر میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے حساب کی ذمہ داری کی لکھی لوگوں سے کی گئی) کی لڑائی میں پیدا ہونے لگتی جیسے اس سے شہید ہے)

یہ قدر اس صورت میں ہے جبکہ حسبہم اور علیہم کی ضمیریں **الَّذِينَ يَتَّبِعُونَ وَتَقَرُّوْا** کی طرف راجع ہیں اور بعض مفسرین نے ان ضمیروں کو ذمہ سائے مشرکین کی طرف راجع کیا ہے اور اسے کاپے مطلب بتایا ہے کہ یہ لوگ ایمان لائے ہیں یا نہ لائے آپ فرماہ مستمعین کے مقابلہ میں ان کی پراہ نہ کریں کیونکہ ان کے حساب کی ذمہ داری آپ پر نہیں ہے جیسا کہ آپ کی ذمہ داری ان پر نہیں۔ اگر یہ ذمہ داری آپ پر ہوئی یعنی ان کے مسلمان نہ ہونے پر آپ سے مواخذہ ہوتا تو اس صورت میں آپ ان کی وجہ سے فرماہ مستمعین کو گناہ سے ہٹا سکتے تھے اور جب یہ انصاف نہ فرماہ گناہ سے ہٹا سکتے تھے۔

پھر فرمایا **فَمَا لِهَٰلِكِ بَنِي حِمْيَرَ** یعنی جسٹاہم بن حنیہ وہ بنو حنیہ جنہاںک علیہم قرآن خیر ہے۔ **فَلْيُظْهَرْ فَعَمَلُهُمْ** یعنی ان کا حساب آپ کے ذمہ کو بھی نہیں اور آپ کا حساب ان کے ذمہ کو بھی نہیں کہ آپ ان کو دہا کر دیں پھر آپ خالوں میں سے ہو جائیں گے اس کا مطلب بعض مفسرین نے یہ بتایا ہے کہ قرآن مجید جو آپ کے پاس آتے ہیں اور ساتھ ساتھ بیٹھے ہیں ان کا جان نواز آپ کے ذمہ نہیں ہے۔ آپ ان کے اخلاص کی تحقیق نہ کریں۔ مگر ہر حال کے مطابق ان کے ساتھ معاملہ کریں اور ان کو اپنے پاس رکھیں اور فیصلہ آپ کریں اور اپنے سے دہا نہ کریں اور ان کے مقابلہ میں ان لوگوں کو نہ بیچ نہ دیں جنہوں نے ایمان قبول کیا ہی نہیں۔ دہا کرنے کی وجہ یہ ہو سکتی تھی کہ ان میں اخلاص نہ ہوتا جب آپ کے ذمہ ان کے اخلاص کی تحقیق نہیں تو آپ ان کو کیوں دہا کرتے ہیں اور آپ کا حساب بھی ان کے متعلق نہیں کہ وہ آپ کی تحقیق کریں۔ بلکہ اس کا احتمال بھی نہیں ہے کہ امت اپنے ظہر کے جان کے احوال معلوم کرے کیونکہ ایمان کے ساتھ یہ بات صحیح نہیں ہو سکتی۔ لیکن کو تحقیق کے ساتھ برابر قرار دینا کہ امت کی تحقیق حال یا غی کی آفرمائی۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سب کو دعویٰ گزارنے کا ایک طریق بتایا ہے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جب تم میں سے کوئی شخص ایسے شخص کو دیکھے جو مال میں اور مال و صحبت میں اس سے بڑھ کر ہے اپنے سے پہلے دے گا وہی دیکھ لے۔ (صحیح بخاری ج ۱ ص ۴۷)

دیواری چڑھ میں رہا اپنے سے پہلے کو دیکھو کہ حیرت ہوا کہ یہ کبھی آئے کہ اپنے سے ہمیں بڑا مال لاکھوں افراد سے بڑھ گیا ہے اور بہت زیادہ دیا ہے اور وہ میں رہا اپنے سے پہلے کو دیکھو جو اپنے سے زیادہ دے رہا ہے۔ تو لوگ اللہ کی یاد میں لگے۔ رچے ہیں ان کے بارہو نے یہ کہان سے آگے نہ بڑھ سکی حیرت کرے۔

مساکین صالحین کی فضیلت آیت شریفہ میں جن مسکینوں کی فضیلت بتائی ان کی تشریف میں لایا يُؤْتِيهِم مِّنْ فَضْلِهِ وَاللَّهُ غَفُورٌ رَّحِيمٌ (کہ جو لوگ مسکینوں کو دے گا وہ ان سے بڑھ کر ہے اور اس کی رضا مندی کے طالب ہیں) اور یہ اس صفت سے متصف ہیں ان کو بلاشبہ ایمان اور اعمال صالحہ کی وجہ سے یہ فضیلت حاصل ہے لیکن اعمال کی وجہ سے غریبی کی وجہ سے نہیں۔ ایمان اور اعمال صالحہ ہوں اور غریبی بھی ہو تو اس کا یہ فائدہ اتنی جانچنا کہ مالداروں سے پہلے جنت میں پہنچ جائیں گے۔

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ نے بیان فرمایا کہ میں ایک مرتبہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس پہنچ گیا (جن کے پاس مال نہ تھا اور کپڑوں کی اس قدر کمی تھی کہ ان میں سے بعض شخص کے ذریعہ آپ میں پہنچا کرتے تھے) لیکن اس مرتبہ سے پہلے مجھے کسی ایک کی نظر دوسرے کی دانت، ٹیڑھ پر نہ پڑے کہ ایک شخص ان میں سے قرآن مجید پڑھ رہا تھا وہی حال میں تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کی طرف آئے آپ قریب میں تشریف لاکر کھڑے ہو گئے آپ کے تشریف لانے پر قرآن پڑھنے والا خاموش ہو گیا۔ آپ نے سلام کیا۔ پھر فرمایا تم کیا کر رہے تھے ہم نے عرض کیا کہ ہم کان لگا کر آپ کی کتاب کو نہ دے رہے تھے آپ نے فرمایا

الحمد لله جعل من أفنى من عورت ان يصبر نفس معهم

(کہ سب قریب اللہ کے لئے ہیں جس نے میری امت میں ایسے لوگ بنائے جن کے ساتھ مجھے جم کے چلنے کا حکم دیا گیا ہے۔

اس کے بعد آپ نے ارشاد فرمایا جس پر حاضرین نے طوق طایفہ و سب کے چر سے آپ کی طرف متوجہ ہو گئے آپ نے فرمایا کہ اسے ہمارے جنت میں داخل ہو گا۔ یہ آیت حدیث کا وہاں پانچ سو سال کا وہاں (رد المحتار ج ۱ ص ۴۷)

پھر فرمایا وَأَمَّا أَجْتَا لَكَ الْبَنِينَ يُؤْتِيكَ مِنْ دُونِكَ حَقَّ الْقِسْمِ عَلَيْهِمْ عَلَيْهِمُ الْكُفْرُ وَهُمْ عَلَىٰ قُلُوبِهِمُ الرُّخْفَةُ (اور سب) تم میرا آپ کے پاس ہو لوگ جہان لاتے ہیں صدی آیات پر آپ سلام شک نہیں اور یہی کہیں تَحْبَبُ وَهُمْ عَلَىٰ قُلُوبِهِمُ الرُّخْفَةُ (کہ تمہارے سب نے اپنے ابو پر رحمت کو لازم فرمایا ہے)

ابن حضرت کا وہ پڑا کر تھا انہیں اپنے سے دور نہ کر اس میں اس کی والدہ کی کا حکم فرمایا کہ آپ ان کے لئے سلاخی کی دعا کریں اور ان کو تاریں کر کے تار دھب دھب ہے اس نے اپنے ابو پر رحمت کو لازم کر دیا تمہارے ایمان اور اعمال صالحہ کا اجر خالص نہیں ہو گا۔

پھر فرمایا أَفَنُفِ عَنِ غُلَبِ بَنِيكُمْ شَوْهَةً أَوْ بَعْضَهُ لَمْ تَنْتَبِ مِنْ أَنْتُمْ وَأَخْلَقَ اللَّهُ غُلُوبَهُمْ وَجَنَّتْ (کہ تم میں سے جس نے کوئی گناہ کر لیا تو ان کے ساتھ پھر اس کے بعد پڑ کر لی اور اصلاح کر لی اور جنت کے وارث ہیں)

لفظ جہات میں کا ترجمہ ہم نے جہاتی سے کیا اس سے علی جہات مراد نہیں۔ کلی جہات مراد ہے۔ جان و جو کر گناہ کرنے والا بھی

اس میں داخل ہے کہ جو بھی گناہ دیتا ہے وہ گنہگار کی حالت کی وجہ سے دیتا ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ گناہ گار کو گناہ دیتے ہوئے گناہ گار اور اس کے مولا اللہ ہر نظر سے گناہ گار کے طرح کی حالت تا الی اور حالت ہے۔

پھر فرمایا کہ ثلاث نفعل الایات والفتین فیل القعر من ذلک ای طرح ہم ایات کی تفصیل بیان کرتے ہیں تاکہ اگر ہم کائنات کا راز سمجھ جائے اس کا صاحب روح العالی فرماتے ہیں ائی والفتین فیل القعر فعل ما فعل من التفصیل یعنی آیات کے بیان کرنے کے بعد وہ ان کو ہیں جن میں سے ایک یہ بھی ہے کہ آپ کو یہ معلوم ہو جائے کہ ہر شے کا راز کیا ہے یعنی ان کا کیا انجام ہونے والا ہے۔

قُلْ إِنِّي نُهَيْتُ أَنْ أَعْبُدَ الَّذِينَ تَدْعُونَ مِنْ دُونِ اللَّهِ. قُلْ لَا أَتَّبِعُ أَهْوَاءَكُمْ

آپ نے اپنے اپنے وقت میں یہ کام کیا کہ ان کو ان کی جہالت میں نہیں رہنے دیے کہ ان کو ان کے گھر سے باہر لے آئے۔ آپ نے اپنے اپنے وقت میں ان کی تہذیبی فطرت کو اس طرح بھی نہیں بگاڑا۔

قَدْ صَلَّيْتُ إِذَا وَمَا أَنَا مِنَ الْبُهْتَرِينَ ﴿٥﴾ قُلْ إِنِّي عَلَىٰ بَيِّنَةٍ مِّن رَّبِّي وَ

ایسا کہیں تو میں گمراہ ہوں کہ اس کا اور حلیہ نہ دیکھتا ہوں گا۔ آپ لڑا دیتے کہ بے شک میں اپنے رب کی طرف سے کھلے ہوں

كَلَّا يَتْلُو بَعْثًا مِّن مَّا تُغْنِي عَنْكَ الْغَنَى وَالْغَنَى ۚ إِنَّ الْحُكْمَ إِلَّا لِلَّهِ يَتَّبِعُ الْحَقُّ وَهُوَ خَيْرُ

اور قہر نے اسے بھڑکایا۔ میرے پاس وہ لکھنؤ سے جس کی تم چاہتی تھو کرتے ہو۔ تمہی کسی حکم نہیں ہے سوائے اعلیٰ کے، اس لیے تم کو یہاں لڑنا ہے اور وہاں فیصلہ کرنے والے میرے ہیں۔

الفصلين ﴿قُلْ لَوْ أَنِّي مَتَّعْتُكُمْ بِمِائَةِ مِائَةٍ لَفُتِحَ الْأَرْضَيْنِ وَيَبْتَكَرُ

ہے اس لیے کہ اس نے کہا ہے: "اب فرماؤ مجھے کہ میرے پاس وہ چیز ہوئی جس کی تم چھٹی کر رہے ہو تو میرے لیے تمہارے درمیان پہلو ہو چکا ہو گا۔"

وَاللَّهُ أَعْلَمُ بِالظَّالِمِينَ ﴿٥٠﴾

— *Chrysomelidae* (100%)

— *Chrysomelidae* (100%)

مکرم اہوں کا اتباع کرنے کی ممانعت

ان آیات میں چند امور مذکور ہیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے علم سے چند باتوں کا اعلان کر دیا ہے۔ اولاً تو یہ فرمایا کہ آپ ان لوگوں سے فرما دیجئے کہ میں اللہ کے حکم کو پابند ہوں۔ میں معبودانِ بطلان کی عبادت نہیں کرتا۔ میں اللہ کے سوا کسی کو نہیں سجدتا۔ میں اللہ کے سوا کسی کی شریعت نہیں مانوں گا۔ (پھر اللہ پائے) خدا تو جسے چاہے کرے تو تمہاری طرح میں بھی کر دو جو عبادتِ بکاہرہ عبادتِ باطنی کے لئے دلائلِ شریعت سے بندہ ہوں گا جو حق مضمون ہے جس کا صدور کا فرمان میں اعلان فرمایا۔

ہونا اللہ تعالیٰ نے یہ فرمایا کہ آپ اعلان فرمادیتے کہ میں اپنے سب کی طرف سے دلیل پر ہوں مجھے پورا یقین ہے کہ میں اللہ کا نبی ہوں۔ رسول ہوں اور میں۔ مسلمات کی دعوت ہے۔ یہاں اور مجھے یہ دلیل واضح میرے سامنے ہے کہ چاہی کہ قائم ہیں۔ میں پر مجھے عمل یقین ہے کہ وہ کسی طرح کا شک نہ ہو۔ میں قرآنی باتوں کا کیسے ساتھ رکھتا ہوں؟ مجھے تو اپنے دماغ کی صحت پر دلیل کے ساتھ یقین ہے کہ قرآن ہی کا تختہ ہے کہ ہے۔ یہ تختہ ہے جس پر میں بلکہ اس کے ساتھ یہ بھی کہتے ہو کہ اگر آپ ہیں تو اس پر کوئی خطاب کا ذکر نہ ہوا ہے۔

انکا اور عذاب کی وجہ سے ہم پر ظاہر کیوں نہیں آیا؟

ظاہر بھیجے اللہ کے اختیار میں ہے، میرے اختیار میں نہیں، نعم اللہ ہی کا ہے مگر یہ اور تشریح حکم کا صرف وہی مالک ہے، وہ ظاہر بھیجے نہ بھیجے میرے اختیار میں، جو کہ نہیں اور یہ خود کہ ظاہر آجائے ہی آپ کے دوسرے کچھ مانا جائے جہان و احوال کی بات ہے، حق و باطل سے واضح ہوتا ہے، اللہ تعالیٰ نے حق و باطل فرمایا، دلائل ہوتے ہیں کہ باطل مانا اور ظاہر آجائے ہی، کثرت حق کا اور یہ کھتا ہے تمہاری اپنی بات ہے، اور تمہارا خیال غلط ہے، اللہ تعالیٰ تمہارے دوسروں کا پتہ نہیں کرتا، جو کہ وہ کرے، جسے حق قبول کرے، اس کے لئے واضح طور پر حق کا بیان ہو جاتا کافی ہے (تَعْلَمُ الْغَيْبُ وَهُوَ غَيْرُ الْمُتَّبَعِ)۔

اور یہ فرمایا کہ آپ سلطان فرمان کریں کہ جس چیز کی تم جلدی چاہتے ہو، یعنی ظاہر لانے کی تو میرے پاس نہیں، اگر میرے پاس ہوتا تو میرے تمہارے درمیان فیصلہ ہو چکا ہوتا۔ لیکن ظاہر آگیا ہوتا۔ وہ اللہ ہی کے بقدر قدرت میں ہے۔ تم واضح حق نہیں دیتے ظاہر چاہتے ہو اور حکم کرے، جو حق قبول کرے، اللہ تعالیٰ کے علم سے اور اللہ کا اس کا پتہ ہے اور وہ اپنا جس ظاہر نہیں بھیجتا تو یہ کچھ لایا کہ آخرت میں بھی ظاہر نہیں۔

وَعِندَهُ مَفَاتِحُ الْغَيْبِ لَا يَعْلَمُهَا إِلَّا هُوَ ۚ وَيَعْلَمُ مَا فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ ۚ وَمَا تَسْقُطُ

اور اس کے پاس لیب کی کلیدیں ہیں۔ جس کو اس کے علم سے ظاہر کوئی نہیں جانتا، اور وہ جانتا ہے جو کہ عقل میں ہے اور ذہن میں ہے اور نہیں کرتا ہے

مِنْ وَرَقَةٍ إِلَّا يَعْلَمُهَا وَلَا خَبْرُ فِي ظُلُمَاتِ الْأَرْضِ وَلَا رَطْبٌ وَلَا يَافِيسٌ إِلَّا فِي كِتَابٍ

کوئی چھ گھر وہ اس کو جانتا ہے، کوئی بات زمین کے اندر میں اور نہیں ہے، کوئی چیز اور غلہ گھر وہ کتاب

شَدِيدٍ ۚ وَهُوَ الَّذِي يُخَوِّضُكُمْ فِي الْمَائِلِ وَيَعْلَمُ مَا جَحْرَحْتُمْ بِالنَّهَارِ ۚ ثُمَّ يَبْعَثُكُمْ فِيهِ

تکلیف میں ہے۔ اور وہی ہے جو کہیں جہد میں لگتا ہے رات کو جانتا ہے جو کہ کہتے ہو دن میں۔ اور وہ بھیجیں وہی میں احوال ہے

لِيُقْضَىٰ أَجَلٌ مُّسَمًّى ۚ ثُمَّ إِلَيْهِ مَرْجِعُكُمْ ثُمَّ يُنَبِّئُكُم بِمَا كُنتُمْ تَعْمَلُونَ ۚ

تاکہ پوری کر دے جسے مقرر ہے۔ پھر اس کی طرف لوٹا دے گا۔ اور تمہیں اس کو اس کی طرف سے حکم کیا کرے گا۔

اللہ تعالیٰ ہی کے پاس غیب کی کتابیں ہیں، برو و بحر میں جو کچھ ہے وہ سب اس کے علم میں ہے

پہلی آیت میں داخل شان کے علم کی مست قدرے تفصیل کے ساتھ بیان فرمائی ہے اعمال اور علم انہی کو بہت ہی جگہ بیان فرمایا

جہاں وہ غفور یشکر خیر و عظیم (کا مہم ہر چیز کے علم کو مثال ہے اس کا مہم ہر جہات بعد اات تکلیف و معصات سب کے علم کو

مثال ہے اور سورۃ النہاں میں فرمایا یَعْلَمُ مَا فِي السَّمُوتِ وَالْأَرْضِ وَيَعْلَمُ مَا تُسْكِنُونَ وَمَا تَحْضُرُونَ ۚ وَاللَّهُ عَزِيزٌ عَلِيمٌ

مُضِلُّوہ اور سورۃ یونس میں فرمایا وَمَا تَغْزِبُ عَنْ رَبِّكَ مِنْ ظُلُمَاتِ الْأَرْضِ وَلَا فِي السَّمَاءِ اور سورۃ کہد میں فرمایا

إِنَّ اللَّهَ يَعْلَمُ غُيُوبَ السَّمُوتِ وَالْأَرْضِ ۚ وَاللَّهُ عَلِيمٌ خَبِيرٌ اور سورۃ اٰل عمران میں فرمایا وَإِنَّ اللَّهَ لَعَلَّ أَخْبَارُ كُلِّ شَيْءٍ عَلِيمٌ اللہ تعالیٰ کا علم ہر چیز پر محیط ہے۔ سورۃ نمل میں فرمایا لَا يَخْفَىٰ مِنْهُ شَيْءٌ فِي السَّمُوتِ وَالْأَرْضِ ۚ الْعَلْبُ إِلَّا اللَّهُ ۚ وَتِلْكَ الْأَمْثَلُ ۚ وَأَمَّا تَخْفَوْنَ أَمَّا تَعْلَمُونَ ۚ آیت

ہا میں چاہن فرما کہ غیب کی کھجیاں صرف اندھی کے پاس ہیں انھیں صرف وہی جانتا ہے۔ غنچگی اور سحر میں جو کچھ ہے سب کا جو تا ہے۔ بڑا دوسرے قسم کی غلوگی ان کی کہ انہیں اس اور انوار اور اساتف اور ان کے افراد سے ان سب کا علم ہے۔ نیز یہ بھی فرمایا کہ جو کئی کئی چہ کرتا ہے اس کا نام بھی صم ہے اور وہ جن کی کہ صر میں اور لڑ جن کے اندر اس میں ذہن کی منتھی تک کہ وہ ذہن کے کوہ پر جو کئی چیز ہے تریا غلبہ اور جہاں بھی وہ سب کتاب ہے یعنی جہاں پر غلو نامیں موجود ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا کہ رطب سے مراد وہ ہے جو اکتا ہے اور پائس سے مراد ہے جو اکتا نہیں محض ملا نے فرمایا کہ رطب وہ پائس ہے تمام اجسام مراد ہیں اس لئے کہ اجسام کی حدود علیٰ حق نہیں ہیں یعنی رطب، پائس، گلاب ایک قول یہ بھی ہے کہ رطب سے مراد گلاب اور پائس سے مراد گلاب ہیں

مفسرین کی ایک جماعت نے کتاب یحییٰ سے لوح محفوظ کو مراد لیا ہے۔ لفظ قدائی کا علم آری ہے اور یہی ہے جسے جانے یا نہ جاننے کے لئے کتاب کی ضرورت نہیں۔ لوح محفوظ میں لکھنے کا ایک خاص وقت ہے جو کچھ جو جس وقت آج رہے فرشتوں کو اس کا علم ہوتا رہے کہ یہ سب معلومات ایسے ہیں سے جو ایک یہ نعمت تھی کہ جو لوگ مکلف ہیں وہ یہ یقین کر لیں کہ اللہ تعالیٰ نے اس میں سے کوئی چیز لکھی نہیں ہے جو لکھنے سے مراد کی اور اس کتاب کو لوح محفوظ اس لئے کہا جاتا ہے کہ آخری ایسے اور شیطانی کتبوں سے محفوظ ہے کوئی اسے بدل نہیں سکتا۔ (درجہ اولیٰ میں ص ۱۷۲ ج ۱)

طریقہ صرف اللہ کے لئے ہی مخصوص ہے، جس حقوق کو جتنا ظلم و ستم پہنچا ہے اسی قدر ظلم حاصل ہو جاتا ہے آکات کے ذریعہ جو ہم دو طریقہ نہیں۔ یعنی بے ظلم لوگ جو کہتے ہیں کہ ہمارے اپنے کاظم پہلے ہو جاتا ہے یا رحم اور میں جو ہے اس کے نزدیک ہونا ہونے کا ظلم ہمارا کو ہو جاتا ہے اس لئے یہ بھی طریقہ نہیں ہوا ہے یا ہمارا ہونا ہے۔ ہمارے کا جو پہلے مکمل ہونا ہے بعد آکات کے ذریعہ ہوا کا رخ دیکھ کر یہ چلتے ہیں اور وہ بھی حقیقی نہیں ہوتا اللہ تعالیٰ کاظم ہمیشہ سے ہے اور آکات کے بغیر ہے جب آکات نہیں تھے جب بھی وہ سب کچھ جانتا تھا۔ اسی طرح بدو وہ بھی کے تجربات سے اور انکسے دیکھ کر یہ زیادہ کا معلوم ہو جاتا ہے بھی طریقہ نہیں اللہ تعالیٰ کاظم کے لئے آکات کی ضرورت ہے ہمارا ہمارے تجربات کی اسے تو اب ہیشہ سے آج پہلے اسلام کی پیدائش سے پہلے معلوم ہے کہ ان کی کتنی نسل ہوگی اور ان کی نسل میں کس کس مراد اور کس کس صورت سے کوئی نیا پیدا ہوگا۔

فرمایا: **وَعَزَّوَاللَّهِ شَوْقُكُمْ بِلِي (اندر اس ہے جو تمہیں اغوا کرتا ہے کہ اس سے بچو یا مراد ہے اللہ تعالیٰ شوق کو باری فرماتا ہے کہ ایک کو شوق قبض کرنے کا ذریعہ ہے۔**

حضرت شریف میں لکھا: اَللّٰهُمَّ اغْنِ عَنِ الْخُبْرِ وَبَشِّرْ خَيْرَ عِلْمٍ بِغَيْرِ عِلْمٍ (مختصر واصلح ص ۱۰۵) کہ نیکو سوت کا پھال ہی ہے۔ یہ سلا اور چوکا چاہے اللہ کی قدرت اور رحمت سے ہے جو وہ بار بار زندہ ہونے کا سوت ہے جو غفلت کا خیر ختم و پختہ اور یاد دلاتا ہے جو ان میں تمام اہل کمال کرتے ہیں، چونکہ عام طور پر بات حق کو سوتے ہیں اور دن میں کام کرتے ہیں اس لئے نیکو کرات کی طرف اور کسبِ عمل کو ان کی طرف منسوب کر دیا۔ دن جو کمال دن کو سوتے ہیں اور رات کو کام کرتے ہیں ان کا بھی ہر عمل اللہ کی رحمت و بارگاہ سے ہے اور سب کچھ اس کے علم میں ہے۔ سونے اور جان افشاری موت و حیات سے اور قیام و قیامت اور جہنم و جنت سے۔

اور اس کے بعد زندہ ہو جانے کا نام بیٹے دشوار ہے۔ دنیاوی زندگی گزردی ہے کبھی خواب ہے کبھی بیداری، خواب عارضی موت ہے اور غفلت کائناتی موت بھی آتی ہے اس حیاتِ دنیوی کے لئے ہر اہلِ تقویٰ شانِ کسٹم میں ایک مدتِ متروک ہے جب وہ موت پوری ہو جائے

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہا تمہارے پاس رات کے فرشتے اور ان کے کڑھنے آگے بھیجتے آتے جاتے ہیں۔ اور فجر اور عصر کی نماز میں ان کا اتباع ہو جاتا ہے پھر وہ فرشتے جو رات کو تمہارے پاس رہے تھے اور پہلے جاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ شانہ ان سے دریافت فرماتے ہیں کہ ان کو اپنے بندوں کو ایسی طرح جانتے ہیں کہ تم نے میرے بندوں کو کس حال میں پھنسا دیا؟ جواب میں عرض کرتے ہیں کہ تم نے ان کو مارا چھوڑ دیا ہے اور جب ہم ان کے پاس گئے تھے تو اس وقت بھی وہ مارا چھوڑ دیا ہے تھے۔ (مشکوٰۃ المصابیح ص ۱۰۷ ح ۱۰۷۱۲۱ مسلم)

پھر فرمایا حَتَّىٰ يَذْهَبَ أَخَذَ خُفَّيْهِ الْفُؤَاتُ فَوَلَّاهُ وَنَسَّاهُ (یہاں تک کہ جب تم میں سے کسی کے پاس موت آ جاتی ہے تو وہ اسے پیچھے ہوئے کا صدمہ سکا اٹھا لیتے ہیں) یعنی زندگی پھر جو فرشتے بندوں کے پاس آتے جاتے رہتے ہیں وہ ہر طرف ہجوم دیتے رہتے ہیں پھر جب زندگی کی موت ختم ہو جاتی ہے اور مقررہ اجل آتی ہے تو وہ فرشتے روح قبض کر لیتے ہیں جس کا کام یہ مقرر ہے۔

صاحب الدار الحلی نے ص ۱۱۳ ع ۱۱۳۲ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے نقل کیا ہے کہ یہاں از سلسلہ سے تک لحدوت کے انوں یعنی دنگہ مراد ہیں وَلَمْ يَلْزَمْهُنَّ (اور یہ فرشتے جو روح قبض کرنے پر مقرر ہیں، کو کوئی تادیب نہیں کرتے) لَمْ يَلْزَمْهُنَّ اللہ جلّ جلالہ تعالیٰ (پھر وہ ان کے جاتے ہیں اللہ کی طرف جس کا تعلق اور اس کی ناک ہے)

أَلَا لَيْسَ الْخُلُفَاءُ وَالْمُؤَلَّفَاتُ مِنَ الْخَالِصِينَ (خبردار اس کے لئے نعم یہودی فیصلے فرمائے گا کہ وہ حساب لینے والوں میں سب سے پہلے حساب لینے والا ہے) جن لوگوں کا حساب لیا جائے گا ان کے کثیف اعمال اور خفیف اعمال ہو گئے۔ کسی کا حساب ہلکی اور کسی کا سب سے ختم ہو گا لیکن اگر اللہ تعالیٰ سب کی حساب دہائی دے گا اور اس میں سے کوئی فرما جائے تو فرما کر کہ میں ہلاک لا ہنقلہ حساب عن حساب ولا شان عن شان۔

پھر فرمایا قُلْ مَنْ يُنْفِخُكُمْ مِنْ طَائِفَتِ الْاَوَّلِيْنَ (آپ فرما دیجئے کون ہے جو تم کو نہایت دیر سے نکلے اور مسند کی تار کیوں میں) حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا کہ طائفت ہر وہ جو شہادت دینے والے ہیں اور طائفت وہ صاحب مراد ہیں۔ جب انسان میتوں میں دھرا ہو جاتا ہے تو اللہ کی طرف رجوع کرتا ہے۔ جو لوگ غیر اللہ کی پرستش کرتے ہیں اور انہیں پکارتے ہیں وہ لوگ ابھی مصیبت کے وقت سب کو پھنسا کر اللہ کی طرف صوبہ ہو جاتے ہیں۔ فَلْيَحْذَرُوا فِتْنَةَ عَصَا مُوسَىٰ میں بیان فرمایا کہ تم آؤ سعادۃ میں عاجزی کے ساتھ پرشیدہ طور پر اللہ کی کوپکارت سے ہوا رہیں کہتے ہو لَئِنْ أَقْبَلْتُمْ مِنْهُمْ فِتْنَةٌ لَّيُكَفِّرَنَّ عَنْهُمْ سَيِّئَاتِهِمْ (اگر تم اس مصیبت سے نہ بھاگتے تو پھر ہم ان پر اللہ کا شکر گزاروں میں سے ہو جائیں گے) یعنی ایسا شر میں گھر رہیں گے۔

قُلْ اَللّٰهُ يَتَجَسَّسُ عَلَيْكُمْ يَا مَعْزُومِي (اللہ تم میں مصیبت سے بھاگنے سے نہایت دیر سے کہتے ہیں کہ تم نے تمہیں نذر کر دیا) پھر تم شرک کرنے لگتے ہو (مصیبت میں خاص اللہ کا پکار دے ہو اور شکر گزاری کے بعد کرتے ہو پھر جب اللہ تعالیٰ مصیبت اور فرار دے تو سب اچھے اصول جاتے ہو اور شرک کرنے لگتے ہو۔

سورہ یونس میں فرمایا فَلْيَسْأَلْهُمْ اَللّٰهُ فَيَنْفِخُ فِي الْاَوْتَارِ (سو جب ان کو اللہ نے نہایت دیر کی تو وہ ہاں تک زمین میں باقی نہایت کرنے لگتے ہیں) سورہ عنکبوت میں فرمایا:

لَا يَأْتِيَنَّكَ مِنَ الْفُلُكِ اَللّٰهُ تَتَخَلَّصُونَ لَهٗ الْيَقِيْنَ فَلْيَسْأَلْهُمْ اَللّٰهُ فَيَنْفِخُ فِي الْاَوْتَارِ (یہ کہتے ہیں کہ تم لوگو! تمہیں اللہ سے بچنا ہے تو تم سے بچو) فَلْيَسْأَلْهُمْ اَللّٰهُ فَيَنْفِخُ فِي الْاَوْتَارِ (پھر جب کشتی میں سوار ہو جاتے ہیں تو اللہ کا پکار دے ہیں اور اس کی عبادت کو خالص کر کے، پھر جب

تھے کی ضرورت ہوتی ہے اس اشکال کا جواب دیتے ہوئے فرمایا **وَمَا عَلَيَّ الْفُلَيْنِ يَخْضَوْنَ مِنْ حَسْبِهِمْ فَنُزْنِي بِهِ وَلَكِنْ اَلْحُسْبَانُ لَعَٰلَمُهُمْ يَخْضَوْنَ** ۵ اور جو لوگ تیرا تو کرتے ہیں ان پر غلاموں کے حساب میں، کوئی نہیں ہے لیکن جس جہت ہے کہ وہ اسے نہیں لے کر دینی اور دنیاوی ضرورت سے ان کے پاس جانا ہو جائے تو جو لوگ ایمان میں مضبوط ہیں اور منکر کو منکر جانتے ہوئے اپنی ذات کو محفوظ رکھ سکتے ہوں ان پر ان غلاموں کے حساب یعنی ہڈیوں پر غلاموں کرنے کے گناہ کا کوئی اثر نہ ہوگا جو حسرت و استغراب میں مشغول ہوں یہ لوگ ان کے پاس جا سکیں ان کو سمجھتے کریں ممکن ہے سمجھتے ان لوگوں کے قلق میں کہ وہ جانتے اور وطن و خلیفہ اور عیب جوئی سے پرہیز کریں۔ جس کی ایک صورت یہ بھی ہے کہ اسلام قبول کر لیں۔

صاحب روح المعانی ص ۱۸۴ ج ۱ نے اہل حسرت سے نقل کیا ہے کہ جب آیات کریمہ **وَلَا تَقْنَطُوا مِنْ حِسْبَةِ الْغُلَامِ** **الطَّالِبِينَ** ۵ جزل ہوئی تو مسلمانوں نے کہا کہ مشرکین جب قرآن کریم کا استہزاء کرتے تھے اور ہم اس وقت وہاں سے اٹھ جائیں گے۔ پھر تم سب کو ہم میں نہیں چھوڑ سکتے۔ اور یہ بات اذکار طواف بھی نہیں کر سکتے (کیونکہ مشرکین کو اپنی حرکت سے باز آنے والے نہیں لاس) یہ آیات **وَمَا عَلَيَّ الْفُلَيْنِ يَخْضَوْنَ مِنْ حَسْبِهِمْ فَنُزْنِي بِهِ** ۵ جزل ہوئی۔ جس میں یہ بتادیا گیا کہ تم اپنے اعمال میں گتے ہوئے ہوں گی جس میں شریک نہیں ہوتا تم پر ان کے اعمال کی ذمہ داری نہیں۔ اور جب انقطاع ہو جائے تو ان کی سمجھت اور غیر خواہی سے غافل نہ ہونا۔ ممکن ہے نصیحت اذکر جائے۔

لہذا صاحب دالوں کو چھوڑ دیجئے جنہیں دنیاوی زندگی نے دھوکہ میں ڈالا۔..... اچھے بعد فرمایا **وَقَدْ اَلْفَلَيْنِ تَخْلَعُوا** **وَمِنْهُمْ لَعِبَاءٌ اَلْفَلَاہِ** ۶ کوئی آیت میں اس بات کا ذکر تھا کہ جو لوگ آیات کا حسرت و استغراب کر رہے ہیں ان سے عرض کر دو ہوں گے ساتھ نہ لے لو۔

اس آیت میں یہ اشارہ فرمایا کہ ان سے عرض کرنا کوئی مجلسوں میں حرکت کرنے پر ہی منحصر نہیں ہے۔ بلکہ مشغول یہ صدمہ دیا جا رہا ہے کہ جن لوگوں نے اپنے دین کو (یعنی ترک کرنے) اس میں اسلام کو جن کے لئے اللہ پاک نے بھیجا ہے باہر دھب دیا ہے ان کو چھوڑ دے دیکھو ان کو دنیاوی زندگی نے دھوکہ میں ڈال دیا ہے۔ اسی کی لذتوں میں مشغول ہیں اور آخرت سے غافل ہیں لیکن اس عرض اور ترک تعلقات کا یہ مطلب نہیں کہ ان کو توبہ کی ہمت نہ ملے۔ اس قرآن کے اذکار میں ان کو توبہ کرتے رہو۔ تاکہ کوئی شخص اپنے کردار کی وجہ سے عذاب میں نہ پھنس جائے اور ہر جاگ نہ ہو جائے۔

دنیا میں جو لوگ جانتے، سمجھتے ہیں جن قول نہیں کرتے آخرت میں ان کیلئے اللہ کے سوا کوئی دوست و مددگار کرنے والا نہ ہوگا۔ رسول کا کہہ دو دوست دنیا اور دشمن طور پر پہچاننا چاہئے۔ تاکہ اس کی دعوت کو قبول کر کے آخرت کی بکرا اور عذاب سے محفوظ ہو جائیں۔ لیکن اگر کوئی شخص اس بات کو نہیں سمجھتا تو اس کی اپنی ذمہ داری ہے۔

میدانِ قیامت میں نہ کوئی دیکھ رہا ہوگا نہ کوئی سنا رہا کرنے والا ہوگا اور اس وقت جو لوگ عذاب کی مصیبت میں گرفتار ہوں گے وہ چاہیں گے کہ کچھ لے کر چھوڑ جائیں۔ مبالغہ تو اس قدر ہے کہ چاہیں گے کیلئے کچھ نہ ہوگا اور باقرض ہو سکیں اور ہر طرح کا عوض دے کر جان بچا کر چاہے کوئی عرض اور بدقول نہیں کیا جائے گا جیسا کہ سورۃ نوحہ میں فرمایا **اِنَّ الْفٰلِثِيْنَ حَسْبُوْرًا اَلَمْ نَقُلْ لَّہُمْ قٰلِیْ اَلَا اَرٰی جِبۡہَہٗمۡ اَوْ یَلۡتَمِظُوْنَ اَیۡہَ مِنْ عَذَابِ یَّوۡمِ الْاٰخِرِۃِ مَا تَلۡتَمِظُوْنَ** ۲ **وَالۡہُمۡ عَذَابِ الْاٰیۡمِ** ۳ اور جوئی کی جگر قرآن مجید میں اس مضمون کو تصریح کیا ہے فرمایا ہے۔

[illegible]

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے جو مختلف موناکات سے اپنی قوم کو توحید کی دعوت دی اس کے ذیل میں متادم عقائد سے بھی صاحب فرمایا۔ حامی الہی کثیر و مثنی ایدایہ و الہیہا میں صحت اس لئے لکھتے ہیں کہ مثنیٰ اللہ اس کے اس پر کے لوگ کاتب سود (عادت متادم) کی عبادت کیا کرتے تھے۔ مثنیٰ کے معنی دہرانے کے لئے ہر دہرانے پر ایک ایک عادتوں کی تصویر بنائی تھی۔ اس کی عبادت کرتے تھے اور وہاں پہلے لکاتے تھے اور پھر عین دہرانے چاہتے تھے (کاتب سود سے مثنیٰ قرآن میں ملاحظہ فرمائی)۔

ابہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ واقعہ جو قرآن مجید میں مذکور ہے اپنے حقائق سے محبت کرنے کے بعد مشتق کے اس پانچویں قسط اور واقعہ ہے کہ ان کو ایک چھندار تیار نظر آیا۔ صاحب ۱۱۱ سالہ العالی نے اس ۱۹۸۸ء میں حضرت ابن عباسؓ سے اس کی بے حد ستارہ مشتق قہ اور حضرت ترمذیؒ کی طرف میں منسوب کیا ہے کہ یہ ستارہ ہر وقت ہر حال اور بھی ستارہ خوب چھندار اور روشن قہ حضرت ابن عباسؓ سے اسلام نے اسے تیار کیا ہے اس وقت جو ستارہ بہت موجود تھے ان سے اللہ فرض حیثیت ایک الزام دینے والے عمر کے ہیں لہذا یہ کہ یہ میرا رب ہے خود سہوہ تھے، غیر اللہ کو پتہ نہیں تھے لیکن ان کا اثر میں قائل کرنے کے لئے یہ طریقہ اختیار کیا۔ ۱۱۱ ستارہ چھندار بعد چھپ گیا تو آپ نے فرمایا کہ چھپ جانے والے اور غروب ہونے والوں سے میں محبت نہیں کر سکتا۔ جو چھپ گیا وہ کہ ان کو قہ مل سکتا ہے کہ اس کی عمارت کی جائے۔

ابھی صاف بات نہ کی تھی حقیقت کی طرف اشارہ نہ کیا تھا کہ بعد چار نوکڑا پا جو بہ نسبت امتدادوں کے بڑا تھا خوب نہروا دینی اور خود اس کو کچر کر دی پہلے امتداد کے مطابق لہرا دیا کہ یہ میرا آپ ہے۔ مگر وہ بھی غروب ہو گیا تو اس صبح فردیہ کا کمر میرے آپ نے مجھے پرہیز نہ دیا، اتنی تو میں گمراہوں میں سے تھا۔ تب حصار خوب ہوا تھا تو فرمایا تھا کہ میں چھپ جاؤں اور اسے نہیں دیکھتا۔ جتنی جرات تھی وہ مجھے اور اپنی طرف پر ایک حال پر باقی نہروا دینے کے جس سے معبود نہیں مان سکتا بات کو اپنے آپ پر نہ کر کہ جو گمراہوں کو اس وقت دیکھنے کا طبع طریقہ ہے اس میں ان لوگوں پر قہر پڑیں گے کہ تم عیب ہو جسے اپنے اوپر اختیار نہیں اس کو مجبور دیکھنے کو ہے ہو چکا کہ انکی عورت حصار کے غروب ہوئے پر لگ کسی وجہ میں داخل ہو چکے تھے اس لئے جانہ غروب ہو جانے پر بات کا سبب نہ لیا۔

اس مرتبہ "آلِ اَکْبَرِیْنَ" نہیں فرمایا بلکہ میں فرمایا اِنَّ لَکُمْ یٰہُیْیَیْ زَیْنَ لَا تَخْشٰی مِنْ ظُلُوْمِ الْغٰثِکَیْنِ اس میں بھی آپ کو اپنے لایق، سعادتمند، پھر آپ مجھے جو اہل خدا کا قیام کر اہل میں سے ہے۔ اس میں اشارہ ہے جو ان فرمودہ کو کہ وہ خود پرستی کی بات سے گمراہ اور گمراہ سوجھ بوجھ کو لکھ دیا جانی چکے اور روشنی سے چاہے سے بڑھ کر تھا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ان لوگوں سے کہا کہ جو میرا رب ہے یہ پہلے لوگوں پر چمکدار ستاروں سے بڑا ہے۔ چمکدار حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اسی دنیا میں ہے تو تھوڑے روزانہ "آقاب" کو لکھتے تھے اور انہیں معلوم تھا کہ آقاب سے بڑا اور اس کوئی خدا ہے جو وہاں ہی اور چمکدار کہ اس اعتبار سے نہیں ہے بلکہ اس کے بعد وہی بڑا اور مطلق ہونے والے انہیں ہے لہذا انہوں نے ہذا لفظی کے ساتھ ہذا لفظ بھی کہا یا اور چونکہ یہ کلمہ کبھی کبھتہ قسم ہونے والی قسم ہے تیسری مرتبہ خود پرستی کو کمال کرنے کا سبب تھا اس لئے سورج کے غروب ہونے کا انتظار فرمایا جب سورج غروب ہو گیا تو بہت زیادہ اظہار پر کمر بند۔

بالقرآن فی ہر وقت، لکن قطعاً قطعاً کھڑے (اے میری قوم! انہی چیزوں کو ترک کر دیتے ہو جس میں ان چیزوں سے بری ہوں جیسا کہ انہوں نے)
 حضرت ابراہیم علیہ السلام سے اس امر سے حاضرین کو بتایا کہ جس چیز میں کو تم محبوب دیتے ہو ان کو تم نے حقیقی معبود کی خدائی میں شریک کر رکھا
 ہے۔ تمہارا یہ طریقہ غلط ہے جس چیز میں کو تم پر ہے یہ ایک خدا واحد لا شریک کی مخلوق ہیں جس کی حیثیت اور ارادہ سے انکار ہوا ہے اور
 جس کی حیثیت و ارادہ سے چاہتے ہیں لگتے اور سمجھتے ہیں۔

یہ پرانے گناہ یا کبیرہ ترک سے بری ہوں جس میں تم لگے ہوئے ہو جس میں بھی شرک سے بچو اور ہو جانا چاہیے کیونکہ حق میں ہر آدمی کے
 خدا کی کوچ جتنا ارادہ دیتے غلط ہے اس بات کی طرف لسن لسن لسن یہودی راسی لا تھوئن من الضوالم الضالین
 الاثر، ارادہ کر رہے تھے کہ یہ اور ارادہ کے بعد تشریح کیا کہ ارادہ فرمایا اور اس طرح فرمایا کہ جس چیز کو تم نے غلطی سے اور غلطی سے
 تفسیر و الاثر، حیلہ و حیلہ اس الضوالم الضالین میں نے اپنا اور پھر دیا اس ذات پاک کی طرف جس نے آسمانوں اور زمین کو
 پیدا فرمایا۔ جس کا ہم مشہوروں کی طرف متوجہ نہیں ہوں جس میں ان سے متاثر ہوئے ہوں اور شرک کرنے والا نہیں ہیں۔

قوم کی جنت یا جہنم کا جواب..... یاد کرو کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ستاروں پر ستوں کو لٹکے سے عاجز کر دیا اور بتا دیا کہ جس
 کے بقدر قدرت میں ان چھوٹے جڑے ستاروں کا تصرف ہے جس کے علم سے یہ طویل اور غروب ہوتے ہیں صرف وہی قدرت اور پرستش
 کے دئی ہے اور کسی بھی مخلوق کی عبادت کرنا یہ خالق مآلک کے ساتھ شرک کرنا ہے جو مخلوق صرف یہ بھی بدترین چیز ہے اور اپنے بارے میں
 معبود ہونے اور شرک سے بچ کر ہونے کا اعلان فرمایا آپ بھی ان کی قوم نے جنت یا جہنم ہادی رکھی۔ وہ کہنے لگے کہ تم یہ کیسے کہتے ہو یہ
 چیز نہ ہم دت کے لائق نہیں۔ ہم تو اپنے باپ داداں کو ان کی عبادت کرتے دیکھتے آئے ہیں تم ہم سے جو راہی چھڑواتا چاہتے
 ہو وہاں کہ تم کو ان کی عبادت سے بدین میں آجاتا چاہتے۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے جواب میں فرمایا قطعاً قطعاً تو نہیں ہی اھو و لھذا ہذا (کیا تم مجھ سے اھو کے بارے میں سمجھتے ہو
 ورنہ اس نے مجھے عبادت دی اب جب مجھے عبادت مل گئی جس کو میں اپنی ہجرت سے عبادت سمجھتا ہوں تو اب معبود حقیقی کیسے چھڑاؤں
 اسی نے مجھے عبادت دی اور اسی سے میں ہر طرح کی شریک کی امید رکھتا ہوں۔

اب معلوم ہوتا ہے کہ ان لوگوں نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو اپنے معبودوں سے اڑایا اور کہا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے واضح طور
 پر فرمایا کہ ولا افعالاً من انفسہم کون بہ (کہ جس چیز میں سے مجھے دارتے ہو جس میں ان سے نہیں دارتا میری تو خود ہے نہ میں نے انہیں
 کے مالک نہیں۔ حری فرمایا الا ان انفسہم و انفسہم تھوہا سے یہ معبودان باطلہ کہو جس خدا اور تصان نہیں پہنچے ہیں میرا رب اگر
 چاہے تو یہ کہہ دے کہ کوئی تصان یا اکیفہ لگا ہوا ہے۔ میرے سب کا تم ہر چیز کو مینا ہے۔ اھلا تھوہ کھڑون (کیا تم مجھ سے حاصل
 نہیں کرتے اور میں سے عاجز ہو جانے کے بعد اور یہ جاننے کے بعد کہ تمہارے معبودان باطلہ کیونکہ انہیں اور شر نہیں پہنچا سکتے شرک پر
 اس نے ہر بات پر ہی ہوش آجاتا ہے اور مجھ سے تو لگتی کہتی چاہتے۔

قال صاحب الروح ۴۰۵ ج ۱ فی ہر وقتوں بعد ما وضحہ لکم عن التامل فی ان الھکم بمعزل عن الفعور
 علی نفسی ما من الفعور والافلاک کھڑون انھا غیر فاعول علی انھواری۔ (صاحب روح العالی فرماتے ہیں کیا تم میرے
 واضح کر دینے کے بعد بھی اس بات پر غور کرنے سے باز آگئے ہو کہ تمہارے معبود کی قسم کا کہو بھی نہیں یا تصان یا بچہ نے کی حاکم نہیں۔ کہتے
 کیا اب بھی تم نہیں سمجھتے کہ وہ مجھے تصان دیتے پر غور نہیں۔

میرزا، وکیل احاطہ ماہر تھے۔ میں جن جڑوں سے کھڑے رہا، ان کے شکر کا یہ ہے۔ ولا حافظوں، سنگم سفر تھے۔
سلطہ عالمہ ہنزل بہ علیک ملکہ سلطاناً (اے بادشاہ تمہیں دے رہے اس بات سے کہ تم نے اللہ کے ساتھ ان چیزوں کو شکر کیا جن کے شکر یہ
ہونے کی اللہ نے تم پر کوئی دلیل نازل نہیں کی) تمہارے معصوم بچے قتل ہیں۔ میں ان کی طرف سے بے خوف ہوں اور ہراس نہیں۔
میں ان سے کہتا ہوں۔ تم لوگوں سے کہ معبود حقیقی سے ادا ہو گئے بغیر ہاتھ پائی کی چوری قتل سے ادا تم نے اس کے جو شکر کیا جو
آگئے ہیں۔ یہ سب اپنے پاس سے توجہ کئے ہیں جس کی کوئی منہور دلیل اللہ کی طرف سے نہیں ہے۔ اپنی اس حرکت بد کی وجہ سے تمہیں
معبود حقیقی سے ادا ہونا پڑے۔

قال صاحب الروح ص ۳۰۲ ج۱ ای کیف اخیاف انما علی فی حیز الخوف اعتلا وانتم لا تخطون غائلة ما هو اعظم المخوفات واصولها واشواکم بما فی تعالی الذی فطر السموات والارض ما هو من حملة مخلوقاته۔ (صاحب روح العانی فرماتے ہیں اس چیز سے کہیں اور ایسا ہو کہ ہاتھ لادنے کے وقت تل نہیں ہے اور ہم اس شر سے نہیں ڈرتے۔ ہر کوئی سب سے زیادہ ڈانے کی چیز ہے اور سب سے زیادہ اندھا بننا ہے اور یہ ہے تمہارا انتہائی قول کے ساتھ شکر کرنا جس نے آسمانوں اور زمینوں کو بنا دیا جس کی کھلی گواہی میں سے ہیں)

فَأَمَّا الْفِرْعَوْنِيُّونَ أَعْلَىٰ بَأْسِهِمْ فَاحْكُم بَيْنَهُم بِمَا هُمْ فِيهِ شَاكِرُونَ ﴿٥٥﴾ (سورہ یوسف) میں کوئی سادہ طریقہ نہیں ہے کہ تم جان سکو کہ مطلب یہ ہے کہ میں تم سے بیزار ہوں یا تم نے اس کے ساتھ شریک بنائے ہیں یا تم غور کرو کہ کوئی شخص اسے داناں کون ہے جس میں باتم ہو؟ غور تو ہم سب کرتے ہیں اور یہ بیزار ہوں یا شریک بنائے ہیں اس میں غور کرنے سے مراد ہے کہ ہم کو جو کچھ ہے اس سے تم سب کو سزا دینا ہے۔

[illegible]

وَيْلَكَ حُجَّتْنَا أَتَيْنَهَا إِبْرَاهِيمَ عَلَى قَوْمِهِ - تَزْعُمُ وَرَجَعْتَ كُنْ أَشَاءَ. (إِنْ رُبَّكَ

۱۰۔ یہ جہادی اصطلاح جو ہم نے براہِ عام کو اس کی قوم کے خلاف عیسائی، ہم میں کو اچھی طرحوں کے افسار سے ادا کرنے ہیں۔ یہ ایک آپ کا آپ

حَکِیْمٌ عَلِیْمٌ ۝ وَوَهَبْنَا لَہٗ اِصْحٰقَ وَیَعْقُوبَ ۚ کُلًّا هَدٰیנَا ۚ وَنُوحًا هَدٰینَا مِنْ قَبْلُ ۚ وَمِنْ ذُرِّیَّتِہٖ دَاوُدَ وَسُلَیْمٰنَ ۚ اِیُّوْبَ ۚ وَیُوسُفَ ۚ وَمُوسٰی ۚ وَهٰرُونَ ۚ وَكَذٰلِکَ نَجْزِی الْمُحْسِنِیْنَ ۝ وَ

حضرت آدم سے محمد صلی اللہ علیہ وسلم تک ہر نبی کو ہم نے ہدایت دی۔ اور اسی سے پہلے ہم نے نوح کو ہدایت دی۔
ذُرِّیَّتِہٖ دَاوُدَ وَسُلَیْمٰنَ ۚ اِیُّوْبَ ۚ وَیُوسُفَ ۚ وَمُوسٰی ۚ وَهٰرُونَ ۚ وَكَذٰلِکَ نَجْزِی الْمُحْسِنِیْنَ ۝ وَ
اور ان کی ہدایت سے داور کو اور عیسا کو اور عیوب کو اور موسیٰ کو اور ہارون کو۔ اور ہم اسی طرح ایک ایک کو ہدایت دیتے ہیں۔

زَکَرِیَّا ۚ وَیَحْیٰی ۚ وَعِیْسٰی ۚ وَاِلٰہَاسَ کُلِّ مِّنَ الضَّالِّیْنَ ۝ وَابْرٰهٰمَ ۚ وَاسْمٰعِیْلَ ۚ وَیٰسَعَ ۚ وَیُوْنُسَ ۚ وَلُوطًا ۚ
اور زکریا کو اور یحییٰ کو اور عیسیٰ کو اور اہلسب سے ہیں۔ اور اسماعیل کو اور ایشع کو اور یونس کو اور لوط کو
وَکُلًّا فَضَّلْنَا عَلَی الْعٰلَمِیْنَ ۝ وَمِنْ اٰبَآءِهِمْ وَذُرِّیَّتِهِمْ ۚ وَابْرٰهٰمَ ۚ وَاجْتَبٰیْنٰہُمْ ۚ وَهَدٰیْنٰہُمْ
اور سب کو ہم نے علیٰ عالمین سے۔ اور ان کے باپوں اور بیٹوں کو اور ہم نے ان کو تمنا لیا اور ان کو ہدایت دی

اِلٰی صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ ۝ ذٰلِکَ هُدٰی اللّٰہُ یَهْدِیْہِ مَن یَّشَآءُ ۚ مِنْ عِبَادِہٖ ۚ وَکُلُوْا شَرُّوْا لِحَکْمِ اللّٰہِ
سیدھے راستے کی طرف۔ اور اللہ کی ہدایت ہے جو وہ اسی کے ارادے سے بخداں میں سے جسے چاہے چاہتے ہیں۔ اگرچہ حضرت عیسیٰ کو اور
عَنْہُمْ مَّا کَانُوْا یَعْبُدُوْنَ ۝ اُولٰٓئِکَ الَّذِیْنَ اٰتٰیْنٰہُمُ الْکِتٰبَ وَالْحِکْمَ ۚ وَالتَّوْرَۃَ ۚ وَاِنْ یَّکْفُرْ بِہَا
انہوں کو ان کی کائنات سے اور سب سے جدا کر دیا۔ اور حضرت عیسیٰ کو ہم نے کتاب دی اور حکمت اور تورات دی اور ان کے کلمہ کا انکار

ہٰۤؤُلَآءِ ۚ فَقَدْ وَکَّلْنَا بِہَا قَوْمًا لَّیْسُوْا بِہَا بِکٰفِرِیْنَ ۝ اُولٰٓئِکَ الَّذِیْنَ هَدٰی اللّٰہُ
کرنے تو ہم نے اسی کے لیے جس سے ایک ایسے طور پر ہے جس میں ان کا انکار کرنے والے ہیں۔ اور وہ ایک ہیں جن کو ہم نے ہدایت دی اور آپ

فَہٰذَہُمْ اَفْتٰیہٗ ۚ ۙ قُلْ لَّوْ اَسْأَلُکُمْ عَلَیْہِمْ اَجْرًا ۚ اِنْ هُوَآ لَ وَکَّلٰی لِلْعٰلَمِیْنَ ۝

ان کی ہدایت کا کتنا اجر ہے۔ آپ فرمائیے کہ میں ان پر تم سے کسی سوا اللہ کا مال نہیں کرتا صرف رحمت ہے جو آپ کے لیے ہے۔
حضرات انبیاء کرام علیہم السلام کا تذکرہ اور ان کی اقتداء کرنے کا حکم

اور جنت جہان کی جہاں ہم اللہ نے جہاد پر مشغول کو پیش کی اور انہیں بتایا کہ غروب ہونے والا ہو گا انہیں ہو سکا اور یہ کہ میں جہاد سے
مہربان ہوں۔ ان سے کہیں۔ یہ دلیل اللہ تعالیٰ نے ابراہیم علیہ السلام کو بتائی اور ان کے دل میں ڈال دی۔ جس سے انہوں نے قوم کو کہہ دیا
اور عقل کو اور جہاد سے عاجز کر دیا۔ بَلٰغٌ مُّخْتَصِرٌ میں ہی کو بیان فرمایا ہے اس کے بعد فرمایا۔

لَسَوْفَ یَخْرُجُ خَرَجٌ مُّشْرَکٌ ۚ (مہم وہ بات کے اعتبار سے جس کو چاہیں بلکہ کہہ دیتے ہیں) حضرات انبیاء کرام علیہم السلام ہی
وہ بات حال والے تھے اور ان میں شریک نے بعض کا بعض پر رخصت و فضیلت دی ہے۔ چنانچہ بَلٰغٌ مُّخْتَصِرٌ فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلٰی
بَعْضٍ میں بیان فرمایا ہے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام بلکہ وہ بات والے تھے جنہوں نے اللہ کی راہ میں بہت تکلیفیں اٹھائیں اور

چاہا تا کہ اس لئے اس پر اعراب ظاہر نہیں ہو۔ قانون نحوی کے اعتبار سے یہ صرف ہونا چاہئے۔ لفظ ہارون کے بارے میں بعض حضرات نے فرمایا ہے کہ ہارون زہن میں اس کا نقلی منصب کا ہے مگر جو سب کا محبوب ہو۔

اس کے بعد فریدو کھٹلاٹ (مفسر عربی الفخشنی) (۱) اور اسی طرح سہا اٹھکے کام کرنے والوں کو بلایا کرتے ہیں (یعنی جیسے ہم نے ابراہیم علیہ السلام کو ہارون کے بعد اے حضرات کاؤ ازاد ہارون کے احوال پر ان کو اچھا دل دھا کیا ہم اسی طرح بلایا کرتے ہیں اور ہارون کی یہی حالت ہے۔) (روح المعانی ج ۲ ص ۲۸)

اس کے بعد فرماؤ: وَرَکُورَافَا وَبُخْنِی وَبُخْنِی وَالْبُخْنِ یہ بھی جو وہنا کے تحت ہے یعنی یہ حضرات بھی حضرت ابراہیم علیہ السلام کی ذریت سے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو نبوت سے سرفراز فرمایا۔ حضرت ذکریا علیہ السلام، حضرت یحییٰ علیہ السلام کے والد تھے۔ انہوں نے اللہ پاک سے دعا کی تھی کہ مجھے داریت طیبہ عطا فرمائیں۔ پھر ہارون کی بیوی کے ہاتھ ہونے کے بعد تعالیٰ نے بیٹا عطا فرمایا جس کا نام یحییٰ رکھا۔ حضرت ذکریا علیہ السلام کے زمانہ میں حضرت یحییٰ علیہ السلام کی والدہ مریم جن کی ان کی والدہ کے دماغ تلے یہ پیدا ہوئیں۔ انہوں نے ذرہائی تھی کہ میرے لڑکا کیسے آہو گا میں بیت المقدس کی خدمت میں لگاؤں گی لیکن وہاں لڑکے کی بجائے لڑکی پیدا ہوئی جس کا نام مریم رکھا اور یہ لڑکی جلدی جلدی ہوتی چلی گئی۔ اور ہارون اس کے تلے سے اہلیہ کی مراد کے واسطے کے حضرت یحییٰ علیہ السلام پیدا ہوئے۔ یہ سارا واقعہ سورۃ آل عمران کے چوتھے پارہ میں گواہی گواہ چکا ہے۔

حضرت یحییٰ علیہ السلام کی بی بی اسمائیل میں سے تھے اور ان کا یہ سب حضرت ابراہیم علیہ السلام سے صرف والدہ کے توسط سے ملتا ہے۔ اس اعتبار سے زمین فوڑتھ کے قوم میں وہ بھی شامل ہیں اس سے بعض حضرات نے استدلال کیا ہے کہ داریت کا لفظ جنہوں کی اولاد کو شامل ہے۔ ولیدہ عداوت بین السلفاء وادع روح السلفاء حضرت یحییٰ علیہ السلام کے بعد حضرت ابراہیم علیہ السلام کاؤ کر فرمایا ان کو بعض حضرات نے حضرت اسمائیل علیہ السلام کی اولاد میں سے بتایا ہے۔

پھر فرمایا تَحْمِلُ بَنَی الْعَالَمِینَ (۲) یہ حضرات صالحین میں سے تھے (یعنی صالحیت میں کامل تھے۔ ہر کام میں کامیاب کرنا مستحسن ہوا اور ہر اس کام سے بچنا جس سے بچنے کا حکم ہو یہ سب صالحیت کے مضمون میں شامل ہیں۔

سب سے بڑے صالحین حضرات انبیاء علیہم السلام ہیں۔ پھر فرمایا وَاسْمَعِیلَ وَالْیَسَعَ وَیُوْنُسَ وَلُوطًا۔ اگر اس کو میں ذریعہ کے بعد ذکر کر کے جائے داتے حضرات یہ معلوف کیا جائے تو یہ افعال ہوتا ہے کہ حضرت لوط علیہ السلام، حضرت ابراہیم علیہ السلام کی ذریت میں سے نہیں تھے۔ نیز حضرت یونس علیہ السلام کے بارے میں یہ کہا جاتا ہے کہ وہ بھی حضرت ابراہیم علیہ السلام کی نسل سے نہیں تھے۔

اس افعال کے دفع کرنے کے لئے یہاں ذِکْرُ سُلَاطِنِیْغَا یُفْلِحُنَا مَدَوْنِ لَیْنِیْ سے یہ افعال ختم ہو جاتا ہے۔ حضرت اسمائیل علیہ السلام حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بیٹے تھے۔ اور ان کی نسل سے سیدنا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تھے جن کے لیے حضرت ابراہیم و اسمائیل علیہما السلام انوں نے یہ دعا کی تھی وَابْعَثْ فِیْہِم مِّنْکَ رُسُلًا وَنُوحًا اٰلَہِمْ (۳) حضرت اسمائیل کے بعد مسیح کاؤ کر فرمایا۔ ان کو ان صاحب بن النعمان بتایا گیا ہے۔ مشرین کہتے ہیں کہ یہ لڑکی جس پر ابراہیم علیہ السلام قیاس دال ہیں۔ وقرء حفصہ واکملی اللہ فی غلبی وادعہ فیتبعہ اور ایک قول یہ ہے کہ شیخ کا مشرب ہے واللہ تعالیٰ اعلم۔

حضرت یونس علیہ السلام کے والد کا نام یحییٰ تھا یہ بھی حق کے بعد ہوا ہے کہ یہ ہارون کی طرف سے نبوت ہوئے تھے۔ ان کاؤ کر سورۃ انبیاء (۶) میں اور سورۃ صافات (۵) میں اور سورۃ نون والہم (۸) میں قرآن سے تحصیل سے بیان کیا گیا

سے عکس یعنی حق کا شائبہ کی معرفت مراد ہے اور لوگوں کے درمیان کج فہمی کے باعث بھی مراد لے سکتے ہیں کیونکہ حضرات انبیاء و کرام علیہم السلام صابی اہل حق کے درمیان فیصلے بھی فرماتے تھے۔ ان حضرات کا نبوت سے سرزد فرمایا۔ یہاں ان کا نبوت وارد ہوا ہے لفظ رسالت نہیں ہے بلکہ تو یہ دوسرے تفسیر رسول کے بارے میں ملتا ہے جس کا رسول وہ ہے جسے ان کی شریعت اور ان کی کتاب دی گئی ہو۔

فَلَا تَدْرِيءُ كَرْبَ الْكَاظِمِينَ إِلَّا الَّذِينَ شَرِكُوا بِهِنَّ الشَّكُوفَ بِهِنَّ عَزَّوَجَلَّ فَلَقَ وَكَلَّمَا بِهِنَّ قَوْلًا لَّنُسْوَ بِهِنَّ يَكْفُرِينَ (سو آریہ لوگ یعنی اہل کفر اور ان کے علاوہ دوسرے لوگ ان حضرات کی نبوت کا انکار کریں) اس میں یہاں رسول اللہ ﷺ اور قرآن کا انکار بھی ہے کیونکہ ان حضرات کی نبوت کی خبر رسول اللہ ﷺ نے اور قرآن مجید نے دی ہے۔ سو ہم نے اس کے لیے ایسے لوگوں کو مقرر کر دیا ہے جو ان کے منکر ہیں۔ یعنی انبیاء و صالحین علیہم السلام کی نبوت پر ایمان لانے والے اور ناقم اور انبیاء اور آخری کتاب قرآن مجید پر ایمان لانے والے لوگوں کا بیشتر تعداد میں ہم نے مقرر کر دیا ہے ایمان لانے والے بیشتر تعداد میں ہیں۔

حضرات مفسرین نے فرمایا اس سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم مراد ہیں فَوَقَعَا لَنُسْوَ بِهِنَّ يَكْفُرِينَ کی تفسیر میں دیگر قول بھی ہیں۔ ایک قول یہ ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام کی اولاد میں جتنے بھی اہل ایمان ہیں وہ سب مراد ہیں اس قول میں پامیت ہے جو لوگوں اور آخرین تمام اہل ایمان کو شامل ہے۔

پھر فرمایا لَوْ كُنْتَ الْيَقِينِ هَدَىٰ اللَّهُ فَيَهْدِيهِمْ فَهَدَىٰ لَهُ یہ وہ حضرات ہیں جن کو اللہ نے ہدایت دی۔ سو آپ ان کی ہدایت کا اجازت کریں۔ مفسرین فرماتے ہیں کہ رسول الہیان یعنی تو میرا اور ایمان والے ملائکہ اور ایمان بکتاب اللہ و رسولہ اور ایمان بالیوم الآخر میں ان حضرات کی اللہ اور اللہ تعالیٰ کے ہمراہ ہے۔

یہ حضرات انبیاء و کرام علیہم السلام کی جو صفات تھیں (عبادت زہد شکر تواضع اور تقویٰ) ان چیزوں میں ان کا اتفاق نہ ہوا ہے۔ ان حضرات نے اپنی قوموں کے انکار اور ایذا و ستمانی پر صبر کیا۔ علم سے کام لیا آپ بھی اس کو اختیار کریں۔ سورۃ میں کچھ کے بارے میں اختلاف ہے۔ حضرات شوافع کے نزدیک سورۃ میں کچھ آیات (آیت ۱۰۹) میں ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے سورۃ میں کچھ آیات کرتے ہوئے آیت مجددہ پر مجدد کیا تو حضرت کا بدنامی جو ان کے شاگرد ہیں انہوں نے دریافت کیا کہ آپ نے کس دلیل سے یہاں مجدد کیا تو انہوں نے فرمایا کیا تم یہ آیت نہیں جانتے۔

وَمِنْ ذُرِّيَّتِهِ قَانُودٌ وَشَلْحَنٌ ابْنِ قَوْلِهِ تَعَالَىٰ لَوْ كُنْتَ الْيَقِينِ هَدَىٰ اللَّهُ فَيَهْدِيهِمْ فَهَدَىٰ لَهُ اور اللہ ان حضرات میں جسے جن کی اللہ اور ان کے ہمراہ سے کسی کو گمراہ دیا گیا۔ رسول اللہ ﷺ نے وہاں مجدد کیا (اللہ ہم بھی مجدد کرتے ہیں) حضرت امام ابوحنیفہ کے نزدیک سورۃ میں کچھ وہاں ہے۔

پھر فرمایا قُلْ لَا تَسْتَكْبِرُوا عَنْهُ انفراد کر میں اس پر تم سے کوئی اجرت طلب نہیں کرتا۔ (یہ تو تبلیغ اور دعوت کا کام ہے یہ سب اللہ کی رضا کے لئے ہے اس کا ثواب مجھے اللہ تعالیٰ عطا فرمائے گا۔ سورۃ میں فرمایا قُلْ مَا سَأَلْتُكُمْ مِنْ شَيْءٍ فَهُوَ لَكُمْ طائیفہ نبوی ﷺ کا علی اللہ ﷻ تا وغیرہ غرضی تخلیٰ خلقی و شہادتہ (آپ فرما دیجئے کہ میں نے تم سے جو معاہدہ طلب کیا تو وہ تمہارا ہے یہی ہے کہ میرا جو صرف اللہ ہے اور وہ ہر چیز کی اطلاع رکھتا ہے) مطلب یہ ہے کہ میں تم سے کسی معاہدے کا طلب گار نہیں ہوں۔ پھر فرمایا کہ تم نے بھی طلب کیا تو مجھے نہیں چاہئے وہ تم خود ہی رکھاؤ۔

آخر میں فرمایا إِنَّ هَٰذَا نَذْرٌ لِّلْعَالَمِينَ یہ قرآن مجید میں تمہیں ناسخاں ہے یہاں اس کے لیے محض ایک صیغہ ہے اس میں

نہیں۔ جس طرح، جتنا کہ لاش کی ہر انگلی اور گرفت کا درد پڑائیں، ہاتھ نہیں۔ یہ جانتے ہوئے کہ لاش کے کڑے زخموں میں ہر
بھی جرات چھوڑ کر کے یہ کہہ دیا کہ لاش کے کسی شرع کو بھی نہ مال نہیں فرمایا، ان لوگوں کی تردید میں فرمایا: **فَلَمْ يَسْأَلْ مِنْ نِسْوَةٍ فُلْحَجَب**
فَلَمْ يَفْهَمْ حَتَّى يَسْمَعَ تَهَنَّيَةً مِنْ فَمِهَا اور وہ کہتے ہیں کہ لاش کے کسی شرع کو بھی نہ مال نہیں فرمایا، ان لوگوں کی تردید میں فرمایا: **فَلَمْ يَسْأَلْ مِنْ نِسْوَةٍ فُلْحَجَب**
جانتے تھے کہ اس میں ہر اور مطلب پر نظر پڑی ان لوگوں سے سوال فرمایا جو شعر یہ ہے: **تَهَنَّيَةً مِنْ فَمِهَا** اور وہ کہتے ہیں کہ لاش کے کسی شرع کو بھی نہ مال نہیں فرمایا، ان
بھی نہ مال نہیں فرمایا۔ ان سے سوال فرمایا کہ اب تک تو قرعہ کئے اور سامنے رہے ہو کہ لاش کوئی نے حضرت موسیٰ علیہ السلام پر تو یہ شرط
نہ مال فرمایا اور اب کہہ رہے ہو کہ لاش کے کسی شرع کو بھی نہ مال نہیں فرمایا کیا یہ حق اور حقیقت کا انکار نہیں ہے؟

ساتھ ہی ملو بیڑا کے ایک بڑے کمرہ کا ذکر کر رہا اور وہ کہ فغفلونہ قرطاس کفولہا و قفطون مجیزہ کرتے تو ریت کو بجائے انھی بگولی کچا کباب بنانے کے غفلت اور انا میں کر چکون ہے۔ جس میں سے کچھ غائب کرتے ہو اور اکثر کو بچتے ہو) جب ان کے کام مکمل ہوا تو پچھنے کے لیے آتے تھے تو صندوق وغیرہ میں اندھا ڈال کر کوئی سامی ایک اور انا لپیٹتے تھے اور سر کے مطلب کے مطابق پڑھ کر دیتے تھے۔ تاکہ اس سے کچھ مل جائے نیز تو ریت شریف میں جو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی گنجی نشہ دہانت تھے اپنے تمام سے اس کو بچاتے تھے۔ تو ریت شریف کے انکامام جو اس وقت تک ان کے پاس موجود تھے۔ ان کو بھی بچاتے تھے اور ان کے بجائے دوسرے بچاتے تھے۔ جیسا کہ انھوں نے کرم کے چان میں اس کی تحصیل گذر بھی ہے۔

بھرا رہا۔ وَ عَلَيْنَا نَزَّلْنَا الْقُرْآنَ فَذُكِّرْهُم بِآيَاتِهِ الْعَظِيمَةِ (اور تم کو وہاں بھیجتا تھا کہ تم کو یاد دلاؤ کہ تم پر اس کی عظیم آیتیں نازل ہو رہی ہیں۔) آپ نے فرمایا ہے کہ میں نے اس کی تفسیر میں اور کب کوئی شخص متداخل نہ کیا۔ میں جو صاحبِ مددِ الٰہی بنے اور کبھی اس کے قریب نہ پہنچا۔ میرا ہر ذریعہ ہے جو صاحبِ جانِ القرآن نے اختیار کیا۔ وہ تو میرے فرماتے ہیں کہ مطلب یہ ہے کہ جس توہین کی یہ حالت ہے کہ اس کو کلامِ نامتے ہو دوسرے پر اور ہادی ہونے کے نام کے قائل بھی ہے۔ میرے ہر وقت تہجد سے استقبال میں ہے گو استقبالِ شرمِ ناک ہے لیکن اس کی وجہ سے گنجائش کا کاروبار نہیں رہی۔ چہ تھے تہجد کے حق میں وہ بڑی سخت اور سخت کی چیز ہے۔ اس کی بدولت عالم بے چین رہے۔ اس حیثیت سے بھی اس میں گنجائش کا کاروبار نہیں۔ یہ بلاؤں کا سلسلہ اس نے ہزاروں کام کیا ہے۔ چہ نکاح سوال کا جواب یہاں تک نہیں ہے کہ وہ لوگ بھی اس کے سوا کوئی جواب نہ دے اس لئے خود ہی جواب دے کر کے قصور کو عظمیٰ کے ذریعہ اظہارِ کلام ہی کر دینے کا ارادہ کیا ہے۔

[illegible]

رسول اللہ ﷺ نے مہاشین کو مل کر اپنی کچی کھری بہت سے ہوتا آئے گا جو فی سائر اکل یا اقامت جو فی سائر اکل کے کہے۔

یہ لوگ ۱۰۰۰ سب کچھ کریں گے (حلفوا النحل بالنحل) ، مخلوق انسان ۳۸ آپ کی اس بیشین گوئی کا مظاہرہ کر رہا ہے سسوان بنی اسرائیل کے طور طریقے اختیار کئے ہوئے ہیں اور بہت سے لوگ جو مذہب کی طرف متوجہ ہیں، ان ہی مریخی کی گمراہیاں سنہالے بیٹھے ہیں ان کا وہی کسب وکار انا (حک) ہے جو بنی اسرائیل کے لوگوں کا تھا۔ خود جاہلیت سے دور، اجتماع سنت سے بعد۔ مریخوں کو کیا پتا ہے کہ صرف جلیبذ کے لیے گدیاں سنہالے بیٹھے ہیں اور قبروں کے کچھ اور بنے ہوئے ہیں۔

جو دنیا کے طلب گاروں میں دل کا حال ہے وہی جھوٹے دعویٰان علم کا طریقہ ہے جنہیں جاہل دلی کی طلب ہے۔ ایسے لوگ جانتے بوجھتے ہوئے گنج مسئلہ بتانے سے کراہ کر رہے ہیں تاکہ عام سے مذکرت چاکیں۔ اہل حق سے متاظرہ کرنے کے لئے تیار ہے جس میں اور اپنے باطل اور کس کو باطل سمجھے ہوئے بہت بڑی کرتے رہتے ہیں اور قرآن وحدیث سے اپنے مطلب کے موافق تخریفات کر کے استدلال کر بیٹھے ہیں۔ جیسے ایک دلی علم نے انھیں تہ سرور عالم کی شخصیت جہت کرنے کے لیے کھڑے سمجھ میں کہہ دیا کہ قرآن مجید میں قافہ اذ اللہ نہیں ہے۔

اس پر ایک عالم صاحب اندر کھلنے پڑنے کو بھیجے کہنے لگا کہ وہ بچا، ابلیس خانہ صاحب موصوف نے کہا کہ میں اس نے جاہل ہوں کرتے غلط بات کی ہے کہ قرآن مجید لا الہ الا اللہ نہیں ہے حالانکہ قرآن مجید میں موجود ہے۔

مقرر کہنے لگا کہ قرآن میں لا الہ الا اللہ کہاں ہے؟ خانہ صاحب نے کہا قرآن مجید لا میں نکال کر کتابوں۔ قرآن مجید دیا گیا۔ خانہ صاحب نے نکال کر دکھا دیا (سورۃ صافات سورۃ محمد سورۃ محمد سورۃ محمد سورۃ لا الہ الا اللہ موجود ہے)۔ وہی قرآن مجید میں نکال کر دکھا دیا تو مقرر کہنے لگا کہ یہ باتیں کافر آن ہے۔ میں لوگوں نے اپنے پاس سے لگھڑیاں لگا۔

ایلی بات کی گنج میں ایسی جہازت کرنا بالکل ہی طرح کی ہے باکی ہے جیسے مالک بن صیف۔ یہودی نے تفسیر بات کی وجہ سے ہوا کہہ دیا کہ اللہ نے کچھ بھی بدل نہیں فرمایا۔

داخل میں تو یہ بات بہت ہی زیادہ درج ذیل ہے کہ خود سے جو اپنا دین تراش لیا ہے اس کے مقابلے میں احادیث شریف کی تصریحات کو تو کیا مانتے۔ قرآن مجید کے صریح احادیث کے منکر ہیں۔ ایلی بات رکھنے کے لیے قرآن کی تخریفات کے قائل ہو گئے۔ اللہ تعالیٰ شانہ نے سورۃ توبہ میں ساجدین مہاجرین مدینوں اور ان کے دشمنین یا مسلمان کے لیے جو (وَجَنِّ اِلٰہَہُمْ وَزُہْمَہُمْ اِلٰہَہُ) اعلان فرمایا۔ یہ لوگ اس سے ناشکیں اور مہاجرین انھیں کافر کہتے ہیں جب ان کے سامنے قرآن مجید کی آیات قرآنی جاتی ہیں جن میں حضرات کلمہ کرام رضی اللہ عنہم کی مدح و ستائش ہے تو کہہ دیتے ہیں کہ قرآن مجید میں تخریفات ہوئی ہے بلکہ اس سے آگے بڑھ کر ان کہہ دیتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ سے جدا ہو گیا تھا یعنی اللہ تعالیٰ کو پتہ نہ تھا کہ یہ لوگ بعد میں کافر ہو جائیں گے۔ (اعمال بادش)

کبھی دھناتی اور مٹ دھری ہے۔ اللہ تعالیٰ کی طرف جہل کی نسبت کرنے کو تیار ہیں۔ لیکن اپنی خود راہنمائیہ بات کو لکھ کہنے کو تیار نہیں۔ جتنے بھی کراہتے گذرے ہیں یا پ موجود ہیں سب کا یہی حال ہے۔

وَهٰذَا كِتٰبُ اَنْزَلْنٰہُ مُبٰرَكٌ مُّصَدِّقٌ لِّلَّذِیْ بَیْنَ يَدَیْہِ وَلَیْسَ ذٰلِكَ اَمْرًا قَلِیْلًا وَمَنْ

اور یہ کتاب جو ہم نے نازل کی ہے بڑا برکت والی ہے لہذا سے کئی کتابوں کی تصدیق کرنے والی ہے۔ اور یہ کتاب آپ کو لوگوں کے آں اس کے لئے نازل ہوئی

حَوْلَہٗۤ اَوَّٰلِیْنَ یُؤْمِنُوْنَ یَا اٰخِرَیْنَ یُؤْمِنُوْنَ بِہٖ وَہُمْ عَلٰی صُلٰحٍ مِّمَّہُمْ یُحَافِظُوْنَ ۝

کو آگاہی، اور جو لوگ آخرت کا یقین رکھتے ہیں اس کے پہلے آگاہی دیتے ہیں اور وہ ایلی کتاب کی پابندی کرتے ہیں۔

قرآن مجید مبارک کتاب ہے سجادہ کتب کی تصدیق کرتی ہے

یہودی نے یہ کہا کہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جو کچھ میں جزل نہیں کیا اس سے قرآن مجید کا کلام بھی لازم ہو گیا۔ چنانچہ قرآن مجید کے جزل فرمائے گئے۔ لکھنا بھی تھا کہ قرآن مجید کی وضاحت بیان فرمائیں۔ لہٰذا یہ کہ مبارک ہے۔ دوسرے یہ کہ ہادش کی دوسری کتابوں کی تصریح کرنے والا ہے۔

صاحب دوع الطائی ص ۳۲۱ ج ۱ عہدہ ہاک کی تعمیر کرتے ہوئے لکھتے ہیں: کھنڈر الخائفة والنفع لا شفعالہ علی منافع
الغداہین و علوم الاولین والاخرین یعنی یہ کتاب بہت زیادہ فائدہ مال جاس لئے کہ اس میں دواؤں جہاں کے منافع ہیں اور
بولین دواؤں غریب کے علوم ہیں۔

قرآن مجید کی دوسری عظمت یہ بیان کی کہ اس سے پہلے جو اُنہ کی کتابیں ہیں ان سب کی تصدیق کرنے والا ہے اس میں یہود ہیں جو صحیفہ ہے اس کتاب کے مخالف نہ ہوں جو کتاب تمہارا ہے اس سے یہ کتاب اس کے معاد میں ہے بلکہ اس کی تصدیق کرتی ہے۔

قریب مشرق پر بھی ایمان کا دھواں کباب پر لگی۔ پھر فرمایا وَلَقَدْ عَلِمَ الْفَرُوقِی وَغُلَّ حَوْضُهَا اَوْتَاكَ اَسْوَءَ مَا نَحْنُ اِلَّا الْفَرُوقِی کے لئے دھواں کو اور جس کے آس پاس کے رہنے والے ہیں۔ ام القریٰ کی مٹھ کا ایک نام ہے۔ نزول قرآن کے زمانہ میں چونکہ اس پاس کی بستیوں میں یہ بڑی بستی تھی اور اپنی ضرورتوں کے لئے لوگ یہاں آتے جاتے تھے۔ اس لئے اس کو ام القریٰ (بستیوں کی ماں) کے نام سے تعبیر کیا جاتا تھا۔ اس میں قرآن مجید کا مستند نزول بیان فرمایا اور وہ یہ کہ اس کے نزدیک جہاں کو صودہ ایمان کی آس پاس کی بستیوں کو کفر کی دھمکتہ دی جائے اور غلط حق سے ڈرایا جائے۔

لقد وضعت عزلهما كاصداق مكر محمد بن ابي اسحاق بن عمار کی ہتھیلیاں ہیں۔ اور بعض حضرات نے پوری دنیا پر لائی ہے۔ کیونکہ رسول اللہ ﷺ کی بیعت تمام جنات و انسانوں کے لیے ہے۔ اسی لیے دوسری جگہ قرآن مجید میں فرمایا: وَتَوَكَّلْ عَلَى اللَّهِ هُوَ سَدُ الْمَقَرِّ وَاللَّهُ يَهْدِي الْقَوْمَ الصَّالِحِينَ

وَعَنْ أَنَسٍ قَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ يَقُولُ: مَنْ تَزَيَّرَ بِمَاءِ الْيَتِيمِ فِي بَيْتِهِ أَوْ فِي بَيْتِ أَخِيهِ أَوْ فِي بَيْتِ امْرَأَةٍ مِنْ أَهْلِهِ أَوْ فِي بَيْتِ غَيْرِهِمْ كَانَ لَهُ بِهِ حَقٌّ إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ

ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جو شخص اپنے گھر یا اپنے والدین یا اپنی بہن یا اپنے بھائی یا کسی اور شخص کے گھر میں جائے تو ان کے لیے حق ہے۔ یہ لوگ آفت پر ایمان لاتے ہیں انھیں آفت کی نصابت کا گھر ہے اور وہ اس کے شراب کا دار ہے اس لئے ان کا خود گھر انھیں قرآن پر ایمان لانے پر آمادہ کرتا ہے۔ اور یہ لوگ ایمان لا کر نمازوں کی پابندی کرتے ہیں۔ کیونکہ نماز میں بار بار ایمانی کلمہ ضرور پڑھنا لازم تھا۔ اور دعا پڑھنا بھی لازم تھا۔ اور نماز اور دعا کی سب سے بڑی علامت ہے خداوند کا ستاروں سے۔

وَمَنْ أَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرَى عَلَى اللَّهِ كَذِبًا أَوْ قَالَ أُوحِيَ إِلَيَّ وَلَمْ يُوحَ إِلَيْهِ

اور اس سے زیادہ غلط کام کسی سے ہو سکتا ہے۔ مجھ کو پہچانیں، احمد علی ایسا کہے کہ میری طرف دھاتی کی گئی۔ جانا کہ اس کی طرف، بلکہ بھی وہی نہیں کی گئی۔ اور اس سے زیادہ

وَمَنْ كَانَ سَائِئِلًا مِّنْ مَا أَنزَلْنَا إِلَيْكَ ، وَلَوْ تَرَىٰ إِذِ الظَّالِمُونَ فِي غَمَرَاتِ

زبانِ غلام کوئی اور کا ہو گی گئے کہ میں ہوا کلامِ بادل کہوں گا جیسا اٹھ لے بادل کا تیرا ہرگز اس سحر کو دیکھے ایک غلامِ دلکست سے کی غنیمتوں

لَيَبْنَ وَبِالْمَلَكَةِ بَاطِلًا أَلَذَّيْنِ أَخْرَجُوا النَّفْسَ الْمُوْحَّدُونَ عَذَابَ الْفُؤَانِ مَا كُنْتُمْ

یہی ہوں گے اور فرشتے اپنے جہم کا مارے ہوں گے کہ ۱۰۰ الٹی دانیوں کا قیام کو الٹے خواب کی سزا ہی دے گے۔ اسی لیے کہ تم اللہ

تَقُولُونَ عَلَى اللَّهِ غَيْرَ الْحَقِّ وَكُنْتُمْ عَنْ آيَاتِهِ تَسْكِبُونَ ﴿٥٠﴾ وَاتَّقُوا اللَّهَ يَوْمَ تُفْرَضُ الْمَوَاقِدُ يُفْرَضُ الْفَرَادَى

تے اور بھائی نہیں رکھتے تھے۔ وہ اس کی آقاؤں کے راجے سے ٹکڑا کر کے تھے۔ وہ خود دھرم سے رہے۔ اس لیے ایک ایک

كَمَا خَلَقْنَكُمْ أَوَّلَ مَرَّةٍ وَتَرْكُكُمْ مَا خَوَّلْنَكُمْ وَرَأَىٰ ظُهُورُكُمْ ۖ وَمَا نَرَىٰ

جس کے جسم پر جلی ہو جائے، اس قسم کے اسٹیل ڈھکے وہ پھونکا جا رہا ہے جسے اس کا تپا تھا، اس جسم پر جلی ہے۔

مَعَكُمْ شُفَعَاءُ كُمُ الَّذِينَ رَعَيْتُمْ أَنَّهُمْ فِيكُمْ شُرَكَاءُ ۚ لَقَدْ تَقَطَّعَ

فہرست کے ساتھ فہرستوں کو جن کے بارے میں تم نے خیال کیا تھا کہ وہ فہرست ہے، یہ ہے جس طرح کہ اس میں کوئی شک نہیں کرتا۔

بَيْنَكُمْ وَصَلَّ عَلَيْنَا مَا كُنْتُمْ تَرْجِعُونَ ﴿١٠﴾

تعلیم و ترقی کے لیے سب سے پہلے سڑکیں بنانی چاہئیں۔

اللہ تعالیٰ پر افتراء کرنے والوں اور نبوت کے جھوٹے دعویداروں سے بڑھ کر کون ظالم ہوگا؟

اس سے پہلے آجے میں بعض یہودیوں کا ذکر تھا جنہوں نے خدا اور عہد کے جوش میں کہہ دیا کہ اللہ نے کسی بشر پر کچھ بھی نازل نہیں

فرمایا: اب اس شخص کا ذکر ہے جو اللہ تعالیٰ پر جھوٹ بولے اور اللہ کی طرف سے بات منسوب کرے کہ اس نے مجھے نبی بنا دیا کسی اور طرح

سے اخذ ہے، فقرہ کر کے مثلاً یوں کہے کہ اللہ نے اپنے شریک بنائے ہیں، یا اللہ نے کسی کو اپنا بیٹا یا جالما ہے یا پس کے کہ میں بھی اب کلام

ہاں! میں کا جیسا کہ ہے، ہاں! یہ... بس اس کی تصویر کے ساتھ ۲ سطور پر جمل کا قول اللہ کی سیر کرتے ہوئے جیسے ہیں، اسی

من الذي له يقدرون ما جاء من عند الله من الوحي

مخلص تک ہندی کے طور پر کچھ جملے ہمارے قلم اور کچھ شعور ہندی بھی کر لیتا تھا۔ جب لوگوں کے سامنے قرآن مجید کا پہنچاؤ آج اس بھی آگے

سورجہ کر دے تو اس پر بغض لوگوں نے اپنی چہالت سے کچھ قتلے جائے تھے لیکن لہوئی آپس میں ان کو باطل معارفہ تسلیم کر لیا تھا۔

میسرہ کذاب نے بھی ہرگز نہیں جانتے تھے وہ بھی ایسے ہی جاہل اور استغناء تھے۔ قرآن مجید کے مقابلے میں نہ کوئی اور کتاب اور نہ

بعض لوگوں کو قاتل بننے اور مشہور ہونے اور عوام الناس کو اپنا مقتول بنانے کا شوق ہوتا ہے۔ ایسے لوگوں نے خاتم

انہوں نے کہا کہ آپ کے بعد مجھے کسی مددگار کی ضرورت نہیں رہے گی۔ میں اب اکیلے دوڑاؤں گا۔

لے جا کر دیکھو گے اور ان کی بے مہدی جیسے کارروائی پر ایک جھوٹا سہارا مل جائے گا جس سے اس طرح کے لوگوں کو سزا دی جائے گی۔

[illegible]

مستحق کہ ان کے لئے جو کچھ اللہ تعالیٰ نے ان کے لئے مقدر کیا ہے اس میں کمی نہ آئے اور نہ اضافہ ہو۔ اور ان کے لئے جو کچھ اللہ تعالیٰ نے ان کے لئے مقدر کیا ہے اس میں کمی نہ آئے اور نہ اضافہ ہو۔

1	2	3	4	5	6	7	8	9	10	11	12	13	14	15	16	17	18	19	20	21	22	23	24	25	26	27	28	29	30	31	32	33	34	35	36	37	38	39	40	41	42	43	44	45	46	47	48	49	50	51	52	53	54	55	56	57	58	59	60	61	62	63	64	65	66	67	68	69	70	71	72	73	74	75	76	77	78	79	80	81	82	83	84	85	86	87	88	89	90	91	92	93	94	95	96	97	98	99	100	101	102	103	104	105	106	107	108	109	110	111	112	113	114	115	116	117	118	119	120	121	122	123	124	125	126	127	128	129	130	131	132	133	134	135	136	137	138	139	140	141	142	143	144	145	146	147	148	149	150	151	152	153	154	155	156	157	158	159	160	161	162	163	164	165	166	167	168	169	170	171	172	173	174	175	176	177	178	179	180	181	182	183	184	185	186	187	188	189	190	191	192	193	194	195	196	197	198	199	200	201	202	203	204	205	206	207	208	209	210	211	212	213	214	215	216	217	218	219	220	221	222	223	224	225	226	227	228	229	230	231	232	233	234	235	236	237	238	239	240	241	242	243	244	245	246	247	248	249	250	251	252	253	254	255	256	257	258	259	260	261	262	263	264	265	266	267	268	269	270	271	272	273	274	275	276	277	278	279	280	281	282	283	284	285	286	287	288	289	290	291	292	293	294	295	296	297	298	299	300	301	302	303	304	305	306	307	308	309	310	311	312	313	314	315	316	317	318	319	320	321	322	323	324	325	326	327	328	329	330	331	332	333	334	335	336	337	338	339	340	341	342	343	344	345	346	347	348	349	350	351	352	353	354	355	356	357	358	359	360	361	362	363	364	365	366	367	368	369	370	371	372	373	374	375	376	377	378	379	380	381	382	383	384	385	386	387	388	389	390	391	392	393	394	395	396	397	398	399	400	401	402	403	404	405	406	407	408	409	410	411	412	413	414	415	416	417	418	419	420	421	422	423	424	425	426	427	428	429	430	431	432	433	434	435	436	437	438	439	440	441	442	443	444	445	446	447	448	449	450	451	452	453	454	455	456	457	458	459	460	461	462	463	464	465	466	467	468	469	470	471	472	473	474	475	476	477	478	479	480	481	482	483	484	485	486	487	488	489	490	491	492	493	494	495	496	497	498	499	500	501	502	503	504	505	506	507	508	509	510	511	512	513	514	515	516	517	518	519	520	521	522	523	524	5
---	---	---	---	---	---	---	---	---	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	---

[illegible]

یعنی آیات قبول کرنے کو اپنی مثال کے خلاف سمجھتے تھے اور قہار نے غفلت کو آیات کے قبول کرنے میں ممانعت نہ محسوس ہوتی تھی۔ اور تم یہ سمجھتے تھے کہ اللہ کی آپت کے سامنے جھکنا ہماری طور آدمی کے خلاف ہے۔ جس نے اللہ کے ذمہ جھوٹ لگا دیا اور یہ کہا کہ اللہ نے کوئی چیز ہمارے لیے نہیں فرمائی اور جس نے اللہ کے حکام کا سوا خدا اور مقابلہ کرنے کی بات کی اور جس نے نبوت کا جھوٹا دعویٰ کیا ان لوگوں کا یہ سب فعل انہی کی بڑائی تھا، جو اعتقاد حاصل کرنے اور حاصل شدہ قہر سے اور پیش پیش اور بڑائی کی حماقت کے لئے تھا ان کے لیے اللہ کا خطاب ہے جو جھوٹ کے حماقت سے شروع ہو گا۔

کارفرما حکومت کے دھت کہ جڑ خراب ہوتا ہے اس کا ذکر سورہ محمد میں بھی فرمایا ہے اور شاہ فرمایا کہ مختلف ایذا اس وقت تک پہنچتی ہے جب تک کہ وہ خیر و برکت کا باعث نہ ہو۔ (پس کیا سوال ہوگا جب کہ فرشتے ان کی جانیں نکال رہے ہوں گے مار رہے ہوں گے ان کے چہروں اور ہاتھوں کو) موت کے وقت کہ کارفرما کو خطاب ہوتا ہے اس کی خصوصیات احادیث شریفہ میں وارد ہوئی ہیں۔ حضرت برادر بن عابد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے جب کہ کار کے دیار سے جانے کا دور آخرت کی طرف پہنچے گا وقت ہوتا ہے تو اس وقت اس سے جاہ چھوڑ دینا فرشتے نازل ہوتے ہیں ان کے ساتھ ٹائٹ ہو جاتے ہیں۔ وہ اس کے پاس آ کر وہاں تک پہنچ جاتے ہیں جہاں تک نظر پہنچتا ہے۔ پھر تک الموت ٹھہر لیتا ہے۔ اس کے پاس آ کر وہاں تک پہنچ جاتے ہیں اور کہتے ہیں کہ یہ شخص جان اور عقل اللہ کی نافرمانی کی طرف اور روح اس کے جسم میں مشرق ہو چائی ہے (یعنی جسم میں اور دھڑ بھڑاتی ہے کیونکہ نکلا نہیں چاہتی) حضرت تک الموت (زبردستی) اس کی جان کو اس طرح نکالتے ہیں جیسے پیچھا کر رہا ہوں بلکہ پر لپکا ہو اور طاقت کے ذریعہ اس کو ان سے نکالا جائے۔ جب اس کی روح تک الموت نکال لیتے ہیں تو دوسرے فرشتے جو وہاں موجود ہوتے ہیں وہ پلک بچپکے کے برابر ڈرامی دیو بھی ان کے ہاتھ نہیں چھوڑتے ان کے ہاتھ سے لے کر ان ہاتھوں میں رکھ دیتے ہیں جو ساتھ لے کر آتے تھے اور روح سے لپکی وہ نکلتی ہے جیسے زمین پر سب سے زیادہ سستی ہوئی مشق سے کبھی بدلتا آئی ہو۔ اس روح کو لے کر وہ آسمان کی طرف چڑھ جاتے ہیں فرشتوں کی جس جماعت پر بھی مقرر ہوتے ہیں تو وہاں پہنچتے ہیں یہاں تک کہ روح سے آواز اس کا رہے ہے ورنہ اس کے کہ جس سے وہ وہاں نہیں چکا رہا یا تو خراب رہتے ہیں کہ یہاں تک کہ قریب والے آسمان تک لے جاتے ہیں وہاں پہنچ کر وہ روزانہ طہارت میں آتے اور روزانہ نہیں نکھولا جاتا اس کے بعد رسول اللہ ﷺ سے سورہ اعراف کی آیات تلاوت فرمائی:

لَا تَسْمَعُ لَهُمْ قَوْلَ الشَّعْوَةِ وَلَا يَذْخَرُونَ فَجَعَلَهُمْ عَلَىٰ رِجَالٍ مِّنْهُمُ الْقَحْلَبُ (انہیں کھلے جائیں گے ان کے لیے آسمان کے دروازے اور انہیں داخل ہوں گے جنت میں یہاں تک کہ فرشتہ سوائی کے آگے میں داخل ہو جائے) اہل بیت سوائی کے آگے میں داخل نہیں ہو سکتا لہذا اگر ان کی جنت میں داخل نہیں ہو سکتے۔

یہ حدیث طویل ہے جس میں اس کے بعد مذہبِ قہر کا ذکر ہے۔ مشکوٰۃ الصالحین ص ۳۲۲ بحوالہ سنن احمد ذکر ہے۔ پوری حدیث دیکھنا ہمارے خواہی ہم سورہ ۲۷ اعراف کی ذکر کر یا آیت کے ذیل میں لکھیں گے۔ معلوم ہو گیا کہ کافر کا مذہب موت کے وقت سے شروع ہو جاتا

ہے اور پھر جس بھی خطاب ہے۔ بشر میں بھی ہے اور اس کے بعد دوزخ میں بھی ہے جو دائمی ہے کافر کے خطاب کی ابتداء موت کے وقت سے ہی ہوئی اور اس کی انتہائیں ہے۔ ابدال آباد پیش پیش خطاب ہی میں ہے کَلِمَاتُ اللَّهِ عَلَى الْإِيمَانِ وَاعْتَصِمُوا بِحَبْلِ اللَّهِ جَمِيعًا وَلَا تَفَرَّقُوا سَائِرَ النَّاسِ۔ اس میں قیامت کے دن کی

حاضری کی حالت بتائی ہے اور تعالیٰ کا ارشاد ہو گا (کہ تم ہمارے پاس تباہ آئے ہو اور ہر ایک اپنے قبیلے سے اور احباب و اصحاب سے اور برہمن مت سے علیحدہ علیحدہ ہو کر باہل تباہی و فساد میں فرمایا لَقَدْ أَخَذْنَاهُمْ بَعَثْنَا فِي هَذِهِ أَسْمَاءُ ذُنُوبِهِمْ فَأَنزَلْنَاهُمْ فِيهَا۔ اے ملک اس نے سب کو ٹکڑ کر دکھایا اور ہر ایک اس کے پاس تباہ آئے گا اور تباہی میں جو اپنے قبیلوں میں متفرق افراد ہوں اور برہمن۔ ہر گروہر کے گروہر کہیں کر گزرتے ہیں اور گروہر و شرک و سماجی پرہیز میں ایک دوسرے کی حد کر کے ہیں ان کے تباہی کے یہ تحذرات ختم ہو جائیں گے۔ اور ہاں کوئی کسی کا نہ ہو گا۔ (وَاللَّهُ الْمُسْتَعْنَى)

پھر فرمایا خَلَقْنَاهُ مِنْ ذَلَاكَ أَنْفُسًا (یعنی جسے ہم نے تم کو کھلی مروج پیدا کیا تھا اس حالت میں قیامت کے دن آگے) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ بلاشبہ قیامت کے دن تم اس حال میں جمع ہو گے ہاؤ کے کہ تم نے اپنے بچے نہ ہوں گے اور سب بے قدر ہوں گے اس کے بعد آپ نے سورۃ انبیاء کی آیات تلاوت فرمائی۔ تَخَسَّفَ يَوْمَئِذٍ أَكْأَلُ عَصَايَ أَطَوَّفَ بَيْنَ أَيْدِيكُمْ إِنْ عَسَىٰ أَنْ يَمُنَّ أُولَٰئِكَ بِهَدْيِهِ يَوْمَئِذٍ يَمُنُّ هُنَّ أَمَّا عِدَاكَ أُولَٰئِكَ كَانُوا فِي يَدَيْكَ۔ ہمارے ذریعہ ہوا ہے بے شک ہم اس کے مطابق کرنے والے ہیں) پھر فرمایا کہ سب سے پہلے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو پکڑے پھانسی لگائی جائیں گے (اور دوسرے ۱۳۳)۔

سب سال و دولت دنیا ہی میں چھوڑ گئے۔۔۔۔۔۔ پھر فرمایا تَوَرَّكُنَّ خُفَّ عِلَاقٍ (اور تم نے اپنے پیچھے چھوڑ دیا جو تم نے تمہیں عطا کیا) کہ یہ بتایا کہ تباہی جو نعمت اور قبیلوں پر پھوس رہا ہے اور جو نعمتیں اپنی حد کے لئے بنائی گئی ہیں اور وہ وقت کر کے لیے اپنے سامنے والے بنائے جاتے ہیں یہ سب کچھ آخرت میں کام دینے والے ٹکس ٹکس ہو جائیں گے اور ایک فرد آئے گا۔

اب یہ بتایا کہ اللہ تعالیٰ فرمائیں گے کہ تم نے دنیا میں تمہیں جو کچھ (مال و دولت آل و اولاد خشم و خشم) عطا کیا تھا تم سب دنیا ہی میں چھوڑ کر آ گئے۔ دنیا میں لوگ مال کاتے ہیں ایک کے اس بناتے ہیں تمہو سے مال کو بہت زیادہ کر لیتے ہیں۔ بہت کم لوگ ایسے ہوتے ہیں جو مال میں آخرت کا حصہ رکھتے ہیں۔ اور مال کے شرعی حقوق ادا کرتے ہیں۔ مومن مال ہی کو قصور دیکھتے ہیں۔ اسی کے لئے مرتے ہیں اور اسی کے لئے جیتے ہیں تمہا سے ہیں تمہا سے کے لیے اور کاتے ہیں تمہا سے کے لیے۔ ایسے لوگوں کا مال آخرت میں دیا ہو گا۔

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ رسول خدا ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ دنیا اس کا گھر ہے جس کا کوئی گھر نہیں اور اس کا مال ہے جس کا کوئی مال نہیں۔ اور دنیا کے لیے وہ شخص جمع کرتا ہے جس کو کھل نہیں (اور اس کا کھل فی القبر) بن کئی لکھ (۱۳۳)۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جب مرے والا مرے گا تو فرشتے نہیں میں پوچھتے ہیں (کہ اپنے مال اور مال سے کیا کمال کرتا یا اس نے آگے بھیجا تھا) وہ دنیا کے لوگ یہ پوچھتے ہیں کیا چھوڑ کر گیا۔ (اور کھل فی القبر) بن کئی لکھ (۱۳۳)۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ قیامت کے دن انسان کو اس حالت میں دیا جائے گا کہ گویا وہ

قَنُوتًا دَلِيلَةً وَجَنَّتْ مِنْ عَذَابٍ ۖ وَ الرَّثِیُّونَ ۚ وَ الرَّهْمَانُ مُشَبِّهًا وَغَیْرَ مُشَابِهٍ ۚ اُنْظُرُوا

میں سے نہ لے گا نہ دے گا، نہ ہی اس کو گھٹے کے بار بار نہ دے گا، نہ ہی اس کو بڑے بڑے میں سے نہ لے گا، نہ ہی اس کے بڑے

إِلَى تَحْرِیرَ إِذَا أَسْرَوْنَیْهِ ۚ إِنَّ فِیْ ذَٰلِکُمْ لَآیَاتٍ لِّقَوْمٍ یُّؤْمِنُونَ ﴿۶﴾

کی طرف کیجئے کہ اس کے بچنے کی طرف۔ یہ ایک ایسی بات ہے جس میں لوگوں کے لیے رہنمائی ہے۔

مظاہرِ قدرتِ الہیہ اور دلائلِ توحید

اس عالم میں اللہ جل شانہ کے جو تصرفات ہیں ان آیات میں ان میں سے بعض تصرفات کا ذکر فرمایا ہے اور اللہ تعالیٰ کی جو نعمتوں پر نعمتیں ہیں ان میں سے بعض یاد دلائی ہیں۔ ان سب میں اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کی نشان دہی کی ہیں، اول تو یہ فرما دیا کہ اللہ تعالیٰ دانوں اور غنیمتوں کو چھڑاتا ہے ذرا سا دانا اور چھڑائی سی گھٹلی ہوتی ہے جب اللہ تعالیٰ کو منظور ہوتا ہے کہ کوئی جانور ہم سے ہے جس سے بھگتی کے پورے اگلے کسی کو اللہ تعالیٰ کی قدرت سے وہ دانہ پھٹ جاتا ہے اس سے پورا اگلے آتا ہے۔

اس طرح جب گھٹلی سے کوئی درخت نکلتا منظور ہوتا ہے تو اللہ تعالیٰ کے حکم سے وہ گھٹلی پھٹ جاتی ہے اور اس سے بڑے بڑے درخت نکل آتے ہیں۔ جن کے پھلوں سے زمین پر لینے والے مستفید اور منفعہ دہتے ہیں۔

پھر فرمایا الْغَضُ مِنْ الْغَضِ کہ وہ دندہ کو مردہ سے نکالتا ہے تو خَرَجَ الْغَضُ اور مردہ کو زندہ سے نکالنے والا ہے۔ ان دونوں قوتوں کی طرح جس سے مختلف اقل میں ان کا ذکر سورۃ آل عمران کے کوع میں مذکور ہے۔ اس کی ایک بات یہ ہے کہ وہ معروف مثال یہ ہے کہ زندہ جانور سے اظہار الگتا ہے جو ہے جان ہوتا ہے پھر اس سے جان اڑے سے یہ لگتا ہے جو زندہ ہوتا ہے۔ درختوں سے خشک دانے لگتا اور دانوں سے برے برے برے درختوں کا جو رویش آ جاتا ہے بھی زندہ کو میت سے اور میت کو زندہ سے نکالنے کا مصداق ہے۔

پھر فرمایا ذَٰلِکُمْ اَللّٰهُ فَاَنَّىٰ تُوَفَّقُوْنَ۔ (یہ اللہ مطلق اللہ ہے سو تم کہاں لائے پھر بے جا ہے) اس کی عبارت کو چھڑ کر شرک میں کیوں جا رہا ہے۔

پھر فرمایا اِلٰی الْاَضْحَاحِ (اشد کا چھڑانے والا ہے) اس کی حالت اور مردہ سے رات کی تاریکی چلی جاتی ہے وہ روشنی بھگتی ہے جس سے صبح نور اور چالی ہے جو جعلی الیل سمجھا (اور اس نے رات کو آرام کی چیز بنایا) ان میں کام کاج کرنے والے صحت کو نئے دانے خشک دانہ سے رات کو آرام کرتے ہیں۔ نیند تو ان کو آ جاتی ہے لیکن رات کی نیند میں جو آرام ہے اور صبح اترنے کا جو طریقی انجام ہے وہ دن کی نیند میں نہیں ہے۔ دن میں جس میں زیادہ سوچیں نہیں سکتے۔ کام کاج اور کاروبار کے کاٹے بھلے مرچے آگے لگتے بھی نہیں دیتے۔ کھانک بھی گئی تو کاروبار کا حکم جو رات پر سوار ہوتا ہے وہ ہر بار چکا تا رہتا ہے۔

وَالْفُسْنِ وَالْفُسْنِ خُشْتَا نَاط (اور اللہ تعالیٰ نے چاند اور سورج کو ایک خاص حساب سے مقرر فرمایا) ان کی گردش سے رات دن اور ہفتے اور مہینے بنتے چلے جاتے ہیں۔ جن سے عبادات کے احکام اور معاملات کی تاریخیں معلوم ہوتی ہیں۔ جس کا دن کب ہے رمضان المبارک کب لے گا کب کی تاریخ میں کیا ہوے۔ جو کچھ کسی سے قرض لیا ہے اس کی ادائیگی میں کبھی دلت ہے ان سب امور کا جواب چاند اور سورج کی گردش سے معلوم ہوتا رہتا ہے۔

مبادت بالحق المعروف مراد لی جائے تو یہ یاد آ رہا ہے جیسا کہ اوپر عرض کیا گیا۔

سورۃ میں فرمایا: **وَالَّذِينَ آمَنُوا يَتْلُونَ كِتَابَ اللَّهِ وَأُحِلِّ لَهُمْ شَرِيعَاتُ اللَّهِ يُخْرِجُونَ فِي رِزْقِهِمْ مِمَّا ظَنُّوا أَنَّهُمْ لَا مُجْرَاءَ لَهُ فِي الدُّنْيَا لَئِن لَّمْ يَكْفِ الْإِنْسَانُ بِمَا هُوَ مُشْكِرٌ**۔
 مبادت ہے کہ پیدا کیا کہ اللہ نے اور اللہ ہیست میں اور میں کو شریک کرتے ہیں اور مخلوق کے ساتھ وہ معاملہ کرتے ہیں جو اللہ کے ساتھ کرنا
 چاہتے۔ بعض مشرکین نے فرمایا ہے کہ **عَلَيْهِمْ السَّيِّئَاتُ** کی تفسیر منسوب حق کی طرف واضح ہے اور مطلب یہ ہے کہ ان لوگوں نے جنت کا کہے
 اللہ کا شریعہ ہم پر ایسا نہیں جس کا اللہ نے پیدا کیا اور اللہ تعالیٰ نے پیدا فرمایا **وَأُحِلِّ لَهُمْ شَرِيعَاتُ اللَّهِ** یعنی وہ اللہ کے لئے
 گمراہ تھے اور جنہیں اللہ نے تو مبینہ اللہ کا اللہ کا پناہ اور یہاں سے حضرت امیر المؤمنینؑ کو اور مشرکین کے لئے فرشتوں کا اللہ
 کی پناہ ہے۔ ان لوگوں نے جہالت کے سبب یہ سب کچھ سمجھ لیا اور انہوں نے یہ نہ جانتا کہ ہم جس ذات کی طرف دلائل منسوب کر
 رہے ہیں اس کے لیے دلائل کا ہونا واجب اور ممکن ہے اور اس کی شان اس سے بہت بڑا بلند اور بالا ہے کہ اس کی اولاد ہو۔ اسی کو فرمایا
سُبْحَانَكَ وَبِحَمْدِكَ عَزَّ وَجَلَّ (اللہ تعالیٰ اس چیز سے پاک ہے اور بلند والا ہے جو یہ لوگ اس کے بارے میں بیان کرتے ہیں)۔
 مشرکین کے ساتھ نہ شریک اور اللہ تعالیٰ کیلئے اور اللہ تعالیٰ نے کر کے دلائل کی تردید فرماتے ہوئے حریف فرمایا **يُخْرِجُونَ فِي رِزْقِهِمْ مِمَّا ظَنُّوا أَنَّهُمْ لَا مُجْرَاءَ لَهُ فِي الدُّنْيَا**
 کہ اللہ تعالیٰ آسمانوں کا اور زمین کا ہے مثال پیدا فرمانے والا ہے اس نے عالم سخی اور عالم غلیظ کو پیدا فرمایا۔ آسمان و زمین کا اللہ پیدا فرمایا
 اور آسمان کو سات طبقہ بنا دیا اور زمین کو پچھلا دیا۔ ایسے خالق اور بے مثال صانع اور مبدع اور اللہ کی کچھ حاجت نہیں۔ کیونکہ اللہ کی
 ضرورت نہ دے لیے ہوتی ہے۔ آسمان و زمین کی تخلیق میں کوئی اس کا شریک نہیں۔ سورۃ سہا میں فرمایا:

صَالِحِينَ قَالُوا هَذَا مِنْ شَرِّكَاتِهِ وَمَا لَهُمْ مِنْ شَرِّكَاتٍ لَهُ وَلَئِنَّ الْإِنْسَانَ لِرَبِّهِ لَكَنَّا كَافٍ۔
 کہتے ہو گے حالانکہ اس کے ساتھ دل نہیں رہی ہوئی نہیں ہے۔ اللہ اور ہی سے پیدا ہوئی ہے اور اللہ تعالیٰ کی ہی نہیں اس لئے ہو سکتی ہے کیونکہ اس
 میں مقید نہ ہو سکتی ہے۔ وہ اس کی ہی نہیں اس لئے ہو سکتی ہے۔ وہ اللہ کے ہو سکتی ہے۔ وہ خلق کمال خلق ہے۔ اور اس نے ہر چیز کو پیدا فرمایا
 اس کی پیدا کی ہوئی چیزوں میں وہ مخلوق بھی ہے جسے اللہ کی اولاد بتاتے ہیں۔ خالق اور مخلوق کے درمیان رشتہ وراثت کہاں ہو سکتا ہے اور
 مخلوق اپنے خالق کی اولاد کیسے ہو سکتی ہے لوگوں نے جو اللہ اور اللہ کی بے انہوں نے خالق کا مشرک بن کر پیدا کیا اور اپنی جہالت سے اللہ پاک
 کے لئے اللہ اور اللہ کی پناہ و غوث و بگٹی خلق و علیہم السلام (اور اللہ ہر چیز کو پناہ دیتا ہے) اسے مشرکین کے ساتھ شریک کا علم ہے اور وہ ان
 کے اہل شرک سے بھی باخبر ہے اور ان سب کا ساتھ نہ فرمانے کا اور ہر دوسرے کا۔

پھر فرمایا **وَلَكُمْ آيَاتُ الْكِتَابِ الَّتِي تَقْرَأُونَ فِيهَا تُخْرَجُونَ مِنْ حَرْفٍ إِلَى حَرْفٍ وَأَنْتُمْ لَا تَعْلَمُونَ** (ایک جگہ آ رہا ہے اس کے ساتھ کوئی معجزہ نہیں اور ہر چیز
 کا پیدا فرمانے والا ہے لہذا تم اس کی مبادت کرو) ان صفات جلیلہ سے جو ذات متصف ہو وہی ذات مبادت ہے۔ حقوق میں نہ دشمنان
 و ربوبیت ہے نہ دشمنان غالیہ ہے اور ان کیسے شریک اور بت ہو سکتے ہیں۔

و غوث غلیظ کمال خلق و غوث غلیظ کمال خلق ہے۔ اور ہر چیز میں جیسے چاہتا ہے تصرف فرماتا ہے اسے تصرف
 فرمانے کا پورا پورا اختیار ہے۔ پھر یہ مخلوق کیسے مبادت کی سکتی ہو سکتی ہے؟ ہر چیز کا خالق ہے اور ہر چیز میں تصرف فرمانے والا ہے
 صرف وہی مبادت کے ذات ہے اور اس کے علاوہ کوئی بھی اس صفات سے متصف نہیں ہو سکتی مبادت نہیں۔

پھر فرمایا **وَلَا تَلْمِزْهُ أَتْلَمِزْ** (و غوث غلیظ کمال خلق و غوث غلیظ کمال خلق ہے) آگے اس کا ساتھ نہیں کر سکتے۔ وہ سب کا
 کو پیدا ہے اور اللہ تعالیٰ ہے اور اس آیت میں اللہ تعالیٰ جل شانہ کی ایک خاص صفت بیان فرمائی اور یہ کہ انہیں اس کا ساتھ نہیں

مطلب یہ ہے کہ ہم مختلف پہلوئوں سے اس کی بیان کرتے ہیں تاکہ آپ ان کو پہنچا دیں اور تاکہ شکر میں حصہ دین کی وجہ سے ہیں انہیں کتاب نے ان حضرات کو ان کی سے چاہا ہے اور ہم دوسروں سے کچھ کریم سے خطاب کرتے ہیں۔ (وہی سورۃ اہل بیتہا یحفظہ بنو ہاشم) طرح سے وہ لوگ اور زیادہ محرم بنے ہیں اور ان لوگوں کے جان کرنے کا ایک قاعدہ یہ ہے کہ ہم علم والوں کے لئے اچھی طرح کھول کر بیان کر دیں (کیونکہ اصل علم میں وہی متفہم ہوتے ہیں)

پھر فرمایا: **بِقِیْعَ مَا نُوْحِیْ اِلَیْکَ مِنْ رَہْطٍ** کتاب اس کا حوالہ کیجئے جس کی آپ کے کدب کی طرف سے آپ کو دینی کی گئی، اس کا آپ قدرت کیجئے کہ ان کو راستہ پر آتا ہے اور ان کی کس آواز کوئی ظہور پر بہ لوگ ایسے ہیں جو ان کو دین میں گمراہ کیا ہے۔ یہ عمر بنی جیسے اللہ تعالیٰ کی رحمت کے موافق ہیں اگر اللہ چاہتا تو یہ شرک نہ کرتے لیکن سب کچھ ان کی حیثیت اور مردہ رحمت کے موافق ہے آپ بنا کر ام کریں یعنی پہنچا دیں **وَمَا جَعَلْنَا لَکَ خَلِیْقًا حَتّٰی تَعْلَمَ** ہم نے آپ کو ان کا گمان نہیں بنایا بلکہ ان کی خبر میں یہ جانیں **وَمَا اَنْتَ عَلَیْہُمْ بِمَحْکِمٍ** آپ ان پر مردہ بنا کر مسلط نہیں کئے گئے۔ لہذا آپ کو اس گمراہی میں نہ لے کی کوئی ضرورت نہیں کہ شکر میں بات نہیں دانتے اور ان کی طرف متوجہ نہیں ہوتے۔

وَلَا تَسْئَلُوا الَّذِیْنَ یَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ فَمَسِئَةٌ اِلَیْہِمْ عَذَابٌ اَلِیْمٌ کَذٰلِکَ زَیْنًا لِّکُمْ اَنْتُمْ

اور ان کو راستہ کو نہیں یہ لوگ اللہ کے سوا پڑتے ہیں اور اللہ کو برا کہیں گے اور اللہ جانتا ہے کہ اگر وہ کریم بنے ایسے ہی حرم کی براہ راست کے

عَمَلُہُمْ ثُمَّ اِلَی رَبِّہُمْ مَّرْجِعُہُمْ فَنُفِثَہُمْ ہِمًّا کَاثِرًا یَعْمَلُوْنَ ۝ **وَاَقْسَمُوا بِاللّٰهِ جَهْدَ اَیْمَانِہِمْ**

جہان کے کئی کو برا کہتے ہیں کہ اللہ کے سوا پڑتے ہیں اور اللہ کو برا کہیں گے اور اللہ جانتا ہے کہ اگر وہ کریم بنے ایسے ہی حرم کی براہ راست کے

لَیْسَ بِجَآءِ شَہْمٍ اَیُّہُ یُؤْمِنُوْنَ ہِمًّا ۚ قُلْ اِنَّمَا الْاٰخِیْرُ عِنْدَ اللّٰهِ ۚ وَمَا یُشْہَرُکُمْ ۚ اَفَلَا اِذَا جَآءَتْ

کئی کو برا کہتے ہیں کہ اللہ کے سوا پڑتے ہیں اور اللہ کو برا کہیں گے اور اللہ جانتا ہے کہ اگر وہ کریم بنے ایسے ہی حرم کی براہ راست کے

لَا یُؤْمِنُوْنَ ۝ **وَلَقَلِیْبَ اَلْبَصَارِ ہُمْ کَمَا لَمْ یُؤْمِنُوْا بِہٖ اَوَّلَ مَرَّةٍ ۚ وَ تَذٰرُہُمْ**

پہلوئوں میں نہ لگے گئے۔ اور ہم ان کے دلوں کو اور ان کی آنکھوں کو پختہ رہے گی جیسا کہ وہ ان پر کئی بار بیان فرماتے ہیں اور ہم ان کو اس حال

فِی طَغٰی اِنہُمْ یَعْمَلُوْنَ ۝

میں بہار ہے جس کے کہ وہ اپنی سرگرمی سے جہنم میں۔

شرکیں کے مجبوروں کو برا مت کہو

ان آیات میں اقل تو یہ فرمایا کہ جو لوگ غیر اللہ کو پکارتے ہیں اور غیر اللہ کی عبادت کرتے ہیں ان کے مجبوروں کو برا مت کہو اور بے لحاظ میں پکار مت کہو، چونکہ ہم صرف اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتے ہیں اور انہیں ہم سے دشمنی ہے اس لئے خدا میں آ کر اپنی جہالت سے اللہ پاک کو برا سے لفظ سے یاد کریں گے، خداوند ہمارے کو یہ بات نہیں ہوتا کہ میری بات کہاں لگے گی، میں تو شرکیں ہی اللہ تعالیٰ کو ماننے کا دوسرا کرتے ہیں اس کے بارے میں خالق کا کائنات ہمارے کا عقیدہ رکھتے ہیں لیکن جب خدا میں انہیں کے تو صرف یہ کہیں گے کہ مسلطوں

نے ہر سے عبودوں کو برا کہا ہے لہذا ہمیں بھی ان کے سمجھو برا کرنا چاہئے، یہ لوگ خود اور خدا کے سبب حق ادب کو بھنڈ جائیں گے۔
 اتفاقاً لاشریک کے بارے میں تلاویں اظہار استعمال کریں گے، چونکہ یہ ذکر خود بیان کی تہنہ ہے عقل کے جواب میں ہوگی۔ اس لئے ان
 کے عبودیت پر بلا کر سے اتفاق میں یاد کر کے اس کا سبب بن کر وہ لوگ اللہ جل جلالہ تعالیٰ جل شانہ سبحانہ و تقدس کی شان میں نازیبا اللہ
 استعمال کریں۔

لہذا پہلے اس میں ۱۰۰ میں مصنف عبدالرزاق سے نقل کیا ہے کہ کافروں کے انہوں کو اہل ایمان پر سے اتفاق میں یاد کرتے تھے تو اس
 کے جواب میں اللہ تعالیٰ شانہ کی شان میں نازیبا کلمات کہہ جاتے تھے اس پر اللہ تعالیٰ نے آیت **وَلَا تَقْسُوا الْقَسْبَ لِلَّذِينَ نَزَّلَ لِرَبِّهِمْ**
 معذرت علماء کرام نے اس سے یہ مسئلہ مسجد کیا ہے کہ جو کام خود کرنا چاہتے ہیں اس کا سبب بننا بھی جائز نہیں۔ حضرت عبداللہ بن عمرو رضی
 اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ کبیرہ گناہوں میں سے یہ بھی ہے کہ کوئی شخص اپنے باپ کو گالی دے
 صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ! کیا کوئی شخص اپنے باپ کو گالی دے گا؟ فرمایا کوئی شخص کسی کے باپ کو گالی
 دے گا تو وہ اس کے باپ کو گالی دے گا اور کسی کی باپ کو گالی دے گا تو وہ اس کی باپ کو گالی دے گا (اس طرح سے وہ اپنے باپ کو گالی
 دینے والے بن جائے گا) (مشکوٰۃ لمصابیح ص ۴۹۹ از بخاری و مسلم)

پھر فرمایا **لَنْ يَنْتَابِلَكَ لَنْتَابُ الْكَفَرِيِّ لَنْتَابُ الْكَفَرِيِّ** (ہم نے اس طرح براست کے لیے ان کے عقل کو حیران کر دیا) جو لوگ کافر ہیں کفری
 سے چپکے ہوئے ہیں کفر کا چھانچھان ہے۔ یہودی زندقہ کی فہم ہوئی تو میدان قیامت میں سب پروردگار عالم میں ہمدردی کی طرف لوٹیں گے سو وہ
 انہیں جادو سے کاٹ دیا کہ کام کرتے تھے پھر اللہ تعالیٰ ان کے کاموں کی جڑ انہیں دے دے گا یہ حیران کر دے گا کہ ان کی ہمدردی پر ہے اس سے تخریق
 باور ہوئی فرشتے کہیں چڑھا کیونکہ وہ لوگ کافر ہیں اپنے اختیار سے کبر اختیار کئے ہوئے ہیں۔

جب کائنات اسلام کے دلائل ان کے سامنے آتے ہیں تو اپنے اختیار سے اسلام سے دور بھاگتے ہیں اور قبول نہیں کرتے۔

کافروں کی جھوٹی قسمیں کہ گناہ مجبور و ظاہر ہو جائے تو ایمان لے آئیں گے..... اس کے بعد فرمایا **وَلَا تَقْسُوا الْقَسْبَ**
لِلَّذِينَ نَزَّلَ لِرَبِّهِمْ (اور انہوں نے بہت حد و حد طریقہ پر اللہ کی قسم کھائی کہ ہمارے کہنے کے مطابق لڑائی مجبور و ظاہر ہو جائے تو ہم ایمان
 لے آئیں گے۔ ان لوگوں کی یہ پتہ بندی قسمیں جن کو مسلمانوں کو خیال ہوا کہ جن مجرمان کی فرمائش کر رہے ہیں اور ظاہر ہو جاتے تو اچھا تھا
 تا کہ یہ لوگ ایمان لے آتے لیکن انہیں تو ایمان نہ آئیں یہ مجرمان کی فرمائش ایمان نہ آئے گا ایک بھانڈ ہے۔

تفسیر ابن کثیر ص ۱۶۲ ج ۲ میں ہے کہ ایک دن رسول اللہ ﷺ نے قریش مکہ سے ایمان لانے کے بارے میں بات کی تو کہنے لگے کہ
 اے محمد (ﷺ) آپ ہمیں بتاتے ہیں کہ موتی کے پاس ایک لامچی تھی جسے حجر میں دالتے تھے بار بار غصے بھرتے چڑھتے تھے تو آپ نے
 ہمیں یہ بھی بتایا ہے کہ موتی مردوں کو کھد کرتے تھے یہ بھی بتایا ہے کہ وہ ٹھونڈے لیے ایلو زخرو ایک اونٹنی بخاری کی قسم آپ ہمارے
 لیے بھی کوئی ایسی ہی نشان بخاری کریں آپ نے فرمایا کہ تم کو ان ہی نشان چاہتے ہو؟ کہنے لگے کہ سنا ہے تو سنا ہی جائے آپ نے فرمایا کہ اگر
 ایسا ہو جائے تو میری قسم یہی کہہ دے کہنے لگے کہ کیا ہوا کیا تو ہم سب آپ کا جناح کر لیں گے آپ اللہ جل شانہ سے دعا کرنے کے لیے
 کھڑے ہو گئے۔ جبریل علیہ السلام حاضر خدمت ہوئے اور انہوں نے کہا کہ آپ نور فرمائیے اور وہ نور میں سے ایک صورت اختیار فرمائی
 آپ چاہیں کہ پہلا صفا کا سونہ بن جائے تو ایسا ہو جائے گا لیکن اگر ان لوگوں نے قصد حق نہ کیا تو اللہ تعالیٰ انہیں عذاب دے دے گا۔ اور
 اگر آپ چاہیں تو انہیں ان کے سال پہنچا دیا کہ کھڑے ہو کر کے ایمان لے آئیں (کہاں میں رہے گی) آپ نے فرمایا کہ میں

ان کو ای حال میں چھوڑ دیجائیں (جنہیں قرآن کہتا ہے کہ ایمان لائے نہیں) اس پر اللہ تعالیٰ نے آیت کریمہ **وَاقْسُوا** **بِأَنفُسِكُمْ** سے **وَلَنُكْفِيَنَّ الْكَافِرِينَ مِثْلَهُنَّ** کا کلمہ نازل فرمایا۔

قُلْ أَصْحَابُ الْأَيْمَنِ عِنْدَ اللَّهِ (آپ فرمادیجئے کہ عورت سب اللہ تعالیٰ کے ہاتھ قدرت میں ہیں اور چاہتے ہیں کہ ان کی قرآنوں کے مطابق عورت کا پرانے اور اس کی حیثیت نہ بدلتی بھی اور عورتوں کو خدا تعالیٰ سے جو نعمت ملے گی وہاں جاتا ہے کہ لا یؤمنون) یہ اہل ایمان کو خطاب ہے۔

مطلب یہ ہے کہ تمہیں کیا خبر ہے کہ ان کی مظلومانہائی آجائے گی جب بھی وہ ایمان نہ لائیں گے ان کی تمہیں بھڑائی ہیں خواہ کسی کی ذمہ داریوں سے لرزے نہ رہا۔

وَنُقَلِّبُ الْأُفُفَیْنِہُمْ **وَنَضْرِبُہُمْ** اور ہم ان کے دلوں کو اور ان کی نگاہوں کو پلٹ دیں گے حق کے طالب ہوں گے حق پر نظر کریں گے **كَمَا لَمْ يُؤْمِنُوا بِآیَةِ الْوَلِیِّ** جیسا کہ یہ لوگ اس قرآن پر پہلی مرتبہ ایمان نہ لائے **وَلَنُضْزِبَنَّ عَنْہُمْ مِثْلَهُنَّ** اور ہم ان کو اس حال میں چھوڑ دے ہیں گے کہ وہ اپنی سرکشی سے اپنے سر پہنچے رہیں۔

قَالَ الْقُرْطُبِی فی تفسیرہ ص ۶۵ ج ۱ **ہذہ آیۃ مشککہ** ، **وَلَا سِمَاوَ فِہَا** **وَلَنُضْزِبَنَّ عَنْہُمْ** **لِئِنْ کُفِبَہُمْ** **بِغَنَیْنِہُمْ** **قَالَ الْمَعْنٰی** **وَنُقَلِّبُ الْأُفُفَیْنِہُمْ** **وَنَضْرِبُہُمْ** **یَوْمَ الْقِیَمَةِ** **عَلٰی لَہِبِ النَّارِ وَحَرِّ الْجَحِیْمِ** ، **كَمَا لَمْ یُؤْمِنُوا فِی الدُّنْیَا** ، **وَلَنُضْزِبَنَّ عَنْہُمْ** **فِی الدُّنْیَا** **اِیْ تَمْلِیْہُمْ** **وَلَا نَعْلِیْہُمْ** ، **بِغَضِّ الْاَبِ فِی الْاٰخِرَةِ** ، **وَبَعْضُہَا فِی الدُّنْیَا** **نُظِرَہَا** **”وَجُزْءٌ یُّؤْتٰیہُ خَاصَّةً: فِہَذَا فِی الْاٰخِرَةِ ”عَابِلَةً نَّاصِبَةً** **فِی الدُّنْیَا**۔

وَقَالَ: وَنُقَلِّبُ فِی الدُّنْیَا: اِیْ نَحُولُ بَیْنَهُمْ وَبَیْنَ الْاِیْمَانِ **لَوْ جَاءَ لَہُمْ لَکَ الْاٰیۃ** ، **كَمَا خَلَقْنَا بَیْنَهُمْ وَبَیْنَ الْاِیْمَانِ** **اَوَّلَ مَرَّۃٍ** **لَمَّا دَعَوٰہُمْ** **وَظَہِرَتِ السَّعِیْرَةُ** ، **وَفِی التَّوْرِیْلِ ”وَاقْسُوا اَنْ اَنْتُمْ تَخْذُلُوْنَ بَیْنَ الْفَرَقِہِ وَفَلِبَّہِ ”وَالْمَعْنٰی** **كَانَ یَعْنٰی اَنْ یُؤْمِنُوا اِنَّمَا جَاءَ لَہُمْ الْاٰیۃُ فَرَاوُہَا بِاَبْصَارِہُمْ وَوَعَدُہَا بِقُلُوْبِہُمْ** ، **فَاِنَّمَا لَمْ یُؤْمِنُوا** **كَذَاكَ ذٰلِكَ یُطْلَبُ اِنَّہُ قُلُوْبُہُمْ وَابْصَارُہُمْ** (**كَمَا لَمْ یُؤْمِنُوا بِآیَةِ الْوَلِیِّ**) **وَدَخَلَتِ الْكَافِرُ عَلٰی مَحْلُوْفِ اِیْ** **مَلَا یُؤْمِنُوْنَ** **كَمَا لَمْ یُؤْمِنُوا بِآیَةِ الْوَلِیِّ** **مَرَّۃً** ، **اِیْ اَوَّلَ مَرَّۃٍ** **لَہُمْ الْاٰیٰتِ الَّتِیْ عَجَزُوا عَنْ مَعَارَضِہَا** **مِثْلَ الْقُرْآنِ وَغَیْرَہِ** ، **عَامِدَةً** **فِیْ اٰیۃِ** **الَّتِیْ یُخْبِرُہُمْ** **فَرَاہُ** **اِیْ اِیۡتِ** **حُكْلٍ** **ہے اور خصوصاً یہ ذکر** **وَلَنُضْزِبَنَّ عَنْہُمْ مِثْلَهُنَّ** **لِئِنْ کُفِبَہُمْ** **بِغَنَیْنِہُمْ** **مِثْلُ الْقُرْآنِ** **لَہُمْ** **یہ ہے کہ ہم قیامت کے دن ان کے دل اور ان کی آنکھیں ایک کے شطروں ہوں گے ان کی آنکھیں بدلتے ہیں گے جیسا کہ یہ دنیا میں ایمان نہیں لائے اور ہم ان کو دنیا میں چھوڑ دے ہیں یعنی ہم ان کو مہلت دے دے ہیں اور دنیا میں ہم ان کو دے دے ہیں کہ مطلب آخرت میں ہوگا اور بعد دنیا میں ہے اس کی مثال یہ آیت ہے **جُزْءٌ یُّؤْتٰیہُ خَاصَّةً** **”کَلَّا“** **کی چہرے اس دن لٹکے ہوئے ہوں گے** **”اَوَّلِیۡۃٍ لَمَسَتْ** **مِنْ دُکَّانٍ عَابِلَةً نَّاصِبَةً** **”کام کرنے والے لٹکے ہوئے** **اِیۡدِہُمْ** **ہیں۔****

اور بعض نے کہا اس کا مطلب ہے ہم ان کو دنیا میں بدلتے رہے ہیں یعنی ان کے پاس بتائی آتی ہے ایمان کے اور ان کے ایمان کے اور ایمان مائل ہو جاتے ہیں جیسا کہ ان کی قدر ہے آپ نے ان کو دعوت دی اور مکرر دہرایا تو ایمان کے اور ان کے ایمان میں حائل ہو گئے اور قرآن کریم میں ہے **یُؤْمِنُ الْاَوَّلٰی** **بِیْنِ الْفَرَقِہِ** **وَاللَّیۡۃِ** **(ہاں تو اللہ تعالیٰ نے اسے اور اس کے دل کے اور ایمان مائل ہوتا ہے)** **مطلب یہ ہے کہ اب ان کے پاس بتائی آتی تو انہوں نے اسے اپنی آنکھوں سے دیکھا اور اپنے دلوں سے پہچانا تو ان کو ایمان**

انا چاہتے تھے۔ جب یہ ایمان نہیں لائے تو یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان کے دلوں کو پھیر دینے کی وجہ سے تھا۔ جیسا کہ یہاں یہ پہلی مرتبہ ایمان نہیں لائے۔ اور کاف، مخدوف پر داخل ہے یعنی یہی وہ ایمان نہیں لائے جس طرح پہلی مرتبہ ایمان نہیں لائے یعنی پہلی مرتبہ ایمان کے پاس بھائیوں آئیں جن کے مقابلے سے وہ عاجز تھے جیسا کہ قرآن کریم اور دیگر کتب میں۔

☆☆☆.....☆☆☆☆

ولو ساء بملک ما فعلوا (آپ کا بچا تو یہ لوگ کیا کرتے ہیں تو ان کو جو اور ان کی حالت کھتوں پہلی ہے
فمنهم وما یظنون (۳) جب اس میں اللہ کی نصیحتیں ہیں تو آپ فکر نہ کریں ان کو یہ جو کچھ ظاہر ہے میں اس کو چھوڑ دے اپنی
اس میں شہ ہے۔ یہ لوگ مخالفت میں لگے ہوئے ہیں۔

والصعیقۃ الذین لا یؤمنون بالاخرة اور وہ لوگ فریب دینے والی باتوں کے سہ سے اس سے اٹھتے ہیں کہ ان کی
طرف ان لوگوں کے قہر مال میں ہاں نہ آخرت میں بھی نہیں۔ کچھ وہ لہو صوفہ تاکہ وہ سے پسند کریں۔ ولیفسر فلو اساطیر
مفسر ہوں اور ان کا ان کاموں کے مہربان ہوتے ہیں جن کا انکاپ کرتے ہیں۔

أَفَعِزَّ اللَّهُ أَبْنِعَى حُكْمًا وَهُوَ الَّذِي أَنْزَلَ إِلَيْكُمُ الْكِتَابَ مُفَصَّلًا، وَالَّذِينَ
أَتَىٰ خَبْرًا مِّنْ رَبِّهِمْ فَهُمْ لَا يَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ لَئِنْ قِيلَ لَهُمْ قَاتِلُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ أَوْ اتُّبِعُوا
أَتَيْنَهُمُ الْكِتَابَ يَعْلَمُونَ أَنَّهُ مُنْزَلٌ مِّنْ رَبِّكَ بِالْحَقِّ فَلَا تَكُونَنَّ مِنَ الْمُمْتَرِينَ ۝
اَلَمْ يَكُنْ لَّكُم مِّنْ دُونِهِ آلَاءُ بَدَا لَهُمْ لَمَّا جَاءَهُمْ الْكِتَابُ أَن يُخَالِفُوا أَحَدًا مِّنْ أَمْرِهِمْ يَرَوْنَهُ
وَكُنْتُ كَذِبًا لَّهُمْ إِنَّ رَبَّكَ بِذُنُوبِهِمْ عَالِمٌ ۝

اور آپ رب کے کلمات پہلے وہ جہل کے افکار سے پرستے ہو گئے ان کے کلمات کو کوئی جیسے دیکھیں۔ اور وہ کچھ دیکھتے ہیں۔
وَإِنْ تُطِيعُوا أَكْثَرَ مَنْ فِي الْأَرْضِ يَدْرُسُوا عَنْ سَبِيلِ اللَّهِ إِنْ يَتَّبِعُونَ إِلَّا الظَّنَّ وَإِنْ
أَكْثَرُ النَّاسِ لَا يَعْلَمُونَ اور ان لوگوں کو جو دنیا میں آپ کو کلمہ کی سہ سے بگاڑیں گے۔ ان میں سے کئی کرتے ہیں کہ وہ صرف عقل
هُمْ إِلَّا يَخْرُصُونَ ۝ إِنَّ رَبَّكَ هُوَ أَعْلَمُ مِمَّنْ يَقُولُ عَنْ سَبِيلِهِ، وَهُوَ أَعْلَمُ بِالْمُهْتَدِينَ ۝
انکاپ کرتے ہیں۔ یہ کہ آپ کا رب اس میں انکاپ کرتا ہے اور اس کی راہ سے جلتا ہے اور اللہ واحد پر چلتا ہے اس کو آپ جانتا ہے۔

اللہ کی کتاب مفصل ہے اور اس کے کلمات کامل ہیں

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی آیات جاتے تھے اور اس کے احکام جاتے تھے اس کی ذات و صفات کے حقیقی مذاق کی تحقیق فرماتے
تھے وہ خالق ہے مالک ہے اور مطلق ہے، کچھ ہم سے ہم کو یہ علم تھا کہ یہ لفظ حق ہے جس میں شرکین ہوتے تھے کہ آپ ان باتوں کو
چھوڑ دیں اور وہ خود اپنے باطل سمجھوں کہ چھوڑنے کو چھوڑ دے اور آپ کو بھی اپنی کراہی کی طرف کھینچنا چاہتے تھے اللہ تعالیٰ نے آپ کو حکم
دیا کہ آپ ان سے بچ کر لڑیں کہ میں اللہ کو چھوڑ کر اور کسی کو پسند کرنے والا ہوں اس کی ذات تمام صفات کمال سے متصف ہے
جب اس جیسا کوئی ہے ہی نہیں تو میں سے چھوڑ کر اور کسی کو تسلیم (پسند کرنے والا) نہیں، میں تو اسی کو بہا ہوں اور اسی کے پسند پر راضی
ہوں اور کوئی نہیں جس کے پسند پر راضی ہونے کو پسند کر اس نے تہذیب کی طرف مطلق کتاب نازل فرمائی ہے جس میں تفصیل کے
ساتھ ہدایت بیان فرمائی ہے۔ جن لوگوں کو اس کتاب سے پہلے اللہ نے کتاب دی تھی وہ جانتے ہیں کہ یہ واقعی آپ کے رب کی طرف
سے ہے لیکن جو سادہ ہیں وہ اس کی وجہ سے شک کرتے ہیں کہ آپ شک کرنے والوں سے نہ ہوں۔ چونکہ کسی کی کوئی نبوت میں شک

ہونے کا احتمال ہو ہی نہیں سکتا اس لئے یہ خطاب گو بظاہر آپ کو ہے لیکن دوسروں کو سنا، مقصود ہے کہ کتاب اللہ کی حقانیت میں شک نہ کرو۔ پھر فرما: وَتَمَّتْ كَلِمَتُكَ وَأُتِلَتْ حُكْمًا وَعِلْمًا وَحَدًّا (اور آپ کے کلام کے کلمات کامل ہو گئے صدق اور حق کے احکام سے) اس میں آپ تعالیٰ شانہ نے کلمات یعنی کلمات قرآن کے کامل ہونے کا تذکرہ فرمایا ہے۔

کلمات سے احکام صادر ہیں جو قرآن مجید میں مذکور ہیں۔ قرآن مجید میں بہت سے احکام ہیں جو تفصیل سے بتا دیئے ہیں اور بہت سے احکام رسول اللہ ﷺ کو ملامت کر دیئے ہیں۔ آپ کا کلام اللہ تعالیٰ کا کلام ہے۔ آپ کی اطاعت اللہ تعالیٰ ہی کی اطاعت ہے۔ یہ سب احکام سچ ہیں اور عدل ہیں جن میں میں اختلاف ہے کسی پر علم و ہدایتی اور کسی کی حق تعالیٰ ان احکام میں رہنمائی دیکھی گئی اور بعض اعتراضات نے عدل کو احتمال کے متنی میں لایا ہے جس کا معنی یہ ہے کہ اللہ کے احکام میں احتمال ہے نہ برجہ مبالغہ نہ برجہ ترہام اور ممنوع ہے۔ اللہ تعالیٰ کی شریعت میں بہت سی چیزیں حلال اور بہت سی حرام اور ممنوع ہیں۔ بہت کچھ روک تھام کی چیزیں ہیں مگر انہیں کہہ سارادین لوگوں کی خواہش کے مطابق ہو۔ اور ایسا بھی نہیں کہ انسانوں کی خواہشوں اور نفس کے تقاضوں کا بالکل ہی لحاظ نہ کیا گیا ہو۔ اللہ کے دین میں علیٰ آدم کے تقاضوں کے تقاضوں کی بھی رعایت ہے اور کچھ بندشیں بھی ہیں۔ ان بندشوں میں غی آدم کی غیر مضر ہے۔ اگر کوئی بھی چیز ممنوع نہ ہو انسانوں میں اور جو پاؤں میں کوئی فرق نہ ہے پھر ہر احکام میں ان میں استقامت کی تہ ہے فَقُتِلُوا بِالْأَمْرِ السَّعِيَّةِ بھی لہذا ہمارا لَا يَنْفَكُ لَكَ اللَّهُ لَيْسَ إِلَّا وَضَعَهَا تا کر یہ فرما دیا کہ کسی جان کو دوست اور طاقت سے جدا کر دیا جائے کہ اسے قتل کر دیا جائے۔ یہ عدل کی تحریر ہوئی۔

اور بِصَلَاتِهِ جو لہذا یہ قرآن کریم کے جان فرما وَالْأَمْرَاتِ اور الْفُضْلِ اور الْمَدَارِ سے حلق ہے۔ اللہ تعالیٰ نے جو کچھ جان فرمایا بالکل سچ ہے اس میں کسی قسم کی شک اور شبہ کی گنجائش نہیں۔

پھر فرمایا لَا تَنْفَكُ لَكَ اللَّهُ لَيْسَ إِلَّا وَضَعَهَا (اللہ کے کلمات کو کوئی بدلے نہیں) اس کا حکم عقل اور معنوی تخریف سے محفوظ ہے اس نے خود اس کی حفاظت کا وعدہ فرمایا ہے جیسا کہ ارشاد ہے وَمَا تَخْفِزُ نَزْلًا لِلَّهِ تَخْفِزُ وَهَاتِلَةً لِّلْغُلُظُونِ جب اللہ تعالیٰ نے خدا ہی کتاب کی حفاظت کی امداد دی ہے تو اسے کون بدل سکتا ہے اور کس میں طاقت ہے کہ اس میں تخریف کرے اور جس تک یہ جانتے ہیں کہ یہ قرآن ہی ہے جو سید المرسلین ﷺ پر نازل ہوا تھا اس وقت سے لے کر اب تک چودہ سو سال ہو چکے ہیں اور وہ بھی اس طرح موجود ہے جس طرح نازل ہوا تھا۔

پھر فرمایا وَقُلُوا السَّعِيَّةُ الْغُلُظُونِ کہ اللہ تعالیٰ غصہ والا ہوتا ہے وہ سب کی باتیں سنتا ہے اسے طاقتوں اور طاقتوں کی باتوں کی خبر ہے اور سب باتوں کا علم ہے۔ قرآن کے موافق اور مخالف جو بھی ہیں وہ قسمت کے دن حاضر ہوں گے اور اللہ تعالیٰ سب انہیں علم کے مطابق سب کے فیصلے فرمائیں گے۔

زمین کے کھڑے رہنے والے مگر ادا کرنے والے ہیں..... اس کے بعد فرمایا وَأَن تَطِيعَ الْكُفْرَ ضَرْبٌ لِّهِ الْأَوْحَى (الایہ) اس میں یہ ارشاد فرمایا کہ میں نے جو لوگ اپنے ہیں ان میں کفر گراہ ہیں۔ ان کا کفریت انہوں کی اطاعت کر کے تو یہ نہیں دانتی سے بنا دیں گے۔ معلوم ہوا کہ کفریت دلیل حقانیت ہے جیسا کہ سورہ بقرہ میں فرمایا فَلَوْلَا نُسُوحُ الْوُحْيِ الْغَيْبِ وَالْغَيْبِ وَالْغُيُوبِ انصاف اللہ تبارک و تعالیٰ غیب کی باتوں کی خبر دیتا ہے جو ان کی ہے جو ان کی بات دے دے تو ان کے تو کفر گراہ ہوا گئے۔ حق دانوں کے پاس انہی خبروں سے حق سمجھو۔

سورہ تو یہیں فرمایا یا ایہا المسلمین استرو قتلوا اللہ وکفرنا مع الضالین (اے ایمان والو! استرو قتلوا اور کفرنا کے ساتھ ہو) اللہ کے یہاں جو بہت کلمہ اور ایمان اور حقانی ہے اسے کفریت ہی ٹھک ہے۔

پھر فرمایا ان تفسنون الا الظن الا انک انکض اپنے کان کے پیچھے چلے ہیں وان هم الا بغیر ضنون اور محض اکل پیچہ، غیر کرتے ہیں۔ بغیر کفریت، انوں کی اعانت اور ان کا اجتماع بتا دینا کہ انے والا ہے۔

پھر فرمایا ان ونبشہم فوا غلظہ من یغض عن مسئلہ ط (اے شاہ آپ کا یہ بھی طرح جانتے ہیں لوگوں کو جو اس کی راہ سے ہٹک جاتے ہیں۔ وہو غلظہ بالغضضون اور وہ خوب جانتے ہیں کہ یہ جانتے ہیں وہ لوگوں کو۔ وہ قیامت کے ان اپنے ہم کے مطابق پھیلے فرمائے گا۔ اہل ضلال و ضلال کی مراد اہل ہدایت و ہدایت کی راہ سے لڑنے والے۔

فَلْتَكُونُوا مِنَّا وَذِكْرُ اسْمِ اللّٰهِ عَلَیْہِمْ اِنْ كُنْتُمْ بِاٰیٰتِہِ مُؤْمِنِیْنَ ۝ وَمَا لَكُمْ اَلَّا تَاْكُلُوْا

اس میں سے کھانا نہیں ہے اللہ کا نام ذکر کیا گیا اور اگر تم اس کی آیات پر ایمان لائے ہو اور اس کے نام سے کھانا کھاؤ گے تو اس میں

مِنَّا ذِكْرُ اسْمِ اللّٰهِ عَلَیْہِمْ وَقَدْ فَصَّلَ لَكُمْ مَا حَرَّمَ عَلَیْكُمْ اِلَّا مَا اضْطُرُّرْتُمْ

یہ نہ کھانا نہیں ہے اللہ کا نام ذکر کیا گیا یاد رکھو اس نے تمہیں تعلیم سے تیار ہے جو تم پر حرام کیا گیا۔ اگر اس صورت میں کہ مجبور ہو

اَلِیْہِ ۝ وَاِنْ كَثِیْرًا فَاَیْحٰضُوْنَ بِاَھْوَاہُمْ یَغْفِرُ عَلَیْہِمْ اِنْ رَبَّكَ هُوَ اَعْلَمُ بِالسَّعٰتِیْنِ ۝

پھر اس میں سے کھانا نہیں ہے اللہ کا نام ذکر کیا گیا اور اگر تم اس کی آیات پر ایمان لائے ہو اور اس کے نام سے کھانا کھاؤ گے تو اس میں

وَذَرُوْا ظٰہِرَ الْاِثْمِ وَبَاطِنَہٗ ۝ اِنَّ الَّذِیْنَ یَكْسِبُوْنَ الْاِثْمَ سَیَجْزُوْنَ بِمَا كَانُوْا یَفْشِرُوْنَ ۝

اور چھوڑ دو ظاہر اور باطن کے گناہ۔ اے اللہ کے وہ لوگ جو گناہ کرتے ہیں وہ گناہ کی وجہ سے ان کے اعمال کا بدلہ دیا جائے گا۔

وَلَا تَاْكُلُوْا مِمَّا لَمْ یَذْكُرِ اسْمُ اللّٰهِ عَلَیْہِ ۝ وَاِنَّہٗ لَیَسْقُ ۝ وَاِنَّ الشَّیْطٰنَ لَیُوحِیْۤ اِلَیْ

اور نہ کھاؤ اس میں سے کھانا جس پر اللہ کا نام ذکر نہیں کیا گیا۔ اور اسے کھانا کھانا ہے اور وہ جو شیطان اپنے دوستوں کے وہاں میں

اَوَّلَیِّہُمْ لَیْمًا ۝ اِلَّا لَوْ كَرِهَ ۝ وَاِنْ اَطَعْتُمْہُمْ اِنَّکُمْ لَشٰرِکُوْنَ ۝

اس سے پہلے میں تا کہ تم سے چھوڑا نہ کرے۔ اگر تم نے ان کے کلمہ کو پہنچا کر کھانا کھاؤ گے تو تم لوگ شریک ہو جاؤ گے۔

حلال ذبیحہ کھانا اور حرام جانوروں کے کھانے سے پرہیز کرو

اور مشورہ میں ۱۶ ج ۳ میں ان آیات کا سبب و دلیل بیان کرتے ہوئے لکھا ہے کہ یہودی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور انہوں نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو کہا کہ جس جانور کو تم کھاتے ہو (یعنی دغا کر دینا) اسے آپ کھا لیتے ہیں اور میں جانور کو اللہ تعالیٰ کی کفر سے (یعنی اسے سوتلے سے دور اور انحراف سے کفر جانتے) آپ اس کو کھاتے تھے۔

ایک روایت میں بھی ہے کہ جسے میں کھاتے میں ۱۶ ج ۳ میں نقل کیا ہے کہ فارس کے لوگوں نے قریش کو کافری بھیج کر یہ بھیجا کہ تم

محرور سے ہوں، بلکہ کہ آپ اپنے ہاتھ میں پھری لے کر جس جانور کو ذبح کرتے ہیں، وہ آپ کے نزدیک حلال ہے اور جس کو اللہ تعالیٰ سننے کی پھری سے ذبح کرتے ہیں وہ آپ کے نزدیک حرام ہے۔

اور حضرت علیؓ نے تفسیر سورۃ الانعام میں حضرت امیر المومنینؓ کے ہاتھ میں رسول اللہؐ سے روایت کیا ہے کہ ہم لوگ رسول اللہؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور سوال کیا کہ یا رسول اللہ! ہم جسے خون لگ کر کتے ہیں اسے کھا لیتے ہیں اور جسے اللہ تعالیٰ کھاتا ہے ہمیں کھاتے (یا نہیں کھاتے) بلکہ امیر اہل بیتؑ کو اس پر فتنہ تعالیٰ نے آیت کریمہ **لَا تَلْكُوا مِنْهُمَا دَخَلَا اسْمُهُمَا فَلهِ غَلِيظَةُ عِقَابٍ** (مَنْ تَلْكُم مِّنْهُمَا فَمِنْ لَّدُنْكَ ذُلٌّ عَظِيمٌ) (۲۵) ذیل فرمائی: **وَاللَّهُ الْعَزِيزُ الْعَلِيمُ** (۲۶) (اللہ عز و جل کی عظمت و علم میں شک نہیں)۔

یعنی روایت سے معلوم ہوا کہ یہ اعتراض یہود نے کیا تھا اور دوسری روایت سے معلوم ہوا کہ اہل فارس کے کھانے اور پھانے پر قریش مکہ نے کیا تھا۔ مفسران کثیر کہتے ہیں کہ یہودیوں سے اس اعتراض کا مصادر ہوتا ہے کہ یہود و مسلمانوں میں خیراچہ کو نہیں کھاتے تھے اور لیکن اس بات کی وجہ سے روایت کو رد نہیں کیا جا سکتا۔ مفسرین ائمہ حقا کہتے ہیں کہ یہ اعتراض کرنا اور وہاں سوچنے کے یہ بات بھی پر بھی آشفتگی ہے۔ اعتراض کرنے والے جانوروں نے صرف موت کو دیکھا اور یہ اور چیز جو کے درمیان جو فرق ہے اس کو نہیں دیکھا۔ لہذا مفسرین کہہ جیسے۔ پہلی بات تو یہ ہے کہ اللہ جانور و تعالیٰ نے ہر جانور کے کھانے کی اجازت نہیں دی۔ قرآن میں امتداد پر مشروط ہوا کہ پاکیزہ جانور حلال ہیں اور نجس جانور حرام ہیں۔

سورۃ اعراف میں ارشاد ہے **يُحِلُّ لَكُم مِّنْهُم مَّا رَزَقَكُمْ وَنَهَىٰ عَنْهُم مَّا كَفَرُوا بِهِمْ** (۱) یعنی اللہ تعالیٰ نے جانوروں کو حلال کر دیا ہے جو ان کو حلال کر دیا ہے اور جو ان کو حلال کر دیا ہے ان جانوروں کے جن کا اشتہار یہ ہے **أَحِلَّتْ لَكُم مِّنْهُم مَّا رَزَقَكُمْ** (۲) اور جو تفسیر کا بیان رسول اللہؐ کی طرف پر وارد ہوا ہے۔ لے حلال اور حرام ہوا۔ ان جانوروں کی تفسیر بتاؤں لیکن جان جانوروں کو حلال قرار دیا ہے ان کے حلال ہونے کی شرط یہ ہے کہ ان کو ذبح کر دیا جائے۔

اس کا مطلب یہ ہے کہ گلے کی دھک کا شکار ہو جانے والے جانور سائیں لپٹا ہے اور کھانا چتا ہے۔ اور جن میں خون گھونٹا ہے۔ ذبح کرنے سے بھی کسی جانور کا کھانا اس وقت حلال ہوگا جبکہ ذبح کے وقت **بِسْمِ اللَّهِ** پڑھی گئی ہو۔ (یعنی اللہ کا نام نہ کر لیا گیا) ذبح کرنے والا جو اللہ کا نام لے کر ذبح کرے مسلمان یا کافری یعنی یہودی یا نصرانی ہو۔ من کے ساتھ دھوکہ کی کاڑی حلال نہیں۔ ذبح کرنے کا فائدہ یہ ہے کہ جانور کے اندر خون نہ ہو اور نہیں کھتے سے نکل جاتا ہے خون کا کھانا حرام ہے۔ جب خون نکل گیا تو آپ کو شہر طہون کے دروازے پر لپٹا دیا جائے حلال ہو گیا۔

اعتراض کرنے والوں نے فرق کو تو دیکھا نہیں اور اس بات کو سمجھا نہیں کہ ذبح کرنے میں کیا حکمت ہے اور ذبح کرنے سے جانور کیوں حلال ہوتا ہے اور اپنی موت مر جانے سے کیوں حرام ہوتا ہے یہ خون نکلنے والی بات ہے کہ جس میں شہائی جو ذبیحہ اور غیر ذبیحہ میں فرق کرنے والی چیز ہے۔

اگر کوئی قسم یا کنبی کسی جانور کو اچھی دیکھ کر ہلاک کر دے یا گرجے یا سمٹے چھ لے تو وہ جانور حلال نہ ہوگا۔ کیونکہ دھمکیوں سے دہنے سے خون نہیں نکلے جو گلے کی دھک سے نکل جاتا ہے یا جسے جانور کا نام "موت فوفہ" ہے جس کا ذکر سورۃ النامہ کے شروع میں مکرر ہوا۔

جب مفسرین نے اعتراض کیا تو اللہ تعالیٰ نے آیات بالا ذیل فرمائی اور مسلمانوں کو خطاب فرمایا کہ جس حلال جانور پر اللہ کا نام لیا گیا ہو یعنی اللہ کا نام لے کر ذبح کیا گیا اسے کھاؤ اور جس جانور پر ذبح کرتے وقت اللہ کا نام نہیں لیا گیا اسے مت کھاؤ۔ دھمکی کی باتوں

میں نہ ہو، ان کے اعتراض کا کوئی وزن نہ ہو، اے انھیں حلال فراموشی کی تعلیم دینی، اللہ کے حلال کئے ہوئے نہ ہونے کا حال اور دشمنوں کی باتوں میں پامناظر ایمان کی شان کے خلاف ہے۔

اِن مَرْءٍ وَاِنْ اَعْطُوْهُ هُوَ لَيَكْفُرْ بِفُتُوْحٍ ۝۱۰ اور اگر تمہاں کی اطاعت کر کے شرک کرنے والے ہو جاؤ۔ یعنی اعتقاد کی بات ماننے کے بجائے ہر دین کی بات مان کر شرکوں کے ذمہ دہن آتا ہے۔

جس جانور کو کھانا ہم نے کراہی ہے، کھانے کی اجازت نہ دے دی اور جو نہ نور مباح ہو (یعنی اپنی موت پر کیا ہو یا جسے اللہ کا نام لیے بغیر ذبح کیا گیا ہو) اس کے کھانے کو ہر امر قرار دے دیا گیا اور اسے فاسق یعنی سمجھ دیا گیا۔ اس حالت میں یہی طریقہ جامع و لا غلط کے ساتھ شروع کر کے ہر امر کھانے کی اجازت دے دی۔

وَاِنْ كُنْتُمْ لَيْسَ لَكُمْ فَاوِیَّةٌ ۝۱۱ ہم بغیر علم اور دانش بہت سے لوگ بغیر علم کی اپنی خواہشات کے ذریعہ گمراہ کرتے ہیں یعنی جو بھی کوئی بغیر سند یا حد کے ثواب دیکھ لیا کرتا ہے اس کے ذریعہ لوگوں کو بھگاتے اور گمراہ کرتے ہیں اللہ کے حکم کے بغیر نہیں ہوتے۔ اس کے حکم کی خلاف ورزی کرتے ہوئے حد سے بڑھ جاتے ہیں۔

اِنْ زُلْزِلَتْ فَاوِیَّتُكُمْ ۝۱۲ (بے شک حیران رہ جاتے ہو، اہل ایمان کو لوٹ جاتا ہے، اہل ایمان کو سزا دے گا۔

خدا ہر کی اور پناہ دینا تمام گناہوں سے بچنے کا حکم..... ﴿وَلَوْ رَاَوْا ظَهْرَ الْمُؤْمِنِ﴾ (اور چھوڑ دو ظاہری گناہ اور باطنی گناہ) اس میں ظاہری اور باطنی دونوں طرح کے گناہ چھوڑنے کا حکم فرمایا ہے۔ جو گناہ ظاہری طور پر عیاں ہو وہ بھی چھوڑ دو اور جو پناہ دینا ہو اسے بھی چھوڑ دو۔ اللہ تعالیٰ ہر گناہ کو جانتا ہے اور وہ گناہوں کی سزا دینے پر پوری طرح قادر ہے گناہ کا یہ نہ سمجھیں کہ کتنا ہی میں جو گناہ کر لیا اللہ تعالیٰ کو اس کی خبر نہیں ہے۔

اِنَّ الْمُنٰفِکِیْنَ یَسْتَنْبِیْزُوْنَ الْاَوَّلَیْمَ مِنْهُمْ ۝۱۳ (پس اللہ تعالیٰ انھیں پہلے نکال دے گا کہ ان کے خلاف کی جزا دے دی جائے گی۔

وَاِنَّ الْفٰسِقِیْنَ لَیُؤَخِّرُوْنَ ۝۱۴ (پس اللہ تعالیٰ انھیں بعد میں نکال دے گا کہ ان کے خلاف کی جزا دے دی جائے گی۔) اہل فاسق مشرک تھے اور قرآن میں بھی مشرک تھے انہوں نے مشرکین کو گناہ کی بات سمجھائی کہ تم تم اللہ پر یہ اعتراض کرو اور یہاں سے تمہیں میں ایک دوسرے کا بھائی کرنا یا اعتراض کرنا چاہو اور مسلمانوں سے ٹھکرا کر۔ اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو بتا دیا کہ تم میں کی باتوں میں نہ آؤ، اگر تم نے ان کا کہا تو تم مشرک ہو جاؤ گے یعنی مشرکوں کا کلام کرنا کر گے۔ یعنی اللہ کے حکم کی خلاف ورزی اور پیروں کی اطاعت کر کے مشرک کرنے والے بن جاؤ گے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کے حکم کو چھوڑ کر دوسروں کے حکم کو دینا اور ان کو ہمیں کفر یا کفر کا حق رکھنا مشرکوں کا کام ہے، اسی معاملہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اصل شیعہ مسلمانوں کو اہل حرم داخل اللہ تعالیٰ کے مسجد کے (معاشرہ میں) سے کہنے کا حاجت سمجھی تھی اس بات میں اس امر کی دلیل ہے کہ جس شخص نے اللہ کی حرام کو چھوڑ دیا ہے اللہ تعالیٰ نے ان کا عقیدہ کیا یا اللہ کی حلال کر دیا ہے ان کے حرام ہونے کا اعتقاد کیا تو وہ مشرک ہے)۔

مسک..... اگر ذبح کرتے وقت قصد اللہ کا نام لیا چھوڑ دیا تو اس جانور کا کھانا حلال نہیں مگر چھانچ کر نہ دیا مسک کہ لایا ہو۔ جس جانور پر ذبح کرتے ہیں وہ نام اللہ پر صاف پڑا ہوا ہے، اگر کھانا چھوڑ دیا تو اس کا کھانا حلال ہے، اگر کھانا چھوڑ دیا تو اس کا کھانا حلال ہے۔ اسے میں متھوڑ کر کھانا کھاؤ گا پھر اللہ کی تحسیر کے ذریعہ میں اللہ کے لیے ہے۔

اور افسوس کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کو اجل کی طرف منسوب کرتے ہیں جنہوں نے یہ اعتراض کیا ہے کہ اللہ کے یہاں ذلت پہنچنے کی اور انہیں خستہ نہ رہنے کی۔

فَمَنْ يُرِدِ اللَّهُ أَنْ يَهْدِيَهُ يَشْرَحْ صَدْرَهُ لِلْإِسْلَامِ ۚ وَمَنْ يُرِدْ أَنْ يُضِلَّهُ

”اور جس شخص کو اللہ تعالیٰ ہدایت دینے کا ارادہ کرے اس نے سیدھا چاہتے کے لیے کھول دیتا ہے اور جس کے پاس ہی وہ ارادہ کرنے کی بات کو اللہ تعالیٰ بھول دیتا ہے وہ اس کے لیے بند کر دیتا ہے۔“ (تو اگر اللہ تعالیٰ چاہے تو اس کے دل سے ہر چیز کو نکال دیتا ہے اور اس کے دل میں چاہے تو اس کے دل میں ہر چیز کو بھول دیتا ہے۔)

الْزَّحْزَاحُ عَلَى الَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ ۝

غلاب بھگوان کے لئے جو ایمان نہیں لاتے۔

صاحب ہدایت کا سینہ کشادہ اور گمراہ کا سینہ تنگ ہوتا ہے

آیت قرآنیہ عموماً آیات مجموعہ کی طرح کہ بہت سے لوگ مسلمان ہو جاتے ہیں اور ان کو کلمہ سے بچنے والے تھے اس آیت میں اللہ رب اعتراف تعالیٰ شہادت دینے پر تیار ہوا کہ اللہ جل شانہ جس شخص کو ہدایت دیتا ہے اس کا سینہ اسلام کے لیے کھول دیتا ہے۔ اس کے دل میں اسلام کی طرف سے کوئی تنگ اور شبہ باقی نہیں رہتا۔ اور بلائیں اور آفتیں سے دل سے ہر شے انھیں کے ساتھ قبول کر لیتا ہے۔

اور اللہ تعالیٰ جسے گمراہی میں باقی رکھتا ہے اس کے سینہ تنگ کر دیتا ہے اسلام کی ہر بات میں اس کو اس کا سینہ تنگ ہو جاتا ہے اور اسلام قبول کرنے کی بات سامنے آتی ہے تو یہ اسے ایسا دردناک اور دشوار معلوم ہوتا ہے کہ جیسے دوزخ میں صیبت کے ساتھ آسمان پر چڑھنا ہو۔

حضرت محمد بن مسعود رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے آیت بالا تلاوت فرمائی پھر ارشاد فرمایا کہ جب اللہ تعالیٰ میں داخل ہو جاتا ہے تو سیدھا کھل جاتا ہے۔ عرض کیا کیا یا رسول اللہ! کیا ایسی کوئی شے ہے جس کے ذریعہ اس کو پہچان لیا جائے۔ آپ نے فرمایا ہاں اس کی نشانی یہ ہے کہ وہ اللہ پروردگار (دینا) سے دور ہے اور وہ لنگھو (بیشمار بننے کی جگہ) کی طرف رجوع کرے اور موت سے پہلے اس کی تیار کر لے۔ (ابو یوسف کی تصنیف میں اس کی الفاظ ہیں ص ۱۳۸)

سید کی عقل کا مطلب بتاتے ہوئے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ جب اللہ کا ذکر کیا جائے تو دل میں متہاض ہونے لگے اور تعجب اسٹ محسوس ہوا اور اگر جس کی مہارت کا ذکر آئے تو دل میں غش کی کیفیت ظاہری ہو۔ (ابو یوسف میں ص ۱۳۸)

معلوم ہوا کہ مومن کو اپنے ایمان پر شہادہ فرماں خوب خوش رہتا ہے اور ایمان ہر ایمان کی وجہ سے دل میں غش کی گہری اور ذلتی رہتی ہے۔

پھر فرمایا کہ لَئِنْ لَمْ يَنْجَلِ اللَّهُ الْكَافِرِينَ عَلَى الْكَافِرِينَ لَا يُؤْمِنُوا ۚ وَاللَّهُ يَسْتَعِزُّ بِالَّذِينَ يَشَاءُ ۚ (ابو یوسف میں ص ۱۳۸)

خدا تعالیٰ نے جس کے لیے حق کئے ہیں۔ روح العالی میں وہ لاف ظاہر اور خدا کو ان کا تبر کیا ہے۔ پھر حضرت محمد بن ابی بکر سے نقل

یہ خبر اگر آپ کو نہیں ملے گی، سورہ مريم میں فرمایا: لَقَدْ اَعْصَمْتُمْ عَنْكَ وَكَلَّمْتُكَ الْيَوْمَ الْقِيَمَةَ فَرَوَّادًا (اور تیری نے سب کو خوب اچھی طرح شہر میں آجائے، سب اس کے پاس ایک ایک ہو کر حاضر ہوں گے، اہمیت سے جاں قیامت کا انکار کرتے ہوئے کہہ دیجئے ہیں کہ ہمارا سال ہوئے اب تک تو قیامت آئی نہیں یہ عقائد بات سے خالی، بالکمال مجبور کا وہاں چاہتا ہے کہ تم میں اس کا وقت مقرر نہ ہو جائے وقت مقرر ہوا آئی۔ کسی چیز کے وجود میں آنے میں دیر لگتا ہے بات کی دلیل نہیں ہے کہ اس کا وجود ہوگا۔

اپنی اپنی جگہ ٹھہرتے رہو اور انجام کا پتہ چل جائے گا..... یہ فرمایا قُلْ يَا قَوْمِ اعْبُدُوا عَلٰی مَكَانَتِكُمْ اِنَّ عِبَادَتِيْ خَيْرٌ مِّمَّا كُنْتُمْ لَكُمْ۔ میری قوم اتنی ہی جگہ ٹھہر کر رہو جو میں بھی اپنے حضور پر مل کر رہا ہوں اس میں تمہیں شرکاء ہوں کہ کفر و شرک کا انجام برابر ہے اس وقت نہیں، سَتَظْهَرُ لَكُمْ مِّنْ ذٰلِكَ مَن لَّا يَخْذُلُ فَاِتَّخَذَ عَلَيْهِ الدُّوَارَ (سو منتظر رہو تم جہاں لوگ اس عالم میں انجام کار کو کے لئے جمع ہوئے ہوں) جب تمہیں ملے گی اس وقت تمہیں تکلیف کی کوئی بات نہ ہو کہ وہ ہے جسے ملے گا اب پتہ چلا کہ کونسا واسلے آجائے اور اعمال صالحہ والے تھے لیکن وہاں کچھ نہیں آئے نہ فائدہ ہو گا وہاں دنیا میں کچھ نہیں اور ایمان لئے آئیں تو کونسا واسلے ہو جائیں اور آخرت کے ثمار سے نفا جائیں گے۔

عالم کا سب سے پہلے ہوتے..... لَا يَخْلُجُ الْعُلَاقُونَ (یاد رہے بات یہ کہ علم کرنے والے کا سیلاب نہیں ہوتے اس میں فائدہ کبھی کے حضور پر چڑھ کر نہ لیں یعنی کفر و شرک کا سیلاب ہوں گے۔ کفر و شرک والے سمجھتے ہیں کہ ہم ہر فائدہ میں ہیں لیکن وہ حقیقت میں نقصان میں جا رہے اور غم سے میں ڈر رہے ہیں قیامت کے دن جب وہ جاں ہوں گے اس وقت حقیقت جاں کا پتہ چلے گا۔ کیا حقائق میں سے رسولی آئے ہیں؟..... فائدہ آیت شریفہ میں یہ فرمایا الْمَن يٰۤاَسْكُم وَنَسِلْ خَلْقُكُمْ اس سے ظاہر ہو

مسعود ہوتا ہے کہ جنات میں بھی رسول انجی میں سے آتے رہے ہیں کیونکہ یہ خطاب انسانوں اور جنوں دونوں جماعتوں کو فرمایا ہے۔ حضرات مسٹرین نے اس بار سے میں علماء ملت کے مختلف اقوال نقل کئے۔ مسٹر ایڈیٹر نے اس سے عنایت فرمائی کہ یہ ہر جماعت کی طرف سے مقرر کیا ہے کہ جنات میں بھی رسول گذرے ہیں اور کھاتے ہیں ان کا استدلال اسی آیت کریمہ سے ہے مگر کھانا کھا کر جنات میں مقرر کیا ہے اس میں شک ہے۔ کیونکہ مِنْكُمْ کا معنی من جنسہم کی جہ سے کہ جس کا معنی ہوگا کہ گنہگاروں میں سے رسول بھیجے گئے جیسا کہ سورۃ الرحمن میں لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ خَرَجَ مِنْهُمُ الذُّلُوۡلُ وَالظُّلُوۡرُ جنات میں سے جنات کی خبر ان کی طرف سے ہے۔ حالانکہ ۶۶ اور ۶۷ میں صرف شہر مسند سے لگتے ہیں اس اعتبار سے مِنْهُمْ یعنی عن جملہہم ہوا اور وَنَسِلْ خَلْقُكُمْ سے بھی یہ معنی مراد لے جاسکتے ہیں۔

مسٹر ایڈیٹر نے بعض علماء سے نقل کیا ہے کہ جنات میں رسول نہیں آئے اور اس قول کو چاہیہ اور ان ترجمہ و تفسیر احمد بن مسعود والحدیث کی طرف منسوب کیا ہے اور احمد بن مسعود میں اِنَّ مِّنْكُمْ مَّنْ يَّهْدٰى وَرَاسِلٌ کا یہ ہے کہ وَنَسِلْ خَلْقُكُمْ میں وَنَسِلْ کا یہ ہے کہ جو فائدہ عام ہے یعنی حقیقی رسولوں کو اور رسولوں کے رسولوں کو مثال ہے مطلب یہ ہے کہ جو حضرات اللہ کے رسول تھے (یعنی وہ اپنے طور پر وہ ہیں جن کے پہنچانے کے لئے میں ہزاروں آدمیوں کے پاس بھیجا کرتے تھے ان کو بھی رسول فرمایا یعنی جنات کی طرف جنات میں سے حضرات انبیاء کرام علیہم السلام جو پہلے بھیجا کرتے تھے ان پر یہ لفظ رسولوں کا فرستادہ ہونے کا اعتبار سے صادق آتا ہے۔ رسول تو نبی آدمی میں سے تھے لیکن رسولوں کے کمر سال فرستادہ کے جنات میں سے بھی تھے۔

یہ تو معلوم ہے کہ نبی آدمی سے پہلے اس دنیا میں جنات میں رہتے اور جنت تھے اور یہ بھی معلوم ہے کہ یہ قوم بھی احکام خداوندی کی

مختلف ہے۔ جب یہ موقف ہے تو کلمہ کلام کے لیے اللہ تعالیٰ نے اس کے پاس رسول نہ بھیجے ہوں تو بھی نہیں آتا۔ بلکہ ان میں
لقد الا حلالہا علیہم کما کرمناہم بات کو آتا ہے کہ نبی آدم سے پہلے جنات میں انیس میں سے رسول آتے ہوں گے۔
نبی آدم کے زمین پر آیا ہو جانے کے بعد جنات کو انیس انبیاء اور اس کے تابع فرما دیا جو نبی آدم میں سے آتے، جیسے تو یہ ممکن ہے
لیکن قطعی ثبوت کے لیے کوئی دلیل نہیں۔

بہر حال جو بھی صورت اس بات کو سب ہی تسلیم کرتے ہیں کہ حضرت خاتم النبیین سرور عالم ﷺ رسول انبیائین میں اور نبی دینا
نہیں جس طرح انہوں نے نبی کی طرف سے نبوت میں جنات کی طرف بھی نبوت دی۔

سورۃ احقاف کے آخر کو اس میں حضرت خاتم النبیین ﷺ کی حاضری کا تذکرہ کرنا کا اپنی نوعیت کی طرف اشارہ،
ان کو سلام کی دعوت دینا **اٰجِزُوا عَلٰی اللّٰهِ وَاسْتَغْنُوا** یہ ذکر ہے۔

اور سورۃ الاحقاف میں جنات سے بار بار خطاب ہوا اور آنحضرت ﷺ کا جنات کو سورۃ الرحمن میں جنات اور ان کی دعوت پر ان کی جائے سکونت
پر تشریف لے جا کر تقسیم دینا۔ اور تفسیر فرماتا (جس کا اشارہ بہ تشریف میں آکر ہے) اس سے یہ بات خوب ظاہر اور بہت واضح ہے کہ
آنحضرت ﷺ جنات کی طرف بھی نبوت دی جس میں حضرات نے یہ فرمایا ہے کہ نبی آدم کے دنا نہیں آیا اور جانے کے بعد جنات کی جاہلیت
کے لیے بھی وہی رسول نبوت تھے جو نبی آدم کی طرف بھیجے گئے ان کے اس قول کی اس سے تائید ہوتی ہے کہ جب جنات کی دعوت
رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضری دے کر دلائل دی تو انہوں نے اپنی قوم سے جو چاہیں کہیں ان میں یہ بھی تھا۔ **يَنْفُذُ فَاَسْمِعُ**
كَمَا اَمَرَ بَنِي اِسْرٰءِیْلَ فَاَسْمِعُ تَصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ يَهْدِيْكَ اِلٰی الصَّحٰی وَالْحَقُّ وَاِلٰی طَرَفِیْ سُبْحٰنَہٗمَ عَنَ کَاثِلِیْہِمْ ان کا نبی آدم سے یہ کہنا کہ ہم نے
اپنی کتاب نبی جبرئیل علیہ السلام کے بعد نازل ہوئی جس میں کتاب کی تصدیق کرنے والے ہیں جس کے سامنے ہے۔
اس سے معلوم ہوا کہ جنات تو بہت تشریف پر عمل کرتے تھے۔ اگر حضرت موسیٰ علیہ السلام کے زمانے میں خدا ان میں سے کوئی رسول بھیجا
تو وہ اس کا اتباع کرتے۔

وَجَعَلُوْا اٰیٰتِہٖمَ دَسْرًا مِّنَ الْحَرٰثِ وَالْاَنْعَامِ نَصِيْبًا فَقَالُوْا هٰذَا

اور ان لوگوں نے اللہ کے لیے ایک صد تختیوں اور سونٹوں میں سے ضرر کر دیا اور اللہ کی پناہ کی جگہ پر انہوں نے اپنے قول سے

اٰیٰتِہٖمَ یَزْعُمُوْنَ وَهٰذَا اِشْرَکًاہُمْۙ فَمَا كَانَ لِشُرَکَّآہُمْۙ فَلَا یَصِلُ اِلٰی اللّٰہِ وَ مَا

ان کا یہ کہ یہ اللہ کے لیے ہے اور یہ اللہ کے شرکاء کے لیے ہے اور ان کے معبودوں کے لیے ہے اور اللہ کی طرف بھیجے

كَانَ یٰۤہٗوَ یٰۤہٗوَ یٰۤہٗوَ اِلٰی شُرَکَّآہُمْۙ سَآءَ مَا یَحْكُمُوْنَۙ

اور اللہ کے لیے ہے اور ان کے شرکاء کی طرف بھیجے ہوا ہے اور ان کے شرکاء کے لیے ہے۔

شرکین نے کھیتیوں اور جانوروں کو شرک کا ذریعہ بنایا

شرکین میں جو طرح طرح کے شرک پہنچا ہوا ہے۔ ان کی صورتیں ہیں ان میں سے ایک یہ بھی ہے کہ یہ لوگ اپنے شرکاء کو اپنی اپنے
بطل معبودوں کے نام پر کہہ مال ادا کر دیتے تھے اور بہت سالوں پر نبوت کے طور پر چڑھتے تھے ان کے دوسرے جانوروں کے

مذاہب میں فقر و غنا سے ہر گھٹا حق کی تاب نہ لاتا ہے یہی اسراف میں گناہ ہے۔

صاحبِ روح المعانی نے ص ۳۸۶ ج ۸ میں حضرت ابنِ عمرؓ سے نقل کیا ہے کہ چار بڑے حضرات عبارت میں تھیں بنی ثعلابہ کے بارے میں مائل ہوئی انہوں نے قید میں بگڑوں کے بارے میں بحث تو نہ سہار کیے تھے کہ آتی ہو گی غرض آئے گا اسے غور سے دیکھیں گا، ایک آیت ہے اور چار دیتے رہے حتیٰ کہ شام کے وقت ان کے پاس بکری بھی نہ چھوڑی گئی تھی اس پر اللہ تعالیٰ نے آیت ۱۱۱ مائل فرمائی۔

حضرت ابو اسلمؓ نے فرمایا کہ آیت کا مطلب یہ ہے کہ کمالی سے پہلے بڑے مالدار میں سے مت کھانا کچھ لو اس سے فقراء کے حق میں یہی آئے گی۔ حضرت ابنِ شہابؓ پر یہی آیت کا مطلب یہ بتایا کہ پیسہ دار کو مالداروں میں خرچ نہ کرو۔ پھر اس اہم موضوع پر یہ جو آیتوں پر مومنین کے ذرا پیسہ فرمایا ہے مائل تو ہیں فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے پھر مالدار اپنے پیسے خرچ کر کے جو مال میں ملتی ہے، بڑے مالدار کا مال ہے۔ میں ان کے نقد بھی دے رہا ہوں اور ورنہ قسم کے ہاں اور وہ ہیں جن کے نقد چھوٹے ہیں گویا کہ وہ ہیں پر گھٹے ہوئے ہیں ان پر وہ جو مالک ادھار سکتا ہے جسے کہ بھینٹ کر ہی مال دینا چاہئے چھوٹے قسم کے مالداروں پر مالدار تو نہیں دے گا چاہتا تھا لیکن ان کے پاس سے نہ لے سکتا ہے۔ ان کا مال دینا چاہتا تھا کہ بے گوشت کھانا تھا ہے۔ اور بڑے مالداروں کی نسبت ان کا گوشت غور سے دیکھو ان کے مالوں سے ان کے لئے چھانٹنے پر چھانٹنے کے کپڑے تیار کئے جاتے ہیں۔ پھر فرمایا

تَكَلَّمُوا مَعَ رَأْسِ الْقَوْمِ اَلَّذِي لَا يَتَّبِعُكُمْ اَعْقَابُ الْفَيْسَلِ (اللہ نے جو مقلد ہیں وہ پیچھے سے آتے ہیں ان کے پیچھے سے نہ آئے۔ جو اللہ کی شریعت میں حال بنا سے حال نہ بنے۔ اور جو اس میں بنا سے تراش دے اور اپنے آپ مالوں کی طرح شیطان کے قدموں کا چھرا بن کر رہا مالداروں اور بختیوں کے ساتھ میں جو انہوں نے وہم و فہم کر کے اپنی ہمت کی جس میں انہیں اقتدار نہ ہو۔ اَللّٰهُ لَكُمْ عَقْدُ نَفْسٍ ۝ ۵ ب لک شیطان تمہارا کھانا نہیں ہے۔

تَبٰیۡنَةُ اَزْوَاجٍ ۚ مِنَ الظَّالِمِۡنِ اٰثْنَيْنِ وَمِنَ الْبَٰغِیِّۡنِ اٰثْنٰیۡنِ ۚ قُلْ لَا الذَّکٰرِیۡنَ حَرَمٌ اَوْ

تواہن میں سے دو اور جہاد میں سے دو اور بھائی میں سے دو۔ آپ فرمادے کہ اللہ نے ان کو اپنے انہوں میں سے دو اور

اَلْاُنْثٰیۡنِ اَمَّا اَشْرَمْتُ عَلَیْہِ اَرْحَامُ الْاُنْثٰیۡنِ ۚ یٰۤاٰیُّہَا الَّذِیۡنَ یَعْلَمُوۡنَ اِنْ کُنْتُمْ صٰدِقِیۡنَ ۝

فرمادے کہ وہ انہوں کو باہن کے کہ انہوں کو بھائی میں سے دو اور بھائی میں سے دو اور بھائی میں سے دو اور

وَمِنَ الْاِمٰلِ اِثْنِیۡنِ وَمِنَ الْبَٰغِیِّۡنِ اٰثْنٰیۡنِ ۚ قُلْ لَا الذَّکٰرِیۡنَ حَرَمٌ اَمِ الْاُنْثٰیۡنِ اَمَّا اَشْرَمْتُ

اور بھائی میں سے دو اور بھائی میں سے دو اور بھائی میں سے دو اور بھائی میں سے دو اور بھائی میں سے دو اور

عَلَیْہِ اَرْحَامُ الْاُنْثٰیۡنِ ۚ اَمْرُ کُنْتُمْ شَہِدَآءَ اِذْ وَضَعْتُہٗمُ اِنَّہٗ بِہٰذَا ۚ فَمَنْ اَظْلَمُ مِنْ

کوئی ہے کہ انہوں کو بھائی میں سے دو اور بھائی میں سے دو اور بھائی میں سے دو اور بھائی میں سے دو اور بھائی میں سے دو اور

اَفْکَرٰی عَلٰی اَنۡہُ کَذٰبًا یَّجۡضِلُ النَّاسَ یَغۡتَرِبُ عَلَیْہِ اِنَّ اللّٰہَ لَا یَہۡدِی الْقَوۡمَ الظَّالِمِیۡنَ ۝

نے اس پر جو وہ بھائی میں سے دو اور بھائی میں سے دو اور بھائی میں سے دو اور بھائی میں سے دو اور بھائی میں سے دو اور

ب

کیا کیا چیزیں حرام ہیں

مشرکین عرب نے جو فروع کے کھانے پینے اور استعمال کرنے میں جو اپنی طرف سے قہریم، جھٹیل کا مواد کر لیا تھا جس کا وہ یہی قیوت میں ذکر ہو چکا ہے۔ اس کی تردید فرماتے ہوئے اور شکاف لیا کہ سرحد پ نے میری طرف جو دینی بھیجی ہے میں اس میں صرف ان چیزوں کو حرام پاتا ہوں۔

اول مراد (جو جانور غورانی موت سے مر جائے)

دوم دام و مسلوحہ یعنی ہتھیار، پتیلیاں (جو قید اس لئے لگائی گئی تھیں کہ ان کے بعد جو جانور گوشت میں لگا دیا جاتا ہے اس کا کھانا نہ ہو۔ نیز بقیہ جو شکر کا کھانا ہاں ہے یہ جانور اگرچہ خون میں لگن نہ ہونے کی وجہ سے ہم سفر میں نہیں رہے)

سوم خنزیر کا گوشت۔ اس کے بارے میں فہم و جہنم فرمایا کہ وہ پورا کا پورا گناہ کا پاک ہے۔ اس کا گوشت چربی بڑی بال کوئی چیز بھی پاک نہیں ہے۔ کیونکہ جس شخص ایمان ہے اس لئے اس کا دینے سے بھی اس کی کوئی چیز پاک نہ ہوگی۔ برخلاف دوسرے جو خوردہ کا کھانا ایمان میں مر جائیں تب بھی ان کے بال اور بڑی پاک ہیں۔

چہر دم: وہ جو نور میں پران کرتے وقت غیر اہل کلام ایمانیا جائے۔ چار چیزوں کی حرمت وہاں فرما کر حالت اضطراری میں ذرا سا کھا لینا کہ اب دست دینی جس سے وہ چار کھانے کو کوئی طور پر جان بچ جائے اور وہاں سے اٹھ کر حلال کھانے کی جگہ تک پہنچ سکے۔

ان چیزوں کی قرینہ اور تشریح سورہ بقرہ کی آیت أَسْمَا خَزْمَ عَلَيْهِمُ الْغَبَّةُ وَالْذَّمُّ وَالْعِزْمُ الْعِزْمُ (دوسرا) اور سورہ مدہ کی آیت خَزْمَ عَلَيْهِمُ الْغَبَّةُ وَالْذَّمُّ (دوسرا) کے ذیل میں گذر چکی ہے۔

آیت ہدایہ میں یہ بتا دیا ہے کہ کسی چیز کی حرمت حالت کافلہ صرف اللہ تعالیٰ ہی کی طرف سے ہو سکتا ہے اور وہی صرف انہما کرام مجہم اسلام پر ہی آتی تھی۔ ان حضرات کے خلاف اقرار کیا تھا۔ اس لئے اللہ کی وحی کا انھیں صرف آپ پر ہو گیا اور آپ پر اس وقت تک جو دینی آئی تھی اس کے موافق صرف مذکورہ چار چیزیں حرام تھیں بعد میں دوسری چیزوں کی حرمت بھی نازل ہوئی جو سورہ مدہ میں مذکور ہیں۔

حالت اور حرمت کا اصول ابتدائی طور پر سورہ اعراف میں يُحَلِّلُ لَهُمُ الطَّيِّبَاتِ وَيُحَرِّمُ عَلَيْهِمُ الْطَّيِّبَاتِ فرما کر بیان فرمایا ہے۔ لہذا کوئی شخص آیت ہدایہ سے پاستہ حال نہیں کر سکتا کہ مذکورہ چار چیزوں کے علاوہ باقی سب حلال ہیں کیونکہ یہ اس وقت کی بات ہے کہ جب قرآن مجید نازل ہوا تھا اس کے بعد بہت سے احکام نازل ہوئے۔

یہودیوں پر ان کی بغاوت کی وجہ سے بعض چیزیں حرام کر دی گئی تھیں..... مگر بعض ان چیزوں کا تذکرہ فرمایا جو یہودیوں پر حرام کر دی گئی تھیں اور مستحقہ کے لیے حلال ہیں۔ ان حرام کردہ چیزوں میں اہل قریہ جو نور تھے جو تانہ والے ہیں۔ تاغین والے جو فروع سے وہ جانور مرد ہیں جن کا پیر یا کھر پینا ہوا تھا۔ جیسے اہل اور خمر مرغانہ مرغانہ اور خلیج۔

حضرت امی مہاشن حضرت سعید بن جبیر حضرت قتادہ اور حضرت مجاہد نے اس کی یکجہ تفسیر فرمائی ہے۔ لغت کے دے میں گنہگار ہے کہ حالت ابراہیم میں یہ حلال تھا مگر حضرت اسراہیل یعنی حضرت یعقوب علیہ السلام نے اس کو اپنے گھس پر حرام قرار دے دیا تھا۔ مگر روایتی طور پر ان کی اولاد میں اس وقت کی حرمت چلی آئی۔

مگر شریعت موسیٰ میں بھی انی اسراہیل پر اس وقت کا گوشت اور وہ حرام ہوا۔ اقال التفسیر فی المداویک قلنا اولت النور علی موسیٰ حرم علیہم فیہا لحوم الابل والیانہا لحریم اسرائیل ذالک علی اللہ وراجع التفسیر قولہ تعالیٰ

يَبْلُغْ أَشُدَّهُ ۖ وَأَوْثِقُوا الزَّكَاةَ بِالْيَسْرِ ۚ لَا تُكْفِلُ نَفْسًا وِلاَ وَنَعْمَهَا ۚ وَإِذَا

کہ وہی حد تک پہنچے۔ آپ اور آل کو اضافہ کے ساتھ چاہا کہ ہم کسی ہائی کسی کی حفاظت سے زیادہ اہل کرنے کا ہم نہیں دیتے۔ اور جب تم

قُلْتُمْ فَأَعِدُّوا ۖ وَلَوْ كَانُ ذَا قُرْبَىٰ ۖ وَيَعْهَدُ اللَّهُ أُولَئِكَ ۖ ذَلِكُمْ وَضَعْنَا لَكُمْ

بانت کہ تم اضافہ نہ کرو اور چاہا کہ قریبہ دہری ہو اور اللہ کے عہد کو چاہا کہ یہ وہ چیزیں ہیں جن کا اللہ نے تمہیں تاکید فرمایا۔

تَذَكَّرُونَ ۚ وَإِنَّ هَذَا صِرَاطٌ مُسْتَقِيمٌ ۖ فَاتَّبِعُوهُ ۚ وَلَا تَتَّبِعُوا السُّبُلَ فَتَفَرَّقَ

تاکر تم نصیحت حاصل کرو۔ اور ڈھیر یہ میرا سیدھا راستہ ہے سو تم اس کا اتباع کرو۔ اور مت اتباع کرو دوسرے راستوں کا سو وہ راستے تمہیں

يَبْطِرُونَ سَبِيلَهُ ۚ ذَلِكُمْ وَضَعْنَا لَكُمْ لَعْنَةً ۖ تَتَذَقُّونَ ﴿۱﴾

اللہ کے راستے سے ہٹا کر دے گا۔ چاہے جو یہ ہیں جن کا ہم نے لعنت فرمائی ہے اور تاکر تم تنہی اہم کرو۔

دس ضروری احکام

مواہم اہل قرآن میں ۱۸۳۸ میں لکھا ہے کہ مشرکین نے آنحضرت ﷺ سے سوال کیا تھا کہ اللہ تعالیٰ نے کیا کیا چیزیں حرام کی ہیں۔

تاجی اس کے جواب میں اللہ تعالیٰ نے یہ آیات نازل فرمائی ہیں: لَا تَنْفَعُ الْكُفْرَ وَلَا تَنْفَعُ الْكُفْرَ وَلَا تَنْفَعُ الْكُفْرَ

ان آیت میں اس چیز ان کا ذکر فرمایا ہے جن میں بغضِ اسلام ہے اور بغضِ قرآن ہے جن چیزوں کو آپ صریحاً بیان فرمایا ہے کہ ان

کے متعلق چیزیں حرام ہیں اس لیے یہاں فرمایا کہ ان میں سے جو چیزیں چاہا کہ نہ کرنا اور جو چیزیں چاہا کہ نہ کرنا وہی حرام ہیں

(۱) اہل قرآن کا اپنے آپ کے ساتھ کسی بھی چیز کو شریک نہ کرنا۔

(۲) یہ کہ وہی کے ساتھ چھوٹا کرنا۔

(۳) اپنی اور دوسرے دینی کے بارے میں کسی ذکر (عرب کے یہ نام جابل اپنی اور دوسرے کے نام کر دیتے تھے۔ اول اس لیے

کہ یہ پہنچ کر ان سے کھائیں گے؟ ان کو ساتھ کھانے سے کھانے آجائے کی یہ نہیں سمجھتے تھے کہ اذن اللہ تعالیٰ شرط ہے وہ اذن کی اور

ماذنی کی ہے اس نے یہ کیا تو مذنی بھی دے گا کی کھلا گیا لَنْفَعَنَّ نَفْسًا نَفْسًا نَفْسًا نَفْسًا نَفْسًا نَفْسًا نَفْسًا نَفْسًا نَفْسًا نَفْسًا

کرنے کا دوسرا سبب یہ تھا کہ عرب کے بعض طاقتور اور بعض غلاموں میں کسی شخص کے یہاں لڑکی یا بیوی ہوتی تو دوسرے شرم کے

لوگوں کے سامنے نہیں آتا چھوٹا بھرتا تھا جیسا کہ سورہ نحل میں فرمایا يَتَوَدَّ أَحَدُ الْفُلْجِ مِنَ الْفُلْجِ مِنْ شَرِّهِ جب یہی پیدا ہوا تو

قرآن اہل امت سے زندہ ان کر دیتے تھے اسی کو سورہ النور میں فرمایا وَالَّذِينَ هُمْ عَنْ صَلَاتِهِمْ سَاهَوْنَ (اور جب زندہ ان کی ہوئی

پڑی کے بارے میں چاہا کہ ان کو کس گناہ کی وجہ سے قتل کی گئی)

بے حیائی کے کاموں سے بچ۔ (۴) بے حیائی کے کاموں کے قریب نہ جانا۔ جو ظاہر ہیں اور جو باطن ہیں اس میں ہر

طرح کی بے حیائی کے کاموں کی ممانعت آگئی نہ کہ اس کے لوازم اور مظاہر نہ کہ ان لوگوں کے سامنے نظر نہ۔ ان چیزوں کی

ممانعت اللہ تعالیٰ سے ثابت ہوگی۔

سنتِ تہذیبی میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ چار چیزیں حضرت انبیاء علیہم السلام کے طریقہ زندگی والی ہیں۔ اول یہاں

یہ سب خطرات پر غور کر کے اس کی کڑی نگرانی کی جائے۔

سُنیں! اداوار میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک شخص کو دیکھا کہ کھلے میدان میں قُسل کر رہا ہے۔ آپ صبراً بکھریں لے گئے اور اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء کے بعد فرمایا کہ بلاشبہ اللہ تعالیٰ شرم والا ہے جیسا ہوا ہے شرم کرنے کو پسند فرماتا ہے۔ سو تم میں سے جب کوئی شخص قُسل کرے تو حق پر رہ کر۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ بلاشبہ حیا ایسی کن و نفوس ساتھ ساتھ ہیں سو جب ان میں سے ایک اٹھایا جائے تو دوسرا بھی اٹھایا جائے۔ (مشکوٰۃ المصابیح ص ۴۳)

۱۔ جب بڑھاپہ پر خون کرنے کی ممانعت..... (۵) کسی جان کا قتل نہ کرو جس کا خون کرنا اللہ تعالیٰ کے عرس میں قرار دیا ہے۔ اگر حق کے ساتھ قتل کیا جائے تو اس کی اجازت ہے۔ آج کل قتل کی گرم ہڈی ہے کہ ایک مسلمان کو دوسرا مسلمان یا عادی دشمنی کی وجہ سے یا دنیا کے حقیر لوگوں کے لیے قتل کر دیتا ہے۔ قتل مسلمان بال بچہ زیادہ ہے۔ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے کہ: "جان دین اے سب! اگر کسی کو مسلمان کے قتل میں شریک ہو جائے تو اللہ تعالیٰ اس سب کو دوزخ سے ملے کر کے دوزخ میں داخل دے گا۔" (مشکوٰۃ ص ۳۳)

مسلمان کی تو بہت بڑی شان ہے ہر کافر مسلمانوں کی مصلحت داری میں رہتے ہیں جنہیں الہی کہا جاتا ہے اور جن کا لڑکوں سے حفاظت جان کا معاہدہ ہو جائے ان کو بھی قتل کرنا حرام ہے۔ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے کہ جو شخص میری امت پر ہتھ کوڑے کرٹکا جو تک اور جو کھانا چا جاتا ہے اور ان کے قتل سے پرہیز نہیں کرتا اور جو معاہدہ والے کا معاہدہ پرانہ نہیں کرتا تو ایسا شخص مجھ سے نہیں اور میں اس سے ہوں۔ (رد مسکنی، المکتوب ص ۳۹ ج ۲)

ان امور کو جان لے کر اسٹارٹ کر لیا، **فَلْيَكُنْ لَهُ الْفَتْحُ وَهُنَالَيْهِ** (کہ یہ فتح ہے جہاں کا جس میں فتح ہوتی ہے تاکیدی حکم دیا ہے تاکہ تم سمجھو اور عقل سے کام لو)۔

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حال اہل حق کے نہ تھا تو فرمایا کہ جو کچھ مسلمانوں کو اللہ تعالیٰ اللہ تعالیٰ محمد رسول اللہ کی کافری دیا ہے اس کا خون کرنا حلال نہیں ہے جس اگر کسی کاموں میں ہے کوئی ایک کام کرے تو اسے قتل کیا جائے گا۔ (۱) لہذا یہ شہد ہونے کے بعد اسے مارنے کے قاتل کو قتل کر دیا جائے گا۔ (۲) جو کسی کو (۳) حلال کر دے (۴) جس کا قتل کرنا حرام ہو اسے قتل کر دیا جائے گا۔ (۵) جو غصہ دین اسلام کو بھڑکائے اور مسلمانوں کی جماعت سے علیحدہ کر دے۔ (۶) (مسلمین ص ۵۹ ج ۲)

قیچم کے مال کے قریب نہ جاؤ..... (۶) قیچم کے مال کے قریب نہ جاؤ سوائے اس صورت کے جو اچھی ہو۔ یعنی جس میں قیچم کی غیر نواقص اور بھلائی ہو۔ قیچم کے مال کو ناحق نہ لڑاؤ اور غلطانہ کھاؤ جس کا ذکر سورۃ بقرہ (۲) (کو کھانا) اور سورۃ نباہ (۸۰) میں ہو چکا ہے۔

[illegible]

اسلامی قوم میں تو انہوں نے انہیں بہت کچھ یاد دلانے اور انکا حضرت شعیب علیہ السلام پر اعتراضات کرنے کے لئے حرکت نقلی بہتر کر لی۔ ان میں سے خطاب میں جھگڑا ہوئے اور ایک نیچے کھڑے سے سب جاکر آئے۔ جیسا کہ سورۃ ہود میں مذکور ہے۔
 ناپ تول میں کی کرنے کا وہابی۔۔۔۔۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ حضور ارمیہؑ نے ناپ تول کرنے والوں سے ارشاد فرمایا کہ جو شیعہ تم لوگ ملکی دو بیچ میں میں جھگڑا کے لئے آئے ہو اس سے تم سے پہلی آئیں جاکر ہو چکی ہیں۔
 (اسلم و احقر ص ۲۵۰ (ترجمہ))

مطلب یہ ہے کہ ناپ تول میں کی نہ کرنا اس حرکت ہونے کی وجہ سے گزشتہ آیتوں پر خطاب آپ کا ہے۔ منوط اول یہ کہ میں ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا کہ: جس قوم میں خیانت کا رواج ہو جائے اللہ ان کے دلوں میں رعب ڈال دے گا۔ اور جس قوم میں عزت کا رویہ پھیل جائے ان میں موت زیادہ ہوگی اور جو ناپ تول میں کی کریں ان کے ان کا مذاق قطع ہو جائے گا اور جو لوگ باقی نہیں کریں ان کے ان دلوں میں رعب ہو جائے گا۔ اور جو لوگ عہد کی خلاف ورزی کریں ان کے ان مسئلہ کو دیکھ چکے ہیں۔
 ساتھ ہی فرمایا لا تکلف لغنا ابلکہ وضعنا کما سمعنا کہیں ہاں کو اس کی طاقت سے زیادہ قائل کرنے کا حکم نہیں دیتے۔ لہذا ان لوگوں کے چھلانے میں کوئی حشری نہیں ہے۔

قال المصنف فی معالم التنزیل ص ۱۳۲ ج ۲ مفسر ابو بکلف المعطی اکثر مما اوجب علیہ ولم بکلف صاحب الحق الرضا باطل من حقه حتی لا تضیق نفسه عند بل امر کل واحد منهما بما یسعه مما لا حرج علیہ لیه (یعنی معالم التنزیل میں کہتے ہیں یعنی: اپنے دلوں کو رعب سے زیادہ دینے کا کلف نہیں ڈالا گیا اور صاحب حق کو اپنے حق سے تم پر راضی ہونے کا کلف نہیں ڈالا گیا بلکہ دلوں کا معاملہ رحمت پر ہے کسی پر بھی سختی نہیں)۔
 فائدہ۔۔۔۔۔ جس طرح ناپ تول میں کی کرنا حرام ہے اسی طرح جنت میں آکر گنہگار ہونے کی بات بھی کرنا حرام کی وجہ سے اس کا مکہ نہ کرنا جس کی طاعت کی ہے۔ یہ سب حرام ہے اور جن ملکوں میں طاعت کرنا حرام ہو ان کی گنہگار بھی حرام ہے اگرچہ کوئی پہنچ نہ ہو۔

انصاف کی بات کرنا۔۔۔۔۔ (۸)۔۔۔۔۔ جب خیانت کہو انصاف کی بات کہو۔ اور یہ خود گنہگار بنائی انصاف کی بات کہیں کے نکال دینے۔ گواہ دینا ہو تو حق کے موافق گواہی دو۔ انصاف کرنا ہو تو حق کے موافق فیصلہ کرنا گنہگار تو حق میں جو انصاف کی بات کہیں گے گواہ دینے کے لئے انصاف کرنا ہو تو حق کے خلاف حق کا فیصلہ کرنا نہ کرنا اور اس کی تشریح اور توضیح سورۃ نساء کی آیت ۵۷ میں ہے۔
 الذین آمنوا یحکموا بآیاتنا باللفظ شہد آملہ ولتؤخذ علی قلوبکم فی التقریر میں گنہگار بھی ہے۔

اللہ کے عہد کو پورا کرو۔۔۔۔۔ (۹)۔۔۔۔۔ اللہ تعالیٰ کے عہد کو پورا کرو۔ یہ مضمون سورۃ اقرہ کے تیسرے آیت اور سورۃ نساء کے پہلے آیت کی تفسیر میں گنہگار ہے۔ جو بندہ اللہ تعالیٰ پر ایمان لائے ہیں ان کا اللہ تعالیٰ سے عہد ہے کہ وہ ان کا حق کی تعمیل کریں گے۔ اور اس کے مطابق چلیں گے۔ اور جن چیزوں سے منع کیا جائے اسے اجتناب کریں گے۔ لہذا یہ مضمون اللہ تعالیٰ سے عہد پر قائم رہے۔ اور اللہ سے ہر نیک کام کو عہد لیا تھا تو سارے ہی انسانوں سے لیا گیا تھا اور سب ہی سے اللہ تعالیٰ کی رویت کا اقرار کیا تھا۔ پھر اس اقرار کو اللہ تعالیٰ کے دشمنوں نے یاد دلایا لہذا ہر انسان پر لازم ہے کہ اس عہد کی پاسداری کرے۔ اور اپنے عقیدہ اور عمل سے اللہ تعالیٰ کی رویت کا اقرار کرے اور اس کی تعمیل کو قبول کرے جو اللہ تعالیٰ نے بھیجا ہے۔

ان امور کو یاد رکھ کر اللہ شہادہ دیا لا یتکلمون وعلیکم بہ علیکم فلا تظنون انکم دینا میں جس میں اللہ تعالیٰ نے تم کو کئی عہد دیا

ہے اور قرآن مجید (مصلح اور)

مصلح اور مستقیم کا اتباع کرو۔ (۱۰) بے شک یہ سید عبادت ہے جو ہم اس کا اتباع کرو اور دوسرے مانتوں کا اتباع نہ کرو

کیونکہ یہ راستے تمہیں اللہ تعالیٰ کے راستے سے بچا دیں گے اللہ تعالیٰ شہد ہے قرآن مجید میں فرمایا اور انھیں نصرت ہے کوثر ان کا مستطور معلم اور منہس (یعنی ان کے لئے) اور آپ کی اطاعت فرض کی۔ اللہ تعالیٰ کی اطاعت اور رسول اللہ ﷺ کی اطاعت واجب ہے یہ سید عبادت ہے جو ہم کو اور ہمیں مقام سے لے کر ہم تک پہنچا ہے جو لوگ دین اسلام کے قیام نہیں جیسے یہود، نصاریٰ اور جو لوگ دین اسلام سے نفرت ہیں لیکن اسباب ہوا۔ ہیں اپنی فرائضوں کے مطابق دین نکالتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کی باتیں کرتے ہیں۔ ایسے لوگ رسول اللہ ﷺ کے راستے نہیں ہیں

ان لوگوں کے راستے پر جو شخص چلے گا اور مصلح اور مستقیم سے ہٹ جائے گا۔ یعنی رسول اللہ ﷺ کی راہ پر نہ رہے گا۔ حرکت میں اس کی بہت ہے اور انھیں سے اللہ رسول اللہ ﷺ کے راستے پر ہو۔

مصلح اور مستقیم کے علاوہ سب راستے گمراہی کے ہیں۔..... حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بیان فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک حد تک بھیجی اور فرمایا کہ یہ اللہ کا راستہ ہے اور اس کے دائیں بائیں خطوط بھیجے اور فرمایا کہ یہ ایک راستہ ہے ان میں سے ہر راستہ پر شیطان ہے جو اس کی طرف لٹا ہے لہذا آپ نے یہ بات جاری فرمائی وَأَن هٰذَا صِرَاطٌ مُسْتَقِيمٌ فَاتَّبِعُوهُ (الایہ ۱۷۷) اور اللہ کی راہ کی طرف لٹو اور اس پر لٹھیرا اور اشارہ فرمایا فَالْحُكْمُ وَحُكْمُهُ بِهِ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ کہ یہ دو چیزیں ہیں جن کا تمہیں اللہ تعالیٰ نے تاکید کی ہے کہ تم تقوی اختیار کرو تقوی اختیار کرنے میں ہر بات اچھی اور بری کی جائے اور جن چیزوں سے تم گمراہ ہو ان سے بھی احتساب کیا جائے۔ ہر اعمال، مقصد، باطل، باطل، باطل، کفر، شرک سب سے بچنا تقویٰ کے مفہوم میں داخل ہے۔

قاعدہ..... بات بات میں اس بات کا حکم دیا ہے۔ یہ اس باتیں بہت اہم ہیں جن میں حقوق اللہ اور حقوق العباد سب کی وجہ سے کرنے کا حکم دیا ہے اور اگر میں مصلح اور مستقیم سے ہٹنے کی ممانعت فرمائی ہے۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ جو شخص رسول اللہ ﷺ کی صحبت کو چھوڑ دیا ہے جس پر آپ کی ہر بات قُلْ أَطِيعُوا اللَّهَ أَطِيعُوا رَسُولَهُ أَطِيعُوا خُزَيْمَةَ وَحُكْمُ خُزَيْمَةَ سے لے کر لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ تک پڑھ لے۔ (رواہ ترمذی بی کسیر ص ۱۱۹ نمبر ۱۰۸)

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا کہ سورۃ انعام میں یہ آیات آگیا ہیں جو ام الکتاب ہیں۔ اس کے بعد انہوں نے آیات و احکامات کہیں۔ (ابن کثیر ص ۱۱۹ نمبر ۱۰۸)

ثُمَّ أَنزَلْنَا مُوسَىٰ إِكْرِبَ تَمَامًا عَلَىٰ الَّذِي أَحْسَنَ وَتَفْوِيزًا لِّكُلِّ شَيْءٍ وَهَدَىٰ وَرَحْمَةً

پھر ہم نے موسیٰ کو کتاب دی جس سے اچھے عمل کرنے والوں پر نعمت ہوئی ہو گی۔ اور جس میں ہر چیز کا استعمال ہو جائے اور ہر چیز سے اور رحمت سے

لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُونَ ۖ وَهَٰذَا كِتَابٌ أَنْزَلْنَاهُ مَبَٰرَكٌ مُّبَارَكٌ وَتَسْمِعُونَ ۖ وَاتَّقُوا عِلْمَكُمْ

تاکہ وہ اپنے رب کی حالت کا چہرہ کریں۔ اور یہ کتاب ہم نے نازل کی جو رحمت ہے اور اس کا سونچنا اور راستے دینا تاکہ تم

تَرْحَمُونَ ۚ إِنَّ تَقُولُوا إِنَّمَا أَنْزَلَ الْكِتَابَ عَلَىٰ طَائِفَتَيْنِ مِنْ قَبْلِنَا ۖ وَإِنْ كُنَّا عَنْ

ہر رحمت ہو۔ اس واسطے کہ بھی تم کہتے ہو کہ کتاب جو نازل تھی سو انھیں دو فرقوں پر جو ہم سے پہلے تھے اور ہم ان کے

وَرَأْسِيهِمْ لِغُلَافِيْنَ ۖ اَوْ تَتَوَلَّوْا نَوًّا اَنْزَلْنَا عَلَيْنَا الْكِتٰبَ لَكُنَّا اَهْدٰى مِنْهُمْ ۙ

ہم نے ان کے سر پہ غلافیں ڈالی ہیں ۚ یا تو آپ لوگ ہٹ کر گمراہ ہو جائیں تو ہم نے آپ پر کتاب اتاری جو آپ کو سب سے زیادہ ہدایت دے دے۔

فَقَدْ جَاءَكُمْ بَيِّنَةٌ مِّن رَّبِّكُمْ وَهُدًى وَرَحْمَةٌ ۚ فَمَنْ أَظْلَمُ مِمَّنْ كَذَبَ بِآيٰتِ اللّٰهِ

سو تمہارے رب کی طرف سے دلیل اور ہدایت اور رحمت آ گئی ہے سو اس سے زیادہ ظالم کون ہو گا جو اللہ کی آیات کو

وَصَدَفَ عَنْهَا ۚ سَنَجْزِي الَّذِيْنَ يُضِلُّوْنَ عَنِ الْاَيْمٰنِ سُوْءَ الْعَذَابِ بِمَا كَانُوْا يُضِلُّوْنَ ۝۷

کو بھٹانے اور اس سے روکے ہم غریب ہیں کہ وہ اسے ظالم کی سزا دیں گے جو بتائی آیات سے روک دے گا اس سب سے کہ وہ انکار کرتے تھے۔

توریت شریف کامل کتاب حق رحمت اور ہدایت تھی

فَمَنْ تَرْتِيبِ ذکر کی کے لیے یہ مطلب ہے کہ اگر وہ ان لوگوں کے بعد یہ بات جان لو کہ ہم نے ساری لفظوں کو کتاب میں رکھا کی تھی اور اس میں ان لوگوں کے لیے اللہ کی تمجیل ہے جو نیکو کار ہیں جو اس کتاب پر ایمان لائے اور یہ کتاب ایسی تھی جس میں ہر چیز تفصیل سے بیان کی تھی جو ساری لفظوں کی شریعت سے متعلق تھی۔ اور وہ کتاب ہدایت بھی تھی اور رحمت بھی۔ اس کتاب سے توریت شریف مراد ہے جو ساری لفظوں پر نازل کی گئی تھی اسرائیل اس کتاب پر ایمان لائیں اور اسے طرحت کی تصدیق کریں۔

قرآن مبارک کتاب ہے۔۔۔۔۔۔ اس کے بعد قرآن مجید کے بارے میں فرمایا کہ ہم نے یہ کتاب نازل کی جو مبارک ہے یعنی دین اور دنیا کا اعتبار ہے اس میں ہر طرح کی خبر ہے نیز اہم اس کا اجر کہ وہ تقویٰ اختیار کرے گا کہ تم پر ہم نازل کیا جائے۔

اہل عرب کی کٹ گھٹی کا جواب۔۔۔۔۔۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ہم نے جو یہ کتاب نازل کی ہے اس کا سبب یہ ہے کہ تم لوگ نہ کہنے لگو کہ ہم سے پہلے وہ جہانوں پر کتاب نازل ہوئی تھی (یعنی یہود و نصاریٰ پر) اور ہم ان کے چڑھنے چڑھانے سے غافل تھے وہ ہماری زبان میں تھی نیز ہم اس سے استغناء نہیں کر سکتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید نازل فرمایا کہ اس مذکورہ فتح کر دیا اور یہ بھی ممکن تھا کہ تم یوں کہنے کہ ہمیں کتاب نہیں دی گئی۔ اگر ہم یہ کہنا کہ کتاب نازل ہوئی تو ہم خوب ایمان لائے اور یہ ہم سے پہلے جن لوگوں کو کتاب دی گئی تھی ان کے سامنے سے بڑھ چڑھ کر ثابت ہوتے۔ اور ان کے مقابلہ میں یہ زیادہ ہدایت یافتہ ہوتے۔

انہی میں سے نازل ہے فرمایا فَقَدْ جَاءَكُمْ بَيِّنَةٌ مِّن رَّبِّكُمْ وَهُدًى وَرَحْمَةٌ ۚ اس جہاد سے رب کی طرف سے واضح دلیل تھی۔ یعنی یہ قرآن کریم اور ہدایت بھی ہے اور رحمت بھی (اس بات پر عمل کرنا اور ہدایت پر چلنا جہاد کا نام ہے)۔

اس کے بعد فرمایا فَمَنْ أَظْلَمُ مِمَّنْ كَذَبَ بِآيٰتِ اللّٰهِ وَصَدَفَ عَنْهَا ۚ اس سے بڑھ کر کون ظالم ہو گا جو اللہ کی آیات کو بھٹانے اور جو شخص اس پر عمل کرنا چاہے اس کو کھل سے روکے اور باز رکھے (اللہ کی کتاب نازل ہونے کے بعد اس پر عمل کرنے کی ہمارے مذہب پر کرنا خود بھی عمل نہ کرنا اور سرول کرنا کتاب پر ٹوکی ہلا کر اللہ تعالیٰ کا سبب ہے۔

سَنَجْزِي الَّذِيْنَ يُضِلُّوْنَ عَنِ الْاَيْمٰنِ سُوْءَ الْعَذَابِ بِمَا كَانُوْا يُضِلُّوْنَ ۝۷ اور لوگ ہماری آیات سے روکے ہیں ہم ان کے اس عمل کی وجہ سے انہیں برا عذاب دیں گے۔ اللہ تعالیٰ شانہ نے اہل عرب کی اس کٹ گھٹی کو فتح فرمایا کہ ہم سے پہلے اہل کتاب کو کتاب دی گئی تھی ہم ان کی امت کو نہیں جانتے تھے اب جب اہل عرب کی امت میں کتاب نازل ہو گئی تو یہ فتح ختم ہو گئی۔

اسی طرح یہ بات کہ ہم پر کتاب نازل ہوئی تو ہم یہاں ایسا کرتے اور یہیں عمل کر کے جو ہر دکھائے اور خوب بڑھ چڑھ کر جاہلیت میں آئے بڑھتے اس بارے میں بھی ان پر جہت پوری ہو گئی مثلاً کوئی شخص یہ افکار پیش کرے کہ قرآن تو عربی زبان میں نازل ہوا اور قرآن عربی زبان میں نہیں جانتیں ان کی جہت کا کیا جواب ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ اہل عرب کی زبان میں نازل فرمایا گیا ان کے ساتھ خصوصاً انعام ہے۔ اگر اللہ تعالیٰ کسی اور زبان میں نازل فرما دیتا تو ہر سادہ سادہ انسانوں کو اس کے افکار کا فہم نہ ہوتا جن میں اہل عرب بھی تھے یہ بھی صحیح ہوتا۔ دوسری غلطی اس کی گتھک ہے وہ کہ کیا پاندتیں اس نے عربی میں قرآن مجید نازل فرمایا اور تمام اہل تصنیف بھی عرب سے مبعوث فرمایا اور سارے عالم کے اہل لغویں کو اپنے آخری رسول اور آخری کتاب پر ایمان لانے کا منکلف فرمایا۔

قرآن مجید کو فہمی للناس (سب لوگوں کے لیے جاہلیت) فرمایا اور سید المرسلین سے اس بارے میں فرمایا: "تَوَسَّأْتُ لَكُمْ الْأَكَاثِفَ لِلنَّاسِ لِيَفْهَمُوا" (اور ہم نے آپ کو انہیں سمجھا کر قرآن انسانوں کے لیے ضعیف و ذہین کر کے اس سے آپ کی عمومی بعثت کا امتحان کر دیا۔ سارے انسانوں کو آپ کی دعوت پہنچی گئی ہے۔ آپ جو شخص اللہ تعالیٰ کی جاہلیت پر ایمان نہ لائے اپنا بار خود کرے گا اس لئے کہ تم میں کہنے تھے کہ ہم سے پہلے دہقوں پر کتاب نازل کی گئی تھی اور ہم پر اگر اللہ تعالیٰ عربی کے ساتھ وہ کسی دوسری زبان میں اپنی آخری کتاب نازل فرماتا تو ہر عرب کو فہم ہوتا کہ تم اس کا افکار کو تو اس پر بھی کسی کو کیا متواضع کرنے کی گواہی ملتی تھی۔ جب اللہ جل شانہ نے سارے انسانوں کو قرآن کے افکار کا فہم دے دیا تو سب پر لازم ہے کہ اس کے افکار کو سمجھیں۔

قرآن مجید کو چھ برس اور چھ ماہ تک پورے عالم میں شہیدوں زبان میں جس جس نے اسلام قبول کر لیا اور سب پڑھتے پڑھاتے ہیں اور اس سے استفادہ کرتے ہیں۔ بلکہ قرآن مجید کی تفسیر میں زیادہ تر غیر عربی کے بھی ہیں۔

هَلْ يَنْظُرُونَ إِلَّا أَنْ كُذِّبَتْهُمْ الْمَلِكَةُ أَوْ يَأْتِيَ رَبُّكَ أَوْ يَأْتِيَ بَعْضُ آيَاتِ رَبِّكَ ۚ

یہ لوگ اس بات کا انتظار کرتے ہیں کہ کوئی آجائے (یا) میرے آجائے (یا) آپ کا آپ آجائے (یا) آپ کے۔ سوئی گتھیں ہیں سے کوئی افکار آجائے

يَوْمَ يَأْتِي بَعْضُ آيَاتِ رَبِّكَ لَا يَنْفَعُ نَفْسًا رِجْسًا لَهَا لَمْ تُكُنْ أَمْنًا مِنْ قَبْلُ أَوْ كُنْهَتْ

جس دن آجائے آپ کی گتھیں میں سے ایک کھلی آجائے گی۔ جو کسی شخص کو اس کا ایمان میں لگا کر چلے سے ایمان نہیں اور تو اس نے اپنے ایمان میں

لَا يَنْفَعُهَا خَيْرًا ۚ قُلِ الْاِشْطَرُّوْا اِنْ اُمْشَطَرُوْنَ ۝

کوئی آپ نہیں مل دیا کہ آپ چلے کر تم انتظار کرو۔ ہم انتظار کر رہے ہیں۔

جب مغرب سے سورج طلوع ہوگا کسی کا ایمان اور تو بہ قبول نہ ہوں گے

مکملی آیت میں یہ اشارہ فرمایا کہ تمہارے پاس جو واضح جہت آجائے ہے قرآن نازل ہو چکا ہے جو جاہلیت ہے اور رحمت ہے اور اس آیت میں یہ فرمایا کہ جن واضح ہونے کے بعد اور جاہلیت مانتے آجائے کے بعد آپ کسی انتظار کی ضرورت نہیں جن قبول کر دیا اور جاہلیت پر آپ آپ بھی جن قبول نہیں کرتے تو کیا انتظار ہے (ان کا حکم عیا ہے) جیسے اسی انتظار میں ہیں کہ فرشتے ان کے پاس آجائیں یا اللہ تعالیٰ ہی ان کے پاس پہنچ جائے یا اللہ تعالیٰ کی کسی بڑی کھلی کے انتظار میں ہیں لیکن جس دن اس کی ایک کھلی نمایاں ہو جائے گی تو کسی کا قرآن وقت اس کا ایمان لا، اللہ نے سارے گھر جو کوئی صاحب ایمان یا عاملوں میں جھکا ہو جس نے اپنے ایمان میں کوئی عمل خیر نہ

کیا وہ اس کی بھی تو قبل نہ ہوگی۔

اور وہ اس کی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے نذر ایک ایمان باغیب معتر ہے جب آنکھوں سے دیکھ لیا تو اس کے بعد ایمان معتر نہ ہوگا وہ قیامت ہوگی تو اس وقت سب مومن جو جاہلیں کے عمر اس وقت ایمان لائے، کچھ کا کچھ نہ دے گا۔ کچھ سے سورج اٹھنا بہت جلد نکلتی ہے۔ اس وقت جو شخص ایمان لائے گا تو قبل نہ ہوگا۔ جو شخص گناہوں میں جھکا ہو اور سوت کے فرشے نظر آئے گئیں اس وقت کی تو قبول نہیں اس سے پہلے جو توبہ کی جائے اور قبول ہے کچھ سے سورج نکل آنے کے بعد اس طرح کسی کا ایمان قبول نہیں اس طرح تو باہمی قبول نہیں ہوگی۔

مجھے بخاری میں ۶۶۷ ج ۲ میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے عرض فرمایا کہ قیامت قائم نہ ہوگی جب تک کہ کچھ سے سورج طلوع نہ ہو۔ سو جب سورج (کچھ سے) اٹھے گا اور لوگ اسے دیکھ لیں گے تو سب ایمان لے آئیں گے اور اس وقت کسی شخص کا ایمان قطع نہ ہوگا اس کے بعد آپ نے آیت ۱۱۵ اٹھائی۔

حضرت صفوان بن مسلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ارشاد فرمایا رسول اللہ ﷺ نے کہ ہر اللہ تعالیٰ نے مغرب کی طرف ایک دروازہ بنا دیا ہے جہاں تک چڑا ہے کہ اس کی دہلیز ہاٹیوں کے درمیان ستر سال تک چل سکتے ہیں یہ دروازہ تو پہلا دروازہ ہے۔ جب تک اس کی جانب سے سورج نہیں اٹھے گا اس وقت تک زندہ کیا جائے گا اور اس وقت تک تو قبول ہوئی رہے گی، اللہ عزوجل نے غلام باغیوں بغضی الہات زینک لا یقطع کفنا یفصلنا لم تکن اھنت من قبل وھم ای کیوں فرمایا ہے۔ (رواہ ترمذی و ابن ماجہ)

حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ہجرت متقطع نہ ہوگی جب تک کہ تو یہ متقطع نہ ہوگی۔ اور تو یہ متقطع نہ ہوگی جب تک کچھ سے سورج نہ اٹھے گا۔ (رواہ ابوداؤد و ابن ماجہ) کچھ سے سورج کا اٹھنا قیامت کے قریب ہوگا۔ حضرت عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ ظاہر ہونے کے اعتبار سے سب سے پہلی نکلتی کچھ سے سورج کا اٹھنا اور پہلا لارزش کا ظاہر ہونا ہے جو چاشت کے وقت لوگوں پر ظاہر ہوگا۔ ان دہلیز میں سے جو بھی ظاہر ہوگی دوسری نکلتی اس کے بعد قریب ہی نہ اندیش ظاہر ہو جائے گی۔ (رواہ مسلم ج ۳ ص ۱۰۷)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ تمیں جزی میں جب ان کا عقہہ ہوگا تو کسی شخص کو اس کا ایمان لگنا نہ دے گا جو اس سے پہلے ایمان نہ لایا ہو۔ اور جس نے اپنے ایمان میں کسی ٹکڑے کا کام نہ کیا ہوگا (۱) کچھ سے سورج کا اٹھنا۔ (۲) کابل کا ظاہر ہونا۔ (۳) اولیہ لارزش کا اٹھنا۔ (رواہ مسلم ج ۳ ص ۱۰۷)

دلیہ لارزش کے بارے میں اللہ تعالیٰ سورۃ النور کی آیت ۱۰۱ اذ وقع القول علیھم افرجنا لیھم ذلالتھ من الاظھر (الایہ) کے ذیل میں صاف بتے ہوئے ہیں کہ ان کی جانیں گی۔ آخر میں فرمایا قل ینظرون انما ینظرون اناس میں تہہ ہے کہ مغرب حق کے بعد ایمان نہیں لائے تو کب ایمان لائیں گے؟ جب کچھ کی طرف سے سورج اٹھے دلی نکلتی ظاہر ہوگی کیا اس وقت ایمان لائیں گے لیکن اس وقت ایمان لائے قبول نہ ہوگا لہذا اس سے پہلے ایمان لے آؤ۔ اگر ایمان نہیں لائے تو انکار کرتے رہو ہم بھی انکار کرتے ہیں یا انکار وہ ایمان نہ جانے گا کہ حرکت کرے۔ اسے اللہ تعالیٰ صاف بتا رہا ہے کہ ان کو مومن نہ سمجھنا جائیگا۔

فائدہ۔۔۔۔۔ وقت وہی نہیں ہے ایمان رکھنے والے پھل ہر ایک طرف سے سورج اٹھے گا قبول سمجھتے ہیں۔ یہاں کی جہالت کی باتیں ہیں۔ اللہ جل شانہ ہر چیز کا خالق و مالک ہے سورج کو بھی وہی نے پیدا کیا ہے اور اسی نے اس کو آخر فرمایا ہے اور اسی نے سورج کا نظام مقرر

فرمایا ہے کہ وہ اس طرف سے لنگھ کر اس طرف سے چھپ جائے اسے یہ بھی قدرت ہے کہ سورج کو غروب الیٰ جہت پر پہنچا کر وہاں ہی چاہ لے لے جو صحرے وہ گیا ہے اس حقیقت کو قُلْ اِنَّا لِلّٰهِ اِنَّا اِلَيْهِ رَاٰجِعُونَ میں بیان فرمایا ہے خدا تعالیٰ ہی اس کو مشرق سے نکال دے اور مغرب میں چھپ جاتا ہے۔ بلکہ دونوں جہات کا نام مشرق مغرب ہی طلوع غروب کی وجہ سے رکھا گیا اگر خدا تعالیٰ شہد آفتاب کی گردش کا حکم دیا مقرر فرمائے کہ جس جانب میں غروب ہو اس جانب سے لنگھ کر تو طلوع ہونے والی جانب کو مشرق اور اس کی مقابل جانب کو مغرب کہا جائے۔

فائدہ ممبران کثیر میں ۱۵۰ جلد ۲ نے بحوالہ ابن مردودہ حضرت عبداللہ بن ابی کاعے سے مروی نقل کیا ہے کہ جبتم سے سورج نکلنے سے پہلے ایک رات تین راتوں کے برابر ہو جائے گی۔ لوگ کھراؤ میں کے کھینچ جاتی ہیں اور پیچھے گھٹیں کے کھجور کھسکھس کی طرف چلے جائیں گے۔ چنانچہ جبتم کی جانب سے سورج نکلنے کا دور آستان کے درمیان تک پہنچی گاؤں میں ہو جائے گا اور اس کے بعد اپنے اسی مقام سے نکلے گا جہاں سے نکل کر تھا۔

مفسران کی کثرت نے روایت نقل کر کے کوئی کام نہیں کیا صرف اتنا کہہ دیا ہے کہ یہ حدیث غریب ہے اور صحاح ستہ میں نہیں ہے۔ واللہ اعلم بالصواب۔

إِنَّ الدِّينَ قَرِيبٌ وَلَقَدْ أَتَيْتُمْ مِنْهُمْ فِي شَيْءٍ وَإِنَّا أَعْلَمُ

اے قلب جن لوگوں نے اپنے دلی میں غریبی کر لی اور گمراہی کر لی مجھے آپ کا ہی سے کوئی نقص نہیں، اس ہی کا سوا

إِلَّا اللَّهُ لَمُتَّيْتَهُمْ بِمَا كَانُوا يَفْعَلُونَ ﴿٥٠﴾

طریقہ کے لئے اسے ایک خاص مقام دیا گیا ہے۔

دین میں تفریق کرنے والوں سے آپ بری ہیں

افسان میں سب سے بڑی چٹاری تھی ہے کہ وہ اپنے خالق و مالک کو نہ ماننے پانے لیکن اس کے ساتھ شرک کرے اور اس نے جو حضرات انبیاء و کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کے درمیان پناہ و پناہ کی کھنڈی ب کرے اور اللہ تعالیٰ کی کتاب کو اور اس کے دین کو کھٹکے۔ اور دوسری گمراہی ہے کہ وہ اللہ کو بھی مانے اس کے بھیجے ہوئے دین کے ماننے کا جو دین الہی ہو لیکن اللہ کے دین میں اپنی طرف سے ایسی باتیں داخل کر دے جو اللہ تعالیٰ کے دین میں نہیں ہیں۔ شیطان کی یہ بہت بڑی چالاکی ہے۔ بہت سے لوگ جو یوں کہتے ہیں کہ ہم نے اللہ کے دین کو قبول کیا جو اس نے اپنے رسولوں اور کتابوں کے ذریعہ بھیجا۔ ان میں بعض لوگوں پر شیطان چارہ دیا چھاپا ہے اور ان کو ایسے افکار و آراء اور اہم و اہم ذرائع دیا ہے جن کی وجہ سے وہ خود بخود اللہ کے بھیجے ہوئے دین کے دائرہ سے باہر ہو جاتے ہیں اور وہ اپنے خیال میں دین کے دائرہ میں ہوتے ہیں۔ لیکن حقیقت میں دین سے خارج ہوتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہم اللہ کے قبول شدہ دین میں ہیں لیکن دریا کو اللہ نے صراحتاً ہوتے ہیں۔ اس راست سے پہلے جو احمق گمراہی ہیں انہوں نے ایسی حرکتیں کیں۔ یہ وہ دھندلی کی گمراہی ہے کہ وہ اللہ کے دین کا دعویٰ کیا تو وہ اب بھی ہے کہ ہم اللہ کے مطرب بندے ہیں لیکن اللہ کے دین کو چھوڑ کر جس کی بنیاد ہی تو حید پر ہے شرک ہو گئے اور حضرت عز علی علیہ السلام کو لٹکا دیا اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر ایمان نہ لانے اور اس کے قتل کے کو دے ہو گئے۔

پھر سیدہ حضرت ام حبیبہؓ نے ایمان لایا۔ انہوں نے اپنے دین میں شریعت جاری کی۔ انہیں میں سے کسی نے حضرت عثمانؓ کو مریمہؓ کے بارے میں یہ واقعہ بتایا کہ میں مریمہؓ اور اللہ ایک ذات کا نام ہے اور بعض لوگوں نے انہیں اللہ کا چکر لگایا۔ اور بعض لوگوں نے ان کی عبادت میں ہیں۔ یعنی اللہ کے ساتھ حضرت عیسیٰؑ اور ان کی والدہ ماریہؑ عبادت میں۔ پھر بعض یہود نے انہیں عقیدہ عظیم پر ایمان لایا۔ اب وہاں بات کے متعلق ہیں کہ حضرت عیسیٰؑ علیہ السلام کا قتل (العیاذ باللہ) ہونے کا کفر ہو گیا۔ ان کے نزدیک ان کے دین میں جیسا کہ ان کے بعض گناہ آپ کے سامنے جان کر دینے سے اور بعض میں جیسا کہ صوفیہ ہوجاتے ہیں۔ (۱) اجماع ہندو (۱)

مشرکین عرب حضرت ابراہیمؑ علیہ السلام کے دین پر ہونے کے بعد ہی تھے۔ سب کو معلوم ہے کہ ان کا دین تو عینہ میں چلتی تھا۔ انہوں نے بڑی بڑی تہذیبیں اخذ کیں۔ آگ میں اے جانے تک حضورؐ کا مکتوب کی خدمت نہ پہنچا دی۔ انہیں ان کے دین کے لئے ہاتھوں نے (۲) میں مشرکین عرب کی تھے۔ اہمیت پر مبنی شروع کر دی اور میں کوہ شریف میں رہتے رکھ دیے۔ جب ان کے سامنے توہین کی خدمت آگئی تو ان کا چہرہ مسخ ہوا۔ کہنے لگے أَجْعَلِ الْأَلْهَةَ آلَ اللَّهِ وَاجْعَلْ بَيْنَ هَذَا الْقَسَمِ وَالْهَيْبَةِ اور سب ان پر بت پرستی کی کھیر ٹکی اور بتوں کو کہا کہ یہ شرک ہے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں سب سے حق کہنے لگے کہ عَاذُكُمْ عَنْهُمُ إِلَّا الْيَقِينُ فَإِنَّهُ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ (کہ تم تو ان کی مہارت صرف اس لئے کرتے ہیں کہ یہ ہمیں اللہ تعالیٰ سے نزدیک کرتے ہیں)

کبھی کہتے تھے هَؤُلَاءِ مَصْنُوعَاتُ فَا بَعْدَهُ (میں نے جو یہ معبود بنا رکھے ہیں یہ اللہ کے ہاں اور ہی سلاطین کر دیں گے) یہ ساری باتیں خود انہیں شرک کا کمرہ ہوتے (اور پھر بھی اسی خیال میں فرق کیا اللہ سے داخل ہے۔ جو لوگ اللہ تعالیٰ کو مانتے ہیں یعنی اس کے وجود کا یقین رکھتے ہیں ان میں بہت سے لوگوں نے اللہ کے پیچھے ہونے دین انہیں انہوں نے بت پرستی کے دین میں اللہ کی بارگاہ میں ہاتھوں کو کھال کر پادار میں جتنی میں تقریب کی صورت میں نکال دی۔ اور بہت سی عادات میں رہ گئے۔

صاحب روح المعانی (ص ۶۸ ج ۸) نے حضرت ابن عباسؓ اور ان کے نقل کیا کہ آیت يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا خُذُوا زِينَتَكُمْ کے بارے میں جہاں جہاں جنہوں نے دین کے نکلے نکلے کر دیے پڑھنے لے پکھلایا اور کچھ چھوڑ دیا۔

پھر کہتے ہیں کہ یہ لوگ مختلف فرقوں میں رہ گئے پڑھنے لے لیا مُسْتَقْلِلٌ فِيْهِ دَارٌ مُّسْكِنَةٌ کے پیچھے چلے اور اسی کی تائید وصحت میں لکھتا ہے بِإِذْنِ اللَّهِ نے اپنے رسولؐ کو خطاب فرمایا الْمَسْكَنُ مَسْكَنٌ هُنَّ خِيَمٌ وہ آپ ان سے بڑی ہیں آپ کا ان سے کوئی تعلق نہیں۔ ان کے بارے میں آپ سے سوال کیا گیا إِنَّمَا تَقْرَأُ لَهُمْ هَٰذَا (ان کا معاملہ اللہ تعالیٰ کے حوالہ ہے) اللہ تعالیٰ کی قیامت کے دن فیصلہ فرما دے گا اور مگر ان کو کھڑا کرے گا۔

ابن جریرؒ کی توہینیں صاحب روح المعانی ص ۶۸ ج ۸ نے عن ترمذی اور علیہ رحمہم اور شعب اور ابن اللہیعنی سے نقل کیا ہے کہ حضرت عربی خطاب رضی اللہ عنہ سے یہ بیان فرمایا کہ حضرت عائشہؓ نے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے فرمایا کہ اے عائشہ! میں لوگوں نے اپنے دین سے جدائی اختیار کر لی اور فرقے فرقے بن گئے یہ وہاں کے لوگ ہیں اور وہ لوگ ہیں جو اپنی خواہشات پر چلتے ہیں اور جو اس امت کے گمراہ لوگ ہیں ان کے لیے کہ تو کہیں اسے عائشہ! ہر گناہ والے کے لیے تو ہے جو اسے الہ بدعت اور صاحب اروا کے کیونکہ ان کے لیے تو کہیں اسے ان سے بڑی ہوں اور وہ مجھ سے بڑی ہیں۔

یہ بدعت نقل کرنے کے بعد صاحب روح المعانی لکھتے ہیں کہ اس روایت کے پیش نظر اب یہاں کہا جائے گا کہ مشرکین کا حال بیان

کرنے کے بعد اہل بدعت کا حال بیان فرمایا کہ اہل بدعت کا حال اہل شرک سے بھی نہیں ہے۔

مگر وہ فرقوں کا تہ کرہ شیطان اس گھر میں اٹھ رہا ہے کی باتوں کو کہے مگر اسے لگا ہوا تو ایسا ہی قبول کرے نہیں۔ اے لوگو! یہ لوگوں کے مانتے ہیں ان کے انہوں میں ایسی ہی طرف سے شک کا ہے۔

یہ جو لوگ احادیثِ مسند کے ساتھ ایمان لائے، وہ ہیں اور فقہانہ شہادت سے متاثر نہ ہوں میں کوئی ایسی باتیں بھڑا رہا ہے جو ایمان کے خلاف ہوتی ہیں۔ ہمیں اس قسم کے ساتھ جو اس نے تحریر کی اس صحت کے ساتھ اس کا طریق عمل ہے۔ اہل ایمان کے دلوں میں ایسی باتیں نہ آتے جو کہ کفر کی چیز ہیں۔ میں ایمان میں جو اس کے اعتقاد کرنے سے ایمان جا رہا ہے جتنے طور و انداز ہیں اس صحت میں گمراہی سے اس صحت میں گمراہی ہیں ایمان کا کام یہ ہے کہ ایسی کلمہ اعتقاد کے لئے ہیں۔ اور چونکہ یہ لوگ اپنے آپ کو گمراہی سمجھتے ہیں اس لئے آپ بھی نہیں کہتے۔ اور لوگ اپنے کام کے اندر اعتقاد ہی کا طویل ہونے میں اور جو لوگ قرآن کی تحریف کے قائل ہیں اور جو لوگ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو اہل ایمان نہ کہتے۔ اور جو لوگ خاتم النبیین ہونے کو نہ تسلیم ہونے کے منکر ہیں اور جو لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو نبی نہیں کہتے۔ اور جو لوگ عقیدہ ہدائے کا کمال یہ سب لوگ سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے دینی سے بری ہیں۔ اسلام سے خدائی ہیں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے بری ہیں۔

پھر اگر کوئی شخص ایسی بدعت اختیار کرے جس کا جو اسلام سے نکال کر کفر میں داخل کر دے۔ تو شیطان اسے اعمالِ بدعت میں جھکا کر لے گا کیونکہ اصل بدعت اہل بدعت نے طرح طرح کی بدعتیں نکالی ہیں۔ اور ان بدعات کی وجہ سے بہت سے فرقے بن چکے ہیں جو ہم بدعت کے اعمال میں جھکا رہے ہیں اور ابھی تو یہی کہنا تھا کہ بدعت کو جواب دینا ہے۔ اور جس عمل کو مانگی سمجھتے ہیں اس سے بچنا ہے۔

بدعت اعتقاد ہی ہے، یہ عمل اس کے باوجود کرنے والوں کو اس پر عمل کرنے والوں کو اسباب الایمان کہا جاتا ہے۔ انفس و انفسی کی بنا ہے جو خواہ اعلیٰ نفس کو بھی ہوا کہتے ہیں جو لوگ بدعتیں نکالتے ہیں وہ قرآن وحدیث کی طرف رجوع نہیں کرتے جہاں کو ہمیں آتا ہے اور جہاں ہمیں چاہتا ہے اسے دین بھی داخل کر لیتے ہیں۔ انفس الاکبر کہنا کہ یہ عمل قرآن وحدیث سے ثابت نہیں لیکن وہ ہمارا دین بھی ہے، جہت ہے۔ سنتوں پر چلنے سے ان کے دل خوش نہیں ہوتے۔ بدعتیں ان کے اندر رنج نہیں پہنچاتی ہیں۔ ان بدعتوں کی وجہ سے بہت سے گھر نے آواز میں آجاتے ہیں۔

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرشتہ فرمایا کہ میری امت پر ضرور ایسا زمانہ آئے گا جیسا کہ اسرائیلی پر آیا تھا (پہلی طرح ان کے صحابین قتل کریں گے) جیسا کہ ایک جتنا دوسرے جتنا کے موافق بنایا جاتا ہے حتیٰ کہ اگر کوئی اسرائیلی میں سے کسی نے اپنی ماں سے علاوہ نہ کیا تھا تو میری امت میں سے بھی ایسے لوگ ہوں گے جو جیسا کریں گے۔ (بخاری و ابوداؤد)

کئی اسرائیلی کے معذرتے ہو گئے تھے اور میری امت صحابہ فراقوں میں روت جائے گی۔ یہ سب فراتے و درخ میں ہوں گے۔ سوائے ایک ملت کے! صحابہؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ! دولت کوئی سی ہے جو جنت والی ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا انا اعلم علیہ و انصفہ یعنی لا کہ جس ملت اور ان میں اور میرے صحابہ میں اور جنت والی ہے (ابوداؤد و ترمذی)

کی شرعی کمزوریوں کو اس طرح کی کتابوں سے نکال کر اچھا کرتے ہیں (تجربہ کار علمی و دینیات ہے خدا ہوئی ہیں)

فَصَاحِرْهُمْ اَلِیَّ اَللّٰهُ ثُمَّ یَنۡتَهِمُ مِمَّا كَانُوۡا یُفۡسِقُوۡنَ ۝۵ (اٹکا سناں اس ہڈی کے حوالے سے وہ انہیں جتنا سے گا جو کام ہو کرتے تھے) فَاَعَدُوْا بعض لوگ جنہیں قرآن وحدیث کا علم نہیں اور استناد و استحکام کی شرعی ضرورت سے ناواقف ہیں وہ لوگ خدا رب کے چاروں مذہبوں کو چار فرماتے تھے ہیں اور اپنی حیالت سے ان مذاہب کے سامنے دلوں کو انہیں بھڑکاتے ہیں جو گمراہ ہیں حالانکہ وہ انہیں ہے۔ اگر خدا رب کے مقلدین میں ایک ہی فرقہ ہیں اور ایک ہی جماعت ہیں اور اسی ہوتے آہیں میں ایک دوسرے کے امام کا وہ ہے۔ ہر فرقہ میں ایک مذہب کے مقلد ہیں دوسرے مذہب کے ملائکہ اور وہ اللہ علیہ السلام کے ساتھ یا کرتے ہیں۔ ان میں اعتقاد و بات میں اختلاف نہیں فرقی مسائل میں اختلاف ہے چونکہ یہ اختلاف صحابہ میں بھی تھا اس لئے نبوت پانے والی جماعت (جس کے بارے میں خدا انا علیہ الصلوٰۃ والسلام فرمایا) اس سے خارج نہیں ہیں۔ کتاب اللہ اور حدیث رسول اللہ بھی کی رہی کرتے تھے اور صحابہ کرام کے طریق کو اپنانے والے اور مذاہب اور یہی کے جنہیں دہے ہیں اور ہیں۔

مَنْ جَاءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهُ عَشْرُ اَمْثَالِهَا، وَ مَنْ جَاءَ بِالسَّيِّئَةِ فَلَا يُجْزَى اِلَّا

بِهَا ۝۱۰ (جس نے کسی نیک عمل کے لیے دس امثال کا کام کرے تو اسے صرف اس کے برابر ہی

مِلَّالَهَا وَهُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ ۝۱۱)

مزا ملے گی۔ دس دکان پر ہر گناہ کو۔

ایک نیک عمل پر کم از کم دس نیکوں کا ثواب ملتا ہے

اس آیت میں نیکوں کی جزا اور برائیوں کی سزا کا قانون بتایا ہے اللہ تعالیٰ رحم ہاں مہین ہے اس نے اپنے بندوں پر یہ کرم فرمایا کہ ایک نیک کرنے پر اس بھی کم از کم دس نیکوں کے ثواب دینے کا وعدہ فرمایا ہے اور اپنی کتاب میں اس کا احکام عام فرمایا ہے اور جو شخص کوئی گناہ کرے تو اس میں اضافہ نہیں ہے بلکہ ایک گناہ پر ایک ہی گناہ کی سزا ملے گی۔

پھر یہ کوئی ضروری نہیں کہ گناہ پر سزا ہی جائے تو یہ استغفار سے بھی گناہ معاف ہوتے ہیں اور نیکوں سے بھی معاف ہوتے رہتے ہیں۔ اور نیک کا جو دس گناہ کا ثواب بتایا ہے یہ کم سے کم ہے اس سے زیادہ بھی ثواب ملتا ہے۔

سورہ بقرہ میں (کو بخ ۳۰) اللہ کی راہ میں شہید کرنے والوں کا ثواب بتاتے ہوئے اور شہداء کا ان کی ایسی مثال ہے جیسے ایک دانہ ہوا اس دانہ سے سات دانے نکلتے ہیں اور ہر دانہ میں سو دانے ہیں پھر آخر میں وَاللّٰهُ تَعَزَّیٰزٌ لِّغَنِّ نَبَاتًا فرمایا کہ اللہ تعالیٰ جس کے لیے چاہتا ہے چند روپے اضافہ فرماتا ہے اس سے معلوم ہوا کہ سات سو پر بھی محضر نہیں اس سے زیادہ بھی اللہ تعالیٰ جس کے لیے چاہتا ہے اضافہ فرماتا ہے جس کا وہ صاحب ہے مگر یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اور شہداء فرمایا کہ جس نے اللہ کی راہ میں لڑ چکا یا شہید ہو چکا ہے مگر یہی میں رہا تو اسے جو دس کم کے بدلہ سات سو دس کا ثواب ملے گا پھر جس نے اپنی جان سے اللہ کی راہ میں قربان کیا اور اللہ کی رضا کے لیے جان فدا کیا اس کے لیے جو دس کم کے بدلہ سات سو دس کا ثواب ہو گا پھر آپ نے آیت کریمہ وَاللّٰهُ تَعَزَّیٰزٌ لِّغَنِّ نَبَاتًا تلاوت فرمائی۔ (رواہ ابن ماجہ)

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے انھیں اور برائیوں (کے قانون) کو لکھ دیا ہے۔ جو شخص کسی سنگی کا ارادہ کرے اور اسے ذکر اللہ تعالیٰ اس کے لیے اپنے پاس سے ایک پیرنی نکلی لکھ دیتا ہے اور اگر وہ کرنے کے بعد اس سنگی کو بھی کر لیا تو اللہ تعالیٰ اپنے پاس سے اس بھی وہی سنگی پاس سے لے گا (بلکہ اس سے بھی زیادہ چند و چند کرے گا)۔ جب اس اگر کوئی شخص کسی برائی کا ارادہ کرتا ہے اور وہ (اللہ کے در سے) چھوڑ دیتا ہے اور اپنے ارادہ پر عمل نہیں کرتا تو اللہ تعالیٰ اس کے لیے ایک سنگی لکھ دیتا ہے اور اگر برائی کا ارادہ کرنے کے بعد اس پر عمل بھی کر لیا تو اللہ تعالیٰ اس کے لیے ایک سنگی لکھ دیتا ہے۔ (رواہ البخاری ص ۹۰ و مسلم ص ۷۷ ج ۱)

دوسری روایت میں ہے کہ جب کوئی کاردار کر کے چھوڑ دیتا ہے اور گناہ کو نہیں کرتا تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: **ثُمَّ لَنُفِخَنَّ فِي الصُّرُوفِ نَفْخًا مِّنْ غَيْرِهَا** یعنی اس کے گناہ چھوڑنے کی وجہ سے سنگی کسی کی کیونکہ اس نے گناہ میری وجہ سے چھوڑا ہے۔ (رواہ مسلم ص ۷۷ ج ۱)

قُلْ إِنَّمَا حَرَّمَ رَبِّيَ الْفَوَاحِشَ مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَالْمُنكَرَ وَالْمُنْفَرِقَ ۚ وَبِذَلِكَ أَتَّبَعْتُ
آپ! (وہ) دیکھتے کہ بلاشبہ میرے رب نے مجھے سوئے راست کی جاہت دی ہے یہ حکم دینے سے جو ابھرنے کی حالت ہے جو حق کی راہ

وَمَا كَانَ مِنَ الْمُشْرِكِينَ ۝ قُلْ إِن صَلَّيْتُ وَكُنْتُ وَمَتَّعِي وَصَلَّيْتُ لِلَّهِ رَبِّ
القدر کرنے والا تو اور ترک کرنے والوں میں سے لفظ: آپ! فرمائیے کہ بلاشبہ میری لہذا اور میری سب عبادتیں اور میرا جہاں اور میرا سب اللہ ہی

الْعَالَمِينَ ۝ لَا شَرِيكَ لَهُ ۚ وَبِذَلِكَ أُمِرْتُ وَأَنَا أَوَّلُ الْمُسْلِمِينَ ۝

کے لیے ہے جس کا کوئی شریک نہیں۔ اور مجھے بھی اسی کا حکم دیا گیا ہے اور میں نے اپنے دلوں میں سب سے پہلے اس پر ایمان لیا۔

میری سب عبادتیں اور میرا جہاں سب اللہ ہی کے لیے ہے

شریکین کی تردید فرمانے کے بعد اللہ جل شانہ نے ہی اکرم ﷺ کو خطاب فرمایا کہ آپ اپنے بارے میں ان لوگوں کو بتادیں کہ میرے رب نے مجھے جاہت دی ہے میرا ارادہ بتا دیا ہے اور مجھے اسی پر چلا دیا ہے۔ یہ میرا ارادہ ہے مشرکوں میں سے حکم ملت ہے اور اسی ملت پر ایمان علیہ السلام بھی تھے اور تمام دینوں سے کٹ کر تو حید کی کا اختیار رکھتے ہوئے تھے اور حید کی کی دعوت دیتے تھے (اس میں مشرکین پر قہر بھی ہے کیونکہ وہ بھی ملت ابراہیم کے دعوے دار تھے لیکن شرک میں لقمہ تھے۔ حالانکہ ابراہیم علیہ السلام سچے مشرک نہیں تھے)۔

اس کے بعد اس جاہت کی تحصیل بیان فرمائی۔ جس سے اللہ تعالیٰ نے خاتم النبین ﷺ کو اذنا ہے اور فرمایا۔

قُلْ إِن صَلَّيْتُ وَكُنْتُ وَمَتَّعِي وَصَلَّيْتُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ ۝ لَا شَرِيكَ لَهُ کہ آپ یہ بھی فرمائیے کہ بلاشبہ میری تمام عبادتیں اور میرا جہاں سب اللہ ہی کے لیے ہے جو سب عبادتیں ہیں جس کا کوئی شریک نہیں۔

اس میں دو باتیں بتائی گئیں۔ اول یہ کہ ہر کام اللہ کی رضا کے لیے ہی کرنا چاہئے۔ دوم یہ کہ مومن کی زندگی بھی جتنی جلد رسالت بھی جتنی ہے۔ اللہ ہی کے لیے ہے اور اللہ ہی کے لیے سرے پہلی زندگی اللہ کے احکام کی پابندی میں گزارے اور فرائض و واجبات کے ساتھ بھی انہیں کاموں میں لگائے جن سے اللہ کا قرب حاصل ہوتا ہے۔ اور جب مرنے لگا تو ایمان ہی پر مرنے کی پوسٹ چننی ہو جائے گی

کیونکہ موت ہی افریقائی فتنوں کے درمیان حاکم ہے۔ جب نو مسلم بھروسہ موت کی ملی سے پار ہو جائے اس کے لیے فخریٰ خیر ہے۔ اُن
 ۱۰ مسلمانوں کی گواہی کہ وہ کسی جہاد شریعی میں شریک ہو گیا اور دشمنانِ دین کے ہاتھوں شہید ہو گیا تو شہادت کی وجہ سے اس کی
 موت اللہ عزوجل کے ہاتھوں سے ہو جائے گی۔

جو مومن بندہ اعلیٰ صوف اور زندگی کو جتنی کجی اور اپنے عقائد کو کچھ جاننے اور تحقیق زندگی کو کھانچا نہ کرے۔ مومن اپنا سب کچھ جان اور اس افواج و طاقت اور اپنی صوف اندھی کی، خدا کے لیے لڑتی کرے کیے کھانا لڑبہ لڑبہ لڑبہ ہے پروردگار ہے اس کا حال اس سے بہت زیادہ ہے کہ قہودہ کی زندگی اس کی اور میں لڑتی ہو جائے۔

وہدلت امرٹ واماؤن ففنفنفن ۵۰ لہر جیجی ای کا ٹم ۲۰ سے ہر سب سے پہلا خبردار ہوں۔ یہ لایٹ اس سٹ کے اعتبار سے ہے لیکن میں سوجوہ میں جو آلام سے سب سے پہلا سسٹم ہوں اس بات کو قوی کا خبردار ہوں۔

دیکر حضرت انبیاء علیہم السلام بھی اپنی اپنی امتوں میں سب سے پہلے تسلیم فرما دیتے تھے۔ وہ خدا کا نیک بندہ تھا۔

حضرت مولیٰ علیہ السلام نے ارکاہ و ہودہ کی میں میں عرض کیا تھا **سُبْحَانَكَ كُنْتَ الْبَاقِ وَالْأَوَّلُ الْمُسْلِمِينَ** اور جب اس کی وجہ سے کہہ کر نبی ایمان لائے گا اور اپنی اہلی ہوئی شریعت پر عمل کرنے کا تکلف دینا عقائد اور امت کی سب سے ایمان اور اولوں میں سے اولیت حاصل ہوئی تھی اگر اپنی کی دعا میں بھی آیت ہلا کے اتفاقاً ظن ضروری ہے کہ اگر **الْمُسْلِمِينَ** تک دہرایا ہوئے ہیں لیکن اس میں اولوں **المسلمین** نہیں بلکہ **بنی المسلمین** ہے۔ چنانچہ سب کو دعا کی تعلیم دینا عقائد و قرآنی کے دقت پر موقوف تھا اس لیے **اولی المسلمین** کی بجائے خود بھی **وَالْأَوَّلُ مِنَ الْمُسْلِمِينَ** (کنز الدقائق ص ۱۸۵)

الشکرم ، وانصبر بالمعسر بالفقر واعلم من العسر ویقال (یَسْلُوْکُمْ) ای بعضکم بعض ، ثم هو لهم فقال (وَأَن تِلْكَ سَرَایِعُ الْعُقَابِ) لمن عصاه ، (وَأَن تِلْكَ لَفُزُوزٌ وَحِیْمٌ) لمن اطاعه ، وقال (تَسْرِیْعُ الْعُقَابِ) ومع وصفه سبحانه بالامهال ومع ان عقاب النافر فی الاخرة ، لان کل انت قریب فهو سریع علی هذا ، کما قال تعالیٰ : وما انتر الساعه الا کحلیف البصر اَوْ هُوَ الْوَرُبُ وقال : (وَنُزُوْدَةٌ نُّعِیْدُا وَنُزُوْدٌ قَرِیْبٌ) "ویسکون ابداً سریع العقاب لمن استحقه فی دار الدنيا فیکون تحفیظاً للمواقع العظیمة علی هذه الجهة ، والله اعلم . (علامہ قرطبی) ان تفسیر میں فرماتے ہیں :
 عند تعالیٰ نے ارشاد فرمایا : وَهُوَ الَّذِیْ جَعَلَکُمْ خَلْفَ الْأَوَّلِ اس میں خلافت جمع ہے خلیفہ کی جیسا کہ بحر الومع ہے بحر جمعہ کی اور ہر دو ہر ایک کے گنہگار ہونے کے وہ خلیفہ ہے۔ مطلب یہ تھا کہ اللہ تعالیٰ نے تمہیں کچھل احوں کا خلیفہ اور سابقہ زمانوں کا
 پیش رو بنادیا اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا : وَوَضَعَ بَيْنَکُمْ خَلْفَکُمْ حُزُقَیْنِ اور تم میں سے بعض کا بعض پر ہند کی جتنی عقل میں روزی میں تقویٰ اور
 صلاحیت میں اور علم افضل میں کٹوز جنت صرف تم کے مذہب ہونے کی وجہ سے محبوب ہے یعنی الیہ جاوے "یَسْلُوْکُمْ" کیا نام کی ہے
 سے محبوب اور اتحاد کا معنی اسکا ہے یعنی تاکتم سے وہ اعمال کا پیر کر دے جن کا انجام نامیام یا سرا ہے اور اللہ تعالیٰ تو اس طرح کہہ کر
 کر کے ہم حاصل کرنے سے نفی ہے۔ جس کا اللہ تعالیٰ نے فرمایا : وَأَن تِلْكَ سَرَایِعُ الْعُقَابِ اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا : وَأَن تِلْكَ سَرَایِعُ الْعُقَابِ
 ہے ہر صریح سے کیا اور اس سے ہر محبوب ہے اور بعض نے کہا "یَسْلُوْکُمْ" کا مطلب یہ ہے تمہیں ایک دوسرے سے کداریا نہ کیں۔
 پھر اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ یہ ایک جگہ میرا پ جلدی سر ہوئے اور ہے ، فرمائی کرنے والے کو اور وہ خَفُوزٌ وَحِیْمٌ ہے اس کے لیے جس
 نے اس کی اطاعت کی اور ہر دو ہر ایک کی معیت ہلے ہا بھی ہے ہر سر آفرست میں ہوگی فرمایا جلدی سر ہوئے اور ہے ، فرمائی کرنے
 آنے والی قریب ہوتی ہے اور وہ اس طرح جلدی تانے وال ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا : وَأَن تِلْكَ سَرَایِعُ الْعُقَابِ اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا : وَأَن تِلْكَ سَرَایِعُ الْعُقَابِ
أَوْ هُوَ الْوَرُبُ اور تم سے کداریا نہ کیں اس کے لیے جس نے فرمایا : وَأَن تِلْكَ سَرَایِعُ الْعُقَابِ اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا : وَأَن تِلْكَ سَرَایِعُ الْعُقَابِ
 اسے اور کچھ میں حال کداریا نہ کیں اس کے لیے جس نے فرمایا : وَأَن تِلْكَ سَرَایِعُ الْعُقَابِ اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا : وَأَن تِلْكَ سَرَایِعُ الْعُقَابِ
 سے گنہگار کے واقع کے لیے یہ جملہ ممکن ہے۔

وقال صاحب الروح ص ۱۷ ج ۵ : وَهُوَ الَّذِیْ جَعَلَکُمْ خَلْفَ الْأَوَّلِ ای یخلف بعضکم بعضاً کلمتا
 معنی قرن جہاد قرن حتی تقوم الساعة ولا یکون ذالک الا من عالم مدبر ، والی هذا ذهب الحسن او
 جعلکم خلفاء اللہ تعالیٰ فی ارضہ تصرفون فیها کما قبل ، والخطاب علیہما عام وقیل : الخطاب لهذا
 الأمة ، وروی ذالک عن السدی ای جعلکم خلفاء الامم السالفة (وَوَضَعَ بَيْنَکُمْ خَلْفَکُمْ حُزُقَیْنِ) بعضی علی الفضل
 والمغنی کما روی عن مقاتل (ذُرُجَاتٍ) کثیرة متفاوتة (لِیَسْلُوْکُمْ فِیْ مَا تَلْکُمْ) ای لیجعلکم معاملة من
 یسلیکم لیظهر ما فاعملون مما یرضیہ وما لا یرضیہ وَأَن تِلْكَ سَرَایِعُ الْعُقَابِ (تجريد الخطاب لرسول اللہ صلی اللہ علیہ
 وسلم مع اصناف اسم الرب الیہ علیہ الصلوٰۃ والسلام لا یراز مزید اللطف بہ صلی اللہ علیہ وسلم) (سرابع
 العقاب) ای عقابہ سبحانه الاخری سریع الامان لمن لم یراع حقوق ما آتاه لان کل انت قریب ، او سریع
 السلام عند اوداه لعالیہ سبحانه عن استعمال السبای والالام احد (صاحب روح البوی) فرماتے ہیں : وَهُوَ الَّذِیْ
جَعَلَکُمْ خَلْفَ الْأَوَّلِ یعنی تم میں سے بعض کا بعض کی خلیفہ بناتے ہیں۔ جب ایک اور گنہگار ہے اور آج ہے یہاں تک کہ
 فراموش آج کے گنہگار یہ ایک صاحب علم اور صاحب تدبیر کی طرف سے ہی ہوا ہے۔ حضرت حسن کی کیا رائے ہے۔ یا یہ مطلب
 ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تمہیں دین میں خلیفہ بنایا ہے جس میں صرف کرتے ہو جیسا کہ بعض نے کہا کہ دونوں خطاب عام ہے۔ بعض نے

کہا خطاب اس امت سے ہے اور حضرت موسیٰ سے مروی ہے یعنی تمہیں گزشتہ امتوں کا حلیہ دیا اور بعض کی بعض پر فضیلت و فوقیالی میں بشری مطاف ربی سے جہاں حضرت متاعی سے مروی ہے جو حجت صہبت سارے خلف درجوں میں "تَسْتَوُونَ تَحْتَهُ فَنَ قَا اَنْجَمَ" یعنی قہر سے ساتھ آزمائش کا ماحول کرے کہ دیکھے تم اس کو راضی کرنے والے کام کرتے ہو یا راضی کرنے والے "فَوَیْ زَیْلَقَ" عرب کی اذیت کر کے حاضر حضور بھیجے کو خطاب کرنا آپ بھیجے کو عربی اذیت سے لڑانے کی طرف اشارہ ہے۔ "تَسْتَوُونَ اَلْجَلَابَ" یعنی اللہ تعالیٰ کی اطاعت کی طرف اشارہ ہے جس نے اس کی طرف سے خطہ اہل انعام کے حقوق ادا نہ کئے۔ کیونکہ یہ آنے والی چیز قریب ہے، یا یہ مطلب ہے کہ اللہ تعالیٰ جب ارادہ فرماتے ہیں تو وہ بہت جلدی سے تمام ہونے والا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ اسباب و آلات کے استعمال کی بقائی سے پاک ہیں۔

فَاَعَدَّ..... دیا جس جو اللہ تعالیٰ نے فرق مراتب رکھا ہے اس کا ایک نمونہ ہے کہ جس کسی کے پاس کوئی نعمت ہے وہ اس نعمت پر شکر ادا کرے اور جو اس سے کم مشیت کے لوگ ہیں ان کو دیکھ کر حضرت حاصل کریں اور بار بار مراقبہ کریں کہ اگر اللہ تعالیٰ چاہتا تو ہمیں مخلوق سے بے اختیار راجع اور انکار و جہاد دیتا اگر اس طرح غور کریں گے تو نہ صرف اہل کفر و کفر جہاد میں گمراہی کریں گے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جب تم میں سے کوئی شخص ایسے شخص کو دیکھے جو مال اور عقل و صورت میں اس سے زیادہ کرے تو اس کو بھی دیکھے کہ اس سے کم ہے۔ (مسند ابی داؤد ج ۱ ص ۱۰۷) اور ایک روایت میں ہے کہ آپ نے فرمایا تم اس کو دیکھو جو تم سے کم ہے اور اس کو نہ دیکھو جو تم سے زیادہ ہے یا کہ گئے تو تم پر جو اللہ تعالیٰ کی نعمتیں ہیں ان کو اختیار نہ جانو گے۔ (ابو مسلم ج ۲ ص ۱۵)

اور ایک حدیث میں ہیں ہے کہ جس شخص میں وہ باتیں ہوں گی اللہ تعالیٰ اسے مبارک اور شاکر نگہ دے گا۔ دین میں اسے دیکھے جس سے زیادہ کرے مگر اس کا اللہ ارادہ اور ناپائیدار دیکھے جس سے کمتر ہو مگر اللہ کی حمد و ثناء کرے کہ اللہ نے اسے اس شخص پر فضیلت دی ہے، ایسے شخص کو اللہ شاکر اور مبارک نگہ دے گا۔ اور جس نے اپنے دن میں اپنے شخص کو دیکھا تو اس سے کم ہے اور ناپائیدار دیکھا ہو اس سے زیادہ کرے مگر اس بات سے بے دریغ ہو کہ ناپائیدار دیکھا تو ان کی طاقت اللہ سے نہ شاکر دیکھے گا اور نہ مبارک دیکھے گا۔ (مسند ابی داؤد ج ۱ ص ۱۰۷)

وَلَقَدْ تَمَّ تَفْسِيرُ سُورَةِ الْاِنْعَامِ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ اَوَّلًا وَآخِرًا وَبَاطِنًا وَظَاهِرًا

کئی

سورۃ الاحزاب

۲۰۶ آیتیں ۴۳ رکوع

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ ﴿۱﴾

۱۔ بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ اے اللہ تعالیٰ میں تو رحیم و رحیم ہے۔

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ ﴿۲﴾

۲۔ بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ اے اللہ تعالیٰ میں تو رحیم و رحیم ہے۔

اتَّقِ اللَّهَ ۖ إِنَّكَ فِي صَدْرِكَ حَرَجٌ مِّنْهُ لِيُنذِرَ بِهِ ۖ وَذِكْرَىٰ

للمُؤْمِنِينَ ۝ اِتَّبِعُوا مَا أُنْزِلَ إِلَيْكُم مِّن رَّبِّكُمْ وَلَا تَتَّبِعُوا مِن دُونِهِ أَوْلِيَاءَ ۚ

وَلْيَا أُولِي الْأَرْبَابِ إِنِّي لَأَعْلَمُ أَلْبَسَ ۚ

وَلْيَا أُولِي الْأَرْبَابِ إِنِّي لَأَعْلَمُ أَلْبَسَ ۚ

وَلْيَا أُولِي الْأَرْبَابِ إِنِّي لَأَعْلَمُ أَلْبَسَ ۚ

وَلْيَا أُولِي الْأَرْبَابِ إِنِّي لَأَعْلَمُ أَلْبَسَ ۚ

وَلْيَا أُولِي الْأَرْبَابِ إِنِّي لَأَعْلَمُ أَلْبَسَ ۚ

فَمَا كَانَ دَعْوَاهُمْ إِذْ جَاءَهُمْ بِآيَاتِنَا إِلَّا أَن قَالُوا إِنَّا ظَالِمِينَ ۝

۱۔ اے اللہ تعالیٰ میں تو رحیم و رحیم ہے۔ اے اللہ تعالیٰ میں تو رحیم و رحیم ہے۔

یہ کتاب مومنین کے لیے نصیحت ہے

ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ آپ کی طرف سے کتاب نازل کی گئی ہے تاکہ آپ اپنے ذمہ داروں کو ڈرامیں، ایمان کی دعوت

دیں، اور جو لوگ نہ ایمان لائیں ان کو بتائیں کہ اس کتاب پر ایمان لانے سے خطاب میں جتنا ہوں گے مگر جو حق پر ہیں وہی کہیں گے۔

اسی صفحہ کے حوالے سے کتاب کے بیان میں فرمایا گیا ہے کہ جو کچھ آپ کی دعوت کا جو کچھ آپ سے متعلق کریں اس کی آپ ڈراما

پر ایمان کریں آپ اپنا کام کرتے رہیں۔ اس کے بعد لوگوں سے خطاب فرمایا کہ جو کچھ تمہاری طرف تمہارے سب کے کھڑے سے نازل

ہو اسے اس کا اتباع کرو اور اپنے رب کو چھوڑ کر دوسرے لوگوں کو دینا نہ کرو۔ تمہارے سامنے ہدایت کی باتیں آتی ہیں مگر تمہارا حال یہ

ہے کہ تم نصیحت حاصل کرتے ہو۔

پھر فرمایا کہ تم نے بہت سی باتیں کہہ چکی ہو مگر تمہاری بات کے وقت میں آنا اور بعض کے پاس ایسے وقت خطاب پہنچنا

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت عائشہ سے روایت فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا (قیامت کے روز) کافروں پر ایک فرشتہ مقرر ہو گا (انہیں وزن کرنے کے لیے) انہیں اس قیامت کے پاس لائے جاتے ہیں گے، جو ان کے گناہوں کے باروں جڑوں کے درمیان تھرا رہا جائے گا۔ پس اگر اس کے قتل بھاری ہوئے تو وہ ہلڑیا کی مانند ہوتے ہیں۔ پھر اگر اس کو بے گناہت ماری مخلوق سے کسی کھانا بخش کے لئے سعادت مند ہو گیا۔ پس اس کے بعد چار نصیب ہو گا اور اس کے قتل بلکہ جہاد ہلڑیا کی مانند آواز سے بھرا کر اس کو بے گناہت ماری مخلوق سے کسی کھانا بخش کے لیے مامور ہو گیا۔ اب کبھی اس کے بعد خوش نصیب نہ ہو گا۔ (التحذیب ج ۲ ص ۳۴۵ ذیل ترقی)

حضرت شاہ عبدالغفار صاحب موضح القرآن میں لکھتے ہیں کہ ہر شخص کے عمل وزن کے موافق کھئے جاتے ہیں ایک ہی کام ہے اگر اعمال و محنت سے ہم شرعی کے موافق کیا ہو، رمل کیا تو اس کا وزن جڑ کا ہو گا اور رکھوے یا رسل کو کیا یا موائی حکم کیا یا مالکانے پر نہ کیا تو وزن گھٹ گیا آخرت میں وہ کاغذ تھیں گے جس کے ایک کام بھاری ہوئے تو رمانوں سے روگذا رہا اور (جس کے چھک کام) بکھے ہوئے تو پکڑا گیا۔

بعض علماء نے فرمایا کہ قیامت کے روز اعمال کو ختم دے کر حاضر کیا جائے گا اور یہ ہم نہیں گے اور ان جسموں کے وزنوں کے پکاوا بھاری ہوئے پر فیصلے ہوں گے۔ کاغذوں کا کھنچا یا اعمال کو ختم دے کر تو لا جا یا ہو نہیں ہے اور اعمال کو بغیر وزن دے کر بھی قتل دیا بھی قادر مطلق کی قدرت سے باہر نہیں ہے۔

آج جبکہ سائنس کا دور ہے اور ایسا آلات روز افزوں ترقی پر ہیں اعمال کا قتل میں آ جانا بالکل کچھ نیا آ جا ہے۔ یہ عاجز بندے جن کو اللہ جل جلالہ و علوہ نے یہ نعمتی ہی کی بھاری ہے کہ ہر ماہ کے ذریعے ہم کی خدمت کی مقدار بتا دیتے ہیں اور اس طرح کے بہت سے آلات ہیں جو اجسام کے علاوہ دوسری چیزوں کی مقدار معلوم کرنے کے لیے بنائے گئے ہیں تو اس وعدہ الاثر پر یہ کی قدرت سے یہ کیسے باہر مانا جائے کہ قتل میں نہ آسکیں۔ شاید کسی کو یہ شبہ ہو کہ اعمال تو کسی وجود نہیں رکھتے اور جو کسی نے کے ساتھ ہی نہ ہوتے رہتے ہیں پھر آخرت میں کیونکر قیامت میں آسکیں گے؟ اس شبہ کی موجودہ دور میں کوئی حیثیت نہیں رہی کیونکہ اب تو خلیہ و چین اور وی ای آر نے بتا دیا کہ حرکات و سکنات اور آواز کو پکڑا گیا جا سکتا ہے جب اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کے اختراع و کمالات اور حرکات و سکنات کو گرفت میں لاکر انہیں کرنے اور پکڑا میں لائے کی طاقت دی ہے تو وہ خود اس پر ضرور قادر ہے کہ اپنی مخلوق کے اعمال و افعال کا مکمل پکڑا دے اور رکھے۔ جس میں سے ایک بار وہ ہلڑیا کی قیامت کے روز کسی طور پر قیامت کے روز ان کا وزن سب کے سامنے میں اور ظاہر ہو جائے تو جس قدر

اللہ تَعَالٰی نَفْسًا حَسَنَةً دَاخِلُ الْفَنَاءِ يُرِیْهِ الْجَنَّةَ ۝

صاحب ظہیر مظہری علامہ سیوطی سے نقل فرماتے ہیں کہ اہل علم کا اس میں اختلاف ہے کہ مؤمنین کے اعمال کا صرف وزن ہو گا یا کافروں کے اعمال بھی تولے جائیں گے؟ ایک جماعت کا کہنا ہے کہ صرف مؤمنین کے اعمال تولے جائیں گے (کیونکہ) کافروں کی نیکیاں تو اکارت جائیں گی۔ پھر جب تنگی کے پڑو میں رکھنے کے لیے کچھ دیا تو ایک پڑا سے کیا تو لا جائے گا اس جماعت نے فقہاء

لَقَدْ نَعِمْتَ یَوْمَ الْجُمُعَةِ ۝ وَرَأٰنَا ۝ سے استدلال کیا ہے۔

دوسری جماعت کہتی ہے کہ کفار کے اعمال بھی تولے جائیں گے (کیونکہ وہ بے وزن نہیں گے ان کا استدلال آیت وَفَسَنُخِفُّنَ مَوَازِیْنَهُ فَوَلَّوْا کُلَّ الْاَلَمِیْنِ عَسِرَ وَ اَلْفَسْنَهُمْ فَمِنْ عَقَبْتُمْ مَعِلُّوْنَ سے ہے اور جن کی قتل بھی تلی سو یہ دواک ہیں جو ہر شخص اپنی جان

یاد رکھنا کہ اگر آپ ان کے ناموں کا دورہ کرتے ہیں تو غیر ذالک اس قسم کے کام بھی آپ کو مل سکتے ہیں۔

سلاوا اور خلیجی جو جڑی بڑی یا خضیں کرتے ہیں اور کچھ اور کے کھس کو کاتے ہیں اور یہ وہ خضای کے دھب اور پارسی جو کھس کے خیال سے شادی نہیں کرتے ان کے قسم کے تمام احوال یہ جو ہیں یہاں حضرت میں کھس کی وجہ سے کچھ پائیں گے۔ کافر کی شکایاں مرد ہیں۔ اور قیامت کے روز نکلیں سے خالی ہاتھ ہوں گے۔

پھر صاحبِ تعمیرِ مغربی آیت کے ان الفاظ کی ہماری تفسیر کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ پاپے معنی ہیں کہ ان (کاخروں) کے لیے تدارک و نصبِ حق کی جائے گی اور تو اپنے کا معاملہ ان کے ساتھ ہو ہی نہیں کیونکہ ان کے عمل و اہل و عیال کا گھر ہو جائے گی۔ لہذا سید محمد درغیاہی زوالہ نے حاکم کے۔

آیت کے الفاظ مذکورہ کے تفسیر میں معنی بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں باوجود معنی ہیں کہ اگرچہ اپنے جن اعمال کو نیک سمجھتے ہیں تو اس سے ترازو میں ان کا کچھ وزن نہ ملے گا (کیونکہ ان میں نیک کام کا وزن ہوگا جو ایمان کی بدولت سے شرف ملے گا) اس سے ان کے اعمال کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی رضا ہوگی کے لیے دنیا میں کیا کیا تھا۔

وَلَقَدْ مَكَّنَّاكُمْ فِي الْأَرْضِ وَجَعَلْنَا لَكُمْ فِيهَا مَعَايِشَ ۚ قَلِيلًا مَّا تَشْكُرُونَ ۝ وَلَقَدْ

اور جاپان میں نے مصیبت زدہ ممالک، بے گھر کی جنگوں اور ہم نے اہل علم کے لیے اہل علم کی زندگی کا سامنا کیا۔ کیا تم بہت کم فکر کروا کر لے ہو۔ اور جاپان میں لے

خَلَقَكُمْ ثُمَّ مَوْرَثَكُمْ كَمْ ثَلَا لِلْمَلَكَةِ اسْجُدُوا لِأَدَمَ فَسَجَدُوا إِلَّا إِبْلِيسَ

قصہیں بچا کا مار تھوڑی سی جگہ تھیں۔ مارم نے فرشتوں سے کہا کہ اُم کو بچہ کہ ۳۰ ماہوں نے بچہ کا ٹکڑا بھس نے

لَمْ يَكُنْ مِنَ السَّاجِدِينَ ﴿٥٠﴾ قَالَ مَا مَنَّكَ اَنْ تَسْجُدَ اِذْ اَمَرْتُكَ ؕ قَالَ اَنَا خَيْرٌ مِنْهُ ؕ

وہ کہہ کر اٹھیں اور ان کے ساتھ ساتھ چلے گئے۔

خَلَقْنِي مِنْ نَارٍ وَخَلَقْتَهُ مِنْ طِينٍ ۝ قَالَ فَأَمِيطْ مِنْهَا لَعَّا يَكُونُ لَكَ أَنْ تَكْفُرَ

اے آپ نے آگ سے پھانسی کا دریاں کو پھانسی کا پتھر ہے۔ فرمایا میں نے یہاں سے ۲۰۰ جے کوئی قتل نہیں کروں میں نگر کرے

فِيهَا فَاحْرُجْ إِنَّكَ مِنَ الصَّاعِقِينَ ۝ قَالَ أَنْظِرْنِي إِلَى يَوْمِ يُبْعَثُونَ ۝ قَالَ

سرتو کھل جا اے شک تو اہلہوں میں سے ہے۔ وہ کہنے لگا کہ مجھے اس میں شک پہلے ہی پہنچے جس میں لوگ اٹھنے جا کئے گئے۔ لڑا جاے شک تو

إِنَّكَ مِنَ الْمُنظَرِينَ ﴿٥٠﴾ قَالَ فِيمَا أُخِيتُنِي لَا قُودَ لَهُمْ صِرَاطَكَ

وہ لوگ جس سے عینیت ملے گی، کچھ اور ہے کہ آپ نے کچھ گروہ کا یہ مشن ضرور ان لوگوں کے لئے آپ کے سامنے رکھا

الْبُيُوتِ ۖ ثُمَّ لَأُقَاتِلَنَّهُمْ مِّنْ بَيْنِ أَيْدِيهِمْ وَأَمِنْ خَلْفِهِمْ وَعَنْ أَيْمَانِهِمْ وَعَنْ شَمَائِلِهِمْ ۚ وَلَا تَجِدُ أَكْثَرَهُمْ شَاكِرِينَ

[illegible]

الْخٰلِدِيْنَ ۝ وَ قٰسَمْتُهُمَا اِنِّیْ لَکُمَا لَوْنٌ التَّوْحِيْدِ ۝ فَذٰلِکُمَا یُعْزَرُوْنَ فَکَلَّمَا

ہلے ہو جاؤ گے، اور اس نے انکے سامنے قسم کوئی کہ بلاشبہ میں تبدیلی غیر غالی کرنے والوں میں سے ہوں، اور میں نے تم کو اس باتوں کو بچنے سے باز رکھا ہوں اور میں

ذٰاَاقَا الشَّجَرَةَ بِذٰلِکَ لَہُمَا سَوَآئِلُہُمَا وَطَلِقَا یَخْصِفٰنِ عَلَیْہِمَا مِنْ وَّرَیْقِ الْجَنِّ ۝ وَ نَادٰیہُمَا

لے اس درخت کو چھو لیا تو اس کی شرمگاہیں ظاہر ہو گئیں اور وہاں لہجہ موج جنت کے چپے ہوا کر اٹھنے لگے، اور میں وہاں کو اس نے

رَبِّہُمَا اَلَمْ اَنْہَکُمَا عَنْ تِلْکُمَا الشَّجَرَةِ وَ اَقُلْ لَّکُمَا اِنَّ الشَّیْطٰنَ لَکُمَا عَدُوٌّ شَیْنٌ ۝

اب نے پکارا کیا میں نے تمہیں ان درخت سے منع نہ کیا تھا اور کیا میں نے تم سے یہ نہ کہا تھا کہ بلاشبہ شیطان تم دونوں کا کھانا کھائے گا ہے،

قَالَ رَبَّنَا ظَلَمْنَا اَنْفُسَنَا عِندَ وَ اِنِّ لَکَ تَغْوِرُنَا وَ تَرْحَمُنَا لَنُکُوْنَنَّ مِنْ

اور وہاں کہنے لگے کہ اے ہمارے رب! ہم نے اپنی جانوں پر ظلم کیا اور اگر آپ ہماری مغفرت نہ فرمائی گے اور رحم نہ فرمایا گے تو ہم ہر دم ہوا کا رہیں

الْخٰیِرِیْنَ ۝ قَالَ اٰمِلُوْا بِعَمَلِکُمْ یَغْفِرْ عَدُوٌّ ۝ وَلَکُمْ فِی الْاَرْضِ مُسْتَقَرٌّ وَ مَتَاعٌ

میں سے ہو جائیگی گے، ارادہ تم ہر جہاں تم میں سے جملہ جہاں کے دشمنوں میں رہنے کی جگہ ہے، اور جلی حاصل

اِنِّیْ جَنِّیْ ۝ قَالَ فِیْہَا تَحْیٰوْنَ وَ فِیْہَا کُفُوْتُوْنَ وَ مِثْلُهَا تُخْرَجُوْنَ ۝

کہاں ایک جگہ نہ رہا تو اس میں بھی رہے گا اور اسی جگہ سے نکالے جاؤ گے۔

حضرت آدم اور ان کی بیوی کا جنت میں رہنا

اور شیطان کے درغلانے سے شجرہ ممنوعہ کو کھانا پھر وہاں سے دنیا میں اتارا جانا

شیطان تو سرور و دربار میں ہو کر نکلا گیا اور حضرت آدم علیہ السلام کو حکم ہوا کہ تم اپنی بیوی کے ساتھ جنت میں رہو اور غیب چارہ رک دو کہ

اس میں سے کھاؤ جس اتنی پسندی ہے کہ فلاں درخت کے پاس نہ جانا اس میں بھی کوئی خطر نہ لایا کہ تم کو کھانا تو لایا اس کے پاس بھی نہ جانا

اور تعالیٰ شانہ نے اس دونوں سے پہلے فرمایا تھا کہ اِنَّا نَمُرُّ بَیْنَٰکُمَا مِنْ حَذِّ غُلُوْطٍ ۝ وَ لَیْزُ جِلْدٍ ۝ لَہَا فَاَنْہَیْکُمَا مِنَ الْجَنَّةِ فَتَشْفٰی ۝

شیطان اس گھر میں تھا کہ غرور جنت سے نکلا ہی ہے ان کو بھی وہیں سے نکلائے چنانچہ وہاں تک میں نکلتا اور ان کے دلوں میں یہ حسرت ہوا

کہ اگر ہم کہیں اس درخت کے کھانے سے بچ کر لے لیا ہے اس کا سلی جب یہ جاس درخت میں سے ہو گئے کھانے کا وہ فرشتہ بن جانے

کا اور اسے یہاں ہمیشہ بنے کی بات ان کے سامنے دگئی وہ اس کی باتوں میں آگے اور قریب خود ہو کر اس درخت میں سے کھا

فرشتہ بن جانے کی اور ہمیشہ بننے کی بات ان کے سامنے دگئی وہ اس کی باتوں میں آگے اور قریب خود ہو کر اس درخت میں سے کھا

پہنچے، ابھی ٹھیک طرح سے کھانے لگا تھا نہ پائے تھے اس درخت کو چھوا ہی تھا کہ ان کے جسم سے پکڑے گئے اور ایک دوسرے کی

شرمگاہیں ظاہر ہو گئیں اپنی شرمگاہیں کو چھٹکنے کے لیے جنت کے چپے کے راسے جسوں پر جواز لے گئے (جن میں سے اسی وقت ظاہر ہو

گیا کہ یہاں ہمیشہ ہوتا کہ اس درخت کو کھا کر یہاں کے پکڑے تک جسم پر نہیں رہ سکتے کہ

جنت سے نکلے گا۔ اب حضرت آدم پہلے اسلام کی راہ سے خطاب ہو رہا ہے جس میں غلو و افراط نہ ہو نہ کفر کے اور نہ لادینہ کی طرف سے چمکنے ہیں۔

اوس کو تو آدم و حوا کو کھانا مل چکا تھا۔ انہی ایک بہت بڑی نعمت پر آدمی اور انعامت لباس ہے اس کو کھانا انزلیا ہے تبصر فرمایا اس کا بارہ رانی و غیرہ کھانے کا وسیلہ ہے مجھے غم نہ ہوئی آسمان سے بارش اترتی ہے ایسے ہی لباس کا بارہ نعمت تو ان کی حیثیت سے پیدا ہوتا ہے اگر وہ یہ اندر فرما لے تو نہ سے کہہ گئیں کہ نیک۔ پھر لباس کے کہہ داکہ سے بتائے۔ ہال ہی کہ وہ شرم کی بجائیں کوڑا جھانکا ہے اور دوسرا کھانا یہ بتایا کہ لباس سے انسان کی زینت حاصل ہوتی ہے اور اس کے بارے میں انسان حسین اور جمیل بن جاتا ہے۔

سورۃ نمل میں لباس کا کلام دیتا ہے اور شاہد فرمایا: وَعَصَلُوكُمُ لَكُمْ مِمَّا فِي بُطُونِ السَّحَابِ الْمَرْبُوعِ وَخَرَجُوا مِنْ بَيْنِ يَدَيْكُمْ فَانْظُرُوا کہ انہی نے تمہارے لیے ایسے کرتے بنائے جو گری سے تمہاری حفاظت کرتے ہیں اور ایسے کرتے بنائے جو تمہاری طرف سے تمہاری حفاظت کرتے ہیں۔ (علامہ نے فرمایا ہے کہ فِي بُطُونِ السَّحَابِ جو فرمایا ہے مکمل کفایت ہے یعنی گری کا ذکر فرمایا بلکہ سردی اس کے مقابلہ میں لے ایک کے ذکر کر کے اسے دوسرے کا ذکر بھی ہو گیا)۔

بعض حضرات نے فرمایا کہ سردی سے بچنے کا ذکر سورۃ نمل کے شروع میں فرمایا ہے وَلَقَدْ لَعَنَّاهُ : وَأَنَّا نَعْتَمُ خَلْقَهَا لَكُمْ قِيَمًا مَّقْدَرًا وَمِنْهَا مَا تَكْفُرُونَ اس نے دوسری جگہ ذکر کیا فرمایا ہر حال لباس اللہ تعالیٰ کی بڑی نعمت ہے اس سے سزا بھی جیتا ہے سردی گری سے بھی حفاظت ہوتی ہے اور اس کے ذریعہ انسان مسکین و غلیل بھی نفع پاتا ہے یہ لباس پہلے تو نوئی اور ان تک ہی منحصر تھا لیکن اب یہ بہت سی چیزوں سے بنایا جاتا ہے۔ یہ سب اشیا اور لباس اللہ تعالیٰ کی بڑی بڑی نعمتیں ہیں جن سے لباس بھی بنایا جاتا ہے اور دوسرے کاموں میں بھی آتی ہیں۔ جسم چھاننے والے لباس کی نعمت کا ذکر کرنا ہے کہ ہر ایک عظیم لباس کی طرف اللہ تعالیٰ اور شاہد فرمایا وَلَقَدْ آتَيْنَاكَ الْفُلْكَوَيْنَ وَاللَّيْلَ الْخَبِيرَ اور تو کوئی لباس پہن کر جرح ہے۔ کھڑی کتابوں سے بچنے کا کام ہے جو شخص کتابوں سے بچے اور اس میں صاف و لاف سے بھاڑا توڑی کرے عسکرات سے بچے۔ وہ شخص کھڑی رہا ہے انسان میں چھتے محبوب ہیں ان سے کھڑی بچا جاتا ہے فرائض و عسکرات سے اور کھتا ہے بے جا ہلی سے باز رکھتا ہے۔

جس میں کھڑی ہو گا اور سزا عطا کیے گی بھی کوشش کرے گا اور جس میں کھڑی نہیں وہ زینت کے لیے لباس پہنے گا لیکن سزا موت کا اس میں کوئی جہت نہ ہو گی لے کر دیکھا جاتا ہے کہ جن تو جس میں ایمان نہیں ان میں کھڑی بھی نہیں کھڑی نہیں تو سزا بھی کھائی جائے گی۔ حیا جانسان کا فطری انتظام ہے..... چونکہ کھڑی ہی سزا پائی کر داتا ہے اس لیے کھڑی کے لباس کی اہمیت جان لرائی۔ پہلے وہ بھی مضمون ہو چکا ہے کہ سزا جانک و انسانیت کا فطری انتظام ہے اس لیے کہ حضرت آدم اور عاقلہ اسلام نے جب شجر و سموع کھا اور ان کے جسم سے کپڑے کر گئے تو فوراً جنت کے بچے جہیز و سزا عطا کیے گئے جہانک و ان میں ایمان نہ تھے۔ شیطان کی بیعت یہ کوشش رہی ہے کہ انسانوں کو ان فرائض و عسکرات میں جھکا کر دے اور کھڑی پینٹنے کی ترغیب دے اس نے انہوں کے کلب کھلوایا دیکھے اور ایسے لباس روانہ کیے جس میں عریانیت ہے اور جن اعضا کو چھپانا چاہتے تھے ان کا بھار ہے اگر کسی کی کمی ہوئی تھی تو اس بات سے شرماتا ہے کہ اپنی سوسائٹی میں جاؤں گا تو کوکے پر بھیجے گئے کہ کھڑی کیسے کرتی ہوئی ہے اس کا ہر بھی غائب نہیں ہو رہا ہے۔ محمود کا مریا لباس جسے لباس اور بار یکساں لباس ہی ہے اپنی کافیت ہے جسے شیطان اور اس کے اہل کار و باغ دینے پر کمر بستہ ہوئے ہیں۔

باریک لباس جس سے جسم نظر آئے اس کا پھٹنا نہ پھٹنا بار ہے جو مرد و عورت ایسا لباس پہنے اور شرمناک گھٹن میں شمار ہے اور خاص

کر عورتوں کے لیے اس بارے میں ہمیدہ شدید ہوئی ہے۔

ان عورتوں کے لئے ولید جو کپڑا پہنے ہوئے بھی نکلی ہوں..... حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ وہ شخص اس عورت میں جس میں نے نہیں دیکھا (کیونکہ وہ میرے بعد ظاہر ہوں گے) کھول دو وہ لوگ جن کے پاس بظاہر کی طرف سے ان کے کپڑے ہوں گے ان سے ان کو بلا کر اس کے بعد دوسری جماعت ایسی عورتوں کی ہوگی جو کپڑے پہنے ہوئے بھی نکلی ہوں گی مردوں کا نکل کرنے والی اور خود ان کی طرف نکل ہونے والی ہوں گی۔ ان کے سر خوب بڑے بڑے اوتاروں کے کوبانوں کی طرح ہوں گے جو جھٹکے ہوئے ہوتے ہیں۔ یہ عورتیں نہ جنت میں داخل ہوں گی اور نہ اس کی خوشبو گھنسیں گی۔ (ابو داؤد مستدرک ۱۵۵)

اس حدیث میں ایسی عورتوں کے بارے میں واضح کوئی فرمائی جو کپڑے پہنے ہوئے ہوں گی بلکہ بھی نکلی ہوں گی یعنی ایسے ہر ایک کپڑے پہنے ہوئے ہوں گی جس سے کپڑے پہننے کا کادہ نہ ہو اور ایسا چست کپڑا ہو جس کی سادہت پر کس جانے یہ بھی ایک طرح سے نکالین ہے۔

عزیزاں! لباس کی مذمت..... نیز بدن پر کپڑا ہوتے ہوئے نکلے ہوئے کی ایک صورت یہ بھی ہے کہ بدن پر صرف قمیض اسما کپڑا ہو اور بدن کا بیشتر حصہ خصوصاً وہ اعضاء سکھلے جس میں کوئی اسما عورتیں پہناتی ہیں بہت سی عورتیں چھپ کر کسے بدین عورتوں کی تکلیف میں ایسا لباس میں باہر آ جاتی ہیں جو برائی والا لباس ہوتا ہے۔ کشنوں تک فراک جس میں آستین بھی نہیں پڑ لیاں نکلی سر پر پتہ نہیں اور فراک کا یہ کات کہ نصف کرہ نصف بدن نکھلا ہوا ہوتا ہے یہ سب برائی ہے۔

قرآن مجید میں قرآن کی ممت تاتے ہوئے ہوں فرمایا يَسْلُبُ الِغِيَارَ مِنْ مِّنْهُنَّ مَوَاطِئَهُنَّ اور یعنی ایسا لباس جو شرم کی جھجکیں کو ڈھانک دے اور نہ جنت ہو۔ اب نہ نکھلائے کہ نہ جنت سمجھا جاتا ہے اور نکلے پر ہونے کو نہ چھائی جاتی ہے۔ قرآن پر ایمان لانے والے مرد اور عورتیں غور کریں کہ قرآن کیا تاتا ہے اور ہم کیا کر رہے ہیں۔

اسلام میں ستر کے ڈھانکنے کی اس حد تک فرمائی ہے کہ عورتوں میں نکھرنے کی اجازت نہیں۔ سنن ترمذی میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ نکلے ہونے سے بچو کیونکہ تمہارے ساتھ ایسے افراد ہیں جو تم سے چاہیں گے ہوتے (یعنی لاشعۃ) لہذا تم ان سے شرم کرو۔ ان کا کراہ کر اب وہ بیت اللہ میں جانے کے وقت اور جب انسان اپنی بیوی کے پاس جائے اس وقت (بقدر ضرورت) اب رہو ہونے کی اجازت ہے۔ سنن ترمذی میں یہ بھی روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ قرآن میں شرم کی جگہ کی حفاظت کر۔ اے کیا پائی بیوی یا مولا (یعنی عدال انبیاء) سے استیلاج کے لیے استعمال کرنے۔ ایک صحابی نے عرض کیا یا رسول اللہ! اگر کوئی شخص عورتوں میں ہوتا شرم کی جگہ کو لے لے میں کیا عرض ہے اس پر آپ نے ارشاد فرمایا کہ اس کا زیادہ مستحق ہے۔ کہ اس سے شرم کیا جاوے۔

مرا کا مرد ہے اور عورت کا عورت ہے اور عورت کا بچہ عورتوں سے نکلا ہوا ہے اور مرد کا بچہ عورتوں سے نکلا ہوا ہے۔ یہ صحیح حدیث ہے کہ عورتیں مذکور ہیں۔ اور عورت کا عورتوں سے ہوا ہے اور سب کا معلوم ہی ہے۔

فرمایا وَاللَّيْلِ مِنَ الْاَيَّامِ لَعَلَّكُمْ يَتَذَكَّرُونَ کہ یہاں اس کا یہ امر ان کی نگاہوں میں سے ہے جن سے اللہ تعالیٰ کے فضل و عظیم اور کرم و رحم کا پتہ چلتا ہے لوگ اس میں غور کریں کہ اللہ کی نعمتوں کو بچان سکتے ہیں اور بصحت حاصل کر سکتے ہیں اس کے بعد نبی آدم کو کتبہ فرمایا کہ شیطان کے بہکانے میں نہ آنا اور شواہ ہے۔

نبی آدم کو بھیج کر شیطان کو کہہ دیا کہ اے آدم! لا یغویکم الشیطان (اے نبی آدم! بزرگ شیطان تمہیں گمراہی میں نہ دالے) اَلْحَقُّ اَخْرَجَ لَوْ نَحْنُ مِنْ الْجَنَّةِ (جیسا کہ اس نے تمہارے پاس کہہ دیا ہے کہ لا) یعنی ان سے کیا کام کرو گا جو ان کے جنت سے نکلے جائے گا۔ یہی سبب ہے کہ شیطان نے فرمایا اَلْحَقُّ اَخْرَجَ لَوْ نَحْنُ مِنْ الْجَنَّةِ (اور تمہارا وہاں سے نکلنا اس کا نہیں بلکہ وہاں سے نکل کر تمہیں اس میں نبی آدم (اور آدم) کو بھیجتا ہے) یعنی یہ کہ وہاں سے نکل کر تمہیں شیطان کے ہوا سے گمراہ کرے۔

قال صاحب الروح ص ۱۰۵ ج ۸ لان العلو افاض من حيث لا يرى كنان افق والوحي.

قال صاحب الروح ص ۱۰۵ ج ۸ لان العلو افاض من حيث لا يرى كنان افق والوحي.

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اللہ و آدم میں جو چیز بھی ہے اللہ کے وقت شیطان اسے پہناتا ہے اور وہ شیطان کے ہاتھ لگانے سے بچ جاتا ہے سوائے مریم اور اس کے بیٹے (یعنی علیہ السلام کے کہ وہ دونوں اس سے محفوظ رہے۔) (ابو داؤد، ترمذی، مسند احمد)

حضرت زید بن ارقم سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ قنظام حاجت کی چھتھیں (شیائیں میں سے) کے حاضر ہونے کی چھتھیں ہیں۔ اس لئے جب تم میں سے کوئی شخص قنظام حاجت کے لئے چاہے تو (مختصر قنظام سے) فن کلمات کے ساتھ (میں) دعا مانگے۔ غلطی و باطل میں الخیبت والختیاب (میں اللہ سے) پناہ مانگو۔ میں شیائیں سے اللہ کے مہربانوں سے اور مہربانوں سے۔ (حدیث صحیحہ، ص ۱۰۷)

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا اگر آپ کوئی انسان بیت المقدس داخل ہو تو اس کی شرمگاہ و ریشہ پشیمین کی انگوٹھوں کے درمیان چب دے کہ (داخل ہونے سے پہلے) بکری بیچ لے۔ (رواد اخبرنا کہ قال یہ اصحبت لمرب داخرا ما یس بقری)

حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اگر کوئی شخص ایک شیطان ہے جسے وہاں کہا جاتا ہے اس لیے تم اپنی کس (حلق) کو سوزا لےو دالے سے بچو۔ (سنن ابی یوسف ۳۹)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے کہ تم میں سے جب کوئی شخص سوئے لگتا ہے تو شیطان اس کی گویہی کر رہا ہے کہ میں لگا ہوا ہے اور ہرگز لگتا ہے کہ سوئے ہوئی رہتا ہے کہ ابھی رات لمبی ہے سو جا۔ لیکن اگر وہ بیدار ہو اور بیدار ہو کر اللہ تعالیٰ کا ذکر کیا تو ایک گز مکمل جاتی ہے اس کے بعد اگر اس نے شکوہ کیا تو دوسری گز مکمل جاتی ہے اس کے بعد جب لڑا چڑھا لگتا ہے تو تیسری گز مکمل جاتی ہے۔ تم میں کی جہ سے وہ غرض طبیعت دشمن رہتا ہے سو جاتا ہے وہ اس حال میں نکلتا ہے کہ اس کی طبیعت گمراہ ہوئی ہے اس پر سختی چھائی ہوئی ہے۔ (امام ابو یوسف ص ۱۵۲)

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ کے سامنے ایک آدمی کا ذکر ہوا کہ وہ حج سدا رہا اور نماز کے لیے نہ اٹھا آپ ﷺ نے فرمایا کہ یہ شخص ایسا ہے جس کے کانوں میں شیطان نے جیساپ کر دیا۔ (صحیح بخاری ۳۳۵۳)

شیطان کس پر قابو پاتا ہے..... ہمارا فرمایا اَلَمْ جَعَلْنَا الشَّيَاطِينَ اَوْلِيَاءَ لِلَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ ﴿۵﴾ (بے شک ہم نے شیطانوں کو ان لوگوں کا دوست بنا دیا ہے جو ایمان نہیں لاتے) اگر ایمان یا کفر جس قدر دینی کی جہاد اور ایمان ہے لیکن ساتھ ساتھ مصیبتیں بھی جتنی ہی حد تک شیطان کی مدد دیتی ہیں۔ دے کمال تو اس قدر ان سے شیطان کی مدد دیتی نہیں ہے ان پر شیطان کا اور انہیں چلا۔

سورۃ نمل میں فرمایا اِنَّ لِّنَّاسِ لَهٗ سُلٰطٰنًا عَلٰی ظُلُفِهِمْ اَوْ عَلٰی اَظْفَارِهِمْ اَوْ عَلٰی سُلٰطٰنَةٍ عَلٰی النَّفْلِ يَوْمَ لَوْ لِهٖمُ الْغَنَمُ مِمَّ نَفَرُوْا يُخَوِّنُ ﴿۵﴾ (یقیناً ان لوگوں پر اس کا قہر نہیں چلا جو ایمان رکھتے ہیں اور اپنے رب پر گھبرائے کرتے ہیں۔ اس کا قہر انہیں نہ چلا ہے وہ اس سے مدد دیتی کرتے ہیں اور ان لوگوں پر جو اللہ تعالیٰ کے ساتھ حرکت کرتے ہیں۔)

وَ اِذَا فَعَلُوْا فَاجِسَةً فَالُوْا وَجَدْنَا عَلَيْهَا اَبَآءَنَا وَاَللّٰهُ اَمَرْنَا بِهَا ؕ قُلْ اِنَّ

اور جب کوئی کام حق کر لیتے ہیں تو کہتے ہیں کہ ہم نے اپنے باپ وہوں کو اس پر پایا ہے اور ان سے ہمیں ان کا حکم دیا ہے۔ آپ فرمادیتے اگر بے شک

اَللّٰهُ لَا يَمُرُّ بِالْفَحْشَآءِ ؕ اَتَقْتُلُوْنَ عَلٰی اللّٰهِ مَا لَا تَعْمَلُوْنَ ﴿۶﴾ قُلْ اَمَرَ رَبِّيْ بِالْقِسْطِ ؕ

انہی کو اسوں کا حکم کیا تھا کہ ہم نے اللہ کے احکام کو اس پر پایا ہے اور ان سے ہمیں ان کا حکم دیا ہے۔ آپ فرمادیتے کہ میرے رب نے مجھے انصاف کا حکم دیا ہے۔

وَ اٰمِنُوْا وَجُوْهَكُمْ عِنْدَ كُلِّ مَسْجِدٍ وَ اٰذْعُوْهُ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ ؕ كَذٰلِكَ اَمَرَ اللّٰهُ لِيُخْرِجَ فَاكُنْ

اور ہر گاہ کہ تم جہاد کے وقت اپنے سر پہ سجدہ کرو۔ اور اس طرح ہر جگہ کی عبادت کہ ان عبادت کو کھڑی کیجئے، خالص کرنے والے ہو۔ جہاں سے تمہیں شریعت میں دیا

تَعُوْذُوْنَ ﴿۷﴾ فَرِيْقًا هٰذَا وَلٰ فَرِيْقًا اٰخٰی عَلَيْهِمُ الصَّلٰةُ ؕ اِنَّهُمْ اَتَّخَذُوا الشَّيَاطِيْنَ

آرام دہانی طرح تم کو اور اللہ کے۔ ایک جماعت کو چاہتے ہیں اور ایک جماعت دیکھتے ہیں جس پر کوئی اثر نہ ہو سکتی ہے۔ چاہے ان لوگوں نے

اَوَّلِيَآءَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَيَحْسَبُوْنَ اَنَّهُمْ مُّنتَصَرُوْنَ ﴿۸﴾

اللہ کو چھوڑ کر اپنے اولیاء کو دوست بنا لیں اور سمجھتے ہیں کہ بے شک وہ دوست ہیں۔

جاہلوں کی جہالت جو فحش کام کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اللہ نے ہمیں ان کا حکم دیا ہے

شیطانوں کی تعلیم جو ہمیں کی ہے سے نہایت جاہلیت میں لوگوں کا یہ حال تھا جو یہ ایمان فرمایا اور جو لوگ یہ اللہ کے ہی نہیں ہیں ان کا اب بھی یہی حال ہے کہ فحش کے مرتکب ہو رہے ہیں اور بے حیائی کے کام کرتے ہیں۔ وہ اپنی انکسار کیا جاتا ہے کہ یہ کام بے قیود و دائمی ہے اور اسے حیاتی کے جواز کے لیے ہیں کہہ دیتے ہیں کہ انکسار سے اپنے دوسرے بیباکی کرتے آئے ہیں کیا جہاد سے اپنے دلوں کو اچھے رہنے کی چیز نہ تھی (اس کا جواب سورۃ ناکہ میں دے دیا گیا اور یہ کہ تَوَلَّوْا كَتٰنًا اَبَآؤُكُمْ لَا يَغْلِبُوْنَ شَيْئًا وَلَا يَقْتُلُوْنَ) (کیا اپنے باپ دلوں کی اللہ اور کریں گے اگرچہ وہ لوگوں کی طرف سے تھے ہوں اور نہ چاہتے ہوں اور اپنے گلے بھی ہیں جو فحش کام کرتے ہیں اور یہ کہہ دیتے ہیں کہ وہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ ہیں کہ اللہ نے ہمیں اس کا حکم دیا ہے یہ بھی بڑی احتیاج ہے کہ بے کام کریں اور اللہ کے ساتھ کریں کہ اس نے ان کا حکم دیا ہے اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔

قُلْ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَمُرُّ بِالْفَحْشَآءِ ؕ (بے شک اللہ تعالیٰ بے کام کا حکم نہیں دیتا) تَقْتُلُوْنَ عَلٰی اللّٰهِ مَا لَا تَعْمَلُوْنَ ﴿۹﴾ (کیا تم

اللہ کے سامنے ہاتھیں لگاتے ہو جن کا قصہ میں علم نہیں، ایسا خدا کی بجائے تم کرتے ہو۔

پھر فرمایا: **قُلْ اِنَّ زَوْجِي بِالْقِسْطِ وَالْقِسْطُ وَاجِبُ عَقْدِكُمْ جَنْدَ تَحْلِیٰ مُنْجِدٍ** (اے آپ! فرما دیجئے کہ میرے رب نے مجھے انصاف کا عہد دیا ہے۔ یہ کہ تم پر مجھ کے وقت اپنا سیدھا رکھو، اس میں اس لوگوں کی تردید ہے جنہوں نے اپنی جہالت سے یہاں کہا کہ اللہ نے ہمیں قسٹ کا عہد دیا ہے۔ یہ پہلے تو سلیبی طور پر ان کی تردید فرمائی کہ اللہ قسٹ کا سون کا عہد نہیں دیتا، پھر انہی جہالتی طور پر ان کی تردید کی اور فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے منہ جی دن کا عہد دیا ہے ان کو کہ تمہیں کہتے اور جن کا سون سے منع فرمایا ہے ان کو کہتے ہو اور ان کو اللہ تعالیٰ کی طرف منسوب بھی کرتے ہو۔ یہ سب کراہی ہے۔ اب تم سن لو کہ اللہ تعالیٰ نے منہ جی دن کا عہد دیا ہے کہ ان لوگوں کو فرما **اَنْتُمْ زَوْجِي بِالْقِسْطِ** کہ میرے رب نے مجھے انصاف کا عہد دیا ہے۔ برعکس میں انصاف کو سامنے نہ رکھو، اسی میں یہ بھی ہے کہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ شریک نہ کرو، کیونکہ یہ بہت بڑی بے انصافی ہے کہ خالق و مالک کا رد وفاق کے ساتھ کسی کو مہارت میں شریک کر دیا جائے۔

انصاف میں سب احکام شریعہ یعنی اللہ کے حقوق کی ادائیگی اور بندوں کے حقوق کی ادائیگی دونوں ہاتھیں داخل ہو گئیں۔۔۔ **فَخَلَصِیْنِ لَكَ الْقِیْنَ** ہر طرح کے انصاف کو مثال ہے، لہذا اللہ کی مہارت اطلاع فی العباد کے خلاف ہے اور مہارت میں دیکھو کہ انصاف فی رضاء اللہ کے خلاف ہے، لہذا اللہ کی مہارت شریک علی اللہ یا کاری شریک علی ہے۔

پھر فرمایا: **وَالْقِسْطُ وَاجِبُ عَقْدِكُمْ جَنْدَ تَحْلِیٰ مُنْجِدٍ** کہ تم پر مجھ کے وقت اپنا سیدھا رکھو، یعنی صرف مجھ پر حق ہی کی مہارت کہ اس کی مہارت میں کسی شریک نہ کرو۔ مزید فرمایا: **وَالْقِسْطُ فَخَلَصِیْنِ لَكَ الْقِیْنَ** یعنی اللہ کی اس طرح مہارت کہ وہ مہارت کا اللہ ہی کے لیے خالص کرنے والے اس میں بھی مضمون سابق ذکر ہے اور وہ حیاتی مہارت کی تاکید ہے۔

پھر فرمایا: **تَحْفَیْ اِنْدَکُمْ تَقْوُؤُوزِیْنِ** یعنی اس نے جس طرح تمہیں اللہ انبیا فرمایا تھا، اسی طرح تم وہ یاد رکھو کہ اللہ کے اس سے مشرکین کا یہ وسوسہ اور فریب کہ اس دلیا میں وہی کے اور میرا نہیں گئے، یا اللہ کے طریقے پر رہے تو کیا اس نے ہے انہیں بتا دیا کہ یہاں ہمیشہ بنا نہیں ہے میرے گھر کو کہ اگر وہ شریک پر عذاب ہوگا۔

پھر فرمایا: **لَمِنْ نَفَا هَدٰی وَفَرَقَا خَلِیْ عِلْمِهِمُ الضَّلٰلَۃَ** کہ اللہ نے ایک جماعت کو ہدایت دی اور ایک جماعت اس کی ہے جس پر گمراہی مقرر ہو چکی ہے۔

پھر فرمایا: **اِنَّہُمْ تَحْمِلُو الضَّلٰلٰتِیْنَ لَوٰیۃَ مِنْ فُؤٰدِ اللّٰہِ وَتَحْمِلُوۡنَ اَھْلَہُمْ فُھُتُوۡنَ** (اے آپ! ان لوگوں نے اللہ کو چھوڑ کر شیاطین کو دوست بنالیا اور یہ لیگان کر رہے ہیں کہ وہ ہدایت پر ہیں، لیکن اللہ تعالیٰ پر ایمان نہ لائے، پھر شیاطین کو دوست بنالیا جن کا کام ہی گمراہ کرنے کا ہے، پھر ان کے ہارے میں یہ خیال کہ ہم جانتے ہیں، یہ سب گمراہی اور کراہی ہے۔

یٰۤاٰیُّہَا اٰدَمُ خُذْ وَاٰزِیْنَتَکُمْ جَنْدَ تَحْلِیٰ مُنْجِدٍ وَکُلُوْا وَاشْرَبُوْا وَلَا تُسْرِیْوْا اِنَّہٗ

اے ادا آدم! تم جو کہ جاہلی کے وقت اپنی آزمائش لے لا کر اور کھا اور پیو اور سو سے آگے مت نہ چرو، یہ کہ

لَا یُحِبُّ الْمُسْرِیْنَ (۱) **فَنْ مِنْ حُرْمَ زَیْنَةُ اللّٰہِ اَلْوَحِیُّ اَخْرَجَ لِعِبَادِہٖ وَالْقَلْبِیۃَ مِنَ الزَّوْجِ**

اللہ سے نہ لگے، وہاں کو نہ چلیں، لہذا آپ فرما دیجئے اللہ نے اپنے بندوں کے لیے جو لذت نکالی ہے، اور جو کھانے پینے کی چیزیں نکالی ہیں،

وقت پکڑے پہنچے کو گناہ سمجھتے تھے غرض انہوں نے اور بھی بہت سی چیزیں لپٹے ہوئے حرام کر دی تھیں جن کی کچھ تفصیل سورۃ انعام میں گذر چکی ہے اس لئے ان کی تردید فرمائی اور ارشاد فرمایا کہ جو چیزیں اللہ نے اپنے بندوں کے لیے حلال فرمائی (جس میں لباس بھی شامل ہے) اور اس کے علاوہ کھانے پینے کی پاکیزہ چیزیں یہاں فرمایا کہ ان کو کس نے حرام قرار دیا؟

اللہ تعالیٰ نے ان کو حلال قرار دیا ہے اور اللہ تعالیٰ ہی کو مکمل تحریم کا اختیار ہے تم نے اپنی طرف سے تحریم کر کے اللہ کے قانون میں جو جبر دیا ہے یہ کراہی کا کام ہے۔

اللہ تعالیٰ کی نعمتیں حلی ایمان کے لیے ہیں..... ہمارا فرمایا قل جن یقلبین انشوا فی الخیوۃ اهلنا غلبۃ یوم القیامۃ آپ فرمادیتے کہ یہ طبعاً ہوا پاکیزہ چیزیں ہمارا پاک لے بیٹھنا نہیں ہیں نہ ان کی زندگی میں اصلاحاً مؤمنین کے لیے ہیں نہ کافر بھی ان کا استعمال کر لیتے ہیں اور قیامت کے دن خالص مؤمنین کے لیے ہوں گی نہ ثمرت میں کافروں کے لیے ان کا دارا سا حصہ بھی نہیں ہے نہ ان میں بھی نعمتوں کے حقدار ہیں ایمان ہی میں ان کے عقل میں کافر بھی استعمال کر لیتے ہیں۔

قل ان صاحب الروح اسی ہی لہم بالا صلاۃ العزیز کرمہم علی اللہ تعالیٰ والکفرۃ وان شئو کرمہم لہما فی النبیق فلا یشکک فی الاخصاص المستطاعین اللام وانتصاب (عالمہ) علی الحال من الضمیر المستغنی الجار والمجرور والعمیل لہ متعلقہ وقرأ نطلع بالرفع علی انه خبر بعد خبر او هو الخبر والمعلول متعلق بہ قدم تاکیدیہ الخلو من والاخصاص (صاحب مدح العالیٰ فرماتے ہیں۔ یعنی ان کے لئے نعمتیں ہیں اصل کے لحاظ سے اللہ تعالیٰ کے ہاں ان کے مرتبہ کی وجہ سے اور کافر اگرچہ نعمتوں میں ان کے شریک ہیں مگر مؤمنوں کے تابع ہو کر تقدیراً سے مؤمنین کی جو خصوصیت معلوم ہوتی ہے اس میں کوئی اشکال نہیں ہے اور خاصہ ہمارے میں پوشیدہ ضمیر سے مال ہونے کی وجہ سے منسوب ہے اور اس کا مال اس کا حقیق بنیاداً مانع ہے خاصہ کو مرفوعہ ہا ہے اس کا مادی کہ یہ مادی اثر ہے یا یہ کہ خاصہ اثر ہے۔

اور بعض حضرات نے امت کا یہ حق اٹایا ہے کہ انہیں جو نعمتیں ہیں حلی ایمان سے متعلق ہوتے ہیں لیکن ان میں کدو کی بھی ہوتی ہیں نہ تکلیف اور نہ کلم بھی ساتھ لگا ہوا ہے امت میں ان کو جو نعمتیں ہیں کدو خالص نعمتیں ہیں ان میں کسی قسم کی کدورت نہ ہوگی۔

قل صاحب معلوم التزیل ص ۱۵۷ ج ۲ فیہ حذف تقدیرہ ہی للکلین انشوا والمشرکون فی الخیوۃ الدنیا فان فعل المشرک یشار کون المؤمنین فی طینت الدنیا وہی فی الآخرۃ عاصیۃ للمؤمنین لا حظ للمشرکین لہما ولیل ہی عاصیۃ یوم القیامۃ من التبغض والعم للمؤمنین فانما لہم فی الدنیا مع التبغض والعم (صاحب مباحث قرآنی فرماتے ہیں۔ اس عبارت میں حذف ہے تقدیراً اس طرح ہے جن یقلبین انشوا والمشرکون فی الخیوۃ الدنیا کہ یہ نعمتیں دنیا کی زندگی میں مؤمنوں کے لئے لگی ہیں اور کافروں کے لئے لگی۔ کیونکہ دنیا میں شریک بھی مؤمنوں کے ساتھ ان پاکیزہ نعمتوں میں شریک ہیں۔ اور وہی فی الآخرۃ عاصیۃ للمؤمنین اور نہ ثمرت میں خالص مؤمنین کے لیے شریکین کائنات میں وہی کوئی حصہ نہیں ہے۔ اور بعض نے کہا قیامت کے دن مؤمنین کیلئے یہ نعمتیں دکھائیں گے خالی ہوں گی کیونکہ دنیا میں یہ نعمتیں دکھائیں گے ساتھ ملی ہیں)

در حقیقت کافران لائق نہیں ہے کہ کوئی بھی نعمت اسے دی جائے اور کسی بھی نعمت سے متعلق ہو لیکن اللہ تعالیٰ کے نزدیک دنیا بے حیثیت ہے اس لئے کافروں کو بھی اسے دیتا ہے حضرت بل بن سحہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا اگر دنیا اللہ کے نزدیک مہر کے برابر بھی کوئی حیثیت نہ رکھتی تو کسی کافر کو ایک گھنٹہ پانی بھی نہ دیتا۔ (مجموعہ تفسیری حصہ ثانی صفحہ ۱۳۶)

قُلْ إِنَّمَا حَرَّمَ رَبِّيَ الْفَوَاحِشَ مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَمَا بَطَنَ وَالْإِثْمَ وَالْبَغْيَ بِغَيْرِ الْحَقِّ وَأَنْ تُشْرِكُوا

آپ! کہہ دیجئے کہ میرے رب نے فحش کاموں کو جو ظاہر ہیں اور جو چھپے ہوئے ہیں اور گناہ کو جو ظہور کو باطن میں ہے حرام قرار دیا ہے

بِاللَّهِ مَا لَمْ يُخَيِّرْ بَيْنَهُمْ سُلْطَانًا ۚ أَنْ تَقُولُوا عَلَى اللَّهِ مَا لَا تَعْلَمُونَ ۝ وَلَكِنْ أَمْرٌ أَجَلٌ ۝

اور اس بات کو لازم قرار دیا کہ اللہ کے ساتھ شریک نہ کریں جس کی کوئی دلیل نہ ہے اور جس پر اللہ نے کوئی حکم نہیں فرمایا اور یہ بھی کہ تم کہو کہ اللہ کے بارے میں ہم نہیں جانتے

لَوْ أَجَاءَ أَجَلُهُمْ لَا يَسْتَأْذِنُونَ سَاعَةً ۚ وَلَا يَسْتَقِيمُونَ ۝ يَبْنِي أَدَمَ إِمَامًا يَأْتِيَنَّكُمْ رُسُلٌ

اور یہ بات کہ ان کے لیے استغفار ہے وہ اس کی اصل کوئی دلیل نہیں دے سکتے اور یہ بھی کہ ان کے لیے سزا ہے اور ان کے لیے سزا ہے اور ان کے لیے سزا ہے

مِنْكُمْ يَقْضُونَ عَلَيْهِمْ إِنْ شَاءَ رَبِّي ۚ فَأَمِنَ أَتْلَى وَأَصْلَحَ فَلَا خَوْفَ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ ۝

اور تمہارے سامنے میری آیات جان کر یہ سوچیں کہ تم نے کھلی اختیار کیا اور اصلاح کی سوچیں کہ تم نے کھلی اختیار کیا اور اصلاح کی سوچیں کہ تم نے کھلی اختیار کیا

وَالَّذِينَ كَفَرُوا بِآيَاتِنَا وَاسْتَكْبَرُوا عَنْهَا أُولَٰئِكَ أَصْحَابُ النَّارِ ۖ هُمْ فِيهَا خَالِدُونَ ۝

اور جس لوگوں نے ہماری آیات کو ٹھکرا دیا اور ان سے انکار کیا وہ لوگ دوزخ والے ہیں اور وہ اس میں ہیں اور وہ اس میں ہیں

اللہ تعالیٰ نے فحش کا مومنوں اور ظاہری گناہوں کو حرام قرار دیا ہے

اور یہ ارشاد فرمایا کہ فحش کاموں کا حکم نہیں دیتا مگر فرمایا کہ میرے رب نے انسان کا حکم فرمایا ہے اس نے فواحش سے بچنے اور
معتدق اللہ اور حق اسناد رکھنے کا حکم فرمایا ہے۔

یہاں بطور تاکید کہ اس ضمن میں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے **قُلْ إِنَّمَا حَرَّمَ رَبِّيَ الْفَوَاحِشَ**
مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَمَا بَطَنَ۔ آپ! کہہ دیجئے کہ میرے رب نے فحش چیزوں کو حرام قرار دیا ہے تمام فحش اعمال اور فحش کام جہاں ظاہری
طور پر ہوں خواہ پوشیدہ طور پر۔ لہذا اگر ظاہر کرنا لوگوں کے سامنے ضرور کرنا چاہتا ہو تو ان کو یہ پردہ بھرا ناظران طور پر فحش کام کرنا
سب سے زیادہ گنہگار ہے اور فواحش (ظہری طور) میں وہ سب فحش کام اور فحش کام میں ہیں جو پردہ پوشیدہ طور پر کئے جاتے
ہیں۔ لہذا اور اس کے بعد بھی جو چھپ کر ہوتے ہیں ان سب کے حرام ہونے کی تصریح انہیں میں ہوگئی۔ (یہاں یہی دالے تعلقات
چترنگ حال ہیں اس لئے فحش منوع میں داخل نہیں ہیں)۔

مگر فرمایا **وَالَّذِينَ كَفَرُوا بِآيَاتِنَا وَاسْتَكْبَرُوا عَنْهَا** اور اللہ نے انہیں کوئی حرام قرار دیا اس میں ہر گناہ کی ممانعت بھی **وَالَّذِينَ كَفَرُوا بِغَيْرِ الْحَقِّ** اور اللہ نے ظہور و باطن
کے گناہ کو حرام قرار دیا جو باطن میں ہی ہوتا ہے۔

مگر فرمایا **وَالَّذِينَ كَفَرُوا بِآيَاتِنَا وَاسْتَكْبَرُوا عَنْهَا** اور اللہ نے یہ بھی حرام قرار دیا کہ اللہ کے ساتھ کسی چیز کو شریک کر دے۔ جو لوگ
شرک کرتے تھے وہ اپنے باپ دادوں کی تعظیم کو بھٹکتے تھے اور بعض جہالت کے بارے میں بھی کہہ دیتے ہیں کہ ہم اللہ تعالیٰ کے
علاوہ ان کی عبادت کرتے ہیں یہ ہمیں اللہ کے نزدیک بظاہر ہے۔

اللہ تعالیٰ نے ان کی تردید میں فرمایا **فَالْتَمِذْ لِمَا نَزَّلَ بِهِ سُلْطَانًا** کہ یہ تمہارا شرک کرنا وہ چیز ہے جس کی کوئی دلیل اللہ نے نازل نہیں فرمائی

تہا سے پاس ولی دلیل جسد اور سند نہیں۔ نیز فرمایا: **وَالَّذِينَ ظَلَمُوا عَلَيْنَا لَا يَلْعَنُونَ** اور اللہ نے یہ بھی حرام کیا کہ تم اللہ کے دشمنوں کا کافر جو تم نہیں ہاں۔ چونکہ اپنے برے کاموں کے بارے میں یوں بھی کہہ دیتے تھے کہ اللہ نے ہمیں ان کا عہد دیا اس لئے ہمیں فرمائی کہ تم اپنی جہالت سے جو باتیں اللہ تعالیٰ کی طرف منسوب کرتے ہو یہ بھی اللہ نے نہ مقرر فرمادیا۔

براہ راست کے لیے ایک اہل مقرر ہے۔ نیز فرمایا: **وَالَّذِينَ آمَنُوا أَتَىٰ لَهُمُ الْبَرَكَاتُ** (کہ براہ راست کے لیے ایک اہل مقرر ہے) اس ایک مدت مقرر جب تک کھائے پیتے رہیں گے اور جس مدت پر خطاب آئے اس کا بھی وقت مقرر ہے۔

قال فی معالم التنزیل (ص ۱۸۵ ج ۲) منہ اکل وشرب وقول ابن عباس وعطاء والحسن یحییٰ وقتا لیزول العذاب بہم فانما جاء اجلہم والقطع انکھم لا یستأخرون ساعة ولا یستقدمون ای لا یقبلون۔ (سما لہم انتریل میں جہنم کے کھانے پینے کی مدت مقرر ہے اور حضرت امیر المومنین علیؑ اس میں رضی اللہ عنہما اور حضرت حسنؑ آتے ہیں ان پر خطاب کے جہنم ہونے کا وقت مقرر ہے جس جب ان کا مقرر وقت آجائے گا وہ ان کا قاتل قتل ہو جائے گا تو ایک گزری ہوئی باتوں کے لئے براہ مستقیم۔)

جب ان کی اصل پہنچتی تو ذرا بھی دیر مقرر نہیں کی اور مقدم ہونے کا تو موقع رہا ہی نہیں صاحب معالم احوال لکھتے ہیں کہ یہ آیت اس موقع پر نازل ہوئی جب لوگوں نے خطاب کا سوال کیا یعنی یوں کہا کہ اگر آپ اللہ کے سچے رسول ہیں تو اللہ ہم پر خطاب کیوں نہیں بھیجتا اور جاگ کیوں نہیں کر دیتا۔

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ آمَنُوا کَرِهُوا سُلُوْلَیْکُمْ وَاجْتَنَابِہُمْ..... اس کے بعد پھر نبی آدم سے خطاب فرمایا اور مومنین اور کافروں کے اہتمام سے باخبر فرمایا ارشاد ہے: **يٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ آمَنُوا لَا تَتَّبِعُوْهُمْ وَاسْلُوْهُمْ عَنْ اٰیٰتِہُمْ وَتَحْذَرُوْهُمْ اِنَّہُمْ یَلْعَنُوْنَ** اے ایمان والو! اگر تمہارے پاس میرے رسول آئیں جو تمہارے سامنے میری آیات بیان کریں یعنی میرے فراموش اور احکام بتائیں گے (معاذ اللہ عن حدیث) تو جن لوگوں کے پاس میرے رسول آئے اور انہوں نے ان کی بات مانی اور شرک اور کفر سے بچے ہو اپنے اعمال کو درست کیا تو (آخرت) میں ایسے لوگوں پر کوئی خوف نہ ہو گا اور نیند بھی نہ ہوں گے۔

کافروں، جنگجوؤں کے لئے خطاب..... **وَالَّذِیْنَ یَحْذَرُوْنَ اٰیٰتِہُمْ وَاسْتَكْبَرُوْا عَنْہَا اُولٰٓئِکَ اَصْحٰبُ النَّارِ** اے اللہ تعالیٰ انہیں عذاب دے اور جن لوگوں نے ہادری آیات کو بھٹکا اور ان سے امرائے کیا اور ان کے قہول کرنے میں اپنی جگہ بھی مارنے کو بڑا بھگتا تو یہ لوگ دوزخ والے ہیں اس میں بیشک ہیں گے۔

وَاسْتَكْبَرُوْا عَنْہَا چل رہا اس میں ان کافروں کی خیریت کس کا بیان ہے جو اللہ پر ایمان لانے اور اس کے رسولوں کی تصدیق کرنے اور اس کے احکام ماننے میں اپنی دولت محسوس کرتے ہیں اور اللہ سے تمنا پائی ہوئی لکھتے ہیں۔

سورۃ الصافات میں فرمایا **اِنَّہُمْ یَحْذَرُوْنَ اٰیٰتِہُمْ لَا یَلْعَنُوْنَ** اے اللہ تعالیٰ انہیں عذاب نہ دے اور انہیں اللہ تعالیٰ سے کفر نہ کرے اور جو اسے تو اس میں فرمایا **فَلَا ضَلٰوْلَیْکُمْ وَلَا ضَلٰوْلَیْکُمْ** تو تم لوگوں کو اللہ تعالیٰ نے اپنے ہاتھ سے لکھ لیا ہے کہ تم لوگوں کی طرف چلا گیا) یا اپنے ہاتھ سے لکھ لیا ہے کہ تم لوگوں کے دشمن ہیں۔

میں ہتکارا کہ جب قیامت کے دن انھیں گے اور سوال جواب حساب کتاب کے بعد کافروں کے بارے میں دوزخ میں جانے کا فیصلہ ہوگا تو قرآن میں بن کر دوزخ میں جاتے رہیں گے کہ وہ تھیں پہلے داخل ہوں گی اور یہ کہ بعد میں ان کو لوگ بعد میں داخل ہوں گے ان سے اٹھ کافروں کو کرم سے پہلے جہنم میں سے اور انسانوں میں سے جو وہ تھیں دوزخ میں جا چکی ہیں تم بھی دوزخ کے حساب میں ان کے ساتھ ہی ہو جاؤ۔

ای کہ فریاد حال اذ غلظوا افری انھم لقد غلظت من قبلکم من الجن والانس فی الذل و... پھر فریاد غلظنا فاعلقت اھلنا لھن انھما کہ جب ایک جماعت دوزخ میں جائے گی تو اپنی ہی دوسری جماعت پر لعنت کرے گی۔ دوسری جماعت میں ایک دوسرے سے تعقل تھا اور وہ اپنی تعداد کو دسب ختم ہو جانے کا اور برہنہ دلی جماعت اپنی ہی پہلی جماعت پر لعنت کرے گی اور ہاں انھیں کی شان پیدا ہوئی۔

اور بعد میں داخل ہونے والے اپنے سے پہلے داخل ہونے والوں کے بارے میں کہیں گے کہ اسے خدا نے سب ان لوگوں نے ہمیں گمراہ کیا لہذا انھیں بڑھاتا چڑھتا دوزخ کا خطاب ہے۔

یہ تفسیر اس صورت میں ہے کہ انھوں نے سے اپنا سر اڑا لیے جائیں اور تو لھنم سے ان کے سر دار اڑا لیے جائیں اور ساتھ یہ بھی مانا جائے کہ سر دار ان قوم دوزخ میں اپنی قوم سے پہلے جائیں گے۔ جیسا کہ عالم آخر میں اور تفسیر ابن کثیر میں لکھا ہے اور بعض حضرات نے انھوں نے سے پہلے دے کے لوگ اور تو لھنم سے سر دار ان قوم اڑا لے جس میں ان میں داخل ہونے کی وجہ اور آخرت کو کھانا دکھا۔ یہ قول روح الباقی میں لکھا ہے۔

دوسرا نمونہ اپنے دوزخ کی بات اسے دے دیا گئے کہتے رہتے تھے ہڈی طرف سے جو جہنم پہنچانے والے جہنم کی طرف جاتے تھے اللہ ان کو برا کہتے تھے اور اپنے دوزخ کی باتوں پر چلتے تھے اور ان سے پہنچے رہتے تھے اور جب آخرت میں خطاب دیکھیں گے تو گمراہ کہنے والوں پر لعنت کریں گے اور اللہ تعالیٰ سے عرض کریں گے کہ ان کو اور سے خطاب سے بڑھ کر خوب زیادہ خطاب ہونا چاہئے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہوگا اَلَمْ یَکُنْ جَعَلْنا وَ لَکِن لَّا یَعْلَمُونَ کہ ہر ایک کے لیے خوب زیادہ خطاب ہے لیکن تم نہیں جانتے۔ یعنی تم میں سے ہر ایک کو جس قدر خطاب ہے وہ اتنا زیادہ ہے کہ اسے کہانی نہیں چا سکتا۔ پھر یہ خطاب ایک حالت پر نہیں رہے گا بلکہ اس میں اضافہ ہوتا جائے گا جیسا کہ سورہ بقرہ میں فرمایا۔

اَلَّذِیْنَ یُحْسِنُوْا وَ یُحْسِنُوْا عَنْ سَبِیْلِ اللّٰهِ فَذَہَبْنا عَنْہُمُ الرِّجْزَ الَّذِیْ فُوقَ السَّعَابِ بِمَا کَفَرُوْا یُحْسِنُوْنَ (جن لوگوں نے تم کو کیا اور اللہ کے راستے سے دھماکا ہم کو خطاب پر خطاب بڑھادیں گے اسباب اس کے کہ وہ لڑا کرتے تھے)

پھر صاحب الجلالین الضعف بمعنی المضعف قال الشیخ الجعل فی حاشیہ اشارہ الی ان المراد بالضعف هنا تضعیف الشی وزیادۃ الی ما لا یتحی لا الضعف بمعنی مثل الشی مرة واحدة۔ (صاحب جلالین نے ضعف کی تفسیر مضعف سے کی ہے شیخ جلالین کے حاشیہ میں تحریر کرتے ہیں کہ صاحب جلالین نے اس تفسیر سے اس امر کی طرف اشارہ کیا ہے کہ یہاں ضعف سے مراد کوشش کی لامتناہی زیادت ہے ضعف سے مراد وہ کوشش ہے)

اس میں یہ بات بھی آگئی کہ جب ان کو تفریق کا خطاب بہت زیادہ ہے تو دوسروں کا خطاب دیکھ کر کمالی ہو سکتی ہے جب خود بھی خدایا خطاب میں جتا ہیں۔

یہ طریقہ وہ حالت اَوَّلُہُمْ لَا تَخْرُجُہُمْ فَمَا كَانَ لَنُكَلِّمَ عَلَیْہَا مِنْ فَضْلِی کہ پہلے لوگ بعد ازاں سے کہیں گے کہ جب ان کی دعا ہو
یہ سونے پر ہم کوئی فرقہ نہ ہوئی نہ ظاہر کی تحریف نہ اس لیے ہے نہ تمہارے لیے اَلْیَقُوْا اَصْدَابُہُمْ بَعْدَ مَحْکَمَتِہُمْ نَحْشُوْنَ ۝
(اسلام اپنے اعمال کے بدلہ عذاب بخند کرے گا۔)

لَآ اِنَّ الَّذِیْنَ كَذَّبُوْا بِآیَاتِنَا وَاسْتَكْبَرُوْا عَنْهَا لَا تَفْتَحْ لَهُمْ اَبْوَابُ السَّمَآءِ وَلَا یَدْخُلُوْنَ
الْجَنَّةَ حَتّٰی یَلْبِغَ الْجَمَلُ فِیْ سَعِ الْجَبَابِطِ ۚ وَكَذٰلِكَ نَجْزِی الْمُجْرِمِیْنَ ۝ لَعْنَمُ مِّنْ جَہَنَّمَ
جنت میں داخل ہوں گے یہی تک کہ وہ سب سہل کے آگ میں داخل ہو جائے۔ اور ہم یہی ہی مجرموں کو عذاب دیتے ہیں۔ ان سے لیے روزگار کا
مِہادٌ وَمِنْ قُوْہِمۡمُ غَوَاشٍ ۚ وَكَذٰلِكَ نَجْزِی الظَّالِمِیْنَ ۝
پھر وہ لوگوں میں سے ہے کہ ان کے لئے کاروبار ہو گا اور ہم یہی ہی ظالموں کو عذاب دیتے ہیں۔

مکذبین و تکبرین جنت میں نہ جا سکیں گے اُن کا اور عذاب ہے بھگوان آگ کا ہوگا
پہلی آیت میں مکذبین یعنی آیات کے جھٹلانے والوں اور تکبرین یعنی آیات الہیہ کے سامنے سے تکبر کرنے والوں کے بعد روز ہونے
کی ایک حالت بتائی اور وہ یہ کہ ان کے لیے آسمان کے دروازے نہ کھولے جائیں گے۔
حدیث شریف میں مومن اور کافر کی موت کا ذکر کیا کرتے ہوئے ارشاد فرمایا ہے کہ جب حضرت ملک الموت علیہ السلام مومن
کی روح کو قفس کرتے ہیں تو وہ ایسی آسانی سے نکل آتی ہے جیسے (پانی کا) بہنا اور فکر و تشنگی سے باہر آ جاتا ہے جب وہ اس روح کو لے
لیتے ہیں تو اس کے پاس جو دوسرے فرشتے جتنی کلمی اور جتنی خوشبو لگے ہوئے بیٹھے ہوتے ہیں، ہل کر بھی ان کے ہاتھ میں اس کی روح کو
نہیں چھوڑتے پھر وہ اسے جتنی کلمی اور جنت کی خوشبو میں دھکا کر آسمان کی طرف لے کر چل دیتے ہیں جب اس روح کو لے کر آسمان کی
طرف چلے گئے ہیں تو فرشتوں کی کس جماعت میں ان کا گذر ہوتا ہے وہ کہتے ہیں کہ یہ کون یا کونسا روح ہے؟ وہ اس کا صفیہ سے اچھا
نام لے کر جواب دیتے ہیں کس سے وہ ان کا نام پوچھا جاتا تھا کہ یہ کون کا بیٹا نکال رہا ہے۔

اسی طرح پیسے آسمان تک پہنچتے ہیں اور آسمان کا دروازہ کھولتے ہیں۔ چنانچہ دروازہ کھول دیا جاتا ہے (اور وہ اس روح کو لے کر اسی
پہچے جاتے ہیں) اتنی کس موقوفی آسمان تک پہنچ جاتے ہیں۔ ہر آسمان کے فرشتے دوسرے آسمان تک دست کرتے ہیں (جب ساتویں
آسمان تک پہنچ جاتے ہیں تو انہی فرشتوں کے پاس سے اس کی کتاب نکلتی ہے اور اسے زمین پر واپس لے کر آ کر
میں سے ان کو زمین ہی سے پیدا کیا اور اسی میں اس کو موت دیا گیا اور اسی سے اس کو بار بار نکالیں گے چنانچہ اس کی روح اس کے جسم میں
واپس کر دی جاتی ہے (اس کے بعد قبر میں جو سوال ہو گا اور حج جواب کے بعد قبر میں جو اس کا آرام ہو گا اس کا ذکر فرمایا) پھر کافر
کی موت کا ذکر فرمایا اور فرمایا کہ بلاشبہ جب کافر نہ ہوتا ہے جاسے اور آگ میں کھڑے کر کے دھکا دیتے تو یہ پھر اس سے لے کر فرشتے
آسمان سے اس کے پاس آتے ہیں جن کے ساتھ ثابت ہوتے ہیں۔ اور اس کے پاس اتنی اور تک بیٹھ جاتے ہیں جہاں تک اس کی فکر
ہو سکتی ہے پھر ملک الموت بحرف لاتے ہیں جتنی کہ اس کے سر کے پاس بیٹھ جاتے ہیں پھر کہتے ہیں کہ اسے خبیث جان مکذبی، باطل کی

رَّسُلٌ رَّبَّنَا بِالْحَقِّ ۖ وَتُؤَدُّوْنَ أَنْ تَلَكُمُ الْجَنَّةُ أَوْ رِثْتُوهَا بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُونَ ﴿۷﴾

اور اسے وہ سب کے رسول حق کے ساتھ آئے ہوں کہ تم کو جنت سے یا جہنم سے یا ان دونوں کا بدلہ جو تم کیا کرتے تھے۔

اہل ایمان کو جنت کی خوشخبری اور جنت میں داخل ہو کر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرنا

ان آیات میں اہل ایمان کی بڑا کافرا کر فرمایا جو اہل صالح میں مشغول رہتے ہیں۔ اور ارشاد فرمایا کہ یہ لوگ جنت والے ہیں جس میں وہ ہمیشہ رہیں گے۔ اور ایمان میں بطور جلا سرفراز فرمایا کہ ہم کسی شخص کو یا علم نہیں دیتے جو اس کی قوت و طاقت سے باہر ہو جس شخص کو علم دیا گیا وہ اس کو کر سکتا ہے۔

یہ مضمون پہلے بھی لَا يَتَخَفَنَّ اللَّهُ لَقَدْ لَا رُفْعَهَا کے قول میں بیان ہو چکا ہے۔ اہل جنت جن نعمتوں میں ہوں گے۔ قرآن مجید میں جگہ جگہ بیان کیا کر ہے۔

یہاں ایک خاص نعمت کا تذکرہ فرمایا اور وہ یہ کہ ایمان میں ان کے دلوں میں جو خوف و بہت کہیں تھا اور جو بے کفایت تھی ان کے سینوں سے اسے باہر نکال دیا جائے گا۔ جنت کا حاصل غرض یہ کہ نہ کوئی غریبی کو برداشت کرنے والا نہیں۔ جنت میں جانے والے سب کیلئے محبت سے آئے ہوئے سامنے سمجھیں یہ ہوں گے۔ (معاذ اللہ تعالیٰ عنی منہ و عنہم)

مجی بخاری (ص ۱۶۰ ج ۱) میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جنت میں جو پہلی جماعت داخل ہوگی ان کے چہرے چاندی سے رات کے چاند کی طرح ہوں گے۔ پھر جو ایک ان کے بعد داخل ہوں گے ان کے چہرے ایسے روشن ہوں گے جیسے کوئی بہت روشن ستارہ ہو۔ ان سب کے دل ایک شخص کے دل کی طرح ہوں گے نہ ان کے درمیان کوئی اختلاف ہوگا نہ ان میں کوئی بغض ہوگا (یہ جو فرمایا کہ ان کے دل ایک ہی شخص کے دل پر ہوں گے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ ان کے قلوب میں ایسی چاکرمت ہوگی کہ وہ سب شخص واحد ہیں۔ ان کے درمیان باہمی کسی طرح کی کوئی دشمنی نہ پائی جائے گی)

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جب مؤمنین اور منافقین سے جھوٹ جائیگی (یعنی یہی صراط سے پار ہو جائیگی) تو ان کو جنت و دوزخ کے درمیان ایک لمبی پردہ دکھایا جائے گا اور ان میں ایک دوسرے پر دانا میں جو کوئی علم اور زبان ہوگی اس کا بدلہ دیا جائے گا (تاکہ جنت میں دشمنی اور کدورت کے ساتھ داخل نہ ہوں) یہاں تک کہ جب (حق تعالیٰ کی امانگی سے) صاف حشر ہو جائیگی تو انہیں جنت میں داخل کی جائے گی (یہ بیان کرنے کے بعد ارشاد فرمایا) قسم میں راست کی جس کے آئینہ میں تم کی جان ہے یہ لوگ اپنے جنت والے گھر کو اس سے زیادہ بچانے والے ہوں گے جو ان کا گھر دنیا میں تھا۔ (رواہ بخاری ص ۶۶)

اہل جنت کی نعمتوں کا اہوال تذکرہ فرمانے کے بعد ان کے تفکر کا تذکرہ فرمایا کہ جنت میں جنتی اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتے ہوئے ہوں گے لَا يَخْضَعُونَ بِاللَّيْلِ لِلْأَيْدِي خَضَعَتِهَا وَلَا يَخْضَعُونَ نَوَاحِي خَضَعَتِهَا (سب تعریف اللہ ہی کے لیے ہے جس نے ہم کو یہاں تک پہنچا دیا اور ہم وہاں لے آئے تھے اگر اللہ ہم کو چاہے نہ چاہے)

دینا میں جو اللہ تعالیٰ نے ایمان اور اہل صالح کی ہدایت دی یا اس کا فضل ہے۔ اگر وہ ہدایت نہ دے تو کسی کو بھی ہدایت نہ ملتی۔ پھر اللہ تعالیٰ نے اس دنیا کی ہدایت کو و خول جنت کا درمیان دیا۔ اللہ کے امر کی کا کچھ ادب نہیں ہے۔

ایمان اور اعمال صالحہ پر جو اس کی دنیوی و دُنیوی مطامع اور بخششیں ہیں یہ سب اس کا لُغْلُغ ہے۔ جلی جنت اسی لُغْلُغ کا کفارہ کریں گے اور اس کیسے گے کہ اللہ تعالیٰ ہمیں یہاں نہ لکھا تاہم یہاں ہمیں لکھتے تھے اور ساتھ ہی یہ بھی کہیں گے لُغْلُغ خُتَاہُ لے زُتْلُ و زُتْلَا بِالْفَحْشِ (یاد رہے ہر سب کے بغیر حق لکھ رہا ہے اس آئے) اِسم نے نہ بنائیں ان کی تصدیق کی اور اب ان کی باتوں کی ہوتی اپنی آنکھوں سے دیکھ لیا۔

پھر فرمایا: **وَلَوْ فَرَأَىٰ أَنَّهُ يُكَذِّبُكَ لَعَسَىٰ أَمَلُهُ أَنَّهُ أَتَىٰ بِنَجَاتٍ خَيْرٌ مِّنْ أَنْ يَرَاهَا** (اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان کو نہ دئی جائے گی کہ یہ جنت تم کو ان اعمال کے بدلہ دی گئی جو تم بنائیں کرتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے تمہارے اعمال کی قدر دہائی فرمائی اور تم کو جنت میں داخل فرمایا۔ **فَلَا تَحْزَنُوا لَهَا**۔

وَكَاذِبٌ أَصْحَابُ الْجَنَّةِ النَّارُ أَنْ قَدْ وَجَدْنَا مَا وَعَدْنَاهُمْ حَقًّا وَقَدْ عَلِمْتُمُ الْجَنَّةَ مَا كُنْتُمْ أُولَئِكَ اور جنت اسے دوزخ دہیں کہ پکاریں گے کہ اسے ہم نے جہنم سے وعدہ فرمایا تھا وہ ہم نے حق ملا سیکھا ہے جسے بھی اسے حق ملا۔ **فَمَا وَعَدَرْتُمْ لَهُمْ حَقًّا قَالُوا نَعْلَمُ ۚ فَإِنَّ مَوْزِينَ بُيِّنْتَهُمْ أَنَّ لَعْنَةَ اللَّهِ عَلَى الْفٰطِرِينَ ۝**

جو تمہارے ہم نے تم سے وعدہ فرمایا تھا وہ کہیں گے کہ ہاں ابھر ایک ایسا ہی کہنے والا ہے کہ درمیان اعلان کیے گا کہ لکھ کی جنت ہو گا کہوں یا

الَّذِينَ يَصُدُّونَ عَنْ سَبِيلِ اللَّهِ وَيَبْغُونَهَا عِوَجًا ۚ وَهُمْ بِالْآخِرَةِ كَافِرُونَ ۝ جو حق کی راہ سے روکتے تھے اور اس میں کسی حائل کرنے تھے اور وہ ایک آخرت کے منکر تھے۔

اہل جنت کا اہل دوزخ کو پکارنا اور دوزخیوں پر لعنت ہونے کا اعلان ہوتا

جلی جنت دوزخیوں کو دوزخ کے اور ان کو خطاب کرتے ہوئے ہیں پکاریں گے کہ تمہارے سب نے ہم سے ایمان اور اعمال صالحہ پر جو وعیدیں اور مہربانی اور بخششیں کا وعدہ فرمایا تھا وہ بنائیں ہم نے بغیر دیکھے اس سب کی تصدیق کر دی تھی۔ آج ہم نے یہاں ان سب وعدوں کے مطابق انعامات پائے جو وعدے ہم سے فرمائے گئے تھے ان سب کا انھوں سے دیکھ لیا۔ اب تم کو کہہ کر یہ تمہارا وعدہ ہے تم کو کہانی کہیں اور رسولوں کے ذریعہ ویدوں سے آگاہ فرمایا تھا کہ وہ ویدوں میں بھی لکھیں اور اللہ تعالیٰ نے جو کفر کی سزا سے دیا ہی میں بغیر فرمایا تھا ان خبریں کو تم نے سنا کیا؟

اس پر دواگ جواب دیں گے "نعم" کہ ہاں اِسم نے ان سب باتوں کو سنا لیا۔ واقعی کہیں اور رسولوں کے واسطے سے جو اللہ تعالیٰ نے طب کی خبریں دی تھیں وہ سب ٹھیک لکھیں۔ جب دواگ اس کا اقرار کر لیں گے کہ میں جو کچھ بتایا تھا وہ سب کچھ قائم رہا ہے اور اپنی جانوں پر غم نہ کیا اس پر ایک پکارنے والا دوسرا فرق کے درمیان کھڑے ہو کر پکارے گا کہ اللہ تعالیٰ کی امت ہو جاؤں یہ جہنم کی راستہ بتائی دین حق سے روکتے تھے جو اللہ تعالیٰ نے ان کے لیے بھیجا تھا وہ خود قبول کرتے تھے نہ دوزخ میں کوئی کرنے دیتے تھے اور اسی پر ہم نہیں کرتے تھے بلکہ وہ ہم کو اس میں کئی حائل کرتے تھے یعنی انکی باتیں واسطے سے تھے جن کے ذریعہ دین حق میں شب کاٹیں اور مہربانی کریں۔

یہ دواگ نہ دین حق کو مانتے تھے نہ ایم آخرت پر ایمان رکھتے تھے ان کی ان حرکتوں کا نتیجہ یہ ہے کہ ہمیشہ کے لئے ملعون ہو گئے ان پر

اللہ تعالیٰ کی رحمت اور پیکار پر انکی اور دنیا کے دائمی غلبہ میں گرفتار ہو گئے۔

یہ بات یاد رکھ لو کہ "اَوْ يَسْعَوْنَهَا عَرِجًا" کہہ گئے ہیں انکی تلاش کرتے ہیں یہ ان کی انتہائی خدمت اور انکی ایک صورت پر ان فرما رہی۔ مشرکان کی یہی حالت تھی جس اسلام پر ان کے اعتراضات اٹھاتے تھے یہ خود میں یہودیوں سے واسطہ نہ ہوا وہ لوگ یہ کہتے ہوئے بھی کہ یہ اللہ رسول اللہ ﷺ واقعی اللہ کے رسول ہیں آپ کی نبوت و رسالت کا اقرار نہیں کرتے تھے اور انکی انکی نہیں لگاتے تھے یہ حقیقت میں قابل اعتراض نہیں بلکہ ان میں جو اعتراض جوام کے سامنے آتے تھے یہ کہ یہ مسلمانوں نہ کریں۔

آج تک یہ وہ ضد ہی اور دیگر کفار کا کام میں لگے ہوئے ہیں کہ اسلام میں عیب نکالیں حتیٰ کہ دشمن کہہ گئے کہ یہ عیب پہنچتے ہیں اور انکی اپنے آپ کو پتہ اور مسلمانوں کو ناپاک سمجھتے ہیں۔ انکی مسلمانوں کی پاکیزہ شریعت پاکیزہ زندگی پر اعتراض ہے اور اپنے عیب ثابت پہنچنے سے ان کی طرف سے انکی تو میں میں مشکل ثابت نہیں ہو سکتی ہے آپ کو مسلمانوں سے اچھا سمجھتی ہیں۔ اور جن قوموں میں نہ ان کا یہ عام ہے اور ان کا یہ کام عیب نہیں اسلام پر یہ اعتراض ہے کہ اس میں اللہ و ان کی اپنا کرم ہے یہ کسی انی کلمہ ہے کہ اور ستر بار کہتی ہے کہ یہ انکی ایک سے ان کا یہ وہاں رکھنا جو اللہ کی شریعت میں حلال ہے اس پر اعتراض ہے۔

یہ وہ ضد ہی ہے آج کل مشرکین تیار کر رکھے ہیں یہ لوگ بظاہر اسلامی علوم میں اپنے افعال رکھتے ہیں اور ان مسلمانوں کو تلاش ہیں کہ کافر ہو اور ان پر چارہ ہے یہ وہ لوگ قرآن وحدیث کا مطالعہ کرتے ہیں اور نہ صرف یہ کہ خود کافر ہیں بلکہ اہل اسلام جو ان کے یہاں اسلام میں انکی انکی لیتے جاتے ہیں ان کو اسلامی عقائد میں مذہب کر کے مرتد بنا دیتے ہیں ان سادہ لوح عوام کو یہ بھی نہیں ہوتا کہ ہم ان اسلام سے خارج ہو گئے۔ مشرکین ان کو اسلام اور واقعی اسلام پہنچا پر اعتراضات بھجواتے اور سمجھاتے ہیں ان لوگوں کے پاس چونکہ علم نہیں ہوتا اہل اسلام کی کتابوں اور صحیفوں سے محروم ہوتے ہیں اس لئے جواب دینے سے قاصر ہوتے ہیں اور لوگ انکی صدمہ کے بارے میں بدفقہ ہو جاتے ہیں۔ مشرکین ایسے ایسے اعتراضات بھجواتے ہیں جن کے سورۃ زمرات دینے پر ان کے کچے ہیں اور صحابہ اسلام ان کو مناظروں میں شکست دے کر بار بار ذلیل کر چکے ہیں یہ لوگ اپنے دین کو ہاتھ نہ دیتے ہوئے اسی پر ہتھے ہوتے ہیں اِنْ غلبَ الْاَكْثَرُ عَلَیْكُمْ فَاعْلَمُوا بِمَنْ غلبَ عَلَیْكُمْ فَاعْلَمُوا

وَابَيَّنْهُمْ اَحْبَابًا ۚ وَعَلَى الْاَعْرَافِ رِجَالٌ يَعْرِفُونُ كَثِيرًا مِّنْهُمْ ۚ وَ تَادُوا اَصْحَابَ

اور ان لوگوں کے دشمنوں پر اور اہل بیت پر اور ان کے اہل بیت سے لوگ ہیں جو یہ ایک ان کی کتاب سے لکھتے ہیں کہ اور ان کے اہل بیت

الْجَنَّةِ اَنْ سَلَّمْ عَلَيْهِمْ ۚ لَمْ يَدْخُلُوْهَا وَ هُمْ يَظْمَعُوْنَ ۝ وَاِذَا صُرِفَتْ اَبْصَارُهُمْ تَلَقَّوْا

کہ ان کے انکی کے اہل بیت پر سلام ہو۔ یہ لوگ جنت میں داخل نہ ہوئے ہوں گے اور ان کے اہل بیت پر سلام ہو۔ اور ان کے اہل بیت پر سلام ہو۔

اَصْحَابَ النَّارِ ۚ قَالُوْا رَبَّنَا لَا تَجْعَلْنَا مَعَ الْقَوْمِ الظَّالِمِيْنَ ۝ وَ تَادَى اَصْحَابُ الْاَعْرَافِ رِجَالًا

یہ لوگ ان کے ان کے اہل بیت پر سلام ہو۔ یہ لوگ جنت میں داخل نہ ہوئے ہوں گے اور ان کے اہل بیت پر سلام ہو۔ اور ان کے اہل بیت پر سلام ہو۔

يَعْرِفُوْنَهُمْ ۚ يَسِيْرُهُمْ قَالُوْا مَا اَعْنَىٰ عَنْكُمْ جَعَلَكُمْ وَمَا كُنْتُمْ تُنْكِرُوْنَ ۝

اور ان کی کتاب سے لکھتے ہیں کہ ان کے اہل بیت پر سلام ہو۔ یہ لوگ جنت میں داخل نہ ہوئے ہوں گے اور ان کے اہل بیت پر سلام ہو۔ اور ان کے اہل بیت پر سلام ہو۔

أَهْوَلَاءَ الَّذِينَ أَهْلَسْنَاهُمْ لَا يُنَالُهُمُ اللَّهُ بِرَحْمَةٍ أَدْخُلُوا الْجَنَّةَ لَا يَخُوفُ عَلَيْكُمْ

جو بھی گنہگار ہو جس نے اپنے گناہوں کو بھلا کر دیا ہے اور جس کو ہم نے اپنی رحمت سے بے دخل کر دیا ہے وہ نہیں پہنچے گا۔ اُدخلوا الجنة لا خوف علیکم

وَلَا أَنْتُمْ تَحْزَنُونَ ﴿۷﴾

اور نہ تم غمگین رہو گے۔

صحاب اعراف کا اہل جنت کو سلام پیش کرنا اور اہل دوزخ کی سرزنش کرنا

اہل جنت اور اہل دوزخ دو جماعتیں ہوں گی اور ہر جماعت اپنے اپنے مقام اور سطح پر ہوگی۔ ان دونوں کے درمیان پرہیزگاروں کا یہ پردہ ایک دوسری صورت میں ہوگا جس کو وَبَيْنَهُمَا حِجَابٌ سے تعبیر فرمایا۔ اس پردہ کے پردہ پر ایک دوسرے کو نہ دیکھ سکتے ہیں۔ وَمَنْ أَضَلُّ مِمَّنْ يَبْغِي کا معنی ہے کہ جس کو آوارہ و گمراہی میں ڈال دے اور قریب ہی دوسری آیت میں دوزخیوں کا جنتیوں سے خطاب کرنے کا اور ان سے اپنی طلب کرنے کا ذکر آیا ہے۔

بعض علماء نے فرمایا ہے کہ اہل جنت اور اہل دوزخ کے درمیان کو گھیرنے والے دیوار کے دو کچے ٹکڑے ہیں جن سے ایک دوسرے کو کچھ نہیں دیکھ سکتے۔ صاحب روح المعانی لکھتے ہیں کہ یہ پردہ ایسا ہوگا جو جنت کا اہل دوزخ کی طرف اور دوزخ کا اہل جنت کی طرف نہیں پہنچے گا۔ البتہ آپس میں ایک دوسرے کی آواز پہنچے گی۔

پھر اس بات کا جواب دیتے ہوئے کہ درمیان میں حائل ہوتے ہوئے آواز کیسے پہنچے گی فرماتے ہیں کہ صَوْرَةُ الْأَعْرَافِ لَا تَفْصِلُ بَيْنَهُمَا (یعنی آکرٹ کی چیز پر نہ بنی چیزوں پر تھیں کسی کی جانتی) یہ صاحب روح المعانی نے دست لایا لیکن اس بات کو دیکھا گیا کہ اگر انکی نگاہ نے یہ بات کر دیا کہ آواز پہنچے گا اور آپس میں کرنے کے لیے درمیان میں کسی چیز کا حائل ہوگا اور ایک دوسرے سے امید ہونا۔ غلط نہیں۔

ایک شخص نے کہا میں نے پہلے پوچھا تھا کہ کسی کی آواز سے بات کر سکتا ہے۔ پھر فرمایا کہ اعراف پر بہت سے لوگ ہوں گے جو ہر ایک کو اپنی اہل جنت دہلی دار کو ان کی نشانوں سے پہچانتے ہوں گے۔ لہذا اعراف طحوف کی جمع ہے ہر چیز کے ساتھ جسے کو اعراف کہا جاتا ہے۔

آیت بالا میں جس اعراف کا ذکر ہے اس سے کیا مراد ہے؟ اس کے بارے میں مفسرین نے لکھا ہے کہ جنت اور دوزخ کے درمیان جو دروازہ ہوگی جسے صاحب نے تعبیر فرمایا ہے وہ اعراف ہوگی۔ آیت بالا میں اس کی تصریح ہے کہ اعراف میں بہت سے لوگ ہوں گے جو اہل جنت کو پہچانتے ہوں گے اور اہل دوزخ کو بھی اور یہ پہچاننا ہر ایک کی صلاحیتوں سے ہوگا۔ میدانِ حشر میں بھی اہل جنت اہل دوزخ سے ممتاز ہوں گے۔

اہل جنت کے چہرے سفید و روشن ہوں گے اور اہل دوزخ کے چہرے سیاہ ہوں گے اور ان کی آنکھیں نیلی ہوں گی اور جنت و دوزخ کے داخلے کے بعد ہر فرقہ کی صورتوں کا امتداد ہوتا ہے تاکہ ہر فرقہ کے اہل جنت کو اہل دوزخ کو ان کی نشانوں سے پہچان لیں۔ یہ خود قرآن بھی جنت میں داخل نہ ہونے ہوں گے البتہ اس کے امیدوار ہر ہے ہوں گے۔ کہ انکی بھی جنت میں داخل نہ ہو جائے گا۔

ان میں اور آیتوں سے حال میں دو جگہ اہل حق سے خطاب کریں گے کہ سلامتی علیکم (تم پر سلام ہو) ان کا یہ کہنا بطور تہذیب و احترام ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ تم انہیں سے پیدا ہوا انہوں کی تعلیموں سے محفوظ رہو گے۔

یہ اصحاب اہل حق ہیں ان کے ۴۱ کے بارے میں حضرات مفسرین نے حضرات مفسرین سے متعدد اقوال نقل کئے ہیں مشہور ترین قول یہ ہے کہ یہ لوگ ہوں گے جو عیسائیوں کی جہ سے پہلے اصرار سے کڑا کر دوزخ سے توبہ کئے لیکن ان کی عیسیٰ اس قدر نہیں کہ جنت میں داخل ہوں گے۔ یہ ہیں جن کا اصراف پر لوگوں کے درمیان فیصلہ ہونے تک چھوڑ دیا جائے گا۔ پھر اللہ تعالیٰ شانہ اپنی رحمت افاضل سے ان کو جنت میں داخل فرما دیں گے۔

اصحاب اہل حق حضرات اہل جنت سے بھی خطاب کریں گے (جس کا ذکر بھی ہوا) اور اہل دوزخ سے بھی خطاب کریں گے، جب اہل دوزخ پر نظر میں پڑیں گی تو ان کی بد حالی دیکھ کر اللہ پاک سے عرض کریں گے کہ اس کا ایسا معاملہ میں ہمارا دماغ بھی دوزخ میں داخل نہ فرما۔ نیز یہ حضرات اوز فیوں میں ان لوگوں کو بھی دیکھیں گے جنہیں ان کی شکایتوں سے بچاتے ہیں گے یہ لوگ ہوں گے جو اہل کفر کے سردار تھے جنہیں اپنی عصامت پر گمنام قیام دیکھ کر کرتے تھے خود ہی حق قبول کرتے تھے اور دہانچے مانتے تھے اور ان کو قبول کرنے دیتے تھے۔ اور اہل ایمان کو انکسارت کی نظر میں سے دیکھتے تھے۔ اور صرف یہ کہ ان کو اپنے طور پر حقیر جانتے تھے بلکہ یہ کہتے تھے کہ ان لوگوں کو اللہ تعالیٰ کی رحمت شامل ہوتی نہیں تھی۔

اصحاب اہل حق ان حکمرانوں سے کہیں گے کہ تم اپنی عصامت نے جنہیں کہو کہ اللہ دنیا میں ان کے تم پر دھری پڑے ہوئے تھے اور جو حکم تم حکم کرتے تھے اس نے بھی جنہیں کہو کہ اللہ دنیا میں پھینکا ہوا گ (یعنی اہل ایمان) کیا وہی نہیں ہیں جن کے بارے میں تم جنہیں کہا تھا کہ انہی کرتے تھے کہ اللہ ان کو اپنی رحمت میں شامل نہ فرمائے گا۔ دیکھو وہ کیسے کامیاب ہوئے ان کو جنت میں داخل فرما دے گا۔ اللہ تعالیٰ نے ان پر رحمت فرمائی اور فرمایا

أَذْخَلُوا الْجَنَّةَ (جنت میں داخل ہوا) لَا حَرْفَ عَلَيْكُمْ وَلَا تَنْفَعُ لَكُمْ نُونٌ ﴿۵﴾ (تم پر اب کو حرف ہے نہ تم کو تم بھی نہ نوحہ ہو گے کہ اللہ اپنے ایمان کی جہ سے کامیاب ہو گے اور تمہارا حکم جنہیں کہا گیا تم کو پر از ہے۔ یہ سبنا جنہیں دوزخ میں داخل ہوا) ۵۔

وَكَذَٰلِكَ أَصْحَابُ النَّارِ أَصْحَابُ الْجَنَّةِ ۖ أَنْ يَفِيضُوا عَلَيْنَا مِنَ الْمَاءِ أَوْ مِمَّا رَزَقَكُمُ اللَّهُ ۚ قَالُوا ۖ

اور اوزی کے جنت میں کو آواز دیں گے کہ اللہ سے کیا باتی ہوا ان فتنوں میں ہے جو اللہ نے تم پر دیا ہے اور اب میں کہیں گے کہ اللہ

إِنَّ اللَّهَ حَزَنَهُمَا عَلَى الْكَافِرِينَ ﴿۶﴾ الَّذِينَ اتَّخَذُوا دِينَهُمْ لُغْوًا وَلُجْأً ۖ وَعَزَّيْزُهُمُ الْحَيَوَةُ

اللہ نے ان لوگوں کو کافروں پر حزم کر دیا ہے۔ جنہوں نے اپنے دین کو لوجہ و لغو بنا لیا۔ ان کی زندگی بے حزم ہے۔ اور ان کی حیات

الذُّنْيَا ۖ قَالُوا لَيُؤْمَرُنَّ نَسْلُهُمْ كَمَا نُسُوا لِقَاءَ يَوْمِهِمْ ۚ هَٰذَا وَمَا كُنَّا بِآيَاتِنَا يَجْحَدُونَ ﴿۷﴾

ن کے ماب ہ چھوڑ دیں گے جیسا کہ وہ آج کے دن کی طاقت کو بھول گئے اور جیسا کہ وہ پہلے آیت کا حذر کرتے تھے۔

وَلَقَدْ جَعَلْنَاهُمْ يَكْبُشَ فَهْلَانَهُ عَلَىٰ عِلْمِهِمْ هَٰذَا ۖ وَرَحْمَةُ لِقَائِهِمْ يُؤْمِنُونَ ﴿۸﴾ هَلْ يَنْظُرُونَ

اور میں نے انہیں کبھی کبھی ہی سے طے کر کے ان کو کھلی کر دیا ہے اور اللہ سے رحمت ہے ان کو ان کے لیے جو جہان ہے۔ یہ ان کی ہی نظر میں ہے۔

إِذْ تَأْوِيلُهُ يَوْمَ يَأْتِ تَأْوِيلَهُ يَقُولُ الَّذِينَ كُفَرُوا مِنْ قَبْلُ قَدْ جَاءَنَا رَسُولٌ رَبِّنا

۱. میں کاغذ پر جس کے سامنے آجائے۔ میں جس میں کاغذ پر سامنے آنے کا آواز کہہ کر لے کر اس کو پلے بھول کے دے کر کہہ کر سامنے آئے۔

بِالْحَقِّ: قَهْلُ لَنَا مِنْ شُعَاءٍ فَيُسْتَعْوَا لَنَا أَوْ تَرُدُّ فَعَمَلٌ غَيْرَ الَّذِي كُنَّا نَعْمَلُ

2-178.1. Page 1. Vol. 1. The first part of the book is devoted to the study of the

قَدْ خَيْرُوا أَنْفُسَهُمْ وَصَلَّ عَلَيْهِمْ تَاكَاثُورًا يَفْتَرُونَ ﴿٥٠﴾

ہر آدمی کے لئے ایک ہی شے ہے اور یہ کہ اگر آپ اسے کرتے ہیں تو آپ کو اللہ تعالیٰ سے ملے گا۔

روز خیوں کا اہل جنت سے مافی طلب کرنا اور دنیا میں واپس آنے کی آرزو کرنا

ہاں جنت اور اہل اعراف جو ان زمیوں سے خطاب کریں گے گنہگار آیت میں اس کا تذکرہ فرمایا۔ اس آیت میں اہل داروغہ کے خطاب کا ذکر ہے اور اہل جنت سے اپنے خطاب کی توفیق کے لیے سوال کریں گے اور ان سے اپنے لیے کچھ مانگیں گے اور کہیں گے کہ ہمارے لیے کچھ پانی بہاؤ۔ یا اور یہ چیزیں جو ہمیں اللہ تعالیٰ کی طرف سے عطا کی گئی ہیں ان میں سے کچھ ہماری طرف بھی بھیج دو۔ اہل جنت جواب دیں گے کہ جنت کا پانی اور جنت کی نعمتیں اللہ تعالیٰ نے ان کا فرماں پر حرام کر دی ہیں۔ ہم تمہارا سوال کیسے پورا کر سکتے ہیں؟

ان کا فرماں نے اپنے دین کو ان جہانوں کے لیے بھیجا تھا (اللہ رب العزت کا فرمان) یا تم اس کو قبول نہیں کرتے تھے اور انہیں اس کا ذوق نہ تھا۔ انہیں انسانی زندگی نے ان کو احمق کے میں ڈال دیا اس کے لیے ٹھیک کرتے رہے اور سب کو اس کی گنجینہ رہے آخرت کے لیے مقرر نہ ہوئے اور جس دین کے بارے میں آخرت میں احکامات ہوتی اسے قبول کرنے سے دور ہے۔

فَالْيَوْمَ نَسْفَعُكُمْ حَمَلًا نَسُوا الْإِقْدَ بَارِعَهُمْ هَذَا (اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہو گا کہ آج ہم بھی انہیں بھلا دیں گے یعنی ان کے ساتھ ایسا ہوا کہ
 کریں گے جو اپنے لوگوں کے ساتھ کیا ہوتا ہے جن کی طرف رحمت کے ساتھ ہر اچھل کود کی جائے اور جنہیں ان کے اپنے حال پر پہنچا دیا
 جاتا ہے چندکے ممبروں نے آئی کے کہیں جتنی جہم کی بات کو بھلا دیا تھا اور ہماری بات کا انکار کرتے تھے اس لئے ان پر ہر اچھل و دم نہ کیا جائے گا
 اور ان کی کوئی درخواست قبول نہ کی جائے گی یہی ان کو روزِ رائی میں عیبت کے لئے چھوڑ دیا جائے گا۔

وَلَقَدْ جِئْتَهُمْ بِكِتَابٍ فَفُتِنَهُ عَلَيْهِمْ عَلِيمٌ هَدًى وَرُحْمَةً يُؤْمِنُونَ (اور ہم نے انہیں کتاب پہنچادی ہے مگر قرآن مجید جس کو ہم نے اپنے علم کا حل ہے خوب واضح طور پر بیان کر دیا۔ (یعنی تو سب ہی کے لیے ہے۔ لیکن) ہدایت و رحمت انہیں لوگوں کے لیے ہے جو اس کو مان کر ایمان لے آتے ہیں۔

ہل بظفر وں الا فلولۃ (دلائل) قرآن مجید میں مؤمنین عدول کا ثواب بتایا ہے ان کو بھروسہ دئی ہیں اور اصل کفر کو کھد اب سے ڈرایا ہے اور ہم نیا مسرت میں ہوں کو کھد اب ہوگا اس کی دھیمیں میں سنائی ہیں۔ مؤمنین کے حق میں قرآن مجید کے بتائے ہوئے اعمال خیر کا نتیجہ یہ ہوگا کہ وہ دنیا سے کد نجات پائیں گے اور جنت میں جائیں گے اور کافروں کو جو قرآن مجید نے دھیمیں سنائی ہیں وہ ان دھیموں کے مطابق اپنے انہو مہم کو کھیں گے۔

اسی حالت اور انتہام کو نقطہ تاویل سے تعبیر فرمایا۔ مطلب یہ ہے کہ یہ لوگ ایسا نہیں کرتے اور دعوت حق کو قبول نہیں کرتے اس کی

حضرات مفسرین نے فرمایا ہے کہ اپنی مخلوق کو تعلیم دینے کے لیے دفعہ پیدائش کے بعد ہی ان میں فرمایا تاکہ وہ سمجھ سکیں کہ جب اللہ تعالیٰ نے چھ دن میں آسمان و زمین پیدا فرمائے حالانکہ وہ آسمان و زمین دفعہ پیدائش سے پہلے مخلوق کو اپنے کام میں مشغول کر دیا اور توحید کی ضرورت ہو گئی۔

قال صاحب الروح وقال غيره واحدا ان في خلقها مغزجا مع قدرته سبحانه على ابدائها دفعة دليل على الاختصار واعتصار الشكوك (ص ۱۳۲ ج ۸) وفيه ايضا ان التعجيل في الخلق ابلغ في القدر والانت ابلغ في الحكمة فلما افاض الله تعالى اظهار حكمته في خلق الاشياء بالثبت كما اظهر قدرته في خلق الاشياء بتسكين (ص ۱۳۳ ج ۸) صاحب روح المعاني فرماتے ہیں انہی حضرات نے کہا ہے اللہ کو ایک ہی دفعہ میں زمین و آسمان کو پیدا کرنے کی قدرت ہونے کے باوجود اس کا تدریج سے پیدا کرنے میں کسی کام کو تاخیر سے کرنے کی دلیل اور عقل و ادب کے لئے عبرت ہے اور یہ بات بھی ہے کہ پیدائش میں جلدی کو الی قدرت کی دلیل نہیں ہے اور تدریج سے پیدا کرنا کمال عسکت کی دلیل ہے تدریج سے پیدا کرنے میں اللہ تعالیٰ کا مقصود اپنی حکمت کا اظہار ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے کئی کے بارے میں فرمایا کہ اللہ تعالیٰ قدرت کا ہر چیز کو پیدا کر کے اپنی قدرت کا ہر چیز فرمایا۔

وفي معالم التنزيل (ص ۱۶۳ ج ۲) قال سعيد بن جبیر كان الله عز وجل فائزا على خلق السموات والارض في السمعة والحقفة لخلقهم في ستة ايام تعليمها للخلق الثابت والثبات في الامور ولقد جاء في الحديث الثاني من ابو حنيفة والعلامة من الشيعان (تفسير معالم التنزيل) میں ہے کہ حضرت سعید بن جبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں اللہ تعالیٰ آسمان و زمین کو اپنے ہر ایک لمحہ میں پیدا کرنے پر قادر تھا لیکن انہیں چھ دنوں میں پیدا کر کے اپنی مخلوق کو تدریج سے تعلیم دلانے اور معاملات میں خود رفتہ تعلیم دینے کی ضرورت پڑی تاکہ اس میں کسی تاخیر کو تدریج سے اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے اور جلدی شیطان کی طرف سے) سورۃ فرقان (۱۵) اور سورۃ طہ (۲) سورۃ طہ (۲) میں مسنونہ اور ارض کے ساتھ و ما ابنا بقضائہ فرمایا کہ آسمان و زمین کو اور جہانوں کے دو جہان ہے سب کو چھ دنوں میں پیدا فرمایا اس کی تفصیل سورۃ طہ (۲) میں ہے ان فرمائی ہے وہاں اللہ تعالیٰ اس بارے میں تفصیل سے لکھا جائے گا۔

یہاں یہ جو سوال پیدا ہوتا ہے کہ ان تو سورج کی حرکت سے وجود میں آیا ہے اس وقت تو آسمان تھے زمین تھی نہ سورج تھا تو چھ دن کا وجود کیسے ہوا اس کے بارے میں مفسرین فرماتے ہیں کہ صفۃ الہام سے مقدار سے اظہار ہے یعنی چھ دن کی مقدار میں تخلیق فرمائی۔ ثم استوى خلق الفرض (بمعنى عرض) یا استواء فرمایا استواء کا نام ہونے کو اور عرض تحت ثانی کو کیا ہے ۳ ہے قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ شمس نے جواب دیا ہے میں ثم استوى خلق الفرض فرمایا اور الفرض حسن خلق الفرض استوى فرمایا اس کو سمجھنے کے لیے بعض لوگوں نے مختلف تاویلات دی ہیں۔ اس کے بارے میں حضرات مفسرین صحابہ و تابعین رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے جو بات منقول ہے وہ یہ ہے کہ انسانی عقل انات عمل شمس کی ذات و صفات کو اپنی طرح سمجھتا اور اجالہ کرنے سے عاجز ہے لہذا جو کچھ فرمایا ہے اس سب پر ایمان لائیں اور سمجھنے کے لیے کھوج کر رہیں نہ چڑھیں۔

یہی مسلک ہے فرمایا اور صاف صحیح ہے حضرت امام مالک سے کسی نے استواء علی الفرض کا معنی پوچھا تو ان کو یہ بتایا کہ قرآنی دیر بر محکم کے بعد فرمایا کہ استواء کا مطلب معلوم ہے اور اس کی کیفیت سمجھتے ہیں اور ایمان اس پر لانا واجب ہے۔ اور اس کے بارے میں سوال کرنا بدعت ہے۔

بھروسہ کے بغیر کیا کہ میرے خیال میں اگر وہ شخص ہے اس کے بعد اسے اپنی مجلس سے الگ کر دیا۔ (مذہب ائمہ اربعہ میں ص ۱۶۵ ج ۲)
اس بارے میں سہلی کرنے کو دعوت اس لئے فرمایا کہ حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے سامنے بھی آیات مکتوبات تھیں جن
انہوں نے قبول کر لیں۔ یہ سہلی کے بارے میں کیفیت اور حقیقت سمجھنے کے لیے کوئی سہلی نہیں کیا۔ آنحضرت ﷺ نے بھی ان امور کو
واجب نہیں فرمایا۔ جس طرح وہ حضرات آیات مکتوبات پر اعتقاد انہیں ملے اسے اسی طرح بعد انہوں کے لیے بھی اسی میں خبر ہے کہ بغیر
کچھ کے انہوں نے ایمان لے لیا۔

سورۃ آل عمران کے پہلے دو آیتوں میں گھر کا کہ ہے کہ میں میں ذبیح مکتبی کی بعد مقتدر عرض کرنے کے لیے مکتوبات کے پیچھے
لکھے ہیں۔ اور ان کا مطلب معلوم کرنا چاہیے ہیں۔ فَإِنَّمَا إِلَهُ الْبَنِينَ وَإِنَّمَا الْإِنسَانُ لِرَبِّهِمْ كَافِرٌ مَا تَذَكَّرْنَا بِهِ الْبَعْدَ وَالْبَعْدَ
تَأْوِيلُهُ (الآیہ)

پھر فرمایا يُنْفِضِي إِلَيْكَ أَيْدِيَهُمْ وَأَسْأَلُكَ عَلَيْهِمُ الْقَبْلَ (اللہ تعالیٰ اس کا ہاتھ دیتا ہے کہ وہ اپنی یعنی شب کی ہاتھ دے گی) سے ان کی روشنی کو چھوڑ دیتا ہے اس کو
سورۃ میں ہیں فرمایا يُنْفِضُوهُ إِلَى الْخِلَافِ (یُنْفِضُوهُ إِلَى الْخِلَافِ) (اور اس کو ان پر لپیٹ دیتا ہے اور ان کو اس کے
میں لپیٹ دیتا ہے) اور یہ سب کے سامنے ہے اللہ کے سامنے کسی کو قدرت نہیں کہ اس کے حکام کو بدل دے نیز يُنْفِضُ إِلَيْكَ (یُنْفِضُ
یُنْفِضُ) کہ اس کے جلدی جلدی چل کر اس کو طلب کر لیتی ہے) اور ان آیتوں کا گہرا معنی معلوم ہوتا ہے یہاں تک کہ اس آیت سے اور ان
کا مطلب ہو گا ہے۔

پھر فرمایا وَالْفُتُورَ وَالْفُتُورَ فَتُخَرَّبُ (پھر وہ) (یعنی اللہ تعالیٰ نے سورج اور چاند اور تمام ستاروں کو پیدا فرمایا اس
وقت پر کہ سب اس کے حکم کے تابع ہیں اور اس کی مشیت اور ارادہ کے مطابق چل رہے ہیں۔ ہزاروں سال گزر گئے ہیں ان کی یاد دہانی
مقرر فرمادی ہے اور جو کام ان کے ذمہ رکھے ہیں ان میں گئے ہوئے ہیں صرف خداوند تعالیٰ کے حکم سے چلتے ہیں کسی آواز یا آگے کے بغیر
مخلص مر انہی میں کی ہے سے وہاں وہاں ہیں۔

آسمان زمین، جس قدر کہ اس کی تخلیق بیان فرماتے کے بعد اشارہ فرمایا أَلَا لَهُ الْخَلْقُ وَالْأَمْرُ (اور خداوند تعالیٰ کے لیے ہے
پیدا فرمانا اور حکم دینا)

قال صاحب الروح (ص ۱۳۸ ج ۱) وفسر بعضهم الامر هنا بالأمر الإلهي والامر هو
مقابل النهي والخلق بالخلق أي له تعالى المخلوقون لا له خلقهم وله أن يأمرهم بممازاة (صاحب روح
الروح) فرماتے ہیں یہاں امر یعنی امر کی امر کی تفسیر امر ہے کہ اس کی اور دوسرے بعض نے امر کے مقابل میں جو امر ہوتا ہے وہ امر ہونا
ہے اور خلق کو مخلوق کے معنی میں لیا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ اس کی مخلوقات ہے کہ اس نے انہیں پیدا کیا ہے اور اس کو اپنے ارادہ کے
مطابق نہیں حکم کرنے کا اختیار ہے)

خاتم ہوا اور حکم ہوا اللہ تعالیٰ ہی کی صفت ہے اس کے علاوہ کوئی ذات الٰہی کو پیدا کر سکتا ہے اور نہ مخلوق اور نہ جس طرح اس
کے علاوہ کسی کو حکم دینے کا اختیار ہے۔

آخر میں فرمایا فَتَذَكَّرْ فَإِنَّهُ عَلَىٰ الْغُلُوبِ (پھر کہتے ہیں اللہ جو تمام جہانوں کا رب ہے)

مرحبہ مذہب ائمہ اربعہ (ص ۱۶۵ ج ۲) نے ارادہ تو تبارک کا مکتبی تعالیٰ اللہ و تعظم کتب ہے (یعنی اللہ تعالیٰ ہی تر ہے) غفلت

ہے اور ایک قول میں بھی لکھا ہے کہ تنازعہ بھی نفی میں ہے۔ بلکہ تحقیق کا قول نقل کرتے ہوئے لکھا ہے کہ

معنی هذه الصفة ثبت ودام بعد لم يزل ولا يزال

(یعنی اللہ تعالیٰ شانہ اپنی ذات اور صفات کے ساتھ ہمیشہ سے بے پناہ ہمیشہ رہے گا) تمام اقوال کو سامنے رکھ کر لفظ تکبیر کا معنی یہ ہوگا کہ اللہ تعالیٰ بڑے بے عظمت ہے، بڑے پاک ہے اور اپنی صفات عالیہ سے ہمیشہ خائف ہے اور ہمیشہ شغف رہے گا اس کی ذات اور صفات کو بھی زوال نہیں۔

أَدْعُوا رَبَّكُمْ تَضَرُّعًا وَخُفْيَةً ۚ إِنَّهُ لَا يُحِبُّ الْمُعْتَصِلِينَ ۝ وَلَا تُفْسِدُوا فِي

ترجمہ: آپ اپنے رب کو پکارنا، بڑی اور چپکے چپکے باتیں کرنا، اور اللہ تعالیٰ ان کو ناپسند فرماتا ہے جو اس سے آگے بڑھنے والے ہیں۔ اور فساد نہ کرو جس میں

الْأَرْضِ بَعْدَ إِصْلَاحِهَا ۚ وَأَدْعُوا خَوْفًا وَطَمَعًا ۚ (إِنْ رَحِمْتَ الشُّعْرَىٰ رَبِّكَ مِنَ الْمُجْسِمِينَ ۝)

اس کی اصلاح کے بعد، اور پکارنا اپنے رب کو اترے ہوئے اور امید رکھتے ہوئے۔ ہے ملک اللہ کی رحمت اللہ کا کام کرنے والوں سے کہ جب سے

دعا کرنے کے آداب

اللہ تعالیٰ کی مخالفت اور عداوت بیان فرمانے کے بعد ہم فرمایا کہ کسی کی طرف توجہ نہ دے اور نہ کسی سے انجھاسی سے اپنی باتوں کا سوال کر۔ ساتھ ہی دعا کا ادب بھی بتا دیا اور یہ کہ تضرع یعنی عاجزی کے ساتھ دعا کیا کرو، عا میں اپنی عاجزی اختیار کرو اور دل سے مانو کہ اے اے رب! ہم تجز ہیں۔ نیز یہ بھی بتایا کہ چپکے چپکے دعا کرو۔ بعض مواقع میں زور سے دعا کرنا بھی ثابت ہے جیسا کہ اسبقہ ملاحظہ فرماتے ہوں اور پھر ہمیں زور سے دعا کرنے کا نصرت ملتا ہے۔ لیکن عام حالت میں چپکے چپکے ہی دعا کرنا چاہئے۔

سورہ بقرہ میں حضرت زکریا علیہ السلام کی دعا کا ذکر فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا: **إِذْ نَادَىٰ زَكَرِيَّا رَبِّهِ ۖ إِذْ نَادَىٰ رَبَّهُ خَفِيًّا ۝** (تجھ کو پکارنے اپنے رب کو پکارا ہشیدہ طریقہ سے) ثابت یہ ہے کہ قہر دعا کرنے میں ضروری تھک کا موقع زیادہ ہوتا ہے۔ اگر زور سے دعا کی جائے تو کوئی آواز کرنے کی طرف بھی دھیان دیتا ہے اور اس میں قہر بنت ہوتی ہے۔ بعض صحابہؓ نے عرض کیا تھا کہ یا رسول اللہ! کیا دعا کا ادب قہر سے ہونا چاہیے تو ہم اس سے مناجات کریں یعنی خفیہ طریقہ پر مانگیں یا زور سے کہے ہم زور سے پکاریں اس پر آپ کریمہ و اذفا **سَالَكْتُ جَنَّةَ بَنِي عَمْرِو بْنِ قُحَيْطٍ فَرَمَتْ (الایہ) جزل ہوئی۔ (در مختار ص ۱۶۷ ج ۱)**

مجھے بخاری میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: **"الْعاصِمُ عَنِ عَصِيٍّ يَبِي وَنَا مَعَهُ الْإِذَا كُورِي"** (مستطوع الصواع ص ۱۶۹) میں (میں اپنے بندہ کے گناہ کے ساتھ ہوں وہ میرے بارے میں جو گناہ کرے۔ اور میں اپنے بندہ کے ساتھ ہوں جب وہ مجھے یاد کرے)

اور ایک روایت میں ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا تھا مع عسلی اذا ذکوری و لعلت یی شفعہ۔ (مستطوع الصواع ص ۱۶۹) (میں اپنے بندہ کے ساتھ ہوں جب وہ مجھے یاد کرے ساتھ جب اس کے ہونٹ میری یاد میں حرکت کرتے ہوں)

اور ایک حدیث میں ارشاد ہے کہ تمہارا رب تم سے اس سے بھی زیادہ قریب ہے جتنی تمہاری سواری دلی اونٹنی کی گردن تم سے قریب ہے۔ (مستطوع الصواع ص ۱۶۹ بخاری و مسلم)

نہیں جب اللہ جل شہدہ ہند سے اس قدر قریب ہے کہ دعائیں پہنچنے اور پکارنے کی ضرورت نہیں آتی۔ دعا کریں اور اللہ کا سر نہ نہیں۔
پھر ارشاد فرمایا: فَلَا يَصْحَبُ الْمُغْضِبِينَ (اپنے ایک دوسرے سے نہ جھگانے والوں کو پسند نہیں فرماتا) اس میں موعی ہو، پرتہ موعیوں
میں اشتداد، اصراف اور حد سے آگے نہ جانے کی ممانعت فرمادی۔ یہ اعتدال حد سے نہ جھگانا دعائیں بھی ہوتا ہے۔

مطرحات مندرجہ ذیل کے لئے اور مثال کے لئے دعا میں ایک اعتدال ہے کہ (مثلاً) اپنے لئے یہ سوال کرے کہ مجھے جنت میں
محررت وغیرہ عظیم اصول و اسلام کی منازل عطا کی جائیں۔ اگر گناہ کرتے یا قطع رحمی کی دغا کی جائے تو یہ بھی اعتدالوں ایک صورت ہے۔
مخبر ابو داؤد (مس ۳۰۶) کہ میں نے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے اپنے بیٹے کو ایسا دعا کرتے ہوئے سنا اللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُکَ
الْفُضُولَ الْاَبَدَیَّ عَنْ بَعْدِ الْجَنَّةِ (اللہ اے میں آپ سے جنت کی اٹھیں جانب طلبہ کمال کا سوال کرتا ہوں) یہی ہے کہ
حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا اے وَاِنَّ اِلٰهَکَ مِنْ جَنَّتِکَ کا سوال کہ اور روزگار سے پناہ مانگ (اپنی طرف سے طلبہ کمال
مجموعہ ذکر) میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ حضرت اس راستہ میں ایسے لوگ ہوں گے جو حضور (ص) اور جس (ع) اور
میں (ع) اور دعا میں اعتدال یعنی زیادتی کریں گے۔

زندگی کے دوسرے شعبوں میں جو حدود و ضوابط سے آگے نہ جانے ہیں اس کی ممانعت بھی آیت کریمہ کے معنی اللہ میں داخل
ہے۔ لیکن تو بہت بڑی چیز ہے لیکن شرعاً اس کی بھی حدود و ضوابط ہیں کوئی شخص رات کو نماز پڑھے اپنی بیوی اور بہنوں کی خدمت سے
رات دن ذکر و تلاوت میں لگا رہے اور یہی چاہے اس دعائیں کے لئے کلمہ نہ ہو اور ان کے لئے اتنی بڑی نہ مانگے جس سے جاہلستان اور
ہلہ یہ بھی اعتدال اور زیادتی ہے۔

پھر فرمایا: وَلَا تُسَلِّسُوا لَهَا فِی الْاَوَّلِیِّ (نقل و اضافہ) اور زمین کی اصلاح کے بعد زمین میں تساہت کرو (اس سے زمین کی کھجری
اصلاح اور باطنی اصلاح دونوں مراد ہو سکتی ہیں)۔ بخاری میں اصلاح تو یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہمارے برائیوں کی رحمت نکال دی ہے۔ تحقیق اللہ کی اور
اس میں طرح طرح کے فوائد رکھ دیئے اس کو خواب نہ کرو۔ اللہ کی پورا مروت و جنت میں کو نہ پا جاؤ۔ اور ان سے انکار کی جو پورا مروت
ہیں ان میں داخل ہیں اور اللہ تعالیٰ کی شہادت کو ان سے متعلق ہونے اور باطنی اصلاح مراد لی جائے تو اس کے معنی یہ ہیں کہ اللہ
تعالیٰ نے اپنے رسولوں کو بھیجا کہ ان میں داخل فرمائیں۔ ملائکہ سے حق کو مانگ فرمایا اعمال صالحہ کا حکم دیا اور برے کاموں سے منع فرمایا۔ کثیر
تعداد میں انسانوں نے ایمان قبول کیا اب اس معاد کو خواب نہ کرو، ہدایت کی راہ اختیار کرو مادی پر غور نہ ہو اور دوسروں کو ایسی پرہیزگار
نہ کرو۔ بلا آیت سے چند کتاب معلوم ہوتے ہیں۔ مثال یہ کہ دعائیں زیادتی نہ کرو۔ دوم یہ کہ تحقیق طریقہ یہ دعا کرو۔ سوم یہ کہ راتے ہوئے
دعا نہ کرو کہ ممکن ہے کہ قول نہ ہو۔ چہارم خوب لگاتے ہو امید کرتے ہوئے دعا نہ کرو یا نہیں۔ ادب۔ وَلَا تُسَلِّسُوا لَهَا فِی الْاَوَّلِیِّ (نقل و اضافہ)
اعتدال یعنی اس سے معلوم ہوا اس میں اس طرف اشارہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ارشاد جو تمام دعائیں یہ صادق آتا ہے اس سے بھی پرہیز کرو۔ کیونکہ
نسانی اور اس میں بھی دعائیں کی قابلیت کے لئے دیکھا جا رہا ہے۔

صحیح مسلم (۳۰۶) میں ہے کہ حضرت علیؓ نے ایک بے گھر شخص کا ذکر فرمایا جس کا سر لہا ہر بال بکھرے ہوئے ہوں۔ غم سے
اور اور وہاں کی طرف ہاتھ پھیلا کر نہایت نہایت کہتا ہے اور حال یہ ہے کہ اس کا کھانا حرام ہو، بیوی حرام ہو، وہاں حرام ہو اور اسے
حرام سے غذا ملتی ہو۔ ان چیزوں کے لئے دعا ہے کہ اس کی دعا کہیں قبول ہوگی؟

پھر فرمایا: اِنَّ رِجْسَکَ اَعْلٰی فَرِیْقَتَیْ بَیْنَ الْمُغْضِبِیْنِ (یہاں یہ اللہ کی رحمت اچھے کام کرنے والوں سے قریب ہے) اس میں مطلق

اچھے کام کی فضیلت بتادی۔ جسے بھی اچھے کام میں وہ سب اللہ کی رحمت شامل حال ہونے کا ذریعہ ہیں۔

اسی مضمون میں وہ اکابر احسان بھی ہے۔ دعا کے جو آداب بتائے ہیں ان آداب کی رعایت کرتے ہوئے اگر دعا کی جائے تو اللہ کی رحمت نازل ہوگی اور دعا کی قبولیت کا ذریعہ بن جائیگا۔

وَهُوَ الَّذِي يُرْسِلُ الرِّيحَ بُشْرًا لِّبَنِينَ يَدْرِي رَحْمَتَهُ - حَتَّىٰ إِذَا أَقَلَّتْ سَحَابًا

اور خدا ہے جو ہوائی رحمت سے پہلے بادلوں کو ڈھری دینے والی بنا کر بھیجتا ہے۔ یہاں تک کہ جب وہ بھاری بادل کو اٹھا لیتی

ثِقَالًا سُقْنُهُ لِيَكُلُوا مِمَّنَّيْ فَأَنْزَلْنَا بِهِ الْمَاءَ فَأَخْرَجْنَا بِهِ مِنْ كُلِّ الثَّمَرَاتِ -

پھر وہ ہم ان کو سردی دینے کے لئے ہلکا کر دیتی ہے پھر ہم اس کے ذریعہ پانی نازل کرتے ہیں۔ پھر ہم اس کے ذریعہ بارش دیتے ہیں ہر طرح کے پھولوں سے

كَذَٰلِكَ نُخْرِجُ السُّوْءَ لِنُكَلِّمَهُ تَذَكُّرُونَ ۝ وَالْبَلَدُ الظَّهِيَّ يَخْرُجُ نَبَاتُهُ بِأَذْيَانٍ رَبِّهِ ۝

یہی طریقہ ہم دنیا کرنے کے مردوں کو، تاکہ تم نصیحت حاصل کرو۔ اور جو اونچی زمین ہے اس کا جزو ہوتا ہے اس کے آب کے گرم سے

وَالَّذِي حُبَّ لَہٗ يَخْرُجُ إِلَہٗ نَكِدًا ۚ كَذَٰلِكَ نُصْرِفُ إِلَٰهَاتٍ لِّقَوْمٍ يَشْكُرُونَ ۝

اور جو زمین ٹھیک ہے اس کا جزو نہیں ہوتا تاکہ پتھر میں اس طرح لوگوں کے لیے طرح طرح سے آلات چھپ کر رہے ہیں جو شکر گزار ہوتے ہیں۔

بارش اور اس کے ذریعہ پیداوار اللہ کی بڑی نعمتیں ہیں

ان آجوں میں اللہ تعالیٰ کی ایک بہت بڑی نعمت یعنی بارش اور اس کے فوائد کا ذکر فرمایا ہے۔ بادل تو یہ فرمایا کہ اللہ تعالیٰ ہواؤں کو بھیجتا ہے جو اس کی رحمت یعنی بارش سے پہلے طوفانی ہوتی ہے۔ پھر فرمایا کہ یہ ہوائیں بھاری بھاری بادلوں کو اٹھا لیتی ہیں جن میں پانی بھرا ہوا ہوتا ہے جو زمین سے آب گہرا ہوتی ہے اور جزیری کے اقطار سے سرد ہونگي ہوتی ہے اللہ تعالیٰ پانی سے پھرے ہوئے بادلوں کو ایسی زمین کی طرف بھیجتا رہتا ہے وہاں بارش برتی ہے جس سے پانی جمع ہوا ہوتا ہے بزرگ علاقے ہے کھیتوں اور باغوں میں جہاں پڑ جاتی ہے جس سے پھل سے لے کر پیدا ہوتے ہیں یہاں سے انسان اور جانور نکل پاتے ہیں اور شمعیں ہوتے ہیں۔

بارش شہر زمین پر بھی گرتی ہے اور پہاڑوں پر برقی ہے لیکن ایسی زمین کا خصوصیت کے ساتھ ذکر فرمایا جس میں پانی برسنے کے بعد کھیتیں لہانے لگتی ہیں اور جزیروں پر کاروبار کی پیداوار ہوتی ہے کیونکہ یہ انسان اور اس کے جانوروں کی معاش کا سبب ہے اور موسم کا فربہ سی اس سے متعلق ہوتے ہیں اللہ تعالیٰ شکر نے سب کو اپنا نعمت بنا دیا۔

زمین سے پھولوں کے نکالنے کا نعمت ذکر فرمانے کے بعد مختلف نفع خیز المونویٰ فرمایا کہ ہم اس طرح مردوں کو نکالیں گے۔ مطلب یہ ہے کہ جس طرح ہم نے مردوں میں کوئی دیکھا اور اس سے مدد اور پھل پھول نکالنے کی طرح قیامت کے دن مردوں کو مدد کر کے زمین سے نکالیں گے۔

سورۃ مہجہ میں فرمایا: وَمَنْ أَمْلَأَ ثَلَاثَ فُرُجٍ خَلِيفَةً فَلَا تَحْرُلُ غَلَّتْهَا الْمَنَاءُ فَغَزَتْ وَزَيَّنَتْ بِالنِّسَاءِ اِنْشَاءً لِّلنَّحْيِ الْمَوْتِيِّ - اِنَّهُ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ (اور اللہ کی نیکانوں میں سے ایک یہ ہے کہ اسے مخاطب: تو زمین کو نکھٹا ہے کہ

اور دلی ہوئی ہے مگر جب سما تارتے ہیں اس پر پانی وہاں پہنچنے لگتی ہے اور یہ جھٹکتی ہے بلاشبہ جس نے اس کو زندہ فرمایا وہ مردوں کو زندہ کر دے گا یہ شک نہ ہو (جہیز پر کار ہے)

قیامت کے دن جب یہ مرد اور پھر نکلا جائے گا اور لوگ بے حوش ہو جائیں گے انہی کو پانی بارش بھیج دے گا وہ جنہیں کی طرح ہوئی اس سے لوگوں کے جسم کا جائیں گے مگر وہ پھر مرد پھر نکلا جائے گا تو وہ سب کلمے ہوئے دیکھتے ہیں گے۔ (ملفوظ خزینہ ص ۲۵۵ مسلم)
آیت کے اخیر فَنُفِثَ لَكُمْ نَدَاهُ فَرَزَقًا لریا جس میں صیحت اور عبرت حاصل کرنے کی طرف متوجہ فرما ہے اللہ تعالیٰ ہوا انہیں بھیجی ہے جو بارش آنے کی خوش خبری دیتی ہیں مگر یہ ہوائیں پانی سے نکلے ہوئے ہیں اور ان کو مردہ زمین کی طرف لے جاتی ہیں اللہ تعالیٰ کے حکم سے وہاں بارش نہ ہوتی ہے۔

اللہ تعالیٰ کی مشیت نہ ہوتی پانی سے نکلے ہوئے اہل گدار سے ہوئے چلے جاتے ہیں اور ضرورت کی جگہ ایک قطرہ بھی نہ برے جب پانی برس جاتا ہے تو کچھ زمین زندہ ہو جاتی ہے۔ بزرگائی کہیں اس پہلے پہنچتی ہیں۔ جمل اور سے ہے اور جاتے ہیں انسان پر لازم ہے کہ اس سب کو یک کر سمجھت حاصل کرے اور اس ذات پاک کی طرف متوجہ ہو جس کے حکم سے یہ سب ہو رہا ہے۔ ساتھ ہی مقررین بحث کو بھی سمجھنے کی دعوت دلی کہ زمین سے مردوں کے نکلنے کا مستند سمجھتے ہیں وہ انھوں نے اس مسئلہ کی زمین پر مردہ ہوئی رہتی ہے اور زندہ ہوئی رہتی ہے۔ مگر فرمایا:

وَاللَّيْلُ الْعُتْبُ يُنْفَخُ لَكُمْ بَابُ رَيْبٍ وَطَيْفُ غَيْثٍ لَا يُنْفَخُ إِلَّا بَكْرًا (اور انھیں زمین کا سبز نکلتا ہے اس کے رب کے حکم سے اور جو رباب زمین ہے اس میں سے جس لگا کر جس سکند اس چیز کو کہتے ہیں جو ہے فائدہ کی اور مقدار میں بھی کم ہو۔ ہا اثر تو جگہ جگہ ہوتی ہے انھیں زمین پر بھی رہتی ہے اور غرض زمین پر بھی اس کا فیضان ہوتا ہے لیکن انھیں زمین و دل کی وجہ سے پشاور بہا رہی جاتی ہے اور رباب زمین میں جو کمال چیز پیدا ہو جاتی ہے ہے فائدہ دہتی ہے اور حمزہ ی ی ہوتی ہے (بے فائدہ کا مطلب یہ ہے کہ اور خدا کے کام نہیں آتی)

بعض مفسرین نے فرمایا کہ اس میں سو سن اور کار کی مثال بیان فرمائی ہے سو سن کا دل غیب ہے یا کبڑہ ہے اس کے سامنے جو ہنسی جانتی آتی ہیں اور جو قرآن کی آیات سنتا ہے وہ اس کے دل پر اثر کر جاتی ہے اور ان سے متعلق ہوتا ہے اور اس کے دل میں غریبوں اور غریبوں کی باتیں دہ جاتی ہیں۔

اور کار کے پاس جب جاہت پہنچتی ہے اور قرآن کی آیات سنتا ہے تو قبول نہیں کرتا اس کا دل غیبیت ہے۔ جاہت سے متعلق نہیں ہوتا اور جاہت جاہت کا خیال آتا ہے تو اس کو آگے نہیں بڑھتا۔

كَذَلِكِمْ نَضْرَفُ الْأَنْبَاءَ لِقَوْمٍ يُفْكَرُونَ (لیکن ہم طرح طرح سے آیات بیان کرتے ہیں پر ان لوگوں کے لیے دلائل ہیں جو فکر گزار ہیں اور قدر دانی ہیں) لیکن تو سب کے لیے ہوتا ہے لیکن بعض وحی لوگ حاصل کرتے ہیں جنہیں اپنے خالق کی نعمتوں کی قدر دانی ہے ان کے قلوب یا کبڑہ میں فکر کمال کرتے ہیں۔ اور ظاہری عقلی نعمتوں کے لیے فکر گزار ہوتے ہیں۔

قال صاحب الروح (ص ۱۳۸ ج ۸) لِقَوْمٍ يُفْكَرُونَ نعم اللہ تعالیٰ ومنها تصرف الآيات وشكر ذالك بالشفكر لها والاعتبار بها، وحسن الشاكرين لا لهم المتشكرون بللكم وقال الطبري ذكر لقوم يشكرون بعد لعنكم لذكورن من باب الشرفي لان من لذكر الآء اللہ تعالیٰ عرف حق النعمة لشكر ۱ ح۔ (صاحب روح العالی فرماتے

جس مطلب سے کہ ہم ان کے لئے اپنی شکایاں جان کرتے ہیں جو اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا شکر کرتے ہیں اور نعمتوں کا شکر میں غور و فکر اور حقیقۂ آموزی سے کرتے ہیں اور شکر کرنے والوں کو اس لئے خاص کیا ہے کہ یہ کمال شمع الہانے والے آدمی ہیں۔ علماء عظیم فرماتے ہیں ہندو کھڑوں کے بعد ہندو کھڑوں فرما حرقی کے باب سے ہے کہ یہ کمال جو اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کو یاد کرتے گا تو وہی نعمت لاحق چچان کر اس کا شکر بھی ادا کرے گا۔

[illegible]

حضرت نوح (علیہ السلام) کا اپنی قوم کو تبلیغ فرمانا اور قوم کا سرکش ہو کر ہلاک ہونا

امت حاضرہ کی پادشاہی اور مہرے دلانے کے لیے قرآن مجید میں جگہ جگہ انبیاء علیہم السلام کے ہمارے ہی امتوں کے واقعات اور کفر مانے ہیں کہیں ایک ہی نبی کا ذکر فرمایا اور کہیں متعدد انبیاء کرام علیہم السلام کا ذکر فرمایا۔ کہیں تو کر کے مختصر ہیں کہیں مفصل ہیں۔

یہاں سورۃ اعراف میں حضرت نوح، حضرت ہود، حضرت صالح، حضرت ابراہیم، حضرت شعیب، علیہم السلام کی تبلیغِ دین کی کہانیاں بیان کی گئی ہیں۔ ان کے بعد سورۃ اعراف کی آیت ۱۷۲ میں حضرت یونس کی کہانی بیان کی گئی ہے۔

اور حضرت مولیٰ علیہ السلام کی قوم پر بھی اس کا اثر نہ ہوا۔

سورہ ہود میں بھی اسی ترتیب سے ان حضرات کے واقعات ذکر فرمائے ہیں پھر اسی ترتیب سے سورہ شعراء میں ان کا تذکرہ فرمایا ہے چونکہ حضرت داؤد قصصہ ہے اس لیے یہ عمر گزر نہایت ہی مفید ہے۔ مگر یہ کہی کی یہ دانی ہے کہ ان واقعات سے مہربت لینے کی بجائے یوں سوال کرتے ہیں کہ قرآن مجید میں تمنا کیا ہے؟ جسے شفقت بتاتی ہے بار بار سیدہ ذکیر کرتا ہے۔

[illegible]

بھئی، آپس میں یوں کہتے تھے کہ یہ دھار ہے جیسا آدمی ہے جو ہم سرداری کرتا چاہتا ہے اس کا مقصد یہ ہے کہ تمہارے حق بدلہ میں بڑا بن کر رہے (جیسے کہ سورۃ مؤمنون میں ہے) اہم لفظ انی یفصل علیکم، ایضاً حضرت نوح علیہ السلام وصیت دیتے تھے کہ لوگ پہلے سے کوڑھ لینے تھے اور کانوں میں انگلیاں دے دیتے تھے (جیسے کہ سورۃ نوح میں مذکور ہے) اور نہ صرف یہ کہ حضرت نوح علیہ السلام سے اور صاحب گتے سے بلکہ انہیں گھر کو لاتے تھے۔

حضرت نوح علیہ السلام نے ان سے فرمایا کہ میں مگر نہیں ہوں میں سب اہل ایمان کی طرف سے رسول ہوں۔ میں تمہیں اپنے رب کے پیغامات پہنچاتا ہوں اور تمہیں ان باتوں کا پتہ ہے جن کا تمہیں پتہ نہیں۔ تمہیں اس بات سے قیوب ہو رہا ہے کہ تمہارے سب کی طرف سے تمہارے پاس ایک نصیحت آگئی اور اس کا واسطہ تم میں کا ایک شخص بن گیا یہ کوئی قیوب کی بات نہیں۔ میں شخص کے واسطے سے تمہارے پاس یہ نصیحت آئی ہے اس کا مقصد یہ ہے کہ تمہیں پروردگار کے خطاب سے ڈرانے کی بجائے تمہیں اپنے دلوں اور قلوبوں کے لیے مقرر ہے۔ تمہارا دلوں کو کفر سے بچاؤ میں تمہاری بھلائی ہے یہ سب اہل ایمان علیٰ تمہارے ہمہ گیر فرماتے گا۔ ان لوگوں نے جو خطاب سنے کی بات سنی تو اس کو نہ سنے کی وجہ سے میں علی ایک دھمکی بھی کر رہا ہوں کہ کہ **فَلْيَتَلَطَّفْ بِعِلْمِ اللَّهِ تَعَالَى إِنَّ تَحْتَهُ بَيْنَ يَدَيْهِ** (میں خطاب کی تمہیں دھمکی ہے جو وہ خطاب لے گا کہ تمہیں ہے جو اہل ایمان کی تکذیب خدا اور اللہ کے باعث پائی کا زور سے تمہاری ان بات حضرت نوح علیہ السلام انسان کے ساتھ جو انسانی جہاں ایمان سے دور خدا میں تمہارے سے شک میں رہو گے تمہارا ذات کا لگاؤ سب کا کفر فریاد کر دے گی۔

ان لوگوں نے چاہا کہ نہ ملتا، صحت پر کان نہ دھرا۔ مگر ان کی کسی اختیار کیا اللہ سے ہے۔ عقل و فہم کو ان کے طاق رکھ کر خدا اور مہر برحق سے جو علیہ السلام کی قوم کی رہائی کا خصلت خداوند شامد العز و جود (ع ۳) شمس نے گا۔

فائدہ تفسیر و مثنوی (ص ۱۰۸) میں حضرت امیہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہما سے نقل کیا ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام اور حضرت ابراہیم

سورۃ حمہ میں فرمایا: فَارْتَضُوا عَنْهُمْ وَيُجَاوِزْهُمْ إِلَى ظِلِّهِمْ ۚ غُلَّتِ الْفُجُورُ فِي الْخُبُورِ
 النِّبَا۔ سورۃ تحریر فرمایا: اِنَّا ارْتَضٰ عَنْهُمْ وَرَجَعْنٰهُمْ اِلٰی قَوْمِ نَحْسٍ مُّسْتَمْسِكٍ ۚ فَانقَضَ عَنْهُمْ غُلَّتِ الْفُجُورُ فِي الْخُبُورِ
 مقلعہ ۵

اور سورۃ قمر میں فرمایا: اِنَّا عَدَلْنَا فَاَعْلٰنُكَوْا اَبْرَاجَ حُرَضٍ ۚ عَلَيْنَا نَسْخَرُهَا عَلَيْهِمْ سَبْعَ لَيَالٍ وَ ثَمَانِيَةَ اَيَّامٍ ۚ نَحْنُ قَادِرُوْنَ
 عَلَى الْقَوْمِ اِنَّمَا حُرَضٌ ۚ كَتَبْنَاهُمْ اَعْمٰلًا نَحْلُ غَاوِبَةً ۚ اَفَهَلْ نَرٰى قَوْمٌ لَّهُمْ عِزٌّ ۚ نَاقِلِيْنَهُ (اور لیکن ماہر وہ بلاک کے لئے فتویٰ میر
 ہوا کہ وہ میرا دے ان میں اس ہوا کہ سات سات بار خداوند کا تار کھڑا رہا اسے خطاب اور دیکھتے ہو کہ اس ہوا میں کچھ نہ ہوئے
 پڑے ہیں گو کہ وہ کھوکھلے تھے ہیں مگر کے کیا تو ان میں دیکھتے ہیں کہ کوئی باقی رہا)

سورۃ زمر میں فرمایا: وَلَقَدْ عَادُوا اَنْزَلْنٰهُمْ عَلَيْهِمْ الرِّيحَ الْعَقِيْبَ ۚ ثَمَّ اَنزَلْنَا مِنْ فَوْقِهَا عَنَابًا ۚ اَلَا جَعَلْنَا
 مَكْرَهُمْ عِجَابًا (اور تم عباد میں مہر ہے جبکہ تم نے بھی ان پر انکی ہوا پر کچھ بھی نہیں فرماتے بلکہ خلیاں بھی وہاں سے پڑ پڑ بھی اسیا
 بنا کہ کھوکھلی بھی جیسے پڑا ہو)

سورۃ الاحزاب میں ہے کہ جب لوگوں پر خطاب آیا تو انہوں نے دیکھا کہ ان کی دواؤں کی طرف ہال آ رہا ہے (دوا سے
 دیکھ کر بہت خوش ہوئے) اور کہتے تھے کہ یہ تو ہال ہے جو ہم پر برسے گا (برستے دوا ہال کہاں تھا) بلکہ دوا خطاب ہے جس کی جلدی ہوا
 رہے تھے۔ دوا ہوا جس میں دوا کا خطاب ہے وہ اپنے رب کے حکم سے پہنچ کر ہلاک کر دی ہے۔

نتیجہ یہ ہوا کہ وہ لوگ اس حال میں ہو گئے کہ ان کے گھروں کے سوا کچھ بھی نظر نہ آتا تھا ہم اسی طرح ہر مین کو سزا دیتے ہیں
 (سورۃ احزاب کی آیت کا ترجمہ ہے ۱۴)۔

عاصم ابو جہل، عفاک، آپ ہر وہ سب اخ کے سوا ہیں اللہ تعالیٰ کے حکم کے تابع ہیں اللہ تعالیٰ کے حکم کے مطابق کام کرتے
 ہیں اور اس کی تلقین کے لیے ظہریا ضرر کا ذریعہ بن جاتے ہیں۔ آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ نَصْرُوتُ بِالْعِصْبِ وَالْعِصْبُ لِحَاظِ
 بِالسَّيْفِ (کہ ہمارے ذریعہ میری مدد کی گئی اور تم عباد پر کھڑے رہے بلاک کی گئی)۔ (رواہ ابوداؤد ۱۵۷۸) عباد وہاں ہے جو مشرق سے
 مغرب کو پہنچتی ہے اور اور کدوا ہوا ہے جو مغرب سے مشرق کو پہنچتی ہے۔

فرمودہ انہوں نے کہ مومن پر جب ظلم کیا تو قبل اسلام اور مسلمانوں کو فتح کرنے کے لیے مدینہ پر چڑھ آئے تھے اس وقت اللہ تعالیٰ نے
 سخت ہوا کھینچی جس نے دشمن کے نیچے اکھاڑ دیے اور ان کے چلنے والے ہوا میں اٹھ جائے بغیر کر دیا۔

حدیث بالا میں اسی کا تذکرہ ہے۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے بیان فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ جب آسمان میں کوئی ہال
 دیکھتے تھے تو آپ کا رنگ بدل جاتا تھا تو آپ کبھی اندر جاتے اور کبھی باہر آتے جب بارش ہو جاتی تو آپ کی یہ کیفیت جانی رہتی تھی۔
 میں نے اس بات کو پہچان لیا اور اس بارے میں آپ سے سوال کیا تو آپ نے فرمایا کہ اسے عائشہ میں داتا ہوں کہ ایسے خدا ہیہا تو تم
 عباد نے ہال کو دیکھ کر کہا ہوا ان کی دواؤں کی طرف آ رہا تھا کہ یہ ہال بارش برساتے دے (لیکن بارش برساتے دے ہال ہال تھا)
 بلکہ ہوا کی صورت میں خطاب تھا جو ان پر نازل ہوا۔ (رواہ مسلم ۵۷۸۰، ۵۷۸۱)

حضرت ابو جہل رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ ہوا اللہ تعالیٰ کی رحمت کی چیز ہے وہ
 رحمت لاتی ہے اور خطاب بھی لاتی ہے لہذا تم اسے برا نہ کہو۔ اللہ سے اس کی خبر کا سوال کرو اور اس کے شر سے بچنا مگر اسلم: اللہ
 ص ۱۳۳ (۱۱۱) (۱۱۱) (۱۱۱)

۱۰ اور سورۃ الاحزاب اور سورۃ عنکبوت میں ہے کہ جب حضرت لوط علیہ السلام کی قوم کو ہلاک کرنے کے لیے فرشتے آئے تو پہلے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس پہنچے جن کی بیانی کا انتظام کرنے کے بعد حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا آپ حضرات کیوں پیچھے گئے۔ سورۃ الاحزاب میں ہے

قَالُوا اِنَّا اَرْسَلْنَا اِلٰى قَوْمٍ مُّغْرِبِينَ ۝ لِنَسْأَلَ عَلَيْهِمْ جَزَاءً مِّنْ ظُلْمِ الَّذِي فَسَدُوا عَنْهُ وَلَئِكَ الْفٰسِقُونَ ۝
ظاہر خالص کائنات میں منقرضین ۝ دعاء و عطا فیہا غزوہ نبی بن النبیین ۝ (انہوں نے جواب میں کیا کہ ہاں ہم غزوہ کی طرف پیچھے گئے ہیں تاکہ ہم ان پر غزوی کے پھر برسا کیں جن پر نکاح لگے ہوئے ہیں مگر یہ آپ کے پاس حد ہے جو ہر کرنے والوں کے لیے موقوف ہے۔ یا ہم نے جو ان میں ایمان دے گئے تھے یہی ہم نے اس میں ایک گھر کے سوا کوئی دوسرا گھر نہیں پایا)

حضرت لوط علیہ السلام نے بہت محنت کی، جن کی طرف بلاؤ اور ان لانے کی اہمیت دی لیکن قوم سے کوئی شخص بھی مسلمان نہ ہوا اور اپنی بے ہودہ حرکتوں میں گھر بے ہودہ بن گئے۔ لوگ مسلمان ہو گئے لیکن ان کی بیوی مسلمان نہ ہوئی تھی۔ مسلمان ہونے والی ان کی لڑکیاں تھیں جن کو فرمایا کہ ایک گھر کے سوا کسی کو مسلمان نہ پایا۔ ان کی بیوی بھی چونکہ مسلمان نہ ہوئی تھی اس لئے وہ بھی ہلاک ہونے والوں میں شامل کر دی گئی۔

اسی کو فرمایا فَتَجَنَّبْهَا وَفَلَّحَ الْاَافْرَاقَ وَكَفَّتْ مِنَ الْغٰیْبِ (سوم نے نہات دی اور کواں اس کے گھر کے لوگوں کو ہوائے اس کی بیوی کے۔ یہ وہی روپ ہے جس نے ان میں سے تھی) لیکن جو اہل ایمان بستیوں سے نکال دیے گئے تھے تاکہ عذاب میں مبتلا نہ ہوں ان کے عذاب و جزا کو گھسیٹنے والی میں دیکھی۔

سورۃ ہود میں ہے کہ اگر اشتیاق نے حضرت لوط علیہ السلام سے کہا فَاسْأَلْ بِاَهْلِكَ بِقِطْعٍ مِّنْ اٰیٰتِیْ فَاسْأَلْ فَاَنْزَلْنٰهُمْ وَلَا تَنْفَعُکُمْ مِنْکُمْ اَنْفُکُمْ اَلَا اَنْتَ اَنْتَ اِنْکَ تَجْعَلُہَا مَا تَخٰیفُہُمْ اِنْ نَّوْجِعْکُمْ الصُّنُخَ ۚ وَالْاٰیٰتِیْنَ الصُّنُخَ بِغَرْبٍ ۚ (سوہم رات کے ایک حصہ میں اگل چلا۔ اور تم میں سے کوئی بھی حرکت نہ دیکھے سوائے تمہاری ہی کے، یہ ایک اسے عذاب پہنچنے والا ہے جو ان لوگوں کو پہنچے گا۔ ان کی ہلاکت کے لیے جس کا وقت مقرر ہے کیا تم قریب نہیں ہے)

مفسرین سمجھتے ہیں کہ ان کی بیوی ان کے گھر والوں کے ساتھ تھی ہی تھی یا ساتھ تھی لیکن پیچھے محرک دیکھ کر اپنی قوم کی ہلاکت پر انہیں غماز کرنے لگی۔ ایک جزا آیا اور اسے بھی آگ کر دی۔ سورۃ ہود اور سورۃ حجر میں جَعَلُوْا فٰسِقًا مُّسٰجِلًا فرمایا سورۃ الاحزاب میں جَعَلُوْا فٰسِقًا مُّسٰجِلًا فرمایا۔

دونوں جگہ کی تفسیر سے معلوم ہوا کہ جو پھر ان لوگوں پر برسانے گئے وہ یہ عام پھر یعنی یہ ان لوگوں کے گھر میں سے نہ تھے بلکہ ایسے پھر تھے جو جہلی سے نکال دئے گئے ہوں جس کا جزا ہر گھر سے کیا گیا اور فسق و فساد بھی فرمایا اس کا معنی یہ ہے کہ ہر پھر ہر گھر پر نکال دیا ہوا تھا کہ یہاں شخص پر ہی کر دیا۔ اور سورۃ ہود میں جو منصوص ہے اس کا معنی ہے کہ گناہ پھر برسانے گئے۔ مفسرین سمجھتے ہیں کہ حضرت جبریل علیہ السلام نے ان بستیوں کا حکم اللہ یا اس فضل کو پہنچا کر لے گئے اور وہاں سے ان کا کہہ جن کی طرف پھیر دیا۔

حضرت لوط علیہ السلام جن بستیوں کی طرف مبعوث ہوئے وہ چار بستیوں تھیں جن کے نام مذکور ہیں۔ مفسرین نے مذکورہ ماحول، ماحول اور ماحول بتائے ہیں۔ ان میں سب سے بڑی اہلی مذہب تھی۔ حضرت لوط علیہ السلام ان میں رہتے تھے۔ یہ بستیوں خیر اور ان کے

قریب تھیں۔ ان بستیوں کا مختصر اہم نام کیا اور ان کی جگہ حریمیت جاری کر دیا گیا جو آج بھی موجود ہے پانی کھینک دوسری جگہ سے نہیں آتا ہے صرف ان بستیوں کی حدود میں۔ بتا ہے۔ یہ پانی دو ہزار ہے جس سے کسی قسم کا انتشار انسانوں کو یا جانوروں کو یا کھیتوں نہیں ہوتا۔

سورۃ صافات میں حضرت لوط علیہ السلام کی قوم کی ہلاکت کا ذکر کرتے کے بعد فرمایا ہے: **وَأَنذَرْتَهُمْ لَوُذِ الْقِتَمَةِ إِنَّا كُنَّا عَنْ الْقَوْمِ ظَهِيرًا** **وَابْلَاكُنَا بِمِصْرَ غَافِلِينَ** اور ہم ان پر صبح کے وقت اور رات کے وقت گزرتے ہو کیا تم سمجھ نہیں رکھتے۔

اہل عرب تو ہمارے لیے تمام جہاز کرتے تھے راستے میں یہ بستیوں پر پانی تھیں جن کا کھانا پلٹ دیا گیا تھا کبھی صبح کے وقت اور کبھی رات کے وقت وہاں سے گزرتے تھے ان لوگوں کو یاد دلایا کہ تم کو کھانا کھالیں۔ یہ کھاناں کیا کیا انجام ہوا تم وہاں سے گزرتے ہو اور نظروں سے نہ دیکھتے ہو بلکہ یہاں صبر حاصل نہیں کرتے۔

فائدہ..... قرآن مجید کی تصریح سے معلوم ہوا کہ حضرت لوط علیہ السلام کی قوم جس فاحشہ کا بیٹن مردوں کے ساتھ خصوصاً بلی کا مسل کرنے میں لگی ہوئی تھی یہ نسل ان سے پہلے کی قوم نے نہیں کیا۔ یہ نسل تھا وہ شرابا مغرور نہایت ہی فحش اور فحش ہے اور کہہ سکتے ہیں۔ اس کی سزا کیا ہے؟ اس کے بارے میں حضرت صالحین امام ابو یوسف اور امام احمد نے فرمایا کہ یہ بھی ایک طرح کا زنا ہے اس کی سزا بھی وہی ہے جوزنا کی سزا ہے۔ لیکن بعض مسودوں میں کوڑے مارنا۔ اور بعض مسودوں میں سنگسار کرنا (یعنی حجر مار کر ہلاک کر دینا) ان دونوں سزاؤں کی تفصیلات کے کتاب اللہ میں بھی ہیں حضرت امام شافعی کا بھی یہی قول ہے۔ اور ان کا ایک قول یہ ہے کہ مباح اور معمول دونوں کو قتل کر دیا جائے۔ اور ایک قول یہ ہے کہ دونوں کو سنگسار کر دیا جائے۔

حضرت امام مالک کا بھی یہی ایک قول ہے اور حضرت امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ اس کی کوئی ایسی سزا مقرر نہیں کہ ہمیشہ ہی کو اختیار کیا جائے بلکہ ہر امرالحمین اس کو مناسب جائے تو دونوں کو قتل کر دے۔ اور مناسب جائے تو سخت سزا دے کہ قتل میں ڈال دے۔ یہاں تک کہ ان دونوں کی موت ہو جائے یا تو یہ کر لیں۔ اور اگر اس عمل کو دہرہ کر لیں تو قتل کر دیا جائے۔

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے کہا: خلافت میں ایک یہ واقعہ پیش آیا کہ حضرت خالد بن الولید رضی اللہ عنہ نے ان کو قتل کھا کر یہاں ایک ایسا آدمی ہے جس سے لوگ اسی طرح شہوت پوری کرتے ہیں جس طرح عورت سے شہوت پوری کی جاتی ہے اس بارے میں حکم شرعی بتایا جائے۔ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے حضرات صحابہ کو جمع فرمایا تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ یہ ایسا گناہ ہے جسے صرف ایک ہی ماست نے کیا ہے ان کے ساتھ جو اللہ تعالیٰ نے معاملہ کیا وہ آپ سب کو معلوم ہے۔ میری رائے یہ ہے کہ اس کو آگ میں جلا دیا جائے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے پوچھا گیا کہ اس فعل کی کیا سزا ہے؟ تو انہوں نے فرمایا کہ آبادی میں حسب سے کوئی عمارت ہو وہاں سے آگ لگنے کے پھینک دیا جائے ہر جگہ سے جگہ تک یہ تفصیل صحیح اللہ رب العزت ان کی میں بھی ہے

مشکوۃ (الصالح) (ص ۳۳۸) میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے نقل کیا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فاضل اور معمول کو جلا دیا تھا اور حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے ان دونوں پر دیا اور گردا گرد آباد کر دیا تھا۔

وَالَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالَاتِ هُمْ فِي حَقِّهِمْ لُبَّاءٌ ۖ وَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُتَّقُونَ ۚ قَالُوا يَنْتَهِزُوا عَنِ اللَّهِ مَا لَكُمْ مِنْ إِلَهِ غَيْرُهُ ۚ قَدْ جَاءَكُمْ نَصْرُكُمْ

اور ان میں سے جو ایمان لائے اور اللہ کی عبادت کی وہ ان کے حق میں لباؤ ہیں۔ اور ان ہی میں سے متقین ہیں۔ انہوں نے کہا: ہاں! تم اللہ کے علاوہ کوئی اور خدا نہیں ہے۔ تمہارا خدا ہے۔

بَيِّنَةً مِّن رَّبِّكُمْ فَأَوْفُوا الْكَيْلَ وَالْيَمَانَ وَلَا تَبْخَسُوا النَّاسَ أَشْيَاءَ مِّنْهُ وَلَا تَقْبِضُوا يَدِي

اے نبی! طرف سے دلیل آگئی ہے۔ سو آپ اور قریبی ہمارے اور لوگوں کو ان کی چیزیں کٹھ کر مت دے۔ اور زمین میں اس کی اعلیٰ کے بعد

الْأَرْضِ بَعْدَ إِصْلَاحِهَا ذَلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ إِن كُنْتُمْ مُّؤْمِنِينَ ۚ وَلَا تَقْعُدُوا

خدا سے کہہ۔ اے تمہارے لیے بہتر ہے اگر تم ایمان سے ہو۔ اور مسرت نہ ہو۔

بِغَيْرِ صِرَاطٍ تُوعِدُونَ وَتَصَدُّونَ عَن سَبِيلِ اللَّهِ مَن آمَنَ بِهِ وَتَبْهُوتَنهَا يُحَوِّجُ

اور راستہ میں کہ تم لوگوں کو سبکیاں دیتے ہو اور لوگوں کو گمراہی کے راستے سے روکتے ہو جو اس کے ایمان آئے۔ اور اس میں کی حالت کرتے ہو۔

وَإِذْ كُفِّرُوا إِذْ كُنْتُمْ قَلِيلًا فَكَثَّرَكُمْ مَوَافِقُوا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُفْسِدِينَ ۝

اور یاد کرو کہ تمہارے قتل کرنے سے تم کو زیادہ کر دیا۔ اور دیکھو تمہارے دلوں کا کیا انجام ہوا۔

وَأَن كَانَ طَائِفَةٌ مِّنْكُمْ آمَنُوا بِالَّذِي أُرْسِلْتُ بِهِ وَطَائِفَةٌ لَّمْ يُؤْمِنُوا فَاصْبِرُوا

اور اگر تم میں سے ایک جماعت اس صبح کے ایمان والی تھے۔ دوسرے کہیں سمجھا گیا ہیں اور ایک جماعت ایمان نہ والی تو صبر کرو۔

حَتَّى يَحْكُمَ اللَّهُ بَيْنَنَا وَهُوَ خَيْرُ الْحَاكِمِينَ ۝

یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ ہمارے درمیان فیصلہ نہ کر دے۔ اور وہ سب حاکموں سے اعلیٰ ہے۔

حضرت شعیب علیہ السلام کا اپنی امت کو تبلیغ فرماتا اور فرمائی کی وجہ سے ان لوگوں کا ہلاک ہونا

جو انہیں حضرت انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کی امت بھی قبول نہ کرنے اور خدا و رسول پر کربا بندی کی وجہ سے ہلاک ہو گئے ان میں سے حضرت شعیب علیہ السلام کی امت بھی تھی۔ ان لوگوں میں کھروارہ اور قحطی کیل اور زمین میں کی کرنا بھی ان میں رواج نہ تھا۔ پیچھے تھے تو کھیل میں بھی نہ پکڑتے تھے اور زمین میں کی کرنا بھی نہ کرتے تھے۔ اور راستوں میں چلتے تھے اور اللہ کی راستہ روکتے بھی تھے۔ یعنی حضرت شعیب علیہ السلام کی امت قبول کرنے اور ایمان لانے سے منع کرتے تھے۔

حضرت شعیب علیہ السلام نے ان کو توحید کی دعوت دی اور فرمایا اے میری قوم اللہ کی عبادت کرو۔ اس کے علاوہ تمہارا کوئی معبود نہیں۔ تمہارے رب کی طرف سے تمہارے پاس اس کیل یا بکلی کے بدلہ تمہاری قوم میں کی نہ کرو۔ اور لوگوں کو ان کی چیزیں کٹھ کرنا اور زمین میں سے فائدہ نہ کرو۔ اس کے بعد اس کی اصلاح کرنی لگی ہے۔ اور راستوں میں امت ٹھہرو جہاں تم لوگوں کو سبکیاں دیتے ہو اور حج پر ایمان لے آئے اس اللہ کی راہ سے روکتے ہو۔

یہ لوگ راستوں پر چلتے تھے اور ہر لوگ ہستی میں آئے والے ہوتے ان کو راستے اور روٹھکاتے تھے۔ کہتے تھے کہ، یکم شعیب کی بات نہ کرو۔ تم نہیں مارا لکھیں گے اور ساتھ ہی حضرت شعیب علیہ السلام کے بتائے ہوئے دین میں بھی تلاش کرتے تھے اور سوچ سوچ کر اعتراض نکالتے تھے۔ جس کو روکتے تھے جو گناہ سے تھمراؤ تھا۔ کئی تلاش کرنے کا مطلب سورۃ اعراف کے پانچویں رکوع میں بیان ہو چکا ہے حضرت شعیب علیہ السلام نے اللہ کی نصرت یا اللہ کی مدد فرمائی۔

وَالَّذِينَ لَا يَدْعُونَ مَعَ اللَّهِ إِلَهًا آخَرَ ۚ فَهُمْ أَكْبَرُ عِندَ اللَّهِ (اور یاد کرو جب تم کہو ۛے ۛے جس کے بعد اللہ نے تمہیں کوئی دے نہ دی) انہو فرمایا:
وَأَنظُرُوا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُفْسِدِينَ) (اور دیکھ لو کہ انہو کرنے والوں کا کیا انجام ہوا)

چونکہ اس سے پہلے وہ انہیں پاک و برحق تھے اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کی قوم کی بدادست کو یاد دہر جس نے راتھا۔ اس لیے حضرت
شعیب علیہ السلام نے انہیں قہر والی کہ نہشت پاک شدہ امتوں سے عبرت لے لو۔

سورۃ نور میں ۛے: وَاصْبِرْ لِحُكْمِ رَبِّكَ ۚ إِنَّكَ أَنتَ بِنَظَرٍ ۚ إِنَّ يُعَذِّبُكَ مُنْظِرَ مَا أَصَابَ قَوْمَ نُوحٍ أَوْ قَوْمَ هُودٍ أَوْ قَوْمَ صَالِحٍ ۚ
وَمَا قَوْمَ لُوطٍ مُنْجِيَهُمْ ۚ بَعِثْنَا فِيهِمْ رَسُولًا مِنْهُمْ فَوَقَّعَ لَهُمْ أَهْلَ الْكَلْبِ ۚ فَكَذَّبُوا بِهِ وَهُوَ يَصْعَدُ
الْجَبَّ ۚ فَجَعَلْنَا قُلُوبَهُمْ قَٰلًا فَهُمْ لَا يَفْقَهُوۥا ۚ قَوْلَ الْكَافِرِ ۚ إِنَّهُمْ كَانُوا فِي شَكٍّ ۚ
آجڑی۔ جیسے قوم نوح اور قوم ہود یا قوم صالح پر پڑی تھیں۔ اور قوم لوط کا تم سے وہی حال ہے۔

یہ لوگ براہِ خدا اور خدا پر از ہوا ۛے اور حضرت شعیب علیہ السلام کو بے ہودہ اور بے گئے جواب دے ۛے جن کا نہ کرا آئندہ
آیات میں ۛے انہوں نے یوں بھی کہا کہ تم جیسا پائی کشتی سے نکال دیں گے۔ اسی پر تم ہمارے دین میں الٹیں آہ آہ جس کو ذکر بھی
ایک آیت کے بعد ادا ہوا ۛے اللہ تعالیٰ۔

ان لوگوں کو جب یہ بتایا گیا کہ تم پر ۛے رو کے تو اللہ کی طرف سے عذاب آجائے گا۔ اس پر انہوں نے یہ اعتراض کیا کہ ایک
جماعت ایمان لے آئی ۛے اور ہم لوگ ایمان نہیں لائے ۛے جو ایمان نہیں لائے ان پر تو کوئی عذاب نہیں آیا۔ اور وہ سب کشتی و آرام میں
ہیں۔ لہذا یہ عذاب کی باتیں بے اصل معلوم ہوتی ہیں۔

اس کے جواب میں حضرت شعیب علیہ السلام نے فرمایا کہ عذاب کا فوراً اور جلدی آنا ضروری نہیں۔ اللہ تعالیٰ اپنی حکمت سے جب
چاہتا ۛے عذاب بھیجتا ۛے تم را ظہر و جہر کر یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ ہمارے درمیان فیصلہ فرمادے۔

وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْإِنسَانَ فِي أَحْسَنِ تَقْوِيمٍ ۚ وَرَٰءَ سَبْعِ سَمَوٰتٍ ۚ وَهُوَ رَٰءِ ۚ فَاصْبِرْ لِحُكْمِ رَبِّكَ ۚ إِنَّكَ أَنتَ بِنَظَرٍ ۚ إِنَّ يُعَذِّبُكَ مُنْظِرَ مَا أَصَابَ قَوْمَ نُوحٍ أَوْ قَوْمَ هُودٍ أَوْ قَوْمَ صَالِحٍ ۚ وَمَا قَوْمَ لُوطٍ مُنْجِيَهُمْ ۚ بَعِثْنَا فِيهِمْ رَسُولًا مِنْهُمْ فَوَقَّعَ لَهُمْ أَهْلَ الْكَلْبِ ۚ فَكَذَّبُوا بِهِ وَهُوَ يَصْعَدُ الْجَبَّ ۚ فَجَعَلْنَا قُلُوبَهُمْ قَٰلًا فَهُمْ لَا يَفْقَهُوۥا ۚ قَوْلَ الْكَافِرِ ۚ إِنَّهُمْ كَانُوا فِي شَكٍّ ۚ

☆☆☆.....☆☆☆

(پارہ نمبر ۹)

قَالَ الْمَلَأَ الَّذِينَ اسْتَكْبَرُوا مِنْ قَوْمِهِ لَخُلِيْعَتُكَ يَشْعَبُ وَالَّذِينَ امْكُوا

ان لو قوم کے سردار جو تکبر کرنے والے تھے کہنے لگے کہ اسے شعیب شرور ضرور سمجھیں گے اور ان لوگوں کو جو ہم سے ساتھ ہیں ان کے اپنی اسی سے نکل رہی

مَعَكَ مِنْ قَرِيْبَتَا اَوْ لَتَعُوْدُنَّ فِيْ مِلَّتِنَا ۚ قَالَ اَوَلَوْ كُنَّا كَرِيْمِيْنَ ؕ قَدْ اَلْمَرِيْئَةُ

لگے اور کہ تم اس سے دینی میں دانگی آچکی ہو اس لئے یہاں سے دینی میں دانگی آ چکی ہے اور ان کے لئے کہ چاہے وہ ان کے لئے ہوں اگر تمہیں سے دینی میں دانگی

عَلَىٰ اَللّٰهِ كَذِبًا اِنْ عُدْنَا فِيْ مِلَّتِكُمْ بَعْدَ اِذْ جَعَلْنَا اللّٰهَ مِنْهَا ۚ وَمَا يَكُوْنُ لَنَا

ہم سے کہ تم اس کا مطلب ہو اور کہ ہم اللہ سے کوئی نسبت رکھنے والے ہیں یا نہیں ان کے بعد کہ اللہ نے اس سے ہم کو تم سے دلی اور ہم سے چھٹیں اور تم

اَنْ نَّعُوْدَ لَهَا اِلَّا اَنْ يَّشَاءَ اللّٰهُ رُبُّنَا وَسِعَ كُلُّ شَيْءٍ عِلْمًا ۚ عَلَىٰ اللّٰهِ تَوَكَّلْنَا ۚ

کہ ہم تمہارے دینی میں دانگی آ چکی ہے کہ کہ اللہ چاہے تو ہمارا رب ہے۔ ہمارے رب کا علم ہر چیز کو سمجھتا ہے

رُبُّنَا افْتَحْ بَيْنَنَا وَبَيْنَ قَوْمِنَا بِالْحَقِّ ۚ وَاَنْتَ خَيْرُ الْفَاتِحِيْنَ ؕ وَقَالَ الْمَلَأَ

ہم نے اللہ سے کہ تمہارا خدا ہے اور ہم اللہ کے درمیان کے ساتھ ہیں اور ہمارے خدا کے ہاں میں سب سے اچھے ہیں اور ہمارے خدا کے ہاں میں

الَّذِيْنَ كَفَرُوا مِنْ قَوْمِهِ لِيَبْتَغِيَنَّ شُعَيْبًا اِنْكُمْ اِذَا الْخَبِرُوْنَ ؕ فَاَخَذَهُمُ الرَّجُلَةُ فَاخْبَعُوْهُ

قوم کے سرداروں نے جو کفر کرنے والے تھے کہ تمہیں شعیب کی رہی چلا کر گئے وہاں سے تمہیں میں چلا گئے۔ اور ان لوگوں کو ان کے ہاں سے لے کر ان کے ہاں سے

فِيْ دَابِرِهِمْ خَبِيْنِيْنَ ؕ وَالَّذِيْنَ كَذَّبُوا شُعَيْبًا كَانُوا يَمُوتُوْنَ فِيْهَا ؕ الَّذِيْنَ كَذَّبُوا شُعَيْبًا

میں سے کہ ان کے ہاں میں ان کے ہاں سے تھے۔ انہوں نے شعیب کو ان کے ہاں میں سے لے کر ان کے ہاں سے لے کر ان کے ہاں سے لے کر ان کے ہاں سے

كَانُوْهُمْ الْخٰسِرِيْنَ ؕ فَتَوَلَّىٰ عَنْهُمْ وَقَالَ يٰٓقَوْمِ لَقَدْ اَتَيْتُكُمْ بِرِسَالٍ رَبِّيْ وَفَصَحْتُ لَكُمْ

انہوں میں سے لے کر ان کے ہاں سے تھے۔ انہوں نے شعیب کو ان کے ہاں میں سے لے کر ان کے ہاں سے لے کر ان کے ہاں سے لے کر ان کے ہاں سے

فَكَيْفَ اَسَىٰ عَلَىٰ قَوْمٍ كٰفِرِيْنَ ؕ

اور میں کفر اختیار کرنے والی قوم کیوں رنج کروں؟

بج

بج

بج

حضرت شعیب ؑ کی قوم کا اہل ایمان کو کفر میں واپس آنے کی دعوت دیتا اور
کلمہ عیب کی وجہ سے ہلاک ہوتا

جو قوم کے سردار ہوتے ہیں وہ حکمران بھی ہوتے ہیں ان حکمرانوں نے حضرت شعیب علیہ السلام سے کہا کہ اسے شعیب ہم تجھے اور
اس قوم کو جو ہم سے ساتھ ہیں اپنی اپنی سے نکال دیں گے یا یہ کہ تم پھر سے دین میں واپس آ جاؤ۔ انہوں نے جواب دیا کہ تم تمہارے
دین میں کیسے شک کرتے ہو جس پر ہم سے رہا ہاتھ ہیں۔ خدا تو است اگر تم تمہارے دین میں واپس آ جاؤ گے تو اس کا جتنی سے ہو گا کہ ہم نے اس
کے بعد اللہ تعالیٰ پر محبت، دُعا کی اور اللہ تعالیٰ نے ہمیں اس سے نہایت ہی بخشنی اگر ہم پھر تمہارا دین اختیار کر لیں تو اس کا مطلب یہ ہو گا
کہ ہم اپنے اللہ کو اللہ کے پی بی بی اور جو دین اللہ کی طرف سے لے کر آئے ہیں بے حق ہے اس طرح سے تو ہم اللہ تعالیٰ پر
بیعت نہ ہونے والے ہو جائیں گے۔ کفر کا عقیدہ رکھنا اور کفر کو دین مانتا ہونا اللہ تعالیٰ پر محبت دھرم ہے جس کا معنی یہ ہے کہ یہ دین اللہ
تعالیٰ کو پسند ہے اعلیٰ ذات اللہ اور جب اللہ تعالیٰ نے ہم کو اس سے نجات دے دی اور ہم نے سوچ کر کفر کو لے کر اپنا تو اس کو چھوڑ دیا اور یہ وہ
تجربہ کی چیز ہو گئی۔

حضرت شعیب علیہ السلام کے ساتھیوں نے یہ بھی کہا کہ ہمارے لئے یہ کسی طرح ممکن نہیں کہ تمہارے دین میں واپس ہو جائیں
ہاں اللہ تعالیٰ کی مشیت ہو تو اور بات ہے (اس میں یہ بتانا کہ جاہلیت کا دور گزرا اور اللہ تعالیٰ ہی کے مشیت اور تقاضا اللہ سے ہوتا ہے اور
ایمان پر جتن ہمارا کوئی کمال نہیں، جہاں استطاعت ہے، اللہ تعالیٰ ہی کی حکمت کی ہوتی ہے)

ہم دراب علم کے اعتبار سے برج کو بھیج رہے ہیں اس لئے اللہ ہی پر بھروسہ کیا (اللہ تعالیٰ سے ہمیں امید ہے کہ اللہ تعالیٰ سے کفر و ملحدیت سے ہمیں
بچا دے گا، ہمیں اپنے محبوب دین پر استقامت سے رہنے کا بھی بھائی ہوں کو یہ جواب دے کہ وہ حضرات اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ ہونے اور
وہ کی اسے ہم سے آپ اور سے اور ہماری قوم کے درمیان میں فیصلہ فرما دیجئے اور آپ سب سے بھر فیصلہ فرماتے والے ہیں۔

قوم کے سرداروں نے اپنے محام سے یہ بھی کہا کہ اگر تم نے شعیب کی بی بی کی قوم ضرور نساہت اٹھانے والوں میں سے ہو جاؤ گے
(اس میں انہوں نے اپنے ان محام کو بھی حضرت شعیب علیہ السلام کے اچارے سے روکا جنہوں نے ان کی قتل نہیں کیا تو اور بھی ایمان پر
بھی تقریب کی کرتے نقصان میں نہ بیٹھے ہو۔ فَاعْلَمْتُمْ أَنِ الرَّخْلَةَ قَدْ أَضْمَرُوا لَكُمْ خَائِوَةً جَانِبِينَ۔ (سوان لوگوں کو خبر دے چکے ہو۔ اور
اپنے گھروں میں سنا کے کہتے کہ وہ سے ہم سے نہ رہے گئے اس میں حضرت شعیب علیہ السلام کی قوم کی ہلاکت کا ذکر ہے۔ جیسے قوم
شمر اور زمر کے ذریعہ ہلاک کی گئی اور وہ اپنے گھروں میں دھند سے نہ رہے گئے اور وہیں کے ذریعہ ہلاک ہو گئے اس طرح
حضرت شعیب علیہ السلام کی قوم کو بھی مایہ دل ہوا۔ سورہ اور میں ہے اَلَا تَعْلَمُونَ اَلْمُحْسِنِينَ كَمَا بَعَلَتْ اُنْثٰوُفُ (خبردار! انہی کے لئے
رحمت سے دور ہے، جیسا کہ تم شمر اور زمر سے دور ہو گئی)

پھر زمر: اَلَّذِيْنَ كَفَرُوْا اَضْحٰتْ اَمْكٰنًا لِّمَنْ يَّعْمُرُوْا اَهْلًا۔ (جن لوگوں نے شعیب کو بھلا دیا کو یہ اپنے گھروں میں۔ یہ ہی نہ تھے)
اَلَّذِيْنَ كَفَرُوْا اَضْحٰتْ اَمْكٰنًا لِّمَنْ يَّعْمُرُوْا اَهْلًا۔ (جن لوگوں نے شعیب کو بھلا دیا وہی خدا میں نہ رہے گئے) (کراچی جہاں کو
جائی میں ۱۱۵۰ء میں کمرہ بننا آخرت لے لیں ایمان کو وہ خدا میں نہ رہے تھے اور حقیقت میں تو خدا میں نہ گئے۔

فَوَاكِدْ

فائدہ نمبر ۱ حضرت ابراہیم ؑ کے ایک صاحب زادہ کا نام دین تھا۔ ان ہی کے نام پر اس بستی کا یہ نام مشہور ہو گیا جس

میں حضرت شعیب علیہ السلام کا قیام تھا۔ سورۃ اعراف، سورۃ ہود اور سورۃ صافات میں حضرت شعیب علیہ السلام کی امت کو اصحاب مدین بتایا ہے جن کی طرف وہ مبعوث ہوئے اور سورۃ شعراء میں ارشاد فرمایا ہے کہ وہ اصحاب الایمان کی طرف مبعوث ہوئے تھے۔ ان کے بارے میں یہ بھی فرمایا کہ ان کا حضرت شعیب علیہ السلام نے ناپ تول میں کی کر نے سے منع فرمایا۔ دونوں باتوں میں کوئی خدشہ نہیں۔ کیونکہ دونوں ہی قوموں کی طرف آپ مبعوث ہوئے تھے۔ اہل بیت بعض مفسرین نے یہ احتمال ظاہر کیا ہے کہ ممکن ہے اصحاب مدین اور اصحاب یکہ ایک ہی قوم ہو لیکن قرآن کے سیاق سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ دونوں قومیں علیحدہ علیحدہ تھیں۔ مفسرین نے فرمایا ہے کہ اہل مدین کے بارے میں افکار اصحاب کرام نے فرمایا جس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ اہل مدین ہی کی قوم کے فرد تھے اور اصحاب یکہ کے وہ سے علیحدہ۔ اصحاب مشعل میں فرمایا جس سے معلوم ہوتا ہے کہ اصحاب الایمان کی طرف مبعوث تو ہوئے لیکن وہ انہوں میں سے نہ تھے اور دونوں ہی قوموں میں ناپ تول میں کم کر کے بچے کا درجہ تھا۔

اسی سبب مدین پر کون سا عذاب آیا؟ یہاں سورۃ اعراف میں اہل مدین کے بارے میں بتایا کہ وہ وحشہ یعنی دھڑ سے ہلاک ہوئے اور سورۃ صافات میں بھی یہی اشارہ فرمایا ہے اور سورۃ ہود میں فرمایا کہ وہ صحبہ یعنی چمچ سے ہلاک ہوئے۔ اس میں کوئی خدشہ نہیں کیونکہ دونوں ہی طرح کا عذاب آیا تھا اور اصحاب الایمان کے بارے میں سورۃ شعراء میں فرمایا فَكَذَّبُوهُ فَعَضَّوْهُ فَاصْدَقْنَاهُمْ عَذَابَ يَوْمِ الْحَشَّةِ (کافروں نے شعیب کو کھینچا یا تھپکا اور ان کو سارے سالانہ عذاب لے کر لایا) ان کی بربادی اس طرح ہوئی کہ ان کی پوری جنتی میں خستہ کر دی گئی جس سے سب ہلاک ہو گئے۔ اہل مدین کی طرف یہ اشارہ فرمایا کہ ان سے گھبرائے ہوئے تھے ہی اس دلیل کے ساتھ میں منع ہوئے۔ جب سب ہلاک ہو گئے تو ہاں سے آگ بری اور یہ لوگ ہلاک ہو گئے۔ ایک نکل کر کہتے ہیں۔ چونکہ یہ لوگ ہلکے نمازیوں میں رہتے تھے اس لئے ان کو انصافاً اذیت نہ کیا جاتا ہے۔ اصحاب الاحزاب سے حضرت شعیب علیہ السلام کا عذاب فرمایا۔ ان کا کشتہ تھے جواب دہان پر عذاب آتا سورۃ شعراء (دوسرا) میں مذکور ہے۔

ناپ تول میں کمی کرنے کا وبال

فائدہ نمبر ۴..... حضرت شعیب علیہ السلام نے تو حید کی دعوت دیتے ہوئے ان سے بھی فرمایا کہ تَوَلَّوْا الْكُنُوزَ وَالْهَيْزَلَانِ کہ ناپ تول میں کمی نہ کرو اور ساتھ ہی یہ بھی فرمایا وَلَا تَخْشَوُا النَّاسَ غم نہ کرو کہ لوگوں کو ان کی چیزیں گن کر مت دو۔ اس سے معلوم ہوا کہ ان بیچنے والوں کا جب کو مال کم یا صرف یہی منع نہیں ہے بلکہ کسی بھی طرح سے کسی کا مال نہ کو بیع نہ حق نہ احوال نہیں۔ جو لوگ حاکم نہیں کرتے ہیں ان میں جو لوگ گناہ پر ہی لے لیتے ہیں کام چار نہیں کرتے یا دھت چار نہیں دیتے۔ آیت کا عمومی مضمون ان لوگوں کو بھی شامل ہے۔ ناپ تول کی کمی سورۃ مٹھفین میں بیان کرتے ہوئے ارشاد فرمایا وَنَسِيتُ لِلْمُتَطَعِّينَ الْفَيْنِ إِذَا انْجَلَوْا عَلَى النَّاسِ متطوعین کا روزانہ کا تو غم اور تو غم بغیر سوئی۔ (یہی قرآنی ہے ناپ تول میں کمی کرنے والوں کے لئے سب یہ لوگوں سے ناپ کر میں تو پر رالیتے ہیں اور جب ان کو ناپ کر یا تول کر دیں تو گناہ کر دیتے ہیں۔

حضرت سرور عالم علیہ السلام نے ناپ تول کا کام کرنے والوں سے فرمایا کہ ایسے وہ کام تمہارے پرہیزگئے ہیں جن کی وجہ سے تم سے بھی ہلاک ہو چکی ہیں (اور اور تازی کافی افکار ۲۵۰) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ جس قوم میں خیرات کا رواج ہو گیا اللہ تعالیٰ ان کے دلوں میں دھب ڈال دے گا اور جن لوگوں میں ذکا کی کثرت ہو جائے گی ان میں موت کی کثرت ہو جائے گی اور جو لوگ ناپ تول میں کمی کریں گے ان کا رزق کاٹ دیا جائے گا اور جو لوگ باقی قبیلہ کریں گے ان میں خون ریزی

بھیل جائے گی اور جو لوگ مسجد کی خلاف ورزی کریں گے ان پر دشمن مسلح کر دیا جائے گا اور انہیں قتل کر دیا جائے گا۔

برگوشہ سے پہلے کا یہی طریقہ ہے کہ قرأت کی اگر ممان کیمرہ اور وہاں کے مخالف اور کفار اور عذاب کا استغفار ہو۔ آپ قول میں فرماتے ہیں کہ جو لوگ وہاں کے بارے میں سوچتے ہیں انہیں میں فرمایا: **لَا يَكُنْ لَكُمْ قَوْلٌ مُنْكَرٌ يَخْشَوْنَ اللَّهَ عَالِمِ الْغُيُوبِ**۔ **وَلَا يَكُنْ لَكُمْ قَوْلٌ مُنْكَرٌ يَخْشَوْنَ اللَّهَ عَالِمِ الْغُيُوبِ**۔ (کیا ان لوگوں کو اس کا یقین نہیں ہے کہ وہ ایک بڑے سخت دین میں زندہ کر کے اٹھائے گا جس کے جس میں ان تمام آدمی آپ اللہ میں کے حضور کھڑے ہوں گے) آپ قول میں فرماتے ہیں کہ کہہ دینے میں اللہ تعالیٰ کے حکم کی خلاف ورزی بھی ہے اور بندوں کے حقوق۔ نہ کہ وہ بھی ہے۔ قیامت کے دن ان دونوں باتوں کا سوا کچھ ہو گا اور بندوں کے جو حقوق بارے میں ان کے افسوس نگیں ہوں گی اور ان کی ننگی شہادتیں تو اس صوبہ حقوق کے گناہ اپنے سر لیتے ہوں گے۔ جیسا کہ حقوق اہل ہادی اور ان کی کے بارے میں حدیث میں وارد ہوا ہے۔

عہدات میں کی اور کوئی نہ۔ جس طرح حقوق اہل ہادی میں عہدات میں بھی لوگ اب کرتے ہیں۔ لیکن اس کا احساس نہیں ہوتا۔ کیا کوئی شخص ہوا ہے تو رنجیدہ ہوتے ہیں اور عہدات میں کوئی شخص ہوا ہے تو دل پر اثر نہیں ہوتا۔ سوا کہ اب تک میں ہے کہ حضرت مرید ایک دن جب نماز سے فارغ ہوئے تو ایک صاحب سے ملاقات ہوئی جو مصر کی نماز میں موجود نہ تھے۔ حضرت مرید نے سوال کیا کہ تمہیں نماز سے کس چیز نے رکھا؟ انہوں نے کوئی ذکر بیان کیا۔ حضرت مرید نے فرمایا: ”طہطہ“ کہتے ہیں نقصان کا کام کیا۔ اس کے بعد امام باک نے فرمایا: ”لکل شیء وفادہ و تعصیف“ یعنی ہر چیز کے لئے پیدا کرنا بھی ہے اور کم کرنا بھی (سوا جامع احادیث)

مطلب یہ کہ کسی بھی چیز کو فساد کے مطابق مکمل کر دینا ہے۔ یعنی پوری اور ان کی کر دینی ہے تو یہ طہطہ ہے یعنی نقصان کی بات ہے۔ نمازوں کی طرح پڑھنا چاہئے اور وہاں کے عہدہ میں سے کوئی کرنا یہ طہطہ ہے۔

قوم کی برپادی کے بعد حضرت شعیب علیہ السلام کا خطاب

فَتَوَلَّىٰ عَشِيرَتُهُمْ وَأَمَّا يُضَاقُ لِقَاءُ الْفِتْنَةِ وَنَزَلَ وَرَئِهِ وَنَضَحْتُ لَكُمْ فَكَيْفَ أَمْسَى قَوْمُ كَاهِلِينَ ۝۵ (پھر ان لوگوں سے منہ پھیرا اور کہنے لگے کہ اسے میری قوم میں تم کو اپنے رب کے پیغام پہنچا دینا اور تمہاری خبر لوائی کر چکا۔ سب کا نراں ہے کیسے افسوس کروں) اب حضرت شعیب علیہ السلام کی قوم کی برپادی ہو گئی تو انہوں نے ان سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا کہ اسے میری قوم میں سے تو تمہیں اپنے رب کا پیغام پہنچا دینا اور تمہاری خبر لوائی کر دینی۔ براہ کرم یہ سنو۔ بے ادب میں کا نراں کوں ہے کیسے سنی کروں؟ تم نے خود ہی اپنی برپادی کا سامان کیا۔ حضرت شعیب علیہ السلام نے ان کی برپادی کے بعد بطور مسرت فرمائی کہ اب یہ بھی ممکن ہے کہ جب خطاب آنے کے آثار نمودار ہوں تو میں اس وقت حضرت شعیب علیہ السلام نے ان لوگوں کی کو خطاب فرمایا ہوا ہے۔ خطاب فرمایا کہ وہاں سے روانہ ہو گئے۔

قوم کی پاکست کے بعد حضرت شعیب علیہ السلام نے اپنے اہل ایمان کے ساتھ کہ معشر میں قائم فرمایا اور وہاں سے روانہ ہوئی حضرت انہیں کہاں سے ان سے کہا کہ سچو حرام میں صرف دھریں ہیں۔ ایک قبر حضرت شامل حضرت کی جو عظیم میں ہے اور ایک قبر شعیب علیہ السلام کی جو قبر اسرار کے ساتھ کسی جگہ پر ہے۔ اہل علم و اصحاب۔ (در بیان مملو جلد ۴)

وَمَا أَرْسَلْنَا فِي قَرْيَةٍ مِّنْ نَّبِيٍّ إِلَّا أَخَذْنَا أَهْلَهَا بِالْأَسَاءَةِ وَالنَّسَاءِ لَعَلَّهُمْ يَضْحَكُونَ ﴿٥٠﴾

ترجمہ۔۔۔ ہر حال میں کوئی نبی بھیجا کہ جس نے اپنے لوگوں کو ہم نے حق اور تکلیف کے ساتھ نہ بگاڑا اور نہ ہی اس نے

شُم بَدَلْنَا مَكَانَ الشَّيْئَةِ الْحَسَنَةَ حَتَّى عَفَوْا وَقَالُوا قَدْ مَسَّ آبَاءَنَا الضَّرَّاءُ وَالسَّرَّاءُ

ترجمہ۔۔۔ اور ان نے نہ تو فتنہ مالی بل ہی یہاں تک کہ وہ بچھڑنے چلے گئے اور کہنے لگے۔ ہمارے باپ اور اس کو تکلیف اور غم ہی پہنچا رہی ہے۔

فَأَعَزَّنَا فِيهِمْ يَافَعَةٌ ۖ وَهُمْ لَا يَشْعُرُونَ ﴿٥١﴾ وَلَوْ أَنَّ أَهْلَ الْقُرَىٰ آمَنُوا وَاتَّقَوْا لَفَتَحْنَا عَلَيْهِم بَرَكَاتٍ

ترجمہ۔۔۔ ہم نے انہیں ہلکے پکڑے جانے والی حالت میں پرکھ کر بھی بھیج دی۔ مگر ان نے ایمان سے روک دیا اور اللہ تعالیٰ نے ان سے ہر چیز کو بند کر دیا۔

مِنَ السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ وَلَٰكِن كَذَّبُوا فَأَعَذَّنَا لَهُمْ بِكَافُلُوا يَكْبُؤُونَ ﴿٥٢﴾ أَفَمِنَ أَهْلِ الْقُرَىٰ

ترجمہ۔۔۔ اور زمین کی ہر چیز سے بھی انہیں نے محفوظ کر دیا۔ لیکن انہوں نے کفر کیا۔ اور انہوں نے ہم سے کفر کیا۔ اور انہوں نے ہم سے کفر کیا۔

أَن يَأْتِيَهُمْ بَأْسًا بَيَّاتًا ۖ وَهُمْ تَاهِبُونَ ﴿٥٣﴾ أَوَأَمِنَ أَهْلَ الْقُرَىٰ أَن يَأْتِيَهُمْ بَأْسًا ظَهْرًا ۖ وَهُمْ

ترجمہ۔۔۔ اور انہیں یہ بات نہ آئے کہ انہوں نے ہم سے کفر کیا۔ اور انہوں نے ہم سے کفر کیا۔ اور انہوں نے ہم سے کفر کیا۔

يَلْعَبُونَ ﴿٥٤﴾ أَفَأَمِنُوا مَكْرَ اللَّهِ ۚ فَلَا يَأْمَنُ مَكْرَ اللَّهِ إِلَّا الْقَوْمُ الْخَاسِرُونَ ﴿٥٥﴾

ترجمہ۔۔۔ کیا انہوں نے ہم سے کفر کیا۔ اور انہوں نے ہم سے کفر کیا۔ اور انہوں نے ہم سے کفر کیا۔

جن بستیوں میں نبی بھیجے گئے ان کو خوشحالی اور بد حالی کے ذریعہ آزمایا گیا

گزشتہ چند رکوع میں متعدد قوموں کی تخریب اور تخریب کا ذکر فرمایا۔ ان بستیوں کا حال نبی اور ان کے پیروں کو معلوم تھا۔ مگر قریش بھی
تجارت کے لئے مکہ شام کی طرف جاتے تھے وہاں ان میں سے بعض بستیوں پر گزرتے تھے اور ان کی کوئی حالت معلوم نہ ہوتی تو
اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں جان فرما دیے جنہیں رسول اللہ ﷺ نے بدکار بنا دیا۔ ان واقعات سے معلوم ہو گیا کہ وہاں کے رہنے والوں
کو سمجھ کر کہنے کے لئے پکارا۔ یہ گرفت تھی اور کھڑکھڑاہٹ کے ذریعہ جس سے انہیں ہراسہ تھا اور انہیں ہراسہ تھا۔ ان کی تکفیر
مرد ہیں۔ ان کی یہ گرفت اس لئے تھی کہ یہ لوگ کفر و باغی کی زندگی کو چھوڑ دیں اور اپنے خالق و مالک کے سامنے گڑگڑائیں اور
جاہلانی کریں اور کفر سے باز رہیں۔ لیکن یہ لوگ براہِ حق بنی اور سرکشی پر مستعد تھے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے ان کی بد حالی کو
اچھے حال سے بدل دیا۔ انہیں تو انہوں نے خوشحالی و عافیت ملی۔ مگر وہی۔ بل واپس یہاں تک کہ چاہا۔ حال میں کلات ہو گئی۔ پہلے تو
خندہ خند و بد حالی کے ذریعہ آزمائے گئے تھے اب انہیں نصیب دے کر آزمایا گیا۔ پہلے ایمان میں تو کھیل رہے تھے۔ لیکن دوسرے ایمان میں
بھی کھیل رہے تھے۔ بد حالی میں مبتلا ہو کر وہ راست پر آئے نہ خوشحالی سے عبرت حاصل کی بلکہ انہیں یہ سمجھ گیا کہ انہوں نے خوشحالی اور بد حالی
کو ان میں اور کفر اور اچھے کاموں اور بد کاموں سے حلقہ نہیں ہے۔ یہ دنیا کا کھیل ہے۔ یہ خوشحالی بھی بد حالی کا۔ اور اس سے بچ
اور اس پر بھی یہ باتیں گزری ہیں۔ لہذا ایمان پانچوں کو چھوڑ دیں۔ ہمارے باپ اسے بھی اپنے دین پر چھوڑ دے۔ ہم بھی مضبوط

وَنُطِيعُ عَلَىٰ قُلُوبِهِمْ لَّهُمْ ۖ لَا يَسْمَعُونَ ۚ ۚ تِلْكَ الْقُرَىٰ نَقِصُ عَلَيْكَ مِنْ أَشْدَّ بِهَا ۖ وَلَقَدْ جَاءَ فَهُمْ

اور میں نے ان کے قلوب پر طغیان کیا ہے۔ یہ سب وہ قریب تھیں جن کی بھرتی ہو چکی تھی کہ آپ کا یہ ہے کہ وہ ان کے دلوں کے طغیان

رُسُلُهُمْ بِالْبَيِّنَاتِ ۖ فَمَا كَانُوا لِيُؤْمِنُوا بِمَا كَذَّبُوا مِنْ قَبْلُ ۚ كَذَلِكَ يَطْغَىٰ اللَّهُ عَلَىٰ قُلُوبِ

ان کے رسولوں پر ۷۰۰ پتے چھ پتے تھے ان پر ایمان لانے والے تھے کہ ان کے دلوں پر ۷۰۰ پتے چھ پتے تھے ان کے دلوں پر ۷۰۰ پتے

الْكُفْرَيْنِ ۚ وَمَا وَجَدْنَا لِكَ ذِي قُوَّةٍ مِّنْ عِندِ ۚ وَإِنْ وَجَدْنَا أَكْثَرَهُمْ لَفَيَقِينُونَ ۚ

۷۰۰ پتے چھ پتے تھے ان کے دلوں پر ۷۰۰ پتے چھ پتے تھے ان کے دلوں پر ۷۰۰ پتے چھ پتے تھے ان کے دلوں پر ۷۰۰ پتے

زمین کے وارث ہونے والے سابقہ امتوں سے عبرت حاصل کریں

یاد رکھو کہ ان کے دلوں پر ۷۰۰ پتے چھ پتے تھے ان کے دلوں پر ۷۰۰ پتے چھ پتے تھے ان کے دلوں پر ۷۰۰ پتے چھ پتے تھے ان کے دلوں پر ۷۰۰ پتے

۷۰۰ پتے چھ پتے تھے ان کے دلوں پر ۷۰۰ پتے چھ پتے تھے ان کے دلوں پر ۷۰۰ پتے چھ پتے تھے ان کے دلوں پر ۷۰۰ پتے

۷۰۰ پتے چھ پتے تھے ان کے دلوں پر ۷۰۰ پتے چھ پتے تھے ان کے دلوں پر ۷۰۰ پتے چھ پتے تھے ان کے دلوں پر ۷۰۰ پتے

۷۰۰ پتے چھ پتے تھے ان کے دلوں پر ۷۰۰ پتے چھ پتے تھے ان کے دلوں پر ۷۰۰ پتے چھ پتے تھے ان کے دلوں پر ۷۰۰ پتے

۷۰۰ پتے چھ پتے تھے ان کے دلوں پر ۷۰۰ پتے چھ پتے تھے ان کے دلوں پر ۷۰۰ پتے چھ پتے تھے ان کے دلوں پر ۷۰۰ پتے

۷۰۰ پتے چھ پتے تھے ان کے دلوں پر ۷۰۰ پتے چھ پتے تھے ان کے دلوں پر ۷۰۰ پتے چھ پتے تھے ان کے دلوں پر ۷۰۰ پتے

یہ فرمایا: **وَالَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ** (اور جو لوگ ایمان لائے اور نیک اعمال کی بنا پر ایمان سے رہے۔) خود انھیں اسے معلوم ہو کہ ہمیں کوئی ایسا بھی نہیں ہے جسے شیطانوں نے ایمان قبول کیا اور اپنے عہد کو پورا کیا۔ عہد کو پورا نہ کرنا وہ بد ہے۔ یہ تو ان لوگوں کا کہ جو ان فرعون اور اس کی بیوی کے بعد ایمان کے لڑائی میں اور ان کے بعد فخر ہے۔ وہ رسول اللہ تعالیٰ **لَنْ تَنفِكَ مِنْهُ الْفِرْعَوْنُ** (اپنی قوم، ان کا طبقہ نہ چھوڑے گا۔)

جو وہ مصیبتوں کو فتنہ کی طرف سے سمجھنے ہی نہیں بلکہ اس کو کہتے ہیں کہ دنیا میں اس کا حق ہو رہا ہے، ہمارے باپ دادا بھی تکلیفوں میں مبتلا رہے ہیں۔ ان کا بچاؤ اس دنیا کو اس سے پہلے کر اس کو اس فتنہ کی طرف سے مصائب کو سمجھنے کو قورعہ کرتے ہیں، اس دنیا میں اس کو اس کا اگر ہے جو مصائب سے فتنہ دہ کرتے ہیں، بلکہ مصیبتیں مل جاتے ہیں کے بعد وہ فراموش ہو جاتے ہیں۔

ثُمَّ بَعَثْنَا مِنْ بَعْدِهِم مُّوسَىٰ بِآيَاتِنَا إِلَىٰ فِرْعَوْنَ وَمَلَئِهِ فَظَلَمُوا بِهَا ۚ

یہ ہم نے ہی سے بعد اپنے آپ کے ساتھ ہوئی کہ فرعون نے اس کے سرداروں کی طرف بھیجا کہ انہوں نے اس بات کے ساتھ علم و وسعت کیا

وَأَنْظُرْ كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُفْسِدِينَ ۝ وَقَالَ مُوسَىٰ يُفْرَقُونَ إِلَىٰ مَوْسُوٰى رَبِّ الْعَالَمِينَ ۝

مقام کے لئے اس وقت وہیں کا ایک مہاجر ہو گیا۔ اس کی موت کے بعد اس کے فرزند نے جسے جس طرح میں دیکھا گیا اس کی طرف سے اس میں

حَقِيقٌ عَلَىٰ أَنْ لَا أَقُولَ عَلَى اللَّهِ إِلَّا الْحَقَّ ۚ قَدْ جُنِيتُمْ بِبِئْسَةِ مَمَرٍّ

یہ نئے آئین شریعت کے کچھ نئے ضوابط اور آئین کی طرف سے کچھ نئے ضوابط کے تحت شریعت کے خلاف اور جس

يَقِيْ اسْرَاءِيْلَ ۝ قَالَ اِنْ كُنْتَ جِيْئَ بِآيَةٍ فَاْتِ بِهَا اِنْ كُنْتَ مِنَ الصّٰدِقِيْنَ ۝

$$= \frac{1}{2} \left(\frac{1}{2} + \frac{1}{2} \right) = \frac{1}{2}$$
[illegible]

.....

حضرت موسیٰ علیہ السلام کا فرعون کے ماس تشرف لے جانا اور اس کو سچوئے دکھانا

سراج حضرت مہدیؑ کو اپنے قویٰ نے نبوت سے سزا دیا: ظالم اور اے کفر و کجی کے قہقاروں اور اس کی قوم کی طرف بھیجا جن میں

اس کی قوم کے سردار بھی تھے۔ حضرت موسیٰ (علیہ السلام) نے ان سب کو جیو کی دعوت دی اور فرعون سے بچ بھی فرمایا تو پھر یہ مانتے ہی نہ آئے۔

کو بھیج دے۔ قزاقوں نے حضرت مولیٰ علیہ السلام سے بے لگی جاہلانہ باتیں کہیں اور مختلف قسم کے سواہات کہے اس سالہ کا ذکر

سورۃ اور سورۃ شعر اس آیت میں ہے۔

جب حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اصرار سے خطاب کیا تو فرمایا:

یا ہر عورت! مَن رَزَقَ الْعَالَمِينَ۔ (اے رحمن! یہ شک میں رہ جاؤ گی کہ کون کی طرف سے تمہیں ہوں) اسطیق علی ان ۱۰

اقول علی اللہ الا الحق (میرے لئے یہی خدایاں شان ہے کہ حق کی جگہ لیست اللہ کی طرف اشارہ) اللہ جتکم بیہ

قَالُوا أَمَّا بِرَبِّ الْعَالَمِينَ ۝ رَبِّ مُوسَى وَهَارُونَ ۝ قَالَ فِرْعَوْنُ ائْتِنِي بِهِ قَبْلَ أَنْ
 آذَنَ لَكُمْ ۚ إِنَّ هَذَا الْبَكْرُ مَكْرُمُوٌّ ۚ فِي الْمَدِينَةِ لَخِرِجُوا مِنْهَا أَهْلُهَا ۚ فَسَوْفَ تَعْلَمُونَ ۝

فیرعون نے کہا: اے میرے لوگو! میرے رب موسیٰ اور ہارون کے رب سے پہلے اس کو مجھے دکھانے کے لئے آئے کہ

اُن کو ایسا کہہ دوں کہ: "اے بکر! تم لوگو! یہاں سے نکل کر اپنے وطن لوٹ جاؤ۔" اور میں نے کہا: "اے میرے لوگو! یہاں سے نکل کر اپنے وطن لوٹ جاؤ۔"

فیرعون نے کہا: "اے میرے لوگو! میرے رب سے پہلے اس کو مجھے دکھانے کے لئے آئے کہ اُن کو ایسا کہہ دوں کہ: "اے بکر! تم لوگو! یہاں سے نکل کر اپنے وطن لوٹ جاؤ۔"

رَأَوْا قِطْعَنَ آيِي يَكُفُّهُ وَأَرْجُلُكُمْ مِنْ خِلَافٍ ثُمَّ لَأَصْلَبَنَّكُمْ أَجْمَعِينَ ۝ قَالُوا إِنَّا إِلَىٰ رَبِّنَا مُنْقَلِبُونَ ۝ وَمَا نُنْقِصُكُمْ مَتًّا إِلَّا أَنْ أَمَّا بِآيَاتِ رَبِّنَا لَمَّا جَاءَنَا ۚ

میں نے دیکھا کہ میرے رب کے ہاتھ میں ایک چوڑی لکڑی تھی جس سے وہ اپنے پیروں کو باندھ دیتا تھا۔ اور میں نے کہا: "اے میرے لوگو! یہاں سے نکل کر اپنے وطن لوٹ جاؤ۔"

رَبِّنَا مُنْقَلِبُونَ ۝ وَمَا نُنْقِصُكُمْ مَتًّا إِلَّا أَنْ أَمَّا بِآيَاتِ رَبِّنَا لَمَّا جَاءَنَا ۚ

میں نے دیکھا کہ میرے رب کے ہاتھ میں ایک چوڑی لکڑی تھی جس سے وہ اپنے پیروں کو باندھ دیتا تھا۔ اور میں نے کہا: "اے میرے لوگو! یہاں سے نکل کر اپنے وطن لوٹ جاؤ۔"

رَبَّنَا أَفْرِغْ عَلَيْنَا صَبْرًا وَتَوَقَّأْ مُسْلِمِينَ ۝

میں نے کہا: "اے میرے رب! میرے پیروں پر صبر ڈال دے اور ان کو مسلمان بننے کے لئے تیار کر دے۔"

موسیٰ علیہ السلام کا فرعون کا جادوگر بنانا اور مقابلہ کے لئے جادوگروں کو بلانا،

اور جادوگروں کا بارہاں کر اسلام قبول کر لینا

جب فرعون نے اس کی بیعت سے یہ بڑھ چکا تھا کہ وہ اس کے پیروں کو اپنا جادوگر بنانا اور مقابلہ کے لئے جادوگروں کو بلانا،

اور جادوگروں کا بارہاں کر اسلام قبول کر لینا

جب فرعون نے اس کی بیعت سے یہ بڑھ چکا تھا کہ وہ اس کے پیروں کو اپنا جادوگر بنانا اور مقابلہ کے لئے جادوگروں کو بلانا،

اور جادوگروں کا بارہاں کر اسلام قبول کر لینا

جب فرعون نے اس کی بیعت سے یہ بڑھ چکا تھا کہ وہ اس کے پیروں کو اپنا جادوگر بنانا اور مقابلہ کے لئے جادوگروں کو بلانا،

اور جادوگروں کا بارہاں کر اسلام قبول کر لینا

جب فرعون نے اس کی بیعت سے یہ بڑھ چکا تھا کہ وہ اس کے پیروں کو اپنا جادوگر بنانا اور مقابلہ کے لئے جادوگروں کو بلانا،

اور جادوگروں کا بارہاں کر اسلام قبول کر لینا

جب فرعون نے اس کی بیعت سے یہ بڑھ چکا تھا کہ وہ اس کے پیروں کو اپنا جادوگر بنانا اور مقابلہ کے لئے جادوگروں کو بلانا،

اور جادوگروں کا بارہاں کر اسلام قبول کر لینا

مبعوث تھے جس پر کہہ کر بلا میں ہے فَلْيُحْلِلْ آلُ فِرْعَوْنَ أَنَّهُ ظُلُمٌ اسی لئے مشرور میں ان کا نام بھی شامل کر دیا ہے (کہ وہی وہاں سے
 بھڑکی ہو سکتا ہے) اپنی نیکوئی کو مقابلہ کا وقت مقرر کیا گیا جس کا ذکر سورۃ قل میں ہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام سے ان لوگوں نے کہا
فَاذْهَبْ عَلٰی سَيِّئَاتِكَ اور عَلٰی مَا خَلَقْتَ فِرْعَوْنَ وَلَا تَخَفْ عَصَاكَ موسیٰ (کہ ہمارے اور اپنے دشمنان ایک وقت مقرر کر دو جس کی
 طاقت دوری کی نہ ہو) کہ تم کہنا کہ نبی ہمارے میں مقرر کرو) فَلَمَّا مَوْعِدُهُمْ يُؤْمَرُ الْيَتِيمَانِ يُحْكِمُ الْأُمُورَ (موسیٰ
 علیہ السلام سے فرمایا تمہارے لیے میل کا دن مقرر ہے اور یہ بات بھی کہ چاشت کے وقت لوگ جمع کیے جائیں۔ مقابلہ کے لیے دن
 اور وقت مقرر ہو جائے اور فرعون کے دربار میں سے فرعون سے کہا کہ اپنے اہل کاروں کو شیروں میں بھیج دے جو بڑے بڑے ہوں۔ ہر
 چاروں دن کے لئے ایک شیور ضرور میں ہے فَلْيَجْعَلِ السَّحَرُ وَالْعِصْفُورُ يُؤْمَرُ الْقَطَا اور فَلْيُحْلِلْ الْقَطَا هَلْ أَتَيْنَا بِشَيْءٍ مِّنَ الْغَيْبِ
مَنَعِ السَّحَرُ ان کا تو اطمینان (سو جمع کیے گئے چاروں مقررہ دنوں میں جو معلوم تھا کہ وہ لوگوں سے کہہ دیا ہے کہ یہ تم جمع ہو سکتے کہ تم
 چاروں دنوں کا اتفاق کر لیں اور وہ غالب ہو جائیں اپنی پٹ شیروں میں اہل کار بھیجے گئے اور فرعون کی قسم دے چاروں جمع کیے گئے اہل
 دنیا، دنیا ہی کے لیے سوچا کرتے ہیں ان کو اپنی حکمت کی فکر نہ تھی۔ اور حضرت موسیٰ اور ہارون علیہما السلام نے اس وقت کو چاروں دنوں
 صحت و حکمت پر چیلنے اور اپنی حکمت کا نام کرنے پر محمول کیا۔ (کھدا ہی سورۃ قیوم میں وَلَنُحْشِرَنَّ لَكَ مَا تُخْشَىٰ اے ہارون! وہاں
 نے بھی (جو اس وقت دنیا کے غالب تھے) اپنی دنیا ماننے کی بات سوچی اور فرعون سے کہا کہ ہم نہ بھگتے تو کہیں کوئی بڑا
 اندر ہوتا ہے گا اور دنیا ہمارے قتل پر کوئی صلے گا اور فرعون نے کہا ہاں ضرور ملے گا اور صرف انعام ہی نہیں ملے گا بلکہ تم میرے
 مقررین میں ہو جائے گا۔

مقابلہ کے لیے چاروں میدان میں؟ تو حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کہنے لگے کہ ایمانی رسیاں اور انھیں اللہ کے پیسے آپ انھیں
 کے (کھدا ہی سورۃ طہ فَلَمَّا رَآهُمُوسٰی عَلَيْهِ سُلَيْمٰنُ تَلْقٰی وَمَا كَانَ لَشَيْءٍ مِّنَ الْغَيْبِ) حضرت موسیٰ جتنے نے فرما دیا (پہلے تم
 ہی دار) اپنا نشان ان لوگوں نے ایمانی انھیں اور رسیاں انھیں اور فرعون کی لڑائی کی قسم کھا کر کہنے لگے کہ ہمہ دور غالب ہوں گے (کھدا
 ہی سورۃ شعراء وَاِنْ كُنِ الْاٰمِيْنَ اَوْ رَسِيْلًا اور انھیں انھیں انھیں کے سامنے ساپ بن کر دے۔ انھیں یہ رسیاں اپنے خدا میں جس
 اندھنوی حضرت موسیٰ علیہ السلام کو بھی کہتم اپنی اچھی اچھی باتوں نے لا بھی ڈالی تو انھیں انھیں نے ان لوگوں نے نظر بند کی تھی جس کی
 وجہ سے ان کی انھیں اور رسیاں ساپ معلوم ہو رہی تھیں۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کا یہ اڑدھان سب کو بھٹکا۔ اور ساتوں نے جو
 کھیل دیا تھا اس کے بارے میں کوئی کوئی زور نہ رہا اور سب کھیل دیا یا ختم ہو گیا۔ اسی کو فرمایا فَاَنْصَحَ تَصْلَفًا مَا يَخْلُكُوْنَ لَوْ رَفَعَ
الْحَصْبُ وَمَطْلُ مَا كَانُوْا يَفْعَلُوْنَ (سو حق ثابت ہو گیا اور جو کچھ وہاں کر رہے تھے سب باطل ہو گیا) فَلْيُحْلِلْ الْاَضْلَاطُ وَلْيُحْلِلْ
 صحیفہ (۱۳۴) لوگ ہاں پر مستحق ہو گئے اور اہل ہمارے گئے)

آپ کے لیے کہ چاروں دنوں نے یہ کھلایا کہ ہم نے تم سے مقابلہ کیا ہے چاروں کر نہیں ہے۔ یہ اپنی ہتھکڑیاں ہے اور اس کے ساتھ
 تھائی کی مدد ہے۔ جب حق واضح ہو گیا تو ان۔ یہ بات کیا اور ہمارے جسے جس کر گئے اور یہاں کر چاکر ہم سب کو بھیجیں یہاں لے
 آئے جو میری اور ہمارے کا سب ہے چھٹا ایسا بات کا تسلی علم یہ تھا اس لیے انھیں نے اندھنوی ان کا احسان کر دیا۔ قرآن مجید میں لفظ
سَجِدُوا اور اس جہاد کے ہائے وَالْقِيَامَةُ فرمایا جس میں یہ بتایا کہ ان کے دل میں حق نے اس قدر گھر کر دیا کہ اندھنوی
 کے لیے جہاد کرنے پر مجبور ہو گئے۔ اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کا مقابلہ کے فرعون سے انعام لینے کے قسمی تھے۔ ہوا کہ حضرت موسیٰ
 کی بھائی کے گھر گئے گئے فَلَمَّا فِرْعَوْنُ اسْتَمِعَ مَدَ فِرْعَوْنُ اَنْ اَتَيْنَا لَكَ (فرعون نے کہا کہ تم میری بہارت سے پہنچا ہوا ہے)

حضرات نے یہ بھی کہا ہے کہ اس پر کار نہیں ہو سکتا تفسیر و تفسیر (ص ۱۳۳) میں حضرت قتادہؓ نے نقل ہے کہ ذکیر السالہم
کی سوا اول الہاد سحر فواہرہ شہداء (کہ جادوگران کے ہاں مجھے میں جادو کرتے اور آخر مجھے میں شہید تھے) اس سے معلوم ہوتا
ہے کہ فرعون نے ان کو شہید کر دیا تھا۔

وَقَالَ الْمَلَأَمِنْ قَوْمِهِ فِرْعَوْنُ أَتَدْرُکُ مُوسٰی وَ قَوْمَهُ لِنَفْسِیْذٰی الْاَرْضِ وَ یَذَرُکَ

اور فرعون نے کہا کیا تو میری قوم کی قوم کو دیکھ کر ہی چھوڑ دے گا تاکہ وہ زمین میں نہ رہ کر رہ جائے اور میرے بعد نہ رہے۔

وَالِهٰتُکَ ؕ قَالَ سَنَقْبُلُ اِیْنِیَّاهُمْ وَنَسْتَعْمٰی نِسَاءَهُمْ ؕ وَاِنَّا فَوْقَهُمْ قَاهِرُوْنَ ۝۵

پھر ان کے بتائے ہوئے الہوں کو کہہ دے گا کہ ہم ان کے عبادت کو قبول کر لیں گے اور ان کے عبادت کو قبول کر لیں گے اور ان کے عبادت کو قبول کر لیں گے۔

قوم فرعون کے سرداروں نے فرعون کو گھبراہٹ کا کیا کہ تو موسیٰ

اور ان کی قوم کو کب تک لیاں ہی چھوڑ دے گا

تفسیر: فرعون نے جو جادوگران کو جسکی دینی قہمی اس کا علم تو وہ بارہاں کو ہو ہی گیا تھا لیکن ان لوگوں نے بطور خوش ہمار چاہی کہ
فرعون کو ابھارا اور اس سے کہا کیا تو موسیٰ اور اس کی قوم کو (جو اس کے ماننے والے ہیں) فرعونی اسرائیل میں سے ہوں خواہ وہ جادوگر ہوں خواہ
ادولک ہو یا تو فرعون میں سے مسلمان ہو گئے تھے) اس طرح چھوڑ دے گا کہ وہ زمین میں نہ رہ کر رہ جائے اور میرے بعد نہ رہے۔
تو یہ کہنے والے مسلمانوں سے ملے اور یہ کہنے والے مسلمانوں کا یہ تھا کہ اس کا کیا انتقام کرنا چاہئے۔ ان لوگوں کے سامنے یہ تھے کہ
فرعون کی جماعت زور پکڑ جائے گی جب سے اپنی دنیا بھٹکے تو پھر بھٹکے گا کہ اپنا دشمن ہو جائے گا خدا اچھے سے کہہ کرنا چاہئے۔
فرعون کی کھمبہ میں اور تو کچھ نہ پاس نے وہی قل کی سزا تجویز کرتے ہوئے کہا کہ ہم سرست یہ کہیں گے کہ ان کے بڑے کو قتل کرنا شروع
کر دیں گے اور ان کی بیویوں کو زندہ رہنے دیں گے تاکہ ہماری خدمت میں لگی رہیں اور ان کے زندہ رہنے سے۔ جنات کا کوئی اور
نہیں۔ بعض اسرائیلی روایات میں ہے کہ جب جادوگر مسلمان ہو گئے تو انھیں دیکھ کر تو قہر سے آگے چلا دیا تو مسلمان ہو گئے تھے جو
فرعون کی قوم تھی۔ اس سے فرعون کو اور اس کے سرداروں کو فرعون کی حکومت کے باطل ختم ہو جانے کا بڑا غمزدہ ہو چکا تھا۔ اس لئے انھیں
میں مذکورہ سوال جواب ہوا اخیر میں فرعون کی یہ جہات ذکر فرمائی۔ وَاقِفُوْلَهُمْ فَاِیْضُوْا اِس کا مطلب یہ ہے کہ اگرچہ ان لوگوں کی
کچھ بات کے بڑے ہیں لیکن ابھی ہم کھانا دقت کی برتری حاصل ہے ہم نے جناب کے بڑے کے قتل کا فیصلہ یہ ہے اتنی ہم اس پر
عمل کر سکتے ہیں۔ فرعون کے سرداروں نے جو یہ کہا وَاِیْضُوْا وَلِهٰتُکَ ؕ اِس سے معلوم ہوتا ہے کہ فرعون نے اس پر بڑا مسک
لا اعلیٰ کا دعویٰ کیا تھا اور لوگوں سے اس نے یہ بھی کہا تھا کہ مَا عَلَّمْتُ لَکُمْ فِیْ الْاٰیٰتِیْ عَلَّمَاہِیْ سُوْرۃ القصص لیکن اس نے
اپنے بے محمود تجویز کر کے تھے جن کی عبادت کرتا تھا۔ بعض علماء نے لکھا ہے کہ اس کا کیا انتقام تھا کہ خدا۔ عالم سلی کے مرنے میں اور وہ
خود اور انسانی کا رب ہے۔ بعض حضرات نے یہ بھی کہا ہے کہ فرعون نے اپنی قوم کے لیے بت تجویز کیے تھے اور ان سے کہا تھا کہ ان
بتوں کی عبادت کرو لیکن یہ کہ اس کی اپنی ہی سورتیں ہیں۔ روح المعانی میں ہے کہ اس نے بتوں کی عبادت کو الہات
سے تعبیر کیا کیونکہ یہ اس کے تجویز کردہ معبود تھے۔

قَالَ مُوسَى لِقَوْمِهِ اسْعَيْنَا يَا لَنَا وَاصْبِرُوا: إِنَّ الْأَرْضَ لِلَّهِ يُورِثُهَا مَنْ يَشَاءُ

موسیٰ نے اپنے قوم سے کہا کہ تم سچے اور صبر کرنے والے بنو۔ خدا زمین کو جسے چاہے اس کا وارث بنائے

مِنْ عِبَادِهِ ۚ وَالْعَاقِبَةُ لِلْمُتَّقِينَ ﴿۷﴾ قَالُوا أَوْزَيْنَا مِنْ قَبْلِ أَنْ تَأْتِيَنَا وَ مِنْ بَعْدِ مَا

اور تمہارے آگے۔ اور آخرت متقین کے لیے ہے۔ انہوں نے کہا کہ ہم تو تم سے پہلے بنائے گئے تھے اور تمہارے بعد سے

جَعَلْتَنَا قَالَ عَسَىٰ رَبُّكُمْ أَنْ يُهْلِكَ عَدُوُّكُمْ وَيَسْتَخْلِفَكُمْ فِي الْأَرْضِ فَيَنْظُرَ كَيْفَ تَعْمَلُونَ ﴿۸﴾

ہم کو بنایا۔ اس پر موسیٰ نے فرمایا کہ تمہارے خدا کا دشمن تمہارے لیے ہو گا اور تمہاری جگہ اس کی جگہ دیکھو کہ تم کیا کرتے ہو

حضرت موسیٰ علیہ السلام کا اپنی قوم کو نصیحت فرمانا اور صبر و دعا کی تلقین کرنا

تفسیر: حضرت موسیٰ علیہ السلام کی قوم یعنی بنی اسرائیل حضرت یوسف علیہ السلام سے زیادہ میں مصر پر کراں گے تھے۔ ان کی دولت کے بعد مصر میں بنی اسرائیل کے ساتھ اپنے اور چائے کا معاملہ شروع کر دیا۔ بنی اسرائیل پھر مل گئے تھے کہ فرعون کی قوم نے خوب دوا کرنا۔ ان کا خوب دیا کرتے تھے۔ ان پر بنی اسرائیل نے علم و احسان سے ان کے مجبور و متبور ہونے کا عالم تھا کہ مصر میں ان سے بچ کر نکل دیتے تھے اور یہ جنگ نہیں کر سکتے تھے۔ جب حضرت موسیٰ اور ہرون علیہ السلام یہ دعوت دے تو قوم فرعون کی دشمنی اور زیادہ ہو گئی۔ خصوصاً جب فرعون کے دے ہوئے پادروں سے متعلق ہوا اور ہونا در مسلمان ہو گئے تو فرعونوں کی طرف سے علم و احسان کا مظاہرہ ہوا۔ اور چونکہ وہ بنی اسرائیل نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے عرض کیا کہ ہم تو نصیحت ہی نصیحت میں ہیں آپ کی تحریف آدمی سے پہلے بھی دکھی دیکھی میں جتنا تھا۔ اور آپ کی تحریف آدمی کے بعد بھی تحریف ہی تحریف ہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرما دیا کہ اور اللہ سے دعا کرو کہ میرا چاہل جیٹو ہوں ہے۔ اللہ تعالیٰ کے سوا ان کے علاوہ سے کوئی چمکا دے۔ اللہ ان کے ساتھ دے انہیں کرتے رہو اور اللہ تعالیٰ سے دعا کی جانتے رہو۔ یہ سچ ہو چکا کہ فرعون کی اتنی بڑی حکومت ہے اور اس کا مضبوط تسلط ہے۔ ہم اس کے چاگل سے کہاں چھوٹ سکتے ہیں۔ لہذا ہر قوم کا ہر یونین اللہ تعالیٰ کو سب کا کھلا رستہ ہے۔ اور زمین کا، لگ ہے۔ اسے اختیار اور قدرت ہے۔ اسے چاہے اس پر تسلط و طاقت فرما ہے۔ دنیا میں حق و باطل کی جنگ رتی ہے۔ اور جو لوگ اللہ سے مارنے والے ہوتے ہیں۔ انہما انعام انہیں کا ہوتا ہے۔ تم اللہ سے ملو گے۔ اور اللہ تعالیٰ کے احسان سے تم کو اللہ سے ملو گے۔ تم اپنے رب سے دعا مانگو۔ رہو اس سے لو لگاؤ۔ اور اللہ تعالیٰ تمہارے دشمن کو لو لگاؤ۔ تمہیں زمین کی خلافت عطا فرمائے گا۔ لیکن خلافت ملنے کے بعد تم دوسرے امتحان میں پڑ جاؤ گے۔ اب تو صبر کا امتحان ہے۔ اس وقت غم کا امتحان ہو گا۔ اللہ تعالیٰ دیکھے گا کہ زمین پر تسلط ہو جانے کے بعد تم کیا طریقہ اختیار کرتے ہو۔ کیسے احوال میں آتے ہو۔ اس خلافت فرضی کو شکر کا ذریعہ بناتے ہو یا انکار میں پڑ کر ناشکی میں جھکا ہوتے ہو۔ اساعت اور فرمانبرداری کی قریب دینے کے لیے اور انکاروں سے بچنے کے لیے حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ان لوگوں کو جنگی کام فرما دیا تھا کہ دیکھو تمہیں اپنی اقتدار میں بلاشبہ اقتدار ملے گا تو زمین میں قدم نہ کرنا اور اللہ کے نیک بندے بن کر رہنا۔ سورہ اعراف میں ہے: وَأَوْحَيْنَا إِلَىٰ مُوسَىٰ وَأَخِيهِ أَنْ تَبْلُغْ مَعَكَ مَعْصِرَ نَارِكَ وَالْخَطْوَةَ تَبْلُغْ قِلَّةً ۚ وَلَقَدْ وَصَّيْنَاكَ عَنْ الْغُلُوبِ مِينَ (اور ہم نے موسیٰ اور اس کے بھائی کی طرف وحی بھیجی کہ تم دونوں اپنے لوگوں کے لیے مصر میں گھر پر قدم نہ رکھو۔ تم سب اپنے گھروں کا نواز پڑھنے کی

لیرمائی۔ یوران کو بہت بڑی مصیبت پیش آئی۔

قصہ کی تفسیر..... وَالْقَوْلُ..... یہ فقہ کا نام ہے جو اس کے معنی میں صرف ہے (کہ اس کا لفظ فی الفاظ میں) لیکن صاحب روح المعانی نے تفسیر میں اس کے معانی میں چار قول کیے ہیں۔ اول یہ کہ اس سے چھوٹی چھوٹی غلطی مراد ہے جس کے کاغذ پر نہ آئے ہوں۔ یہ حضرت ابن عباسؓ سے مراد ہے۔ بعض تفسیر میں لڑکھائی کا اس سے مراد ہے۔ چھوٹے کیز سے مراد ہیں جو اہل بیت اور دیگر جانوروں کے جسم میں رہا کرتے ہیں۔ یہ کیز سے فرعونوں کے جسموں میں ہو گئے تھے اور ایک قول یہ ہے کہ اس سے چھوٹی چھوٹی عجیب خیال مراد ہیں اور حضرت سعید بن جبیرؓ نے لڑکھائی کا اس سے مراد ہے۔ چھوٹے کیز سے مراد ہیں جو بچپن کے دنوں میں چاڑھتے ہیں (اور جو نرمی میں جو گھٹن کا کیز لڑکھ کر ہے یہ زبردستی قول کے مطابق ہے)۔

میں نے ان کا خطاب..... وَالْحَقُّ لَا يَخْفَى عَلَى شَيْءٍ مِنَ الْعَالَمِينَ..... پر غصہ کیا کیونکہ ہے۔ عربی میں غصہ یا عیندک کو کہتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے تو مظلوموں کی سزا کے لیے بغیر قصہ میں عیندک بھیج دیا ہے۔ ان کے عربوں میں دھوکہ دہوں کے سامانوں میں اور گھر کے باہر مایہ مالوں میں عیندک بھر رکھے۔ جو بھی رات کو سوتے ہیں میں عیندک پاتے۔ ان کی باطن میں بھی عیندک بھر رکھے تھے۔ جب بھی کھانا کھاتے تھے تو عیندک سوراخ سے نکلتا تھا۔ آگ کو نہ دیکھتے تو اس میں عیندک بھر جاتے۔

خون کا عذاب..... ————— وَالْعَلَمُ دمِ مرئی میں خون کو کہا جاتا ہے تو مفرعون پر خون کا عذاب بھی یہی تھا۔ نیک لوگوں سے مفرع اور ابا ہوکر اور ان کے پیچھے کھانے پکانے کے جو پانی تھے وہ بھی سب خون ہی خون ہو گئے۔ جب کہ پتھر سے سرخوئی قوم کا آدمی پانی لیتا تو خون نکلتا اور اس پر خون سے اس وقت حضرت موسیٰ علیہ السلام کو قوم کا کوئی فرد فریاد نہ تھا۔

انسان سلف صالح ہے۔ (یہ کلمہ کئی بار کہیں گے) میں نے صاف ظاہر فرما دیا کہ یہ سب کچھ ان کی طرف سے خطاب ہے، چاہے انہیں ہے۔ حضرت زین العابدینؑ نے فرمایا کہ یہ لوگ انہیں جس عرصہ سال میں ظاہر ہو گئے، یہ سال میں ایک نئی نئی ظاہر ہوتی تھی۔ (آج تک وہ ۱۰ سال میں چار بار خطاب فرما رہے ہیں) بعض روایات میں ہے کہ چار بار ان کے والد کے بعد حضرت موسیٰ علیہ السلام کو قرآن مجید کے پاس ۲۰ سال رہے اور وہ اس میں کچھ چیزیں پیش کرتے رہے، انہیں جس عرصہ میں قرآن مجید کے لیے خطاب اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کے لیے مجروح ہوئی تھی۔

[illegible]

صاحبِ دوح الطائی نے حضرت حسن ماکہ اور حضرت محبوب سے نقل کیا ہے کہ اس میں انہی مذاہب کا ذکر ہے جن کا ذکر پہلے ہو چکا ہے اور مطلب یہ ہے کہ مذکورہ مذاہب میں سے جو بھی مذاہب ان پر آیا تو وہ حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کہتے تھے کہ تم اپنے رب سے دعا کرو کہ اسے ہمارا درگم نہ دیا کرو یا ہم تمہاری تہذیب چلی کریں گے اور یہی اسرائیل کو بھی تمہارے ساتھ بھیج دیں گے لیکن جب ایک مذاہب ہٹ جاتا تو بعض نہیں ہو جاتے تو کہتے بہتوں اسی میں لائے اور یہ مذاہب کا جادو چاہتے اور بعض حضرات نے فرمایا ہے کہ

اور اس سے مستقل مذاہب مراد ہے جو عامان کی صورت میں ظاہر ہوا تھا۔ ہر حال قوم فرعون نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے اس شرابی اسلام آئے کا وعدہ کیا کہ مذاہب دفع ہو جائے لیکن دفع ہونا ہے کے بعد ایمان دلانا ہے۔ لہذا تعالیٰ کلمۃ اللہ علیہم الرزق الیٰہی اجلیٰ ختم کا لقوۃ اذ ختم تکلفون (پھر ہم نے مذاہب کا اس مدت تک جہاد میں دست بردار ہونے کے لئے تو اپنا پاک و ہمد کو توڑ دیا ہے) حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا کہ ایسی پہلی سے ان کے فرق کرنے کا وقت مرو ہے جو ان کے علم میں تھیں تھا۔ اور بعض حضرات نے فرمایا ہے کہ اس سے موت کا وقت مرو ہے تو فرعون نے کسی عہد کو یاد کیا اور کئی شک ہے۔

فَاَوْفُوا بعهْدِکُمْ لَیَّ الْبَیْعَةِ۔ (پھر ہم نے ان سے انکام لیا سو ہم نے ان کا عہد میں ادا کیا) بَیْعَتُهُمْ تَحْلِفُوْا بِهَا بِیْضًا (اس جہر سے کہ انہوں نے ہماری آیات کو بھینکا) وَکَفَرُوْا عَنْهَا لَیْلَیْنِ (اور وہ لوگ ان سے قائل تھے) یعنی جو بیعتیں ان کے پاس آتی تھیں ان سے قطعات برتتے تھے اور ان کے ساتھ بے وفائی کا معاملہ کرتے تھے نہ فرمودہ ہوتے نہ نصیحت حاصل کرتے۔ نئی اسرائیل کے کجبات پانے اور قوم فرعون کے فرق ہونے کا ذکر (سورۃ بقرہ دیکر ۶) میں گزر چکا ہے نیز سورۃ شعراء (دیکر ۳) اور سورۃ قصص (دیکر ۲) اور سورۃ عن (دیکر ۲) میں بھی ذکر ہے اور سورۃ شعراء میں تفصیل سے بیان فرمایا ہے۔

نئی اسرائیل پر اللہ تعالیٰ کا انکام ہونا..... قوم فرعون کی کجبات کا ذکر کرمانے کے بعد ارشاد فرمایا وَآؤْزَلْنٰهُ لَظْفُوْمٍ لِّلَّذِیْنَ کَفَرُوْا یَسْتَفْخِمُوْنَ فَسُورٰی الْاَازِیْ وَغَضَبْنَا عَلَیْہِمْ کَذِبَہُمْ اَلٰی۔ کہ جن لوگوں کے ساتھ غضب اور کڑوی کا معاملہ کیا جا چکا تھا یعنی نئی اسرائیل جنہیں قوم فرعون نے ظلم کیا تھا اور اس حد تک متہور تھے کہ ان کے بیٹوں کو زنج کر دیا جاتا تھا ان کو اس سرزمین کے مشرق اور مغرب کا وارث جا دیا میں میں ہم نے برکت دی۔ مگر میں نے فرمایا ہے کہ اس سے شام کی سرزمین مرو ہے۔ فرعون کی گرفت سے کجبات پا کر سندر پار کرنے کے بعد وہ ملک شام آ گئے اگرچہ میدان حیثیت میں جا نہیں سائل ہم کشتہ ہوا ہو کر کھرتے رہے۔ لیکن پھر چالیس سال کے بعد انیس سال سرزمین میں جنم اور اقتدار حاصل ہو گیا اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کی زہلی اللہ پاک نے جو عہد فرمایا تھا۔ عَسٰی وَاَلْبَسْنٰہُمْ اَنْ یَّحْلُوْا عَلٰی کُفْرَہُمْ وَیَسْتَفْخِمُوْا عَلَی الْاَازِیْ۔ وہ ہم فرمایا۔ یَاوَسَّسْتُ کَلِیْلَتٍ وَبَلَّغْتُ الشَّخْصَی (اور تیرے رب کی ایک بات پوری ہو گئی) یعنی جن کی نصرت کا وعدہ تھا وہ پرا ہو گیا جس میں جنم لیا اور میں بھی داخل ہے جس کا ذکر سورۃ قصص کے پہلے کو کر میں ہے۔ وَتَسْرِ لَذٰلِکَ لَیْلٌ عَلَی الْبَیْزِیْنَ مَسْطُحُوْا عَلَی الْاَازِیْ وَتَسْلُطُوْہُمْ اَمْنًا وَتَسْلُطُوْہُمْ لَظْفُوْمٍ۔ مزہ فرمایا چھ سوڑا یعنی نئی اسرائیل کو سرزمین صفا کی گئی اور نصرت اور تمکین کا وعدہ کا جودہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے پورا ہوا یہ اس جہ سے ہوا کہ انہوں نے مصیبتوں پر صبر کیا اور تکلیفوں کو بھگایا۔

صاحب دواعی اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں اس سے یہ معلوم ہوا کہ جو شخص بے صبری کے ساتھ مصیبت کا مقابلہ کرے اللہ تعالیٰ اسے بے صبری کی طرف ہر طرف ہٹا دیتا ہے اور جو شخص صبر کے ساتھ مصیبت کا مقابلہ کرے اللہ تعالیٰ اسے ہر طرف ہٹنے کا نشانہ بن جاتا ہے۔

یَعْرِضُوْنَ کی تفسیر..... وَغَضَبْنَا عَلٰیہُمْ نَضَعُ لَظْفُوْمًا وَنَضَعُ لَظْفُوْمًا وَنَضَعُ لَظْفُوْمًا (اور ہم نے ہر بار دہران کا راجہاں کو جو فرعون اور اس کی قوم کیا کرتے تھے اور جو نئی اسرائیل بناتے تھے) خاتمان نضیع اور وَنَضَعُ لَظْفُوْمًا یَعْرِضُوْنَ سے علامات اور علامات تصور مرو ہیں اور یہ بھی کہا جا سکتا ہے کہ خاتمان نضیع سے فرعون اور اس کی قوم کے املاک و ممالک میں جو حضرت موسیٰ علیہ السلام اور ان کی قوم نئی اسرائیل کو رکھ دینے کے لیے اختیار کرتے تھے اور وَنَضَعُ لَظْفُوْمًا یَعْرِضُوْنَ سے بلند مقامات مرو ہیں۔ بلند مقامات میں وہ قہر بھی شامل ہے جس کے نالے کافروں نے اپنے دوزخ ہاں کو ہم دیا تھا اور کہا تھا کہ میں اس پر چڑھ کر موسیٰ کے خدا کا پتہ چلاؤں گا۔

(کتابہ اذکر لکھنؤ، ضلعہ منہا، قوالہ قوالہ قوالہ)

بہارِ نبویؐ کی ضرورتِ عالمی: اہلِ انساب (س. ۱۹۸۸ء)

فائدہ اَللّٰہی بَلَوْنَا فِیْہَا ۔ سرزمینِ شام کے لیے فرمایا اس سرزمین کو برکتوں سے نواز دے گا تا کہ قرآن مجید میں دوسری جگہ بھی ہے ۔ سورہ ناسر اہل کے پہلے کو اس میں مہر اُفتی کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا اَللّٰہی بَلَوْنَا فِیْہَا ۔ اور سورہ انبیاء میں فرمایا ۔
وَمُحَمَّدٌ وَاٰلُہٗٓ اِلَآہِہٖمُ لَیْسَ بِکَافٍ فِیْہَا لِّلطَّٰغُوتِ ۔

وَجُوزُنَا بِبَنِي إِسْرَءِيلَ الْبَحْرَ فَأَتَوْا عَلَى قَوْمٍ يَعْكُفُونَ عَلَى أَصْنَانِهِمْ يَقُولُونَ قَالُوا

ہر م لے فی سہ اقل کہ ۱۱۱ سے ۱۰۱ کہ ۱۰۰ ایک ایک قوم کے آئے ہر اپنے حق کے حرا دے ہوئے تھے۔ کہے گئے اے

يُؤْتِي أَجَلَ لَنَا الْهَآكِبَاتِ لَمْ يُهَيِّئْ لَنَا إِلَهًا وَالْآلِهَةُ كُفَالَةٌ يُتَبَذَلُ فِيهَا الْمَثَلَاتِ الْكُفَالَةُ كَالَّذِينَ هُمْ يُؤْتُونَ أَجَلَ قَوْلٍ تُفْهَمُونَ ۝ إِنَّ هَؤُلَاءِ مُتَبَرِّجُونَ

موتی مارے نے منہ کھانچ کر دیکھتے جیسا کہ اس کے منہ میں ہے۔ انہوں نے کہا کہ ایک آدمی ہے جو کہ چھانچ کی انہیں کرتے ہو چاہے وہ ایک شہر قلعہ میں ہے۔

فِيهِ وَبَطُلٌ مَا كَانُوا يَعْمَلُونَ ﴿٥٠﴾ قَالَ أَغَيَّرَ اللَّهُ أَبْيَعَكُمْ إِلَهَا وَهُوَ قَضَاكُمْ

۱۱۔ وہ سنے گا کہ وہ چاہتا ہے کہ وہ اس کے ساتھ رہے۔

عَلَى الْعَالَمِينَ ۝ وَإِذْ أَغْنَيْنَاكُمْ مِنْ آلِ فِرْعَوْنَ يَسُومُونَكُمْ سُوءَ الْعَذَابِ

فیسوں، جہازوں، قسطیت دینے اور جب ہم نے فیسوں، کھاتوں کی اکل فارغوں سے ہر فیسوں پر فیکٹس اسے ہے

يَقْبَلُونَ آبَاءَكُمْ وَيَسْتَحْيُونَ بَنَاءَكُمْ ۚ وَفِي ذَلِكَ لَآيَاتٍ لِّقَوْمٍ عَظِيمُونَ

قیام ہے یہاں کو بکھڑے قتل کرتے تھے اور قہاری سواروں کو ذبحہ بھڑا دیتے تھے۔ عوام میں قیام سے دل کی طرف سے ہوا آزمائش ہے۔

سمندر سے بارہو کر بنی اسرائیل کا بت پرست بننے کی خواہش کرنا اور

حضرت نبوی علیہ السلام کا ان کو چھڑکنا

تفسیر..... گزشتہ اپڈیٹ میں فراموشیوں کے بعد چارویں خط میں اہل اسلام کی حضور مجاہدہ یا اقا عثمان کے فراق ہونے کا ذکر تھا۔ اہل انبیا میں نبی اسرار الہی کی انسانی صورت کا ذکر ہے جس میں ہر لوگ مصر کے انبیاء میں شامل تھے۔ جب ہر لوگ مسند پر ہو گئے تو فرعون اور اس کے لشکروں کو اپنی آخر سے اذان دینا کہ اپنا فرقہ شمالی کا کھڑا کرے اور فرقہ کاشفہ شمالی کی قوم پر ہلا کر دینا چاہیے کے ساتھ جیتے ہوئے اٹھ کھڑے ہوئے۔ اہل انبیا میں مشغول رہتے اور توحید کی دعوت جو ہر سال کی سے حضرت سیدنا موسیٰ علیہ السلام کے ذریعہ انہوں میں پڑ رہی تھی اس کو کھل میں لے آتے اور پڑے ہوئے لوگ کے ساتھ موصوفہ بننے لگتے۔ انہوں نے جب دیکھ دیا پھر اختیار کیا۔ جب مسجد سے پار ہو کر آئے تو جیسے جیسے لوگ لوگ انہوں کی پرستش میں مشغول ہیں۔ اور وہیں پھر رہا ہے۔ ہوتے ہیں۔ انہیں دیکھ کر حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کہنے لگے کہ اہل انبیا کو اپنی ایسا معجزہ سمجھ کر کہ وہ ہمارے سامنے ہمارے کی صورت میں ہو۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے جواب میں فرمایا کہ تم لوگ جہالت کی بات نہیں کرتے ہو ان کے یہودی باپوں میں ان کا فضل چاہو تو انے والا ہے۔ ہر چہ کہ ان کے

نظر تھا۔ ان میں ایک شخص سامری تھا اس نے زہر اے کا ایک جگڑا ڈھالہ اس کی اسرائیل نے اسے معذور بنا دیا جیسا کہ چند آیات کے بعد یہاں سورۃ الاحقاف میں آ رہا ہے۔ سورۃ فرقہ میں بھی گزر چکا ہے۔ (اور اسیس کا تکرار سورۃ طہ میں بھی مذکور ہے۔)

وَلَمَّا جَاءَ مُوسَىٰ لِبِيعَاتِنَا وَكَلَّمَهُ رَبُّهُ ۖ قَالَ رَبِّ انْظُرْ إِلَيَّ ۚ قَالَ لَنْ شَرِّئَ

اور جب موسیٰ دو سے طے کر کے آئے تھے تو ان کے رب نے ان سے کہا: بلو! تو انہوں نے عرض کیا کہ اسے میرے سوا کون دیکھ سکتا ہے کہ میں آپ کو کچھ لوں۔

وَلَكِنْ انْظُرْ إِلَى الْجَبَلِ فَإِنِ اسْتَقَرَّ مَكَانَهُ فَسَوْفَ تَرِيَنِي ۚ وَلَمَّا تَحْتَمَلَ رَبُّهُ لِلْجَبَلِ

قرآن تم دیکھ کر نہ کہجے کہ اسے کچھ پہاڑ کی طرف دیکھو، سو اگر پہاڑ ایسا جگڑا رہا تو تم دیکھ کر کچھ سو گے، مگر جب میں اسے رب نے پہاڑ کی بجلی لے کر

جَعَلَهُ دُكَّاً وَخَرَّ مُوسَىٰ صَوْعَةً ۚ وَلَمَّا آتَاكُمُ قَالَ سُبْحَنَكَ ثُبْتُ إِلَيْكَ وَ

آج پہاڑ کو چمکا کر رہا، اور موسیٰ نے عرض کر کر کہا: مگر جب میں کو پہاڑ آیا تو کہنے لگے آپ کی ذات پاک ہے میں آپ کے حضور میں ڈر کر رہا ہوں۔

أَنَا أَوَّلُ الْمُؤْمِنِينَ ۝ قَالَ يُنَوِّسُ إِلَىٰ اضْطِلَّتْكَ عَلَى النَّاسِ بِرُسُلِنَا ۚ وَهَكَأَيْتُ

اور میں ایمان لانے والوں میں پہلا شخص ہوں۔ (قرآن)۔ اسے موسیٰ پر حتم میں نے اپنی وحی کی اور اللہ ہم کو ان کے ساتھ لوگوں کے حوالہ میں بھیجیں گے۔

فَخُذْ مَا آتَيْتُكَ وَكُنْ مِنَ الشَّاكِرِينَ ۝ وَكُنْتُمْ لَدَى الْأَوَّلِينَ ۚ وَمَوْعِظَةٌ وَذِكْرٌ

سو میں نے تمہیں جو کچھ دیا ہے وہ لے لو اور تم کو لوگوں میں سے یاد دلاؤ۔ اور ہم نے موسیٰ کے لئے تمہیں پر حتم کی نصیحت اور تذکرہ کی

لِكُلِّ شَيْءٍ ۚ فَخُذْهَا بِقُوَّةٍ وَأْمُرْ قَوْمَكَ يَأْخُذُوا بِأَحْسَنِهَا ۚ سَأُورِيكُمْ دَارَ الْفَاسِقِينَ ۝

تصویر کو دل، سو آپ قوت کے ساتھ اسے پکڑیں اور اپنی قوم کو حکم دیں کہ اسے اچھے اچھے احوال لے لیں۔ جب میں تم پر احسن و افسان کا ذکر کیا ہوں گا۔

سَأُخْرِجُكَ عَنْ أَيْنَ الَّذِينَ يَتَكَبَّرُونَ فِي الْأَرْضِ بِغَيْرِ الْحَقِّ ۚ وَإِنْ تَرَوْا كُنُوفَ الَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ

میں تم پر احسن و افسان سے ان لوگوں کو برائے دیکھوں گا جو زمین میں ناحق تکبر کرتے ہیں اور اگر وہ سامری لکھناں، کچھ لکھیں تو ان پر ایمان نہ لائیں

وَإِنْ تَرَوْا سَبِيلَ الرُّشْدِ لَا يَتَّخِذُوهُ سَبِيلًا ۚ وَإِنْ تَرَوْا سَبِيلَ الْغَيِّ يَتَّخِذُوهُ سَبِيلًا ۚ ذَلِكَ بِأَنَّهُمْ

اور اگر جانیں کہ راستہ دیکھیں تو اس کو اپنا طریقہ نہ لائیں اور اگر گمراہی کا راستہ دیکھیں تو اسے اپنا طریقہ لے لیں۔ اس وجہ سے کہ انہوں نے حاکم

كَذَّبُوا بِآيَاتِنَا وَكَانُوا عَنْهَا غَافِلِينَ ۝ وَالَّذِينَ كَذَّبُوا بِآيَاتِنَا وَلِقَاءَ الْآخِرَةِ حَسْبَتْ

آیت کو چھٹا اور ان سے ناحق تھے۔ اور ان لوگوں نے اپنی آیت کو اور آخرت کی عاقبت کو چھٹا ان کے اعمال

أَعْيَالُهُمْ ۚ هَلْ يُحْزَنُونَ إِلَّا مَا كَانُوا يَعْمَلُونَ ۝

ان کے بچے۔ ان کو انہیں اعمال کی برائی ہونے کی برائی نہ لگتی تھی۔

ہوا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو پانچ برس راتھ گزارنے کے بعد قدرت شریف مظاہر فرمائی جو کہتے ہیں کہ کسی ہوشیاری میں احکام شریف تفصیل سے لکھے ہوئے تھے اور ہر طرح کی فصیحیت بھی تھی۔ حالانکہ حرام کو حلال طریقہ پر بیان فرمایا تھا۔ اور عباس و سہیل (دو بھائی برص کا مولا) کو تفصیل سے بتایا تھا۔ اسی کو فرمایا: وَتَحْسَبُ لَهُ الْاُتْرَاحَ مِنْ تَحْتِ كُلِّ شَيْءٍ وَتَحْشَبُ لِكُلِّ شَيْءٍ كِتَابًا عطا فرمانے کے ساتھ فعلیہ الفاظ عطا بھی فرمایا کہ اسے قدرت اور مہربانی کے ساتھ لے لیا اور ساتھ ہی یہ بھی فرمایا: وَتَحْشَرُ لِقَوْلِكَ يَا عِيسَى ابْنُ مَرْيَمَ کہانی تو تم کو بھی عطا کر اس نے احکام کو پیکار سے ہیں جو اچھے سمجھے کام ہیں۔ فقال صاحب الروح (مر ۵۹۹) و بعض احسنہا: فسمعا لها علي الاحسن فانه احسن كالتصوير الانساني الي الاتصال۔ (صاحب روح العالی فرماتے ہیں احکام کے متن میں اس قدر اس قدر کہ وہی پر مشتمل ہوں پھر وہ اپنے کرنے والے کے احکام کی عطا پر اس قدر بے نیاز ہیں)۔

سَلَوْنَكُمْ دَارَ الْعَالَمِينَ (میں مغرب تمہیں ہزاروں کا گھر دکھاؤں گا) ہزاروں کے گھر سے کیا مراد ہے؟ بعض علماء نے فرمایا ہے کہ اس سے مراد ہے جہاں بنی اسرائیل کا ایک قول کی عطا پر ان لوگوں کی پادشاہی کے بعد عطا نصیب ہوا تھا۔ بعض مفسرین کا قول ہے کہ اس سے جہاں اہل حق کی سرزمین مراد ہے جس کے پاس سے وہ عطا ہو کر فرمایا: يَتَقَرَّبُ الْاَعْلُوْنَ الْاَوْ حَتَّى الْغُلَظَّةِ الْاُخْرٰى كَتَبَ اللهُ لَكُمُ الْاٰيٰتِ۔

حضرت شیخ علیہ السلام کے زمانہ میں بنی اسرائیل اہل حق کی سرزمین میں داخل ہو گئے اور وہاں انہیں اللہ ارعاض ہوں یہ علاقہ فلسطین کا تھا جو شام میں ہے۔ صاحب روح العالی نے دَارَ الْعَالَمِينَ کی تفسیر میں ایک تیسرا قول بھی لکھا ہے اور وہ یہ کہ اس سے عداوت اور کے منازل اور ان قوموں کے مساکن مراد ہیں جو حق سے پہلے پاک ہو چکے تھے۔ اور جو حق اول حضرت حسن اور حضرت عطاء سے ہیں حق کیا ہے کہ دَارَ الْعَالَمِينَ سے منہم مراد ہے اگرچہ یہی صحیح پایا جائے تو آیت کا مطلب یہ ہو گا کہ قدرت کے احکام پر عمل کرنا خلاف واری کرنے کی صورت میں جہنم کے عذاب میں مبتلا ہو گے۔ (اللہ تعالیٰ علم پر مہربان)

جب قدرت شریف تمہیں پر لکھی ہوئی تھی حضرت موسیٰ علیہ السلام کو بھی تو آپ ان تمہیں کو لے کر اپنی قوم میں تشریف لائے تو ہم کا مزاج عیب قرار عطا است اور ہر ہمدردی سے اور جسے اس نے سَلَوْنَكُمْ دَارَ الْعَالَمِينَ کے بعد عطا ہیں فرمایا: وَتَحْشَرُ لِقَوْلِكَ الْاٰيٰتِ فَلْيَنْظُرْ لِقَوْلِكَ الْاَوْ حَتَّى الْغُلَظَّةِ الْاُخْرٰى كَتَبَ اللهُ لَكُمُ الْاٰيٰتِ سے جہاں ان کا پہنچا حق ہے)۔

صاحب روح العالی لکھتے ہیں کہ آیات سے مراد وہ کچھ کا مطلب یہ ہے کہ ان کے دلوں پر ہر گاہی جانے کی وہ آیات میں تفکرت کریں گے اور پھر جو گھر کی وجہ سے کوئی عبرت حاصل نہ کریں گے ان کے برکت ہونے اور برکت نہ رہنے کا سبب ان کا گھر ہے۔ یہ لوگ اپنے آپ کو بڑا سمجھتے ہیں کہ آیات الہیہ سے عبرت حاصل نہیں کرتے۔ وَحَلَا تَحْكُمُوا عَالِي فَلْيَنْظُرْ لِقَوْلِكَ الْاَوْ حَتَّى الْغُلَظَّةِ الْاُخْرٰى كَتَبَ اللهُ لَكُمُ الْاٰيٰتِ کے بعد گھر پر کی عطا و عطا بیان فرمائی: وَتَحْشَرُ لِقَوْلِكَ الْاَوْ حَتَّى الْغُلَظَّةِ الْاُخْرٰى كَتَبَ اللهُ لَكُمُ الْاٰيٰتِ کے بعد عطا ہوں یا آیات تمہیں ہوں۔ (وہاں ان کے گھر لائے)

وَإِنْ تَوَلَّوْا سَبِيلَ الرَّغْبَةِ لَا يَتَّخِذُوا سَبِيلًا (اور اگر چاہتے کہ راستہ کہتے ہیں تو اس راستے کو اختیار نہیں کرتے)
وَإِنْ تَوَلَّوْا سَبِيلَ الْغَيْبِ يَتَّخِذُوا سَبِيلًا (اور اگر ان کا راستہ کہتے ہیں تو اسے اختیار کر لیتے ہیں اور اسی پر چلتے ہیں۔ اس میں گھر پر کو جمعیت ہے کہ وہ گھر پر رہتے ہوئے آیات الہیہ سے متعلق نہ ہو سکیں گے اور چاہتے کہ ہرگز اگر گھر پر ہی گھر ہیں گے۔

پھر فرمایا **وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُونَ خَبِيرٌ** (میں لوگوں کو انکے ہر کام پر ایمان والا اور راہ دہارت سے آگاہ ہے) کہ انہوں نے ہماری آیات کو جھٹلایا اور ان آیات کی طرف سے ناخن رہے اور یہ بھی اختیار کی اور ان آیات میں فکر کیا اور پھر سے کام نہ لیا۔

آخر میں فرمایا **وَالَّذِينَ كَفَرُوا بِآيَاتِنَا وَلِقَاءِ الْآخِرَةِ لَا يَخَافُ أَصْفَادُهُمْ** (جن لوگوں نے ہماری آیات کو اور آخرت کے دن کی عداوت کو جھٹلایا۔ یعنی آخرت پر ایمان نہ لائے ان کے اٹھال کا کڑا ہوا ہے)

دنیا میں جو کام کئے آخرت میں بالکل کام نہ آئیں گے اگرچہ پھر ایک کام تھے۔ اور یہ بھی ہو سکتے ہیں کہ اپنی دنیا دہانے اور دنیاوی ترقی کرنے کے لیے جو جو کام وہ سب یہاں دنیا کی آخرت میں یہ چیزیں بالکل کام نہ آئیں گی۔

هَلْ يَخْشَوْنَ اَلَّذِينَ كَفَرُوا يَقْتُلُوْنَ اَنۡفُسَهُمْ اِذَا كَانُوا عَلَىٰ الْاَمَلِ (ان کو ان کے اٹھال کا ہی بدلہ دیا جائے گا) مگر یہ جواز ہے کہ اس کا بدلہ دینی عذاب کی صورت میں مل جائے گا۔

وَالتَّخَذَ قَوْمُ مُوسٰى مِنْۢ بَعْدِهٖ مِنْ حُلِيِّهِمْ عِجَلًا جَسَدًا لَّهُ خَوَارٌ اَلَمْ يَرَوْا

اور موسیٰ کی قوم نے ان کے بعد انچادہوں میں عجب بچے کو جس کو خدا نے ایک عیاں اسم رکھا ان میں سے گائے کی کھال ڈالی تھی۔ کہ انہوں نے یہ نہ دیکھا

اَنَّهُ لَا يَكْفِيهِمْ وَلَا يُغْنِيهِمْ سَيْلٌۭمُ اِئْتَدُوْهُ وَكَانُوا ظٰلِمِيْنَ ۝ وَلٰكِنَّا سَوَّيْنَا الْاٰيٰتِیۡنَ لِقَوْمٍ

کہ وہ اس سے بات کر رہے تھے اور انہیں کھل رہا تھا کہ انہوں نے انکو جس کو خدا نے علم کرنے والے تھے۔ وہ سب وہ جانتے تھے کہ انہوں نے کہا تھا

وَرَاَوْا اَنَّهُمْ قَدْ ضَلُّوْۤا ۚ قَالُوْۤا لَیۡنَ لَّہٗمۡ یٰرَحِمٰنَا رَبَّنَا وَیَعْفِرْ لَنَا ظُنُوۡنَیۡنَ مِنَ الْغٰیۡبِیۡنَ ۝

کہ ہمارے یہ گمراہ ہو گئے تو کچھ نہ کہے کہ اگر ہمارا رب ہم پر رحم نہ فرمائے ہر ایک کھل رہا ہے تو ہم تو ہم لوگوں میں سے ہو جائیں گے۔

وَلٰكِنَّا رَجَعۡ مُوسٰی اِلٰی قَوْمِهٖ غَضَبَانَ اَسَیۡطَ ۚ قَالَ یٰۤاَسَیۡطَا خَلَفْتُۤنِیۡ بِمٰنِیۡ مِنْۢ بَعْدِیۡ ۚ

اور جب موسیٰ اپنے قوم کی طرف اس حال میں لوٹے کہ وہ غصہ میں اور سدا میں تھے تو انہوں نے کہا کہ تم لوگوں نے میرے بعد میری جگہ پر اپنی بات کی۔

اَعۡجَلْتُمْ اَمْرَ رَبِّکُمْ ۚ وَالتَّغٰی اِلٰی نَوَاحٍ وَّالتَّخَذَ یٰۤاٰیۡمِیۡنَ یَحٰۤیۡدَۃً اِلَیۡہِ ۚ قَالَ ابْنُ اَمْرِ اٰن

کیا انچادہ کا تم آئے سے پہلے تم نے جلدی کر لی اور موسیٰ نے انہیں کہا کہ اہل راہ اور چلنے کے سوا کچھ لاکھ لاکھ طرف کھینچ رہے تھے۔ انہوں نے کہا کہ اسے

الْقَوْمَ اسْتَغْفِرُوۡنِیۡ وَكَادُوۡۤا یَقْتُلُوۡنِیۡ ۚ فَلَا تُشِیۡتُ بِالْاَعْدَآءِ ۚ وَلَا تُجْعَلِیۡنِ مَعَ

میرے میں جانتے ہمارے قوم نے مجھے گمراہ کیا اور قریب تھا کہ مجھے قتل کر دیتے۔ تھا مجھے، دشمنوں کو میرے ساتھ نہ کرے

الْقَوْمِ الظَّٰلِمِیۡنَ ۝ قَالَ رَبِّ اَطِیۡرِیۡ وَارۡحَمِیۡ وَادۡخِلۡنِیۡ رَحِمَتَکَ ۚ وَاَنْتَ اَرْحَمُ الرَّحِیۡمِیۡنَ ۝

فانص میں نہ کر۔ موسیٰ نے عرض کیا کہ اے میرے رب مجھے میرے چھل کو کھینچ دے اور میری اہل رحمت میں داخل فرما اور آپ ارحم الراحمین ہیں۔

نبی اسرائیل کا زیوروں سے چھڑا دینا کراہی عبادت کرنا اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کا غضبناک ہونا تفسیر نبی اسرائیل مصر میں رہتے تھے اور گاہ بگاہ یہاں سے اپنے وطن کو جاتے تھے۔ جب مصر کا کسب و کار خراب ہو گیا تو حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کہنے لگے کہ ہمارے لیے یہی طریقہ کار سمجھنا چاہیے جو ہم ہوسوت و فتنے سے محفوظ رہیں۔ جب حضرت موسیٰ علیہ السلام چالیس دن کے لیے طویل عرصہ تک کے تو ان کے پیچھے گھر واپس پہنچے اور اپنی شراعت جاری کر دی۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ جب نبی اسرائیل مصر سے نکلے والے تھے اس وقت انہوں نے قبلی آدم سے (جو مصر کے کئی بادشاہ تھے) راہبر راہگاہ لیے تھے۔ یہ راہبر ان لوگوں کے پاس تھے۔ ان میں ایک آدمی سامری تھا جو خدا کا کام کرنا تھا۔ اس نے ان راہبروں کو بھیج کر کے چھڑے کی شکل بنا لی اور اس کے کندھوں میں ڈال دی (یہ مٹی کی تھی) جس نے حضرت ہزارکھ کے گھوڑے کے پاس کے نیچے سے نکالی تھی (ملائکہ تعالیٰ نے اس مٹی میں ایسا اثر ڈالا کہ اس شخص سے گناہ کے بچے کی آواز آنے لگی۔ یہ لوگ شکر سے ادا رہتے تھے۔ کہنے لگے خدا بڑا نوسوسہ پسند ہے) (کہ یہ تمہارا مسیو ہے اور موسیٰ کا بھی مسیو ہے وہ وہ قبول کیے جو کہ طور پر مسیو ہے تم کلام ہوئے کیلئے گئے ہیں) حضرت ہارون علیہ السلام ان کو حضرت موسیٰ علیہ السلام کی طرف لے گئے تھے۔ انہوں نے ان کو کہا یا آدم تم مجھے میں پڑ گئے ہو تمہارا رب دین ہے تم میرا چاہو کہ وہ میرا رحم کرے۔ اس نبی اسرائیل سے کہا کہ تم میرا اس چھڑے کے پیچھے لگے رہیں گے یہاں تک کہ موسیٰ علیہ السلام شریف نہ آئیں۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کا نبی اسرائیل سے اور سامری سے سوال و جواب فرماتا اور وہ (دعوت حق) میں مذکور ہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کا وہ محل شانہ نے پہلے ہی مطلع فرما دیا تھا کہ یہاں تو تمہارے بعد گھر میں پڑ گئے ہیں اور ان کو سامری نے گمراہ کر دیا ہے۔ جب موسیٰ علیہ السلام اور بیت شریف کی تختیاں لے کر شریف لائے اور خود راہ پر تھے تو بہت سخت غضبناک اور غمگین ہوئے اور فرمایا **يَسْتَعْجِلُ لِي مَخْلُوقًا** (کہ میرے بعد تم نے میری دی نیابت کی **لَا تَجْعَلُونِي مِمَّنْ يَسْتَعْجِلُ لِي مَخْلُوقًا** کی قوم سے چھڑے کا چھڑا آنے سے پہلے جلد بازی کی۔

وَالْفِلسُفُ الْأَنْوَاعُ وَالْعَجَبُ سُرُوسُ الْعَجَبُ وَنَحْوُهَا آتِیَتْ۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنے بھائی ہارون علیہ السلام کا بھی مواخذہ فرمایا تو حریف جو حضور دیکھا تو غیرت دینی کے جوش میں تو بیت شریف کی تختیاں ایک طرف کو ڈال دیں اور اپنے بھائی کے سر کے بال بیکڑ کر اپنی طرف کھینچ لیے۔ انہیں یہ گمان ہوا کہ ہارون علیہ السلام نے نبی اسرائیل کی تعلیم میں کوئی غلطی کی اور وہ میں حضرت ہارون علیہ السلام کی ادا کی بکڑنے کا بھی اگر ہے۔ تو بیت شریف کی تختیاں کا ڈالنا اور بھائی کے سر کے بالوں کو بکڑنے غضب کی جوت تھی آیا۔ حضرت ہارون علیہ السلام نے جواب میں کہا کہ اسے میرے بال پانے آپ میرے سر اور ادا کی کے بالوں کو بکڑ کر۔ بات یہ ہے کہ ان لوگوں نے مجھے کڑوا دیا اور تمہارا کہ مجھے لکھ کر ادا کیں۔ لہذا آپ مجھ پر اپنی کر کے دشمنوں کو اپنے کا موقع دیں اور مجھے لکھ لیں میں شامت کریں۔ (میں ان کے کام میں ان کے ساتھ نہیں ہوں خدا میرے ساتھ رہتا ہوگا) میں دیتا ہوں چاہتے جو مخالفوں کے ساتھ کیا جاتا ہے) (

حضرت موسیٰ علیہ السلام کو احساس ہوا کہ واقعی مجھ سے خطا ہوئی (اگرچہ خطا انتہائی تھی) لہذا ادا کی اور ادا کی میں عرض کیا کہ اسے میرے ساتھ! میری مشق فرما دے اور میرے بھائی کی بھی اور کسی دینی رحمت میں داخل فرما دے اور آپ رحم فرما نہیں ہیں۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام گھر واپس پہنچے اور دیکھ کر یہی حقیقت کے جوش میں اور غضب و جاسف میں تھے اس لیے اپنے بھائی سے داد و گیر کرتے ہوئے ان کی ادا کی اور سر کے بال بکڑ لیے تھے مگر جب احساس ہوا تو اپنے لیے اور بھائی کے لیے اللہ تعالیٰ کی ادا کی میں دعا کرنے لگے۔

إِنَّ زَيْدَكَ مِنْ تَعْدِيهَا لَعَفُورٌ رَحِيمٌ ۝ وَلَمَّا سَكَتَ عَنْ مُوسَى الْغَضَبُ أَخَذَ الْاَلْوَاخَ ۝

تائید آپ کا جب اس توہ کے بعد ضرور ملے دینگے وہاں ہے۔ اور یہاں ہے۔ اور جب موسیٰ کا غضب نہ ہوا تو انہوں نے ان تختوں کو اٹھا لیا

وَفِي نُحُوتِهَا هُذًى وَرَحْمَةٌ لِّلَّذِينَ هُمْ لِرَبِّهِمْ يَرْتَهَبُونَ ۝

اور ان تختوں میں جو ٹھکانے تھے اس میں دلائل تھے ان لوگوں کے لئے جو اپنے رب سے ڈرتے ہیں۔

چھڑے کی پرستش کرنے والوں پر اللہ تعالیٰ کا غضب اور دنیا میں ان لوگوں کی ذلت

تفسیر..... جب حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنے بھائی ابراہیم علیہ السلام کو چھڑا دیا اور بارگاہ الہی سے اپنے اور اپنے بھائی کے لیے سفارت کا سوال پیش کروایا تو اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کے بارے میں ارشاد فرمایا جنہوں نے چھڑے کی عبادت کی تھی کہ انہیں مغرب میں ان کے رب کی طرف سے نصیب پہنچے گا اور دنیاوی زندگی میں ذلت پہنچے گی اس غضب اور ذلت سے کیا مراد ہے اس کے بارے میں مفسرین کے کئی اقوال ہیں۔ حضرت ابو نعیم نے فرمایا کہ غضب سے مراد اللہ تعالیٰ کا وہ حکم ہے جس میں توبہ کے لیے ان لوگوں کے قتل کا حکم ہوا اور ذلت سے مراد ہے ان لوگوں کا یہ قرار کر لینا کہ انہیں ہم نے گمراہی کا کام کیا اور ہماری جانوں کو قتل کے لیے پیش کر دیا اور ایک قول یہ بھی ہے کہ ذلت سے مراد حالت اور کیفیت مراد ہے جو ان لوگوں کو اس ذلت پیش آئی جبکہ اس چھڑے کو اٹھایا گیا اور مسند میں بیٹھ دیا گیا جس کی انہوں نے عبادت کی تھی بلکہ ایک قول یہ ہے کہ ذلت سے مراد ہے جو انہیں اور ان کی اولاد کو دنیا میں پیش آتی رہی اور بحالت سطر سطر زمین میں گھومتے رہے۔

اور مفسر عربی نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ کے مذہب میں جو یہودی تھے آیت کریمہ میں ان کا ذکر ہے۔ غضب اور ذلت سے نئی تفسیر کا جواز مل کر رہا اور نئی قرینہ کا قائل کیا جاتا یہودی ہیں یا جنہوے مغرب کریم مراد ہے اور یہ بات اس خیال پر مبنی جا سکتی ہے کہ عہد رسالت میں جو یہودی تھے وہ اپنے آپ کو اہل اہل اہل کے اعمال سے جدا کرنا چاہتے تھے و تَحَدَّثُوا بِلُغَتِهِمْ وَاسْمُهُمْ وَاسْمُ الْغُلَامِ (اور ہم اس طرح مغرب کریم کرنے والوں کو جلد دیا کرتے ہیں۔)

اس سے اخرا اہل اخرا مراد ہے۔ سامری اور اس کے ساتھیوں نے چھڑے کے بارے میں یہ خبر کہا تھا هَذَا اِسْهَاطُكُمْ وَاللّٰهُ مُؤْمِنِي (چہرہ مسعود اور موتی کا بھی مسود ہے) یہ بات اخرا مراد ہے اس کی سزا سامری کو بھی دی گئی اور ان لوگوں کو بھی دی گئی جو اس کے ساتھی تھے۔ حضرت سفیان بن عیینہ نے فرمایا کہ یہ صائب و عدل ہے۔ یہ فرمایا کہ انہوں نے کیا آیت تلاوت فرمائی۔ (مطلب یہ ہے کہ دین خداوندی میں جو شخص بدعت نکالے گا وہ ہر سورۃ تک ہر کلمہ تک اپنی اس کا عقوبت و عذاب آخرت میں ضروری ذلیل ہوگا)

اللہ تعالیٰ تو یہ قبول کرنے والا ہے..... وَطِئْتُنَّ عَلَيْهِوَ الشَّيْطَانُ (اور جن لوگوں نے گمراہی کے کام کیے) جن میں گمراہ سارے ہستی بھی ہے۔ (مگر ان گناہوں کے بعد توبہ کر لی اور گمراہی کو چھوڑ کر ایمان لے آئے تو آپ کا رب اس توبہ کے بعد اس کو معاف فرمائے گا اور ان پر رحم فرمائے گا)

واقعی بات تو یہ کہ ان کے بعد ان کی سفارت ہو گئی مگر شرک کے بعد اسلام قبول کرنے سے پہلے سب گناہ معاف ہو جاتے ہیں جیسا کہ حدیث شریف میں ہے۔ ان الاصلام بصلہم ما کان قبلہ (پہلے اسلام لانا پہلے کے تمام گناہوں کا کٹھن کر دیتا ہے) اور اسلام میں مردین احسن ہو گئے گئی اسرائیل کا ذکر بعد ہوا ہے لیکن آیت کے عمومی الفاظ میں ہمیشہ کے لیے توبہ کی قبولیت کا اعلان فرمایا اور یہ

تبارک و تعالیٰ غور و فکر میں ہے۔

تو ریت شریف جا ریت اور رحمت حق..... پھر فرمایا وَلَمَّا سَمِعَتْ عَنْ مُوسَى الْغَضَبَ أَخَذَ الْكَلْبَاحَ (جب موسیٰ علیہ السلام کا قصہ لڑو ہو گیا تو انہوں نے تو ریت شریف کی گتھیں کو کسلیا) جنہیں ہنرمیں اہل دیانت کی فکر قصہ در آئیں پر عمل کرنا اور عمل کرنا تھا۔ وہاں میں مشرکین کی حالت دیکھ کر جو قصہ کیا تھا اس کی وجہ سے گتھیں کو اہل دیانت و تہمیدین کو اٹھا لیا تاکہ تعلیم و تبلیغ کا کام آوے اور شروع کیا جائے۔

وَمَنْ يُضْلِبْهَا فَعَلَىٰ ذُنُوبِهِ قُلُوبُهُمْ يُؤْمِنُونَ (اور اس تو ریت میں جو نکلا ہوا تھا اس میں جا ریت حق اور رحمت حق میں لوگوں کے لیے جو اپنے رب سے جڑے ہیں)

اور اسے دالے ہی میں جو توفیق فی اختیار کرتے ہیں۔ وَلَمَّا سَمِعَتْ عَنْ مُوسَى الْغَضَبَ أَخَذَ الْكَلْبَاحَ (اور اس تو ریت میں جو نکلا ہوا تھا اس میں جا ریت حق اور رحمت حق میں لوگوں کے لیے جو اپنے رب سے جڑے ہیں)

وَاخْتَارَ مُوسَىٰ قَوْمَهُ سَبْعِينَ رَجُلًا رِشْقًا ۖ فَلَمَّا أَخَذَتْهُمُ الرَّجْفَةُ قَالَ رَبِّ

اور موسیٰ نے القادوس میں سے ستر مرد چارے چھٹ گھنے کے لئے چن لئے پھر وہ اب ان کو بڑوں نے بکریا تو موسیٰ نے کہا کہ اسے میرے رب

كُوِّشْتُ أَهْلَكْتَهُمْ مِنْ قَبْلِ وَإِيَّايَ أَتَهْلِكُنَا بِمَا فَعَلَ الشَّفَاءُ وَثَاءُ إِنَّ هِيَ الرَّجْفَةُ ۖ تَضِلُّ بِهَا مِنْ ثَاءٍ وَتَهْدِي مِنْ ثَاءٍ ۖ أَنْتَ وَلِيُّنَا فَاعْلَمْ لَنَا وَارْحَمْنَا

اگر آپ چاہتے ہیں تو میں سے پہلے ہی ان کو بھگے ہلاک فرما دیتے۔ کیا آپ ہمارے چارے چھٹ گھنے کی حرکت کے سبب ہمیں ہلاک فرماتے ہیں۔ یہ عمل آپ کی

طرف سے آرائش ہے آپس کے درمیان میں کو چاہیں گری میں دلچسپی میں کو چاہیں ہلاکت پر گھنے۔ تو یہی طرہ ہے۔ لہذا یہی طرہ ہے کہ ہم پر ہم فرما

وَأَنْتَ خَيْرُ الْغَافِرِينَ ۖ وَاصْبِرْ لَنَا فِي هَذِهِ الدُّنْيَا حَسَنَةً وَفِي الْآخِرَةِ إِنَّا

اور حق ہے۔ وہاں میں تو سب سے ستر سے ستر گھنے چارے لئے اس دنیا میں بھلائی اور آخرت میں بھی ہے کہ ہم نے

هَذَا إِلَيْكَ ۖ قَالَ عَذَابٌ أُصِيبُ بِهِ مِنْ أَشْيَاءٍ ۖ وَرَعَيْتَنِي وَسِعَتْ كُلُّ شَيْءٍ ۖ

یہی طرف دیکھا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ میرا خطاب ہے میں اسے نکالوں میں سے چاہوں اور میری رحمت پر حق کو نکال ہے

فَسَاكِنُهَا لِلَّذِينَ يَتَّقُونَ وَيُؤْتُونَ الزَّكَاةَ وَالَّذِينَ هُمْ بِآيَاتِنَا يُؤْمِنُونَ ۝

اس میں ان کو ان لوگوں کے لیے کہ وہ اس کا حکم کی اطاعت کرتے ہیں اور زکوٰۃ دیتے ہیں اور ان لوگوں کے لئے جو ہماری آیات پر یقین رکھتے ہیں۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کا ستر افراد کو اپنے ہمراہ لے جانا اور وہاں ان لوگوں کی موت واقع ہو جانا

تفسیر..... یہی امر اصل کی عادت حق کے لیے لگائیں کیا کرتے تھے اور شہادت نکالتے تھے۔ جب حضرت موسیٰ علیہ السلام نے

فرمایا کہ یہ ریت ہے اس میں اللہ تعالیٰ کا حکم ہے۔ جو عمل کرنے کے لیے نازل فرماتے ہیں۔ تم ان پر عمل کرو تو یہی امر اصل کہنے

آفریں فرماؤ اَللّٰہِیْنَ غَیْمٌ یَّابِقٌ یُّؤْتِیْ سُبْحَانَہٗ اِس میں یہ چہا کہ ان کے بغیر کوئی عمل مستحسن اور مستدھل اِس میں ہی کے لیے مخصوص ہے اور اِس میں ہی اِسرا نکل پر اقرض بھی ہے جو رسول اللہ ﷺ کے زمانہ میں تھے جنہوں نے حضرت عیسیٰؑ کی تکذیب کی اور جانتے بچاتے ہوئے آخر اُن پر ایدہ و مدد رسول اللہ ﷺ کی رسالت کے منکر ہوئے۔ اِس لیے حَصٰہِیْ وَاللّٰہِیْنَ غَیْمٌ یَّابِقٌ یُّؤْتِیْ سُبْحَانَہٗ فرمایا جا کہ یہ مضمون ہو جائے کہ یہودی جو اپنے کو موسؑ سمجھتے ہیں اور نبی اللہ ﷺ کی تکذیب کرتے اور اللہ کے نزدیک مومن نہیں ہیں اور مدتِ دہر کے سختی نہیں جو اُترت سے مومنین کو کاسب ہوگی۔

فائدہ..... حضرت موسیٰ علیہ السلام جو اپنی قوم کو اللہ کا حکام سنوانے کے لیے ساتھ لے گئے۔ یہ کچی مرتبہ ۹۱ سالہ تفسیر نے اِس کے بارے میں تین مرتبہ ہاٹکھا ہے۔

اول..... یہ کہ جب تو ریت شریف لینے کے لیے طور پر جا رہے تھے اِس وقت ایک جماعت کو مراہ لے گئے تھے اور اِس کا ثبوت سورہ اُن کی آیت وَمَا اَعْطٰیْکُمْ عَنْ قَوْمِکُمْ یٰمُؤْمِنِیْنَ سے ہوتا ہے۔ دوسرے جب نبی اسرائیل نے ان کے پیچھے چلنے کی مہارت کر لی تو اِس وقت دارا کا لہجہ میں حضرت یوشیٰؑ کرنے اور قوتِ قہر کی درخواست کرنے کے لیے ایک جماعت کو اپنے مراہ لے گئے تھے۔ تیسرے جب اِن پر تو ریت شریف پیش کی گئی تو انہیں نے کہا کہ ہم کیسے ہمیں کہ یا اللہ کی کتاب ہے؟ اُنہم سے خود فرمایا کہ یہ میری کتاب ہے تو ہم تسلیم کریں گے لہذا ان کو تسلیم کرانے کے لیے اپنی قوم کے منتخب افراد کو ساتھ لے گئے۔ صاحبِ درجِ اعلیٰ (ص ۱۷۹) نے اِس میں بھی بحث کی ہے اِس کا لفظ کر لیا جائے۔ حضرت عیسیٰؑ اِستقامتِ قانوی قدس سرہ نے سورہ اقرہ کی آیت لَا تَخْلَعْنٰکُمْ الْفَخْفَہَ وَانْتُمْ تَنْتَقِیْزُوْنَ اور سورہ اعراف کی آیت فَلَمَّا اَخْلَعْنٰہُمْ اَوْخَفَہُ لَمَّا کَانَ اَمَلٌ یَّکِیْفٌ اِیْرَادِیْہِ یعنی دونوں جگہ اِسی ایک واقعہ کا ذکر ہے جو نبی اسرائیل نے کہا تھا کہ ہم اِس کتاب کو اِس وقت تک نہیں دیکھیں گے جب تک ہم اللہ کو نہ کھیں۔ ہم نے بھی اُنہیں کی آیت میں تفسیر لکھی ہے بعد اظم خدا شاہ کرم۔

اللہ تعالیٰ کی رحمت وسیع ہے..... آیت ہا میں اللہ کی رحمت کے وسیع ہونے کا ذکر ہے اِس کی رحمت سب کو شامل ہے۔ دنیا میں جو کونسی ایک دوسرے پر رحم کھاتی ہے یہ بھی اللہ تعالیٰ کی عطا فرما رحمت کا اثر ہے۔ حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ چاہے اللہ کی رحمت ۳ حصے ہے۔ اِس میں سے ایک رحمت دنیا میں پھرتی ہے جو جن دُشمن اور چوچوں میں اور ہرے جانوروں میں تقسیم فرمادی۔ اِسی کفر و ریجا میں سے ایک دوسرے پر ایمان ہوتے ہیں اور اللہ نے عالم و دہشتوں کو قیامت کے دن کے لیے سزا فرمادی ہے۔ اِس دن وہ اپنی اِن رحمتوں کے ذریعہ اپنے بندوں پر رحم فرمائے گا۔ (امام بخاری و مسلم کی اشکو ص ۸۷)

اللہ کی رحمت بڑی ہے۔ دنیا میں ہر رنگ و روکھ کو شامل ہے یا اللہ ہی کی رحمت ہے کہ مومن اور کافر ایک اور جگہ خدا تعالیٰ کے منکر اور دواگ اللہ تعالیٰ کی شانِ اقدس میں گستاخی کرتے ہیں تاہم کی زندگی گزارتے ہیں لکھا ہے جیسے کہ پختہ ہیں اور خوشی میں ڈوبے ہوئے رہتے ہیں یا اللہ تعالیٰ جس پر چاہے رحم کرے اور جس کو چاہے عذاب دے یا انکی شیت کے منتقل ہے۔ وہ کسی پر رحم کرنے یا کسی کو عذاب دینے پر مجبور نہیں ہے۔ لیکن اِس کی رحمت میں اِس کی اپنی اِستقامت کی طرح نہیں ہے کہ وہ بھی پھر پر رحم کرنے پر مجبور ہوتے ہیں۔

صاحبِ درجِ اعلیٰ (ص ۱۷۹) لکھتے ہیں اِنی شتہا تھا واسعۃ کمل شیء ما من مسلم ولا کافر ولا مطیع ولا عاصی الا وهو مضطرب فی الدنیا یعمی۔ والمشیۃ معبرۃ فی جنت الرحمة انھا لا عدم المصرح بها قبل تعظیما لامر الرحمة واللیل للانعاز بغایۃ الظہور اھ (یعنی رحمت انہی کی شان یہ ہے کہ وہ ہر ایک کو شامل ہے خواہ کوئی مسلمان ہو یا کافر۔

فرمانہوار ہو جائے اگر مان الہوت دیا جس دھرت خستوں کی شکل میں ہے ہر دھرت کرنے میں بھی اللہ تعالیٰ کی مشیت کا اقتدار ہے اور یہاں پر اس دھرت کی تشریح دیکھ کر ہر دھرت الہی کی عظمت کے اعتراف کے لیے ہے بعض نے کہا دھرت الہی کے لیے امتیاز و تہجد کی ہے اور دھرت نہیں کی۔

الَّذِينَ يَتَّبِعُونَ الرَّسُولَ النَّبِيَّ الَّذِي يَجِدُونَهُ مَكْتُوبًا عِنْدَهُمْ فِي التَّوْرَةِ

جو ملک دہلی کی اہلی کا اہول کرتے ہیں انہیں وہ اپنے پاس قریب رکھ لیں جس کا یہ

وَالْإِنْجِيلَ يَأْمُرُهُمْ بِالْمَعْرُوفِ وَيَنْهَاهُمْ عَنِ الْمُنْكَرِ وَيُحِلُّ لَهُمُ الطَّيِّبَاتِ وَيُحَرِّمُ عَلَيْهِمُ

ہوتے ہیں وہ انھیں دیکھ کر اس کا خم دیتے ہیں اور جانیں سے نکلتے ہیں اور صبح کے لئے بائیں، چپوں کو صاف قرار دیتے ہیں۔ اور طبیعت

لِخَبْرَتٍ وَيَضَعُ عَنْهُمْ إِصْرَهُمْ وَالْأَغْلَالَ الَّتِي كَانَتْ عَلَيْهِمْ .

نئی امتی ﷺ کا ذکر یہود و نصاریٰ توریت و انجیل میں جاتے ہیں

تفسیر: یہ آیت سادہ ہے کہ اگر کسی عورت نے طہارت نہ کی تو نماز میں جہاں وہ اپنے ہاتھ دھو کر رکھتی ہے وہاں اس کے ہاتھوں پر اللہ تعالیٰ کی رحمت اور رحمت کے سوا کچھ نہیں ہے۔ مطلب یہ ہے کہ اگر کسی عورت نے طہارت نہ کی تو اس کے ہاتھوں پر اللہ تعالیٰ کی رحمت اور رحمت کے سوا کچھ نہیں ہے۔

سیدنا محمد رسول اللہ ﷺ کے رسول بھی ہیں اور اللہ کے نبی بھی ہیں۔ علماء نے فرمایا ہے کہ رسول وہ ہے جو اللہ کی طرف سے مستقل کتاب اور شریعت لے کر آئے۔ اور نبی کا اطلاق اللہ تعالیٰ کے پیغمبر پر ہوتا ہے اگرچہ اس کے ساتھ کتاب یا شریعت نہ ہو۔

جنس کی کے ساتھ مستقل کتاب اور مستقل شریعت نہ تھی وہ اپنے سے سابق رسول کی کتاب اور شریعت کی تخلیق کرتا تھا۔ یہ لائقِ ملاحظہ ہے کہ لکھا جائے تو بعض انبیاء کے لئے نہ کہ رسولِ نبی کی ایک ساتھ فرمایا ہے اور مشہور ہے کہ وہ مستقل کتاب اور مستقل شریعت والے نہیں

تھے جیسا حضرت اسماعیل علیہ السلام (آپ میں رسول کا اطلاق ملتا ہی تھا) کے اعتبار سے ہوگا امامی اور الرسول اور انبی سے امت والا میں سے امام رسول کا اطلاق ملتا ہے آپ کو امامی سے مطلب فرمایا۔ عرب کے کلمہ روشن بھی اسے کہتے ہیں جس نے کسی حقوق کے لئے جد جہاد کیا ہو (آپ چاہتے تھے کسی سے کہہ کر جد جہاد نہیں کیا تھا) اللہ تعالیٰ نے کلمہ اپنے فضل بدرستہ سے آپ کو، علوم و معارف سے جو کسی کا کتب دیئے، حقوق میں آپ سے جدا کر دی گئی صاحب علم نہیں ہے اللہ تعالیٰ نے آپ کو جو علوم دیئے تھے جن میں سے وہ اس خبر میں ہیں جو آپ نے عالم کی ابتداء فرماؤں سے لے کر جنت میں سب سے آخر تک داخل ہونے والے انھیں کے اطلاق تک بنا دیں اور اہل دوزخ کے احوال بتادے اور معجزات انبیاء کو ہم تمام اسلام اور ان کی امتوں کے احوال اور واقعات بیان کیے جن میں سے کسی ایک کی بھی یہودی مذہب نہ کر سکا ایسے بھی یہ کہہ دے اہل علم قرآن میں اس کا کفر ملے۔

پیشہ کی تائید، قرآن و سنت، کھانا، چم، بھست

اس سب تفصیل سے معلوم ہو گیا کہ آپ کی اہل گمراہی کے لیے عیب کی بات نہیں بلکہ یہ ایمان اور خیر و خوبی کی چیز ہے۔

سید محمد رسول اللہ ﷺ کی مزید صفات بیان کرتے ہوئے ارشاد فرمایا: **لَا تَقُولُوا لِمَنْ يُعَذِّبُكُمْ عَذَابَ اللَّهِ ظَنًّا بِظُلْمٍ لِّهِمْ أَوْ لَكَ عِلْمٌ بِغَيْبِ** (یعنی اُنہی ﷺ کو دواہلک اپنے پاس تو رہتا ہے اور انھیں میں دکھا ہوا پاتے ہیں) (حضرت انبیاء کا مہم بنیم اصولاً و احکام اور خاص کر سیدنا مصطفیٰ علیہ السلام کا آپ کی بعثت و دنیا پر و خداوندی میں معروف و مشہور تھا۔ سورۃ صف میں ہے کہ حضرت مصطفیٰ علیہ السلام نے فرمایا: **يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَقُولُوا لِمَنْ يُعَذِّبُكُمْ عَذَابَ اللَّهِ ظَنًّا بِظُلْمٍ لِّهِمْ أَوْ لَكَ عِلْمٌ بِغَيْبِ اللَّهِ إِنَّ اللَّهَ يُعَذِّبُ مَنْ يَشَاءُ** (اے نبی سرانگل میں تمہاری طرف اللہ کا رسول ہوں میرے سامنے جو قدرت ہے اس کی خبر ہی کرنے والا ہوں اور ایک رسول کی بعثت دینے والا ہوں جو میرے اہل آئے گا اس کا نام ہے کہ اس محمد رسول اللہ ﷺ کے ساتھ گمراہی ہیں۔

تو ریت شریف میں آپ ﷺ کی صفات..... حضرت عطاء بن یدار ثمالی نے بیان فرمایا کہ میں نے مہدائے بن مرہ بن عامر سے ملاقات کی تو میں نے کہا کہ تو ریت میں جو رسول اللہ ﷺ کی مشیت بیان کی گئی ہے وہ مجھے بتائیے، انہوں نے فرمایا کہ قرآن مجید میں جو آپ کی صفات بیان کی گئی ہیں ان میں سے بعض صفات تو ریت شریف میں بھی ہیں۔ یعنی یہ کہ اے نبی ﷺ آپ کو اللہ کا رسول و فرستادہ قرار دینے والا اور اُنہیں (یعنی عرب) کی مخالفت کرنے والا بتا کر بھیجا تو میرا بندہ ہے۔ میں نے میرا نام سوچ کر رکھا جو درشت خور سخت مزاج نہیں ہے اور بازو میں شہر چاٹنے والا نہیں اور جو رملی کا بدلہ برائی سے نہیں دیتا۔ لیکن معاف کرنا ہے اور بغض و بغاوت سے دور رکھنا ہے۔ آپ کی ذرا نیکی والی ملت کو سیدھا کر دے اس طرح سے کہ وہ لوگ لاف لگاؤں اور کھیں گے اور کیا کر رہے ہیں ان کی انہی آنکھوں کو کھول دے گا اور میرے کانوں کو کھول دے گا۔ حضرت مہدائے بن امرتھ کا بیان بھی بخاری سے ملتا (الصابغ (ص ۵۱۸) میں نقل کیا ہے عن ابی ہاشم (ص ۱۲۱) میں بھی یہ مضمون ہے۔ اس میں یوں ہے کہ حضرت عطاء بن یدار نے حضرت مہدائے بن سلام سے ذکر کیا وہ مضمون کی روایت کی۔

حضرت مہدائے بن سلام ﷺ کی حق شناسی..... حضرت مہدائے بن سلام سے پہلے یہودی تھے اور ان کے عطاء میں سے تھے۔ آنحضرت ﷺ کو کہتے ہی انہوں نے کہا کیا کہ یہ جو وہاں نہیں ہو سکتا کہ آپ کی نبوت کی روایات دیکھ کر جو انہیں پہلے سے معلوم تھے آپ کو پہچان لیا اور اسلام قبول کر لیا۔ ان کے عطاء و عوامانہ یہودیوں نے آپ کو پہچان کر اور آپ کی نبوت کو حق جان کر ہٹ چھڑی پر کر ہاتھ لایا اور پھر ان کے عطاء و لوگ سلطان نہ ہوئے۔ ان کی جماعت و مشائخ نے حضرت مہدائے بن سلام سے کہا کہ ساتھ نہ رہو۔ یہ جو لڑیا کہ اللہ تعالیٰ اس کی کذوری کی دلائل ملت کو سیدھا فرمائے گا۔ اس سے ملت لڑا لی کہ ہر اے جسے مشرکین عرب نے باغداد کا۔

یہودیوں نے آپ کی تحریف آدمی سے کی سو سال پہلے مدینہ منورہ میں سکونت اختیار کر لی تھی۔ وہ کہتے تھے کہ نبی آخر الزماں ﷺ تحریف کریں گے کہ ہم آپ پر ایمان لائیں گے کہ ہمارے ساتھ لے کر مشرکین سے جنگ کریں گے۔ لیکن جب آپ تحریف نہ آئے اور آپ کو پہچان لیا کہ آپ نبی ہی ہیں ہم ان کے اعتقاد میں تھے کہ اس کے بعد نہ ہو گے۔ اسی کو لڑیا: **لَا تَقُولُوا لِمَنْ يُعَذِّبُكُمْ عَذَابَ اللَّهِ ظَنًّا بِظُلْمٍ لِّهِمْ أَوْ لَكَ عِلْمٌ بِغَيْبِ اللَّهِ إِنَّ اللَّهَ يُعَذِّبُ مَنْ يَشَاءُ**

خداوندی بھی انھیں شریف میں آنحضرت ﷺ کی علامات چھتے چلتے آ رہے تھے انہوں نے آپ کو پہچان لیا۔ لیکن عام طور سے وہ بھی منکر ہو گئے۔ خداوندی لوگوں کے ساتھ جو حال ہوا آپ نے جو انھیں پہلے کی روایت دی اور وہ پہلے سے منکر نہ تھے اس سے معاف کا یہ قرار دیا کہ یہ تسلیم کرنے کے بعد کہ آپ واقعی اللہ کے نبی ہیں ایمان نہ آئے۔

قیصر دوم کا اقرار برقیل (قیصر دم) نے بھی یہ مان لیا کہ آپ ﷺ واقعی اللہ کے رسول ہیں۔ اسکا ذکر کج بگاری (میں) کتاب پر انوی میں موجود ہے۔ جانتے بچاتے ہوئے آنحضرت ﷺ کی خدمت کا انکار یہود نصاریٰ دونوں قوموں سے کیا۔ اور حاضر کے نصاریٰ کی اعلیٰ دیکھو کہ موجودہ بائبل میں (جو پہلے سے بھی غلط ہے) انکی باتوں نے آنحضرت ﷺ کے بارے میں دشمن گوئی چلی تو اس کی تحریف پڑا آئے۔

توریت شریف کی چشبین گوئی اور اس میں بائبل شائع کرنے والوں کی تحریف

کتاب استنباط باب ۳۳ میں اس طرح چشبین گوئی موجود ہے۔ خداوند یکتا خداوند تعالیٰ کے یہاں آئے کا مطلب یہ ہے کہ اس نے سونے میں اسلام کو تورات شریف سے فرمایا، اور شعیب سے طعن اور لے کا مطلب یہ ہے کہ میں علیہ السلام کا بائبل سے فرمایا، دھیرے دھیرے میں ایک پھاڑ کا نام ہے جہاں حضرت یحییٰ علیہ السلام مہم تھے کیا کرتے تھے اور کوہ قارن سے ظہور کر کے لے کا مطلب یہ کہ خدا تعالیٰ نے سینا نامہ رسول اللہ ﷺ پر ان کو جہاں لے لیا۔ (قارن کہ منظر کے پھاڑ کا نام ہے) اسے آیا اور شعیب سے ان پر آفکارا اور کوہ قارن سے جلوہ گر ہو اور اس ہزارتہ سبوں کے ساتھ آیا اس کے اپنے ہاتھ پر ان کے لیے باتگلیں شریف تھیں۔ وہ اپنے لوگوں سے بڑی محبت رکھتا ہے۔ اور اس کے سارے مقدس تھیرے ہاتھ میں ہیں اور دعویٰ باقوں کو مانیں گے۔

چونکہ اس دشمن گوئی میں لفظ قارن موجود ہے جو کہ عمر کے پھاڑ کا نام ہے اور اس ہزارتہ سبوں کے ساتھ قارن پر جلوہ گر ہونے کا تذکرہ ہے اور یہاں ہزارتہ صواب ہے جسے جو حضرت خاتم النبیین ﷺ کے ساتھ عید منور سے فتح کے کے موقع پر لکھے تھے۔ لہذا تحریف کے بحر میں کوہ قارن نامی ہماری پڑی۔ اس لیے انہوں نے ساتھ تحریکات میں اضافہ کر دیا جب تحریف پر حق دینی اور دیانت کی بنیاد کو تو اب آگے تحریف کرنے میں غلط خدا تعالیٰ نے تو اس میں جواب کی کیا بات ہے اور قارن کا صحیح ہونے کی کوٹھلی کی اور یہ کہ دیا کہ یہ بیت المقدس کا نام ہے۔ حالانکہ قارن کو یہ دھیرے دھیرے لوگوں میں سے کسی نے بھی یہ نہیں کہا کہ بیت المقدس کا نام قارن ہے۔ خود تورات سامری کے عربی ترجمہ میں لفظ قارن کے سامنے بریکٹ میں لفظ اٹھارہ سو چوبیس (۴۸۶) آ کر نکلسن نے لفظ وہ میں شائع کیا تھا اور سری تحریف ان بحر میں نے یہ کہ اس ہزارتہ کی جگہ کی ترجمہ میں ہزاروں گندہ اور کسی میں لاکھوں گندہ اور بعض ترجموں میں ہوا جملہ ہی شتم کر دیا۔ بائبل کا گریز ہی ترجمہ کلک ٹیم جس نے لفظ وہ میں شائع کیا تھا اس میں بھی اس ہزارتہ سبوں کے ساتھ آنے کا ذکر ہے۔ لیکن بعد میں تحریف کے دیروں نے اس کو بدل کر گندہ یا تھیمات کے لیے اتحاد الحق عربی اور اس کے تراجم اور سیرت النبی ﷺ اور سید علیہ السلام کی اسطو کیا کہانے۔ یہود نصاریٰ کا عجیب طرز فکر یہ ہے کہ تحریف کرنے کے جتنا زیادہ جتنی ہم اپنی طرف سے مقرر کر دیں گے۔ وہی روز قیامت ہمارے لیے جنت بن جائے گا اور یہی آخر میں ﷺ کی نبوت اور رسالت کا انکار کرنے کے لیے جو تہریریں سمجھا جائیں گی اور ان کا خداوندی میں کام دیں گی اور روزانہ سے چھاپی گی۔ یہ لوگ نہیں سمجھتے کہ مسلمانوں کو جواب دینے کا نہیں ہے۔ آخرت میں نہایت پائے کا ہے۔ یہود نے نہیں کر لیا تھا کہ رسول اللہ ﷺ واقعی اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں۔

توریت شریف میں آپ کا ذکر نہ پڑھتے تھے آپس میں اس کا ذکر بھی کرتے تھے۔ اور جب حق میں سے کوئی شخص مسلمانوں کے ساتھ آخری ہوا جو اسے برا کہتے اور میں کہتے تھے فَقَدْ تَوَلَّوْهُمُ بَعَا قَتْلِهِمْ اَللّٰهُ عَلٰی كَيْفٍ لَّيْسَ لَكُمْ لِحَاظُكُمْ عَلَيْهِمْ وَهُوَ بِهِ مُنْتَظِمٌ (کیا تم اس سے دہانتیں بیان کرتے ہو جو اللہ نے تم پر کھول دی تاکہ یہ لوگ تمہارے پ کے پاس قرآن مجید قاتم کر لیں۔

ایک یہودی کا اپنے لڑکے کو اسلام قبول کرنے کا مشورہ دینا

مجید بنوری (ص ۱۸۱) اہلسنہ ہے کہ حضرت انسؓ نے بیان فرمایا کہ ایک یہودی لڑکا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت کرتا تھا۔ وہ چار برس کا تھا۔ آپ اس کی مہارت کے لیے شریف لے گئے اور اس کے سر کے پاس شریف فرمایا۔ آپ نے اسے اسلام کی دعوت دی اس نے اپنے باپ کی طرف دیکھا اور وہیں موجود اس کا مشہور مشہور چچا تھا اس کے باپ نے کہا کہ یہ اللہ کی بات ہے اور اللہ اس نے اسلام قبول کر لیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے شریف لے کر اپنے چچا کو دیا۔ الحمد للہ اللہ اللہ من اللہ (سب تعریف اللہ کے لیے ہے جس نے اسے توفیق دیا ہے)۔ (مشکوٰۃ ص ۷۷)

جو یہودی مہربانیت میں مسلمان ہو گئے تھے اور صحابیت کے شرف سے شرف ہوئے وہ تو قرینہ شریف سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی علامات اور صفات بیان کیا ہی کرتے تھے ان کے بعد علامہ یہودیوں سے جو لوگ مسلمان ہوئے ان کو تابعیت کا شرف نصیب ہوا۔ وہ بھی قرینہ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی علامات اور صفات بیان کیا کرتے تھے۔

کعب احبار کا بیان کعب احبار پہلے یہودی تھے۔ پھر حضرات صحابہ رضوان اللہ علیہم کے زمانہ میں اسلام قبول کیا اور بیان کرتے ہیں کہ تمہارا قرینہ میں یہ لکھا ہوا ہے کہ میں کلمہ اللہ کے رسول میں میرے درگزر دینے سے جس قدر شرف خواہیں نہایت حجاز میں ہزاروں میں شہرہ نے والے نہیں ہیں۔ برائی کا بدلہ برائی سے نہیں دینے لیکن معاف کرتے ہیں اور بخیر دیتے ہیں اکیس اہل مکہ میں ہوئی اور ان کی ہجرت کی جگہ طیبہ (مدینہ منورہ) ہے۔ اور ان کا ملک شام میں ہوا کہ (ملک شام لیکن دوسرے زمین ہوئی جہاں ان کے صاحب کی حکومت ہوئی اور ان کی ہجرت کے لوگ خوب یاد اور بیان کرنے والے ہوں گے یہ لوگ اللہ کی حمد بیان کریں گے تو کھائی میں بھی اور خفی میں بھی اور ہر منزل میں اللہ کی تعریف کریں گے اور ہر پھٹی پر اللہ کی حمد بیان کریں گے یہ لوگ آفتاب کی گہرائی کریں گے۔ جب نماز کا وقت ہو جائے گا نماز ادا کریں گے آگے بندھیں ہر جہت بانو جس کے۔ وہ صومعہ اپنے اطراف یعنی چاروں طرف دھڑکیں گے۔

ان کا سوا ان طعام سبائی میں از خود نہ کھاواں کی ایک مصلحت ان میں ہوا کہ ایک مصلحت ان میں ہوئی اور ان میں (اعمال اور عزیمت میں) کھارہ ہوں گی۔ رات کو ان (کے ذکر) کی آواز دہن کی ہوگی جیسے شہد کی ہیکل کی جھنڈا ہوتی ہوئی ہے۔ صاحب مشکوٰۃ نے یہ روایت بحوالہ مصابح اہل نقل کی ہے، پھر لکھا ہے کہ اداری نے قصہ ہی ہی قصیر کے ساتھ روایت کی ہے۔

مصباح میں یہ روایت منقولہ علیہ اور حسن بن علی میں منقولہ علیہ اور ہر دو کے بعد صاحب مصباح نے حضرت مہدائے بن سلام سے نقل کیا ہے کہ وہ روایت میں لکھا ہے اور اسے منقولہ علیہ کی ہے (اس میں یہ بھی ہے) کہ اس میں لفظ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ لکھا ہوا ہے۔ حضرت مہدائے بن سلام صلی اللہ علیہ وسلم کا بیان حسن بن علی کی ہے۔

بعض یہود کا اقرار کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نبی ہیں لیکن قتل کے ڈر سے اسلام نہیں لاتے

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں یہودی حاضر ہوتے رہتے تھے اور بہت ہی باتیں پوچھا کرتے تھے (انہی کے بارے میں جاننے کے لیے کہ سوا کوئی نہیں جانتا تھا)

اس میں اپنے سوالوں کا صحیح جواب پاتے اور بار بار ان کے عقین میں چٹکی آتی جاتی تھی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ہر جواب ان کو پہنچ کر تھا لیکن حق جانتے ہوئے نہ مانتے تھے اور کلام نہیں کرتے تھے۔ ایک مرتبہ وہ یہودی آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے انہوں نے آیات

وجہات کے بارے میں سوال کیا آپ نے جواب دے دیا تو انہوں نے آپ کے ہاتھ پاؤں چم سے اور کہنے لگے کہ ہم کو حق دیتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ تمہیں میرا جناح کرنے سے کیا چیز روکتی ہے؟ کہنے لگے کہ میں خوف ہے کہ اگر میرا جناح کر لیتا تو میں یہودی قتل کر دیتا۔ (مشکوۃ المصابیح ص ۱۷۷) لا یہودیوں کو مال کا خوف نہیں اسلام قبول کرنے سے باز رکھتا تھا انہیں یہودیوں نے آپ کو آزار دہاں آپ کی نشانیں کو دیکھا اور دلوئی عقائد کو لکھ کر ماری انہوں نے اسلام قبول کر لیا لیکن یہ عقائد کچھ پختہ نہ تھے۔

ایک یہودی کا آپ ﷺ کو آکر مانا پھر مسلمان ہوا..... حضرت علیؓ نے روایت کیا ہے کہ ایک یہودی عالم کے چند چادر آحضرت ﷺ پر قرض تھے وہ لٹکائے گئے تھے آپ نے فرمایا کہ اسے یہودی میرے پاس اس وقت انکم تم نہیں ہے جو میرا قرض ادا کر لوں اس پر اس یہودی نے کہا کہ اسے مجھ میں آپ (ﷺ) سے جہاد ہے گا جب تک میرا قرض ادا نہ کریں آپ ﷺ نے فرمایا تو میں بھی تیرے ساتھ بیٹھا رہوں گا آپ ﷺ اس کے ساتھ بیٹھے رہے اور اسی دوران آپ ﷺ نے عمر سے لے کر سب نمازیں ادا کر لیں آپ کے ساتھ رضی اللہ عنہم سہمے ہوئے تھے اور ادا کرتے تھے آپ نے فرمایا اور اس کا گناہ کی طرف پڑ گیا تو میں کرتے ہوں؟ صحابہ نے عرض کیا یا رسول اللہ ایک یہودی نے آپ ﷺ کو روک رکھا ہے (جو ہم سے نہیں دیکھا جاتا) آپ ﷺ نے فرمایا کہ میرے رب نے مجھے اس بات سے منع فرمایا ہے کہ کسی صحابہ (ذی باستان) پر ظلم کروں۔ دوسرے دن جب دن چڑھ گیا تو اس یہودی نے کہا: اخذنا فی ذلک الاصل فواخذنا الخف وذنوبنا عظموا ساتھ ہو گئی کہ میں اپنا آدمی ادا کر دوں اور میں دیتا ہوں اور میں نے جو کچھ کہا اسی لئے کیا کہ میں آپ ﷺ کو ان اوصاف کے سوا حق دیکھوں جو قرآن میں بیان کئے گئے ہیں۔ تو ریت میں ہے کہ مجھ میں عبادت کی پھر آتش تک میں ہوگی اور ان کی ہجرت کی جگہ جہاد ہے اور ان کا ملک شام ہو گا۔ دوسرے روز حضرت حجاجؓ نہیں ہوں گے اور نہ ہزاروں میں شہر چھانے والے ہوں گے وہ قتل کا ہی اختیار نہ کریں گے اور ہر سے اظہار سے نہیں گے۔ میں کوئی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور یہ کہ بیک آپ ﷺ اللہ کے رسول ہیں۔ میرا یہ مال ہے آپ ﷺ اس میں جس طرح چاہیں حکم فرمائیں۔ (رواہ البیہقی فی دلائلہم ۱) کہی لکھ (ص ۵۸)

حضرت سلمان فارسیؓ جب کے اسلام قبول کرنے کا عجیب واقعہ..... حضرت سلمان فارسیؓ کی پہلی منزل کے بعد مسلمان ہونے پر فارس کے رہنے والے تھے ان کا گھر ان مشرک تھا ان کا باپ انہیں کھیت کھادی دیکھنے کے لئے بھیجا کرتا تھا۔ مشغلہ کاشت کاری اور زمیندار تھا۔ مذہباً آتش پرست تھا اس کا نام یہودستان میں سورسلمان تھا اور اپنے گاؤں کا چوہدری تھا۔ حضرت سلمان اس کو سب سے زیادہ پیارے تھے حتیٰ کہ ان کو لڑکیوں کی طرح گھر میں رکھتا تھا اور تمام باہر نہ نکالے جاتا تھا۔ حضرت سلمان کی پیدائش ہوئی تو ان کا نام بابہ رکھا اور عیش سفینا لے کر ان کو بھی آتش پرستی پر لگا دیا۔ یہاں تک کہ حضرت سلمانؓ آتش کدو کی خدمت میں انہماک سے لگے کہ ہر وقت آگ روشن رکھتے تھے اور آتش کدو کے پتوں اور سدر کے گہریں بن گئے تھے۔

حضرت سلمانؓ نے اپنے مسلمان ہونے کا واقعہ اس طرح بیان کرتے تھے کہ ایک روز میرا باپ مکان بنانے میں مشغول ہو گیا اور فرصت ہونے کی وجہ سے مجھے کاشت کی خبر فرمائیے کے لئے بھیج دیا اور ساتھ ہی جلد آنے کی بھی وصیت کر دی اور یہ بھی کہا کہ اگر تو نے واپس ہونے میں دیر کی تو میری جہاد کی فکر میرے لئے سارے گروں سے چھو جائے گی۔ والد کے کہنے پر میں گھر سے نکلا راست میں جیسے جیسے گھر پر گھر پر گھر پر گھر میں کوئی پھینکے کے لئے لکھ چلا گیا۔ وہ لوگ لکھ چھو رہے تھے۔ مجھے ان کی نماز پڑھنا آگئی اور مال میں

کہا کہ ان کا دین ہمارا ہے اور ہمیں سے اور یافت کیا کہ تمہارا ہے اور کامز کر کہاں ہے؟ انہوں نے جواب دیا کہ ملک شام میں ہے۔ میں شام تک نہیں، ہمارا سوچا پیچھے پر گمراہیوں آقا تو آپ نے سوال کیا اب تک کہاں تھا؟ میں نے باپ کو اپنا پورا مال سدا ہا ہر یہ بتا دیا کہ مجھے خدا کی کاویں چند ہے اور ان کا دین ہمارا ہے اور ہمیں سے ہجرت ہے۔ باپ نے کہا بیٹا! حق نے غلام بھلائی کا دین ٹھیک نہیں ہے۔ ہمارا دین وہی ہے جو حیر اور حیر سے باپ دلائی کا دین ہے۔ میں نے کہا اٹھا کی قسم ایسا ہرگز نہیں ہو سکتا۔ جب عثمان کا دین ہمارا ہے اور ہمیں سے ہجرت ہے۔

جب باپ نے میری گفتگوئی تو اسے کلکا ہوا ہواں اور اسے کہیں میں ان سے نہ ہا ملوں۔ مجھے مگر میں بند کر دیا ہاں میں جزی ذال دی۔ میں نے اس قہر بند کی حالت میں جو سائیں کو کٹر بھیج دی کہ جب شام سے سو رات گئیں تو مجھے خبر کہ بتا میں ان کے ساتھ تمہارے دین کے مرکز میں پہنچ گیا ہاں گا۔ چنانچہ کہ ان کے بعد کھڑا ہی تیار آ گئے انہوں نے مجھے خبر کر دی۔ جب وہ ہجرا دہاں جانے لگے تو میں نے جن پاں کاٹ اٹیں اور ان کے ساتھ ہو گیا۔ جب میں ان کے ساتھ ٹانگ پہنچ گیا تو وہاں کے لوگوں سے کہا کہ اتنا تمہارا سے یہاں جو سائیں میں سب سے افضل کون ہے؟ ان لوگوں نے کہا کہ اگر جا میں جاؤ اور پاں کا جو پایا ہے انہیں سب سے افضل ہے۔ میں گر جا کر میں جا کر پورا اس سے کہا میں تمہارا سے دین کو چند کر چکا ہوں اور چاہتا ہوں کہ تمہاری خدمت میں رہوں اور تعلیم حاصل کروں۔ اس نے کہا ہا ہجرت چہ رہے نگو۔ میں اس کے ساتھ رہنے لگا اور رہتے رہتے اس کے کپے چھپے سے خوب واقف ہو گیا۔ اس تو بڑا بزرگ ہوا تھا۔ مگر وہ بڑا غریب آدمی لوگوں کو صدقہ و خیرات کا علم نہ تھا اور جب اس کے کہنے سے لوگ صدقات و خیرات لے کر آتے تو ان سب کو اپنے پاس جمع کر لیا اور سکینوں کو کچھ بھی دیتا تھا جب سر کیا تو اس کے مقصدوں کرنے کے لئے جمع ہوئے۔ میں نے ان سے کہا کہ (اے دین دار) یہ تو بڑا غریب آدمی تھا جسیں صدقہ کرنے کا حکم دیا تھا اور جب تم اس کے پاس صدقات و خیرات کی رقم جمع کر دیتے تھے تو کسی فقیر کو چاند کی سکنیں کہ بلکہ اپنے ہی غرض میں مگر دیتا تھا لوگوں نے کہا تمہیں کیا پتا؟ میں نے کہا آؤ تمہیں اس کا خزانہ دکھاؤں؟ یہ سن کر وہ میرے ساتھ ہو گئے۔ میں نے ان کو اس کا خزانہ دکھایا تو انہوں نے سانسے اور چاندی سے بھرے ہوئے سات تنکار رکھے دیکھے۔ تنکار دیکھ کر ان کو میری بات کا یقین کیا تو چہ بہ ہم ہوئے اور ان کے دلوں میں اس بات کی ذرا بھی شک نہ رہی اور کہنے لگے کہ خدا کی قسم ہمارے ہرگز دین نہ کریں گے۔ چنانچہ ان لوگوں نے اس کی قسم کو سہی پر چڑھا کر خیر دے تے دے چھڑا دیا۔

اس کے بعد وہ لوگ اس کی جگہ دوسرے شخص کو لائے انہوں نے گر جا کر پوری ہلاک دوسرا شخص اس پہلے شخص سے بہت افضل تھا اور نیا سے بہت بہت نعمت تھا مجھے اس سے محبت ہو گئی اور ایک عرصہ تک اس کے ساتھ کر جا میں رہا۔ جب اس کی موت کا وقت قریب آیا تو میں نے اس سے کہا کہ اب آپ مجھے کیا حکم دیتے ہیں اور کس کے پاس جانے کی وصیت کرتے ہیں؟ اس نے جواب دیا کہ میرے علم میں اب کوئی شخص اصل دین تک پہنچے ہے اسے لڑاں صاحب کے جو شوہر مول میں ہے یہی تم ان ہی کے پاس چلے جاؤ، چنانچہ میں مول پہنچ ہواں اس شخص کو تلاش کیا جس کا نام مولہ پتہ تھا گیا تھا جب اس سے ملاقات ہو گئی تو میں نے اس کو اپنا قصہ سنا اور ساتھ کر لینے کی درخواست کی اس نے درخواست منظور کر لی اور میں اس کے ساتھ رہنے لگا۔ یہ بھی اچھا آدمی تھا۔ جب اس کی موت آچکی تو میں نے کہا کہ آپ کا میرے حلق کا بار بار ہے؟ بتائیے اب کس کے پاس جا میں؟ اس نے کہا کہ شوہر مصیبت میں تھا اس شخص کے پاس چلے جاؤ میں نے مصیبت کا سفر کیا اور اس شخص کو احوال کیا جس کے پاس بھیجا گیا تھا اس کو میں نے اپنا قصہ سنا اور ساتھ کر لینے کی درخواست کی۔ اس نے مجھے ساتھ رکھا لیا۔ یہ بھی اچھا آدمی تھا مگر دنیا داری زندگی ہیث کے لئے کسی کو بھی نہیں ملی۔ وہ شخص بھی مرنے لگا تو میں نے کہا اب

میرے لئے کہ رسول ہے یا تائید اب کہیں جاؤں؟ اس نے جواب دیا کہ اب تم فہر یا میں تلاش نہیں کے پاس ہے، وہ چنانچہ میں اس کے پاس پہنچا اور ساتھ رہنے کی درخواست کی اس نے مجھے اپنے ساتھ رکھا یا یہ بھی اچھا آئی تھا۔ فہر یا کے دربار میں سے کسانے کا جھوٹ کر یا اور میرے پاس گئے اور کہہ دیا میں بھی تو انگلیں۔ جب اس فہر یا والے نے پوری کسوٹ لے کر اٹھ کر تو میں نے اس سے کہا تائید میں اب کہیں جاؤں؟ اس پر اس نے جواب دیا کہ اسے جتنا اللہ کی قسم اب میرے علم میں کوئی بھی ایسا نہیں ہے جو وہاں سے دین یا پوری طرح پختہ ہو اب تمہیں کس کے پاس بھیجوں؟ میں اب تمہی ہی آخر میں (صلی اللہ علیہ وسلم) کا انتظار کروں کہ قرطبہ لائے گا، نہ قریب ہے۔ وہ وہی اور انہی لے کر آئیں گے۔ عرب سے ظاہر ہوں گے، وہ اپنے فہر یا کو ہجرت کریں گے جس کے دونوں طرف نگرلی زمین ہوگی اور جہاں مجھوں کے بارگاہوں کے۔ ان کی ایک ننگلی یہ بھی ہے کہ یہ کھائیں گے اور صدقہ نکالیں گے اور یہ ننگلی بھی ہے کہ ان کے دونوں طرف صوموں کے درمیان ہجرت ہوگی سب اگر تم سے ہو سکتے عرب چلے جاؤ، کہہ کر یہ پوری بھی نہ ناسا سے حدود میں اب تمہیں کچھ کی تدبیر سوچنے میں لگاؤ، حتیٰ کہ قریب کی ملک کے کچھ لوگ فہر یا پہنچ گئے جو عرب سے تجارت کے لئے آئے تھے ان سے میں نے کہا کیا تم یہاں کر سکتے ہو کہ مجھے اپنے ساتھ عرب لے چلو اور اس احسان کے بدلہ میں یہ کر یاں اور لوگ ان کے لئے اس بات کا انہوں نے مستعد کر لیا، اور مجھے میرے گھر لے کر چل دیے۔ میں نے اپنی نگر یاں اور گائیں ان کو سے دیں، وہ مجھے دعویٰ مخری لے گئے (جو عرب ہی کا علاقہ ہے) مگر انہوں نے میرے ساتھ خدا کی اور مجھے اپنے تمام ظاہر کر کے فروخت کر دیا، جس شخص کے ہاتھ مجھے چاہا اس نے مجھے دینے کے ایک یہودی کے ہاتھ فروخت کر دیا۔ جو قبیلہ بنی قریظہ میں سے تھا، وہ مجھے دینے کے کیا دینے کہ کچھ ہی میں کچھ کہا کہ اس میں ۱۱ شہر ہے جہاں میری اصل مردہ داخل ہوگی۔ کیونکہ یہاں مجھوں کے بارگاہ بھی ہیں اور شہر کے دونوں طرف نگرلی زمین بھی ہے۔

میں دینے میں اپنے آقا کے کام میں لگاؤ اور اسی اثنا میں سید عالم ﷺ کا کتبہ سے ہجرت فرما کر مدینہ منقرظہ لے آئے ایک دربار میں ایک درخت پر اپنے آقا کے بارگاہ میں کام کر رہا تھا کہ اس کا چچ زوہد بھی آیا اور کہنے لگا کہ خدا کی قیادت کر کے (یعنی قیادت سے انصاف و مراد ہیں) ابھی میں ان کے پاس سے گزرا تو دیکھا کہ ایک شخص کے کندہ گردن میں جس جو کہتے سے آیا ہے اور اپنے کو کوئی جانتا ہے۔ یہ سننے ہی مجھ پر عجیب کیفیت طاری ہوئی اور بے ہوش کا سا عالم ہو گیا۔ حتیٰ کہ میں درخت سے گرنے کے قریب ہو گیا۔ بڑی اہمیت کے ساتھ میں درخت سے اتر کر اپنے آقا کے پاس جا کر احوال اور اس سے پوچھا کیا معاملہ ہے؟ اس نے میرے منہ پر ایک مٹا چھپا دیا اور کہنے لگا کہ میں تو اپنا کام کر رہا تھا ان باتوں سے کیا غرض؟ چنانچہ میں نے انہیں احوال اور اپنے کام میں لگ گیا، میرے دل میں بے گمانی اور خدائی قسمی میں نے مجھے مجھ کر دیا کہ کچھ جہت سے کسی قسم کی حقیقت معلوم کر لیں اور جس شخص کو میرے آقا کے چچ زوہد بھی لے دینی ہوتے تھے اب اس کا کھل کر دیکھوں اور اس کی نبوت کو ان نشانوں کے ذریعہ جانچوں جو فہر یا والے پادری نے بتائی تھیں چنانچہ جب شام ہوئی اور مجھے کام سے فرصت ملی تو میں ایک ٹھکان میں تازہ مجھوں کے لئے سید عالم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اس وقت آپ قبائلی خریدار کھڑے تھے۔ میں نے عرض کیا یہ صدقہ ہے جو آپ کو تماموں کے لئے لایا ہوں۔ یہ سن کر آپ نے فرمایا میرے سامنے سے اٹھ لو کیونکہ ہم (یعنی انہما) یتیم اصول و یتیم اصول صدقہ نہیں کھاتے۔ یہ فرمایا کہ آپ نے اپنے صحابہ سے فرمایا (جن کے لئے صدقہ حلال تھا) کہ تم کھاؤ چنانچہ صحابہ نے کھا لیا اور آپ ہاتھ دے کے ہوئے چھٹو ہے۔ یہ اہم اور کچھ کر میں نے اپنے دل میں کہا کہ کیا یہ ننگلی تو میں نے دیکھی اس کے بعد میں چلا گیا اور میرے ساتھ پاکر کچھ مجھوں ہی میں کھانے کے لایا اس وقت آپ تہا سے روانہ ہو کر مدینہ منقرظہ کے چلے گئے تھے میں نے عرض کیا یہ وہ ہے جو آپ کی خدمت میں پیش کرتا ہوں یہ سن کر آپ نے اس میں سے کھا لیا میں نے اپنے دل میں کہا کہ یہ دوسری ننگلی

صحیح بلکہ میں ہے کہ حضرت سلمان فارسی چنانچہ غلامی کے زمانہ میں میں سے کچھ لوگ جو آج کل کے مملوک کی طرح رہے اور جاہلیہ کی عیب اور عیاشی میں یہ سب مصیبت اور تکلیف برداشت کرتے رہے بالآخر خدا تعالیٰ نے انی آخر میں جو ان کی عقل و عقلیت میں پہنچا دی وہ جو محض طور پر ان سب واقعات اور حالات سے مطمئن ہو کر کہ یہ وہ مسلمانوں کی قوم تھی کہ ظالموں میں ان کی آدمی کی ہفتہ فیصد اور آپ کی طاقت نہ رہے نہ ان کی قوم کو ان میں اور ایک عیب و عیاشی نہ رہے۔

موجودہ انجیل میں آنحضرت ﷺ کے متعلق پیشگوئی..... بہت سی تحریکات و تقریرات کے باوجود اب بھی انہیں جو دعائیں آنحضرت ﷺ کے بارے میں بعض پادریں موجود ہیں۔ باب ۱۳ میں ہے کہ ”میں نے یہ باتیں کہاں سے سنا تھو، رگرم سے کہیں گئیں وہ“ اور ایسا ہی رونا الفلاس نے آپ میرے دم سے کیجیے گا وہی ہمیں سب باتیں سکھائے گا اور جو کچھ میں نے تم سے کہا وہ سب تمہیں یاد دلائے گا۔“

پھر اب اس میں ہے لیکن میں تم سے سچ کہتا ہوں کہ میرا یہاں تہوار ہے لئے ناکھ وند ہے کیاں کہ انگریز نہ جاس تو وہاں اگر تہوار ہے جاس نہ آئے گا۔ لیکن انگریز جہاں کا تو ہے تہوار ہے اس میں سچجی ہوں گا۔ (پھر چند سطر کے بعد ہے)

لیکن جب وہ راج حق آئے گا تو تم کو تمام چھائی کے رواد کو کھانے گا اس لئے وہ اپنی طرف سے کوشش کیا جو کچھ سنے گا وہی کہے گا اور جسے اس ناکھ وند کی خبر نہ ملے گا۔

(4) چند طرح کے بعد ان کے قریبی اہل اسلام کی مشینیں کوئی ہے اور اس میں یہ الفاظ ہیں)

”اور اگر تھوڑی دیر میں بھگد کچا ہو گئے، اس پر اس لئے کہ شہر باپ کے پاس جا کر آئے۔“

(پہلی رائے رائے اولیہ کی طرف منسوب ہے)

[illegible]

چونکہ عہد قدیم اور عہد جدید سب انہیں لوگوں کے مرتب کئے ہوئے ہیں۔ اسی لئے تعریف کرتے رہتے ہیں اور ترجموں میں بھی اختلاف ہوتا رہتا ہے اور اصل کتاب پاس نہیں جس سے میلان کیا جائے۔ اسی لئے تعریف کرنے میں آزاد ہیں۔ یہاں بھی علیہ السلام کی طرف جو یہ منسوب کیا ہے کہ انہوں نے اللہ تعالیٰ کو اپنا باپ کہہ کر پکارا اور اسی عنوان سے ذکر کیا۔ یہ سب باتیں ان کے اپنے تراشیدہ عقیدہ سنیکے اور شریک کا نتیجہ ہیں۔

سید: جس طبعی اسلام نے جسے فرمایا کہ میں اللہ کا پیغام ہوں۔ تم مجھے سراسر معبود مانو (اعجازِ باطن) کا نہیں دیکھنے لگے تو یہ فرمایا تھا۔

لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ يُدَبِّرُ الْأَمْرَ ۚ فَاتَّقُوا اللَّهَ يَا أَهْلَ الْبَيْتِ أَتَقُونَ اللَّهَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ

(جانشینان میرا رب ہے اور تمہارا رب ہے سو تم اسی کی عبادت کرو یہ سیدھا راستہ ہے)

مہم نے جو نکل سے عداوتیں نکل کی ہیں ان پر حجت قائم کرنے کے لئے گھڑی ہیں، کوئی انھیں یہ نہ سمجھے کہ جم نے ان کی تحریف کروا کر کتاب کی تصدیق کر دی۔ یہ ہم اس کی تصدیق کرتے ہیں کہ ان کے پاس جو کتاب ہے جو حجت سے بڑا ہے۔

امر بالمعروف اور نہی عن المنکر آپ ﷺ کے اوصاف میں سے ہیں۔..... نبی نامی اللہ کی دوسری صفات بیان فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا: يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا خُذُوا زِينَتَكُمْ (وہا چھانچوں کا عمامہ پہنتے ہیں اور برائوں سے بدگفتے ہیں)۔

رسول اللہ نے اس فریضہ کو بھی پوری طرح تاجید یا اور آپ کے بعد آپ کے خلفاء علیہ السلام علیہ السلام اور اہل عصارت نے قرآن و تفسیر سے اور بڑی بڑی مجلسوں کے اندازہ کی مجلسوں میں اس فریضہ کی ادائیگی میں آپ کی نیابت کی ذمہ داری کو چھوڑا کیا یا عادیث شریفہ کا مطالعہ کیا جائے تو معروف اور مخفی کی خصوصیات پوری طرح معلوم ہو جائیں معروضات پر عمل کرنے کے لفظ اعلیٰ اور اجزائے اول و محرکات کی امداد پر ہر برسے کاموں کی سرحدوں کی تفصیل معلوم ہو جائے گی۔

محرکات کی تفصیل کی قدریم نے آیت کریمہ إِن تَخْشَوْنَ اللَّهَ تَجْعَلْهُنَّ لَكُمْ غُرُبًا يُبَاطِلُ فِيكُمْ کے ذیل میں لکھی ہیں۔

رسول اللہ ﷺ کی طہارت اور محرم شہادت ہیں۔..... أَخْضَرَتْ لَكُمْ فِي تَمْرِ يَلْتَمِسُ طَهْرًا بیان فرمائی تو نجل لہم الطہارت و بجزہم علیہم الخیرات۔

(کہ نبی الی علیہ السلام کے لئے پاکیزہ چیزوں کو حلال قرار دیتے ہیں اور غیبت چیزوں کو حرام قرار دیتے ہیں) اس میں اعلیٰ طور پر حلال و حرام چیزوں کو بیان فرمایا۔ پاکیزہ چیزیں شریعت محمدی علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام و اچھوتے میں حلال ہیں اور غیبت و گندمی چیزیں حرام ان کی تفصیلات بہت ہیں جس شخص کا ذہن کچھ اور عقلی طور پر ان چیزوں کو پاکیزہ سمجھتا ہے جو حلال قرار دی گئی ہیں اور ان چیزوں کو گندمی اور غیبت سمجھتا ہے جو شریعت اسلامیہ میں حرام قرار دی گئی ہیں۔ لہذا نبی صبریٰ سرراصل کی طرف مانتے ہیں اس میں بتایا کہ بعض پاکیزہ چیزیں جو ان کی شریعت میں حرام تھیں (جن کا بیان سورۃ النور کی آیت لَيْسَ لَكُمْ مِنَ الْمَالِ الْغَنِيِّ غُرُبًا اور غُرُبًا عَلَیْكُمْ حَبَاتٌ، اور سورہ النور کی آیت وَأَعْلَىٰ الْوَلَدِ الْأَعْلَىٰ غُرُبًا کلی ذوق حکم۔ میں فرمایا کہ ان کے لئے حلال ہو جائیں گی اسلام قبول کر لیں تو شریعت محمدی علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام اختیار کرنے کی وجہ سے ان پاکیزہ چیزوں کو بھی استعمال کر لیں گے جو ان کی شریعت میں حرام قرار دے دی گئی تھیں۔ نبی الی علیہ السلام کا حرام کرنے سے جہاں رد و جدایت پر آتا غصیب ہو گیا وہاں پاکیزہ چیزوں کے استعمال سے بھی بہرہ ور ہوں گے۔ شریعت اسلامیہ میں جن ہر دوروں کا حکم حلال بتلایا ہے سب جانتے ہیں کہ وہ پاکیزہ چیزیں ہیں پھر ان میں یہ شرط لگادی ہے کہ ان کا نام لے کر دینا کئے گئے ہوں۔ ثوابی اٹھ گیا ہو، یا دینی موت نہ مرا ہو۔ یہ سب شرطیں ایسی لئے لگائی گئی ہیں کہ پاکیزہ چیز کھا لیں۔ بخیر، مردہ یا جانور ملوث شراب اور ان جانوروں کو حرام قرار دیا گیا ہے جو غیر اللہ کا نام لے کر ذبح کئے گئے ہوں کیونکہ یہ سب غیبت اور بظاہر پاکیزہ چیزوں کا نام لے کر کھانے سے بھی منع فرمایا جیسے شیر، بچہ، آنکلی، شکرہ وغیرہ یا کیونکہ ان کے کھانے سے انسانوں میں لہذا کی صفات پیدا ہو جاتی ہیں۔

بارہ ہے کہ یہاں ان لوگوں کا ذکر نہیں جن کی طبیعتیں اصل انسانی انسانی مبالغہ کو چھوڑ چکی ہیں اور وہ ابلا بر چیز کھاتے ہیں اور کوئی بھی چیز ان کے نزدیک غیبت نہیں ہے۔ جیسے چاکا کو لگ کہہ کہ کوئی بھی چیز کو چھوڑنے کے لئے چاہتوں ہیں۔

منکرین حدیث کی تردید۔..... دور حاضر میں انکار حدیث کا فتویٰ بھی اٹھا ہوا ہے یہ لوگ نبی اکرم ﷺ کی وہ حدیث ماننے کو تیار نہیں جو اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو وحی سے اس آیت میں انحضرت ﷺ کو حلال قرار دینے والا اور حرام قرار دینے والا ہے یہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ آپ کو یہ عہد دیا کہ آپ کی زبان مبارک سے جس چیز کی حلال کا اعلان ہو گیا وہ حلال اور جس کو آپ نے حرام فرمایا وہ حرام ہے لیکن منکرین حدیث کو یہ گوارا نہیں۔ ان کو خداوند قدوس پر یہ اعتراض ہے کہ رسول اللہ ﷺ کو صرف مجلسی رساں (اکیہ) کا عہدہ کیوں نہیں دیا؟ اس سے

چند کراں کی حیثیت کیوں یہ صائی؟ آپ کے ذکر قرآن کی تعظیم و تکریم کیوں کی؟ آپ کو ترجیح و تفضیل کا اختیار کیوں دیا گیا؟ یہ ہیں اپنے خیال میں قرآن کے سامنے ہر جانتے والے اللہ تعالیٰ ان جملہوں کے شر سے مسلمانوں کو محفوظ فرما رہے۔

رسول اللہ ﷺ کے دین میں وہ احکام نہیں جو بوجہ ہوں..... سہ ماہی و رسول اللہ عام اللہ تعالیٰ کی چوٹی مفت بیان فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا: يُخَصِّصْ عَلَيْهِمُ الْبُشْرَىٰ وَالْأَخْلَاقَ الطَّيْبَةَ تَخَفَتَ عَلَيْهِمُ۔

(کہ وہ ان سے نیک نال کتاب سے وہ احکام بتاتے ہیں جو ان کے لئے بوجہ تھے اور طوق بنے ہوئے تھے۔ چنانچہ آپ ﷺ فرمادیا، میں اللہ اس لئے ساتھ تمام شریعتیں آپ کے تکریم لانے پر منسوخ ہو گئیں۔ جو بھی کوئی شخص آپ کے دین کو قبول کرے گا وہ ان سب بہتوں اور اساتذہ سے مستحب ہوگا جو اللہ تعالیٰ نے اپنی آخری شریعت میں اپنے آخری نبی کے اور دین اسلام کے لئے بھیجی ہیں اور اس امت کو تقسیم فرمائی ہے کہ یوں دما کریں وَمَا لَكُمْ لِمَا كُنْتُمْ تَدْعُونَ لِقَوْلِ الْكَافِرِ إِنَّهُمَا سَاغُنَا فَتُلَاقُنَا غَدًا لَا عِلَافَ لَنَا بِهِ۔

اللہ تعالیٰ نے دعا قبول فرمائی اور آسان شریعت عطا فرمادی۔ یہودیوں کے لئے جو سخت احکام مقرر فرمائے گئے تھے وہ اس شریعت میں نہیں ہیں اور انصاف ہی نے رہبانیت اختیار کر لی تھی جنہوں میں رہتے تھے آپ نے انہیں کو تکلیف دینے سے منع کیا ہے پتے میں محمد جی والے سے بچتے تھے وہ سب ہماری شریعت میں نہیں ہے۔

حضرت اس جگہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اپنے منہوں پر تخت نہ کرو۔ ورنہ اللہ تعالیٰ بھی تم پر تختی فرمائے گا۔ کیونکہ کچھ لوگوں نے اپنے منہوں پر تختی کی تو اللہ تعالیٰ نے بھی ان پر تختی فرمائی۔ یہاں لوگوں کی بھائی ہیں جو نصلائی کے گرجا گھر میں اور یہودیوں کے مہارت خانوں میں پائی ہو گئے ہیں۔ (مسکوٰۃ المصابیح جلد ۳ ص ۱۳۳ و ۱۳۴)

حضرت ابوامرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ میں یہودیت اور نصرایت دے کر نہیں بھیجا گیا ہوں۔ لیکن میں یہودیوں دے کر بھیجا گیا ہوں جو گرائی سے بٹھا ہو ہے اور اس پر عمل کرے آسان ہے۔ (مسکوٰۃ المصابیح جلد ۳ ص ۱۳۳ و ۱۳۴ بخاری۔)

ایک اور حدیث میں ارشاد ہے کہ الْفِتْنَةُ فِتْنَةٌ (کہ دین آسان ہے) اس کے احکام پر ہر شخص عمل کرتا ہے اس میں مفیدوں کی رویت رکھی گئی ہے اور کوئی ایسا حکم نہیں جو طاقت سے باہر ہو یا آسانی کی وجہ سے عبادت میں مشقت افزا ہو یا بداشت نہ ہو مثلاً راتوں رات عبادت کرنا یا روزانہ روز رکھنا اس سے منع فرمایا۔

تین صحابہ ہیں کا ایک واقعہ..... حضرت اس جگہ سے روایت ہے کہ میں شخص رسول اللہ ﷺ کی نبویوں کے پاس حاضر ہونے یا لوگ آنحضرت سرور عالم ﷺ کی عبادت کا خانگی حال دریافت کر رہے تھے جب انہیں بتادیا گیا تو انہوں نے اسے کم سمجھا اور کہنے لگے کہ کم کہاں اور رسول اللہ ﷺ کہاں؟ آپ کو تو اللہ نے سب کچھ بخش دیا (یعنی تو زیادہ محنت کی ضرورت ہے) لہذا ان میں سے ایک نے کہا کہ میں تو بیشا راتوں رات نماز پڑھوں گا اور دوسرے نے کہا کہ میں روزانہ روز رکھوں گا اور تیسرے نے کہا میں عورتوں سے صلہ دہوں گا کبھی بھی کھانا نہیں کروں گا۔ یہ باتیں سہو ہیں جس کو رسول اللہ ﷺ تخریف لے آئے۔ آپ نے فرمایا کہ تم لوگ جو جنہوں نے ایسا کیا کہا خبردار اللہ کی قسم میں تم سب سے زیادہ اللہ سے ڈرنے والا ہوں اور سب سے زیادہ کریم و مہربان ہوں۔ لیکن میں لاٹھی رکھنے والا ہوں اور بے روز ہو چکی ہوں اور (رات کو) نماز پڑھتا ہوں صبح بھی ہوں اور عورتوں سے کھانا بھی کرتا ہوں سو جس شخص نے میرے طریقے سے معاملہ کیا وہ مجھ سے نہیں۔ (رواہ بخاری)

یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی عظمت اور محبت والے ہیں ان لوگوں کا دعویٰ ہر مسئلہ پر رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے کہ

لَا يُؤْمِنُ أَحَدُكُمْ حَتَّىٰ يُؤْمِنَ بِأَخِيهِ مُحَمَّدٍ وَآلِهِ وَوَلَدِهِ وَالْقَائِمِ الْخَلْفَيْنِ ۝

(تم میں سے کوئی شخص اس وقت تک مومن نہ ہوگا جب تک کہ میں اس کے نزدیک اس کے والدہ اور اس کی عورت اور سب لوگوں سے بڑھ کر محبوب نہ ہو جائوں اور وہی شریعت لے۔)

آپ ﷺ بعد پختہ میں سے کہ آپ نے ارشاد فرمایا لَا يُؤْمِنُ أَحَدُكُمْ حَتَّىٰ يُؤْمِنَ بِخَوَاتِمِ الْوَحْيِ فَعَلِمَا جَنَّتْ بَدَ ۔

(تم میں کوئی شخص مومن نہ ہوگا جب تک کہ اس کی خواتم اس کے مطابق نہ ہو جائے جس کو میں نے کہا آپ ہیں۔ (رواہ فی ثریات الحدیث))

جب رسول اللہ ﷺ اپنا میں شریف رکھتے تھے اس وقت مجلس میں بیٹھتے اور بات کرنے میں حاضرین کو آپ اور خلیفہ کا کلام رکھنا ضروری تھا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا لَا تَرْفَعُوا أَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِيِّ ۔ (کہ اپنی آواز میں نیچے لائی آواز پر بلند نہ کرو اور نہ خود ہی بولنا کی فرمائی۔)

وَلَا تَخْهَرُوا بِالْكَلِمِ الَّذِي يَخْفِضُ لَكُمْ لِقَاءَ الْوَعْدِ وَاللَّهِ لَا تَنْفَرُونَ ۝

(اور آپ سے بات کرنے میں اونچی آواز نہ نکالو جیسا کہ تم لوگ آپ میں ایک دوسرے کے ساتھ بلند آواز سے بات کرتے ہو، کہ تمہارے احوال بدل جائیں گے اور تم میں بڑھ جائیں گی۔)

آیت ہمارا سورۃ الحرات میں ہے اور سورۃ نور میں ارشاد فرمایا لَا تَخْفَوْا أَفْعَاءَ الْوَعْدِ لَكُمْ كَلِمَاتٌ يَنْفَعُكُمْ نَفْعًا ۔

(تم اپنے اور میان رسول کا کلام اس طرح نہ کرو جیسا کہ میں نے کہا آپ سے کہتے ہو۔)

حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم حضرت سرور عالم کا کہتے یا دعا کرنا کرتے تھے آپ کی خدمت میں حاضر ہوتے تو اس طرف نہ بیٹھتے تھے کہ جیسے ان کے سروں پر پڑے ہیں۔ آپ دعا کے سامنے بلند آواز سے نہیں لیتے تھے اور آپ سے کہہ کر بلند کرتے تو آپ کے ساتھ معلوم کرتے تھے آپ حضور فرماتے تو سولہ کرنا فرمائی پہلے نہیں کرنے دیتے تھے جلدی سے جیسے کہ اپنے اصحاب نے لے جیتے تھے اور بہت زیادہ آپ سے فحش لے جاتے تھے۔

صحابہ حبیب کے ساتھ پر جب قریش نے عمرو بن مسعود کو بلوایا کہ انھیں کہنے کے لئے بھیجا تو اس نے قریش کو دیکھ کر ہاتھ پائی کرنا کہ وہ لوگوں شہادہ کی کسری کے پاس بھی گیا ہوں اور وہاں ہم البصر کے پاس بھی گیا ہوں اور وہاں جوشہ ہاشمی کے پاس بھی گیا ہوں قسم بخدا میں نے کسی بھی بادشاہ کو اپنے لوگوں میں ایسا عظیم کر نہیں دیکھا جیسا کہ محمد رسول اللہ (ﷺ) کو اپنے اصحاب میں معلوم کر رہا دیکھا ہے۔ اگر رنگ کا ساتھ نہ کیا تو یہ رنگ بھی انہیں نہیں پہنچوں گے (رواہ فی ثریات الحدیث)۔

دنیا سے تشریف لے جانے کے بعد..... حضرت سرور عالم کا کہنا ہے تشریف لے جانے کے بعد بھی تعلیم و تبحر کا ذکر نہ کرنا جب سے کہ آپ کی خدمت کو آپ سے سننے آپ کے طریق کا بتانا کہ آپ کا حکم نہ لے کر آپ سے کہہ کر آپ کا ذکر نہ کرے یا دوسرے سے نہ کہہ کر نہ کہہ۔ اچھے آپ کے دل کو لاؤ اور لاؤ اور لاؤ اور حضرت کا بھی عزت کرنے ان کے نام آپ سے لے اور انہیں رضی اللہ عنہ کی دعا سے یاد کرے۔ آپ ﷺ نے جو احکام دیے ہیں ان پر خدا اور طبیعت کے ساتھ عمل ہی ہو۔

تَنْصُرُوهُ كَمَا مَطْلَب..... آیت بشریہ میں وَعِزُّوْهُ كَمَا مَطْلَب فرمایا جس میں اہل ایمان کی ایک پہ صفت بیان فرمائی کہ وہ اللہ کے رسول ﷺ کی مدد کرتے ہیں۔ جس کا معنی یہ ہے کہ یہ لوگ آپ کے دشمنوں سے جنگ کرتے ہیں اور آپ کے دین کو

(ا) کتاب میں ایک فرقہ سے یہ بھی واضح ہوا کہ ان کی حق گوشت کے کھانے سے منع ہیں اور مجبور کرتے ہیں (سورۃ قصص میں فرمایا: وَاذْكُلُوا مِنْ ثَمَرِهِمْ لَا يَأْكُلُوا مِنْ ثَمَرِهِمْ مَا كَانَ مِنْ قَبْلِهِمْ)

(۱۱) جب ان پر عداوت کی جاتی ہے تو کہتے ہیں کہ ہم اس پر ایمان لائے بلاشبہ یہ حق ہے اور عداوت کا ایک ہوا ہم اس سے پہلے علم بردار ہیں اس سے معلوم ہوا کہ جب کسی قوم میں مسلم اور کافر ہو تو اہل ایمان کے ان اور صلاح و نیکی کا اعتراف ہونا چاہئے اور کبھی کسی قوم کو یہ کہنا کہ سب کافر ہیں باطل حق میں جھگڑاں میں ایمان والے اور صالحین موجود ہوں اس سے پرہیز کرنا لازم ہے۔ مومن بندے سے اعتدال پر قائم رہیں۔

دوسری آیت میں بنی اسرائیل کے قبیلوں کی تعداد بتائی اور فرمایا کہ ہم نے ان کے بارہ خاندانوں کے پیغمبر بھیج دیے تھے۔ اس بارہ سید کی فتح ہے سید ابراہیم کے کہتے ہیں حضرت یعقوب علیہ السلام کے بارہ بڑے تھے۔ ہر بڑے کی اولاد ایک ایک قبیلہ تھی اس کے بعد ان عداوت کا ذکر فرمایا جو بنی اسرائیل پر میدان میں ہوئے تھے۔ جب یہ لوگ مصر سے نکلے اور سینہ بارہ کیا تو انہیں اپنے وطن فلسطین پہنچا تو چین اپنی شرارتوں اور ان کا نام کی خلاف ورزیوں کی وجہ سے پچاس سال تک یہاں تھے جس میں میٹھتے رہے۔ اس صراحت نورانی اور گراں کی وجہ سے بہت تکلیف اٹھائی۔ جب کوئی تکلیف آتی تھی تو حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کہتے تھے کہ اس مصیبت کو رفع کیجئے۔ اللہ تعالیٰ شانہ کا حکم ہوا کہ موسیٰ پھر میں اپنی داغی بارہ انہوں نے داغی ماری تو انہیں سے بارہ نسلے بھٹتے پڑے۔ ہر قبیلہ نے اپنے بچے کی جگہ کو بیان کیا اور پانی لے لیا ضرورتیں پوری کر لیں۔ مشرین نے نکمے سے کہ یہ خاص قسم کا پتھر تھا جسے حضرت موسیٰ علیہ السلام اپنے پیچھے لے کر لے گئے تھے۔ جب پانی کی ضرورت ہوئی تھی اس میں داغی مارتے تھے جس میں سے پانی نکلنے لگتا تھا۔

انہی عداوت میں سے اللہ تعالیٰ نے ایک یہ انعام عطا فرمایا کہ بنی اسرائیل نے کسی سے محفوظ ہونے کا سوال کیا تو اللہ تعالیٰ نے ان پر اہل نیکی دے دی کہ فرمایا وَعَلَّلْنَا عَلَيْهِمُ الْغَنَاءَ اور تیسرا انعام یہ ہوا کہ ان کے کھانے کے لئے کھن کے اور سوئی (بھیروں جیسے جانور) بڑی تعداد میں بھیج دیے یہ لوگ ان میں سے کھاتے تھے۔ اس کو وَأَنزَلْنَا عَلَيْهِمُ الْمَنَّانَ وَالْمُتَشَوِّصَ میں بیان فرمایا۔ اللہ تعالیٰ شانہ نے ان سے فرمایا کہ انا ہر روز دے دے ہونے والی میں سے پاکیزہ اور عمدہ چیزیں کھاؤ انہوں نے حکم بدلی کی اور نعمتوں کی ناشکری کی۔ حکم تھا کہ آئندہ اللہ کے لئے اٹھا کر نہ کھیں۔ لیکن نہ مانے اور خلاف ورزی کی اور ناشکری یوں کی کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کہنے لگے کہ ایک ہی کھانے پر ہم سے میر نہیں ہوتا۔ ہمیں بڑیاں بکھرے۔ اپنے بچے اور دل چاہنے والے پر حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ناراضگی کا اظہار فرمایا اور فرمایا کہ تم انہیں چیز کو چھوڑ کر گھسیا چڑ لٹا چاہتے ہو۔ تحصیل کے ساتھ یہ افواہات سورۃ بقرہ (دیکھا چھو رسات) میں بیان ہو چکے ہیں۔ ان لوگوں نے جو جو کچھ کھیں ان کی سرپائی (ہی) کو لڑیاؤں سے بھریا تو ان (اور ان لوگوں) سے ہم پر ظلم نہیں کیا، یعنی خدا کو کھیں بگاڑا وَلَكِنَّ اللَّهَ نَزَّلْنَا آتْفُسَهُمْ يَغْلِقُونَ۔ (لیکن وہ اپنی ہی جانوں پر ظلم کرتے تھے) یعنی ان کی حرکتوں سے ان کا یہ نقصان ہوتا تھا۔

ایک ایسی ہی مثال میں داخل ہونے کا حکم اور بنی اسرائیل کی نافرمانی..... تیسری اور چوتھی آیت میں ذکر ہے کہ بنی اسرائیل کو ایک سوئی میں رہنے کا حکم دیا گیا تھا کہ اس سوئی میں شتر کے ساتھ نکلے ہوئے اور اپنے گناہوں کی معافی مانگتے ہوئے داخل ہوا۔ ان خانوں نے تو ان دنوں طرح سے نافرمانی کی اور اس بات کو بدل دیا جس کا حکم فرمایا گیا تھا۔ عداوت پر کیا کرنا چاہئے تھے ہوئے داخل ہونے کے بہنوں کی طرح گھسٹتے ہوئے داخل ہوئے جس میں ایک طرح کا استیذاء ہے اور معافی مانگنے کا جو حکم ہوا تھا اس کی خلاف ورزی یوں کی

حَقَّقَ اَنْ يُّكْرَهَ عَنِ شَعْبِهِ لَا كَيْفَ هُوَ دَاخِل ہونے لگا ہے کہ اس ہستی سے بیت المقدس مراد ہے اور بعض حضرات نے فرمایا ہے کہ اس سے مراد مرقہ ہے۔ مگر یہی کثرت ہے کہ بیت المقدس ہی کج ہے کیونکہ یہ لوگ مصر سے آ کر اپنے ملاقا ارض مقدس میں جا رہے تھے اور امان کے راستہ میں انکی ہمت اور یہ بھی فرمایا ہے کہ یہ آخر حضرت موسیٰ علیہ السلام کے زمانے کا نہیں ہے بلکہ چالیس سال بعد ان میں سے تیس تیس ہزار گھوڑوں کے بعد جب حضرت یوشع علیہ السلام کے زمانے میں بیت المقدس چار اوصیاب ہوا اس وقت کی بات ہے جب ان لوگوں نے عمر کی خلاف ورزی کی تو اللہ تعالیٰ نے ان پر عذاب بھیج دیا جسے وُجُزُ اُتِنِ السَّمَاءُ سے تعبیر فرمایا۔ سورۃ بقرہ میں: **بِمَا كَفَرُوا بِآيَاتِنَا** فرمایا اور سورۃ اعراف میں: **بِمَا كَانُوا يَفْطَنُونَ** فرمایا یعنی یہ عذاب ان کی دائرہ میں اور ان کے چلن کی وجہ سے لگا گیا۔ اللہ تعالیٰ کے احکام کی خلاف ورزی تجویز کے احکام سے اپنی جانوں پر ظلم ہے۔ کیونکہ اس کی وجہ سے کشت ہو جاتی ہے۔ حضرات مفسرین نے فرمایا ہے کہ ان لوگوں پر عذاب بھیجا گیا تھا کہ ان میں تھا مفسرین کثیر نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد نقل کیا ہے کہ **الطاعون وجوز عذاب عذاب بہ من كان فليكن** یعنی جو من ہے جو کچھ اس عذاب سے کٹا رہے تم سے پہلی امتوں کو عذاب دیا گیا۔

اس دوسری آیت اور پھر سے دیشے پورے اور ایک ہستی میں جکھے ہوئے دائل ہونے اور معافی مانگنے کا حکم پھر ہی اسرا نکل کی طرف اور غلام اور ذی پر عذاب نازل ہوا سورۃ بقرہ (دیکھو) سے کاش گرو پکا ہے۔ وہاں سے لے کچھ یاد تفصیل لکھ دی ہے اس کی مراد امت کر لی جائے۔

وَسَأَلْنَهُمْ عَنِ الْغُرُوبِ اَلَّذِي كَانَتْ حَاضِرَةً الْبَحِيرُ مَاذَ يَعْدُونَ فِي السَّيِّئِ اِذَا تَابْتَهُمْ

اور آپ ہی ہستی کے بارے میں ہی ہے یا پھر نہیں جو اس کے قریب آیا جس نے وہ لوگ انجیر کے دن میں روایت کرتے تھے۔ انجیر ان کے حیثیتاً انہم یومر سبوتہم شرعاً و یومر لا یسبوتون اذ تابتہم اذ تابتہم اذ تابتہم

وہاں کی انجیریں انجیر کے دن کو نکال کر کرائی تھیں اور ان میں انجیر کا دن وہاں سے ہی ان کے پاس دالی تھی۔ اس امر عام انجیر کے دن تھے

بِمَا كَانُوا يَفْسُقُونَ ۝ وَاِذْ قَالَتْ اُمَّةٌ مِنْهُمْ لِمَ تَعِظُونَ قَوْمًا ۚ اِنَّهُمْ مُهْلِكُوهُمْ

اس وجہ سے کہ وہ نازل کرتے تھے۔ اور جب ان میں سے ایک جماعت نے کہا کہ انکی قوم کو کیوں نصیحت کرتے ہو جنکو پاک کرانے والے ہیں

اَوْ مُعَذِّبُهُمْ عَذَابًا شَدِيدًا ۚ قَالُوا مَعْذِرَةً اِلٰی رَبِّكُمْ وَلَعَلَّهُمْ يَتَّقُونَ ۝ فَلَمَّا نَسُوا

یہاں غلام سے وہ یہ غلام طلب نہیں لے لیا کہ وہاں سے ان کے غلاموں کی کہانی لکھ لے وہاں سے کہانی لکھ لے وہاں سے کہانی لکھ لے وہاں سے کہانی لکھ لے

مَا ذُكِّرُوا بِهٖ اَفْجِنَا الَّذِيْنَ يَنْهَوْنَ عَنِ الشُّوْءِ ۚ وَاَعٰذَنَا الَّذِيْنَ ظَلَمُوْاۤ اِبْعَادِ

ان بات کو جس کے ذریعہ میں کو نصیحت کی گئی تھی قوم نے ان لوگوں کو بکریاں یہ جنہوں نے غم کیا ان

بِمَا كَانُوا يَفْسُقُونَ ۝ فَلَمَّا عَتَوْا عَنْ مَا نُهُوا عَنْهُ فَلَمَّا نَسُوا

جب سے کہ وہ نازل کرتے تھے اور جب ان کام کے بارے میں وہاں سے ان کے غم لکھ لے وہاں سے ان کے غم لکھ لے وہاں سے ان کے غم لکھ لے وہاں سے ان کے غم لکھ لے

قَرَدَةُ خُيْبَيْنِ ۝ وَاِذْ تَاَذَنَ رَبُّكَ لِيَبْعَثَنَّ عَلَيْهِمْ اِلَى يَوْمِ الْقِيَمَةِ مَنْ يَسُوْمُهُمْ

بندہ ذلیل، اور آپ کے آپ نے یہ بات بتا دی کہ وہ جیست کے دن تک ضرور میں یا ایسے انہیں کو بھیجے گا جو انہیں

سُوَّةَ الْعَذَابِ ۚ اِنَّ رَبَّكَ لَسَرِيعُ الْعِقَابِ ۚ وَاِنَّهُ لَغَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝

بے عذاب چھائیے۔ اے سب سے پہلے جلد سے جلد، اور وہ بخشنے والا مہربان ہے۔

سنیچر کے دن یہودیوں کا زیارتی کرنا اور بندر بنایا جانا

نبی اکرمؐ کی طرف سے بہت سی چیزیں ان کا تاریخی کارنامہ بنی ہیں جن میں یہ بھی تھا کہ اس دن چھپائیں نہ بکریں۔ لیکن یہ لوگ باذنائے سنیچر کے دن میں کی آزمائش میں طرح ہوتی تھی کہ چھپائیں خوب انہیں اگر کھانا پانی تھی اور دوسرے دن میں اس طرح نہیں ہوتی تھی۔ لیکن لوگوں نے چھپائیں کے بکرنے کے سلسلے کا لے اور یہ کیا کہ سنیچر کے دن سے پہلے ہل اور بھلی کے کاتے پہلے سے پانی میں ڈال دیتے تھے۔ چنانچہ چھپائیں ان میں پھنس کے رہ جاتی تھیں۔ جب سنیچر کا دن گزر چاہا تو ان کو بکڑا لیتے تھے اور اپنے گھوڑوں کو کھالچتے تھے کہ سنیچر کے دن ایک بھلی بھی نہیں بکڑی، دو تو خود بخود ہاتھوں میں اور کاتوں میں آ گئیں، اور چال اور کاتے تو ہم نے جو کہ ان ڈالے تھے۔ لہذا ہم سنیچر کے دن بکڑنے والوں کی فرست میں نہیں آتے، اسی طرح کاکبک چلی نہیں نے مردار کی چرہ کی ساتھ بھی کیا۔ حضرت جابرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہؐ نے ارشاد فرمایا کہ یہودیوں پر اللہ لعنت کرے جب اللہ نے ان پر مردار کی چرہ میں امر قرار دے دی تو اس کو انہوں نے ابھی شکل دے دی (مثلاً اس کو بکھڑا کر اس میں کچھ خوشبو وغیرہ ملا کر کھینچ گھور یہ کچھ اور بنایا) مگر اس کو کھانے والا اس کی قیمت کھا گئے۔ (دارالحدیث ص ۲۸۸ جلد ۱)

ان لوگوں میں تین جماعتیں تھیں یکہ لوگ سنیچر کے دن چھپائیں بکڑتے تھے اور یکہ لوگ ایسے تھے جو انہیں بیخ کرتے تھے اور ایک جماعت ایسی تھی جو خاموش تھی، جو لوگ خاموش تھے انہوں نے ان لوگوں سے کہا جو بیخ کرتے تھے کہ آپ لوگ ان کو کیوں بیخ کرتے ہیں ان کا بات ماننے کا ارادہ نہیں ہے۔ ان فرمایا کے باعث اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان کی گرفت ہونے والی ہے، و اللہ تعالیٰ ان کو ابھل ہی جاک فرمادے گا جو سخت عذاب میں مبتلا فرمائے گا۔ جو لوگ بیخ کیا کرتے تھے انہوں نے جواب دیا کہ ہم تو یہ چاہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے حضور میں خوشی کے وقت ہم سعادت قبول کر سکیں کہ ہم نے نبی اکرمؐ کا فیضانِ نباؤم و اتمامِ نعمت سے کہ یہ لوگ ان ہی جانتے اپنے رب سے ڈرے تھیں اور اپنے گناہوں سے بچتے تھیں، لیکن ان لوگوں نے نہ مانا یا انہیں اللہ تعالیٰ نے ان کی گرفت فرمایا، ان پر اس طرح عذاب آیا کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو بندہ بنادیا، جو لوگ سنیچر کے دن میں زیارتی کرتے تھے وہ تو بندہ بنادے گئے اور جو لوگ انہیں بیخ کیا کرتے تھے انہیں نجات دی گئی جن کو اَنْجَبْنَا الْقَبِيْضِيْنَ لِيُخْرَجُوْا عَنْ السُّوْرَةِ میں بیان فرمایا، حضرت ابن عباسؓ سے کہ ان میں یہ سوال پچھا اس کو جو لوگ خاموش تھے ان کا کیا حال ہوا؟ ان کے شاگرد حضرت عمرؓ نے عرض کیا میری سمجھ میں تو یہ ہے کہ وہ عذاب سے بچا لے گئے۔ کیونکہ انہیں بھی دکھ کرنے والوں کا عمل نہ ہو تھا اور وہی نہ ہو دی کہ انہوں نے اپنے ان الفاظ میں بیان کیا تھا اِنَّهُمْ لَيُخْرَجُوْنَ اَوْ لَا مَا لَمْ يَنْفَعُوْهُمْ اَنْفُسَهُمْ اَوْ لَمْ يَنْفَعُوْهُمْ اَنْفُسُهُمْ، اللہ تعالیٰ نے ان کا کھانا دینے کا ارادہ نہیں فرمایا، بلکہ انہیں بکڑ کر بھی نہیں فرمایا مگر یہ کہ یہ بات حضرت ابن عباسؓ کو بہت پسند آئی اور بہت خوش ہوئے اور انہیں وہ چاروں انعام میں دیا گئیں۔

أَلَمْ يُؤْخَذْ عَلَيْهِمْ مِيثَاقُ الْكِتَابِ أَنْ لَا يَقُولُوا عَلَى اللَّهِ إِلَّا الْحَقَّ وَدَرَسُوا مَا فِيهِ

کیا ان سے کتاب کا یہ عہد نہیں لیا گیا کہ ان کی طرف حق کے سوا کسی بات کی نسبت نہ کرے اور انہیں ملے اس کو چاہے کہ وہ کتاب میں ہے

وَالَّذِينَ الْأَخْطَرُ خَيْرٌ لِّذَيْنِ يَعْتَمِدُونَ ۚ أَفَلَا تَعْقِلُونَ ۝ وَالَّذِينَ يَمَسُّونَ الْكِتَابَ

اور اہل حق کو گمراہیوں والوں کے لئے ہمارے یہ دلائل ہیں کیا تم کچھ نہیں سمجھتے؟ اور جو لوگ مکتوبی سے کتاب کو پکارتے ہیں

وَأَقَامُوا الصَّلَاةَ ۚ إِنَّكَ لَهٗ تَضِيعُ أَجْرَ الْمُصْلِحِينَ ۝ وَإِذْ تَشَقَّقْنَا الْجَبَلَ فَوْقَهُمْ كَانَتْ

اور قیامت قائم کرتے ہیں یہ ایک اصطلاح کرنے والوں کا خواب اللہ خارج نہیں فرماتا اور جب ہم نے ان پر اکھڑا دیا پھر بتا دیا کہ وہ ممانعت میں

خَلَّةٌ وَظَنُوا أَنَّهُ وَاقِعٌ بِهِمْ ۚ خُذُوا مَا آتَيْنَاكُمْ بِثَوْتٍ ۚ وَأَذْكُرُوا مَا فِيهِ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ ۝

اور انہوں نے سمجھا کر کہا کہ وہ ان پر کرتے وہ ہے اور ہم نے تمہیں دیا مکتوبی کے ساتھ پکڑا دیا اور اس میں جو کچھ ہے یاد کر جاؤ کہ تم کوئی ممانعت نہ

بنی اسرائیل کی آزمائش اور ان کی حب دنیا کا صل

ان آیات میں اول تو یہودیوں کے اس حال کا ذکر فرمایا ہے کہ ان کو اللہ تعالیٰ نے زمین میں مستحق قرار دیا۔ انہوں نے ان کے خلاف حقوق میں

تھوڑے تھوڑے کچھ یہاں بکھیرا ہوا سکونت اختیار کرتے تھے۔ ان کی جمیعت اور جماعت مستحق قرار دیا جمیعت جو اللہ کا انعام ہے اس

سے محروم ہے۔ پھر فرمایا مِثْقَاتُ الْكِتَابِ (ان میں بکھیرا ہوا کچھ ہے) وَبَيْنَهُمْ ذُنُوبٌ ذَاتُ آلِفٍ (اور بکھیرا ہوا دھری طرح کے یعنی

برے لوگ تھے) انہیں لوگ تو ریت اور اٹکل پر قائم رہے اور پھر اللہ کے آٹری رسول اللہ اور آٹری کتاب پر ایمان لانے اور برے لوگ

شر پسند ٹکڑے ٹکڑے ہوا رہے اس شر پسندی کے حواجز کی وجہ سے آخر اللہ تعالیٰ نے انہیں پراپنا دلائے۔ وَتَسْلُوْنَا لَهُمْ بِالنَّجَسَاتِ

وَالنَّجَسَاتِ لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُونَ۔

(اور ہم نے ان کی آزمائش کی انہیں غلوٹالیوں میں بھی رکھا اور ممالیوں میں بھی تاکہ وہ اپنی حرکتوں سے باز آجائیں) اللہ تعالیٰ کی

طرف سے غلوٹالی کے ذریعے بھی امتحان ہوتا ہے اور بد حالی کے ذریعے بھی بکھیرا ہوا اللہ تعالیٰ ہی کی طرف ہر حال میں رجوع کرتے

ہیں اور آزمائش میں کامیاب ہوتے ہیں۔ لیکن یہودیوں نے بکھاڑ دیا ہر طرح کے امتحان میں ناکام ہوئے۔

فَلَخَلَفَ مِنْ أَفْئِطِهِمْ خَلْفٌ (والہم) پھر ان میں ایسے لوگ پیدا ہوئے جو انھیں تھے۔ ان لوگوں کا طریقہ تھا کہ ان کی کتاب کے

دارت تو ان کے یعنی جو لوگ ان سے پہلے تھے ان سے کتاب تو بد حالی لگی اس کتاب کا انہوں نے حقیر دنیا کے حاصل کرنے کا راجہ نہ کیا

اور وہ بھی اس طرح سے کہ ان کی کتاب میں اول بدل کرتے تھے اور سوال کرنے والے کی مرضی کے مطابق مسئلہ ہوتا ہے تھے۔ اس طرح

سے اس سے بدل جاتا تھا۔ جب دل میں بکھاڑا اس وقت اس بات کی نہیں ہوتی کہ اس طرح پر اپنا حاصل کر لی تو یہیں کہہ کر اپنے

غیر پر مطمئن کر لیتے تھے مِثْقَاتُ الْكِتَابِ (اللہ تعالیٰ کی طرف فرمادے گا) اور یہ کچھ یہ حق اور اصل تو یہیں ہوتی تھی اس لئے اپنی حرکت

سے باز نہیں آتے تھے مِثْقَاتُ الْكِتَابِ بھی کہہ دیا جس میں گناہ کا اقرار ہے اور اس کے بعد پھر اس میں ایمان لایا گیا تو اسے بھی لے لیا۔ ان

لوگوں کا فرمایا کا حواجز ہوتا ہے وہ سچے دل سے توبہ نہیں کرتے گناہ کرتے چلے جاتے ہیں اور یہیں کہتے رہتے ہیں کہ اللہ معاف

جامل کی توہ توبہ رہی گھونٹ گھونٹ پر

سہو تھیں چڑھا کر بھی ہوشیار ہی رہا

امت محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم وہ اقلیہ میں بھی ایسے افراد کثیر تھے جن میں جو برابر گناہ کرتے چلے جاتے ہیں، خاص کر وہ لوگ جنہیں حرام کو نہ تو حرام سمجھنے کی عادت ہے۔ کبھی وہ اس گناہ کا خیال آتا ہے تو تکفل کا سہارا لے کر برابر گناہ میں ترقی کرتے چلے جاتے ہیں۔ یہ بل ایسا کامیاب نہیں، بل ایسا نوائے خستہ ہے جس میں پہل سے توبہ پر کرتے ہیں اور گناہ کو چھوڑ دیتے ہیں۔ اگر توبہ کے بعد پھر گناہ ہو جائے تو پھر بھی توبہ کر لیتے ہیں۔ توبہ کا جزا عظیم یہ ہے کہ آنکھ نہ کرنے کا پتہ عہد ہو۔ جب یہ نہیں تو توبہ بھی نہیں، مومن کا طریقہ یہ ہے کہ اگر توبہ بھی نہ ہو، امید بھی نہ رکھے، خلیا امید ہو، غلبہ دلچسپیت نہ ہو، گناہوں کی بہتات ہو، یہ طریقہ بھی تکفل۔ اسی کو حضرت عہد قدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مومن اپنے گناہوں کو ایسا سمجھتا ہے کہ جیسے کسی پرال کے پیچھے پیٹا ہے اور اس بہت سے ادا ہے کہ اس کے اوپر نہ پڑے اور نہ پڑاوی اپنے گناہوں کو ایسا سمجھتا ہے جیسے اس کی ناک پر کبھی پھنسی ہو اور اس نے اسے ہاتھ کے اشارے سے دفع کر دیا۔ (مختصر السراج صفحہ ۸۶)

لَمْ يَأْخُذْ عَلَيْهِمْ مَنَافِقُ الْكِتَابِ. (الأنعام)

کیا ان سے تو ریت شریف میں یہ عہد نہیں لیا گیا کہ اللہ تعالیٰ کی طرف کوئی ایسی چیز منسوب نہ کریں گے جو حق نہ ہو؟ انہیں اس عہد کا سمجھ بھی ہے اور ریت شریف کو نہ سمجھتے بھی رہے ہیں۔ جانتے ہو جیسے اللہ کی کتاب میں قرآن کرتے ہیں اور فقیرانہ بیٹے کے لئے اپنی طرف سے مسئلہ کریں کہتے ہیں کہ یہ اللہ کی طرف سے ہے۔

لَمْ يَقُولُوا هَذَا مِنْ عِندِ اللَّهِ يُضِلُّوا بِهِ أَفَلَا تَتَذَكَّرُونَ

(پھر کہتے ہیں کہ اللہ کی طرف سے ہے یہ تاکہ اس کے عوض تم کوئی ہی قیمت حاصل کر لیں)

وَالطَّائِفَةُ أَجْمَعُونَ خَيْرٌ لِّلَّذِينَ يَخْلَفُونَ (اور آخرت کا ٹھکانہ لوگوں کے لئے بہتر ہے جو جگہ نہ داخل اور احوال قیوم سے پرہیز کرتے ہیں) یہ انہیں اس بات کا بھی ہے۔ لیکن انہیں اس کام کرتے ہیں اور ان کو قبول نہیں کرتے اور گناہوں کو انہیں چھوڑ دیتے۔

مصلحتین کا اجر ضائع نہیں ہوتا..... پھر فرمایا وَالَّذِينَ يَخْلَفُونَ بِالْكِتَابِ وَالْفُتُوْرَ اِنْكَارُ تَبْلِيغِ الْغُرِّ الْفَضْلِ جَنَّتْ۔ (اور جو لوگ کتاب کا مضبوطی سے پکڑتے ہیں اور لڑاکا کام کرتے ہیں یہ ایک ہم امتداد کرنے والوں کا اجر ضائع نہیں کرتے)

اس آیت میں جامعہ دونوں جان فرما دیا کہ جو شخص اللہ کی کتاب کا مضبوطی سے پکڑے گا یعنی اس پر عمل کرے گا اللہ تعالیٰ اس کا اجر نہ دے نہیں فرمائے گا۔ بدینہ فرد جان لیا یہ اختیار فرمایا ہے جس میں بغیر غم کے جائے انہیں الفضل جنت فرمایا۔ جس سے یہ واضح ہو گیا کہ کتاب اللہ کا مضبوطی سے پکڑنا جب ہی ہو سکا ہے جبکہ ایمان کی بھی امتداد ہو یعنی ایمان خاص، وفاق سے بری ہو، ایمان ہو جو اللہ تعالیٰ کے یہاں مستقر ہے۔ اگر بعض دنیاوی تعلیم السلام پر ایمان ہو اور بعض پر نہ ہو تو وہ ایمان اللہ کے یہاں مستقر نہیں ہے اور یہ شخص مصلح بھی نہیں بن سکتا۔ اگر بھی نہیں، کتاب کا مضبوطی سے پکڑنے کے ساتھ لڑاکا کام رکھنے کا بھی نہ کر فرمایا کیونکہ لڑاکا ایمان کے بعد دوسرے بڑی مہارت ہے۔ معلوم ہوا کہ تمک۔ بالکتاب کے ساتھ بالخصوص لڑاکا کام کرنے کا اجتنام بھی لازم ہے۔ لڑاکا کوشش اور آداب کا لحاظ

رکتے ہوئے ہندو سے جو عیسائی گمراہ کی اصلاح ہوگی تو زندگی کے دوسرے احوال کی بھی اصلاح ہو جائے گی۔ کیا قال قتابی اثنی
الغلوۃ لہم عن الفضلۃ و الفاشکون۔

بنی اسرائیل کے اوپر پہاڑ کا ٹھہر جانا اور ان کا یہ سمجھنا کہ یہ گرنے والا ہے۔۔۔۔۔ اس کے بعد بنی اسرائیل کے ایک سرد
واقعہ کا ذکر ہوا ہے کہ جب سید حضرت موسیٰ علیہ السلام تورات شریف لے کر شریفانہ قومی اسرائیل سے فرمایا کہ اسے قبول
کر اور اس پر عمل کرو، یہ لوگ کہنے لگے کہ یہ احکام ہماری پس ان پر عمل کرنا ہمارے بس کا نہیں بلکہ قتابی نے کہا کہ اس کی جگہ سے اٹھا کر
ان لوگوں پر معین کر دیا اور فرمایا کہ جو کچھ تم نے تمہیں دیا ہے مضبوطی کے ساتھ پکڑ لو انہوں نے پہاڑ کو دیکھا کہ ساتویں کی طرح ان کے
اوپر معین ہے اور انہیں یہ یقین ہو گیا کہ ہمیں گرنے والا ہے یہ سحر و کج کر اس بات کا مہم کر لیا کہ ہم تورات سے کٹنا ہماری ہندوئی گری کے
لیکن بعد میں پھر، مگر قتابی کی اور اسے مہم سے مشرف ہو گئے۔ سورہ بقرہ (۱۸۰) میں بھی یہ واقعہ مذکور ہے۔ وہاں واقعہ ذکر فرمانے کے
بعد فرمودہ **لَقَدْ مَنَّ اللَّهُ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ إِذْ أَخْرَجَهُمْ مِنَ ظُلُمَاتٍ إِلَى نُورٍ**۔ (پھر تم نے اس کے بعد رہ کر قتابی کی بیعت میں جو یہاں گرنے کے ارادے سے مہم کر لیا تھا اس
سے پھر گئے اور پھر وہی حالتیں کرنے لگے جو یہاں ہو رہی تھیں اور گمراہوں کی جوتی میں تھے یہ واقعہ سورہ بقرہ (۱۸۰) میں بھی ہے۔ وہاں
یہ لفظ **لَقَدْ مَنَّ اللَّهُ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ إِذْ أَخْرَجَهُمْ مِنَ ظُلُمَاتٍ إِلَى نُورٍ** (جو کچھ ہم نے تم کو یہاں قوت کے ساتھ لے کر اور بنی اسرائیل کے جواب میں انہوں نے
کہا کہ **سَجَّادًا غَضِبْنَا** (ہم نے بنی اسرائیل میں گھبرائیں)

تینوں جگہ قرآن مجید کے الفاظ کو کما کر معلوم ہوا کہ انہوں نے پہاڑ کرنے کی وجہ سے اس وقت قتل کرنے کا مہم کر لیا تھا لیکن بعد
میں قول قرار سے پھر گئے اور فرمائی یہ آیت ہے **وَمَا يَكْفُرُ لَكُمْ عَنْ يَدَيْهِمْ** گھر کہنے لگے کہ یہ قتل کیا ہے لیکن عمل کرنا ہمارے بس کا نہیں ہے۔ کہ وہاں کو ساتویں کی طرح
مصلحت کر کے مہم چلتے تھے۔ **لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ** اسی الٰہیت میں جو ظاہر خدا میں معلوم ہوتا ہے ہم نے اس کو سورہ بقرہ (۱۸۰) میں جہاں یہ واقعہ
ذکر ہے فرمایا کہ یہ واقعہ کر لیا جائے۔

وَإِذْ أَخَذَ رَبُّكَ مِنْ بَنِي آدَمَ مِنْ ظُهُورِهِمْ ذُرِّيَّتَهُمْ وَأَشْهَدَهُمْ عَلَى أَنْفُسِهِمْ،

اور جب آپ کے رب نے اور آدم کی پشت سے بنی آدم کی ذریعت کو نکالا اور انہیں ان کی جان پر گواہ بنا

أَلَسْتُ بِرَبِّكُمْ۔ **وَالْوَاكِلِينَ شَيْئًا أَنْ تَقُولُوا يَوْمَ الْقِيَامَةِ إِنَّا كُنَّا عَنْ هَذَا غَافِلِينَ**۔

کہ میں تمہارا رب نہیں ہوں؟ انہوں نے کہا ہاں آپ تمہارے رب ہیں، ہم نے قرار کر لیا کہ تم قیامت کے دن کہیں گے کہ جب تک ہم ان سے غافل تھے

أَوْ تَقُولُوا إِنَّمَا أَشْرَكَ آبَاؤُنَا مِنْ قَبْلُ وَكُنَّا ذُرِّيَّةً مِنْ بَعْدِهِمْ۔ **أَفَتُهْلِكُنَا**

وہاں کہہ کر پھر سے تمہارے رب وہاں نے فرمایا اور ہم ان کے بعد میں آئے ہاں وہاں تھے کیا آپ ہم کو اپنی قتل والوں کے قتل کی جہ

بِمَا فَعَلَ الْمُبْطِلُونَ ۝ **وَكَذَلِكَ نَقُصُّ عَلَيْكَ الْقِصَّةَ الْأُولَىٰ وَلَعَلَّهُمْ يَرْجِعُونَ** ۝

سے ہلاک کرتے ہیں اور ہم ایسے ہی واضح طور پر آیت کو بیان کرتے ہیں تاکہ وہ لوگ رجوع ہو سکیں۔

الْقَوْمَ الَّذِينَ كَذَّبُوا بِآيَاتِنَا، فَاقْصُصْ الْقِصَصَ لَعَلَّهُمْ يَتَفَكَّرُونَ ﴿۳﴾ سَاءَ مَثَلًا

۱۔ مَثَلٌ = مَثَلوں کی مثالیں۔ ۲۔ قِصَصٌ = کہانیوں کی کہانیاں۔ ۳۔ لَعَلَّ = تاکہ وہ سوچ سکیں۔ ۴۔ مَثَلٌ = مَثَلوں کی مثالیں۔

الْقَوْمَ الَّذِينَ كَذَّبُوا بِآيَاتِنَا وَأَنْفُسَهُمْ كَانُوا يَظْلِمُونَ ﴿۴﴾

۵۔ انہوں نے انہوں کی آیتوں کو جھٹلایا اور وہ اپنی جانوں پر ظلم کرتے تھے۔

ایک ایسے شخص کا تذکرہ جو امتحانِ نبوی کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کی آیات کو چھوڑ بیٹھا

جس شخص کا ان آیات میں ذکر ہے یہ کن شخص تھا اس کے بارے میں تفسیر درمختار (صفحہ ۳۵۵ جلد ۳) میں حدیثِ اقبال نقل کی ہے۔ ان میں حضرت عبداللہ بن مسعود اور حضرت عبداللہ بن عباس اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہم کے اقوال بھی ہیں اور ان کے ساتھ تابعین میں سے سعید بن مسیب اور مجاہد بن زکوانہ کے اقوال بھی نقل کیے ہیں۔ حضرت قتادہ نے تو یہ فرمایا کہ جس شخص پر روایت نقل کی جائے اور اس کے اقوال کرنے سے انکار کر دے اس شخص کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے یہ مثال بیان فرمائی ہے۔ لیکن قرآن مجید کا یہی مقصد ہے کہ جو واقعہ بھی ہے۔ واقعہ بیان فرما کر صحت حاصل کرنے کے لئے قِصَصُ الْقِصَصِ لَعَلَّهُمْ يَتَفَكَّرُونَ جو لڑا ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ کئی شخص کا واقعی قصہ ہے جس کی مثال ممکن ہے۔

حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے مروی ہے کہ جس شخص کا اس آیت کے بارے میں واقعہ بیان فرمایا ہے اس کا نام مسلم بن احمد ہے۔ یہ شخص جہر بن جہر بن مالک تھا جس سے تھوڑے عرصے میں حضرت موسیٰ علیہ السلامؑ ہاں تشریف لے گئے اور ان کے شہر میں داخل ہوئے کہ کاراہ فرمایا تو مسلم کے بچے کو اپنے اور قوم کے دوسرے افراد اس کے پاس آئے اور اس سے کہا کہ موسیٰ قوت و شہادت والے نبی ہیں اور ان کے ساتھ بہت سے لشکر ہیں اور ان لشکروں کے اور یہ ہم پر طلب ہائے کاراہ کر رکھتے ہیں۔ لہذا اللہ تعالیٰ سے دعا کر کہ اللہ تعالیٰ موسیٰ کو اور اس کے ساتھیوں کو ہم سے برفی کر دے۔ مسلم نے جواب دیا کہ میں تو یہاں نہیں کر سکتا۔ اگر میں اللہ سے یہ وعدہ کروں کہ موسیٰ اور اس کے ساتھیوں کو ہم سے ہٹا دے تو میری دنیا اور آخرت دونوں ہی رہا ہو جائیگی۔ لیکن وہ لوگ برابر صبر کرتے رہے۔ لہذا اس نے حضرت موسیٰ علیہ السلامؑ اور ان کے ساتھیوں کے لئے دعا کر دی اس طرح اللہ تعالیٰ کی آیات سے نکل گیا۔ آیاتِ الہیہ کے جانے پر جو اس کی دعا سنا رہی تھی اس کو یہی پشیمان ہوا اور ان آیات سے یہ نکل گیا کہ یہاں وہ لوگ رہ رہ کر صبر کرتے رہے۔ لہذا اس نے حضرت موسیٰ علیہ السلامؑ کے لئے دعا کر لی کہ جب ہم نے تمہارا کرنے سے انکار کر دیا تو یہ لوگ برابر صبر کرتے رہے۔ لہذا اس نے حضرت موسیٰ علیہ السلامؑ کے لئے دعا کر لی شروع کی لیکن زبان سے اپنی قوم کے لئے دعا نکل رہی تھی۔ اس کی قوم نے کہا کہ یہ کیا کر رہے ہو؟ کہنے لگا میں کیا کروں میری زبان سے تمہارے ہی لئے دعا نکل رہی ہے اور اگر میں موسیٰ اور اس کی قوم کے لئے دعا کروں تو وہ قبول نہیں ہوگی بلکہ اپنی قوم سے یہ کہے منوان سے شرت لے چکا تھا۔ اب اس نے اپنی قوم کو یہ دعویٰ کر دیا کہ میں اللہ تعالیٰ کو سکھانے کے ساتھ نبی اسرائیل میں بھیج دو۔ وہ لوگ ان سے مذاکرے کے قوانین اللہ کی طرف سے مذاکرے جانے لگا پھر ان لوگوں نے ایسا ہی کیا کہ نبی اسرائیل کو ان میں بھیج دو گئے۔ لہذا اللہ تعالیٰ نے ان پر طاعون بھیج دیا۔ جس میں ستر ہزار نبی اسرائیل مر گئے۔ (تفسیر درمختار صفحہ ۳۵۵ جلد ۳)

اس روایت میں یہ اضافہ ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلامؑ کی قیادت میں نبی اسرائیل نے حلف کر کے اور ان کے شہر میں داخل ہونے کا ارادہ ہی نہیں کیا پھر یہ واقعہ کیسے پیش آیا؟ حلف کرنے کا واقعہ تو حضرت پر علیہ السلام کے زمانہ میں پیش آیا

تھ۔ حضرت ابن عباسؓ سے ایک روایت میں بھی ہے کہ عظیم اہل یمن سے تھا اللہ تعالیٰ نے اس کو اپنی آیات عطا فرمائیں اور اس نے اس کو چھوڑ دیا اور حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ یہ شخص اپنی اسرائیل میں سے تھا، بہر حال یہ سب اہل اسرائیل سے ہیں کوئی پتہ نہ ملتا کہ انہیں پہنچتی۔ ایک قول یہ بھی ہے کہ حجہ حضرت عبداللہ بن عمروؓ سے مروی ہے کہ یہ آیت اسے بنی اہل الصلت کے بارے میں نازل ہوئی۔ وہ فرماتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے اسے اسلام کی دعوت دی اور اسے بسم اللہ السورۃ خمسین السورۃ جنہ۔ پس تسبیح و التقرآن الحکمیت۔ چنانچہ کہ شاید اس کا راء وہاں کا اسلام قبول کرے لیکن اسے دور کے واقعات کی خبر ملی تو اسلام کا راء چھوڑ دیا اور حاکم میں چلا کر گیا۔

یہ روایت درمنثور (مسوۃ) میں سنائی کہ جریر بن عبداللہ راء و طریق و غیر ہم کے خلاف سے نقل کی ہے نیز صاحب درمنثور نے کہا ہے یہ نقل کیا ہے کہ عظیم کو نبوت عطا کی تھی اس نے اپنی قوم سے دشمنی لے لی اور ان لوگوں نے یہ شرعہ کر کے دشمنی کی کہ انہیں اس کے حال پر چھوڑ دے اور نہ مشورہ دے مگر یہی امر بالمعروف اور نہی عن المنکر ذکر ہے چنانچہ اس نے ایسا ہی کیا۔

یہ روایت نقل کی ہے کہ جب حضرت انصاریؓ کا مہم عظیم اسلام سے اس قسم کے امور کا کار ہونا شرعی اصول کے مطابق نہ تھیں۔ بہر حال صاحب قصہ جو کہی ہو۔ اس کی تعیین پر آیت کی تفسیر موقوف نہیں ہے۔ جس شخص کا یہ اللہ ہے وہ اللہ پاک کی طرف سے آنکھ میں ڈال دیا گیا اور وہاں کا مہم اس نے دیا وہی زندگی کو ترجیح دی اور ان کی آیات کو چھوڑ دیا اور خواہشات کے پیچھے چل گیا لہذا اگر وہ ہوا ہی کو فرمایا وَلَوْ جِئْتُمُوهُمْ فَلْيَنْصَرُوا إِلَىٰ اللَّهِ وَرَسُولِهِ فَأَمَّا إِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّونَ اللَّهَ وَرَسُولَهُ

صاحب جلالین کہتے ہیں کہ جب عظیم بن ہامرا نے دشمنی کر حضرت موسیٰ علیہ السلام اور بنی اسرائیل کی قوم کے لئے جہاد کر دی تو اس کی زبان نکل کر کہنے لگی کہ میں اس کا حال یہ ہو گیا جیسے کہے کہ حال ہے کہ یہ ملکہ کہ جب بھی زبان کو نکال کر دیتا ہے اور اس کو چھوڑ دے رہو لیکن مصنف کہ جب بھی وہ اپنی زبان کو دیتا رہتا ہے۔ عظیم کا بھی ایسا ہی حال ہو گیا زبان نکلتی ہے کہے کی طرح دیتا تھا اور بعض مفسرین سے عظیم کی زبان باہر نکلتی کا ذکر نہیں کیا بلکہ میں فرمایا ہے کہ آیت شریفہ میں اسے کہنے کی اذیت سے تنبیہ دی ہے۔

کہنے کو تھک کر اور وہاں بھاگا کہ جب بھی زبان نکالے ہوئے دیتا رہتا ہے اور اس سے کچھ نہ کہ جب بھی اس کی زبان باہر ہے اور دل رہی ہے۔ مطلب یہ ہے کہ خواہ اہل کے اصرار اور مطلب دیا گیا جب سے شخص ذکر جس کا آیت میں ذکر ہے کہنے کی طرح سے ہو گیا کہ بہر حال میں ذلیل ہی ذلیل بنے جسے اور اذیت میں کہنے کی مثال دی گئی ہے۔

آیت شریفہ میں ہر اس شخص کی خدمت سے جس کو اللہ تعالیٰ اپنی آیات عطا فرمائے اور انہیں چھوڑ کر دنیا کا صلب بھر ہو جائے اور اپنی خواہش کے پیچھے چل جائے اور نہ کفر اختیار کرے اس لئے فرمایا ذَلِكُمْ مَثَلُ الْقَوْمِ الَّذِينَ كَذَبُوا بآيَاتِنَا۔ یہ ان لوگوں کی مثال ہے جنہوں نے ہماری آیات کو جھٹلایا ہے۔ پھر فرمایا:

فَأَقْصِبْ قَأْقِصِ الْقَصَصِ فَأَنْظِرْهُمْ لِتَغْفِرَ ذُنُوبَهُمْ تَاكْرُؤًا لِّرِجَالٍ مِّنْهُمْ لِيُحْكُمُوا

ذکرہ واقعات میں عبرت اور موقع تو سب ہی کے لئے ہے لیکن خاص کر یہود ہیں کے لئے اس اعتبار سے نصیحت اور عبرت حاصل کرنے کا موقعہ اور ہے کہ انہیں بنی اسرائیل کے پرانے واقعات معلوم تھے اور آنحضرتؐ سرور عالمؐ کو یہ واقعات کسی انسان نے نہیں بتائے تھے وہ واقعات آپ نے بتائے تو اس سے ظاہر ہو گیا کہ آپ کو ان کے راز سے بتائے گئے ہیں اور یہود اس کو یہ روایت سوچتا ہے کہ اگر واقعی وہیں اور خدا بہت جلدی سے کام نہ لیں تو ان کا خمیر انہیں ان دنوں ہی بیکار کر دے گا۔

۱۰۔ اہل بیتؑ میں کچھ روای اختیار کرنے کا کیا مطلب ہے اس کے بارے میں تفسیر قرطبی اور تفسیر درمنثور میں حضرت ابن عباسؓ سے نقل کیا ہے کہ مشرکین نے اللہ تعالیٰ کے ناموں سے مشق کر کے اپنے بتوں کے نام رکھ دیے تھے مثلاً اللہ سے ملاحت نکالا اور اللہ العزیز سے العزیز نکالا اور انسان سے مملکت نکالا اور بنی ہاشم سے اپنے بتوں کو ہاشم کہہ دیا اور درمنثور میں معمر بن عائشہؓ سے اس کی تفسیروں نقل کی ہے کہ بدخلون لیہا مالیس مہاشم یعنی اللہ کے ناموں میں ہاشم کا اضافہ کر دیتے ہیں جو اس کے نام نہیں ہیں۔

علامت کا اس پر اجماع ہے کہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ قطعی ہیں قرآن وحدیث میں جو اس کا نام لیا ہوئے ہیں ان کے ساتھ دوسرے ناموں سے اللہ کو صوفیہ نہ کیا جائے، بہت سے لوگ اللہ کے ہم مخلوق کے لئے استعمال کر دیتے ہیں اور وہ اس طرح سے کہ لفظ اللہ کو چھوڑ کر کسی کا نام بیٹے ہیں مثلاً عبدالرحمن کو رحمن صاحب اور عبدالغفار کو غفار صاحب اور عبدالغفور کو غفور صاحب کہہ کر پکارتے ہیں۔ اس سے حق کے ساتھ ہر چیز کو اللہ نام ہے۔

وَمِنْ خَلْقًا أَتَتْ يَهْدُونَ يَا حَقُّ وَ بِهِ يَعْبُدُونَ ۝ وَالَّذِينَ كَذَّبُوا بِآيَاتِنَا

اور جن کو ہم نے پیدا کیا وہی ایک جماعت تھی جس نے حق کے ساتھ عبادت کرنے میں ہمارے لئے کوئی ایسا حال نہ کیا جس سے ہماری آیات کو چھوڑ

سُتَدْرِجُهُمْ مِّنْ حَيْثُ لَا يَعْلَمُونَ ۝ وَأَهْلِي لَهُمْ ۖ إِنَّ كَيْدِي مَتِينٌ ۝ أَوَلَمْ

ہم ان کو اس طریقہ پر اہل دین سے کہہ کر ان کو گمراہی میں نہ کر دیں جنہیں ہم نے اہل حق سے الگ کر دی ہے۔ کیا ان لوگوں نے

يَتَذَكَّرُوا لِمَا بَصَّاهُمْ مِّنْ حَيْثُ ۖ إِنَّ هُوَ إِلَّا ذُنُوبٌ مُّبِينٌ ۝ أَوَلَمْ يُنظَرُوا فِي مَلَكُوتِ

ہمارے جس کی کہ ان کے صاحب کو کوئی عقوبت نہیں ہے۔ وہ تو صرف دیکھ کر خود ارادے والا ہے۔ کیا ان لوگوں نے آسمانوں

السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ وَمَا خَلَقَ اللَّهُ مِنْ شَيْءٍ ۖ وَأَنْ عَسَىٰ أَنْ يَكُونَ قَدِ اقْتَرَبَ إِلَيْهِمْ

اور زمین کی بادشاہت میں اور دوسری چیزوں میں اور جس کی ہر اللہ نے پیدا فرمائی ہیں اور ان بات میں کہ ان کی دین قریب آ چکی ہو۔

فِي أَيِّ حَيْثُ بَعْدَ يَوْمِئِذٍ يَوْمِئِذٍ ۝ مَنْ يُضِلِلِ اللَّهُ فَلَا هَادِيَ لَهُ ۖ وَيَذَرُهُمْ

سو اس کے بعد کبھی نہ آئے گا کسی کے لئے جو گمراہ کرے سو اسے کوئی ہدایت دے گا وہ بھی اور وہ انہیں

فِي طُغْيَانِهِمْ يَعْمَهُونَ ۝

گمراہی میں پھٹکے ہوئے چھوڑتا ہے۔

مکذبین کو ڈھیل دی جاتی ہے، اللہ جسے گمراہ کرے اسے کوئی ہدایت دینے والا نہیں

ان آیات میں اول قریب یا ان فرمایا کہ ہم نے جن لوگوں کو پہلے کیا ان میں ایک جماعت تھی جس نے حق کی ہدایت دینے والی ہے۔ یہ لوگ جن کی یاد تازہ ہے اور حق کے ساتھ مصافحہ کرتے ہیں۔ لفظ کا معنی ہوں اور ان لوگوں سب کو شامل ہے۔ ان میں بہت سے لوگ وہ ہیں جنہیں دوزخ کے لئے پیدا فرمایا ان کا ذکر قریب ہی گزر چکا ہے اور یہاں پھر تیسری بار فرمایا کہ ان میں جن کی یاد تازہ نہ ملے

موج کے موافق خضاب کرنے والے بھی ہیں۔

پھر آیات کی تفسیر کرنے والوں کے بارے میں فرمایا کہ ان کی جھوٹی پکائیں ہوتی ہیں سے وہ یہ سمجھیں کہ اللہ کے محبوب بندے ہیں مسلمان بھی ان کے خارجی حال کی طرح ان پر رشک نہ کریں۔ دنیا میں اچھے حال میں ہونا عین حقواریت کی دلیل نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ شانہ کا ایک عمومی قانون استدراج بھی ہے جس کا معنی یہ ہے کہ انسان اپنے گمراہ و لاعلمی میں ترقی کرتا چلا جاتا ہے اللہ تعالیٰ اس کو اپنا عمل دیکھتے رہتے ہیں اور اسے گمراہی نہیں ہوتی کہ سرے ساتھ کیا ہو۔ یہ اصل اس کے لئے حیرت انگیز کامیابی ہے اور پھر بھی دنیا میں بھی گرفت ہو جاتی ہے اور آخرت میں تو اہل کفر کی خستہ گرفت ہے ہی جس میں کوئی شک نہیں۔ اسلام کے دھارہوں میں جو سماج میں فرق ہیں ان کے ساتھ بھی استدراج ہو جاتا ہے۔ وہ اس ذمیل سے فائدہ اٹھاتے ہیں جو برافائدہ ہے۔ کیونکہ اس کے پیچھے خستہ گرفت آنے والی ہوتی ہے۔ اللہ کی ذمیل سے ہرگز کمائی یہ گرفت لڑانے کے لئے ایک تہذیب کا سرمایہ و تعلیمی لہجہ ان تکلیفی نہیں۔ (اور میں انہیں ذمیل دہا کا چونک میری تدبیر مضبوط ہے)

حضرت امیر بن عامر بیستہ روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جب تو یہ دیکھے کہ اللہ کی بندے کو اس کے گناہوں کے باوجود دنیا میں اس کی محبوب چیز یہ ہے۔ یا بچہ دوا استدراج ہے پھر رسول اللہ ﷺ نے (سورۃ الاحزاب کی آیت) فَلْيُتَابِعُوا فَاذْكُرُوا لَهُ اِنَّمَا يَذْكُرُ لَكُمْ وَلَكُمْ لُحْمٌ فَذْكُرُوا لَكُمْ (آفریکہ) اور اہل ایمان! اسکا مواضع سلو ۴۴۳) لفظ استدراج کا لہجہ ہے (معاذ پر چڑھنے کے معنی میں آتا ہے) اہل ایمان! وہی کو نصیحت ملتی رہتی ہیں تو وہ خوف خدا اور کفر آخرت سے غافل ہوتا چلا جاتا ہے۔ پھر آپ ﷺ پکڑ لیا جاتا ہے، چونکہ اصل غلی رشتی ہے اور وجہ بدچل سمجھتوں میں ترقی کرتا چلا جاتا ہے اس لئے اسکا استدراج سے تعمیر فرمایا ہے۔ اگلے بعد فرمایا تو انہیں خلف منکروا فذا بعضا جہنم قرین جہنم کہ موت تو میدان ہے وہاں جس جہنم کے اندر موجود ہے یعنی رسول اللہ ﷺ کیا اس کے بارے میں ان لوگوں نے غور نہیں کیا؟ یہ جہنم اور جہاد کرتے ہیں ان لوگوں کی کوئی کی دولت دیتے ہیں اور آخرت کی یاد دلاتے ہیں اور انہیں انجیل پر ان لوگوں کی طرف سے تکلیفیں پہنچتی ہیں اور اس صحت پر انہیں دیا کا کچھ شے حاصل نہیں یہ گمراہی کرنے کی بات ہے جسے اس صحت کا دیا میں کچھ اصل نہیں مگر اور ان لوگوں کو مستحب بھی رہتا ہے اسے کیا ضرورت ہے انکی صحت کرے وہ کوئی دیکھانٹیں اس کی سب باتیں صحت کی ہیں اس کے افعال و اعمال سب درست ہیں اس کے اخلاق و آداب کی خوبی کے سب معترف ہیں پھر اس کی دولت کو کہیں قبول نہیں کرتے؟ بعض لوگ خستہ میں آکر پڑ جاتے ہیں کہ بچے تھے ارشاد فرمایا کہ لوگو! کیا تم انہیں دیکھتے ہو؟ ہرگز آپ ان ہی میں سے تھے ان کے ساتھ رہتے تھے اس لئے آپ کے بارے میں صاحبہم (ان کا ساتھی) فرمایا۔

اِنْ غَوَّيْنَا فَلْيَقْرِضْهُمْ (میں وہ قرض طور پر دے رہا ہے) ان کی دولت کی یاد دہانی کا ہے۔

یہ باتیں سرخروں کو گمراہ ہیں جن کو اسے نہیں اور اہل ایمان کو یاد دہانی ہے۔ اہل ایمان دیکھتے ہیں اس کے بعد فرمایا تو انہیں بنظر و اہل فلک کون الشہوات و الاذخار۔ (کیا انہوں نے آسمان اور زمین کی بادشاہت میں غور نہیں کیا کہ وہ صلیقہ اظہار بنظر ہے) (اور آسمان و زمین کے علاوہ دوسری چیزیں جو ہیں اہل ایمان میں میں غور نہیں کیا) وَاَنْ غَسَقَ اَنْ يَنْجُوْنَ قَلْبُ الْغُفُورِ اِنْ يَنْجُوْنَ۔

(اور کیا انہوں نے اس پر غور نہیں کیا کہ ممکن ہے اصل قریب ہی آنچلی ہو مگر زمین کے بارے میں غور کرتے اور اللہ کی بادشاہت کے مظاہرہ دیکھتے اور دوسری مصوعات و ملکات میں تدبیر اور نظر کرتے تو کچھ لپٹے کہ ان چیزوں کا خالق مالک و مدبر و شریک ہے عظیم

ہے اور یہ سارا کرپہ کر کے لوگوں سے ہماری موت کا وقت قریب ہے موت کے بعد کے حالات کے لئے قرآن مجید میں ہر قسم کی موت کی زندگی کے لئے قیل کرتے ہیں پہلے ہی نے انھیں توحید کے بارے سے غافل رکھا تا قریبی ہوئے اور اس کے لئے قرآن مجید ہوئے آخر میں فرمایا قیامت عظیمہ بقلۃ یومینون ۵

ان کو قرآن صاف صاف باتیں بتا رہا ہے حق کا اعلان کرتا ہے اس کی رحمت میں کوئی پوشیدگی نہیں ہے اس کی فصاحت و بلاغت مسلم ہے اس سب کے باوجود جو لوگ سے نہیں مانتے آگے نہیں کیا انکار ہے اب اس کے بعد کوئی ایسی بات ہے جس پر وہ ایمان لائیں گے۔ اگر ماننا چاہتے تو بہت جلدی نہ کرتے اور ایک ماں گئے ہوتے دھچک لگاتے کہ اور کون جس سے اس لئے ہر حق سے منہ مڑے ہوئے ہیں۔ پھر فرمایا سن لیجیے اللہ قلیل غلطی نہ لے۔ (جیسے انکار کرے سو اسے کوئی دہانت دے دے اور انھیں)۔ وَتَلَوْنَهُمْ لَیْلَیْہُمْ یَعْلَمُونَ (اور اللہ نے انھیں چھوڑ رکھا ہے کہ وہ اپنی گمراہی میں جھک رہے ہیں) اگر اسی میں پڑے ہیں اگر کسی پر مریں گے تو دانی خطاب میں جتنا ہیں گے۔

یَسْأَلُونَكَ عَنِ السَّاعَةِ أَيَّانَ مُرْسِمُہَا قُلْ إِنَّمَا عِلْمُہَا عِنْدَ رَبِّیْ ۚ لَا یُجَلِّیْہَا لَوْ فُتِحَآ

اور آپ سے تو مسرت کے بارے میں سوال کرتے ہیں کہ اس کا کون سا دن ہے آپ کو اور پہنچے کہ اس کا علم صرف میرے ہی کے پاس ہے اس کے ساتھ

لَاَہُ مُوَبَّہٌ یُّغْلَظُ فِی السَّمَوٰتِ وَالْاَرْضِ ۚ لَآ تَأْتِیْکُمْ اِلَّا بَغْثَۃٌ ۚ یَسْأَلُوْنَکَ کَاَنَّکَ حَیْفٌ

بہت غور کرنا ہے کہ اس جانب میں اور میں میں ہوا میں پڑ جائے گی کہ اس کے پاس ایک ہی آجائے کہ آپ سے سوال کرتے ہیں کہ کون آپ کے بارے میں سوال

عَنِہَا قُلْ إِنَّمَا عِلْمُہَا عِنْدَ اللّٰہِ وَلٰکِنْ اَکْثَرُ النَّاسِ لَا یَعْلَمُونَ ۝

مسرت حاصل کر چکے ہیں، آپ کو اور پہنچے کہ اس کا علم صرف میرے ہی کے پاس ہے لیکن بہت سے لوگ نہیں جانتے

قیامت کے آنے کا وقت اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کو معلوم نہیں ہے وہ اچانک آجائیں گے چونکہ نبی اکرم ﷺ توحید کی رحمت کے ساتھ قیامت کے بارے میں بھی غور رہتے تھے اور اس کے سوال و جواب دیتے تھے اس لئے مشرکین قیامت کے بارے میں بھی طرح طرح کی باتیں نکالتے تھے وہ کہتے تھے کہ جب گل ہرگز ہماری نہ ہیں کہ چھڑا ہو جانے کا تو کیا ہم وہ بارہ دہرہ ہو گئے اور اس کی تکذیب کے لئے ہیں کہتے تھے غشیٰ ہذا الموعظین یختمون حدیثین (کہ قیامت آنے کا جو وعدہ ہے جب پورا ہوگا اس کا مطلب وقت پر پھر نہیں تھا۔ بلکہ قیامت کا انکار کرنا تھا حدیث اہل سے عدم قیامت اور عدم امکان پر استدلال کرتے تھے یہ ان کی حماقت تھی کسی چیز کا وہ نہیں آئندہ ممکن اور عدم قیامت کی دلیل نہیں ہے۔ رسول اللہ ﷺ سے کہتے تھے کہ بتائیے قیامت کب واقع ہوگی اور اس طرح سوال کرتے تھے کہ جیسے آپ کو اس کے بارے میں پورا علم ہے ان کے جواب میں فرمایا: لَمَّا عَلِمْتُہَا عِنْدَ اللّٰہِ (کہ اس کا علم اللہ ہی کے پاس ہے)

وَلٰکِنْ اَکْثَرُ النَّاسِ لَا یَعْلَمُونَ (لیکن بہت سے لوگ نہیں جانتے) کہ اللہ تعالیٰ نے اس کا علم صرف اپنے ہی لئے رکھا ہے کسی نبی یا فرشتہ کو نہیں دیا۔

ایک مرتبہ حضرت جبرائیل امین علیہ السلام انسانی صورت میں نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور چند سوال کے ضمن میں

ایہ سوال یہ تھا کہ قیامت کب آئے گی۔ آپ نے فرمایا: اِنَّ الْعَسْوَیَّ عَنْهَا عَلَّمَ مِنْ السَّائِلِ (جس سے سوال کیا گیا ہے وہ اس سے زیادہ سب سے زیادہ گھٹس ہے جس سے سوال کیا۔ (بخاری و مسلم)

یعنی اس پر سب سے زیادہ قریب وہ ہیں۔ صاحب روح المعانی لکھتے ہیں کہ سوال کرنے والوں کے سوال کا یہ مقصد ہو سکتا ہے کہ اگر واقعی سوال ہیں تو تمہیں صوبہ آپ بتا دیں گے کہ قیامت کب آئے گی۔ کیونکہ ان کے خیال میں نبوت کے کلام میں سے یہ بات بھی سچی کہ سورۃ قیامت کا حکم ہونا چاہئے اللہ تعالیٰ نے ان کی تردید فرمائی اور بتایا کہ اس کا علم صرف اللہ ہی کو ہے۔ رسول کا نہ پتا منصب رسالت کے خلاف نہیں ہے۔ ان کے الفاظ یہ ہیں: وَنَعَضْنَهُمْ یَزْعُمْنَ اَنْ الْعِلْمَ بِذَٰلِکَ مِنْ مَّظْهَرَاتِ الْاِسْمَالَةِ فَرَضَ الْاَسْوَیَّ ذَرِیْعَةُ الْمَسْئَلَةِ فِیْهَا۔ (اور بعض کا گمان یہ تھا کہ قیامت کا علم ہونا رسالت کے کلامات میں سے ہے اس لئے وہ قیامت کی متحقق ہونے کے رسالت کی صداقت جاننا چاہتے تھے)۔ (سورۃ احزاب ۵)

یہ جو فرمایا قیامت کب آئے گی اس کی تفصیل حدیث میں اس طرح وارد ہوئی ہے کہ قیامت اس حال میں آجائے گی کہ وہ مصلحتوں سے اپنے درمیان میں کپڑا کھول رکھا ہو گا اور اس کی طرف مروت کرنے نہ پائیں گے اور کپڑا کھینچ نہ پائیں گے کہ قیامت آجائے گی اور قیامت اس حال میں آجائے گی کہ کوئی شخص اپنی اونٹنی کا دودھ لے کر بیٹے گا اور وہ اس کی پیٹنے کی نہ پائے گا کہ قیامت آجائے گی اور کوئی شخص اپنا غرض لپہہ دہا ہو گا کہ قیامت آجائے گا اور وہ اس میں (اپنے جانوروں کو پانی بھی) نہ پائے گا اور کسی شخص نے اپنے منہ کی طرف لٹکائی رکھا ہو گا اور اسے کھانے کی نہ پائے گا کہ قیامت آجائے گی۔ (صحیح بخاری سورۃ احزاب ۴)

قُلْ اِنَّ اَمْرًا لِّیَنْفِیْ نَفْعًا وَّلَا فَضْرًا اِلَّا مَا شَاءَ اللّٰهُ وَاُوَلُّوْا کُنْتَ اَعْلَمُ الْغَیْبِ لَا تَسْتَكْثِرُ

آپ کرنا چاہتے کہ میں اپنی جان کے لئے کسی نفع اور ضرر کا مالک نہیں ہوں مگر اسی جتنا اللہ نے چاہا اور اگر میں غیب کا نہ جانتا تو بہت سے سوچتی

مِنَ الْغَیْرِ وَمَا مَسَّیَ الشُّوْءُ اِنْ اَنَا اِلَّا نَذِیْرٌ وَّبَشِیْرٌ لِّقَوْمٍ یُّؤْمِنُوْنَ

میں نے نہ نفع اور نہ کھلی دیکھی۔ میں تو ہیں لوگوں کو صرف بشارت دیتے ہیں اور ڈرانے والا ہوں نہ بھائی دیکھتے ہیں۔

آپ ﷺ فرما دیجئے کہ میں اپنے لئے کسی نفع اور ضرر کا مالک نہیں ہوں اور نہ غیب جانتا ہوں اس آیت میں اول قرآنی حکم ہے کہ غیب نہ فرما کر اصرار فرمایا کہ آپ کو ہوں کہ بتا دیں کہ میں اپنے لئے اور بھی نفع یا کسی ضرر کا مالک نہیں ہوں اللہ کی مشیت اور اس کی تقدیر کے ساتھ ہی مجھے نفع اور ضرر پہنچا ہے۔ مجھے اپنے نفع اور ضرر کے بارے میں کوئی اختیار نہیں ہے اس میں اللہ تعالیٰ نے آپ سے یہ صفت کر دیا یا تاکہ لوگ آپ کو اللہ کا بندہ سمجھیں اور یہ بھی یقین کریں کہ آپ کو نفع اور نقصان پہنچا ہے وہ صرف اللہ کی مشیت سے پہنچا ہے اور نقصان کے بارے میں آپ کو کوئی اختیار نہیں۔ بخدا کہ اللہ تعالیٰ نے جو علم اہم اور تدبیر بہت اور کوشش کا اختیار دیا ہے جس کے ذریعہ کچھ فائدہ ہوا یا تباہی کسی ضرر سے بچا جاتے ہیں اس طرح کا اختیار رسول اللہ ﷺ کو بھی تھا ان تدابیر اور اسباب کے اختیار کرنے اور استعمال میں اور اس کو کب دیتے ہے جو کچھ نفع حاصل ہوا یا تباہی یا ضرر ہو کوئی نقصان پہنچا ہوا ہے تو یہ سب اللہ کی مشیت کے تابع ہے خدا تعالیٰ ہی نہیں ہے بلکہ اِنَّا نَفْعُکَ اللّٰہُ کی یہ تعمیر اس صورت میں ہے جبکہ مشیت حاصل ہو۔ حال ہی خروج ہی وقت منشیہ مشیخۃ ہاں یمنی منی ذلک فلیضیٰ حزیبہ فلیکھ بنی شیبہ۔

اور اگر استصحاب منطقی لیا جائے تو اس کا یہ معنی ہوگا کہ جو کچھ اللہ تعالیٰ کی حیثیت ہے اس میں وہی ہوگا میرا اختیار کچھ بھی نہیں۔

(الرحیق المختوم صفحہ ۱۲۹ جلد ۱۹)

وَلَوْ كُنْتُمْ الْعِلْمَ الْعَلِيمَ لَأَسْتَحْضِرْتُمْ مِنْ الْغُيُوبِ مَا نَشِئْتُمْ هُنَا (یعنی آپ یہ بھی فرمادیں کہ اگر میں غیب کا علم جانتا ہوتا تو میں بہت سی چیزیں فراموش کر لیتا ہوتا۔ مجھے کوئی ناگوار چیز پیش نہ آتی) ظہیر کا سرخونہ کچھ سے پہلے ہی آکر ظہر ہو جائے کہ ان میں سے کوئی سرخونہ آئے ہوتا ہے تو پیچھے سے اس کی صورتیں اظہار کر لی جائیں کہ کتنے زیادہ سے زیادہ اور کلات مناشخ کے مواقع میں یہ رکھتے اہل دیوبند نے آئے ہاں سرخونہ وغیرہ کے لئے پوری کوشش کام میں لائی جائے لیکن حال یہ تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انکسیر تہی جاتی تھیں جس کا پہلے سے علم نہ ہوتا تھا جس کے واقعات کتب حدیث میں موجود ہیں۔ اِنْ اَلَا تَتَذَكَّرُوْا فَمَا يَكُوْنُ لَكُمْ يَوْمَ تَبْجَلُوْنَ ۝

(یعنی آپ یہ بھی فرما دیجئے کہ میں تو اس بارے میں ڈرا ہوں اور بشارت دینے والا ہوں ان لوگوں کے لئے جو ایمان لاتے ہیں اور بعد میں یقین کرتے ہیں)

اندر تاخیر کا کام ہر شریعہ یا شریعہ ضرر سے اس کا تعلق نہیں ہے اور دوسری اہم امر وہی ہے کہ علم کا حصول منصب نبوت سے ہے جو شخص کی اہمیت اور اسے کوئی تکلیف نہ پہنچے یہ کوئی شری یا کوئی قانون نہیں ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے علم غیب بھی اجابت کرنے والوں کی ترویج..... آیات بالا میں واضح طور پر تصریح ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا علم غیب کا علم نہیں تھا اور قیامت کا علم بھی تھا کہ رب نے اسے اور سورہ بقرہ میں بھی اس کی تصریح کر دی ہے بعد ازاں فرمایا قُلْ لَا اَمْلِكُ لَكُمْ عَذَابَ عِزٍّ اَوْ اِلٰهٍ ۚ وَلَا اَعْلَمُ الْغَيْبَ وَلَا اُنْزِلَ لَكُمْ مِنْ غُلُوْطٍ۔

(آپ فرمادیجئے کہ میں نہیں کہتا کہ میرے پاس اللہ کے نازل ہونے میں اور نہ غیب کو ہاں نہیں اور نہ میں اس سے یہ کہتا ہوں کہ میں فرشتہ ہوں یا اس میں شک نہیں کہ اللہ جل شانہ نے آپ کو علم نبویہ عطا فرماتے تھے اور آپ کو ساری مخلوق سے زیادہ علم عطا فرمایا لیکن یہ دعویٰ کرنا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا علم غیب کا علم نہیں تھا کہ قیامت کب آئے گی۔ اس کا بھی آپ کا علم تھا یہ دعویٰ باطل ہے قرآن وحدیث کی تصریحات کے خلاف ہے۔ حاکم علی قادری المشروسات الکبیر میں ما تہد لہا لہ الدین سیوطی سے نقل کرتے ہیں: وقد جہضہ بالکذب بعض من بدعی فی زماننا العلم وهو متشیع بعلوم بعض ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کان یعلم من علوم الساعۃ قبل انہ یقلد لہ فی حدیث جبریل ما المسئول بما علم من السائل فخرہ عن موضعہ وقال مصداقاً ما رواہ نعلیمہا وهذا من اعظم الجہول والصحیح الصحیف (الی ان قال) لم یقل فی الحدیث ما المسئول عنہا باعلم من السائل ہم کل سائل والمسئول عن الساعۃ هذا شأنہما ولكن ہولاء العلامۃ علیہم ان علم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لا یصلح لہما سواہ بسواہ فکل ما یعلمہ اللہ یعلمہ رسولہ واللہ تعالیٰ یقول ومن حولکم من الاعراب منافقون ومن اهل الملعونۃ مرفودوا علی السعۃ لا تعلمہم نحن نعلمہم وهذا فی براء فاوہی من اواخر ما نزل من القرآن هذا والعاقلون جبرائیل فی الملعونۃ انہی یحلفون۔

ترجمہ..... ہمارے زمانہ میں بعض ایسے لوگ جو علم غیب کا جبراً دعویٰ کرنے والے ہیں انہوں نے یہاں یہ اصولیات بیان کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا وقت معلوم تھا ان سے کہا گیا کہ حدیث میں آیا ہے کہ ما المسئول عنہا باعلم من السائل تو اس شخص نے اس کا معنی پلٹ دیا اور یہ مطلب بتا دیا کہ میں اور تو دونوں قیامت کے وقت کو جانتے ہیں۔ یہ بہت بڑا جھگڑا ہے اور بدترین تحریف ہے حدیث ما المسئول عنہا باعلم من السائل ہر سائل اور ہر مسئلہ کو مثال ہے قیامت کے بارے میں جو بھی کوئی سائل

بعدہ یعنی حضرت آدم علیہ السلام نے شرک نہیں کیا ان کے بارے میں آیت کا اہل حدیث میں شکر کا بیان ہے اور جو کہ حدیث میں ان کو ان کا حال بیان فرمادہ ہیں ان کے بعد آئے (اور شرک اختیار کیا)

اور ان کو شرک کا ذریعہ بنانے کی تردید..... مذکورہ بالا آیت سے معلوم ہوا کہ انسانوں میں اللہ کی پرورش اور ان کے ذمہ دہن کی امید اور ان کی موت کے بارے میں باپ افعال شرک میں مبتلا ہو جاتے ہیں شرک کی ابتداء بچے کے پیدا ہونے کی امید ہی سے شروع ہو جاتی ہے اس کے صحیح مسلم پیدا ہونے کے لئے ذریں مائے لکھے ہیں۔ یہ ذریں خیرات کے لئے بھی جاتی ہیں۔ مگر اب بچہ پیدا ہو جاتا ہے تو شرک کا مادہ رکھتے ہیں اور شرک کا کام کرتے ہیں۔

بعض حقائق میں اسے بچانے میں رکھا کر رکھتے ہیں اور اس کا نام رکھنا رکھ دیتے ہیں۔ یا کسی ہی اختیار کے نام پر کان پیچیدہ کرنا لایا دیتے ہیں اور ان کے کام بند ہو جاتے ہیں اور بعض لوگ قصداً انہیں اس کا ایسے نام رکھتے ہیں جو اسے عملی پر دلالت کرتے ہیں جیسے کھانا کھانا بیچنا۔

ان لوگوں کا یہ خیال ہوتا ہے کہ برا نام رکھیں گے تو ان کا جتنا برا ہے گا۔ اور یہ شرک افعال شیطان کے گھمنے سے اور بندوں کے پاس ہواں اور ماحول میں رہنے کی وجہ سے اختیار کرتے ہیں شرکین عرب شرک کا نام رکھا کرتے تھے۔ میدان مات، میدان فخری، میدان مال، میدان شہسازان جیسے نام ان لوگوں میں رہا کرتے تھے۔ نسلائی میں اب تک میدان کا نام رکھا ہوا ہے۔ یہ عرب شرک ہے۔ مسلمانوں کے نام ایسے ہونے چاہئیں جن سے عبادت کا مظاہرہ ہو اور نام سے یہ چٹکا ہو کہ یہ اللہ کا بند ہے۔ رسول اللہ کا کرشمہ ہے۔ مسعودی، ابن اسحاق، صاحب الاسماء، ابی اللہ عبد اللہ بن عبد اللہ بن حسن واصل، حارث وھمام و الطحاوی، حرب و مرقا (۱۰۷۱)۔

یعنی انہیں کے ناموں پر اپنے نام رکھو، ناموں میں اللہ کو سب سے زیادہ محبوب اللہ اللہ اللہ رکھو، یہ عرب سے زیادہ سچا نام دے کر سب کرنے والا اور نام (اللہ رکھنے والا) ہے اور سب سے زیادہ محبوب (بگ اور مرد) (کڑا) ہے۔

اللہ تعالیٰ کے سوا کسی سے پہلے خدا اللہ کا کہنے بچوں کے نام رکھیں اور اسے ناموں سے پرہیز کریں۔

حضرت سراقہ تابعی نے فرمایا کہ حضرت عمرؓ نے مجھ سے پوچھا کہ تم کون ہو؟ میں نے کہا کہ میں سراقہ بن ابی اجداس ہوں حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے کہ اجداس شیطان کا نام ہے۔ (۱۰۷۱)۔

اس کا سنی بھی قراب ہے کیونکہ جس کے نام کان لکھے ہوں عربی میں اسے اجداس کہا جاتا ہے۔

حضرت ابو العباسؓ سے روایت ہے کہ اگر اللہ فرما دے کہ رسول اللہ ﷺ نے تم کو قیامت کے دن اپنے ناموں سے اللہ کے ناموں سے پکارے گا کہ تم اپنے نام سے کہو۔ (۱۰۷۱)۔

أَيُّكُمْ كَفَرٌ ۚ مَا لَا يَخْلُقُ شَيْئًا وَهُمْ يُخْلَقُونَ ۖ وَلَا يَسْتَبِقُونَ ۖ لَهُمْ نَصْرًا وَلَا أَنْفُسُهُمْ

یہ سناؤ کہ ان کو شریک دیتے ہیں جو کہ پیدا نہیں کرتے اور وہ پیدا کئے جاتے ہیں اور وہ ان کی مدد پر تھکتے ہیں اور ان کے لئے اللہ جہاں کی

يَنْصُرُونَ ۚ وَإِنْ كَذَّبُوهُمْ إِلَى الْهُدَىٰ لَا يَبْتَغُوا لَهُمْ سِوَاءَ عَلَيْهِمْ أَدْعَوْهُمْ أَمْ لَا

اور ان کو بھٹکتے ہیں۔ اور اگر تم ان کو چاہتے ہو تو ان کی طرف جانا تو تمہارے لئے کچھ بات نہیں ہے۔ یہ ہے تم ان کو پکارنا

مہبت نہ ہو، مطلب یہ ہے کہ معبودوں یا اللہ اور ان کی پرستش کرنے والے آپ کو ذرا بھی نقصان نہیں پہنچا سکتے، شرکین چونکہ اپنے معبودوں کے لئے اور نہ اس کے اوقات تھے کہ انہی سورۃ اور سورۃ اخلاص کے الفاظ میں خود کو (اس کے لئے) دے دے، ان کو بھی یہ یاد کرنا کہ معبود جو کچھ کر سکتے ہو کر نہیں۔ ان لوگوں کا کلمہ ظاہر فرما کر ساتھ ہی معبود عقلی کا ذکر کیا، جو تاہم ان کو کلمہ عبادی ہے جس نے کتاب، ان کو فرمایا اور وہ اپنے ایک بندہ کی مدد فرماتا ہے اور ان کی حفاظت اور حمایت فرماتا ہے۔ جو اس کا سوا کیا وہ اپنے اُمرت میں اس کی حفاظت فرماتا ہے، وہو یولی الفضلین۔

خُذِ الْعَفْوَ وَأْمُرْ بِالْعُرْفِ وَأَعْرِضْ عَنِ الْجَاهِلِينَ ﴿۱۰۰﴾ وَإِنَّا يَنْزِعُكَ مِنَ الشَّيْطَانِ نُزْجًا

عاف: نہ کر، چیز: کچھ اور چاہے کوسوں کا فاصلہ ہو، جہل: جاہلوں سے کلمہ کہتے اور اگر آپ کو شیطان کی طرف سے کوئی دھمکا

فَاسْتَعِذْ بِاللّٰهِ إِنَّهُ سَمِيعٌ عَلِيمٌ ﴿۱۰۱﴾

تھو توئی پر، اور کچھ: اس سے، اللہ سے ہے۔

اخلاق عالیہ کی تلقین اور شیطان کے دوسرے آنے پر اللہ تعالیٰ کی پناہ لینے کا حکم

دیکھو آیت میں تین باتوں کا حکم دیا۔ اول یہ کہ معاف کیا جائے۔ دوسرا یہ کہ بھولی کا حکم کیجئے اور تیسرا یہ کہ جاہلوں سے اجتناب کیجئے۔ اس آیت شریفہ میں تمام اخلاقی بات فرماتے ہیں۔ سب سے پہلی بات (سورۃ ۱۰۱) اللہ (عز و جل) حضرت محمد اللہ بن مریم سے نقل کیا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کو حکم دیا ہے کہ لوگوں کے ساتھ برتاؤ کرنے میں معافی کو اختیار فرمائیں۔ چھبر ابن کثیر (مجلد ۲ ص ۱۰۲) اس آیت کے تحت ہا، نازل ہوئی تو رسول اللہ ﷺ نے حضرت جبریل سے اس آیت کا کیا مطلب ہے؟ حضرت جبریل نے جواب دیا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو نصیحت کیا ہے کہ آپ پر جو شخص غم کرے اس کو معاف فرمائیں اور جو شخص آپ کو خدا سے اس کو معاف فرمائیں اور جو شخص آپ سے قطع تعلیق کرے اس سے قطع جواز ہے۔ حضرت عقبہ بن عامر نے بیان فرمایا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے ملاقات کی اور آپ کا قصہ بیان فرمایا کہ آپ کا رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے عقبہ جو شخص تم سے قطع تو اس سے قطع جواز ہے اور جو شخص تم سے قطع کرے اس سے قطع جواز ہے اور جو شخص تم سے قطع کرے اس سے قطع جواز ہے۔ چنانچہ انسان کو اپنی عقل سے بھی اس کا حواج میل چل جاتا ہے اس لئے وہ کچھ نہیں دے سکتا۔ جب مل میں کر رہے ہو تو اب اس سے اور پرانی سے دشت وادوں سے اور دوسرے لوگوں سے چھٹوں سے اور بڑوں سے واسطہ نہ لگے گا۔ جب حقوق سے قطع ہوگا تو ان سے تعلقیں بھی پھٹیں گی اور حواج کے خلاف بھی باتیں پیش آئیں گی، چھٹوں سے بھی تعلقیں ہوں گی بڑوں سے بھی کوئی باتیں ہوں گی۔ یہ تکلیف ہیں ان پر صبر کرنا اور اگر نہ صبر نہ آئے تو اس سے کہہ کر بعض حالات میں بدل لینا بھی جائز ہے۔ لیکن جتنی تکلیف ہوگی اتنی قدر بدل لینا چاہئے کہ اگر زیادتی کر دی تو اب یہ خود غلام ہو جائے گا۔

سورۃ شوریٰ میں فرمایا:

وَأَجْرًا مِّنْهُنَّ مِمَّا كَفَّلْنَا لَكُمْ عَقَابًا وَأَصْلَحَ فَأَعْرِضْ عَلَى اللَّهِ إِنَّهُ لَا يُغْنِي الْعَالَمِينَ وَلَنْ تَضُرَّ نَفْسًا ظَلَمَهُ فَاوْلَاكُم مَّا عَلَيْهِمْ مِّنْ نَّبِيٍّ فَمَا السَّيِّئُ عَلَى الْبَاطِلِ يُفْلِكُونَ النَّاسَ وَيَخْفُونَ فِي الْأَرْضِ بِغَيْرِ الْحَقِّ لَوْلَاكَ لَهْمُ عَذَابُ النَّارِ وَلَنْ يَصْرَوْا عَفْرَانِ ذَلِكَ لِمَنْ عَزَمَ الْأُمُورُ

ترجمہ اور ان کا بدلہ برائی سے کسی برائی اور جو شخص معاف کرے اور اس کے لئے کہ تو اس کا ثواب اللہ کے ذمہ ہے واقعی اللہ تو خاصوں کو پسند نہیں کرتا اور جو شخص اپنے اور علم پر چلتے کے بعد بار بار دل سے لے جائیے گا تو اس کو کوئی اثر نہیں ہوگا اور وہ ان باتوں پر سے جو لوگوں پر ظلم کرتے ہیں اور اس واقعہ یا اس سرگرمی کرتے ہیں انہوں کے لئے مردانہ کہ عذاب سے اور جو شخص صبر کرے اور معاف کرے۔ یہ ایسا ہے جسے ہم سے کہہ سکتے ہیں (ہے)۔

معاف نہ کرنے کی طبیعت بہت ہے (اور ان ہی موقع پر معاف کرنا حکمت اور مصلحت کے خلاف بہت دوسری بات ہے)۔ انہوں کے نفس میں بدلہ لینے کا جذبہ بہت ہے اس کی وجہ سے معاف کرنا آسان نہیں ہوتا لیکن جس سے شخص پر ظلم پایا اور معاف کرنے پر آمادہ کرنا اس کے لئے معاف کرنا آسان ہو جاتا ہے۔ معاف کرنے میں عفو کو تکلیف ہوتی ہے لیکن اس کا اثر بھی بہت ہے اور مرتبہ بھی بہت زیادہ ہے اس لئے فرمایا ہے فمن عاف عاقلہ فاعفوا علیہ اور فرمایا اللعن حسروہ عفو ان ذلالت لعن عزم الاخوان۔ جو شخص بدلہ لینے پر آمادہ نہ ہو معاف کرنے کے لئے بھی یہ نہ تو آپ کی چیز ہے لیکن جو شخص انعام لینے کی قدرت ہوتے ہوئے بھی معاف کر دے اس کا مرتبہ بہت زیادہ ہے۔ حضرت ابو ہریرہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ مومن بن عمران (رسول نبی) اسرا نہیں لیا اسلام نے عرض کیا کہ سب آپ کے بندوں میں آپ کے نزدیک سب سے زیادہ مزاج کون ہے؟ اللہ تعالیٰ شانہ نے جواب دیا کہ جو شخص قدرت رکھتے ہوئے عقل مند ہے۔ (ابو یوسف فی القیامہ، ج ۱، ص ۳۷۰)

حضرت یوسف علیہ السلام کا بھائیوں کو معاف فرماتا حضرت یوسف علیہ السلام کا والد مشہور و معروف ہے۔ بھائیوں نے انہیں کوٹلیں میں ڈال دیں اور چند لوگوں نے عرض نہیں کیا، یا محمد جب برسوں کے بعد ہم میں ان کے پاس حاضر ہوئے اور کہنے لگے کہ تم خطا کار تھے تو انہوں نے جواب میں فرمایا:

لَا تَقْرَبْ عَلَيْهِمْ الْيَوْمَ يَغْفِرُ اللَّهُ لَكُمْ وَغُفِرَ لَكُمْ الْيَوْمَ۔

(یوسف نے فرمایا کہ تم پر آج کوئی الزام نہیں، اللہ تعالیٰ تمہارا قصور معاف کرے اور وہ سب میرا نواسہ سے زیادہ عزیز ہے)۔ فتح مکہ کے دن رسول اللہ ﷺ کا اہل مکہ سے برتاؤ..... سیدہ ولیدہ بنت اسلم رضی اللہ عنہا نے سلم کے ساتھ مکہ والوں سے کیا کہو نہ کیا کہی کہی نکلیں، میں آپ کو کہہ کر مجھ کو نہ پہچانے پر مجبور کیا۔ یا محمد جب آپ فتح مکہ کے موقع پر صحابہ کے ساتھ تشریف لے گئے اور مکہ معظمہ فتح ہو گیا تو آپ نے فرمایا کہ تم لوگ کیا خیال کرتے ہو میں تمہارے ساتھ کیا معاملہ کروں گا مال کے لئے کہا کہ آج تمہو نے زانیہ معصومہ کو آپ کریم بھائی میں کریم بھائی کے بیٹے میں آپ نے ان کو ہی جواب دیا جو یوسف علیہ السلام نے اپنے بھائیوں کو جواب دیا اور فرمایا لَا تَقْرَبْ عَلَيْهِمْ الْيَوْمَ۔

حقیقت اخلاق عالیہ سے اہل حق پیٹتے ہیں اور ان کے ذریعہ اسلام کی دعوت عام ہوتی ہے۔ اخلاق عالیہ میں معافی اور درگزر کرنے کا درس ہے۔ حضرت عائشہ نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنی جان کے لئے کسی بھی بارے میں کوئی انعام نہیں چاہا جن چیزوں کو اللہ تعالیٰ نے مجھ پر آمادہ کیا ہے ان کی ہر قسم کوئی حق تو آپ انعام لے لیتے تھے۔ (ابو ہریریہ، مسلم)

حضرت عائشہ نے یہ بھی فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ کو تھے ہونے تکلیف فتن کی اختیار کرتے تھے تاہم ان میں شرم سے تھے اور برائی کا بدلہ برائی سے نہ دیتے تھے بلکہ معاف فرماتے تھے اور گزرتے تھے۔ (ابو ہریریہ)

حضرت انس رضی اللہ عنہ نے بیان فرمایا ہے کہ میں نے آٹھ سال کی عمر سے اس سال رسول اللہ ﷺ کی خدمت کی آپ نے مجھے کسی ایسے

تکلف نہ کرے، یہ اس سے حاصل نہیں فرمائی نہ میرے ہاتھوں نہ میرا ہوا کہ آپ کے گھر والوں میں کوئی شخص مدد کرنے تک نہ فرماتے تھے کہ اسے چھوڑ دیکر جو چیز مقدس ہو چکی ہو وہی لی جاتی۔ (مشکوۃ المصابیح صفحہ ۵۱۹)

حضرت امہات بنی عمر رضی اللہ عنہا نے بیان فرمایا کہ ایک شخص نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم میں حاضر ہوا اس نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ! (ﷺ) ہم خیمہ کو کتنی مرتبہ معاف کریں۔ آپ نے خاموشی اختیار فرمائی۔ اس نے پھر اپنی بات دہرائی، آپ پھر نہ مولیٰ رہے۔ اس نے تیسری مرتبہ پھر مولیٰ کہ تو آپ نے فرمایا وہ ستر بار معاف کرو۔ (ابوداؤد، کنز العمال صفحہ ۲۴۴)

فائدہ..... معاف کرنے کی فضیلت اور ضرورت جماعہ چاہاں کی تھی اس کا یہ مطلب نہ سمجھا جائے کہ بچوں اور خاندانوں کو شرم نہ دے، کسی طرح چھوڑ دیا جائے اور ان کی تربیت نہ کی جائے، بلکہ تربیت بھی کی جائے اور درگزر بھی کیا جائے۔ آخر کوئی سزا دی جائے تو اپنا فخر اٹھائے اور انکام کے لئے نہ ہو بلکہ ان کی خیر خواہی مقصود ہو۔ سوچ سمجھ کر بقدر ضرورت سزا دی جائے اور یہ دیکھ لیا جائے کہ یہ سزا علیحدہ ہوگی یا معاف کر دی جائے گا تو نہ کیا جائے تو یہ بھی غلط نہیں ہے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا انفق علی عیالک من طولک ولا تسرف علیہم عیالک اللہ واولیہم فی اللہ (ابوہریرہ رضی اللہ عنہما)۔ (ابوہریرہ سے روایت ہے کہ آپ نے عیال پر اپنا مال خرچ کر دیا ان سے ان کی اللہ کرمت دیکھو جس کی وجہ سے وہ تمہاری گرفت سے مطمئن ہو جائیں اور انکام خداوندی کو فراموش نہ کریں اور انہیں اللہ تعالیٰ کے احکام و قوانین کے بارے میں ڈراتے رہیں۔) (ابوہریرہ رضی اللہ عنہما ص ۱۷۱)

اسرار المعروف..... آیت ہلالہ میں دوسری ہیئت میں فرمائی و انفسہم بالعرفان یعنی یہاں بھی اس کا تصور ہے بھی مگر اسباق اور فعل کی اہم اور محاسن العال میں سے ہے اور دین اسلام میں اسرار المعروف اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی بہت ہی فضیلت ہے جس کے بارے میں ہم شخص سے سزا و آل عمران کی آیت وَلَقَدْ كُنْزْنَكُمْ أَمْثَلَ ثَلَاثُونَ أَلْفًا الْغَنِيِّ وَالْمُتَوَزُّونَ بِالْعُرْفِ كَيْدَلٍ میں سمجھ چکے ہیں۔

جاہلوں سے اعراض کرنا..... تیسری ہیئت میں فرمائی وَالْعُرْفُ عَنْ الْجَاهِلِينَ (اور جاہلوں سے اعراض کرنا) یہ بھی بہت اہم ہیئت ہے اور اس پر عمل کرنے سے مومن بدو اپنے گمراہی کے شر سے اور جاہلوں کے شر سے محفوظ رہتا ہے۔ سوال جواب اس قسم تک محدود رہے تو مناسب رہتا ہے اور جاہلوں سے سوال جواب اور بحث کی جانے تو وقت بھی ضائع ہوتا ہے اور جاہل اپنی جہالت کی وجہ سے ہم کو کھاموش کر کے یہ کہتا ہے کہ میں جیت گیا۔ صاحب علم کے اخلاق کا غلط میں یہ بھی شامل ہے کہ جاہلوں سے نہ اچھے اور نہ سے دور رہے اور جاہل کی طرف سے کوئی زیادتی ہو تو اسے برداشت کرے اور درگزر کر دے۔ مگر اگر جس کے چاہنا ان العال و اقوال اور اطوار و عادات کا مقابلہ کرے گا تو علم کا کام چھوڑ دینا چاہیے گا اور جاہلوں ہی سے لڑنا ہے گا۔ اگر کوئی جاہل شخص شرعی مسئلہ پر دیکھ تو اسے بتا دے لیکن اس سے بحث نہ کرے نہ اسے بحث کرنے دے۔ جاہل کو نہ لگانے میں اپنی آبرو کا نقصان ہے اور علمی کاموں سے بھی حرمان ہے۔

شیطان کے دوسروں سے اللہ کی پناہ لینے کا حکم..... دوسری آیت میں ارشاد فرمایا وَاصْبِرْ عَنِ الشَّيْطَانِ نَزْعَ طَائِفَتٍ بِاللَّهِ إِنَّهُ سَمِيعٌ عَلِيمٌ (اور اگر شیطان کی طرف سے آپ کو کوئی سوسائے لگے تو اللہ کی پناہ مانگ لیجئے یا شہدائے اللہ اور جو نئے نکالے گئے۔)

[illegible]

سورۃ الفلق میں جو من شر الفوسوس الحاسوس الفلق یومنون فی خلقہ والناس من اللہ والناس قرۃ یاں میں بات کا ذکر ہے کہ شیطان جو سورۃ الفلق پڑھتا ہے اور اللہ کا ذکر کرتے ہوئے کہتا ہے کہ میں اللہ سے ہوں اور اللہ ہی ہے۔

فلا ھم یفزعون یعنی تو ہی اختیار کرنے والے جب شیطان کا سوا ہے یا اللہ کا پادشاہ ہے تو اس سے فرار ہو کر جاتے ہیں اور انھیں کھل جاتی ہیں۔ شیطان کی شرارت سے فرار صحیح ہو جاتی ہے اور لفظ صواب کا یہ جمل جاتا ہے۔

حقیقۃً کا ذکر فرماتے کے بعد ان لوگوں کا ذکر فرمایا جو شیطانوں کے بھائی ہیں یعنی ان کے ساتھ ان کا خاص تعلق ہے اور شیطان کے دوسروں سے کٹ جاتے۔ بلکہ ان پر عمل کرتے ہیں۔ جب ان کا یہ حال ہے تو شیطان ان کو گمراہی میں رہا کر بیٹھے جاتے ہیں اور ان کو گمراہ کرنے اور گمراہی میں رہنے سے روکنے کے بارے میں کوئی نہیں کرتے اور یہ بالکل ناخبر بات ہے کہ جس نے شیطان کا تقوا کا ساتھ دیا تو اس کی بات کو نہ کرنا اور اس کو برا نہ کہنا اور اس سے راستہ پر چلا کر جانا اور اسے دوزخ میں پہنچا کر گمراہ نہ کرنا۔

وَلَا تَمْنُنْ عَلَيْهِمْ بِآيَةٍ قَالُوا لَوْلَا اجْتَبَيْتَهَا قُلْ إِنَّمَا أَتَّبِعُ مَا يُؤْتَىٰ

۱۰۔ جب آپ اپنے ہم جہیل غلاموں کو کہتے ہیں کہ آپ نے جو کلمہ پڑھا ہے وہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو فرما دیا ہے تو ان کے جواب میں کہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اس کلمہ کو آپ کو فرمایا ہے اور آپ نے اس کو پڑھا ہے۔

ثُمَّ هَذَا بَصَائِرُ مِنْ رَبِّكُمْ وَهُدًى وَرَحْمَةٌ لِقَوْمٍ يُؤْمِنُونَ ﴿٥٠﴾

طریقہ کار، اس کے علاوہ ان کی تعلیم اور تربیت کے لئے کامیابی ہے۔

قرآن کی معجزات طلب کرنے والوں کو جواب

آنحضرت سرور عالم ﷺ اور اہل بیت کے ساتھ وصیت فرماتے تھے حق پکارتے کے لئے سب سے بڑی چیز اور اہل مصلحت کی بات کے باوجود اللہ جل شانہ کی طرف سے تجلات کا ظہور بھی نہ ہوا رہتا تھا لیکن معاف نہ کیجئے تھے کہ جو ظہور ہم چاہیں ایسا ظہور نہ ہوتا چاہئے۔ رسول اللہ ﷺ کے اقتدار میں سب ظاہر کرنا تھا نہ جل شانہ کی جب مشیت ہوتی تھی تو ظہور سے ظاہر ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ شانہ چاہتا تو لوگوں کے فرائضی سبھی ظاہر فرما دیتا لیکن اللہ تعالیٰ کسی کو چاہتا نہیں کہ لوگوں کے مطابق سب ظہور ظاہر فرماتے پھر ان لوگوں کا فرائضی سبھی ظاہر کرنا بھی ہوتا، اللہ تعالیٰ کے طور پر تو حق قبول کرنا مقصود اللہ تعالیٰ نے سب ظہورات کو چاہا، دیتے تھے۔ بعض مرتبہ ایسا لوگ سب ظہور ظاہر کرنے سے روک دیتے، ان کا فرائضی سبھی ظاہر نہ ہوتا لیکن ہر حال میں اللہ تعالیٰ نے سب ظہورات کو چاہا، دیتے تھے۔

آیت کریمہ: **وَاللّٰهُ تَعَالٰی فَرَّادٌ لَا يُخَيَّبُهَا** میں مسلمانوں کا شر پھیلانا اور افسوس توکل فرمایا ہے کہ آپ نبوت کے بعد

جس نے آپ سے کوئی تجویز یا خبر نہ کر لی اور مطلب تھا کہ اللہ تعالیٰ سے کہیں یہ بات نہ منوال تاکہ وہ اس پر مبنی تجویز یا خبر نہ کرے جس کے جواب میں فرمایا: فَقُلْ أَصْحَابُ قُلُوبٍ مِّنْ دُونِ (آپ نہ مانگتے کہ میں صرف اسی کا اتباع کرتا ہوں جو میری طرف سے میری طرف دی گئی جاتی ہے، مطلب یہ ہے کہ میرا کام تو یہی ہے کہ وہی کا اتباع کروں۔ میرے ہاتھ میں تجویز کا خارجہ نہیں ہے اور فرمائی تجویز یا خبر وہی ہے جسے میں اپنی ہی قبول کرنے کو مستوف رکھتا ہوں۔ یہ ضرور ہوتا ہے۔ بہت سے مجاہدات خارجہ ہو چکے ہیں لیکن قرآن میں نہیں ملتا۔

قرآن میں بصیرت کی باتیں ہیں اور وہ درست اور ہدایت ہے۔ جسے حق قبول کرتا ہو اس کے لئے قرآن کریم ہی بہت بڑا تجویز ہے۔ فَلْيَكُنْ لِلْجَنَّةِ وَجْهٌ مُّوَدِّعٌ لِّمَنِ ارْتَضَىٰ مِنْهُمْ وَوَجْهٌ لِّمَنِ ارْتَضَىٰ مِنْهُمْ (آپ تمہارے مدد کی طرف سے بصیرت کی باتیں ہیں تاکہ یہ بھی لے کر آئے اور غلطی و درغبتہ لغو نہ ہو مومن) اور یہ قرآن میں لوگوں کے لئے ہدایت اور درست ہے جو ایمان لاتے ہیں۔

وَإِذَا قُرِئَ الْقُرْآنُ فَاسْتَمِعُوا لَهُ وَأَنْصِتُوا لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُونَ ﴿۷﴾

اور جب قرآن پڑھا جائے تو اسے سنو اور خاموش رہو تاکہ تم کو رحم فرما دے۔

قرآن مجید پڑھنے اور سننے کے احکام و آداب

ان آیات میں قرآن مجید سننے کا حکم فرمایا ہے اور بعض احکام آداب اور شرائط ملے ہیں۔ پہلے تو یہ فرمایا کہ جب قرآن پڑھا جائے تو اسے دھیان سے سنو اور خاموش رہو اور اللہ قرآن پڑھنے والے کو اپنے قرآن پڑھنے میں اس کا خیال نہ کرے کہ جن کانوں میں آواز پہنچ رہی ہے وہ لوگ کام کاج اور بیس میں مشغول نہیں ہیں۔ اگر لوگ اپنے کانوں میں مصروف ہوں یا سو رہے ہوں تو کوئی آواز میں عداوت نہ کرے کیونکہ کام میں لگے ہوئے لوگ قرآن مجید کی طرف توجہ نہیں کر سکتے۔ پڑھنے والے پر لازم ہے کہ ایسی صورت حال پیدا نہ کرے کہ حاضرین کے کانوں میں قرآن مجید کی آواز آ رہی ہو اور کام کاج کی مشغولیت کی وجہ سے قرآن مجید سننے کی طرف توجہ نہ کر سکیں۔ قاری جب یہ دیکھے کہ توجہ سے سننے والے موجود ہیں تو خود کی آواز سے عداوت نہ کرے، جو لوگ مشغول نہیں ہیں ان پر لازم ہے کہ خاموش رہیں اور دھیان لگا کر سنیں اگرچہ سمجھتے بھی نہ ہوں۔ قرآن پڑھا ہوا یا ہوا رہا تھا کہ ہے ہیں یہ قرآن مجید کی سبب الہی ہے یہ حکم کہ جب قرآن مجید پڑھا جائے تو نہ موش، نہ بول، نہ دھیان سے سنو اور نہ خارجہ نمازیوں کو شامل ہے جو لوگ امام کے پیچھے نماز میں کھڑے ہوں ان کے لئے تو داخل ہونے کا موقع بھی نہیں ہے۔ گناہ بار اور گناہان چھوڑ کر آتے ہیں مسجد میں موجود ہیں اور جب نماز میں بیٹھا یا کھڑا کوئی کام بھی نہیں کر سکتے۔ پھر امام کی قرأت کی طرف توجہ نہ ہونے کی وجہ سے غم کی بات ہے۔

امام کے پیچھے خاموش رہنے کا حکم اور امام ابو حنیفہ کا مذہب حضرت امام ابو حنیفہ کے نزدیک مقتدی کو امام کے پیچھے سورۃ فاتحہ یا کوئی سورت پڑھنا منسوب ہے۔

آیت اللہ میں قرآن مجید کی تلاوت کے لئے اور عداوت کے لئے جو حکم فرمایا ہے یہ حکم نماز کی مشغولیت کے وقت کو اور خارجہ نماز کو امام سے توجہ سے مستحق مسلم صرف یہاں جدا نہیں ہے کہ حضرت علیؑ نے اور شریف فرمایا وَالْعَصَا اَصْحَابُهَا (جب امام پڑھتے تو خاموش رہو) امام مسلم نے صرف اس حدیث کی تخریج کی بلکہ باہر سے بھی لے کر آیا کہ یہ حدیث صحیح ہے اس کے الفاظ بھی عام ہیں۔

یعنی وہ کسی حد تک اس میں شامل ہیں۔

امام کے پیچھے قرأت نہ پڑھنے کے بارے میں حضرات صحابہ کے ارشادات..... حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے امر بالمعروف نہ کی امام ابوحنیفہ کے مسلک کی تابع رہتی ہے۔ حضرت ذہبی کی عبارت یہ ہے: حضرت عطاء بن یسار تابعی نے امام کے ساتھ قرأت نہ پڑھنے کے بارے میں دریافت کیا تو انہوں نے فرمایا لا قراءۃ مع الامام فی شیء (کبھی علم میں، سمجھا) یعنی امام کے ساتھ نماز میں کوئی بھی قرأت نہیں۔

حضرت یار بن محمد: نے فرمایا من صلی رکعة لم یقرأ فیہا بقم القرآن فلم یصل الا ان یكون وراء الامام (سنن ترمذی باب ما یجوز ان یقرأ خلف الامام واما یقرأ بہ) (۱)

یعنی جس شخص نے کوئی رکعت پڑھی جس میں قرآن (سورۃ فاتحہ) نہ پڑھی تو اس نے نماز نہیں پڑھی امام کے پیچھے ہو کر امام کے پیچھے ہوتا سورۃ فاتحہ پڑھے امام ترمذی فرماتے ہیں کہ یہ حدیث حسن ہے اور یہ بھی فرماتے ہیں کہ امام احمد بن حنبل نے اس حدیث سے استدلال کیا ہے کہ لا حصولۃ للامن لم یقرأ بفاتحة الكتاب تبہ نماز پڑھنے والے کے لئے یہ حدیث احمد و ہذا جل من اصحاب النبی ﷺ قال قول النبی ﷺ لا حصولۃ للامن لم یقرأ بفاتحة الكتاب ان هذا اذا كان وحده۔

شرح معانی آثار الامام الطحاوی: باب الفراء لا خلف الامام (میں حضرت علیؓ سے مروی ہے کہ من قراء خلف الامام فلیس علی الفطوة) (جو شخص امام کے پیچھے قرأت پڑھے وہ حضرت پر نہیں ہے) حضرت عطاء بن یسار نے فرمایا احصت للفراء فان لم یصلوا فلیس علیک فایک الامام (قرأت کے لئے خاموش ہو جاؤ کیونکہ نماز میں مشغولیت ہے اور اس بارے میں بہم تہداری طرف سے کافی ہے) نیز حضرت عطاء بن یسار نے فرمایا لیت المذی یقرأ خلف الامام فلیس بعد قراء (کاش اس کے بعد میں جی بھری جاتی جہاں امام کے پیچھے پڑھتا ہے)

حضرت ابن عباسؓ سے ابوہریرہؓ نے دریافت کیا کیا امام کے پیچھے پڑھوں؟ تو جواب میں فرمایا کہ نہیں، اور حضرت عطاء بن یسار امام کے پیچھے نہیں پڑھتے تھے۔ یہاں سے پتہ چلا کہ امام کے پیچھے پڑھنا جائز نہ تھا۔

اذا صلی احدکم خلف الامام فلیس قراءۃ الامام۔ یہ سب آثار شرح معانی آثار میں مروی ہیں۔

امام مالکؓ اور امام احمدؓ کا مذہب..... اب دیگر احمدیہ فرقہ ائمہ عظیم کے مذاہب کی طرف رجوع فرمائیے۔ حضرت امام احمد بن حنبل کا مذہب بھی یہ ہے کہ امام کے پیچھے سورۃ فاتحہ یا کوئی سورت پڑھنا واجب نہیں ہے اور حضرت امام شافعیؓ کا قول قدیم یہ تھا کہ امام کے پیچھے پڑھنا قرأت واجب نہیں ہے اور قرأت سری میں واجب ہے اور ان کا قول جدید یہ ہے کہ سری نماز ہو یا جہری مقتدی یہ سورۃ فاتحہ پڑھنا واجب ہے۔ (کھانا ذکر فی کتاب ملعیہ)

حضرت امام ابوحنیفہؓ کا مذہب آیت قرآن (اور حدیث صحیحہ) اور آثار صحابہ سے مویہ ہے اور حضرت امام مالکؓ اور امام احمد بن حنبلؓ بھی امام کے پیچھے پڑھنے کی فریضت کے منکر ہیں (ان کے نزدیک امام کے پیچھے سورۃ فاتحہ پڑھنا فرض ہے اور نہ کوئی دوسری سورت البتہ اموال میں ان کے نزدیک سورۃ فاتحہ پڑھنا مستحب ہے۔) (کھانا ذکر فی کتاب ملعیہ) قال ابن قدامہ الحنبلی فی الملعی صفحہ ۶۰۰ جلد ۱ والما موم اذا سمع قراءة الامام فلا یقرأ بالحمد ولا یقرء ما یقول الله تعالى ولا یقرئ القرآن فلیس یقرأ ولا یتلو فیہم قرء عمن ولا یروی ابوہریرۃ رضی الله عنه ان النبی صلی الله علیه وسلم قال :

مالی انازع القرآن قال فلتنبی الناس أن یقرءوا فیما جهر فیہ الشیء صلی اللہ علیہ وسلم وجعلہ ذلک ان المأموم اذا کان یسمع قرأ الامام لم یجب علیہ القراءة ولا یتستحب عندنا منا والزهری والثوری وما لک وابن عیینہ وابن المبارک واسحاق واحمد قولی الشافعی ونحوہ عن سعید ابن المسیب وعروة بن الزبیر وابی سلمة بن عبدالرحمن وسعید بن جبیر وجماعة من السلف ، والقول الآخر للشافعی یقرأ فیما یجهر فیہ الامام ونحوہ عن البیہقی والأوزاعی وابن عون و مکحول وابی یزید لعموم قوله علیہ السلام "لا صلوة لمن لم یقرأ بفتح الکتاب متفق علیہ ولما قول اللہ تعالیٰ: وَإِذَا قُرِئَ الْقُرْآنُ فَاسْتَمِعُوا لَهُ وَأَنْصِتُوا لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُونَ قال احمد فاناس علی ان هذا فی الصلوة ، وعن سعید بن المسیب والحسن و ابراہیم ومحمد بن کعب والزهری أنها نزلت فی شأن الصلوة .
وقال زید بن اسلم وابو العالیة کانوا یقرءون خلف الامام فنزلت وإذا قرأ القرآن فاستمعوا له وانصتوا لعلکم ترحمون ط وقال احمد فی روایة ابی داؤد اجمع الناس علی ان هذه الآية فی الصلوة ولأنہ عام لبقاؤہ بعمومہ الصلوة ، وروی ابو هريرة قال : قال رسول اللہ صلی علیہ وسلم اتما جعل الامام لیؤتم بہ فانما کبر فکبروا ، وإذا قرأ فانتصوا "رواه مسلم والبیہقی ان قال یقال احمد ما سمعنا احدا من اهل الاسلام یقول ان الامام اذا جهر بالقرءة لا تجزئ صلاۃ من حلیفہ الا تم یقرأ ، وقال هذا الشیء صلی اللہ علیہ وسلم وأصحابہ والتابعون وهذا مالک فی اهل الحجاز وهذا الثوری فی اهل العراق وهذا الأوزاعی فی اهل الشام وهذا البیہقی فی اهل مصر ما قالوا الرجل صلی یقرأ امامة ولم یقرأ هو صلاۃ باطلہ ولا یقرأ ، لا تجب علی المسوق فلم تجب علی غیرہ کالسورة ، فلما حدثت عبادۃ الصحیح لہو محمول علی غیر المأموم ، وكذلك حدثت ابی هريرة قد جاء مصرحاً بہ رواہ البخاری بإسنادہ عن جابر ان الشیء صلی اللہ علیہ وسلم قال کل صلوة لا یقرأ فیہا بأم القرآن لہی عذاب إلا ان یتکون رواہ الامام ، والحدیث یضاً مؤلفاً عن جابر ، وقول ابی هريرة اقربا فیہا فی نفسک من کلامہ وقد خالفہ جابر وابن الزبیر وغيرہما لم یحصل انہ اراد قراہا فی مکنات الامام لوفی حال اسرارہ فلما یروی ان الشیء صلی اللہ علیہ وسلم قال : إذا قرأ الامام فانتصوا ، والحديث الآخر وحديث عبادۃ الآخر فلم یروہ غیر ابن اسحاق كذلك قالہ الامام احمد وقد رواہ ابو داؤد عن مکحول عن نافع بن محمود بن الربیع الانصاری وهو انی حالا من ابن اسحاق فأنہ غیر معروف من اهل الحديث ولباسہم یحل بالمسوق (ثم قال بعد سقوط الاستصحاب ان یقرأ فی مکنات الامام وفي ما لا یجهر فیہ (الشیء ان قال) فان لم یفعل فصلاۃ تامة لان من کان لہ امام فقرأ الامام لہ قرأ ، وجعلہ ذلک ان القرءة لا غیر واجبة علی المأموم فیما جهر بہ الامام ولا فیما أسر بہ نص علیہ احمد فی روایة الجماعة ، وبذلک قال الزهری والثوری وابن عیینہ وما لک وهو حلیفہ واسحاق . (اعلم انک قد ادرجت علی

نے انہی میں کہا کہ مقتدی جب امام کی قرات میں ، یا تو نہ فاتحہ پڑھے اور نہ کوئی اور سورۃ ، غیرہ پڑھے اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کی وجہ سے کہ جب قرآن کریم پڑھا جائے تو اس کی طرف کان لگاؤ اور غائب ہو اور حضرت ابو ہریرہؓ کی اس روایت کی وجہ سے کہ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ یہ کیا میرے ساتھ قرآن کریم میں ٹھنڈا کیا جاتا ہے۔ حضرت ابو ہریرہؓ نے فرمایا اس کے بعد لوگ ان نمازوں میں فاتحہ پڑھنے سے رک گئے جن میں حضور ﷺ جبر سے نماز پڑھاتے تھے اور ان کا غلام یہ کہ مقتدی جب امام کی قرات سے توجہ اس پر فراموش دایب نہیں ہے اور مستحب ہے ہمارے غلام کے نزدیک اور ہری ثوری مالک ابن عیینہ ابن المبارک مالک ابن اسحاق ہمارام شافعی کے ایک قول کے مطابق اسی طرح ہے اور حضرت سعید بن المسیب ، عروہ ابن الزبیر ، ابو سلمہ اور سعید بن جبیر اور سلمہ کی ایک

میں قسمیں کھ کھا کر یہ کہتا کہ ان کی نماز ہوتی ہی نہیں سراسر تھوڑی ہے۔ قیامت کے دن جب ان لوگوں کا انجذاب ملے گا تو ان سے پوچھا جائیگا کہ تم نے ان کے ساتھ جس سے تمہاری دماغ کے مطابق نماز نہ پڑھی تھی جسے جنت میں بھیجا جائے گا انہیں؟
 قاضی و جب قرآن مجید پڑھا جائے نماز کے اندر ہوا نماز سے باہر اس کے بارے میں حاضرین کو حکم دیا کہ قرآن کو نہیں اور خاموش رہیں یہ قرآن کا ادب ہے اور احترام ہے جس طرح سائیکس کو حکم ہے کہ قرآن میں اور کلام وحی میں اور خاموش رہیں اس طرح حضرات فقہاء و کرام نے قرآن پڑھنے والے کو بھی یہی حکم دیا ہے جہاں لوگ کام کاج میں اور گھر گھر میں گئے ہوتے ہیں وہیں نہ کہ قرآن مجید کی عبادت نہ کرے یہ جو لوگوں نے طریقہ نکال رکھا ہے کہ ایسے مواقع میں کیسٹ یا ریڈیو کھول دیتے ہیں جہاں قرآن سننے کی طرف متوجہ نہیں ہو پاتے یا شعور میں لاؤ ڈاؤن کی حالت میں یا زبانی قرآن مجید کی آواز پہنچاتے ہیں اس میں قرآن مجید کی بے ادبی ہے۔ جہاں لوگ سو رہے ہیں وہاں بھی زور سے عبادت نہ کریں۔

آیت کے ترجمہ پر جو لفظ **تَعْمُرُونَ** فرمایا اس سے معلوم ہوا کہ جو لوگ قرآن کے آداب بھلا نہیں گئے وہ اللہ تعالیٰ کی رحمت کے مستحق ہوں گے اس سے ثابت کیا کہ سراسر ان بھی کلمہ شہادہ کا یہ قرآن کی بے حرمتی اللہ تعالیٰ کے لیے غضب اور ان کی گرفت کا سبب ہے۔

وَاذْكُرْ رَبَّكَ فِي نَفْسِكَ تَضَرُّعًا وَخِيفَةً وَدُؤُنَ الْجَهْرِ مِنَ الْقَوْلِ بِالْعُدُوِّ وَالْأَصْلَابِ

اور اپنے دل میں یاد کریں کہ اپنے رب سے اپنے آپ کو دیکھ کر خود کی بات سے جو کلمہ ہو سچ کے دینے اور قسم کے دہانے

وَلَا تَكُنْ مِنَ الْغَافِلِينَ ۝ اِنَّ الَّذِيْنَ رِندُ رَبِّكَ لَا يَسْتَكْبِرُوْنَ عَنْ عِبَادَتِهِ

میں۔ اور غفلت والوں میں سے مت ہو چاہے یہ ایک عارف آپ سے رب کے ذریعہ کہ ہیں وہ ان کی مہمت سے غور نہیں کرتے

وَيُسَبِّحُوْهُ وَهُمْ يَسْجُدُوْنَ ۝

اور ان کی زبانیں کہتے ہیں وہ اس کو سجدہ کرتے ہیں۔

ذکر اللہ کا حکم اور اس کے آداب

اس سے پہلی آیات میں قرآن مجید کو بھلا کر اور عبادت اور رحمت تاپا اور قرآن کا ادب سمجھا کر جب قرآن پڑھا جائے تو وہاں سے سنو اور چپ رہو ادب یہاں مطلق ذکر کا حکم ہے اور اس کے بعض آداب بتائے ہیں۔ اللہ کا ذکر بہت بڑی چیز ہے۔ اسی کی وجہ سے ساری دنیا آباد ہے۔ صحیح مسلم ص ۸۳ پہلا اس ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ قیامت قائم نہ ہوگی جب تک زمین میں اللہ کا ذکر جاری رہے گا نماز بھی اللہ کے ذکر کے لئے ہے کھانا کھانے والی اہم الصلوٰۃ لہ تحریقی۔

سورۃ غیوث میں فرمایا **وَلَا تَكْفُرُوْا بِاللّٰهِ تَكْفُرًا كَثِيْرًا** (اور اللہ کا ذکر سب سے بڑی چیز ہے) اور دیکھو میں فرمایا **لَا تَكْفُرُوْا بِاللّٰهِ تَكْفُرًا كَثِيْرًا** (اور اللہ کا ذکر سب سے بڑی چیز ہے) صحیح مسلم ص ۱۲۲ پہلا اس میں ہے۔ مکان النبی صلی اللہ علیہ وسلم ہذا کبر اللہ علی کل احیاء (کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر رحمت اللہ کا ذکر کرتے تھے) اس میں ہر بندے دل کو بھی اللہ کے ذکر سے معمور رکھیں اور زبان سے بھی اللہ کی یاد میں مشغول رہیں۔ صحیح ترمذی ج ۱ ص ۱۰۱ پہلا سب اللہ کا ذکر ہے ان کی فضیلتیں بہت سی احادیث میں وارد ہوئی ہیں۔ اگر زندگی کے مختلف اوقات میں مختلف مسنون دعا کی

پانچوں اور ان دونوں کا اجتماع نہیں تو زندگی کے عام حالات میں اور خلف اوقات میں اللہ کی یاد دہانی ہے، ٹی سوتے، پاتے، آسمان سے پتے اوقت، آسمان سے گھل کر اور گھر میں داخل ہو کر اور کچرا اپنے وقت، سواری پر سوار ہوتے وقت، سفر کے لئے روانہ ہوتے وقت، کسی منزل پر اترنے کے بعد، چہرہ کرتے وقت، لگا دھماکے کے مواقع میں یا بازار میں کھنکھ کر اور ہر مجلس میں اور عا کیں چاہی ہو نہیں جو انفسرت سے ثابت ہیں اور صبح شام کے اوقات کو خاص طور پر ذکر میں مشغول رکھا جائے۔ ان اوقات کی سنتوں و نمائش کی انتہا سے چاہی جائیں سلسلہ جہاں رہتے اللہ علیہ تعالٰیٰ صحن صحن میں خلف احوال اوقات کی دعا کیں تھوڑی ہیں اور بقدر اوقات سے بھی اپنی کتاب فضائل دعا میں بیان کر دی ہیں۔ صحت بھی ذکر ہے اور دعا بھی جلیل تہجید تجبیر بھی ذکر ہے اور درخبر بھی ذکر میں شامل ہے کیونکہ اس میں اللہ سے سوال کیا جاتا ہے کہ اپنے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) پر رحمت بھیجے، استغفار بھی ذکر ہے ان سب چیزوں میں مشغول رہنا چاہیے۔

ذکر خفی کی فضیلت اللہ کا ذکر آہستہ آہستہ کی فضیلت ہے جیسا کہ ایک حدیث میں فرمایا ہے کہ عبید اللہ بن عمر الخضریٰ کہ بھر آواز دے ہو پشیدہ ہو لانا، دعائی مستحق صدقہ امن صدقہ مالک فرما لا اور صرف دل میں بلا حرکت زبان اللہ کی ذات و صلا کا دہیان کرنا، تنگ نظر ہر اچانک ہوتا ہے یہ بھی ذکر خفی ہے۔ ذکر پشیدہ ہو اور نظر اور ذہنی کے ساتھ ہوا اللہ تعالیٰ سے ڈرتے ہوئے ہوس کا بہت ذمہ داری ہے اور ذرا سے ذکر کرنا بھی درست ہے لیکن ایسا نہ چلے کہ ہاں کو تھکا ڈالے۔ بلکہ بھی ہوگی آواز بھی آواز ہوا کی کلمہ یا قول اللہ جل جلالہ حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ نے بیان فرمایا ایک مرتبہ میں ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ تھے وہ لوگ نے زور سے اللہ اکبر کہہ کر شروع کیا، آپ نے فرمایا کہ اسے کو آواز دہانی ہاںوں پر دم کھاؤ تم اپنے صبور انگلیں بکا رہے ہو جو بہرہ اور غائب ہو تم انکی آواز کو بکا رہے ہو جو کچھ ہے اور صبر ہے اور تمہارے ساتھ ہے، جسم اس ذات کی لئے قربا کر ہے ہو و تم سے اس سے بھی زیادہ قریب ہے جتنی قریب تمہاری آنکھ کی گردن ہے، یہ بیان فرمایا حضرت ابو موسیٰ نے بیان فرمایا کہ میں آپ کے پیچھے تھا کہ دل میں لا حصول والا لقولہ الا باللہ پڑھ رہا تھا۔ آپ نے فرمایا کہ اسے عبادت میں قسم (یہ ابو موسیٰ کا نام ہے) کیا میں تمہیں جنت کے نواز لوں میں سے ایک نواز دیتا ہوں؟ پھر فرمایا کہ لا حول ولا قوۃ الا باللہ ہے۔ (مشکوۃ اصحاب مسلم ج ۲ ص ۲۷۷)

ذکر جہر کرنے میں یہ بھی اوصیان رہے کہ نمازیوں کو تشریف نہ ہو اور سونے والوں کی نیز غراب نہ ہو۔ یہ سب کو معلوم ہے کہ ہر ایک کا عبادت کی رضا کے لئے ہونا چاہیے جو بھی کوئی کام دکھائے کے لئے عقوبت کو مستعد ہانے کے لئے اپنی بی زندگی تھانے کے لئے ہوگا بدہر تہی یہ ہر حقیقت میں ٹیک نہیں ہوتا اور صرف یہ کہ اس کا ثواب نہیں ملتا بلکہ مال و رضا کا سبب بن جاتا ہے۔

ان کوئی شخص (اس کام و آداب کی رعایت کرتے ہوئے) اور سے ذکر کرے لیکن مقصود اللہ کی رضا ہو تو اس کا ثواب ملے گا اور اگر کوئی شخص ذکر خفی کرے اور پھر تہیہ سے لوگوں کو کھیر کر دے کہ لوگ اس کے مستعد ہوں تو ایسا ذکر خفی بھی مقبول نہیں ہوگا اور یہ عمل باعث صاف نہ ہوگا، اگر کسی کا تعلق اللہ کے جذبہ سے ہو تو اس کے سامنے عمل کرنے کا نام یا نہیں ہے بلکہ لوگوں میں عقیدت برتنے کے جذبہ کا نام دیا ہے۔ آیت شریفہ میں اول تو یہ فرمایا کہ اپنے رب کو عاجزی کے ساتھ اپنے دل میں اور ذرا سے ہوتے ہوئے ذکر و پھر فرمایا کہ انکی آواز سے یاد کرو جو زور کی آواز کی نسبت کم آواز ہو۔

صبح شام اللہ کا ذکر کرنا پھر فرمایا یا اے غلظۃ و الاخصالی۔ صبح و شام اپنے رب کو یاد کرو و صاحب روح العالی صفر ۱۰۰

بہرہ نصیحتیں ہیں۔ شیخ شام کا قصہ بھی ذکر اس لئے کیا گیا کہ یہ فراغت کے اوقات ہیں۔ ان اوقات میں الہی قہار کسی طرف زیادہ ہوتی ہے، بعض حضرات نے فرمایا ہے کہ اس اوقات میں فرشتوں کا آنا زیادہ ہوتا ہے ایک جماعت آتی ہے دوسری جاتی ہے اس لئے ان اوقات کا وہ جس عہد سے ڈر کر فرمایا اور بعض حضرات نے فرمایا کہ اس سے دوام ذکر مراد ہے کہ یہ وقت ذکر کرو۔

خاتموں میں نہ ہو جاؤ..... پھر فرمایا (وَلَا تَحْکُنْ مِنَ الْفَاقِلِینَ) (فخلت والوں میں نہ ہو جانا) لیکن اللہ تعالیٰ کی یاد میں گئے رہنا اور اس کی یاد سے غافل نہ ہو جاؤ۔

فرشتوں کی تسبیح اور عبادت — اس کے بعد اللہ جل شانہ نے ملاوٹوں کے فرشتوں کی تسبیح اور عبادت کا ذکر فرمایا کہ ہاشم جو تیس سب کے سب کے سب سے ہیں وہ اپنے رب کی عبادت سے انکسار نہیں کرتے لیکن اپنی ذات کو بڑی نہیں سمجھتے جس کی وجہ سے اللہ کی عبادت سے روک دلائی کریں ۱۰۰۰۰۰ اپنے آپ کو اللہ کا بندہ جانتے اور جانتے ہیں اور بندگی کے آداب بجا کرتے ہیں اور اپنی ملکیت اور ہر جزی کو انھیں عرض سمجھتے ہیں۔ وہ اللہ تعالیٰ کی تسبیح بیان کرتے ہیں اور اس کے لئے کھد راج ہو جاتے ہیں۔ اسی سورۃ سہ میں یہ بیان فرمایا: الَّذِينَ يَتَّبِعُونَ الْمَسِيحَ ابْنَ مَرْيَمَ وَمَا يَخْتَصِمُونَ لَهُمْ (اور مسیح تکلف عن عبادتہ) (وَمَنْ يَتَّبِعْكَ تَسْبِیحًا مِّنْ جَنَّةٍ)

ترجمہ..... مسیح کے لئے اور سب فرشتوں نے یہ گواہی سے مستکلف نہیں کیا کہ اللہ کے بندے نہیں اور جو شخص اس کی عبادت سے مستکلف کرے گا تو وہ انھیں مکرر عبادت میں منع فرماے گا (تسکلف کا معنی یہ ہے کہ اپنے کو بڑا کہے اور کسی کام کو اپنی شان کے خلاف جانے)

بہرہ عبادت کا بیان..... اس آیت پر سورۃ اعراف فتح پوری ہے اور یہ پہلی جگہ ہے جہاں قرآن مجید میں بہرہ عبادت آیا ہے۔ اللہ تعالیٰ شانہ نے حضرات مائیکہ پیہم اسلام کا ذکر فرمایا کہ وہ اپنے اندر بڑی نہیں کرتے جس کی وجہ سے اپنے رب کی عبادت سے سہ سوز ہیں بلکہ وہ اس کی تسبیح بیان کرتے ہیں اور سوسن بندوں کے لئے بہرہ عبادت شروع فرمایا تاکہ وہ اپنی ملاوٹوں سے روایت جہ والوں کی مخالفت میں بہرہ راج ہو جائیں، یہ بہرہ عبادت شیطان کے لئے بہت بڑی مارت ہے۔ حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ ارشاد فرمایا: رسول اللہ ﷺ نے کہ جب ابن آدم آیت کھدہ چڑھتا ہے پھر کھدہ کرتا ہے تو شیطان روتا ہوا وہاں سے بہت جاتا ہے کہن ہے کہ باسے بھری برہدلی الہی آدم کو کھدہ کا حکم ہوا تو اس نے کھدہ کر لیا لہذا اس کے لئے جنت ہے اور مجھے کھدہ کا حکم دیا گیا اور میں نے انکار کیا لہذا میرے لئے دوزخ ہے۔ (امام مسلم بن الحجاج و مسلم و ابوداؤد)

مسئلہ..... بہرہ عبادت کرنے میں گنہگار کسی طرح ہوا تو اللہ تعالیٰ نہیں ہے، بلکہ اللہ تعالیٰ انھیں کہتا ہوا کھدہ میں چڑ پڑے اور ایک کھدہ کر کے تعمیر کیجئے ہوئے مارتا لے اس میں شہید اور سلام نہیں ہے۔

مسئلہ..... جیسے آیت کھدہ چڑھنے والے پر کھدہ واجب ہوتا ہے ایسے ہی سننے والے پر بھی واجب ہوتا ہے اگرچہ اس نے ارادہ کرنے کا نہ کیا ہوا لہذا عبادت کرنے والے کے لئے بہتر یہ ہے کہ آیت کھدہ حاضرین کے سامنے زور سے نہ پڑھے۔ ہاں اگر حاضرین سننے ہی کے لئے بیٹھے ہیں تو بہرہ عبادت زور سے نہ پڑھے۔

جمہوریت کا اوتار کی دعا

جمہوریت میں اگر شہداء و نبی العظیم میں مرتبہ کچھ تو یہ بھی درست ہے اور اگر دعا یا اثر چھ لے تو زیادہ بہتر ہے۔ دعا
 ”اے اللہ! میرے لیے مسجد و جنہیں اللہ کی مخلوق و خلق مسعد و بضرہ و بخولہ و فلولہ (۱) و اثر نہی (۲) اور اسی کی کئی اہل و عیال (۳)
 میرے لیے چھ لے اس دعا کے لیے جمہوریت کا کیا میں نے اسے پیدا فرمایا اور اس میں سے کان اور آنکھ نکال کر اے الٰہی قدرت سے۔“

لے تفسیر سورۃ الاحزاب بحمد اللہ تعالیٰ و حوالہ و فلولہ و تو لہیہ و تیسرہ ولہ الحمد ولا و احمر

☆☆☆.....☆☆☆

حدیث

سورۃ انفال

۷۵ آیتیں • اردو کتب

﴿۱۸﴾ سُبْحَانَكَ اللَّهُمَّ رَبَّنَا ۞ ﴿۷۵﴾

سورۃ انفال میں جس ذیل آئی اس میں مقرر آیتوں کی تعداد ہے۔

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ ﴿۱﴾

ترجمہ: الحمد للہ کہ تم سے کہہ رہا ہوں یہاں تک کہ تم سے۔

يَسْأَلُونَكَ عَنِ الْإِنْفَالِ، قُلِ الْإِنْفَالُ لِلَّهِ وَالرَّسُولِ فَأَتَقُوا اللَّهَ وَاصْلَحُوا

یوہو آپ سے پوچھ رہے ہیں کہ انفال کیسے ہے۔ آپ فرمادیجئے کہ انفال اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے لئے ہے۔ حق تعالیٰ سے ڈرو اور اصلاح

ذَاتَ بَيْنٍ كُنْتُمْ قُلُوبُكُمْ ۝ وَأَطِيعُوا اللَّهَ وَرَسُولَهُ إِن كُنْتُمْ مُؤْمِنِينَ ﴿۲﴾

جس تعلقات کو درست کرنا، اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت کرو مگر تم اہیان والے ہو۔

انفال یعنی مال غنیمت کا بیان

فقہ انفال میں جمع ہے، اصل لغت میں بھی زادہ کہتے ہیں اس لئے فرائض کے علاوہ جو نازیبا چیزیں ہاں تک کہ اور دوسرے کچھ ہاں تک نہیں لیں کہ ہاں تک ہے۔ کیونکہ اصل اس میں سے زادہ چیز ہے جس کا لازمی طور پر عہدہ دیا گیا ہے۔ جہاد کے موقع پر جو دشمنوں کے اسباب ہاں تک نہیں جنہیں مال غنیمت کہا جاتا ہے۔ یہاں انفال سے مراد ہیں اور اہل فکر و فکر جہاد کے لئے اس کے مقررہ حصہ سے زادہ ہے کہ احسن کر دے اس کو بھی لیں کہا جاتا ہے، مسلمان کی جنگ اللہ تعالیٰ کی مدد سے لڑی کے لئے ہوتی ہے اور مال کے لئے نہیں لڑتا۔ اللہ تعالیٰ کی مدد سے یہ تو جو مال غنیمت میں حاصل ہائے اللہ تعالیٰ کا حصہ انعام ہے اس لئے اس کو انفال کہا جاتا ہے۔

گزشتہ احکام میں اس مال غنیمت کا حکم..... پہلی احکام میں جب کافروں سے جنگ ہوتی تھی اور ان کے ہاں مال آتے تھے انہیں آپس میں بانٹنے اور استعمال کرنے کی اجازت نہ تھی بلکہ ان سے ہم آہنگ تھی اور اسے جہاد تھی، اور اس بات کی دلیل ہوتی تھی کہ اللہ تعالیٰ کے پہلے کھادیوں کا جہاد لیں ہو گا۔ اگر مال غنیمت جمع کر کے رکھ دیا جائے گا اور آگ نہ ہوتی تو سمجھا جاتا تھا کہ اس مال میں سے کسی نے کچھ لیا تو کیا ہے۔ یعنی چھپا کر رکھ لیا ہے۔

ایک نبی کے جہاد کا واقعہ..... حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اور شام فرمایا کہ ایک نبی نے جہاد فرمایا اور فتح کے بعد اس مال غنیمت جمع کئے گئے اس کے بعد آگ آئی تاکہ ان کو کھاجائے مگر آگ نے اس کو کھاجا یعنی نہیں جلا دیا انہوں نے اپنی قوم سے فرمایا کہ معلوم ہوتا ہے کہ تم میں سے کسی نے خیانت کی ہے لہذا ہر قبیلہ کا ایک آدمی مجھ سے بیعت کرے۔ بیعت کرتے

آگے تھے اور چوبیس میں اختلاف ہو گیا تھا اس پر آیت بالا نازل ہوئی۔ (ایک تفسیر میں ایک ص ۵۵۵) جن حضرات نے اس قول کو اختیار کیا ہے وہ جتنے ہیں کہ یسئلونک عن الاغفال میں اغفال کا معنی ہے اس کے بعد یسئلون یعنی پتلیوں سے لگنیں اسی کو گناہ کہنے والے بہت مال و کثرت لقی۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

إِنَّمَا الْمُؤْمِنُونَ الَّذِينَ إِذَا ذُكِرَ اللَّهُ وَجِلَتْ قُلُوبُهُمْ وَإِذَا تُلِيَتْ عَلَيْهِمْ آيَاتُهُ زَادَتْهُمْ إِيمَانًا وَعَنْهُمْ ذِكْرُكَ لَا يَبْغُونَ ۚ

یعنی وہ ایسے ہیں کہ جب اللہ کا ذکر کیا جائے تو ان کے دل ڈرتے ہیں اور جب ان کی آیات پڑھی جاتی ہیں تو ان سے

إِيمَانًا وَعَنْهُمْ ذِكْرُكَ لَا يَبْغُونَ ۚ (الَّذِينَ يُقِيمُونَ الصَّلَاةَ وَبِمَا رَزَقْنَاهُمْ يُنفِقُونَ ۚ)

ایمان کو زیادہ کرتے ہیں اور اپنے پیسے پر کھربا کر نہیں دیتے بلکہ ان کے دل سے اس سے بڑھ کر دیتے ہیں۔

أُولَٰئِكَ هُمُ الْمُؤْمِنُونَ حَقًّا ۚ لَّهُمْ دَرَجَتٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ وَمَغْفِرَةٌ ۚ وَرِزْقٌ كَرِيمٌ ۚ

یہ وہ لوگ ہیں جو حقیقی ایمان والے ہیں ان کے لئے ان کے رب کے پاس ہے درجہات ہیں اور مغفرت ہے اور رزق کریم ہے۔

اہل ایمان کے اوصاف کا بیان

ان آیات میں اہل ایمان کے چند اوصاف بیان فرمائے ہیں۔

جب اللہ کا ذکر ہوتا ہے تو ان کے دل خوف زدہ ہو جاتے ہیں۔ ... اول یہ فرمایا کہ جب اللہ کا ذکر کیا جائے تو ان کے دل خوف زدہ ہو جاتے ہیں۔ ان کے دلوں پر اللہ کی عظمت ایسی چھائی ہوئی ہے کہ جب اللہ کا ذکر ہوتا ہے تو ہیبت اور خوف کی وجہ سے ان کے دل ڈر جاتے ہیں۔ مومن نہ تو اللہ تعالیٰ کی طرف توجہ دیتی ہے اور وہ اللہ تعالیٰ کو یاد کرتا رہتا ہے تو اللہ کی یاد سے اس کے دل کا ایمان بڑھتا ہے اور جب اس کے سامنے اللہ کا ذکر ہوتا ہے تو اللہ تعالیٰ کی عظمت اور جلال کی وجہ سے اس کے دل میں خوف پیدا ہو جاتا ہے۔ یہ وہی خوف ہے کہ جب وہ کسی غم یا گناہ کا کاروبار کرے اور اس سے کہہ دیا جائے کہ اللہ سے ڈرو تو وہ جس مضحک کردار سے آگاہ ہو کر نہ کرنے کی جرأت نہیں کرتا۔ ہر خلاف اہل کفر اور اہل فحوق کے کہ ان کے دل میں ایمان نہیں اللہ کی عظمت بھی نہیں۔ ہیبت بھی نہیں۔ نہ تو وہ اللہ کی کسی بات پر غور کرتے ہیں۔

اللہ کی آیات پر بھی جاتی ہیں تو اہل ایمان کا ایمان بڑھ جاتا ہے۔ ... دوسری صفت یہ بیان فرمائی کہ جب ان پر اللہ تعالیٰ کی آیات چمکی جاتی ہیں یعنی ان کو سنائی جاتی ہیں کہ ان کے سامنے ہے ان کا ایمان بڑھ جاتا ہے یعنی وہ ایمان میں ترقی ہو جاتی ہے اور اعمال میں لڑکی طرف اور زیادہ توجہ ہو جاتی ہے اور ایمان و یقین کی وجہ سے اعمال صالحہ کی طرف طبیعت خود بخود چمکتی ہے اور ان کو ہوں سے نفرت ہو جاتی ہے۔

تیسری صفت یہ بیان فرمائی ہے کہ وہ اپنے رب پر توکل کرتے ہیں تو کل اہل ایمان کی بہت بڑی صفت ہے اور بہت بڑی محبت ہے اپنے سب کاموں میں اللہ تعالیٰ پر انحصار کرنا اور سب کام پر انحصار کرتے ہوئے بھی اللہ تعالیٰ ہی پر نظر رکھنا اور یقین کرنا کہ اللہ تعالیٰ ہی رازق ہے اور قاضی الحاجات ہے اور اس کے ہر فیصلے پر اور اس کے احکام و قدر پر راضی ہیں یہاں اہل ایمان کی عظیم صفت ہے۔ قرآن مجید میں جگہ جگہ کل کا حکم دیا ہے اور سب توکل کی نصیحت بیان فرمائی ہے۔ سورہ آل عمران میں فرمایا اِنَّ اللہَ یَهْدِی الذُّلْفَ یُکْلِی (واضح

جیسے نبی امینؐ نے موی جھ سے نہ پاتا، اظہبت انت ورنک فلفلف ولفلفا فلفلفون (تو اور تیرا رب ہے جا میں ہوں) قرآن میں بتو یہیں دیکھتے ہیں) آپؐ تکریف لے چکے ہیں آپؐ کے ساتھ قتال کرنے والے ہیں۔ قسم میں ذات کی قسم آپؐ کو کفر سے نہ بچا ہے نہ آپؐ میں رک فلفلف (مگر فلفلف تیرے میں میں ایک جگہ کا ۲۹ جہاد ایک قول ہے کہ جبکہ کلمہ سے ایک ذات کی مسافت پر ہے۔ (الہدیان ۱۰) اجماع ساتھ لے چکے ہیں تو ہم ساتھ ہیں کے ساتھ جنگ سے منہ موڑیں گے۔

اس کے بعد آپؐ نے فرمایا البسوا علیکم السلس (اسلو کو! مشورہ) آپؐ کا مقصد یہ تھا کہ انصار و مہاجرین اپنی رات بوقت کریمہ آپؐ کی بات سن کر حضرت سعد بن معاذؓ نے عرض کیا (جو انصار میں سے تھے) کہ یا رسول اللہ! (۱۰۰) کیا یہ معصوم ہوتا ہے کہ آپؐ بہت سے جواب دیتے ہیں؟ آپؐ نے فرمایا ہاں! انہوں نے عرض کیا کہ ہم آپؐ پر ایمان لائے آپؐ کی تہذیب کی ہم نے کوئی دلی کہ جو کچھ آپؐ نے کرتے ہیں وہ حق ہے اور ہم نے آپؐ سے عہد کیا ہے کہ ہم آپؐ کی بات مانیں گے اور فرما جو راوی کریں گے آپؐ نے ارادہ کیا ہے وہ حق نہیں کریں اور تکریف لے چکے ہیں ہم آپؐ کے ساتھ ہیں۔ قسم ہے اس ذات کی جس نے آپؐ کو کفر سے بچا ہے اگر راوی میں سمندر آئیے اور آپؐ اس میں داخل ہوئے تو ہم بھی آپؐ کے ساتھ داخل ہو جائیں گے اور ہم میں سے ایک شخص بھی پیچھے نہ رہے گا ہم جنگ میں لڑتے جاتے رہے ہیں اور دشمن کے مقابلہ میں خبیثی کے ساتھ مسخر کر دلی کرنے والے ہیں۔ یہ ہے کہ فلفلفی ہوئی طرف سے آپؐ کو کسی بات دکھائے جس سے آپؐ کی آنکھیں پھٹی ہو جائیں گی۔ آپؐ ان فلفلفی کی برکت کے ساتھ چلے۔

حضرت سعد بن معاذؓ کی بات سن کر آپؐ کو بہت خوش ہوئی اور فرمایا کہ چلو لوٹ کر جی لڑیں! اور فلفلفی سے مجھ سے وعدہ فرمایا ہے کہ وہ جو امتوں میں سے حق ایک جماعت پر ظہر مٹا کر انہیں گئے (ایک جماعت ایسٹین کا قافلہ اور دوسری جماعت قریش مکہ کا لشکر) آپؐ نے یہ بھی فرمودہ کہ ان کی قسم میں رکھو ہاں کہ جس جماعت سے مقابلہ ہو گا ان کے مقابلہ میں کہاں کہاں پڑے ہیں۔

اس کے بعد آپؐ اپنے صحابہ کے ساتھ بدر کی طرف روانہ ہو گئے۔ راستہ میں ایک غلام سے ملاقات ہوئی حضرت صحابہؓ نے اس سے پوچھا کہ ایسٹین کا قافلہ کہاں ہے؟ اس نے کہا اس کا تو مجھے کوئی پتہ نہیں۔ یہ ایسٹین، حبشہ اور امین خلف آ رہے ہیں۔ بعض روایات میں ہیں کہ جب ایسٹین کے قافلے سے قرض کرنے کے لئے روانہ ہوئے تھے تو ایک دن بارہ دن کی مسافت طے کرنے کے بعد آپؐ نے صحابہؓ سے مشورہ دیا تھا کہ ایسٹین کو پتہ چل گیا کہ ہم اس سے قرض کرنے لگے ہیں (۱۰۰) قافلہ نکل چکا ہے اب قریش مکہ کے آنے کی خبر پہنچی گئی ہے اس سے مقابلہ ہونے کی بات سن رہی ہے اس بارے میں کیا خیال ہے؟ اس پر بعض صحابہؓ نے کہا کہ میں تو قریش مکہ کے لشکر سے مقابلہ کرنے کی طاقت نہیں آپؐ تو ایسٹین کے قافلہ کے لئے لگے تھے آپؐ نے مجھ کو یہی سہل فرمایا کہ قریش مکہ سے جنگ کرنے کے بارے میں کیا رائے ہے اس پر حضرت سعدؓ نے وہ جواب دیا جو مقررہ کردہ چکا۔ بعض روایات میں ہے کہ یہ سوال جواب مقام مدینہ میں ہوئے۔ بعض صحابہؓ نے جو یہ کہا تھا کہ میں قریش مکہ سے جنگ کی طاقت نہیں۔ ان کے بارے میں یہ بات نازل ہوئی۔

وَأَن هُمْ نَفَقَاتٍ مِّنَ الْعُورِ مِثْلَ لَحْمٍ لِّكَامِ غُرُورٍ۔ نَجَاحًا وَلَوْ نَفَقَتْ هِيَ الْحَقُّ نَفَذَ مَعْنَى تَنَفَّسَتْ نَفَسًا فَوْنٌ إِلَى طُغُوتٍ وَهَمٌّ يَسْتَفْزُونَ (اور بادشاہ موشخیں کی ایک جماعت کو اگر اس کردہ باقائدہ آپؐ سے حق کے بارے میں مشورہ ہے تم اس کے بعد کفر کا باور ہو چکا تھا کہ وہ بدعت کی طرف لگے جا رہے ہیں اس حال میں کہ وہ کچھ ہے ہیں جب ایسٹین اپنے قافلہ کے لئے مسلمانوں کی زد سے بچ کر نکل گئے تو اس نے قریش مکہ کے پاس فر بھیجی کہ تم ہماری حفاظت کے لئے لگے تھے اب جبکہ ہم بچ کر نکل گئے ہیں تو تمہیں آگے بڑھنے کی ضرورت نہیں۔ لہذا وہاں چلے جاؤ اس پر ایسٹین نے کہا ان کی قسم ہم وہاں نہیں اوجھیں گے جب تک کہ ہم وہاں پہنچ جائیں وہاں

جائے سے اُڑی نہ اور نہ جاتا ہے اور انھیں تے پہاڑ پر بار بار پلٹے ان کی اگرچہ مراد فریج کر تھمرا، اٹھانے کے قابل نہیں ہوتا۔ جنگ کرنے سے ان کو روکا جاتا ہے۔

ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ شَاقُّوا اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ ۗ اَوْ مَن يُشَاقِقِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ ۖ فَاِنَّ اللّٰهَ شَدِيْدٌ

الْعَقَابُ ۝ ذَلِكُمْ فَذُقُوهُ وَأَنَّ لِلْكَافِرِينَ عَذَابَ النَّارِ ۝

ہاں دینے اور نہ دینے پر سزا تم مجھ اور ہمارے کارکن کے لئے جہنم کا خطاب ہے۔

مشرکین کو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی مخالفت کی سزا ملی

ذلک کا مثالیہ ضرب ہے مطلب ہے کہ کافروں کو مارنے کا یہ حکم اس لئے ہے کہ انہوں نے اللہ اور اس کے رسول کی مخالفت کی۔ پھر اس کو بطور قاعدہ کلی کے قرار دینا یا کہ جو بھی کوئی شخص اللہ اور اس کے رسول کی مخالفت کرنے کا سزا کا مستحق ہوگا کہ تک لفظ تعالیٰ مخالفت کرنے والوں کو سخت عذاب دینے والا ہے۔

[illegible]

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا قُيِّمُوا الَّذِينَ كَفَرُوا رَحْفًا فَلَا تُولُوهُمْ الْأَدْبَارَ ﴿٥٠﴾

[illegible]

بِغَضَبٍ مِّنَ اللَّهِ وَمَا أُولَٰئِكَ بِالْبَصِيرِينَ ﴿٥٠﴾

4. *Staphylococcus aureus* (S. aureus)

بِغَضَبٍ مِّنَ اللَّهِ وَمَا أُولَٰئِكَ فِي الْعَذَابِ ۝

→ $\frac{1}{2} \times \text{sum of } \angle \text{C and } \angle \text{D}$

جب کافروں سے مقابلہ ہو تو جم کر قتال کرو

اس آیت میں اہل ایمان کو حکم دیا ہے کہ جب کافروں سے مقابلہ ہو جائے تو ہم کر لیں پشت پھیر کر تباہ نہیں، کیونکہ یہ گناہ کبیرہ ہے۔ صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: "سب تک باک کرنے والی چیزیں سے بچ کر عرض کیا گیا یا رسول اللہ! وہ کیا ہیں؟" فرمایا: (۱) اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہ مانا جائے۔ (۲) اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہ مانا جائے۔ (۳) کسی جان کو قتل نہ کر جس کا قتل اللہ نے حرام قرار دیا ہو (۴) کسی کے ساتھ ہتھیار نہ لیا جائے۔ (۵) ہتھیار نہ لیا جائے۔ (۶) جنگ کے وقت پیٹ پھیر کر چلا جائے۔ (۷) مؤمن

خمس ہر گھنٹہ فرمائی مہارت تھی کہ کسی اس وقت تک کہ یہ کہہ لے اَللّٰہُ حَفِیظُہُمْ ہر گھنٹہ ہر گھنٹہ ہوتی تھی۔

فَلَمَّا تَفَتَّلُوهُمْ وَلَٰكِنَّ اللّٰهَ فَعَّلَهُمْ ۖ وَفَارَصَمَتْ اِذْ رَمَيْتَ وَلَٰكِنَّ اللّٰهَ رَمٰی ۚ

اور تم نے انہیں کھل کر دیکھا کہ وہ جن اللہ نے انہیں کھل کر دیکھا، اور جب آپ نے پھینکا تو انہیں اللہ نے پھینکا

وَالْيُسْبِيْنَ الْمُؤْمِنِيْنَ مِنْهُ بَلَآءٌ حَسْبُاۤنَ اِنَّ اللّٰهَ سَمِیْعٌ عَلِیْمٌ ۝ ذٰلِكُمْ وَاَنَّ

اور یسویٰ اور یسویٰ کے لئے ایک بلاء ہے جس کا حساب اللہ کے پاس ہے، لیکن اللہ سب سے زیادہ سنا دینے والا ہے۔ اُن کے لئے یہ کہ

اللّٰهُ مُؤْمِنٌ كَرِيْمٌ ۝

اور اللہ اللہ کا نام ہے جو کلمہ کہہ کر لے دیتا ہے۔

اللہ تعالیٰ ہی کی مدد سے مشرکین مقتول ہوئے

فرمانِ باری میں چار مسلمانوں نے جنگ کی ان کے ساتھ فرشتوں نے بھی شرکت کی۔ لیکن چونکہ اللہ تعالیٰ ہی مژدہ جیتی ہے اور سب کچھ اس کی مشیت اور ارادہ سے ہوتا ہے اس لئے یہ فرمایا کہ فَلَمَّا تَفَتَّلُوهُمْ کہ تم نے انہیں کھل کر دیکھا لیکن اللہ نے انہیں کھل کر دیکھا اور وہ اس کے ساتھ ہی ایک واقعہ پیش آیا کہ حضرت جرہل علیہ السلام نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک کھلی ہرگز فرشتوں کی طرف پھینک دیجئے، آپ نے ایسا ہی کیا اور وہ بھی شرکین میں سے ہر شخص کی آنکھوں میں اور انکے کانوں میں اور منہ میں آگ لگی جس کی وجہ سے وہ لوگ جڑ بکھر کر بھاگ کھڑے ہوئے اب مسلمان ان پر حملہ نہ کر سکتے تھے کیونکہ اللہ تعالیٰ ہی کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ ہی کرتا ہے آپ نے میدان کی طرف کھلی ہرگز پھینک دی تھی کہ وہ بڑبڑاتے ہوئے فرمایا طَاعَتِ الْوُجُوہِ (انہوں کے چہرے پر صورت ہو گئے) اس پر وہ لوگ کھٹک کھا کر بھاگے اسی کو فرمایا وَخَسِرْتُمْ اَبَدًا وَنَحْسْتُمْ وَلَٰكِنَّ اللّٰهَ رَمٰی (اور یہ تمہارے آپ کے کھلی ہرگز آپ نے نہیں پھینکی بلکہ اللہ نے پھینکی) لیکن اللہ تعالیٰ نے ان کے چہروں تک پہنچادی ہر اس کو کھٹک کا سبب بنادیا۔ (تفسیر ابن کثیر ج ۱ ص ۲۰۰ جلد ۱) یہ کھلی پھینکنے کا واقعہ فرمادہ نہیں ہے مگر یہی بات احمد (کہ اس کا حساب اللہ کے پاس ہے) پر فرمایا وَالْيُسْبِيْنَ الْمُؤْمِنِيْنَ مِنْهُ بَلَآءٌ حَسْبُاۤنَ (اور ان کا اللہ تعالیٰ مؤمنین کو اپنی طرف سے ایسا انجام دے گا کہ وہ انہیں کاٹ دے گا) میں بھی آتا ہے اور آدھا کھلی کے منہ میں بھی مشرکین نے یہاں انجام کا منہ میں لیا ہے اور مطلب یہ بتایا ہے کہ ان کا اللہ تو نہیں کوایا ایسا انجام دے گا کہ ان کے منہ میں کھلی نہیں دے گا لیکن اللہ تعالیٰ نے جو کام فرمایا کھلی ہرگز میں ان کی آنکھوں کو پہنچائی اور ان کو کھٹک دی جس کی وجہ سے اہل ایمان فتح یاب اور غریب ہوئے یہ اللہ کا انجام عظیم ہے۔ بعض مشرکین نے اس کا اور اثر دیکھا کہ یہ صاحبِ دارِ اعدائی کہتے ہیں۔ وَاَعْدَاؤُہُمْ تَفْسُوہُہُ ہلا ہلا، اہلِ الشُّرُبِ یعنی بعض حضرات نے آیت کا یہ منہ لیا ہے کہ اللہ تعالیٰ مؤمنین کو جنگ میں ابھی طرح سے آڑ دے گا۔

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا اَللّٰہُ فَعَّلَہُمْ ۚ وَفَارَصَمَتْ اِذْ رَمٰی ۚ اِنَّ اللّٰہَ سَمِیْعٌ عَلِیْمٌ ۝ ذٰلِکُمْ وَاَنَّ اللّٰہَ مُؤْمِنٌ کَرِیْمٌ ۝

ایہ اللہ نے انہیں کھل دیا ہے (یہ اللہ نے انہیں کھل دیا ہے) جس نے مسلمانوں کی دعا سن لی اور فرمادی کہ اللہ نے انہیں کھل دیا ہے (یہ اللہ نے انہیں کھل دیا ہے) سب کی نیوٹن کو اور ظاہر کو اور باطن کو بھی جانتا ہے اس کے بعد فرمایا ذٰلِکُمْ یعنی اللہ تعالیٰ کا ایک انجام تو یہ ہے کہ ابھی ذکر ہوا وَاَنَّ اللّٰہَ مُؤْمِنٌ کَرِیْمٌ (اور اللہ اللہ کا نام ہے جو کلمہ کہہ کر لے دیتا ہے) یہ دوسرا انجام ہے کہ اللہ کے ساتھ یہ دشمن بہت زیادہ کھٹکے گئے اس

نہیں، یہی قسمی کہ وہ مسلمانوں کے خلاف ہر جنگ کرتے کا ارادہ کریں۔ اور یہ بھی کہنے سے متعلق اعلان فرمایا: **وَأَنَّ اللَّهَ مَعَ الْمُؤْمِنِينَ** لیکن مشرکین کی ہر قسمی آنکھیں نہ کھلیں اور اگر ان کا حاسب میں ہر قسم کی ہمدردی ہو تو ان کے گرد یہ منہ نہ چڑھائے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنا ارادہ اور اہم ارادہ ان کی بہت بڑی ہماری نصیحت کو بڑھ کر ہمارا کیا۔ اللہ تعالیٰ کی ہمدردی سے مسلمانوں کے ساتھ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی ہمدردی ہوئی تو کون کھڑا ہے؟ مسلمانوں کو جڑا ہوا ہے اسلام میں تھے۔ پہلی قسمی قسم کہ ہے اور یہ اسلام بالکل آگے نہ بڑھا لیکن کافروں کی ہمدردی نہ ہوئی ہوگی۔ یہاں جہاں میں ان کی بڑی بڑی ہماری نصیحتیں مظلوم ہو گئیں ان میں سے انہیں متحال ہوئے اور اللہ نے انہیں یہ نصیحتیں جڑا ہوا ہے کہ کافر ان کی ہماری نصیحتیں مظلوم ہو گئیں ان کے گمراہوں میں ان کے گمراہوں میں ان کے گمراہوں میں اسلام واقعی ہو رہا ہے۔ یہ آپ امریکہ میں روزنامہ کا مشاہدہ ہوتا ہے۔ ولقد صدق الله وان الله مع المؤمنين انہا میں ہوں لیکن مسلمانوں کی شکست ہے وہ ان کے حق کی وجہ سے ہے اسلام کے اہل ہر مشق میں ہیں۔ اخلاص سے ان کی غلطی ہیں۔ لہذا انہیں کفر کے لیے ہیں۔ آج ہے۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اطِيعُوا اللَّهَ وَرَسُولَهُ وَلَا تَوَلَّوْا عَنَّهُ وَ أَنْتُمْ تَسْمَعُونَ ۝
 اے ایمان والو! اللہ کی اور اس کے رسول کی فرمانبرداری کرو۔ اور اس سے نہ الگ رہو۔ نہ کہ جو اللہ سے جتنے ہو
وَلَا تَكُونُوا كَالَّذِينَ قَالُوا سَمِعْنَا وَهُمْ لَا يَسْمَعُونَ ۝ **إِنَّ شَرَّ الدَّوَابِّ عِنْدَ اللَّهِ**

اور نہ جس سے سمجھا جا رہا ہے کہ اس نے کیا کرم ہے اسے کیا اور مال یہ ہے کہ وہ نہیں سمجھتا۔ یہ ظلم دیکھیں یہ جتنے ہمارے اور اس میں سے کہ ایک

الضَّمُّ الْبُكْمُ الَّذِينَ لَا يَعْقِلُونَ ۝ **وَلَوْ عَلِمَ اللَّهُ فِتْنَهُمْ خَيْرًا لَاسْمَعَتْهُمْ ۚ وَلَوْ أَسْمَعْتُمْ**
 سب سے بڑے وہ ہیں جو کوئی سمجھتے ہیں، مگر انہیں کوئی سمجھتا ہے۔ انہیں کوئی سمجھتا ہے تو ان کو ضرور سمجھتا ہے،
لَتَوَلَّوْا وَهُمْ مُّعْرِضُونَ ۝ **يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اسْتَجِيبُوا لِلَّهِ وَلِلرَّسُولِ إِذَا دَعَاكُمْ**

اور اگر ان کو نہ سمجھا جا رہا ہو تو ان کی کہنے کے لیے ان کی سمجھتا ہے۔ انہیں کوئی سمجھتا ہے۔ انہیں کوئی سمجھتا ہے۔ انہیں کوئی سمجھتا ہے۔ انہیں کوئی سمجھتا ہے۔

لِمَا يُحْيِيكُمْ ۚ وَاعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ يَحُولُ بَيْنَ الْمَرْءِ وَقَلْبِهِ وَأَنَّهُ إِلَيْهِ تُحْشَرُونَ ۝
 جو جس کو زندہ کرتی ہے، وہ نہ کہ ہے ظلم خدا مال ہو جاتا ہے انہی کے ہمارے دل کے وہ ہیں اور یہ ظلم خدا ہی کی طرف سے ہے۔

اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی فرمانبرداری کا حکم

ان آیات میں اللہ تعالیٰ شانہ کی اور اس کے رسول ﷺ کی فرمانبرداری کا اور حکم کی تعمیل کرنے کا اور حکم بجالانے کا حکم فرمایا اور فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کے حکم سے ہر گز نہ کہہ سکتا کہ تم جتنے ہو جتنی بات میں ہے ہر گز ان کا حکم تمہارے سامنے ہے۔ رسول اللہ ﷺ کے لیے ہیں تو اس نے کہنے کی کوئی چیز نہیں بلکہ ان کی ہر بات میں ہے کہ اس نے فرمایا تو اس کو سنا، اللہ تعالیٰ **لَا تَسْمَعُوا لَهُمْ** **لَا تَسْمَعُونَ** (اور ان لوگوں کی طرف سے ہر گز نہیں لے گا کہ اس نے فرمایا اس کو سنا کہ وہ نہیں سمجھتا کہ ان کے کفر اور منافق مرہون ہیں۔ ان کا کفر میں یہ بات جاتی ہے لیکن ہر گز دل کے کانوں سے نہیں سمجھتا اور پہلے ہی سے یہ طے کر رہا ہے کہ ہمیں نہ اور

ہیں کہ ایت شریفہ: **وَسَخَّرْنَا الْقُرْبُ إِلَىٰ مَنْ خَلَّ فُورِيْدَ** اور یہ آیت دونوں ہم معنی ہیں بعض حضرات سے نقل کیا ہے کہ اس کا معنی یہ ہے کہ بندوں کے گناہ اللہ کے فضلہ قدرت میں ہیں وہ جیسے چاہتا ہے تصرف فرماتا ہے۔ اس کے تصرف سے دلوں کے کراہم اور مقاصد بدل جاتے ہیں۔ اس کی اور شہادت اس سے آتا ہے اور اس کی کو اصطلاح مستقیم سے چلا جاتا ہے۔ کسی کے اس کا خوف سے بدل جاتا ہے اور جو چیزیں یاد ہوں ان کو بھلا دیتا ہے۔ اس بارے میں انہوں نے ایک حدیث بھی نقل کی ہے جو حضرت ام سلمہؓ سے مروی ہے اور وہ یہ کہ رسول اللہ ﷺ اکڑا رہے تھے یا غلبت القلوب ثبوت قلبي غلبت علي فتبكت (اس دلوں کے چلنے والے میرے دل کو اپنے دین پر بہت دکھ) چنانچہ حضرت ام سلمہؓ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ! آپ کفر سے یہ دعا فرماتے ہیں اس کی کیا وجہ ہے؟ آپ نے فرمایا اسے سزا کوئی شخص میں نہیں ہے جس کا دل اللہ کے فضلہ قدرت میں نہ ہو، جسے چاہے جاہلیت پر قائم رکھے اور جسے چاہے ہند سے صاحب روح اللہ تعالیٰ نے حدیث کا حوالہ نہیں دیا البتہ مفسران کی کثیر نے صفحہ ۲۹۸ جلد ۱ میں حوالہ مستند اور یہ حدیث بھی نقل کی ہے کہ اس حدیث کے ہم معنی حضرت امہ اللہ عنیؓ سے بھی روایت ہے جسے صاحب مشکوٰۃ نے صفحہ ۳۰ پر بھی مسلم سے نقل کیا ہے۔ یا غلبت القلوب ثبوت قلبي غلبت علي فتبكت (خوشخوڑوں! اور جاہل قوم ہی کی طرف جمع کئے جاؤ گے) اس میں ہم آخرت کے اختصار کی طرف متوجہ فرمایا ہے۔ آخرت کا اختصار درحسام اور دیرپا اور نفع دینے کے درست ہونے کا اور یہ سن جاتا ہے اور آخرت سے غفلت ہی ملو گا مگر اس میں اور فرمایا ہیں کہ ازیر یہ نقل ہے۔

وَاسْتَوْفُوا نَفْسَكُمْ لَا تُضَيِّبْنَ الَّذِيْنَ ظَلَمُوا وَاُنْظُرُوْكُمْ خَاصَّةً ۚ وَاعْلَمُوْا اَنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعِقَابِ ۝۱۰

اور اپنے نفس کو متفرق نہ کرو کہ تم لوگوں کا دل متفرق نہ ہو گا جو ظالم ہیں سے کہ انہوں نے غصب ہوئے اور جان لو کہ اللہ تعالیٰ سخت عذاب دہ ہے۔

ایسے فقرہ سے بچو جو ظالم کو گناہگاروں پر واقع نہ ہو گا

اس آیت کے ترجمہ میں یہ بتایا گیا ہے کہ گناہوں میں مبتلا ہونے کی وجہ سے جو فتنہ یعنی عذاب اور وبال آتا ہے وہ صرف انہی لوگوں تک محدود نہیں رہتا جنہوں نے گناہ کئے بلکہ دوسرے لوگ بھی اس میں مبتلا ہو جاتے ہیں۔

احادیث شریفہ سے معلوم ہوتا ہے کہ سب سے معروف اور نبی من المنکر چھوڑنے کی وجہ سے جب گناہگاروں پر عذاب آتا ہے تو وہ لوگ بھی اس میں مبتلا ہو جاتے ہیں جو ان گناہوں کے مرتکب نہیں تھے جن کی وجہ سے عذاب آیا لیکن چونکہ ان لوگوں نے گناہوں سے روکنے کا فریضہ ادا نہیں کیا اور اپنی نگاہیں میں لگے رہے اور گناہگاروں کو گناہوں سے نہیں روکا اس لئے یہ لوگ بھی مبتلا ہو جاتے ہیں۔

متحدہ احادیث میں اس کی تصریح ملے گی اور وہی ہے۔
نبی من المنکر چھوڑنے پر وہ میری..... حضرت جریر بن عبد اللہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ کسی بھی قوم میں اگر کوئی ایسا شخص ہو جو گناہوں کے کام کرتا ہو اور لوگ روکنے پر قادر نہ سمجھتے ہوئے اسے نہ دیکھتے ہوں تو ان لوگوں کی موت سے پہلے اللہ تعالیٰ ان پر عام عذاب بھیج دے گا۔ (مشکوٰۃ ج ۱ ص ۳۷)

حضرت نعمان بن اثیرؒ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے گناہوں میں چلنے والوں کو گناہ ہوتے ہوئے دیکھنے والوں کی ایک مثال بیان فرمائی اور یہ کہ ایک شخص جس میں وہ شیعہ ہیں قرعہ اُل کر آئیں میں ملے کر لیا کہ ان لوگ لوہے کے حصے میں چکے ہیں اور ان لوگ چکے والے جہنم میں نہیں۔ جب چاہے حصوں میں بٹے گئے تو ہر لوگ چکے ہیں وہ اپنی لینے کے لئے لوہے جاتے ہیں اور الے لوگ ان کے آنے سے تکلیف محسوس کرتے ہیں (جب چکے والوں نے یہ دیکھا کہ یہ لوگ ہمارے آنے سے تکلیف محسوس کرتے

مسلمانوں کو ایک بڑے انعام کی یاد دہانی

ہر میں جو اللہ تعالیٰ شانہ نے اہل ایمان کی دماغی سیل میں اللہ تعالیٰ کا فضل و کرم دیکھ کر ہی ہے سے مسلمانوں کو کثرت اور عزت مزید حاصل ہوئی اور یہ سب پر حاکم یعنی اللہ تعالیٰ کے لئے ملک شام آیا جائیگا کہ تھے کے واسطے سے قیصر کمزری کبھی مسلمانوں کی اس فتح پائی کا علم ہو گا اور انہیں بھی مسلمانوں کی ابھرتی ہوئی طاقت کا پتہ چل گیا۔ غزوہ بدر میں مسلمانوں کی جو کامیابی ہوئی اور مشرکین سے ہر بڑی مرگ نکلت گئی اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں پر اس کا سامان جتنا اور ان کی سادگت کو دہی کو یاد دلایا اور اشارہ فرما کر تمام ہمت دیا کہ اگرچہ تم قہور سے تھے فیصلہ بھی تھے مگر کی سر زمین میں تمہاری کبھی شکست نہیں تھی، تمہیں اس بہت کا دار نگاہ تھا کہ وہ تمہیں اپنے نہیں کے لئے رکھتا کہ تمہیں قسم کر دی کہ اللہ تعالیٰ نے اپنا فضل فرمایا کہ تمہیں مدینہ منورہ میں لگا دیا، جہاں رہنے کی کھلیں کی اور دشمنوں سے حفاظت بھی ہوئی۔ پھر جب حکام بدر میں دشمنوں سے ڈر بھڑ ہوئی تو اللہ تعالیٰ نے تمہیں قہر دی اور وہ فرمائی کہ تمہیں پاکیزہ و جنت پر نصیب فرمائیں۔ بعض حضرات کا قول ہے کہ اس سے تمام حلال اور حلالہ چیزیں مراد ہیں اور بعض حضرات نے فرمایا کہ حلالہ بدر میں قیامت کے طور پر حاصل ہوئے تھے اور مراد ہیں۔ آخر میں فرمایا **لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُونَ** (تا کہ تم شکر گزار بنو گے)۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَهُ تَخَوَّنُوا اللَّهَ وَالرَّسُولَ وَتَخَوَّنُوا أَمْنَكُمْ وَأَنْتُمْ تَعْمَلُونَ ۝

اے ایمان والو! تمہارے لئے اللہ کی اور رسول کی اور نہ خیانت کرنا اپنے آپ کی اور انہیں میں جہاد تم جاننے ہو۔

اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی خیانت نہ کرو اور آپس میں بھی خیانت کرنے سے باز رہو اور مشورہ صلوٰۃ ۸ عاصم ۳ میں حضرت چارویں عید الفطر سے نقل کیا ہے کہ جب ابوسفیان کی مکہ سے روانگی ہوئی تو حضرت جبریل علیہ السلام نے آپ کو بتایا کہ ابوسفیان لڑائی لڑاں گا، آپ نے اپنے لڑائی کی طرف نکل کر سڑے میں اور اس بات کو شہید رہ گئے لیکن بعض صحابہ نے ابوسفیان کو بذریعہ خط اطلاع دے دی کہ حضرت محمد ﷺ کا طریق پر ملتا اور وہ نے کے لئے ارادہ کر رہے ہیں لہذا تمام اپنی حفاظت کی فکر کرنا اس پر آمیت پڑا ڈال ہوئی اور ایک روایت میں یوں ہے کہ حضرت ابن شہاب بن زہری سے مروی ہے کہ حضرت (جو یہودیوں کا ایک قیدی تھا) کہیں نے جب معاویہ کی خلاف ورزی کی تو رسول اللہ ﷺ نے ان کا ہاتھ مار دیا انہوں نے کہا کہ سعد بن معاذ جو قبیلہ قریش کا رئیس منظور ہے۔ حضرت سعد نے یہ قبیلہ پکڑا کہ ان میں جو پہلے مرد ہیں ان کو کھنکھ کر دیا جائے اور یہ ان اور عورتوں کو قیدی بنا دیا جائے۔ ان کے اس قبیلہ کا علم حضرت ابولہب ابولہب کے قبیلہ سے اس پر آمیت پڑا ڈال ہوئی۔ حضرت ابولہب کو جب اپنی غلطی کا احساس ہوا تو کھنکھ گئے کہ میں نے اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی خیانت کی ہے لہذا انہوں نے مسجد نبوی ﷺ کی ایک ستون سے اپنے آپ کو باندھ دیا اور کہنے لگے کہ میں نے کچھ چھو کر گا اور نہ کچھ چھو کر گا حتیٰ کہ مر جاؤں یا اللہ تعالیٰ میری توبہ قبول فرمائے۔ حضرت رسول اللہ ﷺ کو اس بات کا علم ہوا تو فرمایا کہ میرے پاس آ جانا تو میں اس کے لئے انتظار کروں گا تا جب جو اس نے خود دیا کر لیا تو اسی وقت چھوڑ سکا ہوں جب اللہ تعالیٰ اس کی توبہ قبول فرمائے۔ سات دن تک انہوں نے بکھرتا کھانا کھایا۔ یہاں تک کہ کسے پیش ہو کر گئے مگر جب اللہ تعالیٰ نے ان کی توبہ قبول فرمائی تو رسول اللہ ﷺ شریف نے گئے اور ان کو کھول دیا۔ (صحیح البخاری ص ۱۹۰ جلد ۹)

تبت کا سبب زائد جو بھی ہو اس میں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی خیانت کرنے کی ممانعت ہے اور اس کا عزم پر مبراہ کی خیانت کو ثواب ہے ہی لئے حضرت ابن عباسؓ نے آیت کی تفسیر کرتے ہوئے فرمایا انھو قوۃ علیہ بطوریکہ ہوا انھو والی رسول بطوریکہ سبب یعنی فرماؤں کو چھوڑ کر اللہ کی خیانت نہ کرو اور رسولوں کو چھوڑ کر رسول اللہ ﷺ کی خیانت نہ کرو۔ (رد المحتار ج ۱ ص ۳۴۳)

معصوم ہوا کہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت کرنا اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول اللہ ﷺ کی خیانت ہے اور جن چیزوں کے پیچیدہ کہنے کا عزم فرمایا ہوا ان کو کھار کر یا بھی خیانت میں ملتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی خیانت کرنے کی ممانعت کے بعد فرمایا وضو نہ تو اہل اسلام کا حکم اور آپس میں اپنی امانتوں میں خیانت نہ کرو چونکہ امانت کا مفہم ہر شیخ ہے اور ہر طرح کی امانت میں خیانت کرنے کی ممانعت ہے اس لئے ہر خیانت سے نہایت احتیاط کے ساتھ پرہیز کرنا لازم ہے۔ علی خیانت کو تو بھی جانتے ہیں مگر کوئی شخص امانت رکھو اسے تو اس کو کھارے یا استعمال کرے یا کم کر دے یا اور شریک آپس میں خیانت کر لیں جو شخص قرض دے کر کسی بھی طرح اپنا مال دے کر بحال جانتے اس کا حق رکھ لیں وغیرہ وغیرہ سب خیانتیں ہیں اور ہر شخص کا عظیم ہوتا ہے کہ کسی نے کسی کا حق بردار ہے اور کسی کی خیانت کی طرح شریعت اور احکام اور ہوتا انسان خیانت سے بچ سکتا ہے اور نہ ناپاوی شیخ کو کچھ کر دے یا نہ سدا جدا کی کے ہوئے اور اس مسئلہ میں کچھ چن جاتے ہیں۔ ہر شخص اپنے اپنے متعلق احکام میں دیانت دار ہے۔ چھوٹے بڑے حکام اور حکام اور دار و مدار امانت دار ہیں۔ انھوں نے جو عہدے اپنے اپنے لئے ہیں وہ ان کی ذمہ داری شریعت اسلام کے مطابق پوری کریں۔ کسی بھی سوتے میں عوام کی خیانت نہ کریں۔ اس طرح سے باغی اور دشمنی اور سطر کے ساتھی، بڑی وہی یہاں، بڑی وہاں باپ اور اولاد سب ایک دوسرے کے مال کے وارث مگر متعلق امور کے امانت دار ہیں۔ جو بھی کوئی کسی کی خیانت کرے گا تو کفر ہوگا اور مہلک آفت میں پکڑا جائے گا۔ وہ جہالت کے علاوہ دیگر امور میں خیانت ہوتی ہے جن کا ذکر احادیث شریفہ میں اور ہوا آیت کے تحت فرمایا **وَالَّذِينَ يَتَّبِعُونَ**۔ یعنی قوم انہوں میں خیانت نہ کرو مگر تم خیانت کا برا انجام جانتے ہو اور تمہیں اس کے معصیت نہ کرنے کا علم ہے۔

امانت اور خیانت کے بارے میں عقلی تصدیق اور احکام ہم سب کو نہایت آیت **إِنِّي لَعَلَّيْكُمْ تَنَافُرُ ثُمَّ لَكُمْ لَعَلَّيْكُمْ تَنَافُرُ ثُمَّ لَكُمْ لَعَلَّيْكُمْ تَنَافُرُ** کے ذیل میں بیان کرتے اور ہم نے اس موضوع پر ایک مستقل رسالہ بھی لکھا ہے۔

وَاعْلَمُوا أَنَّمَا أَمْوَالُكُمْ وَأَوْلَادُكُمْ فِتْنَةٌ ۚ وَأَنَّ اللَّهَ عِنْدَ أَجْرٍ عَظِيمٍ ۝ يٰٓأَيُّهَا الَّذِينَ

اور تم جان لو کہ تمہاری دولتیں اور اولاد تمہاری فتنہ ہیں اور اللہ کے پاس بڑا اجر ہے۔ (سورۃ النور ۳۱)

اور تم جان لو کہ تمہاری دولتیں اور اولاد تمہاری فتنہ ہیں اور اللہ کے پاس بڑا اجر ہے۔ (سورۃ النور ۳۱)

وَاللَّهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيمِ ۝

اور اللہ بڑے فضل والا ہے۔

اموال اور اولاد فتنہ ہیں

یہ آیتیں ہیں۔ پہلی آیت میں ارشاد فرمایا کہ تمہارے مال اور اولاد تمہاری فتنہ ہیں۔ دوسری آیت میں فرمایا کہ تمہارے مال اور اولاد تمہاری فتنہ ہیں۔

کے خون کی ذمہ داری آجائے گی اور میرے خیال میں نبی باہم قصاص لینے کے لئے متبادل نہ کر سکیں گے۔ لہذا اہدیت قبول کر لیں گے اور سر سے قریش مل کر اہدیت ادا کریں گے۔ یہی کر رکھیں وہاں اس جہاں آدمی نے کچھ رائے دی ہے اور یہ قطعاً ختم میں سب سے اچھی رائے رکھنے والا ہے اس نے جو رائے دی میرے خیال میں اچھی اس کے علاوہ کوئی دوسری رائے درست نہیں ہے۔ سب نے اسی پر اتفاق کر لیا اور مجلس سے اٹھ کر چلا گئے۔

حضرت جبریل علیہ السلام کی آمد اور آپ کا صحیح سالم سفر ہجرت کے لئے روانہ ہو جانا۔ اچھے یہ لوگ حشر قی ہوئے اور دوسرے حضرت جبریل علیہ السلام پر حضرت مہدیؑ کے لئے اور رسول اللہ ﷺ کو ان لوگوں کے مطلوبہ سے باخبر کرنا اور عرض کیا کہ آپ جس گھر میں رات گزارا کرتے ہیں اس میں رات کو نہ رہیں ساتھ ہی انہوں نے مشرکین کے مشوروں سے آپ کو باخبر کر دیا کہ آپ نے حضرت علیؑ ابن ابی طالبؑ کو اپنی جگہ رات گزارنے کا حکم دیا اور یہ فرمایا کہ تمہیں کوئی تکلیف نہیں پہنچے گی۔ اس کے بعد سفر ہجرت کے لئے روانہ ہو گئے اور ایک مہم کی میں نبی اکرمؐ کو انہوں کی طرف بھیج دیا جو ان کے سروں میں بھر گئی اور آپ نے **لَا تَغْلِبُوا فِي الْغَلَاظِمِ غَلَاظِمًا** **فِيهِمْ اِلَى الْاَذْلَانِ لَهُمْ مَقْصُودُونَ** پڑھتے ہوئے روانہ ہو گئے آپ کے ساتھ حضرت ابو بکر صدیقؓ چلے گئے تھے اور دوسرے حضرات راتوں رات باخبر نہ رہ سکیں گئے آپ نے حضرت علیؑ کو اپنی جگہ چھوڑ دیا تھا تاکہ وہ انہیں ادا کریں۔ آپ کے پاس دیکھ رہی تھیں۔ (سچائی اور اعتماد کی ایسی چیز ہے جو سچے اور مانتا دھرم قصاص کا باخبر و منور بنی ہے اہل مکہ آپ سے دشمنی بھی کرتے تھے لیکن ساتھ ہی اپنی دشمنی رکھنے کے لئے آپ ہی کو منتخب کر رکھا تھا۔)

مشرکین کی ناکامی۔ جب آپ حضرت ابو بکرؓ کے ساتھ مکہ معظمہ سے تشریف لے گئے تو مشرکین مکہ نے اس خیال سے کہ صحابہؓ کو ہر تشریف دینے کے ساتھ ہونی تو حضرت علیؑ کو نہ کوئی کہہ کر ان کے اور اہل مکہ کو نہ کر لیں گے لیکن جب دیکھا کہ انہیں گلی کرنا تھا وہ سوچا کہ انہیں نہ کر دے۔ حضرت علیؑ سے پوچھا کہ تمہارے دوست کہاں ہیں انہوں نے جواب دیا کہ گھگھے چھ نہیں۔ لہذا انہوں نے انہوں پر چلتے رہے یہاں تک کہ باخبر و نہ تک پہنچ گئے وہاں دیکھا کہ عمار کے دروازے پر کھڑی نے ہلاک بن کر کھائے یہ دیکھ کر غصہ کر دیا اور کہنے لگے کہ اگر اس کے اندر گئے ہوتے تو کھڑی کا ہلاک عمار کے دروازے پر کیسے ہوتا؟ آپ اس ذمہ دشمن تھیں دن تک تشریف فرما رہے اس میں اسی واقعہ کا بیان ہے۔ دشمن اپنی تدبیر میں نکل ہوئے اور اللہ کی تدبیر غالب آئی۔ (الہدایہ بہت اعلیٰ ص ۱۷۴)

وَإِذَا أَثْلَىٰ عَلَيْهِمْ إِيْتَيْنَا قَاتِلُوا قَدْ سَبَعْنَا لَوْ نَشَاءُ لَقُلْنَا مِثْلَ هَذَا إِنْ هَذَا إِلَّا أَسَاطِيرُ

۱۔ وہاں پر ہونے والی بات حدیث کی جلی جلی ہے کہ جس کی کم سے کم تین بار کم ہونے والی ہے اس جہاں کم کر دیا گیا ہے۔ یہ کہ کوئی نہیں ہے کہ وہاں میں ہونے والے ہیں۔

الْأَوَّلِينَ ۝ وَإِذَا قَالُوا اللَّهُمَّ إِنْ كَانَ هَذَا هُوَ الْحَقُّ مِنْ عِنْدِكَ فَأَمْطِرْ

لوگ سے ٹپک جاتی ہوئی آبی میں اور وہاں ہر ایک کو اسے ہڈا کر دے کہ یہ آپ کی طرف سے واقعی حق ہے تو ہم پر آسمان سے پانی

عَلَيْنَا حِجَارَةً مِّنَ السَّمَاءِ أَوْ اَنْتِنَا بِعَذَابٍ أَلِيمٍ ۝ وَمَا كَانَ اِنَّهُ لِيُعَذِّبَهُمْ

دوسرے دیکھ رہے تھے کہ کوئی اور ناکذاب واقعہ کر دیتے اور اللہ انہیں اس حالت میں عذاب نہیں دے گا جبکہ آپ

وَ اَنْتَ فِيْهِمْ وَ مَا كَانَ اللّٰهُ مُعَذِّبَیْہُمْ وَ هُمْ یَسْتَغْفِرُوْنَ ۝

و انت میں ہے، اور اللہ تعالیٰ اس حال میں عذاب نہیں دے گا کہ وہ استغفر کرتے ہوں۔

مشرکین کا عذاب اور جھوٹا دعویٰ کہ ہم بھی قرآن جیسا کلام کہہ سکتے ہیں

قیصر بن عبدالمطلب سے انھیں پھر بنی ہارث کے لیے رسول اللہ ﷺ سے بہت زیادہ دشمنی رکھنا تھا۔ مشرکین مکہ قرآن مجید سننے سے نہ اس کے مقابلہ میں کوئی ایک آیت ان سے بھی عاجز تھے اس کی فصاحت و بلاغت کا مقابلہ نہیں کر سکتے تھے جب ان کو پہنچا دیا گیا کہ اسے مقابلہ میں ایک سو ست گراؤ تو عاجز رہ گئے۔ لیکن بنی ہارث نے "تکھیلانی بنی کعبہ" کے طریقہ پر وقت مٹانے کیلئے یوں کہا کہ لَوْنُ نَسَاءٍ لَقَلَّظَا مَعْلٰی ہلّا (اگر ہم چاہیں تو کیا کلام کہہ دیں) مطلب یہ تھا کہ یہ بات نہیں کہ ہم عاجز ہیں کیونکہ یہ ممکن کہے نہیں۔ یوں کوئی مجاہد نہیں ہے کہ مقابلہ کیلئے ہم اس جیسا کلام نہ کہہ سکیں اور مزید اس سے بھی کہا کہ اِنْ هٰذَا اِلَّا سِحْرٌ یُّسْمَرُ الْاَوَّلٰیْنَ۔ (کہ یہ جو کہہ رہے ہیں پہلے لوگوں کی باتیں ہیں جن کی کوئی بھی سنائی جاتی ہیں) اس کے کہنے کا مقصد یہ تھا کہ یہ کوئی اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل شدہ کلمہ ہے پہلے لوگوں کی باتیں ہیں جو کہہ رہے ہیں یا ان کی ہیں یا انہیں سناتے رہے ہیں پھر بنی ہارث کے عذاب بھل دوسرے لوگوں نے بھی ایسی باتیں کہی تھیں۔ جیسا کہ سورہ انفاس میں فرمایا عَشَّیْ بِاٰیٰتِہٖ اَنْتَ لَوْ نَشِئْنَا لَفَعَلْنَا لَنْقُلَ الْکُفْرَ وَاِنْ هٰذَا اِلَّا اَنْتَ یٰطٰیْرُ الْاَوَّلٰیْنَ۔ ان لوگوں کی یہ بات شرارت اور دغا کی وجہ سے کہی جا رہی تھی کہ وہ کہہ رہے ہیں نہ جو عذاب ہے جس عذاب پہلے لوگوں کی سن میں نہ تک پہنچی ہیں۔ پھر بھی ایمان سے اور دوسرے گمراہوں کو کہتے تھے کہ یہ ہمارے لوگوں کی باتیں ہیں۔

پھر بنی ہارث کا خطاب کے لئے دعا کرتا۔ پھر بنی ہارث نے جب یوں کہا کہ یہ ہمارے لوگوں کی باتیں سناتے ہیں تو حضرت جن بن مظعون مدینہ سے اس سے کہا کہ اللہ سے ڈرا اور اللہ حق فرماتے ہیں اس سے اس نے کہا کہ میں بھی حق کہتا ہوں۔ حضرت جن بن فرمایا کہ اگر اللہ حق فرماتا ہے تو اللہ اللہ اللہ کہتا ہوں لیکن یہ بات اللہ کی بیٹیاں ہیں۔ (اللہ اللہ اللہ اللہ) اس کا مطلب یہ تھا کہ چونکہ ہم انہیں اللہ کی بیٹیاں مانتے ہیں اس لئے ہم بھی لا الہ الا اللہ کہتے ہیں۔ وہ لا الہ الا اللہ کا مطلب یہ نہیں سمجھا۔ پھر اس نے بارگاہِ نبوی میں یوں دعا کی کہ اے اللہ اگر یہ دین جس کی دعوت تمہارے حق ہے میری طرف سے ہے تو اسے قبول نہ کرنے کی سزا میں ہم پر آسمان سے پھر برساتے بارش کوئی دردناک عذاب بھیج دے۔ اپنے خیال میں اس نے یہ بات ظاہر کرنے کے لئے کہی تھی کہ اگر دین تمہارا حق ہوتا تو ہم پر پھر برساتے اور عذاب نازل ہو جاتا جب یہ بات نہیں ہے تو ہم حق پر ہیں۔ اس طرح کہتے رہا کہ ہم بھی حق تھے۔ سورہ بقرہ میں ان کا قول نقل فرمایا ہے وَلَوْ لَا نَفَعَلْنَا لَعَلَّہُمْ یَعْقِلُوْنَ (اے اللہ ہم نے ان کی باتیں سن کر ان کی وجہ سے اللہ ہمیں عذاب کیوں نہیں دیا) اور اس مذمت میں بھی بہت سے کلمے کہیے گئے ہیں جن میں حق کے مقابلہ میں آجاتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہم جو نے میرا حق ہم پر عذاب کیوں نہیں آجاتا۔ مطلب آواز نہ تاق اور حق واضح ہونے کی کوئی دلیل نہیں ہے۔ پہلے یہ کہی کہ قرآن ہدایت دہاں کی عقل سے واضح ہے اور انہیں جس فکر و تدبر کے ساتھ پھر فرمایا ہے۔

پھر اللہ تعالیٰ انہی کا پانچویں کہ جو خطاب بھیج کر فیصلہ فرمائے گا بھی یہ ہو جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ عذاب مانجھے، ان کی دعا قبول فرمائیے۔ یہ بھی جلدی اور کسی دوسرے عذاب نازل ہو جاتا ہے۔ بعض مشرکین نے فرمایا ہے کہ آیت کریمہ سُبٰلٰی یٰسَعٰلٰی یٰعٰلٰی واقع

مشرکین کی عداوت۔ یہ تھی کہ ایک اللہ کے قریب بیٹیاں بجاتے اور تالیاں بٹتے تھے

تو قیامت میں یہ بتا دیا کہ نبی اکرم ﷺ کے مخالف فرما رہے تھے۔ ہر دور میں اللہ کے کیا منتقل کر رہے ہوئے اللہ تعالیٰ میں کو خطاب نہیں دے گا۔ اور اس قیامت میں یہ فرمایا کہ اللہ تعالیٰ ان کو خطاب کیوں نہ دے گا۔ ان کے دل کی ہر قسم کی ہلکی جی جھڑکی منتقلی ہیں۔ ان میں سے ایک سے کہہ کر لوگ مسجد حرام سے دور دیکھتے ہیں۔ نبی اکرم ﷺ کو آپ کے ساتھیوں کو کہہ کر مسجد سے باہر نہ کرنے کی ہدایت دی۔ اور وہاں ہدایت و خلاف کرنے سے روک دیا۔ پھر جب یہ بھڑکی میں آج اپنے صحابہ کے ساتھ مرو کرنے کے لئے تشریف لے گئے تو مسجد حرام تک نہ پہنچے۔ یاد کرو نہ کرنے، یا ان کی ہر حرکت اس قابل ہے کہ ان پر یہ خطاب نازل کیا جائے کہ کرو اور نہ کرو ان کی ہر حرکت میں ہر ایک کو خطاب کے منتقل ہیں۔ کہ منظر میں یہ عمومی خطاب نہ تھا لیکن ان کو ہر دور ہر زمانہ میں قابل منتقل ہوئے۔

علامہ غفری رحمہ اللہ نے معالم الشریعہ (جلد ۱ ص ۳۷۷) میں بعض حضرات کا قول نقل کیا ہے کہ **وفا نحی عن اللہ تعالیٰ** سے غفری خطاب مراد ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ یہ لوگ سب ہی ایک ایک کر کے ہلاک نہ کئے جائیں گے اور **وفا یلہو** **آلہ یلہو** سے غفری خطاب مراد ہے، یعنی ان کی حرکتوں کی وجہ سے وہ گمراہ کی زد میں نہ آئیں گے اور محتفل ہوں گے اور ایک یہ قول نقل کیا ہے کہ یہی آیت میں دلجوئی خطاب کا ذکر ہے اور دوسری آیت میں آخرت کے خطاب کا ذکر ہے۔ دوسرے قول کے مطابق تفسیر کرنے سے **لَا تَلُومُوا الْغَافِلِينَ بَلَا نَسُوا حَظًّا فَرِيًّا** کا ترجمہ **اے غافل! تمہارا ہر لحظہ غفلت سے بچنا چاہئے** ہے۔

اس کے بعد فرمایا: وَمَا كَانَ لِأُولَئِكَ أَنْ يَدْعُوا بِهِمْ مُسْرِئًا وَلَا فَاعِلًا۔ یہ لوگ مسجد حرام کے گویا یعنی اس کے متولی نہیں ہیں، کعبہ شریف والی توحید حضرت ابراہیم علیہ السلام کا گناہ ہوا ہے کعبہ اور مسجد حرام پہلے شرک کا گنہگار تھے کہ کوئی انہیں ہے ہر فرما دینا تَوَلَّيْنَاكَ يَا آلَ الْفَنَئِيلِ کہ مسجد حرام کے متولی وہی ہیں، جہاں تک مکی ہیں (جو کفر شرک سے بچتے ہیں) مطلب یہ ہے کہ اس کی قیادت کا احتساب ہی ایمان کو ہے جو بعد میں فتح مکہ کے بعد متولی ہو گئے۔ اس دن کا فرس کا تسلط قائم ہوا اور مشرکین کو مارے گئے اور بہت سے مسلمان ہو گئے وَالَّذِينَ آمَنُوا مِنكُمْ لَا يَسْتَخْلِفُونَ (اور ان میں سے اکثر یہ بات نہیں جانتے کہ انہیں مسجد حرام کے متولی ہونے کا احتساب نہیں ہے اور بعض لوگ جو اس بات کو نہ جانتے ہیں وہ ممانہ کرتے ہوئے ہیں۔) (کتابی، درج، ص ۲۰۲)۔

اس کے بعد اہل مکہ کی مہارت کا تذکرہ فرمایا جس کو وہ اسلام قبول کرنے سے پہلے اختیار کئے ہوئے تھے۔ پہلے خیال میں مسجد حرام کے حصول کی گنجائش تھی کہ ہم عبادت کر کے قرابت کا قافہ ادا کر رہے ہیں اور ان کی مہارت سے بھی کہ مسجد حرام میں جہیزاں بہتے تھے اور انہیں پختہ تھے (جتنے بھی شیطانی دھندے ہوتے ہیں ان میں انہیں مثالیں نہ مل سکتی ہیں) کہ ان کی قرآنوں کی وجہ سے سختی مذہب ہوئے، آخرت میں تو ہر کار کو مذہب ہو گا ہی ہے دنیا میں بھی مذہب میں جھکا ہوا رہتے ہیں۔ اہل مکہ بھی اسلام قبول نہ کرنے سے مذہب میں جھکا ہوئے جن میں ایک جھگڑا ہو چکا ہو جس کی وجہ سے اہل مکہ کو زمانہ شریک میں جو یہ خیال تھا کہ ہم مسجد حرام کے حصول کی اور ان کی قرابت میں مسجد حرام سے روکنے کا اختیار ہے اس خیال کی تردید فرمائی کہ اہل مکہ مسجد حرام کے حصول نہیں ہو سکتے۔ نیز وہ ان کو سمجھتے تھے کہ ہم مسجد حرام کو آباد کئے ہیں اس میں عبادت کرتے ہیں اگر مسلمانوں کو اس میں عبادت کرنے سے روک دیا تو کیا ہو گا؟ خود ہم عبادت گزار ہیں۔ ان کی اس بات کی بھی تردید فرمائی کہ تمہاری عبادت شیطانی دھندہ ہے۔ تاہم یہ بتانا، یہاں یہاں کہاں کی عبادت ہے؟ اس سے مسجد حرام کی طرف توجہ دلائی ہے۔

کرتے ہیں ایک دوسرے کا تعاون کرتے تھے آخرت میں بھی سب ایک جگہ جمع ہوں گے۔ دنیا میں جو اسلام کی دشمنی کے لئے سوچتے اور طریق کرتے تھے ان کی جگہ سے اللہ تعالیٰ میں کھینچے ہو کر اس کی سزا بخشیں گے۔

قُلِ الَّذِينَ كَفَرُوا إِنْ يَنْتَهِوا يُغْفَرْ لَهُمْ مَا قَدْ سَلَفَ ۚ وَإِنْ يَعُودُوا فَقَدْ

ایسی قوم ہے کہ ان پر آپ ص سے فرما دیجئے کہ اگر وہ اپنا کفر ترک کر دے گا تو ان کے گناہوں کو معاف کر دیا جائے گا اور اگر وہ دوبارہ کفر کرنے لگے گا تو اس کے لئے سزا ہے۔

مَضَتْ سُلَّةُ الْآوَالِينَ ۝

تو پہلے لوگوں کی سلا ختم ہو گئی۔

کافروں کو اسلام کی ترغیب اور کفر پر تنبیہ دینے کی وحید

اس آیت میں ترغیب بھی ہے اور تنبیہ بھی۔ اللہ تعالیٰ شانہ نے نبی اکرم ﷺ کو آپ کا فرس سے فرمایا کہ اب تک جو تم کفر پر رہے ہو اور اسلام کی دعوت کو رد کئے کے لئے تدبیریں کرتے رہے اور اس کے بارے میں جنگ کرتے رہے ان سب سے انکار تائب ہو جاؤ یعنی اسلام قبول کر لو تو وہ سب جو معاف کر دیا جائے گا جواب تک نہ دینا ہے۔ حضرت عمرو بن عاص بھی اسلام کے بڑے دشمنوں میں سے تھے۔ انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ! میں اس شراب پر آپ کے ہاتھ پر بیعت ہوا ہوں کہ میری مظلومت گری جائے آپ نے فرمایا ہے عمرو! کیا تمہیں معلوم نہیں کہ اسلام میں سب چیزیں کو ختم کر دیتا ہے جو اس سے پہلے تھیں اور بلاشبہ ہجرت میں سب گناہوں کو ختم کر دیتی ہے جو اس سے پہلے تھے اور بلاشبہ ان گناہوں کو ختم کر دیتا ہے جو اس سے پہلے تھے۔ (مسلم ص ۱۷۷)

شرع حدیث نے لکھا ہے کہ ہجرت اور حج سے معذور گناہ معاف ہوتے ہیں اور حقوق العباد معاف نہیں ہوتے۔ یہ بات دوسرے دلائل سے ثابت ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ کا بہت زیادہ کرم ہے کہ کوئی شخص کی ساری دشمنی اسلام ہو جب بھی اسلام قبول کرے تو پہلے سب گناہ معاف ہو جاتے ہیں۔

پھر فرمایا **وَالَّذِينَ يَتَّبِعُوا فَتْنَةَ الْآوَالِينَ** اور اگر کافر اپنے کفر پر تنبیہ ہیں تو ان کو کچھ لینا ہے کہ پہلے لوگوں کا انکار اور عداوت کی وجہ سے جو سزا نہیں ملی ہیں عقول اور مظلوم ہونے ہیں وہی سزا میں ان کو بھی نہیں کی اور آخرت کا عذاب دائمی تو ہر کار کے لئے ہر حال ہے۔ صاحب عالم بقول لکھتے ہیں **فَلَقَدْ مَضَتْ سُلَّةُ الْآوَالِينَ** فلی نصر اللہ ابیہ واولیاءہ واولیاءہ واولیاءہ اعدائہ یعنی اللہ تعالیٰ کا یہ کرمی قانون چلا آ رہا ہے کہ اپنے دنیاوی اولیاء کی مدد فرمائی ہو اپنے دشمنوں کو ہلاک فرمایا اگر تم کفر سے باز نہ آئے تو اس کرمی قانون کے مطابق تمہارا بھی انجام ہو گا۔

وَقَالُوا لَهُمْ حَسْبُنَا رَبُّهُمْ حَتَّىٰ لَا تَكُونَ فِتْنَةٌ وَيَكُونَ الَّذِينَ كَفَرُوا ۚ وَلَٰئِنْ أَنتَهُوا قَرَأَ اللَّهُ بِمَا يَعْمَلُونَ

اور ان سے کہتے تھے ہمارا رب ہی ہمارا کفرت اور کفر سے ہم سدا رہی حالت کے لئے ہوا ہے۔ اگر وہ اپنا کفر تو بے لگت ان کا اس کو دیکھتا ہے۔

بَصِيرٌ ۝ وَإِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُونَ ۚ إِنَّ اللَّهَ مَوْلَاكُمْ فَغَنِمُوا ۚ غَنِمُوا ۚ وَغَنِمَ النَّصِيرُ ۝

اور کہتے ہیں کہ اگر وہ دیکھ لیں تو یقین چاہئے کہ اللہ تعالیٰ تمہارا مددگار ہے وہ اچھا مددگار ہے۔

کافروں سے لڑتے رہو یہاں تک کہ سارا دین اللہ ہی کے لئے ہو جائے

یہ آیت میں ارشاد فرمایا کہ کافروں سے یہاں تک لڑو کہ کفر و شرک باقی نہ رہے اور سارا دین اللہ ہی کیلئے ہو جائے۔ یعنی اہل کفر اسلام قبول کر لیں اور مومن ہو جائیں۔ بعض مفسرین نے فرمایا ہے کہ اس سے کفار عرب مراد ہیں۔ چونکہ ان سے لڑنے کی تلقین نہیں کیا جاتا اس لئے یہ عہد یاد کیا ہے کہ کفار عرب سے یہاں تک جنگ کرو کہ جزیرۃ العرب میں کفر نہ رہے۔ پھر اگر یہ اسلام کا گہوارہ ہو جائے اور بعض حضرات نے فرمایا ہے کہ آیت کے یہ معنی ہیں کہ سارا کافروں سے لڑو، رہو، جہاں تک لیں گی وہیں یہاں تک کہ اسلام کو قیام ہو جائے۔ بلکہ یہ دوسری جہاں تک یہ کہ اسلام قبول کر لیں اور ہم یہ کہ جہاد پر چاہتے ہیں۔

حضرات صحابہؓ پر اگر جہاد کرتے رہے مگر ان کے بعد بہت سے امراء و حاکم نے جہاد جاری نہ کیا۔ اور حاضر کے مسلمانوں نے جہاد شرقی و جنوبی و اقواب و غیرہ اور مطلوب ہو رہے ہیں آیت کے تفسیر فرمایا طین النہود اطلاق اللہ بنما یغفلون یعنی ۵۰ (اگر کافروں کو اپنے کفر سے باز نہ آجائیں اور اسلام قبول کر لیں تو اللہ ان کا سونہ کر دیتا ہے جو وہ کرتے ہیں) جنہیں جنگ میں جان کی قربانی نہیں کی۔ خیال کر کے کہ جنہیں ہے انہوں نے جس طرح کہنے کے لئے اسلام قبول کر لیا ہو مگر لڑ کر تھے چلے جاؤ ایمان نہ کرنا تم ظاہر کے مختلف ہو خوب کا حال اللہ تعالیٰ جانتا ہے، مگر وہ جو کہ ہیں اللہ تعالیٰ شانہ ان سے تمہاری حفاظت فرمائے گا۔ حضرت اسامہ بن زیدؓ کو رسول اللہ ﷺ نے قیامی بیعت کی طرف ایک لشکر کا امیر بنا کر بھیجا تھا۔ جنگ کے موقع پر جب حضرت اسامہ بن زیدؓ کا لڑنا میں سے ایک آدمی کو قتل کرنے لگے اس نے لا الہ الا اللہ کہہ دیا۔ اس کے باوجود انہوں نے اسے قتل کر دیا جب رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو انہیں عرض کر دیا آپ نے فرمایا: افسوس! ولہ عہد ان لا الہ الا اللہ کیا تو نے اس کے باوجود اسے قتل کر دیا کہ اس نے لا الہ الا اللہ کہہ دیا۔ حضرت اسامہؓ جسے عرض کیا اللہ تعالیٰ فلک ہو گا کہ اس نے جان بچانے کے لئے کیا کیا۔ آپ نے فرمایا: لا یغفل عن خلقہ من قبلہ، سو نے اس کے دل کو بچ کر نہیں دیکھا۔ آپ کا مطلب یہ تھا کہ جب کہ نے اسلام کا کفر پر حاوی تو میں سے مسلمان، ان لینا چاہئے۔ ہم لوگوں کا حال نہیں جانتے۔ لوگوں کو بچ کر نہیں دیکھتے مگر کسی کو کیسے کہہ سکتے ہیں کہ اس نے سچے دل سے کفر نہیں چھوڑا۔ ہر کام ظاہر سے متعلق ہے لوگوں کا حال اللہ جانتا ہے۔ اگر کافروں کو قتل نہ کر لیں تو کفر پھیل جائے گا۔ اللہ تعالیٰ ہماری حفاظت فرمائے گا۔ تو ظاہر اور باطن سب ہی کو جانتا ہے۔ قال ابن کثیر (ص ۳۰۰ ج ۲) قوله فان النہود اطلاق اللہ انما یغفلون عنکم علیہم من الکفر فکفروا علیہم فان لم یصلوا یواظبوا علیہم فان اللہ بما یعملون بصیر ثم ذکر قصۃ اسامہ بن زید الذی ذکرنا ہا فی حبلہ الصلحۃ وہی مرویۃ فی الصحیحین وغیرہما۔ (خلاصہ میں کثیر فرماتے ہیں اللہ تعالیٰ کے ارشاد فان النہود اطلاق اللہ کا مطلب یہ ہے کہ اگر وہ اپنے کفر ہوئے کے باوجود حق سے قتل کرنے سے رک جائیں تو تم بھی ان سے قاتل سے باز آؤ۔ اگر تم ان کے باطن کو نہیں جانتے ہیں اللہ تعالیٰ ان کے تمام اعمال کو دیکھ رہا ہے۔ پھر اس میں کثیر نے حضرت اسامہ بن زیدؓ کو لایا یہ قصہ ذکر کیا جو ہم نے ابھی اس سلسلے میں بیان کیا ہے اور یہ قصہ سمجھیں یہ لیر میں مروی ہے)

دوسری آیت میں فرمایا فان تولوا فاعقلوا فان اللہ یغفلون غفیم کا کفر اگر وہ گروا لی کریں اسلام قبول نہ کریں اور تمہاری حفاظت اور حمایت پر کمر بستہ ہیں تو ان سے لڑو اور بدلہ لے لو۔ اللہ تعالیٰ تمہارا سہارا ہے تمہاری مدد فرمائے گا۔ یغفون الغفوس و یغفون الغفوس۔ اچھا مومن اور اچھا خدا کا ہے۔ جب کسی کی مدد شامل حال ہوگی تو تمہارے لئے بدلہ لے گا اور جہاد چھوڑ کر بیعت نہ کرنا کوئی سوغات نہیں۔

(پارہ فقہر ۲۰)

وَأَعْلَنُوا أَنبَاءَ غَيْبِهِمْ مِن شَيْءٍ ۖ فَإِنَّ لِلَّهِ خُمُسَهُ وَلِلرَّسُولِ وَلِذِي الْقُرْبَىٰ

اور تم جان کر جو غیبی چیزیں ہیں تمہارے لئے، ان کا پانچواں حصہ ہے اور رسول کے لئے اور قریب رشتہ داروں کے لئے

وَالْيَتَامَىٰ وَالسَّكِينِ وَأُولَىٰ السَّبِيلِ ۚ إِن كُنتُمْ آمَنْتُمْ بِمَا نَزَّلْنَا عَلَىٰ عَبْدِنَا يَوْمَ

اور یتیموں کے لئے مسکینوں کے لئے اور مساکینوں کے لئے، اگر تم جانتے ہو کہ اللہ تعالیٰ نے تم پر جو کچھ نازل کیا ہے، اس پر ایمان لے لیا ہو، تو تمہارے لئے

الْفُرْقَانِ يَوْمَ التَّلَافِ الْجَنَفِينَ ۚ وَأَلَّهُ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ ۝

الفرقان یعنی روز جزا کی قسمیں اور اللہ ہر چیز پر قادر ہے۔

اموالِ یتیم کے مستحقین کا بیان

کاروں سے جب جہاد کیا جاتا ہے تو ان کے اموال بھی جہاد میں آجاتے ہیں ان اموال کو شریعت اسلامیہ کی اصطلاح میں مالِ یتیمیت کہا جاتا ہے۔ سابقہ احکام کے مطابق جب کاروں سے جہاد کرتے تھے تو ان کے اموال تقسیم آجاتے تھے تو ان اموال کو آپس میں تقسیم کر لینے کا شرعی قانون نہیں تھا بلکہ آج سے آگے نازل ہوئی تھی جو یتیمیت کے اموال کو جہاد کرنا مستحب کر رہی تھی۔ اللہ تعالیٰ شانہ نے اسلام پر یہ حکم فرمایا اور ہماری کتاب میں اموالِ یتیمیت آپس میں تقسیم کرنے کی اہمیت مرحمت فرمادی۔ اہل انیس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم علیہم وسلم جعلوا من قبلنا فذلک بان لہ والیٰ علیہم عجزنا علیہم۔ (مفسرین کا ترجمہ ہے کہ ہم سے پہلے کسی امت پر اموالِ یتیمیت حلال نہیں تھے۔ اللہ تعالیٰ نے ہمارے فضلہ کو ان کی کو دیکھا تو ہمارے لئے اموالِ یتیمیت حلال کر دیے)۔ (امام مسلم ص ۱۰۰)

کاروں کا جو مال جنگ میں حاصل کر لیا جائے اس کی تقسیم کے بارے میں شریعت اسلامیہ میں جو احکام ہیں ان میں سے ایک حکم اس آیت میں بیان فرمایا ہے اور وہ یہ کہ مالِ یتیمیت میں سے کوئی پانچواں حصہ بطور ہبہ کر لیا جائے اور اس کے بعد باقی چار حصے مجاہدین میں تقسیم کر دیے جائیں۔ پانچواں حصہ کسی بزرگ یا غریب کے ہاں سے ہرگز نہیں لیا جائے گا۔

لَٰنَ لِلَّهِ خُمُسُهُ وَلِلرَّسُولِ وَلِذِي الْقُرْبَىٰ وَالْيَتَامَىٰ وَالسَّكِينِ وَأُولَىٰ السَّبِيلِ۔

مفسرین نے فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ شانہ کا ذکر کرنا ہے اس شخص کے مستحقین، مالِ یتیمیت میں سے کوئی پانچواں حصہ بطور ہبہ کر لیا جائے اور اس کے بعد باقی چار حصے مجاہدین میں تقسیم کر دیے جائیں۔ پانچواں حصہ کسی بزرگ یا غریب کے ہاں سے ہرگز نہیں لیا جائے گا۔

یعنی مالِ یتیمیت کے اس پانچویں حصہ کا مصروفہ مال اللہ تعالیٰ کی ذات گرامی ہے اور آپ کے دشمنوں پر تقسیم نہیں اور مسکین ہیں اور مساکین

اللہ تعالیٰ شانہ نے حرے فرمایا کہ وہب مقابلہ کا وقت آیا اور شہ مجبور ہو گئی تو مسلمانوں کی آنکھوں میں کاغذوں کو اور کافروں کی آنکھوں میں مسلمانوں کو کندھا دینا دیکھا جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ مسلمان شجاعت اور بہ جگر سے لڑے اور کافر بھی یہ سمجھ کر لڑے کہ یہ قہر دے سے لوگ ہیں ان کو شکست کتنا آسان ہے پھر انجام یہ ہوا کہ کافر مغلوب ہوئے اور شکست کھائی اور مسلمان غالب ہوئے اور حج پائی اور اللہ تعالیٰ کا جو عہدہ مقرر تھا، اللہ تعالیٰ کے مطابق ہو کر یہ عالم باختر علی ص ۲۵۳ میں حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کا بیان نقل کیا ہے کہ بدر کے دن مشرکین کی تعداد دہری آنکھوں میں اس قدر کم ہو گئی تھی کہ میں نے ایک ساتھی سے پوچھا کہ جو میرے پیلوں میں تھا کہ کھڑا کیا یا نہیں ہے کہ یہ لوگ سڑ (۷۰) ہوا تو وہی گئے اس نے جواب دیا کہ میرے خیال میں ۵۰ (۵۰) ہیں اس کے بعد ہم نے مشرکین میں سے ایک شخص کو قہر کر لیا اور اس سے پوچھا تمہاری کتنی تعداد ہے تو اس نے کہا کہ ایک ہزار کی گزری ہے۔

وَيَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَقْرَبُوا مَالَ الْوَالِدَيْنِ وَالْأَقْرَبِينَ أَنْ يَحْبِسَ عَلَيْكُمْ أَمْوَالَكُمْ فَأْتُوا بِنُصُوحٍ إِلَيْكُمْ وَبِالْأَقْرَبِينَ بِمَا لَهُمْ مِنْ مَالٍ وَنَافِلَةٍ وَأَنْ تَقْرَبُوا مَالَ الْوَالِدَيْنِ وَالْأَقْرَبِينَ هُوَ أَكْبَرُ عِنْدَ اللَّهِ

اس میں یہ جان کر کہ واقعہ درمیں دینی اسلام کی مکمل اور واضح حقانیت ظاہر ہوئی اور کفر و شرک کے باطل ہونے کا خوب واضح طریقہ ہو گیا جو کون کو علم ہو گیا مابھی جو شخص ہدایت کا وہ گہنی گھر پر ہمارے گاہ و جنت تمام ہونے کے بعد اس کو اختیار کرنے کا اور جو شخص ایمان پر کھینچنے کے ساتھ ہمارے گاہ و جنت کے ساتھ دین حق پر رہے گا۔ بلا شک سے کفر پر باقی رہا اور حیات سے اسلام پر ہمارا ہمارا اسلام قبول کرنا سرا ہے۔ حق واضح ہو جانے کے بعد ہر طرح کی کھانچنی کھانچنی کا حال ختم ہو گیا اب کافر دیکھتی آنکھوں و شکنجے آگ میں جانے کا اور خود اپنی ہلاکت کے راستہ کو اختیار کرنے کا اور جو شخص اسلام پر ہے گا اور اسی طرح کافر کافر اسلام قبول کرے گا وہ بھی بالکل راجح کے ساتھ دینی حق پر مستقیم ہوگا۔

سورۃ آل عمران کے دوسرے کونے میں بھی لکھ دیا ہے کہ: ﴿لَا يَخْشَى الْفِتْنَةَ سِوَا اللَّهِ﴾۔ (میرا بے جاں کا جزیرہ نہیں ہے، میں دیکھ رہا ہوں۔)

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا لَقِيتُمْ فِئَةً فَاثْبُتُوا وَاذْكُرُوا اللَّهَ كَثِيرًا لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ ﴿٥٠﴾

اسے اعلان کیا جا رہا ہے کہ کسی جماعت سے بغیر کسی قیادت کے قوم کو رہنمائی کی ضرورت ہے اور کہہ تاکہ ہم کامیاب ہو سکیں۔

وَأَطِيعُوا اللَّهَ وَرَسُولَهُ وَلَا تَنَازَعُوا فَتَفْشَلُوا وَتَذْهَبَ رِيحُكُمْ وَاصْبِرُوا إِنَّ اللَّهَ مَعَ

ہر ماہ صحت کوڑھ کی سوزش کے سوا کسی اور آفت میں مبتلا نہ کیا جائے۔ ہر ماہ صحت کوڑھ کی سوزش کے سوا کسی اور آفت میں مبتلا نہ کیا جائے۔ ہر ماہ صحت کوڑھ کی سوزش کے سوا کسی اور آفت میں مبتلا نہ کیا جائے۔

الضَّالِّينَ ۚ وَلَا تَكُونُوا كَالَّذِينَ خَرَجُوا مِنْ دِيَارِهِمْ بَطْرًا وَرِثَاءَ النَّاسِ

صاحبزادے کے ساتھ ہے۔ یہ اپنی کتابوں کی طرح کہ وہ ۲۴ گھنٹہ سچا مگر جس سے بڑا ہے انہیں کا دکھانے کے لئے ہے

وَيُضْطَوْنَ عَنْ سَبِيلِ اللَّهِ ۚ وَاللَّهُ بِمَا يَعْمَلُونَ مُخِيطٌ ﴿٥٠﴾

دشمنوں سے مقابلہ ہو جائے تو حرم کو مقابلہ کرو اور اللہ تعالیٰ کو کثرت سے یاد کرو۔
ان آیات میں ایمان کو جو عزم دے کہ جب بھی کسی جماعت سے نہ چھاری نہ بھیڑ ہو جائے ملحق جنگ اور لڑائی کی نوبت آجائے تو

۵۔ حق تعالیٰ کے کہہ تو ہم کہہ چاہے کہ حضرت عبداللہ بن ابی طالبؑ نے ارشاد فرمایا کہ انہیں سے بھلا بھیج ہو نے کی تم کو اور اللہ سے عافیت کا سوال کرو مگر سب سے بھیج ہو جائے تو ہم کہہ لو۔ اٹھ مضمون کی نگارہی میں ۳۳ جلد ۲۳۳ ص ۱۰۰ سے ۱۰۱ ص ۱۳۵ جہاں میں یہ حدیث حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے روایت کی ہے اس میں میں ہیں ہے کہ انہیں سے بھلا ہو نے کی تم کو اور اللہ سے عافیت کا سوال کرو۔ یہ حدیث ابی جہلؓ سے روایت ہو چکے ہیں، چنانچہ اس حدیث کی روایت کو اس کی

صحبت شریف سے معلوم ہوا کہ سوال تو خالی ہی کا کرتے رہیں اور جب دشمنانِ دین سے کڑے کا سامنا آجئے تو کھردری نہ دکھائیں، بہت نرم، مین، جم کر گویں اور اللہ تعالیٰ کا ذکر بھی کریں اور اللہ کے آداب میں سے جو بھی ارشاد فرمایا کہ نہ منہ سے نہ زبان سے نہ لکھیں۔ حضرت نے یہ نذر قائم ہے۔ سے روایت ہے کہ کئی بچوں نے ارشاد فرمایا کہ تمہیں موقع میں اللہ تعالیٰ کا خاصا مٹاویں محبوب ہے۔ ۱۱۳۔ قرآن کے حقائق اور اللہ کے وقت اور دوسرے وقت جتنا حاضر ہو۔ (۱) (۲) (۳) (۴) (۵) (۶) (۷) (۸) (۹) (۱۰) (۱۱) (۱۲) (۱۳) (۱۴) (۱۵) (۱۶) (۱۷) (۱۸) (۱۹) (۲۰) (۲۱) (۲۲) (۲۳) (۲۴) (۲۵) (۲۶) (۲۷) (۲۸) (۲۹) (۳۰) (۳۱) (۳۲) (۳۳) (۳۴) (۳۵) (۳۶) (۳۷) (۳۸) (۳۹) (۴۰) (۴۱) (۴۲) (۴۳) (۴۴) (۴۵) (۴۶) (۴۷) (۴۸) (۴۹) (۵۰) (۵۱) (۵۲) (۵۳) (۵۴) (۵۵) (۵۶) (۵۷) (۵۸) (۵۹) (۶۰) (۶۱) (۶۲) (۶۳) (۶۴) (۶۵) (۶۶) (۶۷) (۶۸) (۶۹) (۷۰) (۷۱) (۷۲) (۷۳) (۷۴) (۷۵) (۷۶) (۷۷) (۷۸) (۷۹) (۸۰) (۸۱) (۸۲) (۸۳) (۸۴) (۸۵) (۸۶) (۸۷) (۸۸) (۸۹) (۹۰) (۹۱) (۹۲) (۹۳) (۹۴) (۹۵) (۹۶) (۹۷) (۹۸) (۹۹) (۱۰۰) (۱۰۱) (۱۰۲) (۱۰۳) (۱۰۴) (۱۰۵) (۱۰۶) (۱۰۷) (۱۰۸) (۱۰۹) (۱۱۰) (۱۱۱) (۱۱۲) (۱۱۳) (۱۱۴) (۱۱۵) (۱۱۶) (۱۱۷) (۱۱۸) (۱۱۹) (۱۲۰) (۱۲۱) (۱۲۲) (۱۲۳) (۱۲۴) (۱۲۵) (۱۲۶) (۱۲۷) (۱۲۸) (۱۲۹) (۱۳۰) (۱۳۱) (۱۳۲) (۱۳۳) (۱۳۴) (۱۳۵) (۱۳۶) (۱۳۷) (۱۳۸) (۱۳۹) (۱۴۰) (۱۴۱) (۱۴۲) (۱۴۳) (۱۴۴) (۱۴۵) (۱۴۶) (۱۴۷) (۱۴۸) (۱۴۹) (۱۵۰) (۱۵۱) (۱۵۲) (۱۵۳) (۱۵۴) (۱۵۵) (۱۵۶) (۱۵۷) (۱۵۸) (۱۵۹) (۱۶۰) (۱۶۱) (۱۶۲) (۱۶۳) (۱۶۴) (۱۶۵) (۱۶۶) (۱۶۷) (۱۶۸) (۱۶۹) (۱۷۰) (۱۷۱) (۱۷۲) (۱۷۳) (۱۷۴) (۱۷۵) (۱۷۶) (۱۷۷) (۱۷۸) (۱۷۹) (۱۸۰) (۱۸۱) (۱۸۲) (۱۸۳) (۱۸۴) (۱۸۵) (۱۸۶) (۱۸۷) (۱۸۸) (۱۸۹) (۱۹۰) (۱۹۱) (۱۹۲) (۱۹۳) (۱۹۴) (۱۹۵) (۱۹۶) (۱۹۷) (۱۹۸) (۱۹۹) (۲۰۰) (۲۰۱) (۲۰۲) (۲۰۳) (۲۰۴) (۲۰۵) (۲۰۶) (۲۰۷) (۲۰۸) (۲۰۹) (۲۱۰) (۲۱۱) (۲۱۲) (۲۱۳) (۲۱۴) (۲۱۵) (۲۱۶) (۲۱۷) (۲۱۸) (۲۱۹) (۲۲۰) (۲۲۱) (۲۲۲) (۲۲۳) (۲۲۴) (۲۲۵) (۲۲۶) (۲۲۷) (۲۲۸) (۲۲۹) (۲۳۰) (۲۳۱) (۲۳۲) (۲۳۳) (۲۳۴) (۲۳۵) (۲۳۶) (۲۳۷) (۲۳۸) (۲۳۹) (۲۴۰) (۲۴۱) (۲۴۲) (۲۴۳) (۲۴۴) (۲۴۵) (۲۴۶) (۲۴۷) (۲۴۸) (۲۴۹) (۲۵۰) (۲۵۱) (۲۵۲) (۲۵۳) (۲۵۴) (۲۵۵) (۲۵۶) (۲۵۷) (۲۵۸) (۲۵۹) (۲۶۰) (۲۶۱) (۲۶۲) (۲۶۳) (۲۶۴) (۲۶۵) (۲۶۶) (۲۶۷) (۲۶۸) (۲۶۹) (۲۷۰) (۲۷۱) (۲۷۲) (۲۷۳) (۲۷۴) (۲۷۵) (۲۷۶) (۲۷۷) (۲۷۸) (۲۷۹) (۲۸۰) (۲۸۱) (۲۸۲) (۲۸۳) (۲۸۴) (۲۸۵) (۲۸۶) (۲۸۷) (۲۸۸) (۲۸۹) (۲۹۰) (۲۹۱) (۲۹۲) (۲۹۳) (۲۹۴) (۲۹۵) (۲۹۶) (۲۹۷) (۲۹۸) (۲۹۹) (۳۰۰) (۳۰۱) (۳۰۲) (۳۰۳) (۳۰۴) (۳۰۵) (۳۰۶) (۳۰۷) (۳۰۸) (۳۰۹) (۳۱۰) (۳۱۱) (۳۱۲) (۳۱۳) (۳۱۴) (۳۱۵) (۳۱۶) (۳۱۷) (۳۱۸) (۳۱۹) (۳۲۰) (۳۲۱) (۳۲۲) (۳۲۳) (۳۲۴) (۳۲۵) (۳۲۶) (۳۲۷) (۳۲۸) (۳۲۹) (۳۳۰) (۳۳۱) (۳۳۲) (۳۳۳) (۳۳۴) (۳۳۵) (۳۳۶) (۳۳۷) (۳۳۸) (۳۳۹) (۳۴۰) (۳۴۱) (۳۴۲) (۳۴۳) (۳۴۴) (۳۴۵) (۳۴۶) (۳۴۷) (۳۴۸) (۳۴۹) (۳۵۰) (۳۵۱) (۳۵۲) (۳۵۳) (۳۵۴) (۳۵۵) (۳۵۶) (۳۵۷) (۳۵۸) (۳۵۹) (۳۶۰) (۳۶۱) (۳۶۲) (۳۶۳) (۳۶۴) (۳۶۵) (۳۶۶) (۳۶۷) (۳۶۸) (۳۶۹) (۳۷۰) (۳۷۱) (۳۷۲) (۳۷۳) (۳۷۴) (۳۷۵) (۳۷۶) (۳۷۷) (۳۷۸) (۳۷۹) (۳۸۰) (۳۸۱) (۳۸۲) (۳۸۳) (۳۸۴) (۳۸۵) (۳۸۶) (۳۸۷) (۳۸۸) (۳۸۹) (۳۹۰) (۳۹۱) (۳۹۲) (۳۹۳) (۳۹۴) (۳۹۵) (۳۹۶) (۳۹۷) (۳۹۸) (۳۹۹) (۴۰۰) (۴۰۱) (۴۰۲) (۴۰۳) (۴۰۴) (۴۰۵) (۴۰۶) (۴۰۷) (۴۰۸) (۴۰۹) (۴۱۰) (۴۱۱) (۴۱۲) (۴۱۳) (۴۱۴) (۴۱۵) (۴۱۶) (۴۱۷) (۴۱۸) (۴۱۹) (۴۲۰) (۴۲۱) (۴۲۲) (۴۲۳) (۴۲۴) (۴۲۵) (۴۲۶) (۴۲۷) (۴۲۸) (۴۲۹) (۴۳۰) (۴۳۱) (۴۳۲) (۴۳۳) (۴۳۴) (۴۳۵) (۴۳۶) (۴۳۷) (۴۳۸) (۴۳۹) (۴۴۰) (۴۴۱) (۴۴۲) (۴۴۳) (۴۴۴) (۴۴۵) (۴۴۶) (۴۴۷) (۴۴۸) (۴۴۹) (۴۵۰) (۴۵۱) (۴۵۲) (۴۵۳) (۴۵۴) (۴۵۵) (۴۵۶) (۴۵۷) (۴۵۸) (۴۵۹) (۴۶۰) (۴۶۱) (۴۶۲) (۴۶۳) (۴۶۴) (۴۶۵) (۴۶۶) (۴۶۷) (۴۶۸) (۴۶۹) (۴۷۰) (۴۷۱) (۴۷۲) (۴۷۳) (۴۷۴) (۴۷۵) (۴۷۶) (۴۷۷) (۴۷۸) (۴۷۹) (۴۸۰) (۴۸۱) (۴۸۲) (۴۸۳) (۴۸۴) (۴۸۵) (۴۸۶) (۴۸۷) (۴۸۸) (۴۸۹) (۴۹۰) (۴۹۱) (۴۹۲) (۴۹۳) (۴۹۴) (۴۹۵) (۴۹۶) (۴۹۷) (۴۹۸) (۴۹۹) (۵۰۰) (۵۰۱) (۵۰۲) (۵۰۳) (۵۰۴) (۵۰۵) (۵۰۶) (۵۰۷) (۵۰۸) (۵۰۹) (۵۱۰) (۵۱۱) (۵۱۲) (۵۱۳) (۵۱۴) (۵۱۵) (۵۱۶) (۵

آفریں فرماؤ اَوْ اَعْبُدُوْا اِنَّ اللّٰهَ نَعْبُدُھُ فَقَیْلُوْا (اور میری کہنا شہادت صابران کے ساتھ ہے)

اہل ایمان کے لئے میری بہت بڑی چیز ہے۔ اس سے بڑھ کر کیا فضیلت ہوگی کہ انہیں اللہ تعالیٰ کی معیت حاصل ہو اور وہی زندگی ہو اور اجتماعی حالات ہوں یا دوسرے معاملات ہر حال میں میری ضرورت ہوتی ہے اور اس سے بڑے بڑے مسائل حل ہو جاتے ہیں اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے تا کما رج ہوں کو برداشت کر لینا جو ہے اگر وہ آپ کا کھردر یا دہی حالات میں اور ایڑوں اور پیروں کے معاملات میں کامیابی کے ساتھ گزرتے چلے جائے گا بہت بڑا درجہ ہے۔ آپ ان کے ذریعے سے پہنچے گا عظم دینے کے بعد ساتھ ہی میرا کھمہ دینے میں اس بات کی طرف رجوع فرمائی ہے کہ آپ ان کا ساتھ صبر اختیار کرنے سے باقی رہ سکتا ہے۔ جب کچھ آوی آجیں میں لیں کر رہے ہوں خواہ ایک ہی شخص کے افراد ہوں۔ آپ میں تو کچھ کامیاب دوسرے کی جانب سے قول یا فعل کے اعتبار سے، گواہی پیش آتی ہے ایک جماعت جو دے کے لئے نکلے یا لٹھنے کا ارادہ کرے تو یہ بھی مقصود میں اختلاف دے ہوئے کا امکان رہتا ہے بلکہ اختلاف واضح ہو جاتا ہے۔ صلح بھی مختلف ہوتی ہیں۔ جب تک برداشت نہ ہو اتحاد قائم نہیں رہ سکتا اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ مشورہ کرنے نہیں تو اپنی اپنی رائے کے فارغ ہو جائیں۔ کوئی شخص اپنی رائے پر اصرار کرے یا گھر سے رکنے لگے تو وہ چیز لڑائی ہو جائے گی اور مشورے کا مقصد فوت ہو جائے گا۔ ایک کی رائے دوسرے کے خلاف ہو تو میر کہ اور میر جو میر کی رائے اپنی رائے کو ترجیح دے گا اپنی رائے کے خلاف ہونے کی وجہ سے دل گیر نہ ہو بلکہ میر کرے۔ حتیٰ کہ اگر کسی کی رائے کے خلاف اختیار کر لینے سے کوئی نقصان پہنچ جائے تب بھی صبر رکھنے نہ دے کہ دیکھنا ہم نے کیا کیا تھا؟ اتحاد کے لئے بڑے میر ضرورت ہوتی ہے، گواہیوں کو بٹا شے کے ساتھ برداشت کیا جاتا ہے۔ حضرت عمرؓ نے حضرت خالد بن ولیدؓ کو لوگوں کے عہد دے مڑول کر دیا لیکن انہوں نے یہ کیا نہیں کیا اور حسب ساقی جہاد کے کاموں میں مشغول رہے۔

در حقیقت اصل اعانت وہی ہے جو طبیعا گواہی کے ساتھ ہو۔ اگر ہر شخص میں چاہے کہ بیٹھ میری چلے تو بھی اجماع نہیں ہو سکتا۔ اشتکاد ہی دے گا اور اس سے ہوا بخیر ہوگی

ان لوگوں کی طرح نہ ہو چاؤ جوا کڑے کڑے رہا کاری کے لئے نکلے..... ہر لڑایا ولا تکتونوا محاطین خیر خیرا من فہمہم بظہر انوارنا، اھاس و بھلونی عن شہیل اللہ (یعنی تمہیں لوگوں کی طرح نہ ہو چاؤ جوا اپنے گھروں سے اترتے ہوئے لوگوں کو دکھانے کے لئے نکلے) جو لوگ دیبا کی کوبہ کہتے ہیں ان میں اکثر کھردرنا کرنے اور فخر کرنے کا مرض ہوتا ہے۔ ہمارا اس کی وجہ سے نچوڑ کھینچتے ہیں۔ علامہ بخاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بطریق ۲۵۴ جلد ۲ میں لکھتے ہیں: آیت الاشرارین مکہ کے بارے میں ذیل آئی ہوئی جب وہ در کے لئے روانہ ہوئے تو فرمودہ تکبر کے انداز میں چلے۔ رسول اللہ ﷺ نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی کہ اللہ ایہ لوگ اپنے تکبر اور فخر کے ساتھ آئے ہیں۔ آپ سے مقابلہ کرنا چاہتے ہیں اور آپ کے رسول ﷺ کو بھلا رہے ہیں۔ آپ نے جود کا وعدہ فرمایا ہے اس کے مطابق عدل فرمایا ہے۔ ابوسفیانؓ تو اپنا کاٹھ لے کر نکلے گا، جس کی وجہ سے بعض لوگوں نے قریش کو رائے دی کہ آپ آگے بڑھنے کی ضرورت نہیں، انہیں ہو جانا چاہیے اس پر ابوسفیانؓ نے کہا اللہ کی قسم جب تک جدت پہنچ جائیں واپس نہ ہوں گے وہاں میں دن قیام کریں گے اونٹ اراج کریں گے کھانے کھلائیں گے شرابیوں کو پائیں گے اور گانے والیاں عدل سے پاس گانے گائیں گی اور عرب میں بھاری شہرت ہو جائے گی ہمارا بیٹھ ہم سے دور رہے ہیں گے یہ بات تو جانی کی تھی لیکن قریش کے تکبر اور فخر کا نتیجہ یہ ہوا کہ شرابیوں کی جگہ موت کے پالے چلے اور گانے والی عورتوں کی بجائے خود کرنے والی عورتوں نے ان پر فوج کیا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے پیغمبروں کو کھنکھ فرمایا کہ

قرآن کو ان کی طرح مت بڑھا دیا۔ مومنین کو علم پاکیزہ سے حاصل اللہ کی رضا کے لئے دیکھیں اور ان کی عباد اور انہماک کرامت عظیم السلام کی تائید میں گئے ہیں۔

آخر فقرہ: یہ وہ تپ بھی اترنا اور شہرت کے لئے جنگ کرنا اور اپنی طاقت پر گھمنڈ کرنا ہے جیسا کہ سورہ ہکس کا سورہ یحیٰ ۳۰ ہے۔
 فَرَادَجْنِیْ مِّنْ سَیِّئِیْنَ ہر ایک مسلمان کو اس وقت تک کہ اس کی طاقت پر گھمنڈ ہو جائے۔ کما قال تعالیٰ: وَنَوْمٌ غَنَیٌّ اَوْ اَلْحَسَنُ کَثْمٌ
 تَحْمُرُ تَحْمُرًا لِّقَوْمٍ یُّنْفِقُونَ عِنْدَکُمْ شَیْئًا (الحاق) (۱) لہذا یہ ایسا ہی منافق بل یا کوئی بھی ایک عمل ہے جس کا ثواب اس وقت تک ہے جب تک کہ اس کی رضا
 کے لئے کیا جائے۔

آخر کراہی ذات اور جماعت پر مجروح یہ سب اہل ایمان کی شان کے خلاف ہے۔ اس سے اخلاص جاہل رہتا ہے جو لوگ اللہ کی رضا
 چاہتے ہیں ان میں تو اشیاء ہوتا ہے اللہ پر مجروح رہتا ہے اللہ ہی کے لئے لڑتے ہیں اور اس کے لئے مرنے ہیں میں قتال کے موقع پر
 کافروں کو اپنی طاقت دکھانے کے لئے ظاہری طور پر اکثر کڑو دکھانا بھی اللہ کو محبوب ہے۔ بل میں تو اشیاء اور اللہ پر مجروح اور اللہ پر
 کافروں کو جانے کے لئے اتراتے ہوئے کافروں کے مقابلہ میں آجائے محبوب اور غریب ہے۔ علی الحدیث فاما الحبلاہ النبی بحب
 اللہ فاما حبیبی البرجل عند القتال و احیالہ عند الصلۃ (کتاب فی الصلوٰۃ ج ۱ ص ۲۸) حدیث میں ہے: وہ اترانے والے جنہیں
 اللہ تعالیٰ پسند فرماتا ہے وہ قتال کے وقت کا اترنا ہے اور صلوٰۃ کے وقت کا اترنا (یعنی صلوٰۃ کی خوشی سے اور استغفار سے ہے)۔

مشرکین کا ذکر کرتے ہوئے یہ بھی فرمایا: وَیُضِلُّونَ عَنْ سَبِيلِ اللّٰهِ کہ اللہ کے راستے سے روکتے ہیں قرآن میں کہ غزوہ بدر میں
 قول میں کرتے تھے اور دوسروں کو بھی اس سے روکتے تھے۔ مگر اسلام قبول کر لیتے تو جنگ کا موقع نہ آتا جنہیں ان کی شرارت ٹھسنے
 ان کو یہاں پہنچایا کہ بد میں اس کا شوق ہوئے۔

وَاللّٰهُ یُضِلُّونَ نَجِیۡمًا (اور اللہ ان کے تمام اعمال سے باخبر ہے) لہذا وہ ان کو ان کی طرف سے گام۔

وَ اِذْ زَیِّنَ لَہُمْ الشَّیْطٰنُ اَعْمَالَہُمْ وَقَالَ لَہُمْ اَلْیَوْمَ مِنَ النَّاسِ وَ اِیَّیْ

اور جب شیطان نے ان کو قتل فرماتا کہ دکھائے اور اس نے ان کو کہا کہ لوگوں میں سے آج تم پر کوئی بھی شہرہ پانے والا نہیں ہے اور میں تمہاری

جائز لکھتا ہوں کہ تمہاری نیکوئیوں پر عقیبہ کہتا ہے۔ وَقَالَ اِنِّیْ بَرِیۡءٌ مِّنْکُمْ اِنِّیْ

برائیوں کرتے ہوں۔ ہر طرح یہاں ہر قسم کے راستے کو بھی دکھاتے ہیں ہر ایک اللہ اور اس کے کہا کہ اگر تم میں سے کوئی ہے جس نے

اَرٰی مَا لَا تَرَوْنَ اِنِّیْۤ اَتَّخِذُ اللّٰہَ ۙ وَاللّٰہُ شَدِیْدُ الْعِقَابِ ﴿۱۱﴾

دیکھو کیا یہاں ہر قسم کے راستے دکھاتے ہیں ہر ایک اللہ اور اس کے کہا کہ اگر تم میں سے کوئی ہے جس نے

مشرکین کو شیطان کا جنگ کے لئے پھیلانا پھر بدر کے میدان کا دروازہ سے بھاگ جانا
 شیطان ملعون ایسا ہے انسان کا دشمن ہے وہ چاہتا ہے کہ کافر کو بھڑکائے دے دے اور اہل اسلام سے جنگ کرتے۔ جس میں اس کی خواہش
 ہے کہ کفر پھیلے اور اسلام کی اشاعت نہ ہو۔ جسے وہ قرآن میں کہ اس مشورے میں شیطان لہری کی صورت ہے تاکہ شرک ہو جائے اللہ جس میں
 رسول اللہ کے قتل کرنے یا شہرہ کرنے کے مشورے کر رہے تھے۔ اسی طرح سے فرمودہ کے موقع پر بھی آسمان پر اہل اول تو وہ کہ

مغفرت میں اس وقت مشرکین کے پاس پہنچا جب وہ وہاں کے لئے روانہ ہونے میں جھجک رہے تھے اس موقع پر انھیں سراق بنی، ملک بنی، عجم کی صورت میں بنی کیا (یہ سراق بنی کائنات کے سربراہوں میں سے تھے جو بعد میں مسلمان ہو گئے) انھیں نے قرآن میں کہتے ہیں کہ تم لوگ ہرگز اپنے اہل سے بے ہوش نہ رہو بلکہ اپنے چلے چلو میں تمہارا دعائیہ اور دعا دہکار ہوں۔ آج تم پر کوئی غلبہ پالے والا نہیں ہے۔ یہ تو کہ میں ہوا بھرا وہاں میں بھی موجود ہو گیا۔ جب مسلمانوں اور کافروں کی صفیں مقابلے کے لئے ترقیب دی گئیں تو یہاں بھی وہ مشرکین کی صف میں اسی سراق والی صورت میں موجود تھا اور عمارت بنی، شام کا ہاتھ پکڑے ہوئے تھا، جب اس نے دیکھا کہ حضرت جبریل علیہ السلام تم کوئی کام پکڑے ہوئے رسول اللہ ﷺ کے سامنے موجود ہیں تو وہ ہاتھ چھڑا کر کہا گئے گا عمارت کے کہا کہ تو جنگ سے پہلے ہی ہو گیا۔ یہ ہے۔ اس پر اس نے عمارت کے بیٹوں میں دھپ مارا اور لے پاؤں چلا گیا اور اس نے یوں کہا کہ میں تم سے بیزار ہوں میرا تمہارا کوئی تعلق نہیں میں وہ پکڑا پکڑا ہوں جو تم نہیں دیکھتے۔ یہ تو اس وقت کی بات ہوئی پھر رب قرآن کی ہکست کہا کہ کہ منظر پہنچے تو یوں کہنا شروع کیا کہ اے جس سراق نے شکست دی۔ سراق کہہ کر فریختی تو اس نے کہا کہ تم لوگ میرے بارے میں کیا کہتے ہو اہل کی قسم تمہارے ہاتھ کی خبر نہیں ہوئی مجھے تو تمہاری شکست کی خبر پہنچی ہے ان لوگوں نے کہا کیا تو فلاں دن ہمارے پاس نہیں آیا تھا؟ اس نے قسم کھا کر کہا مجھے تو اس کی باہل خبر نہیں، مگر سراق اور دوسرے لوگ مسلمان ہو گئے تو یہ چلا کہ یہ شیطان کی حرکت تھی۔ (ساحلہ غفریل سورۃ الاحقاف جلد ۱۰، ص ۱۰۷)

شیطان نے یہ سوچا کہ اچھے انصاف اللہ (جس اللہ سے ڈرتا ہوں) اس کا مطلب حضرت عطاء اللہ نے یہ بتایا کہ میں ڈرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ دیکھ بلاک ہوئے ہاتھوں کے ساتھ مجھے بلاک نہ کر دے اور بعض حضرات نے فرمایا کہ اس کا یہ مطلب ہے کہ مجھے تمہارے بارے میں اللہ سے کہہ کہ اللہ تعالیٰ بلاک نہ کر دے۔ ساتھ ہی اس نے یہ بھی کہا کہ اللہ عزوجل مطلب وہاں ہے تم لوگوں پر تو خطاب نے ملا ہے۔ میں کیوں تمہارے ساتھ شریک ہوں بعض حضرات نے فرمایا کہ انھیں کا کلام اللہ تعالیٰ انصاف اللہ پر ختم ہو گیا اور اللہ تعالیٰ العظیظ جملہ مسئلہ ہے مگر اس کا مطلب یہ ہے کہ کافروں کے لئے یہاں بھی سخت عذاب ہے اور آخرت میں بھی۔ انھیں اس موقع پر جو ہر گاہ کیا تو وہ اور اس کے ساتھ یہ نہ سمجھیں کہ عذاب سے بچ گئے آخرت کا عذاب تو لازمی ہی ہے جو شروع ہے۔ لہذا اللہ تبارک و تعالیٰ لا تفتننہن جہنم بئذک وامنن فیذک منہم الممتنعین۔

إِذْ يَقُولُ الْمُنَافِقُونَ وَالَّذِينَ فِي قُلُوبِهِمْ مَرَضٌ غَرَّ هَوَاهُ وَدَنَتْهُمْ وَمَنْ

جب منافقین اور وہ لوگ جن کے دلوں میں مرض ہے یوں کہہ رہے تھے کہ ان لوگوں کو ان کے دین نے گھمسان میں ڈال دیا اور جو کوئی امن

يَتَوَكَّلْ عَلَى اللَّهِ فَإِنَّ اللَّهَ عَزِيزٌ حَكِيمٌ ﴿۵﴾

اللہ پر بھروسہ کرے تو اللہ تعالیٰ اس کو نجات دے گا ہے عظیم و حکیم ہے۔

منافقین کی بد اعتقادی اور بد زبانی

منافقین آئین کا مقرر تھے مسلمانوں میں بھی اپنے کو کلمہ کرتے تھے اور کلمہ کرتے تھے دین کا کام یہ تھا کہ اسلام کو نقصان پہنچائیں اور مسلمانوں پر ہر کر۔ ان کی انہیں طریقے باتوں میں سے ایک یہ بھی تھی کہ جب صحابہؓ حضورؐ کی تعداد میں جوتے ہوئے اپنے سے نہیں گنا تعداد سے جنگ کرنے کے لئے آمادہ ہو گئے تو ان لوگوں نے کہا کہ انہیں اپنے دین پر بخیر خود ہے یہ سمجھتے ہیں کہ کم چند گنا حق ہے جس میں

نے غالب ہو کر ہیں گئے۔ یہ اپنے اس گھنڈی کی وجہ سے پہنچی نہیں تھکتے کہ ہم کسی سے جلاز سے ہیں اور کسی سے مقابلہ ہو رہا ہے۔ اللہ تعالیٰ شانہ نے ان کے جواب میں فرمایا کہ جو شخص لٹ کر پھر ورت کرے تو جانتا ہے کہ غالب ہے وہ تو کل کرنے والوں کو ضرور غالب ہے گا جو اس سے عداوت ہے۔ سنا وہ اس کی تعداد تھوڑی ہے وہ اس کی مدد فرمائے گا وہ عظیم ہے وہ اپنی حکمت کے مطابق مدد دے گا نہ صرف فرماتا ہے۔

المنصور هُوَ الْفَوْزُ فَهَذَا قَوْصُ (جس کے دلوں میں مرض ہے اسے کان لوگ مر رہے ہیں) بعض مفسرین نے فرمایا ہے کہ اس سے کئی سو فتنے مر رہے ہیں اور یہ مطلب تعبیری ہے اور بعض حضرات نے فرمایا کہ ان سے وہ لوگ مر رہے ہیں جو قرآن میں حکم کے ساتھ آئے تھے ان کے قلب میں اسلام کے بارے میں کفر تھا وہی مذہب کفر ہے جسے تعبیر فرمایا۔

معلومات ضروریہ متعلقہ غزوہ بدر

قرآن مجید میں غزوہ بدر کا ذکر ۲۱ آیتوں میں کیا گیا ہے اس کا بیان آیات کی تعبیر کے ذیل میں کر دیا گیا ہے۔ اہل بدر کے قبیلہ یمن کے بارے میں جو کچھ مفسرین نے کیا اس کا ذکر کرتی ہے۔ وہ وہ لوگ تھے جو اپنے ان مشائخہ بعض چیزیں جو وہ انہیں یمن کا مدینہ دیریت کی کنوئیں میں ذکر ہے ان کا ذکر کیا جاتا ہے۔

- ۱۔ غزوہ بدر میں ۳۰۰ فوجیں تھیں اور ۷۰۰ فوجیں تھیں۔
- ۲۔ مسلمانوں کی تعداد ۳۱۳ تھی یمن میں مہاجرین کی تعداد ۶۰ تھی اور باقی انصار میں سے تھے دس میں سے بھی اور غزوہ بدر میں سے بھی۔ اللہ ہی کا شہید یہ سب ۲۶۹ جلد ۳ میں حضرت ابن عباس سے اس طرح نقل کیا گیا ہے۔
- ۳۔ قرآن میں ذکر جو بدر میں پہنچے تھے ان کی تعداد ۹۰۰ سے لے کر ۱۰۰۰ تک کے درمیان تھی ایک قول یہ ہے کہ ۹۵۰ آدمی تھے اور بعض حضرات نے فرمایا کہ ایک ہزار سے بھی زیادہ تھی۔
- ۴۔ جنگ شروع ہونے سے پہلے رسول اللہ ﷺ نے بدر و انصار کو مشرکین میں ملاں انھیں یہاں لگ کر رکھ دیا تھا انھیں یہاں لگ کر رکھ دیا تھا۔

- ۵۔ اس موقع پر مشرکین مشغول ہوئے اور حریف کرنے لگے یمن کی عقلیں ہانک کر مدینہ منورہ لے چلا گیا۔
- ۶۔ انہیں مشغول ہونے والوں میں ابولہل بھی تھا جو مشرکین کا کواڈر کر کے آیا تھا اور جس نے لڑ کر تے ہوئے جی جانی ہانسی بھی تھیں اسے انصار کے دلاؤ ان کے لڑنے کی راہ تھوڑی سی دینی باقی رہ گئی تھی وہ حضرت ابن مسعود کے سر کاٹ دینے سے قسم ہو گئی۔ اس کا کتا ہوا سر لے کر حضرت ابن مسعودؓ چند سوئل لڑنے کی خدمت میں حاضر ہوئے آپ نے اسے حلف فرمایا انھیں مشغول یمن میں یہ یمن حلف بھی تھا۔ یہی انھیں تھا جو حضرت جلال کا ساتھ مشغول کرنے پر مدد دیا کرتا تھا۔ حضرت جلال نے اس موقع پر انصار کو تادیب کر دیا کہ یہ کفر کا مشورہ ہے کہ انھیں ہاتھ لگاتے ہوئے تھے ان کی نعشوں کو وہیں ایک کوئی میں ڈال دیا گیا۔ اہل بدر میں یمن حلف کی لاش پھیل گئی تھی۔
- ۷۔ جو مشرکین بدر میں لگے ہوئے تھے ان کی نعشوں کو وہیں ایک کوئی میں ڈال دیا گیا۔ اہل بدر میں یمن حلف کی لاش پھیل گئی تھی۔ جب اسے لڑا میں سے نکالنے لگے تو اس کے گوشت کے ٹکڑے ہو گئے لہذا اسے وہاں چھوڑ دیا گیا اور وہاں سے ملنے اور چھوڑ دیا گئے۔

- ۸۔ جب ان لوگوں کو کوئی میں ڈال دیا تو رسول اللہ ﷺ ان کے پاس بھر حلف لے گئے اور ایک ایک کا نام لے کر فرمایا کہ تمہیں اس بات کی لعنت ہو کہ تمہارا اس کے رسول اللہ ﷺ کی اطاعت کر لیتے۔ ہم نے تو اسے حق پایا جو ہمارے رب نے ہم سے وعدہ فرمایا۔

تھا۔ کیا قرآن ہی وہ وحیِ ہادیہ تھی یا جو ہر سب سے تم سے کیا تھا۔ حضرت مرثدہ نے عرض کیا یا رسول اللہ! آپ ایسے ایسا ہم سے کہو فرما دے ہیں جن میں روح نہیں ہے آپ نے فرمایا تم سے اس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے جو بات میں کہہ پاؤں ان سے جو کہ تم زیادہ سنے والے تھیں اور (میں بھی تم سے کہہ پاؤں) وہ بھی کہہ دے ہیں (حضرت قتادہؓ نے تاہم اسے لے کر فرمایا کہ اللہ نے ان کو زندہ فرما دیا تھا تاکہ وہ آپ کی بات ان کو سنانے اور ان کو حضرت اور امت کو۔

۹۔ ہمارے ان اہل مسلمان شہید ہوئے ان میں چھ مہاجرین میں سے اور آٹھ انصار میں سے تھے۔

۱۰۔ صحابی کے بعد رسول اللہ ﷺ نے عین وہ دن بد میں قیام فرمایا اور پہلے عبداللہ بن رواحہؓ اور حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہما کو صحابی کی خوشخبری دینے کے لئے مدینہ منورہ بھیج دیا تھا۔ حضرت اسامہ بن زیدؓ نے جان فرمایا کہ میں ایسے وقت میں مدینہ پہنچاؤں گی کہ خوشخبری کی خوشخبری سب ہم رسول اللہ ﷺ کی صاحبزادی (راقیہ رضی اللہ عنہا) کے گھر سے نکلتی ہو رہے تھے۔ یہ حضرت عثمان بن عفانؓ کی اہلیہ تھیں۔ آنحضرت ﷺ نے ان کو بھی رضی اللہ عنہا کی خبر دے دی کہ لے کر مدینہ منورہ میں پہنچا دیا تھا۔

۱۱۔ غزوہ بدر میں ایک یہ واقعہ پیش آیا کہ حضرت قتادہ بن انصاریؓ کی آنکھ سے نکل کر ان کے دشمن پر آپڑی لوگوں نے چاہا کہ اسے کاٹ دیں آنحضرت ﷺ سے عرض کیا کیا تو آپ نے فرمایا مت کاٹو۔ مگر آپ نے ان کو مارا کر اپنے دست مبارک سے آنکھ کے پتے میں دھکا کر دیا ان کی یہ آنکھ ایک طرح تک تھری تھی اس کی روشنی دوسری آنکھ سے زیادہ ابھری ہوئی۔ بعض دیگر صحابہ کے ساتھ بھی ایسا واقعہ پیش آیا نیز اگر کئی تو ان کی آنکھ جلتی رہی رسول اللہ ﷺ نے ان کی آنکھ پر اپنے صاحب مبارک اہل دیا اور بالکل درست ہو گئی (ان کو دیکھ کر رسول اللہ ﷺ کے کچھ صحابی کتاب اللہ کی دعا پڑھ کر ان کی مراد مت کی جانے لگے۔

۱۲۔ جو حضرات بدر میں شریک ہوئے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو بڑی غنیمت عطا فرمائی۔ حضرت ہارثہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ بدر میں ہرگز ایسا غنیمت حاصل نہ ہوگا جو بدر یا حدیبیہ میں حاصل ہو۔ (کتاب فی التفسیر صفحہ ۳۹ جلد ۳)۔ (تفردہ احمد وهو علی شرط مسلم) صحیح بخاری صفحہ ۵۶۸ جلد ۱ میں ہے کہ حارثہ (بن سراقہ) غزوہ بدر میں شہید ہو گئے تھے۔ ان کی والدہ نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں آئیں اور انہوں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ (ﷺ) حارثہ سے جو مجھے خاص تعلق تھا وہ آپ کا معلوم ہے۔ سو اگر وہ جنت میں چلا گیا تو میں میری جنت میں بھی چلا کر آؤں گی اس پر آپ کی امید رکھتی ہوں اور دوسری کوئی بات ہے (یعنی اور خیر میں چلا گیا تو آپ دیکھیں گے کہ میں کیا کرتی ہوں۔ یعنی وہ میرا کرم کر دے گا) (کتابی روایت) آپ نے جواب میں فرمایا اس میں کوئی بات ہے کہ تم کیا کہہ رہی ہو۔ وہ ایک جنت خواہی ہے۔ وہ بہت ہی چمکتی ہیں اور تیرا چہرہ اس جنت میں ہے۔ (صحیح بخاری صفحہ ۵۶۸ جلد ۳) حافظ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ لہجہ صفحہ ۳۹ جلد ۳ میں لکھتے ہیں کہ یہ حدیث صحیح ہے اور تھے مگر گمان کرنے والوں سے یہ تھے۔ حوش سے پائی گیا ہے تھے کہ چاہا کہ ایک تیرا چہرہ ان کی موت کا سبب بن گیا۔ جب اس شخص کا جنازہ مسجد کربلاؓ میں داخل کر دیا گیا (جو جنت کا سب سے بلند درجہ ہے) تو جن لوگوں نے اہل لیل میں حضار یا مٹھن سے متعلقہ کیا ان سے کہہ دیا کہ کیا عالم ہوگا؟

۱۳۔ جس طرح ہاجرین اور انصار میں سے غزوہ بدر میں شریک ہوئے والوں کو بڑی غنیمت ملی اس طرح سے جو رشتے اس غزوہ میں شریک ہوئے تھے دوسرے رشتوں پر ان کو غنیمت ملی گئی ہے صحیح بخاری میں ہے کہ حضرت جریرؓ آنحضرت ﷺ سے روایت فرماتے ہیں کہ میں خدمت میں حاضر ہوئے اور دریافت کیا کہ اہل بدر کو آپ کس وجہ میں شکر فرماتے ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ ہمارے نزدیک وہ افضل المسلمین میں سے ہیں۔

اس کے بعد فرمایا فَلَا تَكُن مِّنَ الْخَائِفِينَ لَئِيَّا تَأْتِيكُمُ الْيَقِينُ کہ یہ جو کچھ موت کے حالت کے بعد کی ہوا ہے تمہارے سامنے ہے کہے ہوئے کاموں کا بدلہ ہے جو تم کو یقین دلاتے رہے اور اس کی جگہ پر وہ لوگ اللہ کے حسن بظاہر القہر (اور بلاشبہ اللہ بندوں پر ظلم کرنے والا نہیں ہے) کیلئے جو جزا اللہ کی طرف سے کسی کو دی جاتی ہے وہ بندوں کے اعمال کا بدلہ ہے۔

اس کے بعد فرمایا يَحْذَرُ الْإِنْفِرَاتِ الْوَالْمُنَافِقِينَ مِّنَ الْيَقِينِ تَحْذَرُوا يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ

ان برسوں پر جو امت کی طرف سے خطاب آیا کہ کوئی نئی چیز نہیں ہے اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کی ہدایت کے لئے اپنی آیات بھیجتا ہے یہ آیات آفاقی ہوتی ہیں اور آیات الغیب بھی ہوتی ہیں اور آیات مجزیہ بھی جو اللہ کی کتابوں اور کتبوں میں موجود ہوتی ہیں۔ بندے اگر غور و فکر سے کام لیں تو اللہ تعالیٰ کی قدرت عظیمہ کو کچھ نہیں اور اس کے نبیوں اور کتابوں پر ایمان لائیں اور ان کا مہذبہ کو قبول کریں تو ایمان قبول کرنے کی طرف ذہن چلے، مگر مرنے کا یہ طریقہ ہا ہے کہ اللہ کی آیات کے منکر ہونے اس کے نبیوں کو جھٹلایا اور تو مہذبہ سے انحراف کیا شرک میں مبتلا ہوئے لہذا دیکھنا یہ بھی اپنے گناہوں کی وجہ سے سزا یاب ہوئے اور آخرت میں بھی کا فروں کے لئے سخت عذاب ہے۔

سابقہ امتوں نے آیات اللہ کو جھٹلایا جس کی وجہ سے ہلاک ہو گئیں۔ پھر اللہ مثال کے فرمایا يَحْذَرُ الْإِنْفِرَاتِ الْوَالْمُنَافِقِينَ (الآیہ ۱۰) جیسا کہ آل فرعون اور ان لوگوں کی حالت تھی جنہوں نے پہلے تھے اس میں یہ بتایا ہے کہ جیسے آل فرعون اور ان سے پہلے لوگوں کے ساتھ معاملہ ہوا اسی طرح اس زمانہ کے کفریوں کے ساتھ معاملہ کیا جائے گا۔ اللہ کے دین پر نہ آنے والے اللہ کے نبیوں اور اس کی کتابوں کو جھٹلایا کہ تو یہ بھی مستحق عذاب ہوں گے ہر ایک کا بدلہ دیکھتے تھے وہے ارشاد فرمایا فَلَا تَكُن مِّنَ الْخَائِفِينَ فَتَحْذَرُوا لِقَاءَ يَوْمِكُمْ هَٰذَا۔

(کسی تو کو اللہ نے جو رحمت و مہربانی اس امت کو اللہ تعالیٰ نے نہیں بدلہ دے گا وہی لوگ اپنے ذاتی اعمال کو نہ دیکھیں) جب لوگ خود بدل جاتے ہیں۔ کفر و شرک اختیار کرتے ہیں یا غریبوں پر ظلم جاتے ہیں تو پھر اللہ تعالیٰ اپنی رحمت مجھیں دیتا ہے۔ جب لوگ ایمان چھوڑ دیں اچھے اعمال کو ترک کر دیں۔ برے اعمال میں لگ جائیں تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے رحمت میں کمی بخیر آجاتا ہے۔ یہ رحمت مجھیں دی جاتی ہے اور بندے رحمت اور عذاب میں گرفتار ہو جاتے ہیں۔

پھر فرمایا وَآيَاتُ اللَّهِ تُنَزِّلُ عَلَيْكَ يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ (اور بلاشبہ اللہ نازل ہوا ہے) سب کے اقوال کو سننا ہے سب کے اعمال کو جاننا ہے کسی میں کمی یا کوئی تعمیر فعلی یا قوی ہو جائے وہ سب سے باخبر ہے۔

اس کے بعد مکرر آل فرعون اور ان سے پہلے لوگوں کا ذکر فرمایا اور ارشاد فرمایا کہ انہوں نے اپنے رب کی آیات کو جھٹلایا لہذا ہم نے ان کے گناہوں کی وجہ سے انہیں ہلاک کر دیا۔

پہلے مَحْذَرُوا يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ فرمایا اور دوسری جگہ مَحْذَرُوا يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ فرمایا اس میں اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی شان و بڑیبت کا بھی انہوں نے خیال نہ کیا جس نے پیدا فرمایا، پرورش فرمائی، پرورش کے سامان میں انہیں اے۔ حاجات پوری کیں اس کی آیات کو جھٹلایا اور سر باٹھری بے عقلی سے لہذا ان کو ان کے گناہوں کے سبب ہلاک کر دیا گیا۔ پھر آل فرعون کے فرقہ کے جانے کی تصریح فرمائی وَانْفِرْنَا لِيَوْمِ الْفُرْقَانِ اور ہم نے آل فرعون اور اس سے پہلے جو کفار کے لئے دلی انہیں قسمیں جیسے حضرت نوح علیہ السلام کی قوم اور عاد و ثمود کا عالم تھے انہوں نے اپنے نفسوں پر غم کیا کفر اختیار کیا اور معاصی میں بڑھتے چلے گئے۔ ان کی درگتیں ان کی

اور وہی کجا مٹ نہیں۔

اہل کفر یا فوروں سے ہر طرحی..... پھر فرمایا: خُذُوا ثَابِتَاتِ الْفُلَيْنِ كَحُزَانِ (اے یہ ۱۰ آپ ملک اللہ کے نزدیک زمین پر چنے ہوئے لوگوں میں سب سے زیادہ لوگ ہیں جنہوں نے کفر کیا) اسلوب ذلت کی طرح ہے ہر چیز جو زمین پر چلے کرے صحتی اعتبار سے یہ قطب کو شمال ہے۔ لیکن عمارت میں وہاں چوڑائیوں کے لئے ہوا جاتا ہے۔ صاحب روح المعانی صلی ۱۲ جلد ۱ میں لکھتے ہیں کہ حدیثی نے فسّر الناس فیہ فرمایا بلکہ فسّر اللواتی فرمایاں میں اس طرف اشارہ ہے کہ گویا لوگ جن میں شہادتیں ہیں جن میں ۱۰ آپ میں سے ہیں اور اس میں کے ہر طرحی افراد میں سے ہیں۔ فَهُمْ لَا يَتُوبُونَ (سو یہ لوگ ایمان نہ لائیں گے) ان کی سرکشی بہت آگے نہ چل گئی بعد کفر میں راجح اور مضبوط ہو چکے ہیں لہذا ایمان لانے والے نہیں ہیں۔ بعض حضرات نے فرمایا ہے کہ اس میں رسول اللہ ﷺ کو توکل ملی ہے کہ آپ ان کے پیچھا پائی جان پاک نہ کریں۔ آپ کے کرنے کا ہر کام خدا (یعنی امت میں) اور داغ نہیں کہو آپ کر چکے۔

الَّذِينَ عَاهَدْتَ مِنْهُمْ ثُمَّ يَنْقُضُونَ عَهْدَهُمْ فِي كُلِّ مَرَّةٍ وَهُمْ لَا يَتُوبُونَ ۝ وَإِنَّا

اے یہ لوگ جو میں سے آپ نے عہدہ کیا اور وہ اپنے عہد کو توڑا لگتے ہیں اور وہ میں سے آپ کو ۳۰ آپ ان کو تَلَفُفْتُمْ فِي الْحَرْبِ فَتَرُدُّوهُمْ مَّنْ خَلَفْتُمْ لَعَالِيَهُمْ بِذُنُوبِهِمْ ۝ وَإِنَّا نَخَافُ أَنْ يُتَوَلَّوْا

بجائے میں پشیمان نہ بنے اور یہ ان لوگوں کا حشر کر دیتے ہوں گے پیچھے ہیں تاکہ ان کو ہر حال میں اور اگر آپ کو کسی قوم سے صلہ کا بند ہو تو ان

حِيَاثَهُ فَانْهَئِهِمْ عَلَىٰ سَوَاءٍ ۚ إِنَّ اللَّهَ لَا يُحِبُّ الْخَائِبِينَ ۝

سے عہدہ آپ نے کیا ہے اور ان کی طرف پیچھا دیتے تاکہ وہ اور آپ راہ نہ ہو جائیں یہ ملک اللہ جلالت کرنے والوں کو ہر دستہ میں رکھتے

کافر لوگ معاہدہ کے بعد غدر کرتے ہیں انہیں ہرگز تاک سزا دو۔ صاحب روح المعانی لکھتے ہیں کہ پہلی آیت اَلَّذِينَ عَاهَدْتَ مِنْهُمْ میں یہ دینی ترکہ کا ذکر ہے ان لوگوں نے رسول اللہ سے معاہدہ کیا تھا کہ آپ کے مقابلہ میں کسی کی مدد نہیں کریں گے۔ پھر انہوں نے ہتھیار ادا کرے شریکین کی مدد کی جب ان سے سوال کیا گیا تو کہنے لگے کہ تم بھول گئے تھے۔ اس کے بعد ہر معاہدہ کیا تو اسے بھی توڑا اور اور فز و خدیج میں رسول اللہ ﷺ کے دشمنوں کے مددگار بن گئے۔ ان کا سرور (کعب بن اشرف) ان کے معقل کیا اور اس نے شریکین کے معاہدہ کیا کہ ہم شہر سے سناٹا مل کر رسول اللہ سے جنگ کریں گے۔

اے کفر یا قوم یَنْقُضُونَ عَهْدَهُمْ فَنُكِّلْ فِرَارًا (پھر وہ ہر مرتبہ اپنا عہد توڑا لے لیتے ہیں کو تمہیں لَا يَتُوبُونَ اور اللہ سے نہیں اڑتے اور عہد شکنی کی بدنامی سے بھی نہیں بچتے۔

پھر فرمایا فَإِنَّا نَتَقَبَضُهُمْ إِلَىٰ الْخُرُوبِ فَهُمْ فِيهِمْ مِّنْ خَلْفَتِهِمْ۔

(سو اگر آپ ایسی جنگ میں پائیں تو ان کے ذریعہ ان لوگوں کا حشر کریں جو ان کے پیچھے ہیں) لیکن لڑائی کے موقع پر آپ ان پر ایسا مل کر کریں کہ یہ کام ہو جائیں۔ ان کی ناکامی اور آپ کی کامیابی کا جب شہر ہو گا تو ان کے پیچھے ممکن ان کے کھلا اور ہر سے قیائل ہیں اور

پچھ

اور جب اپنی طرف سے عہدہ نہ دے تو ان کو اس کی اطلاع دینی ہو تو ان کے ہر فرد کو اطلاع دینا ضروری نہیں جب ان کے صاحب اقتدار کو
تفصیل مہدی اطلاع دے دی اور اسی حد تک کہ ان کی کہ اس وقت میں اپنے اطراف حکومت میں خبر پہنچا سکتا تھا تو یہ کافی ہے۔

(آرٹھ صاحب ابواب المواقفین بعد رجوعہ)

وَلَا يَحْسِبَنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا سَبَقُوا ۚ إِنَّهُمْ لَا يُعْجِزُونَ ﴿۷﴾ وَأَعِدُّوا لَهُمْ مَا اسْتَطَعْتُمْ

اور کافرانہ دزدان و باندہاں نہ کریں کہ وہ سب سے پہلے ہوں گے اور کہ ان کا قتل ہو جائے گا۔ اور ان کے مقابلہ کے لئے تیار رہیں کہ وہ ہار جائیں گے۔

مِنْ قُوَّةٍ ۚ وَمِنْ زِبَاطِ الْخَيْلِ تُرْهِبُونَ بِهِ عَدُوَّ اللَّهِ وَعَدُوَّكُمْ وَآخِرِينَ مِنْ دُونِهِمْ ۚ

اور اس سے بھی اور بہت سے گھوڑوں سے بھی اس کے درجہ قہر کے لئے اور اپنے دلی کو اور ان لوگوں کو جو ان کے علاوہ ہیں اور اسے دہرا

لَا تَعْلَمُوهُمْ ۚ اللَّهُ يَعْلَمُهُمْ ۚ وَمَا تُنْفِقُوا مِنْ شَيْءٍ فِي سَبِيلِ اللَّهِ يُوَفِّيْكُمْ

اس میں اس کو جس سے اس کو پانا ہے اور جو بھی کوئی چیز تم اس کی راہ میں خرچ کر کے وہ صحیح پورا پورا دے گا۔

وَأَنْتُمْ لَا تَظْلَمُونَ ﴿۸﴾

اور تم ظلم نہ کیا جائے گا۔

دشمنوں سے مقابلہ کے لئے سامان حرب تیار رکھو اور انہیں ڈراتے رہو

ان آیات میں اصل تو کافروں کو بھیڑنے کی ہے مگر جو جنگ کے موقع سے کچھ نکل گئے مستقل نہ رہے اور یہ میں بھی نہ آئے یہ لوگ
یہ کہیں کہ ہم بیٹے کے لئے مقرر ہو گئے اور اس لئے کہ یہ بھی طور پر لکھا ہوا مستقل پہلا نہیں ہے۔

یہ لوگ اللہ تعالیٰ کی قدرت سے باز نہیں ہیں وہ اسے عاجز نہیں کر سکتے اور چاہے گا تو دنیا میں بھی انہیں مغربت میں مبتلا فرمائے گا اور آخرت
میں تو ہر حال ہر کفر کے لئے سخت سزا ہے جس کا بیان قرآن مجید میں بار بار کیا گیا ہے۔

اس کے بعد مسلمانوں کو حکم دیا کہ تم سے جو بھی ہو سکے دشمنوں سے لڑنے اور ان کا دفاع کرنے کے لئے ہر طرح کی قوت چار
رکھو لفظ مَا اسْتَطَعْتُمْ بہت عام ہے ہر زمانہ کی ضرورت کے مطابق تیار کرنے کو شامل ہے اور مِنْ قُوَّةٍ بھی گروہ ہے یہ بھی عام ہے اور ہر
قسم کی قوت تلخ کرنے کو اس کا عموم شامل ہے۔ جس طرح کے ہتھیاروں کی جس زمانہ میں ضرورت ہو ان سب کا بیان فرما دیا کہ ہر دوسری
ہر طرح کی قوتیں متحدہ و اتفاق اور باہمی مشورہ سے سب قوتیں قُوَّةٍ میں داخل ہیں لیز مِنْ زِبَاطِ الْخَيْلِ فرما کر پتہ ہوئے گھوڑے تیار
رکھنے کا بھی حکم فرمایا آیت بالا میں جو مِنْ قُوَّةٍ فرمایا کہ جہاں تک ممکن ہو ہر طرح کی قوت تیار کرنا بھی تحریر فرما۔ تو اسے رسول اللہ ﷺ
نے فرمایا اِنَّ بِنِ الْمَقُوَّةِ الْقُوَّةُ ۚ اِنَّ بِنِ الْمَقُوَّةِ الْقُوَّةُ ۚ یعنی قوت تیار کرنا بھی ہے۔ تمیں داریاں فرمایا۔ (ابوہریرہ رضی اللہ عنہما)

(جلد ۱۲)

اور تیسرے جگہ کہ تو اس لئے فرمایا کہ اس میں اور سے دشمن پر حملہ کیا جا سکتا ہے۔ اور دوسرے آیت میں کہ تو تیسری سے لڑنا چاہے گا اور
اور سے مقابلہ ہو تو دوسری سے تیسرا لڑائی کر کے دشمن کو لپکا لپکا جا سکتا ہے اس لئے کہ وہ دوسرے کے ساتھ رسول اللہ ﷺ نے حضرت سیدہ

قَوْمٌ لَا يَفْقَهُونَ ۝ اَلَنْ حَقَّقَ اللهُ عَنْكُمْ وَعَلِمَ اَنْ فِيكُمْ ضَعْفًا ۚ فَاِنْ يَكُنْ مِنْكُمْ

اُنکے کچھ کہیں نہ سمجھتے۔ کیا اللہ نے تمہارے بارے میں جان لیا کہ تم میں سے کچھ ضعیف اور کمزور ہیں۔ ۲۔ اگر تم میں سے
مقاتلہ صابراً یُعْلِبُوا مِائَتَیْنِ ۚ وَ اِنْ يَكُنْ مِنْكُمْ اَلْفٌ یُعْلِبُوا اَلْفَیْنِ بِاِذْنِ اللّٰهِ
اور تم میں سے ہزاروں میں سے ایک ہزار کو ہار دے گا تو اللہ کے حکم سے ہزاروں کا مقابلہ کرے گا

وَاللّٰهُ مَعَ الصّٰبِرِیْنَ ۝

اور اللہ صابرین کے ساتھ ہے۔

دشمن کی دو گنی تعداد ہو تب بھی راہ فرار اختیار کرنا جائز نہیں

ان آیات میں اول تو رسول اللہ ﷺ کا حکم لرایا کہ آپ سزا میں کو جہاد کی ترغیب دی آپ جہاد کی ترغیب دیتے تھے اور اس کے مقابلے
جاتے تھے جس میں سب سے بڑی چیز اللہ تعالیٰ کی رضا مندی ہے آپ کی ترغیب اور گریز پر حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم خوب ثابت قدمی
کے ساتھ لڑتے تھے اور ہار جیتے تھے۔

اس کے بعد فرمایا کہ مسلمانوں میں سے اگر کسی آدمی کی تعداد دوسری ثابت قدمی کے ساتھ جم کر لڑیں گے تو اپنے مقابل کا فر
کے دس آدمیوں پر غالب آئیں گے اور اگر سوسلمان ہو گئے تو وہ ایک ہزار کاٹریں پر غالب ہوں گے۔ یہ اللہ تعالیٰ کا وعدہ بھی تھا اور اس
وعدہ میں یہ حکم بھی مضمر ہے کہ مسلمان اپنے سے دن گنا تعداد کے مقابل میں راہ فرار اختیار نہ کریں اور جم کر لڑیں۔ جب اللہ تعالیٰ کی طرف
سے دن گنا تعداد کے مقابل میں غلبہ پانے کا وعدہ ہو گیا تو اب راہ فرار اختیار کرنے کا کوئی موقع نہ پایا۔

۳۔ حسب روح المعانی جلد ۳ ص ۱۳۱ جلد ۱ ص ۱۳۱ معنی الامور بسبب صلوٰۃ الواحد العشرۃ والواحدون ان
صبروا وعلیہم الوعد والحدود والجملة غیر مقطعة المشابہ معنی (جیسا کہ اس سے دن گنا تعداد کے مقابل میں ایک سزا میں کے غلبہ
کے وعدہ میں صبر کی شرط لکھی گئی ہے اور وعدہ اس طرح ہے کہ اگر یہ صبر کریں گے تو اللہ تعالیٰ کی مدد اور تائید سے غالب آئیں گے یہی
جملہ عقلی طور پر تو خبر ہے مگر حقیقی ایسا ہے)

یہ خبریں بالذکر قَوْمٌ لَا یَفْقَهُونَ اس میں یہ بتایا کہ اس وجہ سے مطلوب ہوں گے کہ وہ سمجھیں گے کہ اللہ کا وعدہ غلط کے دن کو
نہیں دے گا اور آپ کے لئے اور اللہ تعالیٰ کا حکم پانے کے لئے اور اللہ کا وعدہ کرنے کے لئے اور اللہ کی رضا حاصل کرنے کے لئے نہیں
لڑے ان کا لازمی سمیت چاہیہ شیطان کے چاہنے کی وجہ سے یہ خلاف اہل ایمان کے کہ وہ اللہ کی رضا کے لئے اور اس کا قبول ہونے
کے لئے لڑتے ہیں۔ لہذا وہ غالب ہوں گے اور اگر مطلوب ہوں گے۔ مخلصہ صاحب قروج

اس کے بعد فرمایا اَلَنْ حَقَّقَ اللهُ عَنْكُمْ وَعَلِمَ اَنْ فِيكُمْ ضَعْفًا۔

اس کا سبب یہ بتا دیتے ہیں کہ حضرت امام بخاری نے صلوٰۃ جلد ۱ ص ۱۳۱ حضرت ابن عباس سے نقل کیا ہے کہ جب یہی آیت پڑھی
فَسَلَّمْتُ عَشْرَ مِائَتَیْنِ صَابِرَیْنِ نَادِلَ ہوتی تو مسلمانوں کو یہ بات ہماری معلوم ہوئی کہ دشمن کے افراد میں سے ہوں تب بھی ان کے مت پر
سے راہ فرار کرنے کی اجازت نہیں اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے تعظیم فرمادی اور اس کے افراد سے مقابلہ کرنے کا جو حکم دیا یہ تھا اس کے

بجائے یہ حکم دے دیے کہ اگر افراد اور گروہ کے مقابلے سے روکروا اختیار نہ کریں (یعنی جو کسی جماعت کے مقابلے سے روکروا اختیار کرنا ممنوع ہو گیا) حضرت ابن عباسؓ نے یہ بھی فرمایا کہ جب اللہ تعالیٰ نے تکلیف فرمادی کہ ہر فرد کے مقابلے میں لڑنے کا جو حکم تھا اس کے بجائے اپنے سے روکی جماعت سے لڑنے کا حکم دے دیا اور روکروا اختیار کرنے سے منع فرما دیا تو اسی قدر ان کے ممبر میں کمی فرمادی۔

بعض حضرات نے **عَلَّمَ اَنْ يُّكَلِّمَهُ خَفِيفًا** کا یہ مطلب بتلایا ہے کہ عہد اول میں حضرت صحابہؓ اگر چہ عہد میں قوموں سے تھے لیکن تو کسی ملی لشکر میں بہت نہ رہا تھا۔ لہذا انکی جماعت سے بھی بہت قوی کے ساتھ لڑ سکتے تھے بعد میں مسلمانوں کی کثرت ہو گئی تو ان کے بعد آنے والے مسلمانوں میں سبب و انتقامت کی وہ شان نہیں تھی جو ان سے پہلے والوں میں تھی اور کثرت پر بھی اعتماد ہو گیا لہذا ضعف کی شان پیدا ہو گئی۔ اللہ جل شانہ نے اس کو افراد کے مقابلے کے بہانے کو افراد سے مقابلے کرنے کے لئے ختم دے دیا اور ان سے روکروا اختیار کرنے سے ممانعت فرمادی۔ یہ تکلیف اللہ تعالیٰ کی طرف سے انعام ہے اس صورت کے دوسرے کو اس میں **اَلَا تَخْشَوْنَ فَاُتْقَانًا فَاَوْفُقْتُمْ لَهَا** یعنی اللہ جل شانہ نے اس کی تحسیر دیا ہے اس کی تحسیر دیا ہے کہ لی جائے۔ قانون تو یہ رہا یا کہ کسی قوم کے مقابلے میں روکروا اختیار نہ کریں لیکن اللہ جل شانہ نے ہمیشہ مسلمانوں کی مدد فرمائی۔ قاری اور دم کے جہادوں میں ہماری خدا میں دشمن سامنے آئے اور مسلمانوں کی تعداد کم چھوٹی بھی دشمنان دین کی کھست ہوئی جس کے انتقامات تاریخ میں مذکور ہیں۔

آیت کے قسم پر فرمایا **وَاللّٰهُ نَصِيحُ الْمُسْلِمِيْنَ** اس میں یہ بتلایا کہ کلامت پر بچنے والوں اور مصیبت ترک کرنے والوں کا اللہ مہربان ہے یعنی وہ ان کی مدد فرمائے گا۔ لہذا مسلمانوں میں خدا کی کلمات کی پابندی اور مصلحت سے ہمیشہ احتیاط لازم ہے کہ اللہ تعالیٰ کی مدد شامل حال ہو اور میدان جنگ میں بھی بہت قوی کی ضرورت ہے۔ یہ چیزیں اللہ تعالیٰ کی مدد دینے کا ذریعہ ہیں۔ نہایت قوی کا آیت میں دو ایک تذکرہ ہے جسروں کے ساتھ صلہ و رحمہ اور لڑنے اور مدافعت کے ساتھ صلہ و رحمہ فرمایا۔

فَاِنْ كَانَ يُلْتَجَىٰ اَنْ يُّكُوْنُوْا لَكُمْ اَسْرٰى كُفٰى يُّثْبِتُوْنَ فِي الْاَرْضِ ۚ شَرِيْذُوْنَ عَرَضَ الدُّنْيَا ۚ

اگر کسی دشمن کے لئے لڑنے کی ضرورت ہو جائے کہ وہ زمین میں ابھری طرف سے لڑے تو ان کی مدد کرنے والوں کا ساتھ ہو

وَاللّٰهُ يُرِيْدُ الْاِخْلَاقَ ۚ وَاللّٰهُ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ ۝۱۰ لَوْلَا كِتٰبٌ مِّنْ اِنۡدِیۡ سَبَقَ لَاسْتَكْمَرۡ فِیۡمَا اَخَذَ لَہُمْ

اور اللہ آیت کا چاہتا ہے اور اللہ عز و جل سے حکمت والا ہے۔ اگر اللہ کا ارادہ نہ ہو کہ وہ اللہ عز و جل کو تم نے کیا ہے اس کے بارے میں تم کو

عَذٰبٌ عَظِيْمٌ ۝۱۱ فَاٰتُوا مِمَّا غَنِمْتُمْ حَلٰلًا طٰیِبًا ۚ وَاتَّقُوا اللّٰہَ ۚ اِنَّ اللّٰہَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝۱۲

بڑا عذاب بھی جاتا ہے اور اللہ اس میں سے جو تمہیں ملے گی اس سے لے کر اللہ تعالیٰ کی حالت میں اللہ سے اور۔ یہ اللہ جل شانہ کا نام ہے

بادر کے قیدیوں سے فدیہ لینے پر عتاب

پہلے ذکر ہو چکا ہے کہ غزوہ بدر میں ستر کا فرد سے لے کر ستر کا فرد لکھ کر کے مدینہ منورہ لایا گیا۔ اب سوال پیدا ہوا کہ ان قیدیوں کے ساتھ کیا معاملہ کیا جائے۔ مشورہ میں جب اس آئی تو حضرت ابو بکرؓ نے اپنی رائے پیش کرتے ہوئے عرض کیا کہ یا رسول اللہ (ﷺ) یہ آپ کی قوم کے افراد ہیں اور رشید و اچھے ہیں ان کو نہ دے، چند بچے سید ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کا اسلام قبول کرنے کی توفیق عطا فرمائے گا اور اس وقت ان سے فدیہ یہ لیا جائے لیکن ان کی جانوں کے بدلے میں مال لے کر ان کو چھوڑ دیا جائے اور حضرت عمرؓ نے عرض کیا کہ

یا رسول اللہ (ﷺ) ان لوگوں نے آپ کو چھوڑا اور شریعت شکنی پر مجبور کیا۔ اہل ذلت و بیعت کے ہم جن کی گردنیں مادرین اور حضرت عبادہ بن
 وہاب نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ (ﷺ) کوئی ایسی جگہ سے دیکھے۔ جہاں طوبہ نہ ہو، نگڑیاں ہوں انہیں اس میں داخل کر کے آپ
 سے جلا دیا جائے۔ رسول اللہ (ﷺ) نے خاموشی اختیار فرمائی۔ پھر حضرت ابو بکرؓ نے اپنے اہل ذلت و بیعت کے ہم جن کی گردنیں مادرین اور حضرت عبادہ بن
 وہاب نے عرض کیا یا رسول اللہ (ﷺ) مجھے بتائیے کہ آپ اور آپ کے ساتھی کون کون سے ہیں؟ انھوں نے کہا سب معلوم
 ہو جائے تو میں بھی دانتوں سے گروہ نہ ڈانے تو تو نے کی صورت بتا کر آپ کی مخالفت کرکوں۔ آپ نے ارشاد فرمایا کہ میں اس وجہ
 سے اور بہت کچھ یہ لینے کی توقع نے جو رائے دی تھی اس رائے کے اختیار کرنے پر مجھے اس قریب والے اور ملت سے دور سے خطاب
 آتا ہے معلوم ہو رہا ہے۔ (مسلم شاہ ولی)

ذکر و تہذیب کو ملے کر چھوڑنے کا جو فیصلہ کر لیا گیا تھا اللہ تعالیٰ کو کیا بتا دے؟ اللہ تعالیٰ نے خطاب، ذل فرمایا پھر خطاب کو روک لیا
 اور اس مال کو لینے اور کھانے کی اہلیت دے دی۔ اول تو یہ فرمایا کہ یہ کی کی شان کے لائق نہیں ہے کہ اس کے پاس تہذیب ہوں اور
 انہیں چھوڑ دیا جائے بلکہ خیر خیر ہی کرنی چاہئے تاکہ وہ کی شکست یا فلاح نہ پائے اور مسلمانوں پر مصلحت اور ہونے کی سکت ہوں میں دانتی نہ
 رہے جن حضرات نے مال لینے کی رائے دی تھی ان کے سامنے ایک مصلحت تو یہ تھی کہ امید ہے یہ لوگ مسلمان ہو جائیں گے اور دوسری
 مصلحت یہ تھی اس وقت مسلمانوں کو حاجت اور ضرورت ہے کہ مال مل جائے گا تو مسلمانوں کو کافروں کے مقابلہ میں قوت پہنچ جائے گی۔
 اس مال لینے کے چند کچھ ذکر فرماتے ہوئے ہیں ارشاد فرمایا تَمْلِكُونَ غَرْزَ الْمَلِكِ لَا تَمْلِكُونَ إِلَّا الْغَرْزَ۔ تم دین کو چاہتے ہو اور
 اللہ تعالیٰ چاہتا ہے کہ تم آخرت کے طالب بنو اور آخرت میں جو اجر و ثمرات ملیں۔ کافر قیدیوں کو قتل کرنے میں لگ کر کی مصلحت کی جولوہ
 اسلام کے پھیلنے کا ذریعہ ہے جیسے جیسے مسلمانوں کے ہاتھوں اسلام پھیلے گا مسلمانوں کی آخرت ابھری جائے گی اور وہ جات و بھڑوں کے۔
وَاللَّهُ غَيْرُ خَبِيرٍ (اور اللہ درست ہے حکمت والا ہے) اس نے تم کو کافروں پر طلبہ یا اس کے بعد بھی طلبہ سے گھبراہٹ کی حکمت
 کے مطابق جب چاہے چکا تمہیں مال مل رہا ہے گا اس حالت ذرا ہی پر محسوس کر کے جو غلبہ لینے پر آمادہ ہو رہے ہیں۔
 اس کے بعد ارشاد فرمایا لَا يَكْفَاكُم بَيْنَ اللَّهِ سُبْحَانَ اللَّهِ لَعَلَّكُمْ تَعْلَمُونَ۔

(اگر اللہ کا دوست پہلے سے مقدر نہ ہو چکا ہوتا تو جو کچھ تم نے لیا ہے اس کے بارے میں تم کو یہ اذہاب پہنچ جاتا کہ اس دوست سے کیا مراد
 ہے اس کے بارے میں حضرات مفسرین نے صحابہ کرامؓ اور تابعینؓ کے متفقہ قول نقل کیے ہیں۔ حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا کہ اس سے یہ
 مراد ہے کہ اللہ کی شان نہ اسے اہم انگاہ میں یہ لکھا گیا تھا کہ اس سوال قیمت امت مسلمہ کیلئے حلال ہوں گے (اس میں قیدیوں سے تدبیر لینا
 بھی شامل ہے) اس لئے اللہ تعالیٰ نے خطاب روک لیا۔ مفسر ابن کثیرؒ نے ابن عباسؓ سے اور حضرت ابو ہریرہؓ اور حضرت ابن
 مسعودؓ اور حضرت سعید بن جبیرؓ اور حضرت عطاء بن ابی رباحؓ اور حضرت حسن ابن علیؓ اور حضرت ثناء اور حضرت عائشہؓ سے یہ بات نقل کی ہے اور لکھا
 ہے اور مفسران ابن جریرؒ نے بھی اس کو اختیار کیا ہے۔ صاحب درج المعانی نے ص ۳۲۲ جلد ۶ پر ایک قوال بھی نقل کیا ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ کی
 طرف سے یہ بات لکھی ہوئی نہ ہوتی کہ سب تک کسی قوم کے لئے بطور سرکاری واضح طور پر حکم بیان نہ ہو جائے اس وقت تک عمل نہ کرنے
 کی وجہ سے ان پر خطاب نہ ہوا تو خطاب آجائے۔ چونکہ واضح طور پر تدبیر لینے کی مخالفت بیان نہیں ہوئی تھی اس لئے خطاب روک دیا گیا
 صاحب درج المعانی نے اس قوال کو بھی حضرت ابن عباسؓ کی طرف منسوب کیا ہے بلکہ ایک قوال بھی نقل کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف
 سے یہ بات مقرر اور مقدر ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف خطاب نہیں آئے گا (جیسا کہ اس صورت کے کو کتب ۴ میں گزر چکا ہے) اس

مفسرین کثیر (اصل ۳۳) جہزہ لے کر گئے۔ بعد ازاں انھوں نے ایسا ہی اقداد جس کا مطلب یہ ہے کہ مال لینے کے لیے یہ قرب ہو تھا پھر جب مال لینے کی اجازت دے دی گئی تو قید میں سے مال وصول کر لیا گیا۔

اور معلوم ہوا کہ قریب میں یہ لکھا ہے کہ جب پہلی آیت نازل ہوئی تو جو لوگ انھوں نے چکے تھے اس سے باز کرتے رہے جب آیت نازل ہوئی تو اس مال کا استعمال کر لیا، جو کہ لوگوں سے پہلے مال لے لیا گیا اور باقی لوگوں سے بعد میں لیا گیا اور قرب تک یہ لکھا ہے کہ اس وقت اس مال کو جو نہیں تھے۔ قید میں میں حضور اقدس ﷺ کے دادا ابو طالب بنی اریحہ اور آپ کے چچا عباس بن عبدالمطلب بھی تھے۔

آپ نے صحابہ سے اجازت کے لئے انھیں کاندھ لے کر انھیں چھوڑ دیا اور ان سے فرمایا کہ تم کو مظلک علیٰ کونینہ کو بھیج دینا (نذیب آنحضرت ﷺ کی سب سے بڑی بیٹی تھیں) آپ نے جب ہجرت فرمائی تو وہ وہیں رہ گئی تھیں۔ اس لئے ان سے فرمایا کہ نذیب کو بھیج دینا، انہوں نے وعدہ کیا کہ وہ حضرت نذیب رضی اللہ عنہا کو بھیج دیا اور پھر بعد میں خود بھی اسلام قبول کر لیا۔ کعبہ و کعبہ الحافظ ابن حجر علی الاصابہ فی حروف العین۔

حضرت عباسؓ میں شریکین کے لشکر میں آئے تھے اور میں اوقیہ سونا لے کر چلے تھے تاکہ اپنے ساتھیوں کو کھاتے پاتے رہیں (ایک اوقیہ چوبیس درہم کا ہوتا تھا) آپ ان کے پاس میں اوقیہ دے گئے تھے وہ میں اوقیہ صحابہ نے ان سے مقام بدر میں لے لئے تھے۔ جب قید کر کے لے گئے اور ان سے سوال ہوا تو یہ وہاں انہوں نے کہہ دیا جو میں اوقیہ لے لئے تھے میں ان کو میری جان کے فدیہ میں لکھیں۔ آنحضرت صرحہ عالم فرمایا جو چیز ہمارے مقابلہ میں خرچ کرنے کے لئے لے کر آئے تھے وہ ہمارے حساب میں نہیں بلکہ سکن۔ عباس نے یوں بھی کہا کہ یا رسول اللہ! میں تو مسلمان تھا آپ نے فرمایا اگر تم مسلمان تھے تو اللہ تعالیٰ کو اس کام سے اگر تم بچے ہو تو اللہ تعالیٰ کا بدلہ دے گا۔ ہمارے نزدیک ظاہر تم مقابلہ کرنے کے لئے جنگ میں شریک ہوئے تھے۔ لہذا تمام اہل جان کاندھ لے کر اور اپنے دونوں بھتیگوں کو مل کر اس عادت اور عجل بنی ابی طالب اور اپنے حلیف حب بن عمرو کاندھ لے کر۔ عباس نے کہا کہ اسے اللہ تعالیٰ تم مجھے اس حال میں چھوڑا ہے جو ہے جو کہ لڑائی میں قریش سے بیگناہ کر دیا۔ میرے پاس انھیں نہیں ہے کہ اس قدر فدیہ دے سکیں۔ آپ نے فرمایا وہ مال کہاں ہے جو تم نے انھیں دی یہی مال انھیں نے لے کر ان کا ہے۔ تم نے اپنی بیوی سے کہا تھا کہ اگر میں اس طرحیں متوفی ہو گیا تو یہ مال میرے بیٹوں عبداللہ اور عبید اللہ اور فضل اور حاتم کے کام آئے گا۔ عباس نے کہا اللہ کی قسم یا رسول اللہ! اس بات کا کام مجھے اور مال فضل کے علاوہ اور کسی کا نہیں ہے آپ کو کس نے قایم کیا؟ آپ نے فرمایا مجھے میرے رب تعالیٰ شانہ نے قایم کیا اس میں عباس کہنے لگے کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ سچ ہیں اور وہ بات بجا رہی کہ وہ جو میں اوقیہ میدان جنگ میں مجھ سے لے لیا گیا ہے۔ وہ میرے فدیہ کے حساب میں لکھا جائے۔ آپ نے فرمایا نہیں، وہ حساب میں نہیں بلکہ کعبہ و اللہ تعالیٰ نے انہیں (ابوہریرہ) میں سے ان کے اہل فرمایا ہے۔ لہذا عباس نے اپنا فدیہ بھی دیا پھر اپنے دونوں بھتیگوں کا بھی اور اپنے حلیف کا بھی۔ (اسی حال میں قرآن مجید ۱۲۳ جہزہ)

حضرت عباسؓ نے اسلام تو فدیہ کے بدلے ہی عطا کر دیا تھا لیکن اس وقت کہ مظلک چلے گئے پھر یہی مظلک چلے جانے سے پہلے ہجرت کر کے مدینہ منورہ شریف لے آئے تھے۔ (کتاب ماہ ربیع الثانی)

فائدہ ... عالم اخبار میں لکھا ہے کہ برقیہ کاندھ چالیس اوقیہ تھا اور برقیہ چالیس درہم کا ہوتا تھا اس طرح سے برقیہ کا

قیدی ہو کر رہا کر دیا اور ان کے ساتھ جو لوگ قیدی تھے ان کے ساتھ رہا کر دیے۔

فائدہ چونکہ صحابہ کے حضور سے پہلے ہو گیا تھا کہ قیدی لے کر چھوڑ دیا جائے اور جو مال ان سے لے لیا گیا اس میں صحابہ بھی حصہ ہو گئے اس لئے رسول اللہ ﷺ نے اس میں کسی اپنے ہائے کی رعایت نہیں فرمائی اپنے چچا عباس سے بھی لے کر لیا اور اپنے ۱۰ بچاڑا، یونہی لے کر لیا اور بھی اپنے بچے سے وصول فرمایا۔ انہوں نے یہ کہا کہ میں مسلمان تھا (ذریعہ ذی رنگ میں شریک کر لیا گیا) ان کے جواب میں آپ ﷺ نے صاف طور پر فرمادیا کہ ان کا مال اللہ تعالیٰ کا ہے ہم ظاہر پر قانون نافذ کرنے والے ہیں۔ تم مخالفین کے ساتھ لڑنے والوں میں شامل ہو کر آئے تھے۔ قیدی ہو گئے تھے تو قیدی لے کر بھی چھوڑ دیے۔ لہذا ان سے قیدی لیا۔ مگر بخاری صفحہ ۳۳۸ میں ہے کہ حضور ﷺ نے بعض صحابہ سے عرض کیا کہ یا رسول اللہ ﷺ! آپ اجازت دیجئے کہ ہم عباس کی جان کا بدلہ چھوڑ دیں۔ آپ نے فرمایا کہیں ایک آدمی ہم کی جگہ چھوڑ دیا اور اپنے والد اور عباس کی رشتہ کا فرقہ چھوڑ دیا اور بھی صحابہ سے اجازت لے کر چھوڑ دیا۔ یہ قانون میں مساوات اختیار کرنے کا ایک نمونہ ہے لوگ مساوات کا پتہ لیتے ہیں لیکن جب اپنے پائے کا سہارا آتا ہے تو قانون بھول جاتے ہیں۔ قانون کی رو سے ہونا ہے اور اپنی جان اور اپنے لوگ قانون سے بالا نہ ہوتے ہیں۔ یہ اسلام کے طریقے کے خلاف ہے۔

يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِمَنْ فِي أَيْدِيكُمْ مِنَ الْأَمْوَالِ إِنِ يَعْلَمِ اللَّهُ فِي قُلُوبِكُمْ خَيْرًا

اے نبی! کہہ دیجئے کہ جو مال تمہارے ہاتھ میں ہے اس سے لے کر دینے کو اگر اللہ کو چاہے تو میں دے دوں گا

لَكُمْ خَيْرًا مِّمَّا أُخِذَ مِنْكُمْ وَيَعْزِلْ لَكُمْ وَاللَّهُ غَفُورٌ رَحِيمٌ ۝ وَإِنْ شَرِيدُوا

تو تم بگڑو گے یا تم سے اس سے بہتر تم کو ملے گا۔ اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے اور اگر وہ تم کو

بجائے تھکے۔ فَقَدْ خَانُوا اللَّهَ مِنْ قَبْلُ فَأَمْكَنَ مِنْهُمْ ۚ وَاللَّهُ عَلِيمٌ حَكِيمٌ ۝

پہلے ہی تم اللہ سے خیانت کر چکے تھے اور اللہ نے ان کو قابو کر لیا۔ اور اللہ جاننے والا ہے حکمت والا ہے۔

بدر کے قیدیوں سے اللہ کا وعدہ

مطرح کی چیز نے کھسکے کہ جب عباس بن عبدالمطلب نے یہ کہا کہ میں مسلمان ہوں اور میرا مال غزوہ بدر میں لے لیا گیا ہے اس کی بھری جان کا بدلہ یہ میں اٹھایا جائے اور رسول اللہ ﷺ نے اس سے انکار فرمادیا جس پر انہوں نے حضور پر تین آدمیوں کا بدلہ دینا تو اللہ تعالیٰ شانہ نے ایسا کیا یَا أَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِمَنْ فِي أَيْدِيكُمْ مِنَ الْأَمْوَالِ ازال فرمائی جس میں یہ فرمایا کہ اسے کیا اجازت ہے آپ کے بقول میں ہیں ان کو فرمادیں اگر تم رسول میں ایمان ہے جس کا علم اللہ کو ہے تو اللہ تم کو اس سے بہتر عطا فرمائے گا جو تم سے لیا گیا ہے اور اللہ تمہیں بخش دے گا۔ حضرت عباسؓ جب چوٹی طرح اسلام میں داخل ہو گئے تو انہوں نے اس وعدہ کو سچا پایا۔ اور فرماتے تھے کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے شہر اوقیہ کی جگہ میں غلام عطا فرمائے ہیں۔ ایک رعایت میں ہے کہ انہوں نے کہا کہ جو مال مجھ سے لیا گیا تھا اچھے عوض اللہ تعالیٰ نے مجھے غلام رعایت فرمائے اور ایک رعایت میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے دو گنا مال عطا فرمایا۔ اسباب رسول اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ سب قبول خواہ حضرت عباسؓ کو اللہ تعالیٰ آیت کا عہد تمام قیدیوں کو شامل ہے لَمَّا قَالُوا لِمَنْ ان العبرة بعموم اللفظ لا بخصوص السبب۔

بھرنے والا، وَإِنْ لَمْ يَلْقُوا جِئْتُمْ لَكُمْ خَيْرًا مِّمَّا أُخِذَ مِنْكُمْ وَاللَّهُ بَصِيرٌ عَلِيمٌ کہ یہ قیدی اگر آپ کی خیانت کا ملوہ کریں۔ وہ اس جا کر رنگ کرنے

کی نیت سے لوٹ آئیں یا آپ کے مقابلہ میں شریکین کی مدد کر کے لگیں تو آپ اگر مدد نہ ہوں یا اس سے پہلے اللہ تعالیٰ کی نیت نہ کر چکے ہیں اللہ نے جو ہر عامل سے اللہ کے بارے میں جہاد کیا تھا اسے تو اللہ کو اختیار کیا پھر اللہ تعالیٰ نے آپ کو ان پر قدرت دے دی اور انہیں مدد میں مشغول کر دیا اور یہی نیت اللہ کی مدد میں حاضر کر دیا یا اگر پھر انہوں نے ایسا کیا تو اللہ تعالیٰ پھر آپ کی مدد کرے گا **وَأَعِزَّنَا عَلَىٰ كُلِّ مَادٍ كُوبَ كُوبٍ** ہم کو معلوم ہے کہ وہ کسی کی نیتوں کا حال جانتا ہے۔ **وَنَجْعَلَنَّكَ وَهْجَةً** وہ تجھ کو بھیجے گی جاپی حکمت کے مطابق اپنی مخلوق میں تصرف لے رہا ہے جس کو چاہے اور جاپے اور جس کو چاہے انعام دے رہا ہے۔

إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا وَهَاجَرُوا وَجْهَهُمْ وَإِذَا مَوَالِيَهُمْ وَأَنْفُسُهُمْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَالَّذِينَ

ہاجر ہو گئے ہیں ان سے ہر جہت کی مدد اپنے جانیں اور مال کے ساتھ اللہ کی راہ میں جہاد کریں اور وہ لوگ

أَوْوُوا وَنَصَرُوا أُولَٰئِكَ بَعْضُهُمْ أَوْلِيَاءُ بَعْضٍ ۚ وَالَّذِينَ آمَنُوا وَلَمْ يُهَاجِرُوا أَمَّا

انہوں نے جہاد کی اور مدد کی وہ انہیں میں ایک دوسرے کے مددگار ہیں اور جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے ہجرت نہیں کی

لَكُمْ مِنْ وَلَا يَتَرَهُمْ مِنْ شَيْءٍ ۚ خَالِي يَهَاجِرُوا ۚ وَإِنْ اسْتَنْصَرُواكُمْ فِي الدِّينِ فَعَلَيْكُمْ

تجہاد ہے سے ہجرت نہ کرنا یا جہاد نہ کریں اور اگر تم سے دین میں مدد طلب کریں تو تمہارے دین کی

النَّصْرُ إِلَٰهُ عَلَىٰ قَوْمٍ بَيْنَكُمْ وَبَيْنَهُمْ مِيثَاقٌ ۚ وَاللَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ بَصِيرٌ ۝

مدد لازم ہے اللہ اس قوم کے مقابلہ میں کہ ان میں اور تم میں کوئی معاہدہ ہو اور اللہ تعالیٰ ان کاموں کو دیکھتا ہے جو تم کرتے ہو

وَالَّذِينَ كَفَرُوا بَعْضُهُمْ أَوْلِيَاءُ بَعْضٍ ۚ إِلَٰهُ تَفْعَلُوا ۚ تَكُنْ فِتْنَةٌ فِي الْأَرْضِ وَفَسَادٌ

اور انہی لوگوں نے کفر کیا وہ انہیں میں ایک دوسرے کے مددگار ہیں اگر تم ایمان نہ کرو گے تو زمین میں فتنہ ہو گا اور فساد

كَبِيرٌ ۚ وَالَّذِينَ آمَنُوا وَهَاجَرُوا وَجْهَهُمْ وَإِذَا مَوَالِيَهُمْ سَبِيلِ اللَّهِ وَالَّذِينَ آمَنُوا وَنَصَرُوا

اور جو لوگ ایمان لائے اور ہجرت کی اور اللہ کی راہ میں جہاد کیا اور وہ لوگ انہوں نے ایمان

أُولَٰئِكَ هُمُ الْمُؤْمِنُونَ حَقًّا ۚ لَهُمْ مَغْفِرَةٌ وَرِزْقٌ كَرِيمٌ ۝ وَالَّذِينَ آمَنُوا مِنْ بَعْدُ وَهَاجَرُوا

اور انہی لوگوں نے ایمان کیا وہ انہیں میں ایک دوسرے کے لئے مغفرت ہے اور رزق کریم ہے اور جو لوگ اس کے بعد ایمان لائے اور ہجرت کی

وَجْهَهُمْ مَعَكُمْ فَاُولَٰئِكَ مِنْكُمْ ۚ وَأُولُوا الْأَرْحَامِ بَعْضُهُمْ أَوْلَىٰ بِبَعْضٍ فِي كِتَابِ اللَّهِ

اور تمہارے ساتھ ہیں کہ جہاد کیا وہ انہیں میں سے ہیں اور جو لوگ رشتہ دار ہیں وہ اللہ کی کتاب میں ایک دوسرے سے قریب تر ہیں۔

إِنَّ اللَّهَ يَكُنْ مَعَكُمْ وَعَلَيْكُمْ

اور اللہ تمہارے ساتھ ہے اور تم پر ہے۔

مجاہد بن جہان، مالور انصار سے متعلق بعض احکام

حضرت مہاجر بن جہان رضی اللہ عنہما کی تیسرے مطابق ان آیات میں ہجرت کے احکام بتائے ہیں۔ ان کے نزدیک **وَلَا تَقْبَلُوا لَهُمْ نَفْعًا** یعنی سے ایک دوسرے کا وارث ہو سکتا ہے۔ نیز **وَلَا تَقْبَلُوا لَهُمْ** سے بھی ہجرت پا کر اس سے صاحب دوع اعلیٰ نے حضرت ابن عباس سے یہی تفسیر نقل کی ہے۔ اس اعتبار سے پہلی آیت کا مطلب یہ ہے کہ جو لوگ ایمان لائے اور اپنے وطن کو چھوڑ کر ہجرت کر کے مدینہ منورہ آ گئے اور اللہ کی راہ میں اپنے مال اور جانوں سے جہاد کیا اور لوگ جنہوں نے مہاجر بن جہان کا نہ دیا اور ان کی حد کی جتنی انصاری حضرات سے آپس میں ایک دوسرے کے وارث ہیں۔ صاحب دوع اعلیٰ نے حضرت حمن، حضرت کعبہ، حضرت قتادہ سے نقل کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے مہاجر بن جہان انصار کے درمیان مسئلہ قورث جاری فرمایا یعنی قورث نہ کرنے کی وجہ سے ایک مہاجر، غیر مہاجر کا وارث نہیں ہوتا تھا اگرچہ آپس میں رشید داری ہو یہ مسئلہ فتح مکہ جاری رہا اس کے بعد ہجرت نہیں رشید داری کی بنا پر ہٹ گئی۔ اگرچہ ایک مہاجر ہو اور دوسرا مہاجر نہ ہو مگر لوگوں مسلمان ہوں۔ رشید داری کے اصول یہ ہجرت کے احکام ہیں جو نہ انہما کے دوسرے کو کس میں بیان ہو چکے ہیں۔

اس کے بعد ان لوگوں کا حکم بتایا جنہوں نے ان بات کو قبول کر لیا لیکن ہجرت کر کے مدینہ منورہ نہیں آئے اور فرمایا **وَالَّذِينَ آمَنُوا وَلَمْ يَلْبِسُوا إِيمَانَهُمْ بِظُلْمٍ أُولَٰئِكَ لَهُمْ عُقْبَىٰ خَيْرٌ** یعنی جو لوگ ایمان لائے اور ہجرت نہیں کی تمہارا ان کی ہجرت سے کوئی حقیقی نہیں رہتا۔ ہجرت نہ کر کے۔ چونکہ مسئلہ قورث کے لئے ایمان اور ہجرت دونوں کا ضروری قرار دیا تھا اس لئے واضح طور پر فرمایا گیا کہ جنہوں نے ہجرت نہیں کی اگرچہ اسلام قبول کر لیا ہوں گے لیکن ان کے لئے ہجرت کے درمیان مسئلہ قورث جاری نہیں ہوگا۔ یہ سب بات جنہوں کا حکم ہے بعد میں یہ حکم منسوخ ہو گیا۔ جیسا کہ پہلے ذکر ہو چکا اور قورث داری کے اصول یہ ہجرت کے احکام بتا دیے گئے۔

پھر فرمایا **وَالَّذِينَ آمَنُوا وَلَمْ يَلْبِسُوا إِيمَانَهُمْ بِظُلْمٍ أُولَٰئِكَ لَهُمْ عُقْبَىٰ خَيْرٌ** یعنی جن لوگوں نے ایمان قبول کیا اور ابھی ہجرت نہیں کی اور مشرکین کے درمیان میں ہیں اگر وہ تم سے مدد چاہیں تو دشمنوں کے مقابلہ میں ان کی مدد کرو۔ آپس میں ہجرت کا جاری ہونا نہ ہونا ہجرت سے اور کافروں کے مقابلہ میں مدد کرنا یہ دوسری چیز ہے۔ اس ضروری کام کو ہاتھ سے نہ جانے دو۔ وہ لوگوں بھائیوں کی مدد کرو اگرچہ انہوں نے ہجرت نہیں کی۔ ہاں اتنی بات کا احسان رہے کہ جس کی قوم سے تمہارا سجادہ ہے اور آپس میں یہ ہے کہ خطائے عرصہ تک آپس میں جنگ نہیں کریں گے تو پھر ان کے درمیان رہنے والے اہل ایمان کی مدد طلب کرنے کے بارے میں یہ مسئلہ نہ کیا جائے۔ تاکہ وہ سجادہ کی خلاف ورزی نہ ہو۔ سجادہ کی پابندی کا احترام اسلام میں کسی وجہ سے اس سے واضح طور پر معلوم ہو گیا۔ اگرچہ غیر مہاجر مسلمان مہاجر مسلمان سے کسی ایسی قوم کے مقابلہ میں مدد طلب کریں جس سے ترک جنگ کا سجادہ نہ رکھتا ہے تو پھر اپنے مسلمان بھائیوں کی امداد کے لئے بھی ان کا کاروں پر حملہ کرنا جائز نہیں حمن سے سجادہ ہے۔

اس کے بعد فرمایا **وَالَّذِينَ آمَنُوا وَلَمْ يَلْبِسُوا إِيمَانَهُمْ بِظُلْمٍ أُولَٰئِكَ لَهُمْ عُقْبَىٰ خَيْرٌ** کہ جو لوگ کافر ہیں وہ آپس میں ایک دوسرے کے ولی ہیں۔ اور ایک دوسرے کی مدد بھی کرتے ہیں اور ایک دوسرے کے وارث بھی ہوتے ہیں۔ کافروں کے درمیان آپس میں ہجرت جاری ہوئی کوئی مؤمن کسی کافر کا کافر کوئی کافر کسی مؤمن کا وارث نہیں ہو سکتا۔ پہلا حکم یہی کہ مہاجر غیر مہاجر کا وارث نہ ہو مشرک نہ کر لیا گیا اور ہجرت کے بجائے رشید داری کے اصول یہ ہجرت کے احکام نازل ہو گئے لیکن یہ دوسرا حکم کہ مؤمن کافر کے درمیان قورث نہیں دینی ہے اور قورث تک کے لئے بھی قانون ہے ہاں کافر آپس میں ایک دوسرے کے وارث ہوں گے۔ اگر وہ لوگ مسلمانوں کی مصلحت داری میں رہتے ہوں گے تو

خاصی اسلام میں کے درمیان میراث تقسیم کر دے گا، اگر کوئی مسلمان کسی کا فرار کرے یا کوئی کافر کسی مسلمان کا چنا ہو تو ان کے درمیان میراث جاری نہ ہوگی۔ اگرچہ وہ اسلام میں رہتے ہوں۔

پھر فرمایا: اَلَّذِي تَخِلَّوْا عَنْهُ فَقَدْ خَلَّاهُ اِلٰى اَنْفُسِهِمْ۔ کہ جو احکام پر جان کے گھٹا کر ان پر عمل نہ کرے، وہ ان کی طرف دوزخی کر دے گا، دوزخ میں بڑا دکھ دہرایا ہوگا۔ اگر اپنے دینی بھائیوں کی مدد کے پیش میں معاہدہ کی خلاف ورزی کر بیٹھے یا کافروں کو اپنا دلی یا ارست بھائی قرار دے کر ان کے ساتھ مل کر کفر میں حصہ لے لیں تو یہ انتہائی گھبرانہ پیدا ہوگا۔

پھر فرمایا: وَالَّذِينَ اٰمَنُوْا فَلَمْ يَخْشَوْا (الایہ) جو لوگ ایمان لائے اور ہجرت کی بارگاہی کی راہ میں چلے کافر و عین لوگوں سے مباہرہ میں نہ ہکا نہ دیا اور ان کی مدد کی یہ باتوں میں اٹھیں یعنی مباہرہ میں اور انصار اپنے بچے مسلمان ہیں، اللہ کی طرف سے ان کے لئے بڑی مغفرت کا وعدہ ہے اور ان کے لئے عزت والی دوزخی سزا ہے جو جنت میں ان کو نصیب ہوگی۔ اس آیت میں جہاں مباہرہ میں ان کی مدد سے ہاں انصار حضرت کی بھی تحریف ہے اور ان میں انصاف کی کفایت کی بشارت دی گئی ہے، اُسی آیت میں تین مضمون بیان فرمائے۔

لہذا فرمایا: وَالَّذِينَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ (الایہ) جو لوگ ایمان لائے اور ہجرت کی راہ میں اٹھیں کہ جہاد کیا سو یہ لوگ بھی تم ہی میں سے ہیں اور تمہیں میں شمار ہیں۔ یعنی تم کو اُلویت کی نصیبت حاصل ہے اور ان کو کو یہ نصیبت حاصل نہیں لیکن جب ایمان کے تھکے ہوئے کہ اپنے تو تمہیں میں شمار ہیں۔ ایمان کی نصیبت سب کو حاصل ہے۔ البتہ مراتب میں تفاوت ہے اور احکام میراث میں تو سب برابر ہیں۔ لیکن اس کا تعلق کسی دستوں سے ہے افضل اور غیر افضل ہونے سے نہیں ہے۔

چاہا میں لڑ، یا نہ لڑ، اگر کوئی اَلَّذِي تَخِلَّوْا عَنْهُ یعنی بغض میں تھا، اب اور جو لوگ آپس میں دشمن رہیں اللہ کی کتاب میں ایک دوسرے سے قریب تر ہیں لہذا شدہ راہوں کی بنیاد پر آپس میں ایک دوسرے کے وارث ہوں گے جس کی تفصیل سورۃ نساء کے دوسرے نوک میں کر رہی ہے اس سے میراث کا وہ حکم منسوخ کر دیا گیا جو داخل ہجرت میں مباہرہ میں اور انصار کے درمیان مواخات کے بعد جاری کر دیا گیا تھا۔ یہ حکم ذریعہ مرض اور مصیبت سب کو شامل ہے بلکہ ظرافت کی اصطلاح میں جن کو ذریعہ اراحم کہا جاتا ہے ان کو بھی شامل ہے البتہ سب کے درمیان ترتیب ہے جو کتب فرائض میں مذکور ہے۔

چنانچہ فرمایا: اِنَّ اِلٰهَ بَیْکُمْ خَیْرٌ وَّ خَیْرٌ (ایضاً) اللہ ہی بہتر ہے اور اللہ ہی بہتر ہے۔ اس میں صحیح ہے کہ احکام کی خلاف ورزی کرنے والے یہ سمجھیں کہ اللہ تعالیٰ کو ان کے احوال کی خبر نہیں۔ اللہ تعالیٰ کو ہر شخص کے احوال کا علم ہے، وہ سب کے ظاہر و باطن سے باخبر ہے۔ خلاف ورزی کرنے والوں کو سزا دے گا اور فرما میرا دلی کرنے والوں کو سزا دے گا اور میرا فرمان ہے گا۔

فَمِنْ سُوْرَةِ الْاَنْفَالِ فِی الْاَوَّلِ ذِی الْحِجَّةِ ۱۴۱۲ھ

وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ فَوَلَا وَاعْبَادًا وَطَاعًا

☆☆☆☆.....☆☆☆☆

سُورَةُ التَّوْبَةِ

اس کا نام سورۃ التوبہ ہے اس میں کافروں سے ولایت کا اعلان ہے اس لئے اس کو سورۃ ولایت کہا جاتا ہے اور غزوۂ تبوک کے موقع پر جو کتابی پیچھے دو گئے تھے ان کی توبہ کا بھی اس میں ذکر ہے اس لئے اس کا نام بھی معروف ہو گیا۔ یہ سورت مصحف مشکوٰۃ کی ترتیب میں سورۃ انفال اور سورۃ احزاب کے درمیان ہے۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم نہ لکھنے کی وجہ..... دیگر سورتوں کے شروع میں بسم اللہ الرحمن الرحیم لکھی ہے لیکن سورۃ ولایت کے شروع میں نہیں ہے۔ ہامق القرآن حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ سے حضرت مہاذب بن مہازن نے سوال کیا کہ کیا بات ہے آپ نے سورۃ انفال کو جو عثمانی میں سے ہے (یعنی جس کی آیات سوتے کم ہیں) سورۃ ولایت سے پہلے رکھ دیا حالانکہ ولایت ان سورتوں میں سے ہے جن کی آیات سوتے زیادہ ہیں اور آپ نے ان دونوں کو ملا بھی دیا اور حد یہ کیا کہ ان کے درمیان بسم اللہ الرحمن الرحیم لکھی اور ان دونوں کو کراچی طویل (یعنی سات سورتوں) میں شامل کر دیا۔ کیا یہاں سے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے جواب دیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرماتے تھا کہ جب کوئی آیت نازل ہوتی تھی تو آپ کا میں میں سے کسی کو نازل فرماتے تھے اس آیت کو اس سورت میں شامل کر دو جس میں ملاں ملاں مضمون ہے اور سورۃ انفال ان سورتوں میں سے ہے جو مدینہ منورہ میں نازل ہوئے ان کے بعد شروع میں نازل ہوئیں اور سورۃ ولایت ان سورتوں میں سے ہے جو آخر میں نازل ہوئیں۔ رسول اللہ ﷺ کی وفات ہو گئی اور آپ نے یہ بیان کر لیا کہ سورۃ ولایت سورۃ انفال کا حصہ ہے چنانچہ دونوں کا مضمون ایک دوسرے سے ملتا جلتا ہے اس لئے میں نے دونوں کو ملا دیا اور ان کے درمیان بسم اللہ الرحمن الرحیم لکھی (کیونکہ اس بات کا ظم تھا کہ دونوں سورتیں مستقل ہیں اور اس بات کی تائید تھی کہ دونوں ایک ہی ہیں) اور میں نے ان کو ملا کر کراچی طویل (یعنی سات سورتوں) میں شامل کر دیا (مطلب یہ ہے کہ سورۃ انفال کے بعد جو سورتیں آتی ہیں ان کے اعتبار سے غریب لکھی ہیں اور دونوں کا مجموعہ مل کر سات سورتیں ہو گئیں جن کو کراچی طویل کہا جاتا ہے)۔ (نور الشریعہ، اب التفسیر، ایک سورۃ کا باب)

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے بیان سے معلوم ہو گیا کہ سورۃ انفال اور سورۃ ولایت کو اس لئے ملا دیا گیا ہے کہ دونوں کا مضمون آپس میں ملتا جلتا ہے اور درمیان میں بسم اللہ الرحمن الرحیم لکھی کہ واضح طور پر ان کے پاس رسول اللہ ﷺ کی ارشاد فرمودہ کوئی ایسی چیز نہ تھی جس سے دونوں سورتوں کا پیچھے کا پیچھے ہو کر معلوم ہوتا۔

قرآن مجید کی ترتیب میں ہے کہ سورۃ فاتحہ کے بعد اول سبع طویل یعنی سورۃ بقرہ سورۃ آل عمران سورۃ نساء سورۃ مائدہ سورۃ انفال سورۃ احزاب سورۃ انفال اور سورۃ توبہ کا مجموعہ ہے ان کو سات لکھی سورتیں بھی کہا جاتا ہے اس کے بعد دوسری ہیں متنبیہیں لیکن کہا جاتا ہے کہ یہ دوسری ہیں جن کی آیات سوتے کم پڑا دی ہیں۔ پھر دوسری ہیں جنہیں مشکوٰۃ کہا جاتا ہے۔ یہ سورتیں سورۃ احزاب سے شروع ہیں اور سورۃ بقرہ سے لے کر فرق قرآن شریف تک جو سورتیں ہیں انہیں مستقل کہا جاتا ہے پھر ان میں بھی تفصیل ہے سورۃ

اس نے بعدِ ہجرت سے عہدِ شریعت شروع کرنے کی صورت میں بعض قراء سے ہم اندہ چھٹے کا جواز نقل کیا ہے لیکن اس کو تسلیم نہیں کیا۔ "آخر میں لکھ ہے: والصحيح عند الامامة ابو نبي جلاله واعوذ بالله من شر الابداء"۔ (جو صحیح ہے، وہی آخر کے نزدیک اس کے لائق ہے اور ابتداء کی شراعت سے اللہ کی پناہ میں آتے ہیں)۔ حضرت امام شافعیؒ نے جو یہ فرمایا بنفسہ نقل کیا بالسیف لست فیمنعنا یہ حضرت علیؓ سے منقول ہے علامہ ابن القاسم سراج القاری شرح مشاہیر میں لکھتے ہیں۔

قال ابن عباس سألت علياً وصلى الله عليه لعنا لم نكتب في قوله بسم الله الرحمن الرحيم فقال: لأن بسم الله امان وبراءة ليس فيها امان تولدت بالسيف.

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت علیؓ سے سوال کیا کہ سورۃ ہجرت کے شروع میں ہم اللہ کیسے نہیں لکھی گئی تو انہوں نے فرمایا: اس لئے کہ ہم اللہ تو اس کا پیغام ہے اور سورۃ ہجرت میں امان نہیں ہے وہ حکماء کے ساتھ ہزل ہوئی ہے۔ اب ایک حقیق اور روایت ہے اور وہ یہ ہے کہ سورۃ براءت کے درمیان سے کسی جگہ سے عہد کی ابتداء کرے تو جس طرح دوسری سورتوں کے درمیان سے عہد کی صورت میں بسم اللہ الرحمن الرحیم کا پڑھنا اور نہ پڑھنا دونوں درست ہیں۔ اسی طرح سورۃ براءت کے درمیان سے ابتداء کرنے کی صورت میں بسم اللہ پڑھنے نہ پڑھنے کا اعتبار ہے یا نہیں؟ محقق ابن الجوزیؒ نے فرماتے ہیں کہ میں نے اس کے بارے میں حنفیوں کی کوئی نص نہیں دیکھی اور علیؓ کا اطلاق بہت سے اہل اراء نے سورتوں کے درمیان سے عہد کی شراعت شروع کرنے کی صورت میں دونوں باتوں کا اعتبار دیا ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ سورۃ براءت کے درمیان سے شراعت شروع کرنے کی صورت میں بھی دونوں صورتیں جائز ہیں۔ پھر لکھا ہے کہ ابو الحسنؒ نے اپنی کتاب رجال القراء میں سورۃ ہجرت کے درمیان سے عہد کی ابتداء کرنے کی صورت میں ہم اللہ پڑھنے کا جواز لکھا ہے اور ابواسحاق صوریؒ کا رجحان نہ پڑھنے کی طرف ہے۔ پھر آخر میں محقق ابن الجوزیؒ نے دونوں کی تائید کی ہے اور کوئی فیصلہ نہیں دیا۔ گو یاد رکھیے تجویز کے قائل ہیں۔ یعنی پڑھنا نہ پڑھنا دونوں کی گنجائش دی ہے۔

فانكرو یہ بعض مصاحف میں سورۃ ہجرت کی ابتدا میں حاشیہ پر اعموذ بالله من الشر و من غضب العباد من شر الكفار لکھا ہوا ہے اور بہت سے علماء اس کے پڑھنے کو مستحب یا سنت سمجھتے ہیں۔ اس کا ثبوت نہیں ہے۔ (کہہ کر لی اللہ ہی ارشید ہے)۔

إِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ رَحِيمٌ ۝ وَإِنْ أَحَدٌ مِنَ الْمُشْرِكِينَ اسْتَجَارَكَ فَأَجِرْهُ حَتَّى يَسْمَعَ كَلِمَ اللَّهِ

والا نہ کہ جس سے کوئی شخص آپ سے پناہ مانگے تو اسے پناہ دینے میں رکاوٹ نہ بنے۔ یہاں تک کہ وہ کلمہ کا کام

لَهُ أَلْبَلَعَهُ مَا مَنَّكَ ۚ ذَلِكَ بِأَنَّهُمْ قَوْمٌ لَا يَعْلَمُونَ ۝

میں نے اسے کلمہ کی طرح نگل دیا۔ یہ اس لیے کہ وہ لوگ ایسے ہیں جو نہیں جانتے۔

اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول مشرکین سے بری ہیں

تفسیر آیات ۱۰ کی تفسیر مجھے کے لئے یہ باتیں چھین کر لیا جانے کہ جس وقت سورہہ نزل ہوئی ہے اس وقت کفار کی چار قسمیں تھیں۔ پہلی قسم کے کفار لوگ تھے جن سے تمام حد پور ہو چکی تھی۔ عبادہ و عاتکہ و جحشہ و امیہ اپنے صحابہ کے ساتھ کفر کے لئے تشریف لے گئے تھے۔ اس موقع پر مشرکین نے آپ کو مکہ معظمہ میں داخل نہ کرنے اور اپنی بدی و مذکورہ کے بعد اس سال کے لئے صلح کرنے پر آمادہ ہو گئے تھے۔ اس صلح میں یہ تھا کہ ایک فریق دوسرے فریق پر مسلط نہیں کرے گا اور نہ کوئی فریق کسی فریق کے حلیف پر حملہ آور ہوگا پھر یہ واقعہ پیش آیا کہ قبیلہ بنی نکر نے (یہ قریش کا حلیف تھا) امات کے تحت قبیلہ بنی فہرہ پر مسلط کر دیا اور قریش نے بنی نکر کو تنہا اور اپنے دواپنے جو ان کی مدد کے لئے بھیجے۔ اس طرح سے قریش نے عبد شمس کی کینکھ کی فراہم پر حملہ کرنے والوں کے مددگار بن گئے جو مسلمانوں کے حلیف تھے۔ جب ان حضرات کو قریش کی مدد شکنی کی خبر ملی تو آپ نے جنگ کی تیاری کی اور پھر میں اپنے صحابہ کو لے کر مکہ معظمہ پہنچے اور مکہ معظمہ فتح ہو گیا۔ کافروں کا دوسرا فریق دواتھان سے مسلح کا مسلمانوں ایک خاص میدان کے لئے آیا گیا تھا اور لوگ اپنے معاہدہ پر قائم تھے۔ مگر عبد شمس کی تھا جسے قبیلہ بنی فہرہ اور قبیلہ بنی نکر نے (یہ دونوں قبیلے بنی کنانہ میں سے تھے) ان سے دشمنی بدلت کے لئے صلح ہوئی تھی سورہہ نزل کے وقت اس کے اختتام میں چند ماہ باقی تھے۔

مشرکین کا تیسرا فریق دواتھان سے کینکھ کے تھیں کہ بغیر معاہدہ و عاتکہ اور جحشہ و امیہ کے ان سے کسی قسم کا معاہدہ نہ تھا۔ یہاں فریق چنی قریش کی جنہوں نے معاہدہ حد پور کو زوال دیا تھا اور کینکھ کی رعایت اور مہلت کے مستحق نہ تھے ان کو تو با مہلت ہی جبراً وہاں سے نکال دیا گیا تھا۔ چنانچہ درست تھا لیکن پھر ابھی اشیرا لغرم کا زمانہ نہ ہونے کی وجہ سے ان کے ساتھ یہ رعایت کی گئی کہ اشیرا لغرم میں ان سے قرض نہ کیا جائے اور اشیرا لغرم گزر جانے کے بعد ان کے کٹل کا حکم دیا گیا اور ساتھ ہی یہ بھی فرمایا کہ اگر یہ کفر سے توبہ کر لیں اور اسلام کے کام کرنے لگیں (جس میں غلامی پر عاتکہ اور کینکھ لوگ سب سے زیادہ اہم تھے) تو انہیں قتل کریں نہ قید کریں کیونکہ وہ آپ اپنے ہونگے۔ دوسرا فریق دواتھان سے کسی خاص میدان کے لئے صلح کا معاہدہ کیا گیا تھا وہاں سے قہراً تھے اور بعض عہد نہیں کیا تو ان کے بارے میں یہ حکم آیا فَلْيَجْزُوا إِلَيْهِمْ فَعَلَيْهِمْ ظُلْمٌ کہ ان کے معاہدہ کو اس کی بدلت تک پورا کر دینا کیونکہ عہد کی خلاف ورزی ال ایہان کا طریقہ نہیں ہے جب مقابل فریق اپنا عہد پورا کر دیا ہو تو اہل ایہان تو ان کو دینی عہد پورا کرنے کا اہتمام کریں۔ یہ حکم قبیلہ بنی فہرہ اور بنی مدعی کے متعلق تھا۔ اہل ایہان بعض عہد کریں گے تو تنہائی کے خلاف ہوگا۔ مومن کا کام ہے کہ تنہائی اختیار کرے اسی لئے آخر میں فرمایا إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ الْمُتَّقِينَ (پاکشہ اللہ تعالیٰ کرنے والوں کا پسند فرماتا ہے)

تیسرا فریق (جن سے کینکھ کے تھیں کہ بغیر معاہدہ و عاتکہ اور جحشہ و امیہ کے ان سے کسی قسم کا معاہدہ نہ ہوا تھا) ان کے بارے میں سورہہ نزل کے شروع سے لے کر وَابْسِلْوا الْيَدَيْنِ مِنْكُمْ لَوْلَا ابْهَلْ أَلِيمٌ۔ تک تھیں آیات میں اعلان فرمایا اور ان کو پھر دیکھنے کی بدلت دی

کی بوجھ فوس سے لڑا، یا کہ تم اتنے کوا جو نہیں کر سکتے۔ سرزمین عرب میں چار مہینے چلے پھر دلاور چار ماہ کے بعد بھی یہ نہ بھٹکا کہ تیرے عرب سے بچے گئے تو اللہ تعالیٰ کی کرامت سے آواز ہو ہڈی کے تم اٹھ تھلا کی کوا اور نہیں کر سکتے وہ کافروں کو خسرو راہیل کرے گا۔ اللہ کا کراخ تو ان قوم کی طرف سے نہیں ہے کوئی قوم تھا جس کی میں اللہ قدرت بھی نہیں اس میں وہ لوگ بھی داخل ہوئے جن کو کچھ بھی معاذہ تھا۔

۹۷۔ میں حضرت ابو بکرؓ کے زیر اہانت جی کی ادا کی گئی اور مشرکین سے برکات کا اعلان۔ برکات کے مفہیم کو یہ ہے۔ اعلان عن اللہ ورسولہ فرما کر ہوا یا پھر پھر میں جی بولا اور جی کہ کے بعد پہنچا جی تھا اس میں حضرت ابو بکرؓ اور حضرت علیؓ کے ذریعہ ہوا جی میں اعلان کر دیا کہ اللہ اور اس کا رسول مشرکین سے برکات ہے اور اس کے علاوہ بھی بعض امور کا اعلان کر دیا کہ تھا۔ حضرت ابو بکرؓ نے حضرت ابو بکرؓ کو اعلان کرنے پر مامور فرمایا۔

جی بخدی (مجلد ۲) میں حضرت ابو بکرؓ سے نقل کیا ہے کہ انہوں نے جان فرمایا کہ جس جی میں رسول اللہؐ نے حضرت ابو بکرؓ کو امیر بن کر بھیجا تھا اس میں انہوں نے یہاں تک (دو عالم کی دوسری تاریخ) کو اس کو اس کو اعلان کرنے کے لئے بھیجا تھا ان میں میں بھی تھا کہ یہ لوگ مٹنی میں اعلان کر دیں الا لا یصح بعد العلم مشرک ولا یطوف بالکعبۃ حرہا۔ (خبردار اس سال کے بعد کوئی مشرک جی نہ کرے اور کوئی شخص گئے ہونے کی حالت میں بیت اللہ کا طواف نہ کرے) مشرکین گئے ہو کر بیت اللہ کا طواف یہ کرتے تھے۔ اس لئے یہ اعلان کر دیا۔ حضرت ابو بکرؓ کو رسول اللہؐ نے امیر جی کا کرنا بھیجا دیا تھا پھر پیچھے سے حضرت علیؓ کی بھی بھیجا تا کہ ان کے اور یہ اعلان کر دیا جائے اور بعد اس کی یہ جی کہ آپؐ کی خدمت میں یہ دینے کی جی کہ اس کا عرب کا طریقہ ہے کہ عہدہ بعض عہد کے بارے میں کسی شخص کے اعلان کا مستحق تھے جو خاص اس کی قیادت کا ہو جس سے معاذہ تھا۔ رسول اللہؐ کا معاذہ نیچے کی حیثیت سے تو نہ تھا مسلمانوں کی جماعت کا کام ہونے کی حیثیت سے تھا اور یہ اسلام کی طرف سے تھا لیکن احوال تھا کہ لوگ سے نئی بات کا معاذہ سمجھیں اس لئے حضرت علیؓ نے کہ بھیجا جانا مناسب سمجھا جو نئی بات میں سے ایک لڑا تھے۔ حضرت علیؓ معاذہ برکات کے مطابق اعلان کرتے تھے اور مشرکین کو کہی اعلان اعلان کرتے تھے چنگا کے بڑے اور خاص میں شخص ادا کالی نہ تھا اس لئے حضرت ابو بکرؓ اور ابو بکرؓ نے حضرت ابو بکرؓ کو اس کام پر لگایا۔

عالم آخر میں (جلد ۲) میں ذیل میں بھی سے نقل کیا ہے کہ انہوں نے حضرت علیؓ سے سوال کیا کہ آپؐ کو اس جی میں کیا پیغام دے کر بھیجا گیا تھا (جس میں آپؐ اعلان کرنے پر مامور ہوئے تھے) انہوں نے فرمایا کہ مجھے چار چیزیں دے اعلان کرنے کا حکم ہوا تھا۔ اولیٰ یہ کہ بتا دیتے کہ اللہ کا طواف کوئی شخص نہ ہوئے کی حالت میں نہ کرے۔ دوم یہ کہ رسول اللہؐ کا جس قبیلے سے معاذہ ہے تو وہ صرف اپنی امت تک ہے اور جس سے کوئی معاذہ نہیں اس کو پھر ملے گی پہلے ہی جاری ہے (چار عالم کا زمین میں نہیں پھر یہ۔ مسلمان ان سے کوئی عرض نہیں کریں گے یہ حد فتح ہو جانے کے بعد ان کے خون کی حفاظت کی کوئی ذمہ داری نہ ہوگی۔ سوم یہ کہ ہنر میں مومن کے ساتھ کوئی دوسرا شخص داخل نہ ہوگا۔ چہاں یہ کہ اس سال کے بعد مشرکین اور مسلمین (جی میں) جمع نہ ہوں گے یعنی کسی مشرک کو اس سال کے بعد جی کرنے کی اجازت نہ ہوگی نیز صاحب عالم آخر میں جی ۲۲۷ جلد ۲ لکھتے ہیں کہ یہ پھر ملے گی جو حد مقرر کی گئی کہ اس کے بعد ان نہ ہوگی۔ اس کی ابتدا اور جی کہ ان سے ہے جس میں برکات کا اعلان کیا گیا تھا اور یہ حد مقرر کی گئی کہ اس کے بعد کوئی مشرک نہ ہوگا۔

لَا تَسْلُجُ إِلَّا شِفَاةَ الْخَرْقِ (لایق) حضرت عیسیٰؑ اور ان اصحابیؑ نے فرمایا ہے کہ اس آیت میں جن اشہار الحرم کا ذکر ہے ان سے وہی

میں نے عرض کیا کہ شروع صورت میں ذکر آیا ہے ان لوگوں کے ساتھ معاہدہ یا قیمن مدت کا تھا اور جن سے کوئی عہد نہ تھا ان کو چار ماہ کی مدت دی گئی تھی۔ ان جنہوں نے تقاضی عہد کیا تھا یعنی قریشیوں کو چار ماہ کی مدت میں سے میں دین ذی الحجہ کے بعد پورا عہد عزم کا التزام نہ کرنے کی ہمت دی گئی۔ صاحب عالم اشتریل نے یہ بات بھی لکھی ہے اور طحاوی نے بھی یہ بات اشتریل میں یہی فرمایا ہے۔ صاحب روح المعانی نے بھی یوں ہی لکھا ہے اشتریل رحم سے وہ میں نے عرض کیا ہے جو عرب میں معروف و مشہور تھے (یعنی ذی القعدہ، ذی الحجہ عزم اور ربیع الثانی کے فرمایا کہ جس وقت زیارت کا اعلان ہوا تھا۔ ان میں سے صرف تین دن ذی الحجہ کے اور ایک عہد عزم کو بتی رہ گیا تھا۔ جب تک پہنچنے کے لئے بیچ میں پانچ مہینے کا فاصلہ تھا۔ اگرچہ پانچ مہینوں کو بھی حساب میں لگایا جائے تو عہد بھی ہو جاتا کہ چار مہینوں سے زیادہ کی کامیابی نہیں دی گئی۔ آیت کریمہ میں فرمایا کہ جب اشتریل رحم گل چاہے کہ مشرکین کو قتل کر دے جس بھی پادشاه کو جائز ہو اور جس روگ کو دیکھنے کی تفسیر کرتے ہوئے حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا کہ ان کو قلعہ بند کر دو پھر نکلنے سے روک دو اور ان کے لئے ہر گھات کی جگہ میں چند جاؤں گے تاکہ راستوں میں انھیں مشرکین کو اس میں داخل نہ ہونے دو۔ لیکن قاتلوں و قاتلہ و المظلوم و المظلومہ و المظلومہ و المظلومہ یعنی اگر وہ مشرک سے قتل کر لیں اور اسلام قبول کر لیں اور لہذا قاتل کریں اور کو قتل کر دیں تو ان کا راستہ چھوڑ دو۔ ان پر چلنے پھرنے کی اور نہ مظلوم میں داخل ہونے کو کوئی پابندی نہیں۔ اِنَّا اللّٰهُ عَلَوْنَ زُجُجِہِمْ (اے اللہ تجھے اور امین ہے)۔ اسب اسلام قبول کر لیا تو زیارت کر میں جو کچھ کیا تھا اس قسم سے اس پر وارد نہیں۔

وَالْمُظْلَمُونَ ظُہْمٌ سے دشمنوں کا معاشرہ کرنے کا جوڑا معلوم ہوا اور وَالْمُظْلَمُونَ ظُہْمٌ غلّ غرض خدا سے معلوم ہوا کہ دشمنوں سے حفاظت کے لئے ان سے چکر ہونے کے لئے اپنے ملکوں اور شہروں میں چوکیاں مقرر کرنے کی ضرورت ہے۔

علامہ ابوبکر صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں نے سیکھتے ہیں کہ قاتلوں قاتلوں و قاتلوں المظلومہ و قاتلوں المظلومہ و قاتلوں المظلومہ سے معلوم ہوا کہ جب کوئی شخص مشرک یا کافر سے قتل کرے تو اسے قتل نہ کیا جائے۔ بلکہ ضرور اس کا کھمبائی رہے گا۔ جو شخص قصداً ارادہ چھوڑے اور اس پر اصرار کرے اور کافر کا قتل نہ کرے امام المسلمین کے لئے جائز ہے کہ اسے قتل کر لیں اور اس کا چھوڑ دینا اس وقت تک واجب نہیں جب تک کہ نماز نہ پڑھے اور کافر نہ دے۔

بِأَمْرِہِمْ اِنَّا اَخْلَقْنٰہُمْ الْمُظْلَمُونَ فَجَزَاہُ خَیْ سَمِعَ کَلَامَہِمْ۔

(اگر کوئی مشرک آپ سے پتا دے کہ اسے قتل نہ چاہئے۔ یہاں تک کہ اللہ کا کلام ہے۔)

علامہ ابوبکر صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس آیت سے معلوم ہوا کہ کوئی کافر عربی یا ان عرب کرے تو اسے قتل نہ چاہئے۔ یہ وہاں طلب کر کے مسلمانوں کے پاس آئے اللہ کا کلام ہے اور عہد کی جوت کے دلائل معلوم کرنے تو اس کے لئے ایسا موقع فراہم کیا ہے۔ اس کے بعد لکھتے ہیں اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ جب کوئی کافر ہم سے دلائل تو حید کا ہو دلائل رسالت کا مطالبہ کرے کہ وہ لکھنے کے بعد دلائل اہل حق کو مان لے تو اہل حق سے مطالبہ ہوگا کہ پہلی طرح جنت کا کام کریں اور دوسری طرح جنت کو مان لیں اور جب کوئی شخص خود پر بیان کرے تو حید اور رسالت کے دلائل طلب کرے تو دلائل بیان کرنے اور جنت کا کام کرنے سے پہلے اس کو قتل نہ کرنا تو حید ہے۔ لکھتے ہیں کہ قَسَمٌ اَنْبِیَہُہُ فَاَنفَعُ سے معلوم ہوا کہ امام المسلمین پر واجب ہے کہ کوئی کافر عربی یا ان کرے تو اس کی حفاظت کرے کہ کوئی شخص اسے قتل نہ کرے اور کسی طرح کی تکلیف نہ پہنچائے۔ نیز لکھتے ہیں یہ بھی واضح ہوا کہ جو لوگ اہل دار ہیں۔ امام المسلمین کے دین کی حفاظت واجب ہے تاکہ کوئی مسلمان ان پر ظلم نہ کرے۔

کافر عربی کو دیکھیں ان کی پے امن پہنچانے کا جو حکم ہے اس سے یہ معلوم ہوا کہ کافر عربی کو دار اسلام میں مستقل طور پر قیام نہ کرنے

۱۰۔ آپ اس میں عقیدہ حب سے کہ اگر ایک سال ۱۱۰۰ سال میں رہ گیا تو آدمی جو ہائے کامراہل ذمہ سے کام لے اس پر نافرمانی کے
 جزا کی مقرر کرنا چاہتا تھا۔ (۱۰۰۰ سال القرآن سورۃ ۸۳: ۳)

۱۱۔ فرما: فَلَمَّا بَلَغُوا نَوْفَ لَأَيُّهَا قُلُوبُهُمْ ۚ یہ ہم اس وجہ سے کہ وہ ایسے لوگ ہیں جو ہمیں چاہتے (کہ اس امر میں بہت راحت
 اور نیکی کی تعلیمات سے ہم اس میں دل کر کے لے آئیں اور اس سے بے گھبراہٹ بنیں اعطاهموا الحسنیٰ بِسْمِعُوا اَوْ بَدُّوا
 الحق) (۱۱۔ انہیں امن دینا ضروری ہے کہ وہ اس میں دل لگائیں اور اس سے بے گھبراہٹ بنیں)۔

۱۲۔ فَاذْكُرُوا الْحَجَّ الَّذِي كُنْتُمْ تَعْلَمُونَ ۚ یہ ہم اس سے کیا مراد ہیں۔ خاص کر وہ ایسا جن میں کئی میں قیام ہوتا ہے۔ فَاذْكُرُوا
 جو ہمیں یاد ہے۔ الحج الاکبر سے کیا مراد ہے؟ حضرت بڑی فطیما اور ملا نے فرمایا کہ اس سے حج مراد ہے جو ہم کو حج
 اصغر اور حج اکبر سے حج اکبر کا وہ معنی جو مشہور ہے کہ ہم فرقہ جود کے ہیں جو یہاں وہ معنی مراد نہیں۔ اب وہی بات کہ جود کے ان
 حج کو اس کی عظمت اور اس حج سے زیادہ ہے یا نہیں؟ بعض روایات سے اس کی عظمت عام حج اس سے مزید کہ وہ معلوم ہوتی
 ہے۔ حلالی کا کہی نے اس بارے میں ملاحظہ اولو فطیما الحج الاکبر "کے نام سے ایک سال لکھا ہے۔

كَيْفَ يَكُونُ لِلْمُشْرِكِينَ عَهْدٌ عِنْدَ اللَّهِ وَعِنْدَ رَسُولِهِ إِلَّا الَّذِينَ عٰهَدْتُمْ عِنْدَ

سے یہ قریب ہزاروں کے رسول کے قریب (قریبی) تو ہونے لگے تو یہ کہ اگر تم ان سے تم سے سہرا کر

السَّجْدِ الْحَرَامِ: لَمَّا اسْتَقَامُوا لَكُمْ فَاسْتَقِيمُوا لَهُمْ ۚ إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ الْمُتَّقِينَ ۚ كَيْفَ

یہ کہ وہ سہرا کرے یہ کہ اس سے قریب ہونے لگے تو یہ کہ اگر تم ان سے تم سے سہرا کر

وَأَنْ يُّظْهِرُوا عَلَيْكُمْ لَمْ يَرْقُبُوا فِيكُمْ إِلَّا وَلَا ذِمَّةً ۚ يُرْضَوْنَكُمْ بِأَفْوَاهِهِمْ

وہ کہ اگر وہ تم پر اطمینان نہ کرے یہ کہ اس سے قریب ہونے لگے تو یہ کہ اگر تم ان سے تم سے سہرا کر

وَتَأْتِي قُلُوبُهُمْ ۚ وَآكُثْرُهُمْ لَيْسَ قَوْلُهُمْ بِإِيمَانٍ ۚ إِشْرَارُوا بِإِيمَانِ اللَّهِ ثُمَّ قَلِيلًا فَصَدُّوا

اور ان کے اس سے کہ ان سے قریب ہونے لگے تو یہ کہ اگر تم ان سے تم سے سہرا کر

عَنْ سَبِيلِهِ ۚ إِنَّهُمْ سَاءَ مَا كَانُوا يَعْمَلُونَ ۚ لَمْ يَرْقُبُوا فِي مُؤْمِنٍ إِلَّا وَلَا ذِمَّةً ۚ

اور ان سے کہ ان سے قریب ہونے لگے تو یہ کہ اگر تم ان سے تم سے سہرا کر

وَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُفْسِدُونَ ۚ فَإِنْ تَابُوا وَأَقَامُوا الصَّلَاةَ وَآتَوُا الزَّكَاةَ فَخِوْا لَهُمْ

اور یہ وہ لوگ ہیں جو فاسد ہیں۔ سو اگر وہ توبہ کر لیں اور نماز قائم کریں اور زکوٰۃ دیں تو ان پر غم نہ آئے۔

فِي الدِّينِ ۚ وَتَقْوِلَ الْخَيْرَ لِقَوْمٍ يَعْلَمُونَ ۚ

اور تم کہیں کے خیر کہہ دو ان کو کہ ان سے قریب ہونے لگے تو یہ کہ اگر تم ان سے تم سے سہرا کر

صرف مہر آواز الجھکتا ہے۔ یہ اپنی وطن کی تفتیش کا انکار نہ کرتا ہے۔

فصل ثانی۔ نبی کے فضائل و افضہ الخلفاء فرمایا اس سے تمام مشرکین قریش مروا ہیں جو پورے عرب مشرکوں کے سر فہرست تھے۔ انہیں ان کا قول کرتے تھے اور انہیں قبول کرنے دیتے تھے۔ یہی قول عرب نے انہیں اپنا تختہ یا بادشاہت جو اس وقت تک ان کے پاس نہ تھی کہ یہ وہ مسلمان ہوں گے تو ہم بھی مسلمان ہو جائیں گے۔ یہ افضہ الخلفاء قریش کے سردار اور وہیں جیسے ابولہب اور سمیل بن عمرو اور عمر بن ابی جہل اور ابو سفیان بن حرب وغیرہم حضرت ابن عباسؓ نے ان کا اختیار فرمایا۔ وہ فرماتے تھے کہ یہ امت قریش کے سرداروں کے ہوتے ہیں۔ انہیں قابل ہوئی جنہوں نے انھیں عہد بھی کیا اور رسول اللہ ﷺ کو مکہ معظمہ سے چار ماہین کرنے کا بھی مشورہ دیا جبکہ دارالاندلس میں ہونے والے تھے۔ اُنھوں نے اُنھیں اُنھوں (اس کی تمثیل کوئی حقیقت نہیں کہتیں) اَلْخَلِیْفَةُ الْمُنْفُورُ (تم ان سے جگہ کہہ کر چھوڑ دو۔ دین میں امن کرنے اور مقابلہ میں جگہ کے لئے کھڑے ہونے سے باز آجائیں) اور بعض حضرات نے فرمایا ہے کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ کفر سے باز آجائیں۔ (معالم اشرف علی صفحہ ۱۰۷، ج ۱، صفحہ ۱۰۷)۔

قریبی مکہ عہدہ تو بچے پھر حرف شرع کے ساتھ ان کے عہدہ توڑنے کو کیوں ذکر فرمایا؟ صاحب روح المعانی لکھتے ہیں اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ انشعق عہد پر قائم رہیں اور ایمان نہ لائیں کہ ان سے قتال کرنا۔ اہل حق کے ذہن پر یہ وارد ہوا ہے کہ جملہ شرطیں لے کر آئندہ آنے والوں کی طرف اشارہ فرمایا ہے اور مطلب یہ کہ قریب مکہ عہدہ توڑیے بچے ہیں ان کے علاوہ آئندہ بھی کارروائی کی جماعت انشعق عہد کرے اور تمہارا دین پر طعن کرے ان سے جنگ کرنا خاص کر کفر کے سر فہموں کو قتل کرنے کا اہتمام کرنا۔ ان لوگوں کی قسموں کا کوئی اعتبار نہیں۔ ایسے لوگوں سے قتال کرنا دعوے تو تمہارا دین میں طعن کرنے اور جنگ کرنے کی ہمت سے باز رہے۔

حاضر کھیل نے داداگ استغریٰ میں لکھا ہے کہ وہ ب کوئی دلی دین اسلام میں اسلامی طور پر وطن کرنے سے انکسل ہے نہ ہے کیونکہ مجدد سے میں یہ بات بھی ہے کہ اسلام پر وطن نہ کرے گی وہ ب وطن کرے گا تو اس نے اپنا تہذیب اور تہذیب اور تہذیب سے نکل گیا۔

پھر فرمایا: اَلَا تَتَذَكَّرُوْنَ اِنَّكُمْ كُنْتُمْ اَعْمٰیۤاۤی وَ اَنْتُمْ قَوْلٌ مَّوَدَّۃٌ (کیا تم ان لوگوں سے نالائقی نہیں کرتے جنہوں نے اپنی قوم کو توڑ دیا اور رسول اللہ ﷺ کو کلمہ علق سے نکال دیا، جسے اللہ کا واسطہ ہے کہ ان کو پھر عروج الہی کی ابتداء (کی) یعنی نئے عروج کے مقابلہ میں (جو شہادے خلیفہ تھے) اپنی برکاتِ مدد کی۔ قَدْ خَلَقْتُمْ لَهُمْ اٰیٰۤاتٍ اَعْلٰی اِنْ تَخْشَوْنَ اِلٰہَیْکُمْ مُّوٰجِبِیۡنَ (کیا تم ان سے داتے ہو اور نہ ان کو نال کرتے ہو اور نہ ان کو نال اس کا پادہ مستحق ہے کہ تم اس سے اور (اس کا حکم بانو اور اہل متہ چھوڑ دو) کہ تم ان سے اس وقت ایمان نہ لے سکتے تھے کہ ان کو پھر اللہ کی تعمیل میں ہے)

اس کے بعد فرمایا **فَاقْبَلُوا نِعْمَتِي بِغَضَائِهِمْ** اے نبی! تم کو ان سے جنگ کرو اللہ تعالیٰ ان کو تمہارے ہاتھوں میں عذاب دے گا اور ان کے مقابلہ میں تمہاری مدد فرمائے گا اور یہ بھی فرمایا کہ کافروں کی طرف سے جو عہد شکنی ہوئی اور جو انہوں نے اسلام کو ماننے کیلئے فراموش کیا اس سے جو مسلمانوں کے دلوں میں رنج و غم ہے اس جنگ کے اور یہ اللہ تعالیٰ اس کو بھی مدد فرمائے گا۔ اہل ایمان کے دلوں کو اللہ تعالیٰ شفا دے گا ان کے دل شہدے ہو جائیں گے۔ کیونکہ جنگ کے نتیجے میں کافر مخلوق اور ذلیل و خوار ہوں گے اور مسلمان اپنی آنکھوں سے کافروں کا برا اوجھا کر دیکھ لیں گے۔ عز فرمایا **وَنَزَلَتْ هَبْ خَيْطُهَا لِقَوْلِهِمْ** اور اللہ ان کے دلوں کی چٹنی کو اور فرمائے گا۔ یہ جملہ قول پر مبنی ہے اور اس کے معنی یہ ہیں کہ اللہ اس کی غوثی کو اور سب الفاظ میں جان فرما رہا ہے۔ جس سے یہ مبالغہ

مقصود ہے کہ اہل ایمان کو یہ یاد دلانے کے لیے کہ صاحب روح الہیانی یہ بات سمجھنے کے بعد سمجھتے ہیں کہ اللہ صاحب
العطی شفاء صدور سے یاد رکھیں کہ یہ وہی ہے جس کی طرف ترقی ہے اس کے بعد سمجھتے ہیں کہ جملہ لوگوں میں بھی فریب ہے
کہ شفاء صدور فتح کے بعد ہے تو کیا وہ درجہ اب بھی فتح کے بعد ہے تو کیا لیکن صاحب روح الہیانی اس قول سے داخل نہیں۔

اس کے بعد فرمایا و یضرب الله علی من یشاقک (اور اللہ تعالیٰ جس کو چاہے تو غلبہ فرمائے) انھیں جو تم کو ہار دے۔
تمہارا کہہنا کہ اللہ تعالیٰ کی قضاء قدرت میں جو کچھ ہے وہ واقعہ جو کچھ میں تو ان کو اللہ تعالیٰ کی قوت میں دے گا اور کفر چھوڑے گا
جو ان کی تو یہ قول فرمائے گا یہ اللہ تعالیٰ کا ہے اللہ تعالیٰ پر تفصیل ہے۔ وہ جس پر چاہے پھیل فرمائے اللہ تعالیٰ کی قوت سے تو ان کو ہار دے گا
تمہارے مقابل صف آراء ہو کر بھی نئی کرکھل جائے گا اور اسلام قبول کر سکے گا جیسا کہ ان مشرکین اور کفر میں نئی پھیل کر سکیں ان کو ہار دے
مشرکین کے ہار دے۔ جسے بعد میں مسلمان ہو گئے۔ واللہ اعلم بحکیم اور اللہ جانے والا ہے اسے معلوم ہے کہ ان اسلام قبول کرے گا
اور ان کو کفر پر مرنے کا اور وہ بھیج بھی ہے۔ وہ اپنی حکمت کے موافق جس کو چاہے ہار دے۔ کسی کا اس میں دخل نہیں ہے۔

فائدہ - یہاں یہ اشکال ہوتا ہے کہ کدو دھیرے دھیرے میں فتح ہو چکا تھا اور سورہ بکرت دھیرے دھیرے میں نازل ہوئی۔ پھر ان آیات میں کون
سے جہاد کی ترغیب دی گئی ہے اس سوال کا جواب دیتے ہوئے صاحب روح الہیانی صلوٰۃ جلد ۱۰ لکھتے ہیں کہ سورہ بکرت کی ابتدائی
آیات فتح کے بعد نازل ہوئی تھیں اور یہ آیات اس سے پہلے نازل ہو چکی تھیں۔ اور یہ بھی کہا جاسکتا ہے کہ تو یہ مت خیال کرے کہ ان کے
مسلمانوں کو اللہ تعالیٰ نے اپنی مدد اور نصرت کی خوشخبری دی ہے اور یہ بتایا ہے کہ اہل کفر سے جو تمہیں تکلیف پہنچا رہے ہیں ان کی شرارتوں کی
وجہ سے جو تمہارے دل میں فتنہ و اضطراب ہو گا اور اللہ تعالیٰ اس کو ہار دے گا اور جہاد کی مدد فرمائے گا اور کافروں کو ذلیل کرے گا اور تمہارے
دلوں کو کافروں کی دلت دکھا کر شفاء و طمانین دے گا جس طرح اہل کفر میں اہل ایمان کے لئے بعض چیزیں منع ہوئی تھیں کہ انہوں نے اپنے عہد
توڑا اور تمہارے دین میں طعن کیا اور رسول اللہ صلوٰۃ اللہ علیہ وسلم نے ان کا مشورہ کیا اور مسلمانوں پر عمل کرنے کی ہدایت کی ان میں سے بہت سی
چیزیں اس وقت بھی کافروں کی طرف سے پیش آتی تھیں۔ رسول اللہ صلوٰۃ اللہ علیہ وسلم نے ان میں سے بہت سی چیزیں منع فرمادی تھیں کہ انہوں نے ان سے غرض لے
لی تھیں اور ان کے بعد کوئی نئی اور رسول بھی نہیں لیکن اس طرح کے واقعات پیش آتے ہیں۔ اگر ایسا ہوتا تو ان سے نرا دیکھ کر کافر
ذلیل و خوار ہوتا اور تمہارا بدلہ لیتے۔ ہوں۔ خطاب کا یہ حضرات صحابہ کرام ہیں لیکن ہم خطاب میں سب مسلمان داخل ہیں۔ اس کے
بعد جہاد کی ترغیب دیتے ہوئے فرمایا ثم یفرأیہم حسنین ثم یفرأیہم (پھر ان کو دیکھو اور پھر ان کو دیکھو)

کیا تمہارا یہ خیال ہے کہ تم کو یہ بھی چھوڑ دے گا کہ تمہارا امتحان نہ ہو گا؟ کیا خیال نہ کرو۔ ملاحق ضرور ہو گا اور اللہ تعالیٰ میں ہو گوں کہ
جان لے گا جنہوں نے جہاد کیا اور اللہ تعالیٰ اس کے بدلے میں ان کو دیکھو اور انھیں کے سوا کسی کو اللہ تعالیٰ اور اللہ تعالیٰ سے نہیں دیکھا۔

جہاد کرنے والے اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے جہاد کرنے والے کو اللہ تعالیٰ سے جہاد کرنے والے کو اللہ تعالیٰ سے جہاد کرنے والے کو اللہ تعالیٰ سے جہاد کرنے والے کو
مستوجب جائیں گے جنہوں نے جہاد سے جان چھڑائی اور جنہوں نے کافروں اور مشرکوں کو ہار دیا۔ یہ سورہ ناس میں مذکور ہے۔

فما کان اللہ لیلزلفوا شیئاً من علی ما اقم علیہ حتی یعیذوا بالحبیب من العقیب (اللہ تعالیٰ کسی کو ہار دے گا جس کو اللہ تعالیٰ سے جہاد کرنے والے کو
جان لے گا جس نے جہاد سے جان چھڑائی۔ پھر اللہ تعالیٰ سے جہاد کرنے والے کو اللہ تعالیٰ سے جہاد کرنے والے کو اللہ تعالیٰ سے جہاد کرنے والے کو)

اور سورہ بکرت میں فرمایا ہے:

انحسب الذین ان یفرأیہم ان یفرأیہم لا یفعلون

سے ہجرت کرنے پر مجبور کر دیا تھا اور اس بار سے میں حضرت علیؓ سے سخت ہاتھیں کر دی تیں اور اس کے جواب میں ہم اس سے کہا کہ آپ ایک بوری پر ایسی قرا کر کرتے ہیں کیا بات ہے کہ ہماری غویاں (اکثر نہیں کرتے حضرت علیؓ سے فرمایا کہ جس سے پاس غویاں بھی ہیں؟ ہم اس سے کہا کہ ہاں! ہم مسجد حرام کو آباد کرتے ہیں اور کعبہ کی اور پائی کرتے ہیں اور حجاج کو پائی پاتے ہیں اس پر اللہ تعالیٰ نے عت کرید۔ مَا كَانَ لِلْمُشْرِكِينَ بَعْدَ الَّذِي نَفَّسُوا بِأَنفُسِهِم أَن يَشْجِدُوا (آخر تک) نازل فرمائی اور یہ بتایا کہ مشرکوں کا یہ کام نہیں کہ مسجد کو آباد کریں۔ مشرک ہوتے ہوئے مسجد کی آبادی کا کوئی معنی نہیں۔ کعبہ شرط ہے شرک کے دشمن حضرت ابراہیم علیہ السلام نے بنا دیا تھا۔ کعبہ اور کعبہ کی مسجد کی بنیاد عید ہے جو لوگ اپنے اقرار و افعال سے یہ کوئی دے رہے ہیں کہ ہم کافر ہیں یعنی اللہ کے پیچھے ہوئے دین کو نہیں مانتے ان کا مسجد کو آباد کرنا کوئی معنی نہیں رکھتا۔ کیونکہ ہاں یہ لوگ شرک کرتے ہیں اگر غباری کوئی آبادی کر دی یعنی اس کے متولی بن کر کھڑے رہیں اور اس کی دیکھ بھال کر دی تو کفر و شرک بھی بجاوت کے سامنے پیچھے حقیقت سے ہمارے مسجد حرام میں ہوتے تھے تو تبلیہ اور تبلیاں بناتے تھے (جیسا کہ سورۃ افعال کے چوتھے دو کراغ میں گزر چکا ہے) لہذا آباد کرنا اللہ تعالیٰ کے نزدیک آباد کرنے میں شمار نہیں ہے۔ صاحب حال بشریل (صفحہ ۷۷) میں لکھتے ہیں اِنِّیْ مَا یَنْبَغِیْ لِلْمُشْرِکِیْنَ اِنْ یَعْبُرُوا مَسْجِدَ اللّٰهِ لَوْ حَبَسَ عَلَیْهِ الْمُسْلِمِیْنَ مِنْ ذٰلِکَ لِاَنَّ الْمَسَاجِدَ اِمَّا تَعْبُرُ لِعِبَادَةِ اللّٰهِ وَحْدَهُ لَمَنْ كَانَ کَافِرًا یَا لَیْلَ فلیس من شأنہ ان یعبروا (یعنی اللہ کی مسجدوں کو آباد کرنا مشرکوں کا کام نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں پر واجب کیا ہے کہ وہ مشرکوں کو اللہ کے گھر سے دور نہیں کیونکہ مسجد یہی خاص اللہ کی عبادت سے آباد ہوتی ہیں۔ جو اللہ کا گھر ہے مسجد آباد کرنا اس کا کام نہیں ہے) ہمارے فرمایا لَوْ کُنْتُ حَبِطْتُ اَفْضَلُ الْفِطْرِ اِنْ کَانَ اَمَّا اِلَّا اَرَادَتْ حَبِطَ لَکَ (کیونکہ کفر کے ساتھ کوئی بھی عمل اگرچہ بظاہر عبادت ہو اگر عبادت میں کوئی غلطی ہے وہاں نہیں) وَ اِنِّیْ الْفَارِغُ خَالِیُونَ (اور وہ ہمیشہ اور غرض میں رہنے والے ہیں)

مسجد کو آباد کرنا اللہ ایمان کا کام ہے۔ اس کے بعد فرمایا اِنَّمَا یَغْفُرُ مَنَاجِدَ اللّٰهِ مَنْ اَفْتَنَ بِطَغْوِیْهِ وَالْوُجُوهُ الْاُجْمَعُ وَالْعَمَلُ الْغُلُوفُ وَ اِنِّیْ اَنْزَلْتُ کُتُبًا وَ اِنَّمَا یَغْفُرُ اللّٰہُ (اللہ کی مسجدوں کو کسی لوگ آباد کرتے ہیں جو اللہ اور آخرت کے دونوں پر ایمان لائے اور جنہوں نے نماز قیام اور کوفہ اور کوفہ کی اور اللہ کے سوا کسی سے شرا سے) اس میں بتایا کہ مسجد کو آباد کرنا جمل ایمان کا کام ہے جو اللہ پر ایمان آخرت پر ایمان رکھتے ہیں اور اللہ کے مقررہ رسوم و فرائض کو انہما ہوتے ہیں (اس میں دو چیزیں کا خصوصی تذکرہ فرمایا یعنی نماز و قیام کرنا، ذکر و قیام اور اللہ کے سوا کسی سے نہیں ڈرتے یعنی اللہ تعالیٰ نے جو انکام پیچھے ہیں ان پر عمل کرنے میں قوم یا قبیلہ اور اہل وطن کے اعتراض نہیں دیکھتے کہ کوئی کیا کہے گا۔ اللہ کے دین پر کسی کا خیال کے بغیر عمل کرتے ہیں اور کسی ملامت کرنے والے کی ملامت سے نہیں ڈرتے۔ لیکن ان لوگوں کا آخری ایمان ہوتا ہے کہ اللہ اور اللہ کے مقررہ رسوم و فرائض کو انہما ہوتے ہیں (اس میں دو چیزیں کا خصوصی تذکرہ فرمایا یعنی نماز و قیام کرنا، ذکر و قیام اور اللہ کے سوا کسی سے نہیں ڈرتے) اِنَّمَا یَغْفُرُ مَنَاجِدَ اللّٰهِ مَنْ اَفْتَنَ بِطَغْوِیْهِ (یعنی اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو جنت تک پہنچنے کا راستہ بتاتا ہے تاکہ انہیں اللہ کی ملامت اور عبادت میں لگا صاحب ہوگا اور پھر یہ اہل امت اور مہدت جنت میں داخل ہونے کا ذریعہ بن جائے گا مسجد بنانا اور اس کا نظم و انضام متبعین ملامت کرنا غبار ہیں کی واقعی ضرورتیں پوری کرنا یہ سب مسجد کی آباد کاری میں داخل ہے۔ لیکن مسجد کی آباد کاری کی جو دوسری شان ہے ہے وہ اس سے جدا کر کے ہے اور یہ ہے کہ مسجد کو آباد کرنا ہے، ذکر سے متعلق ہے، اُنھیں ملحقوں سے دوسری قرآن سے آباد رکھا جائے کیونکہ مسجد کی اصل بنانا دینی امور کے لئے ہے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ سب تم کسی مجلس کو کھڑو کہ مسجد کا حصہ بن رکھتا ہے تو اس کے لئے ایمان کی گواہی دے دو۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے اِنَّمَا یَغْفُرُ مَنَاجِدَ اللّٰهِ مَنْ اَفْتَنَ بِطَغْوِیْهِ وَالْوُجُوهُ الْاُجْمَعُ (اللہ کی مسجدوں کو کسی مجلس آباد کرتا ہے جو اللہ پر ایمان لایا)

مساجد میں کیا کیا کام متروک ہیں..... مجھے اہل سالو نماز، اگر حکومت وغیرہ سے مسجد کو بار کھنکی کی غیبت ہے۔ ہر چیز اس سے پرہیز کرنے کی سخت ضرورت ہے جو مسجد میں کرنا منع ہیں۔ کیونکہ ان چیزوں کا ارتکاب مسجد کی آبادکاری کے خلاف ہے۔ مساجد میں ایسے اشعار پڑھنا جو روئی اعتبار سے اچھے نہ ہوں اور فرجہ فروخت کرنا اور ہر ہزار چیز میں کھائی کر مسجد میں جانا جس میں بڑی دھمکی ہے شبہ کو دالے پان کی بددیواری شامل ہے بلکہ مسجد میں دنیا کی باتیں کرنا۔ مسجد میں تحقیر، ظلم، انکار، گم شدہ چیزیں تلاش کرنا اور حقوق سے سہاں کرنا۔ یہ سب امور مسجد میں متروک ہیں اور مسجد کی شہن کے خلاف ہیں۔

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جب کوئی شخص مسجد میں کسی گم شدہ چیز کو تلاش کرنے والے کی آواز سنتا تو اس کو کہہ دے لاؤ دھبا اللہ علیک (کہ اللہ تجھے یہ چیزیں واپس دے) کیونکہ مسجد میں اس کام کیلئے نہیں جاتی تھیں۔ (ابو مسلم ص ۲۱۰ جلد ۱۱، از سنی ص ۹۹ جلد ۱)

بزرگ حضرت ابو ہریرہؓ سے یہ بھی روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جب کسی کو کوئی گم شدہ چیز ملے تو اپنے گم شدہ کو اللہ تعالیٰ کی حمد میں تلخ نہ دے۔ (مشکوٰۃ ص ۱۰۷) رسول اللہ ﷺ نے یہ بھی ارشاد فرمایا کہ کوئی گم شدہ چیز یا ایک ایسا زمانہ آئے گا کہ مسجدوں میں ان کی باتیں دنیاوی امور پر ہوں گی۔ سو تم ان کے پاس مت بیٹھنا کیونکہ اللہ کو ان کی حاجت نہیں ہے۔ (مشکوٰۃ ص ۱۰۷ جلد ۱۱، از سنی ص ۹۹ جلد ۱)

مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کو ان کا یہ فعل ملاحظہ ہے ان کے پاس بیٹھ کر اپنا برا نہ کرو۔ حضرت حکیم بن حزامؓ نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے مساجد میں حد درجہ گھٹیا چلنی کرنے سے منع فرمایا۔ (فیروز دہلی ص ۱۶۱ جلد ۲) حضرت معاویہؓ نے یہ فرمایا کہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ان دنوں وہ دنوں یعنی بیاض اور کھن کے کھانے سے منع فرمایا ہے اور فرمایا کہ جو شخص انہیں کھائے گا ہمارے مسجد کے پاس نہ آئے اور فرمایا کہ اگر تمہیں کھانا ہو تو ان کو بچا کر کھاؤ۔ جس سے ان کی بددیواری جاسے گی۔ (ابو ہریرہؓ ص ۱۰۷ جلد ۱۱، از سنی ص ۹۹ جلد ۱)

ایک نماز کے بعد دوسری نماز کے انتظار میں بیٹھا رہنا مسجدوں میں اختلاف کرنا اور نمازوں کے انتظار میں بیٹھا رہنا بھی مسجد کی آبادکاری ہے۔ حضرت عثمان بن مظعونؓ نے بیان کیا کہ ہم نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ! (لوگو!) ہمیں غصی ہونے کی جتنی قوت مرادانہ زائل کرنے کی اجازت دیجئے آپ نے فرمایا وہم میں سے جس جو کسی کو غصی کرے یا غور غصی ہو جائے بے شک میری امت کا غصی ہونا یہ ہے کہ دوزخ سے کھاکرے (اس سے ثبوت یہ جاسے گی) پھر عرض کیا کہ ہمیں میری امت کی اجازت دیجئے آپ نے فرمایا میری امت کی میری امت جہاد کی تکمیل اللہ میں ہے۔ پھر عرض کیا کہ ہمیں وہانیت اختیار کرنے کی اجازت دیجئے (جیسا کہ حضرت ابوبکرؓ کو ایک بار دیا ہو کر ایک باروں میں اور جنگوں میں جیتے گئے تھے) آپ نے فرمایا میری امت کی وہانیت یہ ہے کہ نمازوں کے انتظار میں مسجدوں میں بیٹھا کریں۔ (مشکوٰۃ ص ۱۰۷ جلد ۱۱، از سنی ص ۹۹ جلد ۱)

مسجد کی صفائی کا اجر و ثواب..... حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ گھر پر میری امت کے ثواب کے کام چلن کے گئے یہاں تک کہ کوئی شخص اگر مسجد سے انکی چیزیں نکال دے جو دیکھے میں ناگوار ہو (اگرچہ معمولی سا گداز یا کچرا تھا) ہو، تو وہ بھی مجھے امت کے ثواب کے کاسوں میں دھکایا گیا ہے اور گھر پر میری امت کے گناہوں کے ثواب سے بڑھ کر میں نے کوئی گناہ نہیں دیکھا کہ کسی شخص کو قرآن مجید کی کوئی حدیث یا آیت عطا کی گئی ہو پھر وہ اسے بھول گیا۔ (ابو ہریرہؓ ص ۲۱ جلد ۱)

آپ کل مسجدوں کی خلافتی آبادی ہی وہ تھی ہے۔ غرض کہ حضرت چلچلیں، اچھا، غلاموں اور دھوڑ پر پھول دار تھیلے، چمکدر فرش و فیر و فیروزان، پڑاؤں میں نہ جانے کچھ کر رہا تھا یا کیا ہے اور نمازوں میں حاضری اور اساتذہ سے اور نمازوں کے انتظام میں پیچھے رہنے کی طرف توجہ نہیں دینی جاتی اور یہ ظاہری ذریعہ و زینت کی چیزیں شرعاً پابند و مانگی نہیں ہیں۔ کیا کھانا سے نمازوں کے نشوونما و ملحوظات میں فرق آتا ہے؟ حضرت چلچلیں، سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرمایا کہ قیامت کی نشانیوں میں سے یہ بھی ہے کہ لوگ مسجد میں نہ جائیں اور مسجد میں لڑائی کریں گے۔ (ابو داؤد، مصنف و محدث)

آپ سید شمس الدین کی زبیر زحمت پر توجہ دینے والوں کے بارے میں فرمایا ہے کہ مساجد ہم عامہ اور ہی حرام
من اللہ ہی (ان کی مسجد پر آبادیوں کی اور عبادت کے اعتبار سے) ان یوں کی (مظہر و نصاحہ ص ۴۷)

حجّات کو چانی چلا تا اور مسجد حرام کو آباد کرنا ایمان اور جہاد کے راز نہیں..... پھر فرمایا: اَسْعَلَسْتُمْ بِطَبَاطِ الْحِجَابِ
وَعَارَافَةِ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ۔ (الایضاً) اس کے بارے میں دو سبب ذیل نقل کئے گئے ہیں۔ اس میں ایک توی ہے جو پیچھے مذکور ہوا
کہ سب در میں مشرکین کو قید کیا جن میں عباں بن محمد اسطبل بھی تھے اور عباں کا خرافہ اختیار کرنے پر عبادہ اللہائی تو انہیں نے کہا کہ اگر
تو ہم سے اسلام میں اور ہجرت میں اور جہاد میں آگے جا نہ گئے تو ہم بھی تو مسجد حرام کو آباد کرنے میں ہیں اور عباں کو چانی چلا ہے جس میں پر
آیت: اَنْزِلْ بَرَكًا۔ (سورہ بقرہ ص ۲۵۵)

مطلب یہ ہے کہ کیا حایضوں کو پانی پانے اور مسہ حرام کے درود پڑھ کر، کچھ بھال کر کے کوئی نئے اس شخص کے عرس کے برابر کر دیا جائے۔ پر امرۂ غریب نے پر ایمان لایا اور جس نے اللہ کی راہ میں جہاد کیا؟ یہ وہ لوگ ہیں جو اللہ کے لئے ایمان لائے اور جہاد وہ ان کے لئے ہے۔ میں سوچ کر پانی پانے اور مسہ حرام کی دو کچھ بھال چکا ایمان نہ ہو اس کی کچھ کچھ جھپٹے نہیں۔ سکر و شرک کے ساتھ کوئی بھی جیسے عمل مقبول اور مستحب نہیں۔

اور دوسرا سبب نزاع یہ تھا ہے کہ حضرت نعمان بن حنظلہ نے بیان کیا ہے کہ میں رسول اللہ ﷺ کے منبر کے پاس تھا۔ ایک شخص نے کہا کہ اگر میں تجاویز کو اپنی چاکس دھاری کے بعد دوسرا ہتک مٹل نہ کروں تو مجھے کوئی پروا نہیں۔ دوسرے نے کہا کہ اگر میں مسجد حرام آتا ہوں کرنے کے علاوہ کوئی مٹل نہ کروں تو مجھے دوسرے اعمال کے چھوٹ جانے کی کوئی پروا نہیں۔ تیسرے شخص نے کہا کہ تم نے جو اپنے اعمال کے بارے میں کہا ان اعمال سے نہ کہ جہاد کی تکمیل اللہ ہے ان لوگوں کو حضرت عمرؓ نے تحریک دیا اور یہ کہ رسول اللہ ﷺ کے منبر کے قریب آنا یہ بے ہند نہ کرو۔ یہ جو کاہن تھا حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ میں نماز سے فارغ ہوں کہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت عالی میں کہ منبر پر کہیں وہ سے میں دریافت کروں گا جس میں تم اختلاف کر رہے ہو، چنانچہ انہوں نے خدمت عالی میں کہ خبر ہو کہ رسول کی اس پر آیت پڑ جائے ہوئی۔ (مسلم الموطا ص ۱۷۷)

اس سے معذور ہوا کہ ایمان تو تمام اعمال سے افضل ہے، عیہدہ فی تکمیل حد بھی کھانچ کو پانی پلانے اور مسجد حرام کی دیکھ بول اور تربیت سے افضل ہے۔

[illegible]

ہوئے اور فرمایا اَللّٰہُ اَمْرًا وَاَجْعَلُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ بِأَمْوَالِہِمْ اَعْظَمَ فَرْجًا عِنْدَ اللّٰہِ۔ (جو لوگ ایمان لائے اور ہجرت کی اور اپنے مالوں اور جانوں سے اللہ کی راہ میں جہاد کیا اور جب کما حقہ کے نزدیک یہ لوگ بہت بڑے ہیں اور یہ لوگ میرے کامیاب ہیں) اور فرمایا: یَنْقُضُوْهُمْ وَیَغْلِبُوْهُمْ بِرَحْمَۃِ رَبِّکُمْ وَرِضْوَانٍ وَجِبَتْ لَہُمْ فِیْہَا نِعْمٌ مُّبِیْنٌ۔ (اُن کو آپ انہیں بوجہ رحمت و رضا سے اپنی اور خاصہ کی اور اُن کی جن میں ان کے لئے ہادی غنیمتیں ہوں گی۔ خالص غنیمتیں) (اور اس میں بیشک ہیں کے لئے اللہ عظیم اجر عظیم۔) (یہ ملک اللہ کے پاس ہے)۔

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَشْجُدُوْا اٰبَآءَکُمْ وَاِلٰہَآءَکُمْ اُولٰٓئِکَ اِنْ اَسْتَعْبُوْا لَکُمْ عَلٰی اٰیٰتِہِۭیْنَ۔
 اے ایمان والو! سجدہ نہ کرو باپوں کو نہ جہانوں کو نہ بہت بڑے لوگوں کو نہ ان کے مطالب میں پھنس کر نہ یہ۔
 وَمَنْ یَّشْکُلْہُمْ مِنْکُمْ فَاُولٰٓئِکَ ہُمُ الظَّالِمُوْنَ ؕ قُلْ اِنْ کَانَ اٰبَآؤُکُمْ وَاَبْنَاؤُکُمْ وَاِخْوَانُکُمْ
 اور تم میں سے جو شخص یہ شک کرتا ہے کہ وہ تم میں سے کسی کو سجدہ کرے یا اپنے باپ، آپ کے بھائی، بہن اور بھائی
 وَاَزْوَاجُکُمْ وَعَشِیْرَتُکُمْ وَاَمْوَالٌ اٰفَرَفْتُمْہَا وَتِجَارَةٌ تَخْشَوْنَ کَسَادَہَا وَ
 اور عورتیں اور کنبہ اور وہ اہمال جو تم نے کھائے ہیں اور وہ تجارت جس کے نہ چھوٹنے سے تم ڈرتے ہو
 مَسٰجِدٌ تَرْضَوْنَہَا اَحَبَّ اِلَیْکُمْ مِّنْ اللّٰہِ وَرَسُوْلِہٖ وَجِهَادِ فِیْ سَبِیْلِہٖ فَتَرْکُبُوْا عَافٰی
 اور وہ گھر جو تم کو پسند آئے اور جس کے رسول اللہ اور اس کی راہ میں جہاد کرنے سے زیادہ محبوب ہیں تو چھوڑ دو گھر، یہاں تک کہ

یٰۤاَیُّهَا اللّٰہُ بِأَمْرِیْ ؕ وَاللّٰہُ لَا یَهْدِی الْقَوْمَ الضَّالِّیْنَ

اللہ کا حکم آجائے اور وہ لائق تو ہو کہ اسے شکر دے۔

اللہ تعالیٰ کی محبت کے سامنے باپ، بھائی، بیوی، کنیرہ، قبیلہ، مکان، دوکان، آل، اولاد کی کوئی حقیقت نہیں گزشتہ آیات میں جہاد اور ہجرت کی غفلت بیان فرمائی۔ جب ہجرت کا حکم ہوا تو اس وقت ایسے لوگ بھی تھے جنہوں نے اسلام تو قبول کر لیا لیکن ہجرت کرنے میں پس و پیش کرتے تھے اور ہجرت کی سمت کرنے سے عاجز رہے ہوئے تھے۔ یہ آیات ان لوگوں کے بارے میں نازل ہوئیں۔ معاملہ اشتر بل (صفحہ ۵۷ جلد ۲) میں حضرت ابن عباسؓ سے نقل کیا ہے کہ جب نبی کریم ﷺ نے مدینہ منورہ کو ہجرت کرنے کا حکم فرمایا (اور یہ وقت تھا جبکہ مدینہ منورہ ہی دارالاسلام تھا اور مدینہ منورہ کو ہجرت کرنا فرض تھا) تو بعض لوگوں نے ہجرت کرنے کا ارادہ کر لیا لیکن اعمال نے ان کو ہجرت کرنے سے روکا اور انہیں نے کہا آپؐ ہمیں ضائع نہ کریں۔ ان کی یہ بات سن کر ان پر ترس کیا اور ہجرت کا ارادہ چھوڑ دیا۔ اس پر اللہ تعالیٰ شانہ نے یہ آیت نازل فرمائی اَلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَحْبِلُوْا۔ (لوطی) نازل فرمائی اس آیت میں مسئلہ اُن کو حکم دیا کہ تمہارے باپ اور بھائی اگر کفر کو ان پر ترجیح دیتے ہیں اور ان کے مقابلہ میں انہیں کفر محبوب ہے تو انہیں درست نہ دیکھو۔ نہ محبت اور دوستی کے لالچ میں جن میں ان پر لازم ہے کہ وہ بھی ان کو قبول کر لیجئے اور تمہارے ساتھ ہجرت کرتے اب وہ کافر ہیں اور تم مؤمن ہو تمہارا دین تو قبول کرے نہیں اور میں کہتے ہیں کہ تم ہجرت کر کے جہاد کرو ہم ضائع نہ ہائیں گے۔

ہم پہ پہنچ ہوئی تو مسلمانوں کے لشکر اور فوجی ہوازن کی حمایت کا مقابلہ شروع ہوا۔ پہلے لکھا جا چکا ہے کہ کچھ مسلمانوں کی زبان سے یہ بات نکل گئی تھی کہ اس وقت ہماری تعداد بہت ہے، افراد کی کمی کی وجہ سے شکست نہیں کھا سکیں گے۔ فوجی ہوازن کے لوگ تیرا انداز ہی میں بہت دیر تھے انہوں نے تیرا انداز ہی شروع کیا تو مسلمان پشت پیچ کر بھاگ گئے دشمن کے مقابلہ میں صرف رسول اللہ اور آپ کے ساتھ چند افراد رہ گئے تھے جن میں حضرت ابو بکرؓ، حضرت عمرؓ، حضرت علیؓ، حضرت عباسؓ بھی تھے آپؐ پر بار بار پکارتے رہے۔

اَللّٰہُ اَعْلَمُ حَقْلُوْہٖ اِنِّیْ اَلْمُسْلِمٰیۃُ اَلْمُحْتَمِلٰتُۃُ عِنْدَہٗ۔

(اے اللہ کو میری طرف آجائے میں، رسول اللہ ہوں، میں گھمسنی مہم اللہ ہوں) اس موقع پر رسول اللہؐ سفید ٹیڑھے سوار تھے اور حضورؐ زاری پر جا رہے تھے۔

اَللّٰہُ اَعْلَمُ عِنْدَ الْمُحْتَمِلٰتِ

اَلَا اَلنَّبِیُّ لَا یُخَلِّیْ

(میں ہی ہوں اس میں کوئی جھوٹ نہیں میں میرا مطلب کی بات ہوں)

اس موقع پر آپؐ نے اللہ تعالیٰ سے دعا مانگی اور عرض کیا اَللّٰہُمَّ نَوِّلْ فِیْہِمْ نَوَّالَ فِیْضِکَ (اے خدا ہی مدد نازل فرما) آپؐ نے حضرت عباسؓ سے فرمایا کہ لوگوں کو پکارنا کہ اسے انصاری کی جماعت اور آج اسے صحابہؓ پھر (جنہوں نے حدیث میں در وقت کے نیچے بیعت کی تھی) کو پکارا۔ یہ حضرات آواز سن کر ایک کئیے رہے اور رسول اللہؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے رہے۔ یہاں تک کہ سوائے ایک ہی شخص ہو گئے اور وہ بارہ جنگ شروع ہو گئی رسول اللہؐ نے انگریزوں کی ایک ٹہنی پر مرکز شریکین کی طرف پھینک دی اور فرمایا شہادت الوجوہ (ان کی صورتیں بگاڑ جائیں) ۱۲) اللہ کا کہنا ایسا ہوا کہ یہ انگریزیاں دشمنوں کی آنکھوں میں چڑھیں اور ان میں کوئی بھی ایسا باقی نہ رہا جس کی آنکھ میں شعلہ نہ چڑی ہو۔ تھوڑی دیر ہی گزری تھی کہ فوجی ہوازن اور ان کے ساتھ جمع ہونے والے قبائل کو شکست ہو گئی۔ ان میں بہت سے مقتول ہوئے اور بڑی تعداد میں قید کر کے خدمت عالی میں حاضر کئے گئے جن کی ٹھیکیں باندھی ہوئی تھیں۔ ان لوگوں کے اسوہ اور عرض اور آلہ اسب مسلمانوں کو بطور مال قیمت مل گئے۔ (جیسا کہ رسول اللہؐ نے فرمایا تھا کہ ان کے اسوہ بیکتا ماذکل کو مسلمانوں کے لئے مال قیمت ہوں گے)

جن لوگوں نے فتح مکہ کے بعد اسلام قبول نہیں کیا تھا جن ہی ساتھ چلے آئے تھے انہوں نے جب اللہ کی مدد دیکھی تو اس موقع پر اسلام قبول کر لیا۔

جب اللہ تعالیٰ نے رسول اللہؐ کو فتح پائی نصیب فرمائی تو آپؐ نے مال قیمت کو (جس میں اونٹ، بکریاں اور کھانسیاں بھی تھیں) تمام ہرانہ پر لے جانے کا حکم فرمایا اور فرمایا کہ ہاں لے جا کر سب جمع کر دیے جائیں اور حضرت مسیحؑ پر غرہ انصاری جگہ کو ان اسوہ کو لے جانے کا مہم دار بنادیا۔

مقام اوحاس میں شریکین سے مقابلہ اور ان کی شکست..... اس کے بعد میدان سے بھاگنے والے دشمنوں کی ایک جماعت نے مقام اوحاس پر چڑھاؤ کیا ممانہ اور تھا کہ یہ لوگ جنگ کریں گے رسول اللہؐ نے ان کے مقابلہ کے لئے حضرت ابو ہریرہؓ کو بھیجا۔ ان سے جنگ ہوئی تو ان پر غلبہ پانا۔ لیکن حضرت ابو ہریرہؓ میں شہید ہو گئے ان کے بعد ان کے چچا زاد بھائی حضرت ابوسبیحؓ نے جھنڈا سنبھالا اور ان کی اللہ تعالیٰ نے فتح پائی نصیب فرمائی اور ان ہی کے انھوں وہ شخص مقتول ہوا جس نے حضرت ابو ہریرہؓ کو شہید کیا تھا۔ جنگ اوحاس کے موقع پر بھی مال قیمت ملا جن میں شریکین کی بہت سی اور بھی تھیں۔

اس بارے میں کہ یہ تا ہے کہ کلمے جنت کرنے کے لئے جس کلمے کا قول کو بدل اور مسلمانوں کو پیر جانے کیلئے نازل کئے گئے تھے، کیونکہ یہ بات روایت کی جاتی ہے کہ فرشتوں نے ہر دور کے مسیح کے علاوہ کسی مسیح پر لڑائی میں حصہ نہیں لیا۔ صاحب روئے العالی (جلد دوم) نے بھی جنسوں کا ذکر فرمایا کہ تفسیر فرشتوں سے کی ہے اور لکھا ہے کہ مسیحوں نے اسی کا اختیار کیا ہے کہ فرشتوں نے ہر دور کی ہر قوم پر لڑائی نہیں کیا، وہ لوگوں کے عقوبت کی تکلیف کے لئے اور مشرکین کے عقوبت میں دھبہ ڈالنے کیلئے آئے تھے۔ پھر ایسا قول یا نہ آیا ہے کہ انہوں نے لڑائی بھی کیا تھا نہیں یا غیر میں لکھا ہے کہ ویسے یہ سند بحوالہ علیہ یحییٰ اس کی کوئی سند مستند نہیں ہے۔

فرشتوں کے آسمان سے کہا کہ قرآن کے بعد فرمایا و عذاب اللظیف مکتوفاً (کہ اللہ نے کاروں کو عذاب دیا اور جو متوال ہوئے اور تیری ہے کو ذلالت جزا، اللہ کا طریق۔ اور یہ کاروں کی مراد ہے۔) پھر کیا میں ہیں اور اثرات میں جو مراد ہے وہ نیا ہی مراد کے علاوہ ہے جو کلمہ پر ہے۔ کہا میں راہی مذاب میں جتنا ہوگا۔ آخر میں فرمایا:

لَمْ يَتَوَلَّ اللَّهُ مَنْ؟ فَقَدْ ذَلَلْتُ عَلَىٰ مَنْ يَتَلَّاءُ وَاللَّهُ عَلَّوْرٌ وَحَنِمٌ.

پھر اس کے بعد اللہ جس کو چاہے تو بقول فرمائے اور اللہ جنتیہ اور مریدان ہے۔

یہ کلمہ متوال ہو جائیں اور ان کا مذاب میں بھی جگہ لیتے ہیں اور اثرات کے راہی مذاب کی طرف منتقل ہو جاتے ہیں۔ لیکن جو لوگ حق سے حق ہو نہیں سکتے تو اللہ تعالیٰ ان میں سے جس کو چاہے تو جب کی تو لیں اسے چاہے جو کلمہ چھوڑ کر اسلام میں داخل ہو جائے۔ انہیں میں سے آجیہ، لکھنا، حق اور بہت بڑی جمیوت کے مقابلہ کے لئے جہنم میں آیا تھا۔ جب شکست ہوئی تو حاکم ہا کر قلعہ بند ہو گیا لیکن آنحضرت سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم پہنچے یہاں آپ اور مسلمان ہو گیا آپ نے اس کو اس کی قوم پر حال بھی چاہا۔ یہ پھر اور بھی بہت سے نبی و مریدان سے لوگ مسلمان ہوئے جس جنگ میں حق ہونے سے حق گئے تھے۔ حاکم میں ہا کر محاصرہ فرمایا پھر محاصرہ کے بعد وہاں شہر خراب لے آئے بعد میں وہ لوگ بھی مسلمان ہو گئے۔ اسلام کے بڑے بڑے دانشمندان نے اسلام قبول کیا اور مستحق جنت ہوئے۔ زمانہ گزر گیا جو کچھ کیا تھا اللہ تعالیٰ نے سب معاف فرما دیا۔

مالک بن عرف نے اسلام قبول کر کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہفت زبان کرتے ہوئے چند اشعار کے اہل طہم کی دلجوئی کے لئے نقل کئے جاتے ہیں۔

ما ان راہیت ولا سمعت بعلہ	فی الناس کلہم بعل محمد
اولیٰ واعطی للجزیل اذا اجتدی	وعسی لشیخیرک عدا فی عد
واذا التکینہ عرفت انہا ہما	بہا السجھری وحسب کل مہند
لکنا لہب علی اشبالہ	وسط الہواء احمادہ فی مرصد

جن کا ترجمہ یہ ہے

(۱) میں نے تو لوگوں میں محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جیسا نہ دیکھا تھا۔

(۲) خوب زیادہ مال کثیر دینے والا جب کہ وہ شکست کرے اور جب تو چاہے تو مجھے اس بات کی خبر دے۔ جو کل ہونے والی ہے اور جو آپ نے فرمایا تھا کہ نبی و مریدان کے مال کل لکھنا اللہ مسلمانوں کے لئے مال قیمت ہیں اس کی طرف اشارہ ہے)

۲۳) اور جب ننگر اپنے اداؤں کو پھینکے تو غزوہ کے ساتھ اور ہر گوارہ استعمال کر لی جائے۔ تو گویا وہ شیر ہے اپنے پنجوں (کی) عمرانی پر قیاد، کدو میان پر نگہات کی جگہ میں۔

وذكر هذا لحافظ ابن كثير في التذكرة صفحة ١٦٤ جلد ١ والخازن والعلاني والاسد اللذان أحصى في إجمعه كتابي القاموس (اسے حافظ ابن کثیر نے اہدایہ التہذیب میں ذکر کیا ہے لہذا اس شے کو کہتے ہیں جو اپنی کچھاد میں چھپا ہو)

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِنَّا الْأُمُشِرُونَ نَجَسٌ فَلَا يَقْرَبُوا الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ بَعْدَ عَا مِهِمْ هَذَا

ایہ محمدیہ روایت ہے کہ مشرکین یا کفار جو وہاں سے گئے ہیں وہاں سے واپس نہ آئیں اور اگر وہ واپس آئے تو قریب نہ آئیں اپنے وطن سے لے کر وہاں تک کہ وہاں سے واپس نہ آئیں۔

مشرکین نجس ہیں مسجد حرام کے پاس نہ جائیں

یہ آیت بھی سورۃ بقرہ کی شروع کی آیات میں سے ہے جن کا اعلان ہے کہ حضرت علیؓ کے سوا دوسروں کے ساتھ ہر گوارہ نجس ہیں مسجد حرام کے باہر رہیں گے۔ جن چیزوں کا اعلان کیا تھا ان میں سے بھی تھا کہ اس سال کے بعد کوئی مشرک حج نہ کرے اور کوئی شخص حج کرنے کی حالت میں طواف نہ کرے (جیسا کہ مشرکین کیا کرتے تھے) اس آیت میں جو یہ حکم تھا کہ اگر مشرکین پیچھے ہیں تو وہ اس سال کے بعد مسجد حرام کے پاس نہ آئیں۔ اس میں حضرت امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک یہ حکم ہے کہ اگر وہ مشرکین کو حج نہ کرنے دیا جائے مسجد حرام میں نہ آئے دینے کا بھی مطلب ہے۔ اگر کسی کا گھر مسجد حرام میں یا کسی مسجد میں داخل ہونے کی اجازت دی جائے تو حضرت امام صاحبؒ کے نزدیک یہ جائز ہے اور پایہ ہونے سے مردان کی اندرونی ٹاپا کی بجائی عقائد مشرک اور کفر یہ مراد ہیں۔ اس امر میں کوئی مرد یا عورت جہالت و غماز ہو یا کوئی عورت جس کی اصل یہ نجس ہو کوئی نکاحی نہایت گہی ہو تو ان نہایتوں کی وجہ سے داخل نہ ہونے دیا جائے گا اور اس میں تاخیر اور کفر کا حکم ایک ہی ہے مگر اگر کافر کا وہب اس سے مختلف ہے۔ صاحب روح المعانی نے حضرت امام شافعیؒ اور حضرت امام مالکؒ اور حضرت امام احمد بن حنبلؒ کا یہ نہب نقل کیا ہے کہ کسی کا گھر کو خود ہی ہو یا حج دے کر آیا ہو کسی بھی صورت میں مسجد حرام میں داخل کرنے کی اجازت نہیں ہے۔ اگر کافروں کی طرف سے کوئی قصداً کے تمام مسلمانین مسجد سے باہر نکل کر اس سے منگھڑ کرے۔

یہ تو ان حضرات کا نہب مسجد حرام کے داخلہ کے بارے میں ہے۔ اور دوسری مساجد کا مسئلہ حضرت امام شافعیؒ دوسری مسجدوں میں کافر کے اندر کی اجازت دیتے ہیں اور امام مالکؒ سے ایک روایت یہ ہے کہ تمام مسجدوں کا حکم یہ ہے کہ کسی بھی مسجد میں کافر کا داخلہ جائز نہیں۔

حضرت امام ابوحنیفہؒ نے جو آیت کا یہ مطلب بتایا ہے کہ کافروں کو حج اور عمرہ کرنے سے روکا جائے اور بعض حالات میں کافروں کے مسجد حرام میں داخل ہونے کی اجازت ہے اس کی دلیل میں حضرت جابرؓ کا یہ ارشاد پیش کیا جاتا ہے جسے (در مستدرک) ۲/۳۳۲ جلد ۲ میں معتصم عبد الرزاق وغیرہ نے نقل کیا ہے۔ فلا یقرَّبوا المسجد الحرام بعد عوامہم هذا الا ان یکنوا عبداً أو أحمداً من أهل

الطبعة۔ (کشرکین اس سال کے بعد مسجد حرام کے قریب نہ جائیں مگر یہ کوئی شخص نہ ہو) اور یہ معلوم ہے کہ کافر مشرک ہونے میں کلام باطنی اور دینی اور دوسرے شریکین سب وارد ہیں۔ جب کلام کا اجازت دے دی گئی تو معلوم ہوا کہ یہ کافر کے داخلگی کا اجازت ہے۔ اب اس کی ممانعت سے کہ ان کو حج یا عمرہ کرنے کی اجازت دی جائے۔ حدیث بالا در مشور میں موقوفہ نقل کی ہے لیکن علامہ مکرہ صاس نے ایک امام القزاق (سنہ ۱۰۷۰ھ) میں مرقوم موقوفہ دونوں طرح نقل کی ہے بلکہ لکھا ہے کہ یہ سکتا ہے کہ دونوں طرح صحیح ہو۔ حضرت جانے بعض اوقات دشمنان دینی کے طور پر نقل کر دیا اور کئی ایسی طرف سے نقلی و مستحاج۔

مراسل اور وہ میں ہے کہ کئی ثقیف کا وفد جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آیا تو آپ نے ان کے لئے مسجد کے آخری حصہ میں ایک قبو لگو دیا کہ وہ مسلمانوں کی لڑائی میں اور ان کا ذکر و بگو و بکھیں۔ عرض کیا کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انہیں مسجد میں ٹھہراتے ہیں حالانکہ وہ مشرک ہیں۔ آپ نے فرمایا یا شہد میں شہاک نہیں ہوتی لکن آج ہا پاک ہوتا ہے۔

امام ابن ابی نے اس واقعہ کو شرح معانی الآثار کے سب سے پہلے باب میں نقل کیا ہے۔ ان کی روایات کے الفاظ یہ ہیں فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم علی الارض من تجلس فیہا شیء انما تجلس فیہا علی الفہم۔ (لوگوں کی کھانستوں میں سے زمین پر کچھ بھی نہیں ان کی کھانستوں میں ان کی ایلی جانوں پر ہیں)

لہذا میں اصل کا واقعہ بھی اس پر روایت کرتا ہے کہ کافر کو مسجد میں داخل کیا جا سکتا ہے۔ لہذا ایک شخص تھے جنہیں حضرت عباسؓ گرفتار کر کے لے آئے تھے اور ان کو مسجد نبوی کے ایک ستون سے باندھ دیا تھا۔ بعد میں انہوں نے اسلام قبول کر لیا تھا۔ (صحیح بخاری ص ۲۹ جلد ۱)

فَلَا يَنْفِرُنَّوُ الْفَسِجَاجَ الْخَرَامَ (الایہ) (کشرکین مسجد حرام کے قریب نہ جائیں) اس کی تفسیر قرآن کے بعد ارشاد فرمایا اِنَّا جَعَلْنٰكُمْ عُمَّالًا لَّنَا فَلَیْسَ لَکُمْ اَنْ تَخْرُجُوْا مِنْہٗ اِلَّا بِاِذْنِیْ (اگر تم فخر سے خارج ہوتے ہو تو قریب اللہ تمہیں اپنے فضل سے فخر کرنے کا ارادہ ہے)

اس کا سبب نزول جاتے ہوئے در مشور میں حضرت ابن عباسؓ سے یہ نقل کیا ہے کہ شریکین جب حج کے لئے آئے تھے تو اپنے ساتھ خدا (گیہوں، جھرو، جھرو) بھی لے جاتے تھے اور اس کو فروخت کرتے تھے۔ جب حج کے لئے ان کا آزار دہک دیا گیا تو مسلمانوں نے کہا کہ اب ہمیں کھڑکی چڑھیں کہاں سے بیٹھ گئے اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی اور ان سے وعدہ فرمایا کہ اللہ کرپا ہے تو اپنے فضل سے فخر کرنے کا۔ حضرت سعید بن جبیر اور حضرت عمارؓ سے بھی یہ بات منقول ہے۔ اللہ تعالیٰ کا کرنا یہاں کہ مسلمان کافروں سے اور ان اعمال تہمت سے بے نیاز ہو گئے اور اللہ تعالیٰ نے ان کے لئے رزق کے دوسرے دروازے کھول دیئے اور انہیں جو معاشی مشکلات کا اللہ بیشک دور فرمایا۔

قَاتِلُوا الَّذِیْنَ لَا یُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَلَا بِالْیَوْمِ الْاٰخِرِ وَلَا یَحِیْمُوْنَ مَا حَزَّہُ اللّٰهُ

ان لوگوں سے جنگ کرو کہ اللہ اور آخرت کے دن کو ایمان دینے والے اور خدا تعالیٰ اور اس کے رسول نے جن چیزوں کو حرام فرمایا ہے اسے حرام نہیں سمجھتے

وَرَسُوْلُہٗ وَلَا یَدِیْنُوْنَ دِیْنََ الْحَقِّ مِنَ الَّذِیْنَ اَوْثَقُوا الْکِتٰبَ حَتّٰی یُعْطُوا الْجِزْیَۃَ عَنْ

اور ان حق کو قبول نہیں کرتے۔ یہ وہ لوگ ہیں جنہیں کتاب دی گئی تھی جن سے یہاں تک جنگ کرو کہ وہ دین حق کی حالت

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا قَدْ جَاءَكُمْ مِنَ اللّٰهِ اٰيَاتٌ

اے ایمان والو! تم پر اللہ کی آیتیں آئی ہیں۔

اہل کتاب سے قتال کرنے کا حکم

تفسیر: آیات میں مشرکین سے جہاد کرنے کا حکم تھا اس آیت میں اہل کتاب سے قتال کرنے کا حکم ہے۔ اسلام کا قانون ہے کہ کافروں سے جب جہاد کیا جائے تو اول ان کو اسلام قبول کرنے کی دعوت دی جائے اگر انہوں نے اسلام قبول کر لیا تو آگے کوئی جنگ نہیں۔ اب وہ اپنے ہو گئے ہیں سے جنگ کرنے کا جواز نہیں رہا بلکہ وہ انہیں اپنی عینا عینا کیے۔ اسلام کے انکشاف میں گئے اور نئے پرانے مسلمان سب اتحاد الحقیق کے ساتھ اللہ کی راہ میں کوشش و کھڑکڑ کر رہیں گے۔ اگر کافر اسلام قبول نہ کریں تو ان سے کیا جائے گا کہ قرآن پر وہ جلی جھک جو راز کا حکم ان ملک میں رہا اور تہذیبی ہاتھوں کی ہم گفتگو کریں گے اس گفتگو کے بدلہ نہیں ملے گا۔ ہر ملک پر کوئی حملہ آور ہوگا تو ہمیں سہ تعاون کرنا ہوگا۔ اگر وہ اس کا قبول کر لیں تو بھی آئے لڑائی کا کوئی موقع نہیں یہ جو ہاتھوں کی گفتگو کا بدلہ ہوگا اس کو جزیہ دیا جائے گا۔ یہ جزیہ لڑائی لڑنے کی کامد ہے جو خطہ کے مذہب ہے۔ جزیہ لڑنے کی ہر اس کے طور پر مقرر کیا گیا ہے۔ یہ ہر شخص سے نہیں لیا جائے ہر سب سے لیا جائے گی نہیں لیا جائے گا۔ جس کی جگہ تفسیر میں ملے گی۔ اگر کفر کر لیا جائے تو پھر قتال یعنی جنگ کی صورت اختیار کی جائے گی اس بار سے جس کو لڑنا ہے کفر سب یعنی یہود و نصاریٰ سے جنگ کرنا ہوگا اور آخرت پر یقین نہیں رکھتے یہاں تک کہ ذات کے ساتھ جزیہ دیا کریں۔ اس میں اہل کتاب کی قید اعتراض نہیں ہے۔ دوسرے کافروں کا بھی یہی حکم ہے کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے ہر کے مشرکوں سے جزیہ وصول کیا تھا۔ آیت میں قتال اور جزیہ کا ذکر ہے۔ دعوت اسلام پیش کرنے کا اگر نہیں ملے گا تو ان کو پہلے سے دعوت اسلام پہنچائی ہوئی ہو انہیں قتال سے پہلے دعوت دینے کی ضرورت نہیں۔ اہل کتاب یہود و نصاریٰ اسلام سے پرانی طرف متوجہ تھے۔ رسول اللہ ﷺ کو پہلی طرف پہچان گئے تھے کہ آپ واقعی اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں۔ اس سب کے باوجود مکر ہے۔ رسالت کے تو مکر ہے جسی اللہ تعالیٰ کی توحید کو بھی چھوڑ گئے تھے اور آخرت پر بھی ایمان نہیں رکھتے تھے۔ اگر کسی دے میں آخرت کا تصور تھا تو وہ آخرت کو نہ ماننے کے درپے میں تو کیونکہ جانتے ہوئے کفر اختیار کرنا اور آخرت میں جو کھڑکی مزاج یعنی ظاہر دانی دے دھتکتے کے لئے تیار رہنا یہ آخرت کو نہ ماننے کے درجہ میں ہے۔ نیز وہ عیش و لعبہ یعنی دلی اہتمام کے باوجود نہ ہونے اور حساب کتاب کے کمال میں تھے۔ جنت اور دوزخ کے بارے میں ان کا عقیدہ تھا کہ یہ دنیا کی خاصیت نہیں ہے۔ دوزخ کی خوش کام جنت اور نعم کا چشمہ کھانا اور میاں لئے قاتلوں اللہ لا یؤمنون باللہ ولا بالیوم الآخر فرمایا۔ قتال صاحب الروح وھماھماھم الذی یزعمونہ لیس علی ما یسعی فہو MAS (صاحب روح اللہ) لڑتے ہیں ان کا ایمان فتنہ ایمان نہیں لڑتے اور حقیقت ایمان نہیں تو ایمان کا نہ ہوتا ہے۔ (صفحہ ۵۴)

اہل کتاب کا حال بیان کرتے ہوئے یہ بھی فرمایا ولا یحسبوا انہم امنوا وھم لا یؤمنون باللہ ولا بالیوم الآخر کہ انہوں نے جن چیزوں کو حرام قرار دیا ہے ان کو اگر نہیں سمجھتے۔ جب یہ اسلام کا قبول نہیں کرتے تو حرام احوال کی تعلیمات کو بھی نہیں دیتے۔ صاحب روح اللہ تعالیٰ نے اس کی تفسیر میں بعض علماء کا قول بھی نقل کیا ہے کہ ان کا جس رسول پر ایمان لانے کا دعویٰ ہے اس سے جن چیزوں کو حرام قرار دیا خواہشات نفس کے اتباع کی وجہ سے ان کو حرام قرار نہیں دیتے۔ ان کی شریعت کو بھی بدل دیا اور عمل سے بھی دور ہو گئے مثلاً خمر و

اور سودا گیند و چاندی کے بارے میں حق۔ جس کی درستی ان کی کتابوں میں تھی۔

ان کتاب کا یہ حال بیان کرتے ہوئے فرمایا: وَلَا يَتَّبِعُونَ ظَنَنَ الْحَقِّ۔ کہ وہ اپنی اپنی اسلامی اقوال میں کرتے۔ ان کی یہ صفات اور ان کے یہ احادیث و تفصیلی چیزیں کہ ان سے جنگ کی جائے اگر اسلام قبول کر لیں تو پھر جہنم جزیرہ بنے پر آمادہ ہو جائیں۔ صورت میں ان سے قتال نہ ہو دیا جائے اور جنگ نہیں کی جائے گی۔

پھر فرمایا: حَسْبِيَ نَظَرُ الْحَزَنَةِ عَنْ يَدِهِ۔ اس میں غصہ و غنہ سے کیا مراد ہے اس کے بارے میں متعدد اقوال ہیں۔ بعض حضرات نے فرمایا ہے کہ اس کا یہ مطلب ہے کہ کسی شخص پر جزیہ دینا مقرر کر دیا گیا ہو تو اس کے دلوں کے اندر سے کدو میٹھ کر دینا جیسے کیونکہ جزیہ لینے سے ان کی توجہ میں مشغول رہے۔ نوٹ: اس میں پچھلے سے اور کسی کو کسی حد تک جزیہ پہنچ دیا تو اس میں ان کا طعناں ہے۔ اس لئے ان کیلئے اس کا واسطہ نہیں منظور کیا جائے بلکہ ان کو بھیج دیا جائے کہ خود اکر دیا کریں اور بعض حضرات نے اس کا یہ مطلب بتایا ہے کہ وہ حضور اور فرما نہ ہوں اور ان سے جو چیز چاہیں۔ بعض لوگوں نے اس قول کے مطابق اپنی توجہ کیا ہے کہ حقیقت یہ کہ جزیہ دینا اور حضور کو نہیں دینا بعض حضرات نے اس کا یہ مطلب کیا ہے کہ تھوڑا تھوڑا جزیہ دینا منظور کریں۔

پھر آفریں فرمادے: وَهَلْ صَاغِرُؤُنِ کَاسِ حَالَتِمْ مِیْ جَزِیَہِ اِیْنِ کہ وہ ان کیلئے ہوں۔ بعض حضرات نے اس کا یہ مطلب بتایا ہے کہ وہ کمزور ہو کر آ کر ہیں اور جو مسلمان لینے دیا ہے وہ چیز کو وصول کرنے اور حضرت ابن عباس سے منقول ہے کہ زنی کا گھوڑا بچا کر لیا گیا جائے تاکہ اگر اعطی الحزینہ یا فسی (اسلامی جزیہ) سے اور بعض نے فرمایا ہے کہ وصول دینی کرنے والے ہیں کہ وہ حق اللہ تعالیٰ یا عہد اللہ (اسلام) کے دشمن انتہا کا حق اور اگر وہ حضرت امام ثانی نے فرمایا کہ زمین کے ذیل ہونے کا مطلب یہ ہے کہ انہیں جو کام دیئے جائیں گے ان پر عمل کریں گے اور مسلمانوں کی حاجت میں رہیں گے یہ قول صاحب روح المعانی نے (مطلوع صمد) میں نقل کیے ہیں پھر اخیر میں لکھا ہے کہ آج کل مسلمانوں کا وہ ہیں جسے کسی قول پر بھی عمل نہیں۔ وہ اپنے نائب کے ذریعہ جزیہ پہنچا دیتے ہیں ان سے ملے لایا جاتا ہے۔ صحیح طریقہ یہ ہے کہ ان کو مجبور کیا جائے کہ خود لے کر آئیں۔ بیوٹا انہیں دھارت ہوں اور اس کے خلاف زنی بڑی بڑی اسلام کے ضعف کی وجہ سے جاری ہے۔ (امام)

صاحب روح المعانی نے اپنے زمانے کے ملک اور امرات کی حکایت کی کہ مسلمان امراتہاں سے جزیہ وصول کر لیتے ہیں لیکن آج تو یہ حال ہے کہ مسلمان کسی ملک میں جزیہ لینے کا قانون جاری کرتے ہی نہیں۔ یہ لوگ کافروں سے دار سے ہیں جزیہ مقرر نہیں کرتے بلکہ ملک میں رہنے والے کافروں کو مسلمانوں سے زیادہ دیر سے دیتے ہیں اور ان کا کام کرتے ہیں۔ ان کو اسلحہ کا ممبر بناتے ہیں۔ انہوں نے مسلمانوں کو موت اور حوصلہ سے اور کمزور کافر کی قیادت اور شاعت اور جاسوت اور بغض اور طغیان مسلمانوں کے دلوں میں ڈال دئے تاکہ ان کمزور ذلیل بھیجیں اور ذلیل نہ کر دیں۔ فقہانے لکھا ہے کہ زنی کافروں کو دارالاسلام میں ان کی عداوت خاتمہ نہ لانے کی بہانہ بنتیں دینی جائے گی۔ اسلام کے خلاف ہونے سے پہلے جو ان کا عداوت خاتمہ ہو اور وہ متحد ہو جائے تو اس سے دوبارہ مانگتے ہیں اور یہ بھی لکھا ہے کہ ان کے لباس میں اور سواروں میں اور اونچوں میں اور مسلمانوں کے لباس اور سواروں میں وہ طیرہ میں فتیہ دکھا جائے اور یہ بھی لکھا ہے کہ یہ لوگ گھوڑوں پر سوار نہیں ہو سکتے اور تھمپا رہند ہو کر نہیں چل سکتے۔ مسلمان ان سب انکسار کی خلاف ورزی بھی کرتے ہیں کیونکہ کمزور کافر سے بغض نہیں ہے۔ (امام ابانہ) مسلمانوں کے ملکوں میں کافروں کی مشنریں کام کر رہی ہیں۔ جاہل اور فریب مسلمانوں کو اپنے دین میں داخل کر رہی ہیں لیکن مسلمانوں کے اصحاب ائمہ اور راہبانی توجہ نہیں دیتے وہ سمجھتے ہیں کہ اس میں ضرورتی ہے اور کافرا تو اس سے

اڑتے بھی ہیں اور جھپٹتے بھی ہیں، ملک مسلمانوں کا ہوا اور کفر کی کھلی تبلیغ ہو یا کھاسلا مسلمان کی کھلی بڑی خلاف ورزی ہے اس کو صاحب اللہ نہ ٹھہرے۔ مطلقہ بیہوش۔

جزیرہ کی مقدار کیا ہے اس کے بارے میں فقہاء نے لکھا ہے کہ ایک جزیرہ وہ ہے جو آٹھوں کی رضامندی اور صلح سے مقرر کر لیا جائے۔ جتنی مقدار پر اتفاق ہو جائے اسی قدر لے لیا جائے اس میں ہر فرد سے وصول کرنے کی ضرورت نہیں ان کے گناہ اور ہوں وہ جس طرح چاہیں آٹھوں میں وصول کر کے امیر المومنین کو پہنچا دیں۔ مسلمان نہ جانتے جتنے جتنے جگہ کے بعد لیا جائے اسے اس کی مطابق عمل کرتے رہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے خضاریٰ نجران سے یہاں معاملہ فرمایا تھا کہ ہماری رعایت مسلمانوں کو ہزار ملّا ادا کیا کرے صلح چاروں کو کہتے ہیں یعنی ایک تھہر اور ایک چارہ اور ہر ملکی قیمت کا اندازہ بھی ملے کہ یا کیا تھا کہ ایک اوقیہ چاندی کی قیمت کا ہو گا۔ ایک اوقیہ چاندی کا ہم کو ہوتا تھا اور ایک درہم کا وزن ۱۳ اشباح کی دلی اور ۱۵ دھاری ہوتا تھا۔

اور دوسری صورت یہ ہے کہ امیر المومنین ان کے ملک پر قابض ہو کر انھیں ان کی ملک پر باقی رکھے اور ان پر بی کسی خصوصاً رقم مقرر کرے۔ حضرت عمرؓ نے مالدار آدمی پر مسلمانوں کا دس درہم مقرر کئے تھے ان میں سے ہر ملّا چار درہم ادا کرنا لازم تھا اور جو شخص متوسط دس سے کا مالدار ہوں اس پر چوبیس درہم مقرر کئے تھے ہر ملّا اس سے دس درہم لے جاتے تھے اور جو شخص مالدار نہ ہو۔ متوسطی کر کے کھانا کھاتا ہوں یہ دس درہم کی مالنگیلا زمین بھی جس میں سے ہر ملّا ایک درہم وصول کیا جاتا تھا۔

مسئلہ..... اچھا پانچ اور دو تار جو قیمت کر کے کمانے کے قابل نہیں اور دو ٹوک جو اپنے عہدت خانوں میں رہتے ہوں لوگوں سے ان کا مکمل طلب نہ ہوں لوگوں پر کوئی جزیرہ نہیں۔

مسئلہ..... اہل کتاب نہت پرست انہیں سب سے زیادہ لیا جائے گا۔ اہل اہل عرب جو نہت پرست ہیں ان پر جزیرہ نہیں لگایا جائے گا بلکہ ان سے کہا جائے گا کہ اسلام قبول کرو اور نہت پرست بن گوار ہے۔

مسئلہ..... مسلمانوں میں سے جو لوگ مرتد ہو جائیں۔ (امید! باللہ ان پر جزیرہ نہیں لگایا جائے گا۔ ان سے بھی یہ کہا جائے گا کہ اسلام قبول کرو اور نہت پرست بن گوار ہے۔

وَقَالَتِ الْيَهُودُ عُزَيْرٌ ابْنُ اللَّهِ وَقَالَتِ النَّصَارَى الْمَسِيحُ ابْنُ اللَّهِ ذَلِكَ قَوْلُهُمْ بِأَفْوَاهِهِمْ

اور یہودیہ نے کہا کہ عزیر اللہ کا بیٹا ہے اور خدایا نے کہا کہ عیسا اللہ کا بیٹا ہے۔ یہ ان کی باتیں ہیں جو ان کے منہوں سے نکلتی ہیں۔

يُضَاهَوْنَ قَوْلَ الَّذِينَ كَفَرُوا مِنْ قَبْلُ قَاتِلْهُمْ اللَّهُ ذُو الْأُلَى يُؤْتِي كُفْرًا ۖ اِئْتَدُوا

یہ ان لوگوں کی طرح انہیں کہتے ہیں جنہوں نے ان سے پہلے کفر اختیار کیا۔ انہیں قتل کر دے۔ کہہ دے کہ انہوں نے کہا ہے۔ ان لوگوں نے

لِحَبَارِهِمْ وَرُفَعَا ثَمَرُ آبَائِهِمْ دُونِ اللَّهِ وَالْمَسِيحِ ابْنِ مَرْيَمَ وَمَا أُمِرُوا إِلَّا

انہوں کو پہنچا کر انہیں جانوں کو اور دھنوں کو رہ دیا اور کچھ ان پر عہد کر دیا کہ ان کو یہی حکم ہوا تھا کہ

لِيَعْبُدُوا إِلَهًا وَاحِدًا ۚ لَآ إِلَهَ إِلَّا هُوَ يُخَفِّضُ عَنَّا يَدْرِكُونَ

صرف یہی سمجھ کر عبادت کریں کہ ایک الہ ہے اور وہی الہ ہے جس سے ان کے ہر ایک کام پر دست ہے۔

میرے ہاتھ کرتے۔ یہ شریف میں تشریف کرتے تھے اور اپنے پاس سے احکام دے دیتے تھے اور اس پر اپنے مہم سے پہلے نے رکھ دیا تھے۔ اہل ایمان کو خطاب فرما کر اہل کتاب کے کلمہ اور دشمنان کی حرام غری کا ذکر فرمایا جس میں اس طرف اشارہ ہے کہ تمہارے اندر بھی اس طرح کے کلمہ اور دشمنان کو نہ رکھتے ہیں۔ ان سے پرہیز کرنا لازم ہے۔ جیسے یہی جو کلمہ میں سنبھالے بیٹھے ہیں ان کا بھی حال ہے، نہ صاحب شریعت نہ صاحب طریقت اندر سے خالی ہیں۔ تصوف سے عادی ہیں خطاب دیا میں مگر آخرت میں خوفِ اللہ نہیں رکھتی تھیں۔ لوگوں سے اہل اصول کرنے کے لئے اس طرح اس کے واسطے دیا ہے ہیں۔ حضرت امام غزالیؒ نے لکھا ہے کہ جو کچھ میں تمہیں کو اس کے بعد اور اصلاح ہونے کے خیال سے دیا جائے گا اس کا لینا اس شخص کے لئے حلال نہیں بلکہ اگر اسے مقرر ہو جائے تو اسے دالے کو اس کا اصولی حال معلوم ہوتا تو بڑا نڈیا۔

اہل کتاب کے علماء اور دشمنان کی دوسری گفت یہ بیان فرمائی ہے کہ وہ اللہ کی راہ سے وہ کہتے ہیں ان لوگوں نے رسول اللہ ﷺ کو پہچان لیا کہ آپ واقعی اللہ کے رسول ہیں جن کے تشریف لانے کا انتظار تھا لیکن ان لوگوں نے آپ کی مناد کو بدل دیا اور اپنے ماننے والوں کو یہ یاد کر لیا کہ وہ نبی نہیں ہیں جن کے انتظار میں تھے۔

یہود نصاریٰ کے علماء اور دشمنان کا جو طریقہ اسلام کے مہدوں میں تھا۔ ابھی تک وہی ہے یہودیت اور نصرانیت کے علماء یہ کہتے ہوئے کہ اسلام آجین حق ہے۔ یہ خود کو قبول کرتے ہیں اور غائبانے ماننے والوں کو قبول کرنے دیتے ہیں۔ انہوں نے بہت ساری دھماکیاں اپنے مشن کو آگے بڑھانے کے لئے تیار کی ہیں۔ مختلف طریقوں سے یہ لوگ مسلمانوں کو جہانوں کو اپنے دین میں لانے کی کوشش کرتے ہیں۔ اہل کالاف دیتے ہیں۔ عمر کشی بھی پیش کرتے ہیں۔ لیکن اللہ تعالیٰ کا فضل ہے کہ مسلمانوں کو جہانوں کے کواہش نہیں آتے جب اسلام اہل میں رچا ہوتا ہے تو ہر کوئی طاقت سے عقب کی کمری سے نہیں نکلی سکتی۔ جتنے اصول کفر و شرک کو پیچھانے کے لئے فرج کئے جاتے ہیں اور اسلام کے پیچھے میں رکھتے ڈالنے کی کوشش کی جاتی ہے اس کا نتیجہ صفر و جہ میں ہی رہتا ہے۔

اسلام کے مہدوں سے دشمنان اسلام کی کوششیں دی ہیں اور اب تک ہو رہی ہیں۔ ان کو دیکھا جائے تو اسلام کی دعوت کو گھر کے ایک گھر سے بھی آگے نہ بڑھتی لیکن اللہ تعالیٰ نے اپنے دین کو آگے بڑھا دیا اور کروڑوں افراد اس وقت سے آج تک اسلام میں داخل ہو چکے ہیں اور برابر ہو رہے ہیں۔ دشمنوں کی کوششیں ٹل گئیں۔ اسلام برابر آگے بڑھ رہا ہے۔ گنجل رہا ہے۔ جہاں اب امریکہ، کینیڈا اور فریقہ آخر دنیا اور ایشیاء کے بہت سے ممالک کے غیر مسلم اسلام کی طرف متوجہ ہو رہے ہیں اسلام قبول کر رہے ہیں اور اب یہ سیلاب اللہ تعالیٰ رکھنے والا نہیں ہے بلکہ یہ جنت سے اسلام ہمیشہ غالب ہے اور اپنے پیچھے ڈکے اقتدار سے بھی اب ہرے عالم میں گھر گھر داخل ہو رہا ہے۔

دشمنان اسلام ہمیشہ سے کچھ ہے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی دال اسلام کے ساتھ ہے اور یہ بھی سمجھتے ہیں اور دیکھتے ہیں کہ یہ نبی کوششیں اسلام کے خلاف کا سب نہیں بلکہ بھی اپنی ناگھنی سے اسلام دشمنی پر کئے ہوئے ہیں۔ یہ جانتے ہیں کہ جو اللہ کا ہے گا وہی ہوگا بلکہ بھی خواہش سے باز نہیں آتے۔ یہ آپ ممالک میں انھوں مسلمان دیتے ہیں۔ دشمنان اسلام ان کی اذانیں سنتے ہیں۔ لہذا یہ دیکھتے ہیں اسلام ٹکٹ رہا ہے اور جج بک رہے ہیں۔ ان کی جگہ مسجد میں دی ہیں بلکہ بھی پیش کی انھیں نہیں کھولتے اور یہ نہیں سمجھتے کہ اسلام کی خالقیت سے اسلام کو کچھ نقصان نہ ہوگا۔ جو لوگ کفر و شرک دالے لایان کے علماء ہیں اور اپنے مہم کو اسلام پر آئے نہیں دیتے اور ان کو کفر ہی پر مطمئن دیکھنے کی کوشش کرتے ہیں۔ ان کی آنکھوں کے باوجود ان کے مہم اہل سے اپنے دین سے مطمئن نہیں ہیں۔ سرکاری

(یعنی نام کے راجح طور پر نہیں بتاتے تھے کہ فلاں مقام پر جانا ہے اور فلاں قوم سے جنگ کرنا ہے، ایسے موقع پر یہاں تک کہ جس ایک رجب تھے کچھ ایسا نہ ہو، لے گا نہ کہ ان کا زمانہ تھا، بعد ہی بھی چل رہی تھی۔ مگر یہ تھے جسی طور پر اس کا تھا اور وہاں میں خود ان کا میدان تھا اور دشمن بھی خود اس میں نہ رہتا تھا۔ آپؐ نے راجح طور پر مسلمانوں کو یہاں پناہ کر رکھ کر بتا دیا کہ دشمن سے مقابلہ ہونے کے لئے چاہی کہ کسی اس موقع پر آپؐ کا جہاد کے لئے غم نہ رہا، یہاں پر یہ کیا اور مسلمانوں میں کتنی اپنا اثر کرنے لگی، اللہ تعالیٰ شانہ نے اہل ایمان کو خطاب فرمایا کہ تمہیں یہاں جہاد سے کہہ کیا کہ اللہ کی راہ میں لکھو تو میں پرہیز نہیں کروں گے کیا آخرت کے بدلہ میں دنیا والہ زندگی پر راضی ہو گئے ہو، اہل ایمان! نہ تو آخرت کے مقابلے میں بہت کمزوری ہی ہے، مزید فرمایا اَلَا تَسْتَفْزُّوْا اَلْبَعْلَنَ تَكُنَّ عِلَاقًا وَّ اَلَا یَاۤءُ اگر تم اللہ کی راہ میں نہ لکھو گے تو اللہ تمہیں ادا نہ کرے گا، یہاں سے بدلہ سہری قوم کو یہ فرما دیا کہ اللہ کی راہ میں نہیں پہنچا سکتے۔

آخر میں فرمایا وَلَا تَحْسَبُ عَمَلٰی خَیْرٍ وَّ لَا فَعْلٍ۔ اللہ پر جو پرکار ہے، وہ جہاد میں بھی اسے سکا ہے، جہاد سہری قوم بھی یہاں فرما سکتا ہے (جو تم سے زیادہ فرما رہا ہو اور دشمنوں کو جہاد سے سزا دے، جنگ کے بھیچر بھی پاک کر سکتا ہے۔ جہاد کچھ نہیں کہ اگر تم جہاد میں نہ لگے تو اللہ کا پناہ دے دیں کوئی نقصان نہیں پہنچے گا جو جانے گا یا ثواب پانے کا آخرت کی نعمتوں سے بادل ہوگا۔ یَعْلَمَنَّکُمْ عَذَابَہِ الْیَمِیۡنَ کے بارے میں بعض مفسرین نے فرمایا ہے کہ اس سے آخرت کا عذاب مراد ہے اور حضرت ابن عباسؓ سے سہری بتا سنا ہے نہ یہ میں ہاں کرک کہ لکھا مراد ہے۔ (سالم ہاں ل)

حضرت ابن عباسؓ کا یہ قول مقام کے اعتبار سے مناسب معلوم ہوتا ہے کیونکہ کچھوں اور باتوں کی پیروی اور جمع کرنے کا موقع، سمجھا تھا اسے جہاد کرنا نہیں چاہیے تھے۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ بتا دیا کہ اگر تم جہاد کے لئے نہ لگے تو پناہ دی جائے گی۔ اگر اس سال اللہ اور میں حاصل کر لگی لے تو آگے دے دے ہوں میں ہاں کرک جانے کی وجہ سے ان چیزوں سے غم نہ ہو۔ کہے جن باتوں نے کتنی کھائی ان کی تعداد زیادہ تھی کیونکہ اسی صورت میں دوسری جگہ ان کے بارے میں جِنّ مُنْقَلَبًا کَاۡفًا یُّوَسِّعُ فُلُوۡبَہِمْ غنیمت فرمایا ہے کتنی کے بعد یہ حضرات فرما دیں کہ یہ تو کتنی کتنی پناہ فرما دے تو کتنی کچھیں خطاب فرما سکتے ہیں۔ فرمایا کہ یہی بات ہے کہ تم مسلمانوں کو سنبھال جائے اور اللہ کی راہ میں خوش خوشی لکھو گے ہوں اور حقیر دیکھا کہ لے آخرت کی ابدی نعمتوں سے غم نہ ہوں۔

اللہ تعالیٰ کے ارشاد فرمانے پر مسلمانوں کی بہت بڑی جمعیت جاکر جانے کے لئے نکل کھڑی ہوئی جس میں میں جہاد مسلمان تھے اور اس سے پہلے بھی کچھ مسلمانوں کی تعداد اس قدر بھی کئی جگہ میں شریک نہ ہوئی تھی اور وہ بھی صرف آنا جانا اور چند روزیہ مکرر، کیونکہ ان حضرات کے خوف کا نتیجہ ہے دشمنوں کے جو میلے پست ہو گئے اور سنبھالنے آئے کی بہت نہ کر سکے۔

اللہ تعالیٰ نے اس وقت اپنے رسولؐ کی مدد فرمائی جب اپنے سامنے کے ساتھ عمارؓ میں تھے۔ اللہ جل شانہ نے مسلمانوں سے یہ بھی خطاب فرمایا کہ اگر تم رسول اللہؐ کی مدد نہ کر گے تو اس سے اللہ کو اور اللہ کے رسولؐ کو اور اللہ کے پیروں کو کوئی نقصان نہ پہنچے گا۔ دیکھو اللہ تعالیٰ نے اس وقت اپنے رسولؐ کی مدد فرمائی جب انہیں مکہ کے کاروان لے کر منظر سے نکال دیا اور وہ اپنے سامنے کے ساتھ عمارؓ میں پہنچ گئے۔ اہل قریشوں کے درمیان سے گئے سالم نکال دیا مگر عمارؓ کو رکھ عمارت اور ساتھی کے ساتھ پہنچا دیا مگر جب دشمن نہ توڑے نہ تک پہنچ گئے اس وقت بھی ان کی حفاظت فرما رہا اور جو لوگ تلاش میں لگے تھے ان کو نہ کام دیا کہیں کر دیا اور پھر عمارؓ سے نکل کر چھپنے کرنے والے دشمنوں سے ملو اور فرما کر عمارت کے ساتھ وہ نہ توڑا پہنچا دیا یہ سب کچھ اللہ تعالیٰ کی مدد سے ہوا۔ یہ سب ہجرت کے واقعات ہیں پورے سطر میں حضرت ابو بکر صدیقؓ آپؐ کے ساتھ تھے جب آپؐ نے سزا کا ارادہ کیا تو حضرت علیؓ کو اپنی جگہ

نہ ہوا اور آپ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو مروا لے کر روانہ ہو گئے وہ جب مسجد اہلی تو لوگوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو آپ کی جگہ پایا اور ان سے پوچھا کہ آپ کے ساتھی کہاں ہیں اس پر انہوں نے وہاں ہی ظاہر کی وہ لوگ آپ کی تلاش کرنے کے لئے جاں دے دیے اور غار ثور کے منہ پر پہنچ گئے اس وقت حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے عرض کی رسول اللہ ﷺ ان میں سے ان کو کوئی شخص اپنے قدموں کی طرف نظر کرتے ہیں دیکھ لے گا۔ آپ نے فرمایا لا تفتخون ان الله متفقا (تم کوئی نہ ہو یہ ایک اللہ ہمارے ساتھ ہے) آپ نے تمہیں دن غار میں قیام فرمایا۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کا مقام عامر بن لُحیہ و زید اشعث کہ وہ دھلے جا کر پیش کر چکا تھا۔ دونوں حضرت اس کو پیٹتے تھے۔ تین دن گزارنے کے بعد پینٹ نمود کے لئے روانہ ہو گئے اور دوسری دن تہا پہنچ گئے۔ بعض روایات میں ہے کہ کھڑی نے غار کے دروازہ پر ہمارا پردہ ہٹا دیا۔ اسے دیکھ کر ان لوگوں نے سمجھا کہ اگر یہ حضرت اندر گئے ہوتے تو یہ جاننا ہوا ہوتا۔ (مشکوٰۃ الصالحین ص ۵۳۳) اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول علی رضی اللہ عنہ کی اہلیانِ منزل فرمایا اور آپ کے قلب مبارک پر قتل فرمائی۔ آپ نے نہایت اہمیت ان کے ساتھ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو بھی دلی کہ تم کوئی نہ ہو یا شاید اللہ ہمارے ساتھ ہے۔

غار ثور کے اندر کے ساتھ واذنته بغضوة ولم تفرقها بھی فرمایا کہ اللہ نے اپنے رسول کی ایسے نظروں کے ذریعہ سے مدد فرمائی جنہیں تم نے نہیں دیکھا۔ ان نظروں سے کیا مروا ہے اس صاحبِ عالم بشری نے اس بارے میں تین قول رکھے ہیں۔ اول یہ کہ اس سے فرشتے مروا ہیں جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس لئے بھیجے گئے تھے کہ کارلوں کی آنکھوں کو پھیر دیں اور ان کی نظریں آپ پر نہ پڑیں۔ دوم یہ کہ فرشتوں نے کفار کے دلوں پر صدمہ الہی پان کی وجہ سے ابلیس ہو گئے۔ سو ہم یہ کہنا ہی مقصود ہے کہ فرشتے بدل رہے اور انہیں ہے بلکہ ہمیں وہ کے لئے جوڑتے آئے تھے مروا ہیں۔ گویا واذنته بغضوة ولم تفرقها جملہ ساتھ ہے جس میں وہ کے مقصود ہے جو مدد ملی تھی وہ دلی پھر فرمایا واذنته بغضوة ولم تفرقها (اور اللہ نے کافروں کے دل کو کھینچ کر دیا) اس سے کل ترک مروا ہے۔ جو قیامت تک کیلئے بچا ہوا گیا۔ ترک الہی اہل ایمان کے مقابلہ میں کسی سرافرا کہات نہیں کر سکتے كلمة الله هي العليا (اور اللہ کا کلمہ ہی بلند ہے) حضرت ابی مہاشنؓ نے فرمایا کہ اللہ سے لا ائسہ الا اللہ مروا ہے یہ بیش سے بلند ہے اور بلند ہے گا۔ بعض حضرات کا یہ قول ہے کہ کارلوں کے کفار سے ان کا وہ مقصود مروا ہے جس میں انہوں نے غلے کر لیا تھا کہ صبح ہونے پر آپ کو وہ شہید کر دیا جائے گا اور کہتے اللہ سے اللہ تعالیٰ کا وہ حضرت مروا ہے۔ (سماوات علی ص ۱۰۹ جلد ۲)

آیت کے فقرہ پھر فرمایا والله غفور ذو عليم کہ اللہ تعالیٰ غفور و علیم ہے وہ جو جانتا ہے وہی بتا دے اسی کا وہ غالب ہے وہ علیم بھی ہے اس کی طرف سے بھی ایسے حالات پیدا کر دیے جاتے ہیں جن کی وجہ سے اہل ایمان مشکلات میں پھنس جاتے ہیں پھر اللہ تعالیٰ ان مشکلات سے نہایت مدد دیتا ہے اور اس میں ہادی ہوتی نکلتیں ہیں جن میں ایک نکتہ یہ ہے کہ اہل ایمان کا ایمان مضبوط ہو جائے اور پھر مشکلات و مصائب سے نہیں گھبراتے اللہ تعالیٰ سے مدد مانگتے رہیں اور یہ یقین رکھیں کہ اللہ تعالیٰ نے ہم سے پہلے اہل ایمان کو ہادی مشکلات سے نہایت دلی ہے۔

فائدہ اس میں کسی کا اختلاف نہیں کہ سفر ہجرت میں اور غار ثور میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ آپ کے خادم خاص حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ تھے انما يقول لصاحبه۔ پھر فرمایا اس سے حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ ہیں۔ چونکہ قرآن مجید میں ان کے صاحب ہونے کی تصریح ہے اس سے حضرات علماء نے فرمایا کہ ان کی صحابیت کا منکر کافر ہوگا۔ وائض فبهم الله جنہیں حضرت ابو بکرؓ سے بغض ہے وہ بھی اس بات کا تسلیم کرتے ہیں کہ غار ثور میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ تھے اور لا تفتخون ان الله متفقا کا خطاب انہیں کرتا۔

ہاں منظور نہیں کیا تھا۔ ان کے بارے میں فرمایا کہ یہ لوگ طالب دنیا ہیں، ان کو یہ معلوم ہوتا کہ جلدی ہی سے کوئی دنیاوی سامان ال جائے گا۔ یہ سڑی پیدا ہوتا کہ اسے طاقت کے بغیر برداشت کر لیتے تو آپ کے ساتھ ہو لیتے۔ اس کے ساتھ تھے جس ان کے اسلام کے ظاہری دعویٰ کا مجرمہ وہ ۱۲۰۰ھ میں دنیاوی مدافع کے لئے انہوں نے ملکہ اسلام قبول کیا ہے اس مدافع کی امید بدستورہ غمزدگی لیکن سڑ کے بارے میں انہوں نے غور کیا تو انہیں محسوس ہوا کہ یہ سڑ بہت لمبا ہے اور سخت تکلیف دہ ہے۔ لہذا ان کا خلاف عمل کرنا سناں گیا، اور انہوں نے عہد اوت جانے ہی کو اپنے لئے پند کیا اور ساتھ دے کے منافقین تموزی بہت تکلیفہ پھیل جاتے ہیں لیکن جب زیادہ کا ساتھ آتا ہے تو ان کا خلاف عمل جاتا تھا۔

جب آنحضرتؐ پر وہ مجرمہ جو کہ سے دلائل شریف لائے تو ان لوگوں نے تمہیں کھا کھا کر کہا کہ ہم میں جانے کی قوت اور طاقت نہ تھی، اگر ہم میں سکت ہوتی اور ہمارے کسی میں ہوتا تو ہم ضرور آپ کے ساتھ چلتے اس کے بارے میں پہلے اللہ تعالیٰ نے خبر دی تھی وہ سب خطروں سے محفوظ رہا۔ لو اسے مخلصا لحر جفا مضمتہ منافقین کے غمزدگی کرنے کا حق کر دھو کر عہد کر رہا ہے۔ ان شاء اللہ تعالیٰ۔ پھر فرمایا لَیْلَکُنَّ فِیْ سَیْرَتِکُمْ اِنِّیْ اَنَا مَعُکُمْ اِنْ کُنْتُمْ اٰمِنُوْنَ (یہ لوگ اپنے نفس کو بچا کر رہے ہیں) کیونکہ اتفاق کی وجہ سے اور رسول اللہ ﷺ کے عہد نہ جانے کا اختیار کرنے کی وجہ سے آپ کو انداز میں داخل کرنے کا اسٹک ہاں چکے ہیں۔ پھر فرمایا وَاللّٰہُ یُعَلِّمُ الْکِتٰبَ الْغٰیۡبِ۔ کہ اللہ تعالیٰ جانتا ہے کہ وہ جھوٹے ہیں۔ مگر ان کا یہ کہنا کہ ہم میں سکت ہوتی یا ہمارے کسی میں ہوتا تو ساتھ چلے چلتے یہ سب جھوٹ ہے کیونکہ قوت اور طاقت ہوتے ہیں ساتھ دے گئے۔

عَفَا اللّٰہُ عَنْکَ اِمَّا اُوْذِیْتَ لَہُمْ حٰثِیْ یَتَّبِعَنَّ لَکَ الَّذِیْنَ صَدَقُوْا وَتَعْلَمَ الْکٰذِبِیْنَ ۝

اللہ ہے آپ کو عفو فرما، آپ نے ان کو بچا ہوا ہے۔ وہی سب لوگ آپ کے سامنے ہے۔ لوگ ظاہر نہ ہو جاتے اور وہی سب آپ کے جہوں کو معلوم نہ کر لیتے۔

لَا یَسْتَاذِنُکَ الَّذِیْنَ یُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰہِ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ اَنْ یَّجَاهِدُوْا بِاَمْوَالِہِمْ وَاَنْفُسِہِمْ ۝

آپ سے وہ لوگ نہ استاذ نہیں کیجئے جو اللہ پر اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتے ہیں کہ وہ اپنے مالوں اور جانوں سے جہاد کریں

وَاللّٰہُ عَلِیْمٌ بِالْمُتَّقِیْنَ ۝ اِنَّمَا یَسْتَاذِنُکَ الَّذِیْنَ لَا یُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰہِ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ وَاَنْتَ بَآثِرٌ

اور اللہ متقیوں کو جانے ہے۔ آپ سے وہی لوگ نہ استاذ دیکھتے ہیں جو اللہ پر اور آخرت کے دن پر ایمان نہیں رکھتے اور ان کے دل شک

حٰثِیْوْبُہُمْ فَمَنْ فِیْ رَیْبٍ یَّعْتَرِذُوْنَ ۝ وَلَوْ اَرَادُوا الْخُرُوْجَ لَآ عَدُوٌّ لَّہٗ عَدَدًا

میں سے کہہ جاتے ہیں سو وہ اپنے شک میں جھوٹ ہیں اور اگر وہ لوگ جھگے کا اورہ کرتے تو اس کے لئے ضرور

وَلٰکِنْ کَرِہَ اللّٰہُ اِلِیْہِمْ فَنَبَّہُمْ فَنُبَّہُمْ وَقَبِلَ اَعْدَاؤُا مَعَ الْفٰعِدِیْنَ ۝ لَوْ خَرَجُوْا

جہاد کرتے لیکن اللہ نے ان کے جانے کو پسند نہیں فرمایا سو ان کو دکھ دیا اور کہا کہ جھگے جانوں کے ساتھ جھگے رہو۔ اگر وہ تم میں دشمن ہو کر نکل

فِیْکُمْ مَّا اَرَادُوْکُمْ اِلَیْہِمْ اَوْ اَمْعٰوْا خَلٰکُمْ یَبْعُوْنَکُمْ الْفِتْنَةَ ۚ وَفِیْکُمْ سٰغُوْنَ

ہوئے تو نہ جاننا کہہ کر کے سو کہو کام نہ کرنے اور نہ جاننا کہہ کر کے ساتھ جانے کے لئے اور نہ جاننا کہہ کر کے جانے کے لئے جہاد کرنے

جس میں وہ بچے ہیں۔

إِنْ تُصِيبَكَ خَسْرَةٌ فَسُوْهُمٌ ۖ وَإِنْ تُصِيبَكَ مُصِيبَةٌ يَّقُولُوا قَدْ أَخَذْنَا أَمْرَنَا مِنْ

اگر آپ کو ایسی حالت پڑ جائے تو انہیں یہ کہانی ہے اور اگر آپ کو کوئی مصیبت لگی جائے تو یہ کہتے ہیں کہ ہم نے تو پہلے ہی اپنے کام سمیٹ لیا تھا

قَبْلَ وَ يَكُوْلُوْنَ وَهُمْ فَرِحُوْنَ ۝ قُلْ لَنْ يُصِيبَنَا اِلَّا مَا كَتَبَ اللّٰهُ لَنَا ۚ هُوَ مُوَلِّنَا ۚ

اور پشت بھر کر خال ہوتے ہوئے گلے دیتے ہیں۔ آپ سزا دینے کو اس کے علاوہ ایسی تکلیف نہ پہنچے گی جو اللہ نے ہمارے لئے لکھ دی ہے، وہ ہمارا

وَعَلَى اللّٰهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُوْنَ ۝ قُلْ هَلْ تَرْتَبِصُوْنَ بِمَا اِذَا رَاحَ اِحْدَى الْحُسَيْنِيْنَ ۚ

کا ہمارے خدا پر ایمان ہے اس لئے اللہ ہی پر بھروسہ کریں۔ آپ سزا دینے کو تم کو اسے اسے جس کی تکلیف کرنے ہو کہ میں نہ بھاریں جس سے ایک بھائی نہ ہاں

وَلَعَنُ نَزْرَبُكُمْ اَنْ يُصِيبَكُمْ اللّٰهُ بِعَذَابٍ مِّنْ عِنْدِهٖ ۚ اَوْ يَأْخُذْ بَاِيمَانِكُمْ فَتَرْتَبِصُوْا

اور ہم تمہارے بارے میں یہ شکوک کرتے ہیں کہ اللہ تم پر ایسا عذاب سے کوئی عذاب بھیجے اسے یا ہمارے ہاتھوں سے عذاب دے دے۔ سو تم شکوک کرو۔

اِنَّا مَعَكُمْ مُّتَرَبِّصُوْنَ ۝

ہم آپ کے ساتھ ہی ہیں، اس لئے شکوک نہ کریں۔

منافقین کی بد باطنی کا مزید تذکرہ

تفسیر: ان آیات میں منافقین کی مزید بد باطنی کا اظہار فرمایا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ اسے نبی شریفؐ کو ایمان کے بدلے میں کہنے کو آپ کے ساتھ ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں لیکن اندر سے ان کا یہ حال ہے کہ اگر آپ کو کوئی ایسی حالت لگی جائے مثلاً دشمن کے مقابلہ میں کامیابی ہو جائے یا بیست مل جائے تو انہیں یہ بات دینی لگتی ہے وہ اس سے خوش ہوتے ہیں کہ آپ کو دشمنوں پر غلبہ حاصل ہو یا کسی بھی طرح کی کوئی فخری خبر مل جائے اور اگر آپ کو کوئی تکلیف لگی کی تو اپنی کھوسوں کی طرف بڑھتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہم نے کچھ اچھا نہیں دے پچھلے ہی اقصاء کا پہلو اختیار کر لیا تھا ان کے ساتھ گئے تو ہم بھی مصیبت میں پڑتے، یہ انہیں کہتے ہوئے اپنے گھروں کو واپس ہوتے ہیں اور خوش ہوتے ہوئے پشت بھر کر گلے دیتے ہیں۔ انہیں یہی شان قرار ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ہر حال میں رہے، ان کو حال میں بھی آپ کا ساتھ ہی اور مصیبت میں بھی۔

روح المعانی (مجلد ۱۱ صفحہ ۱۱۰) میں ہمارے اعلیٰ مقام حضرت علامہ صاحب نے لکھا ہے کہ جو منافقین غزوہ تبوک کے موقع پر آنحضرت ﷺ کے ساتھ گئے وہ لوگوں سے کہتے رہے کہ اس کی جگہ اللہ تعالیٰ ہمارے ساتھ ہی کی مصیبت میں پڑ گئے۔ بڑی مشقت کا سہرا اختیار کیا اب یہ پاک ہو کر رہیں گے مگر جب انہیں یہ خبر ملی کہ دشمن ہر طرف ہو گیا اور آپ ﷺ جنگِ سالمہ اپنے صحابہ کے ساتھ واپس تشریف لائے ہیں تو انہیں یہ حال گھاس پھاس تشریف لائے۔ اِن تُصِيبَكَ خَسْرَةٌ فَسُوْهُمٌ تارل ہوئی۔

انکے بعد فرمایا قُلْ لَنْ يُصِيبَنَا اِلَّا مَا كَتَبَ اللّٰهُ لَنَا۔ لیکن آپ ان سے فرما دیجئے کہ ہمیں ہی حالت پیش آئے گی جو اللہ تعالیٰ نے

إِنَّمَا يُرِيدُ اللَّهُ لِيُعَذِّبَهُمْ بِهَا فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَتَزْهَقَ أَنْفُسُهُمْ وَهُمْ كَافِرُونَ ﴿٩﴾

اللہ تعالیٰ چاہتا ہے کہ انہیں اپنی اپنی زندگی میں ہی جہنم کے اور یہ عذاب دے اور یہ کہ ان کی جانیں اس حال میں نکل جائیں کہ ان کی حالت میں ہو۔

وَيَحْلِلُونَ يَا اللَّهُ إِنَّهُمْ لَهُنَّكَ وَمَا لَهُمْ مِّنْكَ وَلَا إِلَٰهَ إِلَّا أَنْتَ ۖ لَوْ يَشَاءُونَ

یہ کہ انہیں حلال دے تو ہم بھی ہیں، انہیں وہ اپنے ملک میں ہی مارتے ہیں، اور انہیں کوئی پہلے کی جگہ یا

مَلْجَأًا أَوْ مَفْزَعًا أَوْ مَدْخَلًا لَّوَلَا إِلَٰهَ إِلَّا هُوَ ۖ وَهُمْ يَجْمَعُونَ ﴿١٠﴾

کوئی جگہ نہ دے گا جس جگہ کے لئے کوئی جگہ حاصل ہو جائے تو یہ بھی کر دے گا کی کوئی طرف نہ دے چکا ہو۔

منافقین کا مال مقبول نہیں، جھوٹی قسمیں کھاتے ہیں کہ وہ تم میں سے ہیں

صاحبِ دواعیٰ فرماتے ہیں کہ آیت فَلْيَنْظُرِ الْفَاسِقُ خَاوِ كَمَا ظَنَّا۔ چہرہ میں کے بارے میں نازل ہوئی جس نے کہا تھا کہ میں رسولِ مکی اور محمدؐ کی طرح میرے ہوا جس کا اسی لئے مجھے ساتھ نہ لے جائیں لیکن مال کے ذریعہ آپؐ کی مدد کروں گا اس کے جواب میں فرمایا کہ تم خوشی سے خوش کر دیا، خوشی سے تم سے ہرگز قبول نہ کیا جائیگا۔ قبول نہ ہونے کے بعد مطلب ہیں ایک یہ کہ مال کے لئے آگے رفتہ کے رسولؐ قبول نہ فرمائیں گے اور دوسرا یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ انہیں آپؐ کے ساتھ صواب دواعیٰ فرمائیے گئے ہیں کہ انہوں نے سنی مراد لئے ہو سکتے ہیں۔ وَلَنُكْفِيَنَّ هُمُ لَوْمَاتِهِمْ۔ یہ شک تم باخبرانِ لوگ ہوا آیت کا سبب نازل فرما دیں جس میں کا اللہ ہو۔ لیکن آیت کے اللہ و عام ہیں جو حق ہوا لیکن کوئی مال ہیں۔

اس کے بعد منافقین کے کفر اور کفر میں سستی اور فریج کرنے میں بددی کا ذکر فرمایا وَمَا مَنَعَهُمْ أَنْ يَقُولُوا هَلْ نَحْمِلُ جُنَاحَهُمْ ثِقَلًا وَلَا نَبْهَبَهُمْ ظَنُوفَهُمْ وَهُمْ لَا يَحْشَوْنَ (ان کے صدقات کو قبول ہونے سے منع کرنے والی کوئی چیز اس کے علاوہ نہیں ہے کہ انہوں نے اللہ کے ساتھ ہر رسول کے ساتھ کفر کیا اور کفر کے ساتھ کوئی عمل قبول نہیں اور گوہرِ اسلام کے دی ہیں اور کفر کو چھپاتے ہوئے ہیں۔ لیکن ان کا کفر ان کے اہلک سے ظاہر ہوتا رہتا ہے لہذا ہر ایمان کے بعد سب سے بڑا فریضہ ہے ہر جو ایمان کی سب سے بڑی اور سب سے مکمل علامت ہے اس کے لئے آتے ہیں تو سستی کے ساتھ بارے ہی آتے ہیں۔ گویا کہ ان پر بہت بڑی مصیبت آگئی۔ چہ کہ بدل سے لہذا نہ چھپتے نہیں دکھانے کے لئے نہ چھپتے ہیں اس لئے بدلی کا اثر اس طرح بھی ظاہر ہوتا ہے کہ انہوں میں دوسرے آتے ہیں اور اس طرح سے بھی ظاہر ہوتا ہے کہ، اور بعد فحک طرح سے وہ انہیں کرتے بدلی بدلی نہانے کی دھن میں رہتے ہیں۔ حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ یہ منافق ہیں جو بیضا ہوا سوچ کا انتظار کرتا رہتا ہے یہاں تک کہ جب اس کی بڑی زبانی آجائی ہے اور شیطان کے دلوں میں تنگوں کے درمیان ہوتا ہے تو کھڑے ہو کر چاروں طرف مارتا ہے۔ (یعنی بدلی بدلی کردہ کر لیتا ہے ان میں سے ایک کو دہرایا کرتا ہے۔ (رواہ مسلم)

یہ تو ان کی لہذا کا حال ہے اور جب اللہ کی راہ میں فریج کرنے کا موقع آتا ہے تو مسلمانوں کو دکھانے کے لئے بدلی کے ساتھ فریج کرتے۔ جب ایمان نہیں تو آخرت کا یقین بھی نہیں لہذا بدلی فریج کرنے پر قناب کی امید بھی نہیں۔ جب قناب کی امید نہیں تو خوش حالی سے لڑی کرنے کی کوئی چیز نہیں ملاحضہ بدلی سے فریج کرتے ہیں۔

اس کے بعد فرمایا قُلْ لَا تَغْفِرُ لَكُمْ اَنْفُسُ الْكَافِرِينَ وَلَا لَكُمْ اَنْفُسُ الْكَافِرِينَ (الایہ) کہ ان کے بدل اور دوا آپ کو قیامت میں نہ ملے گی۔ کیونکہ یہ چیزیں مقبولیت خداوند کی، اصل نہیں ہیں۔ کوئی شخص یہ نہ سمجھے کہ یہ لوگ اللہ کے پاس مردود ہوتے تو ان کے سوال اور اللہ میں کفر نہ کیا ہوتا۔ یہ کفر نہ بلکہ استغناء ہے جو ان کے لئے باعث عذاب ہے۔ وَتُغْفِرُ لِكُلِّ فَاظِقَةٍ لَّعَنَتْهُمْ مَعْشَرُ الْكَافِرِينَ وَالْكَافِرَةُ الْكَافِرَةُ۔ (اللہ کی عفو ہے کہ بد ایمان ان چیزوں کے گذار میں انہیں عذاب ہے۔ ایسا کہ عذاب تو یہ ہے کہ بدل میں کرنے میں تکلیفیں اٹھاتے ہیں، مصیبتیں بھگتتے ہیں اور اس میں اللہ کی رضا کا ذرا حصہ انہیں نہیں کرتے اللہ کی رضا حاصل کرنے کیلئے جو تکلیف اٹھانی جائے وہ بھگت اور آسان ہو جاتی ہے۔ نیز یہ بدل ان کے لئے بھی بد ایمان عذاب بنے ہوئے ہیں کہ اسلام کا دعویٰ کرنے کی وجہ سے شرابا کر حضور (ذکوہ بھی دیتے ہیں اور جہاد میں بھی لڑنے کے لئے ہیں جس سے ان کا دل ہلکتا ہے۔ بدل کا لوگ بھی عذاب ہے۔ ایمان کے ساتھ ثواب کی نیت سے لڑنے کے تو یہ لڑنے کو غرضی کا باعث بن جاتا اور اللہ کے ذریعہ بد ایمان عذاب دے دیے جاتے کا یہ مطلب ہے کہ اللہ کی پروا نہیں اور ہر حالت میں بہت تکلیف اٹھاتے ہیں اور اس تکلیف پر کسی ثواب کی امید نہیں بلکہ بھی بعض مرتبہ ان کے بٹے جہاد میں مقتول ہو جاتے ہیں اور اس گل پر بھی رنجیدہ ہوتے ہیں کیونکہ ایمان سے محروم ہونے کی وجہ سے شہادت کے ثواب کا بھی حق نہیں رکھتے۔

پھر فرمایا وَتُغْفِرُ لِكُلِّ فَاظِقَةٍ لَّعَنَتْهُمْ مَعْشَرُ الْكَافِرِينَ۔ (اور اللہ چاہتا ہے کہ ان کی جانیں اس حال میں گل جائیں کہ وہ کافر ہوں۔) تاکہ آفت کے عذاب میں بھی گرفتار نہ ہوں (اللہ تعالیٰ کے رسول اللہ کے ساتھ رہتے ہیں اس کی کتاب سنتے ہیں کلمات دیکھتے ہیں، بلکہ بھی ایمان نہیں لاتے تو اللہ تعالیٰ نے ان کے ایمان لانے کا اور انہیں فرمایا اب کفر ہی مریں گے۔

پھر مصلحتیں کی قسموں کا ذکر فرمایا وَتُغْفِرُ لِكُلِّ فَاظِقَةٍ لَّعَنَتْهُمْ مَعْشَرُ الْكَافِرِينَ۔ (اور ان کا یہ طریقہ ہے کہ قسمیں کھا کھا کر کہتے ہیں کہ تم قسمیں میں سے ہیں، کچھ سوئیں کو اپنے ایمان پر قسم کھانے کی ضرورت نہیں ہوتی۔ اہل ایمان اس کے حالات اور معاملات اور احوال و احوال اور بتاؤ کو کہہ کر ہی اسے سوئیں کہتے ہیں اور منافقین کا رنگ، صفت، تا ہے کہ یا عدو سے سوئیں نہیں ہیں اس لئے اہل ایمان ان سے بچتے ہیں اور انہیں اپنا نہیں سمجھتے لہذا بار قسمیں کھاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا وَتُغْفِرُ لِكُلِّ فَاظِقَةٍ لَّعَنَتْهُمْ مَعْشَرُ الْكَافِرِينَ۔ (اللہ تم میں سے نہیں ہیں)

وَتُغْفِرُ لِكُلِّ فَاظِقَةٍ لَّعَنَتْهُمْ مَعْشَرُ الْكَافِرِينَ۔ (لیکن راستہ ہے کہ ہمارے اسے لوگ ہیں، اور کہتے ہیں کہ اگر ہم ایمان کا دعویٰ نہ کریں تو ہمارے ساتھ بھی وہی معاملہ ہوگا جو مشرکین اور یہود کے ساتھ ہو گا جبکہ یہ دلائل اسلام میں کیا اور کافر ہو کر جینے کا سونہ نہ ہا تو بھٹتے سوئیں ایمان کا دعویٰ نہ کرنا تا کہ جان بال محفوظ رہے اور جو منافق مسلمانوں سے حاصل ہوتے ہیں وہ حاصل ہوتے رہیں۔ اگرچہ آپ آدمی کھل کر سامنے نہیں آ سکتا۔ اس لئے ان لوگوں نے ایمان کا جھوٹا دعویٰ کرنا اور قسموں کے ذریعہ یہ ہمارے کہنے کی کوشش کرتے ہیں کہ سوئیں ہیں تاکہ مسلمانوں کی دُعا سے بچیں۔

پھر منافقین کی قسمیں بے حقیقی کا ذکر فرمایا کہ انہیں کوئی دوسرا ایمان نہ ہو نہیں داس لئے تم سے اپنا حقیقی ظاہر کرتے ہیں اور تمہاری جماعت کی طرف منسوب ہوتے ہیں اگر انہیں کوئی ایمان نہ ہاں جس میں چاہے انہیں یا کوئی عامل ہاں جس میں چاہے انہیں یا داخل ہونے کے لئے کوئی دوسری جگہ ہاں تو بخیر کے ساتھ اس میں چلے جائیں گے اور تمہاری طرف سے نظریں بھیجیں گے اور پوری طرح طوعاً و نسیئاً کر لیں گے۔ تم سے انہیں بالکل بھی حقیقی نہیں ہے۔ ایمان کا جھوٹا دعویٰ کر کے اور قسمیں کھا کے انہیں مطمئن رکھنا چاہتے ہیں۔

وَمِنْهُمْ مَنْ يَلْمِزُكَ فِي الصَّدَقَاتِ ۚ فَإِنْ أُعْطُوا مِنْهَا رَضُوا وَإِنْ لَمْ يُعْطُوا مِنْهَا

۱۰۔ ان میں سے وہ ہیں جو صدقات کے بارے میں آپ پر لڑتے ہیں۔ اگر ان کو دیا جائے تو راضی ہو جاتے ہیں اور ان کو نہیں دیا جائے تو

إِذَا هُمْ يَسْتَحْطُونَ ﴿۱۰﴾ وَلَوْ أَنَّهُمْ رَضُوا مَا آلَسَهُمُ اللَّهُ وَرَسُولُهُ ۖ وَقَالُوا حَسْبُنَا

۱۱۔ تو یہ کہتے ہو کہ راضی نہ ہوتے ہیں۔ اور میں کہتا ہوں کہ اگر وہ راضی ہوں جو اللہ نے تمہاری طرف بھیجا ہے۔ تو تمہیں دوا دہا دیں تو تمہیں ک

اللَّهُ سَيُؤْتِينَا اللَّهُ مِنْ فَضْلِهِ وَرَسُولُهُ ۖ إِنَّا إِلَى اللَّهِ رَاغِبُونَ ﴿۱۱﴾

۱۲۔ اللہ ہی کو کافی ہے۔ مگر یہ تمہاری سچائی سے بے حواس ہے کہ وہ اس کا رسول (یعنی اللہ) کو اللہ کی طرف رغبت کرنے والے ہیں۔

منافقین کا صدقات کے بارے میں طعن کرنا اور اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی تقسیم پر راضی نہ ہونا درمیانہ (محلہ ۳۲) میں حضرت امیر المؤمنین علیؑ سے نقل کیا ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ نے غزوہ تبوک کے موقع پر غنیمت کے اسوئل تقسیم فرمائے تو میں نے ایک شخص کو یہ کہتے سنا کہ یہ تو لڑکی تقسیم ہے جس کے ذریعہ اللہ کی رضا کا ارادہ نہیں کیا گیا۔ (یعنی فائدہ) میں رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور اس بات کا تذکرہ کیا آپؐ نے فرمایا کہ اللہ کوئی پروا نہیں کہ تمہارے اللہ سے زیادہ تکلیف دہی کسی گھر میں لے کر آیا اور آیت وَمِنْهُمْ مَنْ يَلْمِزُكَ فِي الصَّدَقَاتِ جزل ہوئی۔

جن لوگوں کے دلوں میں دیا گیا محبت دینی ہوئی ہوگی ہے۔ وہ مال ہی سے خوش ہوتے ہیں وہیں دایمان اور اعمال صالحہ اور چہ دینی کمال اللہ سے خوش نہیں ہوتے انہیں اس بات سے خوشی نہیں ہوتی کہ میں نعمت اسلام لگی ہو اور اعمال صالحہ کی دولت نصیب ہوگی بلکہ صیب دنیا کی وجہ سے وہ ناچنے لگی کے منتظر رہتے ہیں۔ وہ مال کو تو خوش رہنے لگی تو مالوں کے منافقین کے دلوں میں چونکا یہاں نہیں ہوتا تھا اور دنیا کے منافق ہی کے لئے جوئے منہ سے اپنے مسلمان ہونے کا دعویٰ کر دیا تھا اس لئے مال نہ ملنے پر ان کا سوا غراب ہو جاتا تھا اسی کو فرمایا فَلَمَّا لَقِيتَهُمْ مِنْهُمْ فَاذْهَبُوا ۖ وَمِنْهُمْ مَنْ يَلْمِزُكَ فِي الصَّدَقَاتِ میں سے مال دیا جائے تو راضی ہو جاتے ہیں اور ان کا کوئی مال چاہئے جو ملے ہے اور ایمان اور اعمال صالحہ کے مقابلہ میں حقیر چیز ہے۔ حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا۔ یاد رکھو جو دین کا نام ہو اور دین کا نام اور چاروں کا نام اگر کوئی دینا چاہے تو خوش ہو جائے اور نہ دینا چاہے تو ناراض ہو جائے۔ یہ شخص یاد رکھو کہ اللہ کے لئے دین کا نام ہے اور اللہ کے لئے دین کا نام ہے تو خدا کے لئے دین کا نام رکھو۔ (رواہ البخاری)

لہذا کہ رسول اللہ ﷺ نے طالب دنیا کو کسی بد عادی منافقوں کا حال بیان کرتے ہوئے عرض فرمایا وَلَوْ أَنَّهُمْ رَضُوا مَا آلَسَهُمُ اللَّهُ وَرَسُولُهُ وَقَالُوا حَسْبُنَا اللَّهُ وَرَسُولُهُ ۖ إِنَّا إِلَى اللَّهِ رَاغِبُونَ۔ (اور ان کے لئے بجز اللہ کے جو کچھ اللہ اور اس کے رسول ﷺ) نے انہیں دیا۔ اس پر راضی ہوتے اور میں کہتے کہ مگر یہ اللہ ہمیں اپنے فضل سے عطا فرمائے گا اور اس کا رسول دے گا اور میں کوئی کہنا نہ چاہتا تھا کہ یہ اللہ ہی کی طرف رغبت کرنے والے ہیں اب اس پر کہ تو اس آیت کی طرف رجوع کرتا ہے اور اس سے امید کر رہا ہے کہ اللہ سے تمہارا مال جو اللہ کی طرف لگ جائے اس پر بھی راضی رہتا ہے اور نہ فی حقہ سے پر راضی نہیں ہوتا۔ یہ کہنا سے واقف نہیں ہوتا اللہ سے تو نہیں لگا۔ یہ ہر وقت مال ہی کی طلب اور حرص میں لگا رہتا ہے۔

خسف سے آزاد ہوا دیا جائے۔

مصادفہ ذکر کو آتا ہے ہونے پر تھے نمبر پر مَوَاقِفُ الْمُتَلَوِّبِ کا ذکر فرمایا ان کے بارے میں ہم ان میں شامل تھا احمد و صلوات میں کام کرتے تھے۔

مصادفہ ذکر کو آتا ہے ہونے پر تھے نمبر پر مَوَاقِفُ الْمُتَلَوِّبِ فرمایا قلب موقوفہ کی جمع ہے۔ یہ لفظ محض کے لئے بولا جاتا ہے۔ جس میں کسی شخص کی حکمت میں کوئی غلام ہو اور وہ اس غلام کو کتاب بخلائے کہ وہ اسے کتاب کا مال دے تو آزاد ہے۔ اسے کتاب کہتے ہیں جب کسی آقا نے اپنے غلام کو کتاب بخلائے اور اسے اپنی آزادی کے لئے مال کی ضرورت ہے تاکہ وہ اپنے آقا کو مال دے کر آزاد ہو جائے تو اس کتاب کو ذکر کو آتا ہے مال سے دیا جاتا ہے۔

پچھلے نمبر پر مَوَاقِفُ الْمُتَلَوِّبِ فرمایا۔ یہ غلام کی طرح ہے اس سے اور ایک مراد ہیں۔ جن کے نہ قرض ہو اور ان کی کاغذ غلام ہو اگرچہ غلاموں پر ان کے قرضے ہوں۔ لیکن ان کے وصول کرنے سے عاجز ہوں یا ایسے لوگوں کو ذکر کو آتا ہے مال دیا جاسکتا ہے۔

قرآنی ماہیگیری (صفحہ ۱۵۵) میں لکھا ہے کہ قرض اور کو ذکر کو آتا ہے اس کا قرض ہو اور جو اسے قرضہ ادا کرنے کے بعد بقدر نصاب مال بچ جائے۔ ادا کی میں لکھا ہے کہ جس آدمی پر قرضہ ہو اس کی حکمت میں ان کا مال نہ ہو جس سے قرضہ ادا کرنے کے بعد بقدر نصاب مال بچ جائے۔ اسے ذکر کو آتا ہے۔ (نہ کہ بہت سے لوگوں پر قرضے ہوتے ہیں لیکن مال بھی پاس ہوتا ہے اس مال سے قرضے ادا کر دیں تو قرضے ادا ہو کر بھی بقدر نصاب بکلاس سے بھی زیادہ مال بچ سکتا ہے۔ ایسے لوگوں کو ذکر کو آتا ہے اور پانچویں سے نو گویا کریم مضر میں ذکر کو آتا ہے۔ جیسے لوگوں کو ذکر کو آتا ہے کامل حال نہیں ہے اور نہ ان کو دینا جائز ہے۔ تحقیق ذکر کو آتا ہے گویا ان فرماتے ہوئے ہوں نمبر پر قرآنی مکمل انظر فرمایا۔ اسی مکمل اللہ سے کیا مراد ہے؟ اس کے بارے میں امام ابو حنیفہؒ نے فرمایا کہ اس سے وہ حضرات مراد ہیں جو جہاد کے لئے نکلے تھے۔ اپنے ساتھیوں سے جھگڑ گئے اور ان کے پاس خرچ نہیں ہے۔ کھانا پینا بھی ہے اور مال بھی بچتا ہے۔ ان کو ذکر کو آتا ہے اور ان کے دیا جائے۔ امام مالکؒ نے فرمایا ہے کہ وَقَفِيَ مِنْبُطِي اللہ سے جان مراد ہیں جو جہاد کے لئے نکلے اور ان کے پاس مال نہیں ہے اور ان کو خرچ کرنے کے لئے اور مگر قتل کے لئے پیر کی ضرورت ہے اور بعض فقہاء نے فرمایا ہے کہ اس سے طالب علم مراد ہیں جو دینی علوم کے حاصل کرنے میں لگے ہوئے ہیں اور ایک کلاس میں لگے ہوئے ہیں۔ بشرطیکہ وہ کتاب ہوں۔ (امام مالکی سنو ۲۰۰ جلد ۲)

تحقیق ذکر کو آتا ہے ہونے پر تھے نمبر پر وَقَفِيَ مِنْبُطِي فرمایا اسی مکمل عربی زبان میں سنا کر کہتے ہیں۔ جو سافر ضرورت مند ہے اس کے پاس مضر میں مال ہو جو کہیں سے آتا ہے ذکر کو آتا ہے اور پانچویں سے نو گویا کریم مضر میں ذکر کو آتا ہے۔ جو جہاد میں لگے ہوئے ہیں ان کی جماعت سے جھگڑ گئے یا جان کے قتل سے بچ گئے۔ حاجت مندی کی وجہ سے ان کو بھی ذکر کو آتا ہے اور پانچویں سے نو گویا کریم مضر میں لکھا ہے کہ ان کے گھر ان میں اگرچہ خوب پارہ مال ہو۔ بہت بڑی حاجت ضرورت سے آزاد ہوں۔

مَوَاقِفُ الْمُتَلَوِّبِ اور ایک تھے جنہیں ہی کام مَوَاقِفُ الْمُتَلَوِّبِ کے لئے سوال ذکر کو آتا ہے سے مقرر کیا کرتے تھے۔ یہ ایک بڑے قابل کے مراد اور مذکور تھے۔ ان کے اسلام قبول کرنے سے ان کے قبیلوں کے اسلام قبول کرنے کی سب سے پہلی وجہ ان میں ایک قوم تھی جنہیں دفعہ شر کے لئے مال حاجت فرماتے تھے اور یہ لوگ ایسے بھی تھے جنہوں نے اسلام قبول کر لیا تھا لیکن ان میں سے کچھ بھی تھے ان حضرات سے انہیں سوال صدقات میں سے حاجت فرماتے تھے تاکہ وہ یہی اسلام پر تھے اور بہت ہو جائیں۔ علامہ ابن تیمیہؒ نے لکھا ہے کہ یہ مشیختہ القلوب کی یہ تین قسمیں تھیں جن میں اور بعض علماء نے فرمایا ہے کہ کسی غیر مسلم کا حضرت مَوَاقِفُ الْمُتَلَوِّبِ کے لئے مال ذکر کو آتا ہے

شہادی سادات کی کہیں نہیں کی جاتی رسول اللہ ﷺ کا طریق اختیار کریں اور اسی پر دلوں میں فرق نہ رہے۔ اصل لفظ تو ایجاب و قبول کا نام ہے جو وہ کہنا چاہیں گے سامنے ہوں میں ذرا سارچہ بھی نہیں ہوتا مگر ایجاب و قبول کے بعد جو شیئی والے کو پھر یہود، بنو نضیر، بنو نضیر کی سرحدوں کے ساتھ اس میں فرق نہیں رہے۔ دیکھو کہ ان کی کیا ہمت ہے؟

دوسری بات یہ ہے کہ اگر کسی کا بپا صاحب نصاب ہوتا ہے تو کو تو چاہا تو نہیں ہے اور اگر کسی صاحب نصاب ہوتا ہے تو اسے بھی نہ کو تو چاہا تو نہیں بلکہ اگر صاحب نصاب نہ ہوں گے اور غیر بنی ہاشم ہوں گے تو کیا ہند کو کو تو چاہے تو ایک آدمی کے دینے سے بظہر نصاب قیمت میں مل آتا ہے۔ جب تک وہ مال ملکیت میں رہے گا اس وقت تک نہ کو تو چاہا تو نہیں ہوگا۔

مسئلہ..... بعض قسوس میں رواج ہے کہ اپنی قوم کی نہ کو تو میں وصول کر کے چنگ میں بیچ کر دیتے ہیں اور اس مسئلہ کا اصل احیان نہیں دیکھتے کہ جب تک یہ مال فقراء اور مسکین کی ملکیت میں نہیں چاہا اس وقت تک ان سب کی نہ کو تو میں ادا نہ ہوں گی جنہوں نے یہ نہیں دلی ہیں لہذا جلد سے جلد مصارف نہ کو تو میں ان کو خرچ کر دینا لازم ہے۔ بعض مرتب ایسا ہوتا ہے کہ چنگ کا خرچہ وہ کیا یا چنگ پر کسی حکومت نے قبضہ کر لیا۔ ایک چھوڑ کر بھاگنا پڑا تو ان سب صورتوں میں ان سب لوگوں کی نہ کو تو میں کی ادائیگی وہ جانتی ہے جن کے اسوال کے کر چنگ میں خرچ کر دیے گئے۔

مسئلہ..... جو لوگ سوال کرنے کو اپنا پیشہ بنا لیتے ہیں مگر صاحب نصاب ہوتے ہیں۔ چھوٹے سونے نکالنا ان سے ان کی ملکیت میں زیادہ ہو رہا ہے لہذا سوال کرنے والوں کو نہ کو تو دینے میں بہت زیادہ احتیاط کی ضرورت ہے۔ اگر کسی سائل کو نہ کو تو میں تو پہلے یقین کر لیں کہ یہ سخت نہ کو تو ہے۔ گجراتی (صفحہ ۳۳۰ جلد ۱) میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ مسکین وہ ہیں جو لوگوں کے پاس گھومتا پھرتا ہے۔ اسے ایک لڑکا یاد تھے ایک گھر یاد گھر میں دایاں کرتی ہیں جن مسکین وہ ہے جو اعلان نہیں کرتا جس سے اس کی ضرورت پہلی ہو اور اس کے حاجت مند ہونے کا پتہ نہیں چلتا تا کہ اس کو صدقہ دے دیا جائے۔ وہ کوٹہ سے ہر کو کو توں سے سوال بھی نہیں کرتا اس حدیث سے معلوم ہوا کہ حاکمی ماحشرہ کو کاش کر کے نہ کو تو کا مال دیا جائے۔ بہت سے لوگ بہت زیادہ حاجت مند ہوتے ہیں آمدنی وجہ سے سوال نہیں کرتے اور شکے بھر کے اپنے گھروں میں اپنی زندگی گزارتے ہیں ایسے لوگوں کا خاص خیال کیا جائے۔ یہ واضح رہے کہ نہ کو تو بھی نماز کی طرح سے فرض ہے۔ جس طرح نماز کے امتناع ہمسائل کا جانا اور نماز کو شرعی قہر کے مطابق نہ مناسطہات کے لئے پاک پانی کا دیکھنا مثلاً ٹھیک کر، کپڑوں کا پاک دیکھنا قبل کی طرف نہ کر کے نماز پڑھنا اور جو چیزیں نماز میں پڑھی جاتی ہیں گجراتی پران کو کہہ کر نماز میں ہے اسی طرح سے نہ کو تو کے مسائل اور احکام کا جانا بھی ضروری ہے نہ کو تو کا مال جس کو چاہا صدقہ یا جس مصرف میں چاہا خرچ کر دیا جس انجمن میں چاہا خرچ کر دیا نہ کو تو وہاں ہوتا ہے۔ یہ فرض کی ادائیگی کا طریقہ نہیں۔ مال حلال کا نہ حلال مباح میں خرچ کرنا۔ نہ کو تو فرض ہو جائے تو ٹھیک حساب سے دیا کر دیا جس کو اس کے بارے میں پہلے یقین کر لو کہ یہ سخت نہ کو تو ہے۔

وَمِنْهُمْ الَّذِينَ يُؤْذُونَ النَّبِيَّ وَيَقُولُونَ هُوَ أُذُنٌ ۚ قُلْ اَذُنٌ تُحِطُ بِكُمْ يَوْمَ الْيُؤْمِنِ

اور ان میں سے بعض وہ لوگ ہیں جو نبی کو تکلیف دیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اس وہ تو کان ہیں۔ آپ ارشاد فرماتے ہیں کہ وہ تمہاری لئے خبر کا کان ہیں۔ ان کا بیان

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا مَن يَكُنْ مِنَ الَّذِينَ يَفْتَرُونَ عَلَى النَّبِيِّ شَيْئًا مِّنْ شَيْءٍ فَأُولَٰئِكَ يَفْتَرُونَ عَلَى اللَّهِ كَذِبًا عَظِيمًا ۚ

اے ایمان والو! جو شخص ایسا ہو جو نبی کے بارے میں کوئی چیز جو حق میں سے ہو کہتی ہو۔ اور جو لوگ اللہ کے رسول کو

کی ہر کردہ ہم مطمئن ہیں ان کی بات سن لیتے ہیں ان کی قسم کی کہ یہ نہیں بلکہ حقیقت سے سن لیتے ہیں پھر ان کے بھیہ نہیں کہوتے اور پرواہی نہیں کرتے (نیز منافقوں کو اس دھوکے میں نہیں رہنا چاہیے کہ چونکہ آپ سب سن لیتے ہیں) اس لئے ہم جو چاہیں گے کہہ دیں گے ہماری شرارت کا پتہ نہ چلا گا۔

پھر فرمایا: وَالَّذِينَ يُؤْتُونَ زَكَاةً يُؤْتُونَ غِلَاظَهَا ۖ وَالَّذِينَ لَا يُؤْتُونَ زَكَاةً يُؤْتُونَ نَجَسًا ۚ (اور ان لوگوں کے رسول کو ایذا پہنچاتے ہیں ان کے لئے دردناک عذاب ہے) اس میں عذاب دنیوی و عذاب ابدی کی قیادتیں ہیں جہاں میں عذاب ہونے کی امید ہے۔ یا نہیں بھی یہ لوگ عذاب میں مبتلا ہوئے اور انہوں نے عذاب کی لذت کے ساتھ کالے گے اور آخرت کا جو عذاب عذابہ برکات کے لئے مقرر ہے۔

پھر یہ یقین کی ایک بات کہہ کر فرمایا: يَخْلُقُونَ أَفْئِدَةً كَمَا هُوَ خَلَقَ ۚ (اور ہم اے سامعین! اللہ کی قسمیں کھاتے ہیں تاکہ قسمیں دہانی کریں) منافقین کا یہ طریقہ تھا کہ طرح طرح کی باتیں کرتے ہیں اور اپنی باتوں سے غرض ہو جاتے تھے پھر چونکہ وہ دروازہ واسطہ حدیث المسلمین سے نہ جانتے تھے انہیں دہانی رکھنے کے لئے بار بار قسمیں کھا کر ان سے اپنا عقل نکال کر دیتے تھے تاکہ یہ لوگ انہیں اپنے سے جدا نہ کریں۔

پھر فرمایا: وَطَاوُزَ مُؤَلَّاتٍ لَّيْسَ لَهُنَّ رِجْلٌ وَلَا يَرْجِعْنَ ۚ (اور ان لوگوں کے رسول کو اس بات کے دردناک مستحق ہیں کہ ان کو دہانی کیا جائے) انہی پر ہی طوطے بندوں کو دہانی کرنے سے کیا ہوتا ہے تاکہ دہانی ممکن ہو جے تو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کو دہانی کرتے ان کی ذرا نی سے بچتے یہاں کرنے سے اہل ایمان بھی دہانی ہو جاتے لیکن چونکہ یہاں کے طالب ہیں اس لئے مسلمانوں سے غم بری شکل طلب ہو رہا تھا کہ ان کے لئے قسمیں کھا دیتے ہیں اور انہوں نے کفر اور غش پھرا ہوا جانتے تھے پھر انہوں نے جو اذیتیں ان کے فرمایا: اَلَمْ يَخْلُقْنَا ۚ اَلَمْ يَكُنْ لَّحَدَّثُ زَكَاةً ۚ (الایہ) کیا انہیں معلوم نہیں کہ یہ شخص اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی عطا کردہ اس کے لئے جنم کی آگ ہے اس میں ہمیشہ ہیں گے یہ عذاب بڑی رسولی ہے) یہ لوگ دنیاوی رسوائی سے بچتے ہیں اور انہیں آخرت کی رسوائی سے بچنے کا وسیع نہیں ہے۔

يَعْذِرُ الْمُنَافِقُونَ اَنْ تُنَزَّلَ عَلَيْهِمْ سُورَةٌ تُنَبِّئُهُمْ بِمَا فِي قُلُوبِهِمْ ۚ قُلِ

مناہقین اس وقت سے اوستے ہیں کہ ان کے بارے میں کوئی ایسی سورت نازل نہ ہو جائے جو ان باتوں کو کہتا ہے جو ان کے دلوں میں ہیں آپ فرمادیتے

اَسْتَخْرِفُ ۚ اِنَّ اللّٰهَ مُخْرِجٌ مَّا تَحْذَرُونَ ۝ وَلَٰكِنْ سَأَلْتَهُمْ لَيَقُولُنَّ اِنَّا كُنَّا نَحْذَرُ

کہ تم نے ان سے استخرف کیا ہے نہ اس پر کوئی کار کرنے والا ہے جس سے تم ڈرتے ہو اور اگر آپ ان سے سوال کریں گے تو وہ کہیں گے کہ ہم تو اس بات

وَنَلْعَبُ ۚ قُلْ اَبَا اللّٰهِ وَاٰلِهٖمْ وَرُسُلِهِمْ كُنْتُمْ تَسْتَهْزِءُونَ ۝ لَا تَعْذَرُوْا اَقَدْ كَفَرْتُمْ

باتوں میں مشغول تھے اور ان کو کہتے تھے آپ فرمادیتے کیا تم اللہ اور اس کی آیت اور اس کے رسول کے ساتھ کھی کرتے تھے خدا پرین نہ کہہ۔ تم

بَعْدَ اٰيٰمَارِكُمْ ۚ اِنْ لَّغَفَ عَنْكَ اٰيٰتُهُ فَتَعْذِبُ ۚ اَلَا اِنَّهُمْ كَانُوْا مُجْرِمِيْنَ ۝

آپ خدا پرین کے بعد کا فر ہو گئے، اگر غم تم میں سے ایک عبادت کو معاف کر دی گئے تو دوسری عبادت کو تم عذاب الہی کے اس وجہ سے کہ وہ گم تھے۔

منافقین کی مزید شرارتوں کا تذکرہ

منافقوں کی شرارتیں جاری رہتی تھیں۔ ان میں سے جو لوگ کفر و شک کے لئے جانے والے مسلمانوں کے ساتھ سفر میں چلے گئے تھے (جن میں اہل خلیق کے لئے جاسوسی کرنے والے بھی تھے) انہوں نے طرح طرح سے تکلیفیں دیں اور بڑے منصوبے بنائے۔ منافقین کی عادت تھی کہ آپس میں اہل اسلام اور اہل اسلام رسول اللہ ﷺ اور اہل اسلام کے خلاف باتیں کرتے رہتے تھے اور ساتھ ہی انہیں یہ بھی لگا رہتا تھا کہ قرآن میں کوئی ایسی سورت نازل نہ ہو جائے جو ہمارے دلوں کی باتوں کو کھول دے۔ ان کی باتوں میں اور اوروں کو سوتا تو میں جان فرمایا ہے۔ حضرت اللہ نے فرمایا کہ اس سورت کا ایک نام سورۃ النورہ بھی ہے کیونکہ ان میں منافقوں کے عیوب اور عیوب کو خوب کھول کر بیان کیا گیا ہے۔ منافقین آپس میں چپکے چپکے اسلام کے خلاف باتیں کرتے رہتے تھے اور رسولان سے ڈرتے تھے لیکن اپنی بے ہودگیوں سے باز نہیں آتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا قُلْ مَنْ خَفَا مِنْكُمْ خَلْفًا مَغْفُورًا وَلَا تَقْضُوا دِيَارَكُمْ يَوْمَ الْقِيَامِ کے ترجمہ میں ہے: ”آپس میں یوں کر رہے تھے کہ یہ گھنٹیں اس بات کی امید رکھتا ہے کہ ملک شام کے محلات اور گھنٹے اس کے لئے بچ جائیں گے یہ تو بھی سمجھتا کہ اللہ تعالیٰ شانے نے ان کی ان باتوں کی رسول اللہ کو خبر دی ہے آپ نے سب سے فراہم لوگوں کو رک رک کر۔ جب آپ کو ان کے اس تنگی کے ان سے فرمایا تم نے ایسا کیا کیا ہے اس پر انہوں نے اقرار کر لیا لیکن بات جانتے ہوئے اور ہذا پیش کرتے ہوئے کہتے تھے کہ یہ تو ہمیں ہی ذہانی باتیں تھیں۔ جو آپس میں دل کی کے طور پر ہوتی تھیں۔ طرحی مسافت سے کرنے کے لئے جگہ باتیں ہوتی تھیں انہیں میں دقت کو ذری کے طور پر ہم اپنی باتیں کر رہے تھے۔ اللہ تعالیٰ شانے نے فرمایا قُلْ لَّيْسَ لَكُمْ خِصَامٌ فِي شَيْءٍ اور لَا تَنْفَعُكُمْ خِصَامُكُمْ (آپ فرما دیجئے کیا اللہ کے ساتھ اور اس کی باتوں کے ساتھ اور اس کے رسول کے ساتھ تم کسی کر رہے تھے آپ کو ہذا درگاہ پر رکنا ہے۔ دل کی اور بات کو کرنے کے لئے کہہ کر کوئی بات نہ تھی اس کے لئے اللہ اور اس کی باتوں اور اس کے رسول اللہ کا ذاتی ہی وہ کہے۔ لَا تَنْفَعُكُمْ خِصَامُكُمْ یا لَا تَنْفَعُكُمْ خِصَامُكُمْ۔ تم ہذا پیش نہ کرو کیونکہ ہذا پیش کیا ہے دقت کو ذری کی ضرورت کے لئے اللہ اور اس کے رسول اللہ کا ذاتی ساتھ آپ انہیں۔ اللہ اور اس کے رسول کا ذاتی ساتھ آپ کو کفر سے تم غیابی طور پر کہتے تھے کہ ہم حاضر ہیں۔ حال تو یہ بھی جھوٹ تھا۔ لیکن اب تو اپنے اقرار سے غیابی طور پر بھی کا فر ہو گئے تھے اور دقت سے تو پہلے ہی کا فر تھے ذہانی طور پر جو ایمان کا دعویٰ تھا اس کے بارے میں فرمایا قُلْ كَلَّا لَمْ يَنْفَعِكُمْ خِصَامُكُمْ۔ پھر فرمایا إِنْ تَعْتَمِدُوا عَلَىٰ خِصَامِكُمْ فَتَكُونُوا مِنَ الْخٰسِرِينَ کا اسلام قبول کرنے کی سعادت سے بالکل کر کے صاف کر دیں گے اور کفر پر باتوں سے دور کر دیں گے۔ تَنْفَعُكُمْ خِصَامُكُمْ یا تَنْفَعُكُمْ خِصَامُكُمْ۔ (تو ایک جماعت کو خدا پس دیں گے، کیونکہ وہ مجرم رہیں گے اور ان کو ہم تک اسلام قبول نہ کریں گے۔

منافقین میں سے جن لوگوں نے توبہ کی اور بچے مسلمان ہوئے ان میں بھی بہت عہد کا کام لایا جاتا ہے انہوں نے اپنا تمام عہد ان میں سے لیا تھا اور اللہ تعالیٰ سے دعا کی تھی کہ شہادت صلیب ہو اور قتل کا پتہ بھی نہ پڑے۔ چنانچہ فرمودہ سورہ میں ان کی شہادت ہو گئی نہ قتل کا پتہ چلا نہ قتل کا اور ان کی خبر بخبر نہ ملی۔ (درستہ ۵۵۲ ص ۲)

الْمُتَّقُونَ وَالْمُتَّقُونَ بَعْضُهُمْ قَوْمٌ يَأْمُرُونَ بِالْمَنْكِرِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمَعْرُوفِ

منافقین میں سے جن لوگوں نے توبہ کی اور بچے مسلمان ہوئے ان میں بھی بہت عہد کا کام لایا جاتا ہے انہوں نے اپنا تمام عہد ان میں سے لیا تھا اور اللہ تعالیٰ سے دعا کی تھی کہ شہادت صلیب ہو اور قتل کا پتہ بھی نہ پڑے۔ چنانچہ فرمودہ سورہ میں ان کی شہادت ہو گئی نہ قتل کا پتہ چلا نہ قتل کا اور ان کی خبر بخبر نہ ملی۔ (درستہ ۵۵۲ ص ۲)

[illegible]

سورۃ صف میں اہل ایمان کو خطاب فرماتے ہوئے وعدہ فرمایا اس میں بھی اُنسانِ طیبۃ فی جنبِ غلبہ فرمایا جس سے بھی یہ ظاہر ہو رہا ہے کہ ان کے اُنصوصِ جنت یا جنت کا کوئی اُنصوصِ مقامِ سرور نہیں بلکہ یہ جتنا اُنصوص ہے کہ ہر عقیق کا جنت میں مستقل مقام ہوگا۔ جنت کے علاوہ دوسری جگہ جتنا وعدہ ہوگا۔ سورۃ حج میں فرمایا **يُصَلُّونَ فِيهَا نِصَبٌ وَاعْلَمُوا فِيهَا مَنَاصِرُ** جین۔ (وہاں ان کو ملائی تکلیف نہ پہنچے گی اور نہ وہاں سے نکالے جائیں گے) سورۃ کہف میں فرمایا **لَا يَلْعَنُونَ** علیہا جو لا۔ کہ وہاں سے کہیں غفلت ہو نہ پند نہ کریں گے۔ مطلب یہ ہے کہ اہل جنت اپنے باطن اور اپنے مکانات میں ہمیشہ ہیں گے اور یہ جگہ دائمی رہنے کی جگہ ہوگی وہاں سے نہ نکالے جائے گا احتمال ہوگا نہ وہاں رہتے رہتے ہی مریں گے۔

پھر فرمایا: وَمِنْهُمْ مَّنْ يَمُوتُ بَلَدًا كَثِيرًا سَهْلًا أَوْ صَعْبًا فَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُتَوَلَّوْنَ اور ان کی رعیت کی تمام فتنوں سے جو ہے یعنی اہل ایمان جن فتنوں میں ہوں گے وہ اپنی جگہ پر ہی رہیں گے۔ لیکن ان میں سے کچھ ایسے ہوں گے جو کچھ فتنوں سے باہر نہ رہیں گے۔ ان کی رعیت ان سے باہر ہو جائے گی۔

حضرت علامہؒ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ جہنم سے فرمائیں گے اے جہنم! اور عرض کریں گے اے اللہ! وہ آپ ہم حاضر ہیں اور قبل ارشاد کے لئے موجود ہیں اور ساری خیر آپ کے بقدر قدرت میں ہے۔ اللہ تعالیٰ کا سوال ہوگا کہ تم راضی ہو گے۔ وہ عرض کریں گے ہم کیوں راضی نہ ہوں گے حالانکہ آپ نے ہمیں وہ کچھ عطا فرمایا ہے جو آپ نے اپنی مخلوق میں سے کسی کو بھی نہیں دیا۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہوگا: کیا میں تمہیں اس سے افضل چیز عطا نہ کروں؟ وہ عرض کریں گے کہ اسے آپ اس سے افضل اور کیا ہوگا؟ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہوگا کہ میں تم پر اپنی رضا امتدادی ہمارے ہاں اس کے بعد کبھی بھی تم سے ناراض نہ ہوں گا۔ (بیگم جادی)

پھر فرمایا: **فَبَلِّغْ هَٰذَا السُّورَةَ إِلَىٰ عِلِّيِّينَ**۔ یہ جو کچھ اہل ایمان مروجوں اور محدثوں کی خدمتوں کا تذکرہ ہوا ہے وہی یہی ہے اس میں سائنسین سے تقریباً ہے کہ دنیا تو عروجی ہی ہے اور حقیر ہے اس کے لئے کفر و تعبد کے لئے ایسی ایسی خدمتوں سے گریز کر رہے ہیں اور عروجی بہت دنیا دل جانے کو جو کامیابی سمجھ رہے ہیں جس کی وجہ سے ایمان قبول نہیں کرتے یہ ان کی بے وفائی ہے اور جو کامیابی کی طرف سے غفلت ہے۔

يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ جَاهِدِ الْكُفَّارَ وَالْمُنَافِقِينَ وَاغْلُظْ عَلَيْهِمْ وَمَا لَهُمْ جَهَنَّمَ وَبِئْسَ الْمَصِيرُ ۝

۷۔ کی باتوں سے اور محاوروں سے چار کچھ اور ایسی لکھیں کہ ان کا تعلق دنیا سے اور نہ ہی خدا سے ہو۔

يَحْلِفُونَ بِاللّٰهِ مَا قَالُوا وَلَقَدْ قَالُوا كَلِمَةَ الْكُفْرِ وَكَفَرُوا بَعْدَ إِسْلَامِهِمْ

”مگر تمہیں کھاتے ہیں کہ ہم نے انہیں کیا جلا کر انہیں لے کر کاٹ کر کیا ہے اور سڑکیوں پر لے کے پھینک دیے اور انہیں نے

میں فقیہین نے احسان کا بدلہ برائی سے دیا..... پھر فرمایا: وَاللَّغْوُ الْاِلَّا اِنْ اَعْتَدْتُمْ اللّٰهَ وَرَسُولَهُ مِنْ فَضْلِهِ کہیں لوگوں نے جو انہیں کی جہان کا کوئی سبب نہیں ہے ان کو بھی نے تکلیف نہیں دی اور ان کے خلاف کسی نے منصوبہ نہ کیا اور وہی بات ہے تو وہ یہ کہ اللہ تعالیٰ نے اس کے رسول ﷺ سے انہیں فضل خداوندی سے ۱۹ سال کی پہلے عہدست جے افتر جے اسلام آیا تو اس کی برکتیں بھی ساتھ تھیں اور انہیں ان کو بھی شامل حال نہ تھیں۔ اللہ کے اس فضل و کرم کا نہیں ہے یہ بدلہ دیا کہ الی اسلام پہلے کے خلاف منصوبہ بنا دیا اسی کی وجہ سے۔ انسان کا بدلہ احسان سے دینے اور عذر اور اس کے سے جواب دے منصوبہ بنانے میں مشغول ہو گئے۔ عام طور سے تو اسلام کی برکت سب کو ملتی تھیں لیکن بعض ایسی صورتیں بھی پیش آئیں کہ خاص جہاں الی انہیں کو اس کا ایک حکم مقرر ہوا ہے پھر انحضرت سرورہ لم یزلوا نے بارہ بار اور ہم دینے والی تھی۔ یہ حالہ انٹر ملی میں لکھا ہے کہ روح الطحالی بحوالہ ابن ابی حاتم حضرت عروہ سے نقل کیا ہے کہ جہاں کے اس قدر خفاہ رسول اللہ ﷺ نے اس کی طرف سے اور دیا تھا۔

اس کے بعد فرمایا: فَلَا تَقْوُ تَوَلَّوْا حَتَّٰی تَعْلَمُوْا حَتَّٰی تَعْلَمُوْا (میں) اگر یہ تو یہ کہ میں تو یہاں کے لئے بھڑکے گا۔ حالہ انٹر ملی میں ہے کہ جب آیت نازل ہوئی تو جہاں اس میں جو ہوتا اس سے عرض کیا کہ رسول اللہ اللہ تعالیٰ نے مجھ پر تو پیش فرمائی ہے میں قرار کرتا ہوں کہ عام میں جس نے جہاں کیا وہی تھا اسی میں نے وہ بات کی تھی جو عام نے میری طرف منسوب کی اور اب میں انتظار کرتا ہوں اس پر رسول اللہ نے اس کی بات مان لی اور کج سنی میں اس نے تو یہ کر لی۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ حریر فرمایا: اِنَّ تَوَلَّوْا لَوْ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَیْہِمْ لَظَلُّوا عَلَیْہِمْ وَالْاَیْمُوْنَ (اور اگر وہ تو یہ سے عرض کریں۔ ان میں خاص پر تھیں تو اللہ تعالیٰ انہیں دیا اور آخرت میں وہ ان کا خطاب دے گا وَنَسِ اللّٰہُہُمْ ہِیَ الْاَوْضَیْ مِنْ زُلْمَیْہِ وَلَا نَعْلَمُ۔ (یعنی یہی کہ نہیں کہ ان کا سماجی اور مذہبی ہونا ہوگا جو انہیں خطاب سے پہلے آخرت میں تو ہر مانتی اور ہر کار کو انہیں کا خطاب ہے ہی مانتوں کہ انہیں جس خطاب لکھی کہ عید علی گئی اس سے کہ یہ مراد ہے اس کے بارے میں مسٹرین نے فرمایا ہے کہ بارہ بار رسولی ہوا اور اہل ایمان کے دلوں میں ان کی وقعت نہ ہونا سب کی نظروں سے گھانا اور سوت کے وقت خطاب میں تھا ہونا مراد ہے۔ چنانکہ دنیا میں ان کو کئی نہیں کیا گیا اور ایمان کے نگاہی دعویٰ کی وجہ سے ان کے ساتھ مراد کا معاملہ کیا جا رہا ہے اس لئے مضمون کے خطاب نہ ہی کی مذکور دیا تفسیر کی ہے۔

وَمِنْهُمْ مَّنْ عٰہَدَ اللّٰہَ لَیْنِ اٰتٰہُمْ مِنْ فَضْلِہٖ لَنَنْصُرَنَّہٗ لَیْنْ وَلَکُمْ کُوْنٌ مِنَ الضّٰلِیِّیْنَ ﴿۱۰﴾

اور ان میں سے ہیں جو اللہ سے عہد کرتے ہیں کہ اگر اللہ نے انہیں اپنے فضل سے عطا فرمادے تو انہیں ضرور مدد فرمائی کریں گے اور خود ضرور مدد فرمائیں گے اور ان میں سے ہیں جو ضال ہیں

فَلَمَّا اٰتٰہُمْ مِنْ فَضْلِہٖ بَخِلُوْا بِہٖ وَکُوْلُوْا وَہُمْ مُّعْرِضُوْنَ ﴿۱۱﴾ فَاَعْقَبَہُمْ نَارًا فَاِ

تب جب اللہ نے ان کو اپنے فضل سے عطا فرمادے ان میں بکلی کر گئے اور وہی عطا کر گئے اور ان کے ساتھ لے ان میں تک نہ ہوتی کی بات کا

فِیْ قُلُوْبِہُمْ اِلٰی یَوْمَ یَلْقَوْنَہٗ بِمَا اَخْلَفُوْا اللّٰہَ مَا وَعَدُوْہٗ وَہُمْ لَا یَعْلَمُوْنَ ﴿۱۲﴾

ان میں کان کی۔ ایمان سے ان میں قیامت قائم کر دیا اس لیے کہ انہیں نے اللہ سے عہد کیا کہ ان کی مدد فرمائی کی اور اس وجہ سے کہ انہیں نہ تھے۔

اَلَمْ یَعْلَمُوْا اَنَّ اللّٰہَ یَعْلَمُ سَرَہُمْ وَنَجْوٰہُمْ وَاَنَّ اللّٰہَ عَلٰمُ الْغُیُوْبِ ﴿۱۳﴾

ہاں تو یہ کہ عام نہیں کہ خدا کی ان سے ان کو انہیں کے لیے عہد کیا کہ ان کی مدد فرمائی کی اور ان کو انہیں نہ تھے۔

بعض ایسے منافقین کا تذکرہ جنہوں نے اللہ تعالیٰ سے عہد کیا کہ ہمیں مال دیا جائے گا تو صدقہ کریں گے پھر انہوں نے اس عہد کی پاسداری نہ کی

آیت ۵۱ کے سبب زہل سے متعلق صاحب معالم القریل (صفحہ ۳۲۷ جلد ۱) نے اور حافظ ابن کثیر (صفحہ ۳۲۷ جلد ۱) نے ایک دوسرے سے کہا ہے کہ علی بن حباب ایک شخص تھا اس نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا کہ اللہ تعالیٰ سے دعا فرمائیے کہ میں مال سے بہتر سے جس کی تجھے براداشت ہو اس نے میری دعا کی اور خواست کی کہ اللہ تعالیٰ مجھے مال عطا فرمائے آپ نے اس کے لئے دعا فرمادی اس نے تمہاریاں پانچ سو تیرہ گز میں بہت زیادہ ترٹی ہوئی تو وہ یہ خود سے ہارسہادی میں چلا گیا۔ صرف عمر اور عمر کی لڑائی میں حاضر ہوا تھا اور دولت بھی آپ کا سے مدینہ منورہ میں حاضر ہونے کی فرست ہی نہیں رہی۔ جس کی حاضری بھی ختم ہوگئی۔ رسول اللہ ﷺ نے وہ ایک سو بیسوں کے صدقہ وصول فرمائے گئے تھے کیسے جب یہ دونوں علی بن حباب کے پاس پہنچے تو اس نے کہا یہ تو ہے یا جزیہ کی بہن ہے اور میں بھی کہہ کر دایں طور کروں کہ مجھے کیا دینا ہے اور کتنا دینا ہے جب یہ دونوں حضرات رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں پہنچے تو ان کو کچھ کر صورت حال کے بیان کرنے سے پہلے ہی فرمایا کہ علی بن حباب اس سے اس موقع پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔ وَمِنْهُمْ قَوْمٌ عَادُوا اللَّهَ لَعْنُ الْآلَاءِ مِنْ فَضْلِهِ لِيُذَلِّلُوا وَلِيُذَلِّلُوا مِنَ الْمُضَلِّينَ۔ (بعض لوگ اللہ سے عہد کیا کہ اس نے فضل سے ہمیں مال دیا ہے تو ہم ضرور ضرور صدقہ دیں گے اور نیک کام کرنے والوں میں شامل ہو جائیں گے اس موقع پر علی بن حباب نے خدمتِ علی میں موجود تھے انہوں نے ہا کہ فرمادی کہ تیرے سے ہر آیت نازل ہوتی ہے اس پر وہ صدقہ لے کر آیا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ مجھے اللہ سے منع فرمایا ہے کہ تیرا صدقہ قبول کرں اس پر وہ ہر پڑی والے کا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا میں نے تجھ سے کہہ تھا کہ تمہارے ہر گز کے ہر گز زیادہ مال سے بہتر سے جس کی براداشت ہو) تو نے میری بات پر عمل نہ کیا، جب آپ نے اس کا صدقہ قبول فرمائے سے انکار کر دیا تو وہ اپنا مال لے کر گیا کیا اس کے بعد رسول اللہ ﷺ کی وفات ہوگئی پھر وہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پاس اور ان کے بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس اور ان کے بعد حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے پاس صدقہ لے کر آیا تو ان حضرات میں سے کسی نے قبول نہ کیا اور خلافتِ عثمانی میں شہید کی موت ہوگئی۔ مال میں مشغول ہو کر اس نے عمارتوں اور جس کی حاضری بھی چھوڑ دی اور آنحضرت ﷺ کے پیچھے ہوئے نمازوں کا صدقہ نہیں دیا اور اللہ تعالیٰ سے جو عہد کیا تھا کہ مال ملے گا تو صدقہ دوں گا اور نیک کام کرنے والوں میں شامل ہو جاؤں گا اس کی خلاف ورزی کی اس کی کفریہ افسانہ افسانہ مبنیٰ بخلو ابہ و تلو کو اؤفتم مفر صون۔ (پھر سب اللہ سے انہیں اپنے انفس سے مال عطا فرمایا تو کبھی عہد کر لی اور ماضی کرتے ہوئے دکر دلی کر گئے) فَاَغْنِيَهُمْ بِخُلَافَتِي فَلَوْ يَهْمُ اِنِّي نَوَامُ بَلْغُوْلَهُ بَعَا غَنِيَهُمُ اللَّهُ مَا وَغُلُوْهُ وَبَعَا كَلُوْهُ اِهْلَكُوْهُنَّ (سورۃ زمر ۱۰) اُنہوں نے اپنی طاقت کے ان تک ان کے دلوں میں خلاق الی ایس کی حد سے انہوں نے اللہ سے جو عہد کیا اس کی خلاف ورزی کی اور اس وجہ سے کہ وہ موت پا لئے تھے۔ پھر فرمایا اِنَّمْ يَغْلِبُوْهُ اِنَّ اللَّهَ يَغْلِبُ مَرْءًا وَنَحْوَ سَلْمًا وَانْ اللَّهَ عَلَاقُ الْغُلُوْبِ۔ (کیا انہیں ظلم نہیں کہ اللہ تعالیٰ ان کے دلوں کے داکو اور خیرہ مشورہ کو جانتا ہے اور بے شک اللہ غلبہ رکھتا ہے اور اسے خفی آیت میں اس شخص کے لئے وحید ہے جو خلافِ وزی کی حیثیت سے وعدہ کرے یا وعدہ کر کے خلافِ وزی کرے ہر شخص کو کھنچا ہے کہ اللہ کو سب کے دلوں کا مال معلوم ہے جو بھی نیت کرے گا اور جو بھی نیت کرے گا اللہ عمل شن کو اس کا علم ہے اور وہ اپنے علم کے مطابق جزا و سزا دے گا۔

فتح آبادی، ستمبر ۱۹۳۳ء میں سے کہ آپ نے اس کے بعد کسی متعلق کی کارزار جتان نہیں چڑھائی، باقی رہی یہ بات کہ عبداللہ بن ابی نذر جتان نہ جھانے میں کبھی شعلت تھی؟ اس کے بارے میں فتح آبادی میں لکھا ہے کہ اس کے بیٹے عبداللہ کی فوجی کے لئے ہر فرزند راج کی قوم کی تالیف قلب کے لئے ایسا فرمایا کہ فرزند بھی لکھا ہے کہ کوئی کریم ہونے فرمایا کہ میرا کرتا ہے کہ کیا نہ کہو، لگا میں نے میں اس لئے لکھا ہے کہ اس کی قوم کے جہاد والی مسلمان ہو جائیں۔ (اللہ)

روحِ اعلیٰ صفوحِ مجدہ! میں ہے کہ آپؐ نے فرمایا کہ میں امید کرتا ہوں کہ میرے اس عمل سے قبیحہ لغزِ رنج کے ایک جزرِ افروہ مسخ ہوا جانے کے بعد نکلتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے آپؐ کی امید پوری کی اور ان لوگوں نے اسلام قبول کر لیا۔ عہدِ امان میں ان کو جو آپؐ نے چاہا کرتے وہ ملتا تھا اس کی تفسیر و تفسیر دینے کی کتابوں میں لکھی ہے کہ آپؐ کے چچا عباسؓ کو جب بدر کے قید یوں میں دیا گیا تو اس وقت ان کے ہاتھ پر کچھ لکھا تھا، تو اور بعد بھاری ہونے کی وجہ سے کسی کا کچھ لکھنے کے جسم پر نہیں آتا تھا۔ اس وقت عہدِ امان میں ان کے اپنے کرتہ و روہ تھا۔ مگر آج کے اس کی دکھانے کے لئے ان کا کرتہ کفن میں شامل کرنے کے لئے فرمایا۔ (روحِ اعلیٰ صفوحِ مجدہ!)

اس کے معنی ہیں: وَلَا تُعْجِزْهُمْ فَزَلُّوا اِنْ يَخِذُوا بِبَوَائِبِنَا وَلَوْ كَانُوا غَافِقِينَ (ا پ) کیا ہے تو مجھ سے قسطنطنیہ کے ساتھ یہ مصالحت ہے نہ نہ۔

وَإِذَا أَنْزَلْتَ سُورَةً أَنْ أَمِنُوا بِاللَّهِ وَجَاهِدُوا مَعَ رَسُولِهِ اسْتَأْذِنَكَ أُولُوا الصُّلُوبِ

۱۰۔ جب کوئی سورت پڑھ کر چلتی ہے کہ کھڑے ہو جائیں اور اس کے سواہلی کے ساتھ ہی کہ چار گنا قرآن میں سے حضور ہمارے کوگ "پ" سے ام آیت

وَمِنْهُمْ وَقَالُوا آذَانًا لَكُنْ مَعَ الْفُجُورِينَ ۝ رَضُوا بِأَنْ يَكُونُوا مَعَ الْخَوَالِفِ وَطُبِعَ

[illegible]

عَلَى قُلُوبِهِمْ فَهُمْ لَا يَفْقَهُونَ ﴿٥٠﴾

Robert L. Johnson

وسعت ہوتے ہوئے منافقین کا اجازت طلب کرنا کہ غزوہ کا میں نہ جاؤں

مناقشین کا حال جانتے ہوئے فرمایا کہ جب قرآن کی کوئی صورت نازل ہوتی ہے جس میں لفظ یا ایمان لائے اور رسول اللہ کے ساتھ ظکر جہاں کر کے کا حکم ہوتا ہے تو ان میں سے پیسے والے اور اہل بصورت والے ہاں دے لینے کے لئے حاضر ہو جاتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہمیں چھوڑ دیجئے۔ کمرہاں میں بیٹھے وہ جانے والوں میں کہیں بھی شمار فرمایا جیسے اس میں ان کی بے نیمرائی کی طرف اشارہ ہے۔ یہاں مردوں میں شمار ہونے کو تو نہیں۔ بیوقوفوں اور گوروں کے ساتھ کمرہاں میں بیٹھے بنے کو چار ہیں۔ ان کے دلوں پر صبر رکھائی گئی (مثنویں اپنے نسخہ نقصان کی بھی کچھ نہیں۔)

لِئِنْ الرُّسُلُ وَالَّذِينَ آمَنُوا مَعَهُ جَهْدُوا بِأَمْوَالِهِمْ وَأَنْفُسِهِمْ وَأُولَٰئِكَ

”نہی، پہلے وہ آپ کے ساتھ رہیں گے انہیں تے لپتے ہوں اور اپنی جانوں سے بچاؤ کیا ہو۔“ ”جگ تیرا

ساتویں عرہاں بن سار یہ خط۔ تھے انہوں نے عرض کیا کہ یا رسول! ہم اپنے دل سے پوری طرح تیار ہیں آپ کے ساتھ سفر میں جانا چاہتے ہیں۔ لیکن سواری نہ ملے گی وجہ سے گھبر ہیں۔ آپ ہمیں سواری کی حالت فرمادیں۔ قُلْتُ لَا اجْعَلُهَا خَصْلًا لَّكُمْ عَلَيَّ آپ نے فرمایا میرے پاس کوئی اسلحہ نہیں تاکہ تیار رہے لے سواری کا انتظام کروں۔ فَوَلُّواْ وَاخْلُفْتَهُمْ نَخْلُفُ مِنْ الْقَنَعِ حَوْلًا اَلَا يَحْضَرُوْا عَلَيْهِمْ يَنْظُرُوْنَ (اور اس حال میں دیکھیں ہوئے کہ ان کی آنکھوں سے اس وجہ سے آنسو بہ رہے تھے کہ وہ فرج کرنے کے لئے نہیں پاسے)۔
 دل تو یہ حضرات مضطرب تھے واقعی مضطرب ہی تھے جہاد میں شرکت نہ کرنے کے لئے کافی تھی۔ مگر انہوں نے اسی پر اکتفا نہیں کیا اور واقعی خدا کو بھی خدا نہ سمجھا۔ انہیں یہ گوارا نہ تھا کہ آنحضرت ﷺ شریف لے جائیں اور خود پیچھے رہ جائیں۔ وہ دست و پا میں نہ ہونے کو رہے لے سواری کا انتظام فرمادیں۔ جب آپ نے فرمایا کہ میرے پاس کوئی انتظام نہیں ہے تو اس پر بھی کسی نہ کی اور اپنے دلوں میں یوں نہ کیا اب تو ہم نے اپنی آخری کوشش کر لی اب جہاد میں نہ گئے تو کیا فرج آوے؟ اپنی مضطرب دلی مجبوری پر، نتیجہ یہ ہوا کہ تھے سواری بھی معمولی نہیں ان کے چروں پر آنسوؤں کی لڑی تھی اور وہ اس رخ میں گھلے ہوئے تھے کہ بانے بہہ رہے پاس انتظام نہیں ہے۔ انتظام ہو جائے تو ہم ضرور ساتھ جاتے۔ اس سوئے پر جہاں وہ لوگ موجود تھے جو ہم نے خدا کا نام لیا کہ پیچھے ہٹ رہے تھے ان میں وہ حضرات بھی تھے جو ہٹ رہے تھے بھی جہاد کی شرکت کے لئے تیار رہے تھے۔ حضرات صحابہؓ کا مٹانے امت کے لئے کسی کیسی ناقص اللہ اور وہ ایات چھوڑی ہیں۔

اس کے بعد آپؐ نے بعض حضرات کے لئے سواری کا انتظام فرمایا اور بعض حضرات کے لئے انتظام کی صورت یہ ہوئی کہ ابو بکرؓ، عبدالرحمن بن کعب اور عبداللہ بن مظعلؓ کی راستہ میں یا مین بن مسیرؓ بصری پہلے سے ملاقات ہو گئی۔ یہ دونوں روٹے ہوئے رہے تھے۔ یہ مین نے وہ راستہ کیا تو کیوں روٹے ہوئے چھوڑ دیں نے بتایا کہ ہم رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے تھے اور عرض کیا کہ ہمارے پاس کوئی انتظام نہیں تاکہ آپؐ کے ساتھ سفر میں جائیں۔ آپؐ ہمارے لئے سواری کا انتظام فرمادیں۔ آنحضرت ﷺ کے پاس بھی سواری نہیں تھی جو حکایت فرماتے تھے ہمارا رونا اسی وجہ سے ہے کہ شرکت جہاد سے رہے چارے ہیں۔ اس پر یا مینؓ نے اپنی ایک اونٹنی پیش کر دی اور اپنے پاس سے بطور تحفہ گھوڑی بھی دے دی اور شکر بن ذیاب کے ساتھ یہ ہوا کہ وہ راستہ کو لہذا چھوڑ دے اور روٹے رہے اور یوں دعا کی کہ اللہ آپؐ نے جہاد کا علم فرمایا اور اس میں شرکت کی ترقیب دی مگر مجھے مال نہیں دیا جس سے میں جہاد کی شرکت کے لئے قوت حاصل کر لیتا اور آپؐ نے اپنے رسول ﷺ کو (اس وقت) مال عطا فرمایا تاکہ میرے لئے سواری کا انتظام فرمادے۔ اب جہاد سے عداوت کے بدلہ میں یہ کہتا ہوں کہ جس کسی مسلمان سے مجھے کوئی تکلیف پہنچی ہے کسی کا گھم بھگ کوئی دلی حق ہے میں اسے معاف کرتا ہوں۔ جب یہ سنی ہوئی رسول اللہ ﷺ نے سوال فرمایا کہ اس رات کس نے صدقہ دیا۔ کسی نے بھی جواب نہیں دیا۔ آپؐ نے فرمایا آج رات جس نے صدقہ دیا وہ وہ کھڑا ہو جائے اس پر ٹھیک بن ذیاب کھڑے ہوئے اور اپنا مال بتایا۔ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ تم خوشخبری قبول کرو کہ تم اس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے تمہارے لئے مقبول ذکوۃ کا ثواب لکھا گیا۔

غزوۂ تبوک کی تیاری کے لئے حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ کے قبیلے کے چند افراد نے بھی حضرت ابو موسیٰ کے واسطے سے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں درخواست پیش کی تھی کہ ہم سے لئے سواری کا انتظام کیا جائے اس وقت آپؐ نے ان کے لئے جو

(ب) مؤلفان و مکتوبات:

اس کے بعد فرمایا اَتَمَّ الشَّيْءِ عَلَى الْفَرْقِ بَيْنَهُمَا كَوْنُكَ وَلَوْ أَنَّ الْمَلَائِكَةَ وَالْمَلَائِكِينَ يَرَوْنَ مَا تَعْمَلُونَ لَكُنْتُمْ أَشَدُّ مَذْمُومًا۔ اور یہ کہ اگرچہ وہاں والی صورتوں کے ساتھ ہوا جائیں (یعنی اصل استعلاعت کی وجہ سے غرہ فاش ہو سکتے ہیں) لیکن ان کا ضعف اور مرض بھی نہیں ہے بلکہ یہ بھی نہیں جانتے اپنے آپ کو اور ان کے زمرہ میں شمار کیا یا نہ کریں اور یہ یاد رکھ جانے پر واضح ہوئے جو قطع اللہ علی فلان بہم فہم لا یظلمون۔ اور اس لئے ان کے دلوں پر سرور و کائنات ایسا ہو جس جانتے کہ یہ الٰہی تکلف تھا کہ آخرت کے بہتر جزو ثواب اور بلند درجات کا مستحق ہونا بہت بڑی کامیابی ہے۔

☆☆☆☆.....☆☆☆☆

(پارہ نمبر ۲)

يَعْتَذِرُونَ إِلَيْكُمْ إِذَا رَجَعْتُمْ إِلَيْهِمْ ۚ قُلْ لَّا تَعَذِرُونَ لَكُمْ قَدْ تَبَيَّنَ

... آپ سے کہ وہ عذر دینے والے ہیں نہ جب آپ ان کی طرف لوٹیں گے۔ آپ اپنا دیکھتے خود بھی نہ کہہ سکتے ہیں کہ یہ تو ہماری بات کو کبھی نہ مانگے گے۔ نہ اسے جوابی

اللَّهُ مِنْ أَخْبَارِكُمْ ۖ وَسَيَرَى اللَّهُ عَمَلَكُمْ وَرَسُولُهُ ثُمَّ تُرَدُّونَ إِلَىٰ عِلِيمِ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ

ان پر کہیں نہ مانگیں۔ اور اللہ اپنے خبر سے تم پر دیکھ لے گا اور اس کا رسول بھی۔ ہر گز تم اس بات کی طرف لوٹے جاؤ گے کہ تم کو کبھی نہ مانگے گا۔ اور وہ اسے دیکھ لے گا۔

فَيُخَيِّبُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُونَ ۖ سَيُخَيِّفُونَ بِاللهِ لَكُمْ إِذَا انْقَلَبْتُمْ إِلَيْهِمْ لِتُعْرِضُوا

اور تم کو خیر سے دور فرما دے گا جو تم کیا کرتے تھے۔ اور تم کو خیر سے دور فرما دے گا جسے اللہ کی قسمیں کھا گئیں گے کہ تم کو خیر سے دور نہ کرے گا۔ سو آپ

عَنْهُمْ ۚ فَأَعْرِضُوا عَنْهُمْ ۚ إِنَّهُمْ يُخَيِّبُونَكُمْ وَأَوْفَوْهُم جَهَنَّمَ جَزَاءً بِمَا كَانُوا يَكْسِبُونَ ۝

نہ سے عرض کریں۔ یہ ایک دو بات ہے۔ یہ عرض کرنا کہ تم کو خیر سے دور نہ کرے گا۔ اور یہ کہ تم کو خیر سے دور نہ کرے گا۔

يُخَيِّفُونَ لَكُمْ لِتَرْضَوْا عَنْهُمْ ۚ فَإِنْ تَرْضَوْا عَنْهُمْ فَإِنَّ اللَّهَ لَا يَرْضَىٰ عَنِ الْقَوْمِ الْفَاسِقِينَ ۝

اور تم کو خیر سے دور فرما دے گا جسے اللہ کی قسمیں کھا گئیں گے کہ تم کو خیر سے دور نہ کرے گا۔ اور وہ اسے دیکھ لے گا۔ اور وہ اسے دیکھ لے گا۔

تھوک سے دایکسی پر عذر پیش کرنے والوں کو جواب

تفسیر: جن لوگوں نے تھوک سے دایکسی پر رسول اللہ کی خدمت میں جوئے عذر پیش کے لئے ان کے بارے میں اللہ جل شانہ

نے پیسے کی خبر دے دی تھی کہ آپ کی دایکسی پر لوگ عذر پیش کریں گے۔ آپ ان سے فرمادیں کہ تم تمہاری بات پگنی نہیں۔ میں کے

تمہارے حال کو اللہ کے عین پس پہنچی فرمادے گی ہے اور آئندہ بھی اللہ وہاں کا رسول بھی تمہاری کج گزاری کو دیکھ لے گا اور تمہاری بات

سنی رہے گی۔ چنانچہ تو انہیں بتائی پھر اللہ کی طرف لوٹنے والوں کے جو غیب اور شہادت کا سامنے والا ہے جو چیزیں ظاہری ہیں وہ انہیں

بھی چھوٹا ہے۔ اور جو چیزیں غیبی سے پوشیدہ ہیں وہ ان سے بھی بڑا ہے۔ جب قیامت کے دن ماضی کی کوئی آفت اللہ تعالیٰ تمہارے اعمال

سے نہ فرمادے۔ سب تمہارے اسے احوال کرتے تھے وہ سب تمہارے سامنے آ جائیں گے۔ مسلمانوں سے عرض خطاب فرمادے کہ جب تم سزا

سے دایکسی سے جو کہ ان کے پاس نہ پہنچے گے تو تمہارے سامنے قسمیں کھا گئیں گے کہ تم ان سے عرض کرو۔ اور اگر نہ کرنے کا موقع نہ

ہو عرض تو تم کو یہ نیکین دشمنی کے طور پر نہیں بلکہ داخل ہوا عرض کرنا کہ کچھ لوگ پاپا ہیں (ان سے ملنے نہ آ رہا) اور ان سے

پس اور ایسا تمہارے لئے کھانا نہ ڈالے گا۔ یہ دشمنی کے اعمال کے بارے میں یہ وہ نیکین ہیں کرتے تھے

عرض فرمادے کہ لوگ تمہارے سامنے قسمیں کھا گئیں (تم ان سے عرض مت کرو، بالخصوص اگر تم ان

۱۱۱

سے داخلی ہو گئے تو (اس دنیا سے) انہیں نکال دیا گیا کیونکہ اللہ تعالیٰ کا حکم ہے۔ باقی نہیں رہا۔ یہاں تک کہ وہ "موت" قرار دے لیتے ہیں کہ جو میت ہے، نہ نہیں اور حسبِ حق تعالیٰ ان کے ہاتھوں کے بارے میں نازل ہوئی۔ یہاں آئی تھے جو اپنے کائناتی حق سے جو کہ ان میں شریعت نہیں ہوئے تھے جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں بکریاں کے قتل سے منع کیا تو آپ نے مسلمانوں کو حکم دیا کہ ان لوگوں کے ساتھ نہ لڑیں، نہ لڑیں اور ان سے بات نہ کریں۔ (یہ حکم انھوں نے اٹھایا اور ان کے لئے تھا)

الْأَعْرَابُ أَشَدُّ كُفْرًا وَنِفَاقًا وَأَجْدَرُ أَلَّا يَعْلَمُوا حُدُودَ مَا أَنْزَلَ اللَّهُ عَلَى رَسُولِهِ ۗ

وہابیوں کو کفر اور نفاق میں بہت حد تک ہے اور ان لوگوں میں کہ اللہ نے اپنے رسول پر جو احکام نازل فرمائے ہیں ان سے واقف نہ ہوں

وَإِنَّهُ عَلَيْهِمْ حَكِيمٌ ۝ وَمِنَ الْأَعْرَابِ مَنْ يَتَّخِذُ مَا يُنْفِقُ مَغْرَمًا وَيَتَرَقِّصُ بِكُلِّ الْبَازِيٍّ ۚ

اور اللہ پر ان پر حکمت ہے اور ان میں سے کچھ ایسے ہیں جو اپنے مال کو ان کے لئے بیکار کرتے ہیں اور ان کے لئے بیکار کرتے ہیں۔

عَلَيْهِمْ ذِلَّةٌ يَوْمَ الْقِيَامَةِ ۚ إِنَّهُ يُخْجِعُ عَلَيْهِمْ ۝ وَمِنَ الْأَعْرَابِ مَنْ يُوْمِنُ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ

ان پر ذلت ہے اور اللہ نے ان سے ان کے لئے اور دیکھا کہ ان میں وہ لوگ بھی ہیں جو اللہ پر اور آخرت کے دن پر ایمان لائے ہیں

وَيَتَّخِذُ مَا يُنْفِقُ قُرْبًا إِلَى اللَّهِ وَصَلَاتٍ الرَّسُولِ ۚ أَلَا إِنَّهَا قُرْبَةٌ لَهُمْ ۖ سَيُدْخِلُهُمْ

وہ جو کچھ خرچ کرتے ہیں اسے اللہ کی راہ میں خرچ کرنے کی وجہ سے دیکھا جاتا ہے۔ ان لوگوں کے لئے نازل کیا کہ جب اللہ تعالیٰ

اللَّهُ فِي رَحْمَتِهِ ۚ إِنَّ اللَّهَ عَفْوٌ رَحِيمٌ ۝

اللہ تعالیٰ اپنی رحمت میں ان کو داخل کرے گا۔ وہ اللہ تعالیٰ کے رحم سے ہے۔

دیباچہ میں سخت نفاق والے بھی ہیں اور مخلصین بھی

ان آیات میں اعراب یعنی دیباچہ کے رہنے والوں کا حال بتایا ہے۔ نال تو یہ بتایا کہ دیباچہ کی طرف اور نفاق میں بہت سی حد تک ہیں اور ان کے معاملے سے دور ہونے کی وجہ سے ان کی کئی حال ہو چکا ہے کہ اللہ کے احکام کا انہیں علم نہ ہو اس لئے اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعے ان پر دیکھیں اور ہم اس کے ذریعے ان میں سے جو لوگ کفر سے نہیں اور نفاق سے بھی، اور اللہ کے احکام کو بھی کہ نہیں، لیکن اگر کفر سے دور رہیں تو وہ ان میں کفر کی شے ہے اور نفاق اور بہانہ میں بھی آگے گئے ہیں۔ فقال صاحب الروح (اصحہ ۲ جلد ۱) اشد کفرا و نفاقا من اهل المحضر الكفر والافتقار الى حشيم ولساؤا قلوبهم وعدم مخالطهم اهل الحكمة وحرمانهم استماع الكتاب والسنة وهم اشد شيا باليهام (احد صاحب روح المعاني فرماتے ہیں دیباچہ کے کفار و منافقین اپنے کفر و نفاق میں سخت اس لئے ہیں کہ ان کی طبیعت نادانوں کے اور ان کے دل سخت ہیں اور ان میں سے کئی نہ ہونے کی وجہ سے اور ان کی طبیعت کے سخت سے محروم ہونے کی وجہ سے اور وہ اپنے آپ کو بہت زیادہ مشتاق ہیں)

دیباچہ میں عموماً اہل نفاق قرار دیئے جاتے ہیں، لیکن اہل اللہ (اہل نبی) اگرچہ اصغر (کمتر) ہیں مگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا من سكن الدابة جفا ومن جمع الصبد غلغل ومن هي السلطان ظفین۔ (جو شخص دیباچہ میں رہا وہ سخت حجاز کا اور جو شخص غلام کے پیچھے لگاوا

داخل ہوا اور جو شخص صاحب اللہ کے پاس آتا جا ہوا وہ جیسے جس پر گیا اور حقیقت یہ بات کا خارج ہی رہا ہے کہ طبعیت میں خلقی آہنی ہے اور ہم سے دور ہے جس کی جگہ سے ملے گی اگر وہ جے ہیں۔ اس کے بعد یہ باتوں کی دو قسمیں قائم ہیں ایک قسم ان لوگوں کی ہے جو یہود وغیرہ میں کچھ فریج کر دیتے ہیں تو اسے ایک قسم کا جہنم اور تاجان سمجھتے ہیں کیونکہ اب کے مسیحا انہیں اس لئے پر فریج ان کے غصوں پر شری کر دیتا ہے جیسے خود ان کو کا جہنم سمجھتے رہے ہوں اور اس غل کی علت کے ساتھ ان کی عداوت کا یہ ہم سے کہ وہ مسلمانوں کے لئے کہ غصوں کے پھڑکے رہتے ہیں کہ ان پر کوئی ایسی گمشدہ جانے جس سے ختم ہو جائیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا **عَلَيْهِمْ ذَاكَ الْقَوْلُ**۔ (ایسی لوگوں پر یہی گمشدہ جانے والی ہے کہ پتا نہیں ہے اسے مسلمانوں کی ترقی ہوتی بھی گئی۔ مگر کچھ ہوئے سنائی اور کاروبار میں ہوئے۔) ابی امیدوں میں ان کا کام ہوئے اور ان کی آواز میں جو مسلمانوں کے خلاف جیسے ہی دل میں ہو گئیں۔ **وَإِنَّهُمْ لَنَبِيٍّ عَلَيْهِمْ**۔ (اور اللہ تعالیٰ ان کے لئے رسول کا کیا تھا جسے اللہ نے پھر ان کے رسول کا اور ان کی نبوت اور انہوں کو جانے والا ہے ان کے احوال اور احوال کے مطابق سزا دے گا۔ یہ باتوں کی دوسری قسم کا ذکر فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا: **وَمَنْ أَظْهَرُ مِنْهُمْ لِيَوْمِ يَأْتِيهِمُ** **وَالْيَوْمِ الْأَخِيرِ** (ایک روز یہ باتوں میں جس شخص پر یہ لوگ ہیں جو اللہ ہوا کرتے کہ ان پر ایمان لاتے ہیں اور جو کچھ فریج کرتے ہیں اسے اللہ کی نذر کی کا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دعاؤں کا ذریعہ بناتے ہیں۔ ان کا مقصد اگرچہ اب حاصل کرنا اور اللہ کو راضی کرنا ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے یہاں ہے۔ لہذا جو مال فریج کرتے ہیں اور جو مال فریج کیا ہے بطور تاجان بدلنے کے ساتھ جس بلکہ پوری ہشت کے ساتھ اللہ کی طرف مشغولی کے لئے مال فریج کرتے ہیں ان کے رسول جو فریج ہوتے ہیں باقی وہ اللہ کی نذر کی کا سب ہیں اللہ انہیں اپنی رحمت میں داخل فرمائے گا۔ **يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا**۔ (اے ایمان والے۔)

وَالسَّابِقُونَ السَّابِقُونَ مِنَ الْمُهَاجِرِينَ وَالْأَنْصَارِ وَالَّذِينَ اتَّبَعُوهُمْ بِإِحْسَانٍ رَضِيَ

اور یہاں پر ان اور انصار میں سے جو لوگ پہلے لے جانے والے ہیں اور وہ لوگ جنہوں نے انھیں کے ساتھ ان کی پیروی کی، اللہ ان سے راضی ہو

اللَّهُ عَنْهُمْ وَرَضُوا عَنْهُ وَأَعَدَّ لَهُمْ جَنَّاتٍ تَجْرِي تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ خَالِدِينَ فِيهَا

وہ اللہ سے راضی ہوئے اور اللہ نے ان کے لئے ایسے باغ تیار کر کے ہیں جن کے چلے گئے ہوں یہاں ہیں ان میں وہ ہمیشہ ہمیشہ

أَبَدًا ذَلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيمُ

یہاں کے یہ بڑا کامیابی ہے۔

سبقت لے جانے والے مہاجرین اور انصار

اور ان کا اتباع کرنے والوں سے اللہ تعالیٰ راضی ہے

اس آیت میں حضرات مہاجرین اور انصار میں جو سابقین اور تابعین تھے ان کی تعریف فرمائی اور جنہوں نے ایمان اور اخلاص کے ساتھ ان کا اتباع کیا ان کی بھی تعریف فرمائی اور یہ ایمان فرمایا کہ اللہ ان سے راضی ہو اور وہ بھی اللہ سے راضی ہوئے۔ ان کی اطاعتی نعمتوں کا بھی تذکرہ فرمایا کہ ان کے لئے ایسے باغ تیار فرمائے ہیں جن کے چلے گئے ہوں یہاں ہیں ان اور یہاں میں ہمیشہ ہمیشہ ہیں کے اور آخر میں فرمایا کہ یہ بڑی کامیابی ہے۔

کہہ رہے ہیں۔ "ق" بھی بھی حضرات صحابہ کرامؓ سے وسط سے ملا ہے اور رسول کے ارشادات بھی انہی حضرات کے ذریعے پہلے ہیں جو یہ مسلمان کے لئے "مظہر" ہو گئے۔ جو لوگ حضرات صحابہ کرام کو مسلمان نہیں سمجھتے ان کے پاس خدا ان کے مطابق خود قرآن سے جو اہمیتوں نے ذرا فرمایا اور رسول اللہ کے ارشادات ہیں اور اسی لئے ان کی زندگی میں اسلامی اصول نہیں۔ "ت" دہا میں اور ۲۰۲۰ء کی آیت "وَجَعَلَ خَيْرَ مَسْئِلِ الْغُفْلِينَ" میں حضرات صحابہ کو ان کے قصص کو اور اہل ایمان کو وسیعاً حق فرمایا ہے۔ "پ" نے فرمایا کہ "یہ حد بہت زیادہ اضافہ ہو گا کہ اس کے ساتھ یہ بھی فرمایا کہ علی حکم ہستی وسنة الخلفاء الراشدين المعصومين بحکم اہلہا و عصبہا علیہا الواحد (مکتوہ تصاحیح ص ۱۰۰) لا یجوز فیہ الا حکم ہے کہ میری اور میرے وایت یا وفات سے راشدین کو ہمارے بچاؤ میں یہ وہ عہد اور اسکا ازمین سے مضبوط ہو گا۔ ہوا (مگر یہ تھوڑا فرق کا ذکر فرمایا اور یہ فرمایا کہ ان میں سے صرف ایک فرق جتنی ہو گا تو اس پر حضرات صحابہ نے عرض کیا کہ فرق کو نہ ہے اس پر آپ نے فرمایا: عاصی علیہ و اصحابی کے جس طرح ملے ہیں اس کو میرے صحابہ ہیں یہ جماعت اس طرح ہے جو وہی و نہایت والی ہے۔ (مکتوہ تصاحیح ص ۱۰۳) اس میں بھی حضرات صحابہ کو وسیعاً حق دیا یا اب ہر دلی اسلام ہوئے کہ وہ دلائل کے راشدین اور دیگر صحابہ کرام کے ساتھ ہے یا نہیں اپنے فکر اور فہم کے مطابق کہہ کر کہہ گئے۔

وَمَنْ حَوَّلَ قُرْآنَ الْاَنْعِرَابِ مُتَقِفُونَ وَمَنْ اَقْبَلَ الْمَدِيْنَةَ مَمْرَدًا وَعَلَى الْبَيْتِ اَعْلَى تَعْلَمُهُمْ

اور جس نے قرآن کو الٹا کر دیا وہ مقلد ہے اور اہل مدینہ میں بھی ایسے لوگ ہیں جو حلقہ پر اڑ گئے ہیں۔ "ت" اب بھی تحریر کرتے ہیں۔

نَحْنُ تَعْلَمُهُمْ سَعَوْهُمْ مَرَاتِنِي ثُمَّ يَرْدُّونَ اِلَى عَذَابٍ عَظِيمٍ

ہم انہیں جانتے ہیں، ہم انہیں جانتے ہیں، اور یہ عذاب ہی ہے کہ وہ عذاب ظہری طرف لوٹے گا کہیں گے۔

یہ مذکورہ اور آس پاس کے دیہات میں رہنے والے منافقین کا تذکرہ

اس آیت میں یہ بتایا ہے کہ یہ مذکورہ کے آس پاس رہنے والے منافقین ہیں۔ صاحب معالم وغیرہ نے اس حصہ میں ایسی غزوات و حقیقتیں دیکھی ہیں اور یہ جو فرمایا کہ اہل مدینہ میں سے کئی بعض لوگ منافق ہیں اس میں ان لوگوں کا ذکر ہے جو ان اور خراج میں منافق تھے۔ ان لوگوں کے بارے میں فرمایا کہ یہ لوگ منافقت پر مصر ہیں۔ مشہوری کے ساتھ جیسے ہوئے ہیں (یہ لوگ یہ مذکورہ میں رہتے ہیں وہ صرف مدینہ منورہ میں رہتے ہیں کہ وہ سمجھیں اپنے ایمان اور ایمان کی بھی خبریں۔ اب بھی یہ مذکورہ میں داخل تھے اور ان میں داخل ہیں اور وہاں کے تذکرہ میں اس حدیث شریفہ میں بتایا ہے کہ جب وہاں مدینہ منورہ کا رخ کرے گا تو شہر میں داخل نہ ہو سکے گا (اگر پیرائے چلیے) شہر زمین میں غمر ہا جائے گا اس وقت مدینہ منورہ میں بھی ہر ذلالت کے گام میں کی جب سے ہر حق مدینہ منورہ سے نکل کر اس کے پاس پہنچ جائے گا بہت سے لوگوں کو دیکھا جاتا ہے کہ انہیں اگست مدینہ منورہ کو سب کچھ سمجھتے ہیں۔ خود حاکم و اعمال کیسے ہوں۔ یہ ان لوگوں کی غلطی ہے اور شیطان کا کام کہ ہے۔ پھر فرمایا لَا تَغْلِبُهُمْ مَعْنٰی تَعْلَمُهُمْ (پ) انہیں نہیں جانتے ہیں کہ وہاں کیسے ہیں) سَعَوْهُمْ مَرَاتِنِي (مترجم ہم انہیں دوسری عذاب دیں گے) ثُمَّ يَرْدُّونَ اِلَى عَذَابٍ عَظِيمٍ (پھر وہ عذاب (یعنی اور عذاب) کی طرف لوٹے گا کہیں گے) سَعَوْهُمْ مَرَاتِنِي سے کیا مراد ہے اس کے اور سے میں بعض مفسرین نے فرمایا کہ اس سے مراد عذاب میں مبتلا ہونا مراد ہے اور بعض انکار کرتے ہیں کہ اس کا ترجمہ دہری سزا کا کیا ہے اس کے بارے

رسول اللہ ﷺ کے پاس تکبر کرنے والے کی قرآن کی آیتوں سے اپنی جانوں کو ستروں سے ہاندھا دیا اور کہنے لگے کہ ہم اپنی جانوں کو کھینچ کر کھینچ کر اپنے دوست مبارک سے ہمیں نہ کھینچیں۔ آپ کا جب ان کی طرف گڑبھاؤ اور پلٹ فرما کر یہ کہہ کر ان کو گمراہ کر دیا؟ عرض کیا کہ یہ وہ لوگ ہیں جو ہمارے ساتھ جاتے ہیں اور ہمیں ہاندھے ہوئے سے ہاندھے تھے ان کی عقلی کا احساس ہوا جہاں انہوں نے اللہ تعالیٰ سے عہد کیا ہے کہ جب تک آپ نہ کھینچیں گے اور ان سے داخل نہ ہوں گے اس وقت تک وہ بندھے ہی رہیں گے آپ نے فرمایا اللہ کی قسم میں بھی انہیں نہیں کھینچوں گا جب تک کہ مجھے اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان کو کھولنے کا حکم نہ ہو گا میں لوگوں نے میرا ساتھ چھوڑا اور مسلمانوں کے ساتھ جو میں نہ لگے۔ لہذا آپ مجھے ان کے بارے میں اللہ تعالیٰ کے حکم کا انتظار ہے جب حکم ہو گا اس پر عمل کروں گا۔ اس ہاندھتوئی نے آیت کریمہ وَأَسْرُوزُنْ لِنَفْسِنَا (والایم) چل فرمائی اور آپ نے ان کو کھول دیا۔ چونکہ یہ حضرات ہمیں سزا سنیں تھے اور اپنے گناہ کا اقرار بھی کر لیا جو کہ جہاد عظیم ہے اور جہاد سے پیچھے ہٹ جانے والے قتل سے انہوں نے توبہ کر لی اور پہلے سے بھی نیک عمل کرتے تھے اور حضرت علیؓ کے پیچھے بھی آئے تھے اور دیگر نیک کاموں میں شہرہ سے اس لئے ان کے بارے میں فرمایا کہ جو لوگ ایسے ہیں جنہوں نے اپنے گناہوں کا اقرار کر لیا اور نیک عمل کا یہ عمل سے ساتھ چل دیا اللہ تعالیٰ نے ان کی توبہ قبول فرمائے گی کی خوشخبری دی عَسَىٰ اللَّهُ أَن يَتَوَلَّيَ عِبَادَهُ کہ مقرر یہ اللہ ان کی توبہ قبول فرمائے گا (چنانچہ ان کی توبہ قبول ہو گئی) إِنَّ اللَّهَ تَطَّوُّرُزُ جَنَّتُمْ (یاد رہے اللہ تعالیٰ نے اللہ اور ہم کر لئے ہے)

جب ان لوگوں کی توبہ قبول ہو گئی تو رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کی کہ ہمارے پاس جو یہ رسول ہیں انہیں نے ہم کو پیچھے ڈالا اور جب وہی حرکت سے روکا۔ لہذا ہم ان کا مصدقہ کر رہے ہیں۔ آپ نے فرمایا مجھے رسول میں سے کچھ لینے کا حکم نہیں ہوا اس پر آیت کریمہ وَلَا تَجِدُ أُمَّةَ ظَلَمْتَ ظَلَمْتَ ظَلَمْتَ (اور تو ظلم کر رہا ہے ظالم ہو گیا ہے ظالم ہو گیا ہے) کہہ کر ان کے دلوں میں سے مصدقہ ملے لیجئے جس کے ذریعہ آپ ان کو کہہ کر عذر مانگ کر دیں (یہاں یہ رسول ہیں اور آپ کہہ کر جب توبہ سے گناہ معاف ہو گیا تو مصدقہ کے انہیں بھی ہڈی ہونے کا کیا معنی؟)

حکیم الامت قدس سرہ نے بیان اقرآن میں اس کا جواب دیتے ہوئے فرمایا ہے کہ توبہ سے گناہ معاف ہو جاتا ہے لیکن گناہ کی اصل حالت و کدورت کا اثر باقی رہ جاتا ہے اور گناہ پر ہاندھ دیا گیا لیکن اس سے اکھڑا اور گناہوں کے پیرا ہونے کا اثر باقی رہتا ہے جس کا مصدقہ سے خصوصاً یہود سے الْفَصْلَةُ تَطْفُضُ عَنِ الْعُصْبَةِ اور دیگر اہل معاملہ سے عموماً یہ علت اور کدورت منقطع ہو جاتی ہے۔ وَحَسْبُ عِلَّتِهِمْ إِنْ خَلَوْا فَاتَّ سَخْنُ لَهْمٍ (اور آپ ان کے لئے دعا کیجیے یا شہداء آپ کی دعا ان کے لئے اطمینان قلب کا ذریعہ ہے۔ وَأَمَّا سَخْنُ عِلَّتِهِمْ۔ اور اللہ اللہ اللہ اور ہائے الہ ہے (اور آپ کی باتیں سننا ہے اور سب کے احوال کا خبر پڑھنا ہوتا ہے) معلوم ہے کہ ان لوگوں نے جو نے عذر پیش کئے اور جی ٹھیکس نے سچے دل سے توبہ کی اور انہیں اس کے ساتھ اپنے رسول پر عمل کیے اللہ تعالیٰ کو ان کا بھی علم ہے۔

جن حضرات نے اپنے گناہوں کا اقرار کیا اور اپنی جانوں کو ستروں سے ہاندھا دیا تھا یہ کتنے حضرات تھے اس کے بارے میں متعدد اقوال ہیں۔ حضرت ابن عباسؓ سے منقول ہے کہ یہ یسٰیؓ اور سعید بن جبیرؓ اور ابن مسعودؓ نے فرمایا کہ تمہارا ذاتی ہے۔ حضرت قتادہؓ نے فرمایا کہ یہ ملت آدمی تھے۔ حضرت ابن عباسؓ کا ایک قول یہ بھی ہے کہ پانچ آدمی تھے اور ان سب میں حضرت ابوہریرہؓ کا نام گرامی خصوصیت کے ساتھ ذکر کیا گیا ہے کہ چہ مشہور یہ ہے کہ ان کا مسجد کے ستون سے اپنے آپ کا ہاندھ دینا عقلی فی قریضہ کے سلسلہ میں تھا

(۱) کہ میں نے یہ سب سے مشاہدہ کر کے بتا دیا تھا کہ تمہارے قتل کا فیصلہ ہو چکا ہے اور (ساحلہ توحید علی ص ۳۳۳-۳۳۴ جلد ۲)

۱۰ اللہ ان کو کثیر (صلوات ۳۸ جلد ۲) نصیحتیں کرتا ہے کہ میرے واعظون الغیر فواہمہم انہم اگرچہ چند خاص افراد کے ہر سے میں نازل ہوئی نصیحتیں اس کا صحیح تمام کاروباروں کے لئے عام ہے۔ جو لوگ ان میں سے کسی ایک سے ملے ہیں اور ایک اہل علم کی بات سے ہیں۔

اس سے معلوم ہوا کہ جب کوئی شخص لوگوں میں لگا کر بتا ہو وہ یہ نہ کہے کہ میں تو گناہ گار ہوں۔ ایک کاموں میں کیا لوگوں یا اگر گناہ نصیحتیں چھوڑتا تو بہت تک ممکن ہو ایک کاموں کی نچوڑ ہے۔ یہ ایک کام نیکیات کا انکار ہو گیا ہے جس کے اور پکی تو نصیحتوں کو ماننے کا بھی ذریعہ نہیں ہے۔ کہ میں نے سنا ہے کہ میرے بھی بشر کا انھیں ایک اہل علم کی بات سے ہے جس میں شامہ ہے جس میں (ایلا ما کان حاصلاً لا حاصل)۔

پھر فرمایا: اللہ یغفر لکم انی اللہ حق یغفر لکم عن جناتہ (الایہ) اس کا شان نزول بتاتے ہوئے (بدستور ص ۷۰ جلد ۲) میں لکھ رہے ہیں کہ جب ان حضرات کی تو یہ قول ہو کہ انہوں نے اپنی باتوں کو سنتوں سے باہر دیا تھا تو پھر بے تکلف مسلمانوں کے ساتھ رہنے سے نکاس پر مہتمم تھے کہ کیا کوئی تک تو یہ لوگ اسی حال میں تھے جس میں ہم ہیں ان سے کوئی بات کرتا تھا اور ان کے پاس کوئی شخص نہ نصیحت تھا آج کہہ ہوا (کہ سب مسلمان ان سے خوش ہیں اور ہم سے بدستور ناراض ہیں) اس پر اللہ تعالیٰ شانہ نے

آیت کریمہ انی اللہ حق یغفر لکم عن جناتہ وإن اللہ حق الثواب الرحیم نازل فرمائی (کیا انھیں معلوم نہیں کہ بلاشبہ اللہ اپنے بندوں کی تو یہ قول فرماتا ہے اور صدقات قبول فرماتا ہے اور بلاشبہ اللہ بہت تو یہ قول کرنے والا ہے رحم کرنے والا ہے) اس میں مسلمانوں کو جواب دے دیا کہ تم جو یہ کہہ رہے ہو کہ کوئی تک یہ لوگ ہماری ہی طرح سے تھے آج ان کی شان ہی اور ہے اور ہم سے تکلف ہیں اس میں تعجب اور اعتراض کی کوئی بات نہ ہوگی تو پھر پہلے سے ممکن تھے اور اپنی بے طردہ دلی غیر حاضری پر ہر دم کی ہوتے اور تو یہ بھی کی اور صدق ہو گیا دیا اللہ اور اس کے رسول اللہ کی رضا کے طالب ہوئے اور تم وہی اپنے نفل پر رہے ہوئے تھے اور اسے دلوں میں ایمان نہیں اپنے کے ہر خاص تک نہیں تو ان کے جسے کی طرح ہو سکتے ہیں۔

پھر فرمایا: وَاللّٰهُ الْغَفُورُ الْغَفُورُ اللّٰهُ غَفُورٌ رَّحِيمٌ وَرَسُولُهُ وَالْفُضُولُ (اور آپ ان سے فرماتے تھے کہ تم لوگو! اللہ تمہارے سے اہل کو کچھ لے گا اور اس کا رسول بھی اور مومنین بھی کچھ لیں گے) حضرت عابد تاہی نے فرمایا کہ یہ حدیث کے طور پر فرمائیے دینا میں جو بھی کوئی شخص کوئی عمل کرے گا اللہ تعالیٰ شانہ کو تو ہر حال اس کا علم ہی ہے وہ اول سے سب کچھ جانتا ہے اور جب کوئی عمل کسی سے صادر ہوا اس کے ذرا کوئی جان لیتا ہے۔ نیز لوگوں کے اہل علموں سے بھی ہمیشہ شک ہے۔ جب جیسا کوئی عمل کرے گا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی موجودگی میں ہو گا تو آپ بھی اسے جانیں گے اور مومنین کے ساتھ جس کا جو عمل سنا ہے اسے گا وہ بھی اس سے خوف نہ جائیں گے اگر کوئی شخص برائے کر سے تو بعض مرتبہ غائب بھی اس کی ذات اور غریب سنا ہے چلتی ہے اور اس عمل پر دنیا کے خذاب میں بھی مبتلا کر دیتے ہیں۔ وَسَوْفَ نُنْزِلُ إِلَیْهِمُ الْعَذَابَ وَالْغَلْبَ وَالْهَاقَةَ فَنُفِثَ بِهِمُ مِنْكُمْ وَنُفِثَ بِهِمُ مِنْكُمْ (اور مقرر یہاں ایسی ذات پاک کی طرف لوگوں نے جادو کے جوئے پر اور پوشیدہ تمام احوال و اقوال اور نیتوں کو جاننے والا ہے۔ وہ بتا دے گا کہ تم لوگ کیا کرتے تھے) اس میں یہ بتا دیا کہ دنیا کے بعد اگلی امت کی فلاح بھی ہے اس کا سبب اور مواضع ہے۔ منافق اپنے نفل سے باز آ جائیں اور مومنین جن سے گناہ نہ ہوئے ہیں وہ بھی آئندہ احتیاط رکھیں اور گناہوں سے پرہیز کریں۔

پھر فرمایا: وَأَعِزُّونَ مِنْ مَنْ يُغْوِي بِهِمُ اللَّهُ يَا أَيُّهَا الْمُؤْمِنُونَ وَالْمُؤْمِنَاتُ غَلِبَتْ عَلَيْكُمْ حَبِيبَتُمْ (اور یہ لوگ ایسے ہیں جن کا معاملہ نہ کاظم ہے نہ تک سختی ہے وہ ان کے خذاب سے اپنا دل تو یہ قول فرماتے) اس آیت میں ان میں سے صحابیوں کا ذکر ہے بلکہ طرز تک

کی نسبت غیر نہیں اس لئے اسے مسجد بنانے کا اثاب نہ ملے گا۔ بلکہ دینی برائی نسبت کی وجہ سے گنہگار ہوگا۔ لیکن چونکہ فقہی صورتوں میں ان حضرات کو مسجد نہیں اس لئے اس کا ذکر اور چلائے جانے لگے ہوگا۔ ساتھ فقہی اسے ہم کے مطابق مسجد بنانے والے سے معذور کرنے کا اور اس مسجد کے آداب و احکام بھی ہوں گے جو دیگر مساجد کے ہیں۔ اگر کوئی شخص یا چاہے خود اور ضرورتاً کے لئے مسجد بنائے تو بہتر ہے کہ اس میں نماز نہ پڑھی جائے تاکہ اسے رسوائی کی برائی نہ ملے لیکن اگر کسی نے اس میں نماز پڑھ لی تو نماز ہو جائیگی۔

فائدہ — شیخان بہت چالاک ہے وہ اپنے لوگوں کو متعدد طریقوں سے استہلال کرتا ہے۔ دین اور ان دین کے خلاف کسی کو کھڑا کرنا ہوتا تو دین سے متعلق چیز میں کوئی سامنے نہ آتا ہے اور اسی کو ذریعہ بنا کر لوگوں کو گمراہ کرتا ہے اور اسلام کو نقصان پہنچانے کی تدبیر کرتا ہے۔ مہتممین نے جو کلمہ اور خالق اور اسلام کے خلاف عملاً آرٹھی اور کھلی تباہی کے لئے مرکز بنایا اس کا نام انہوں نے مسجد تجوید بنادیا اور مسجد عام بھی کی خدمت میں حاضر ہو کر اس میں نماز پڑھنے کی درخواست کی تاکہ اس کے مسجد بنانے میں جلد مسلمانوں کو شہادت دے اور جیسے خوفی کے ساتھ مسجد قبا میں نماز پڑھتے ہیں اسی طرح ان کی اس مسجد ضرار میں نماز پڑھتے ہیں۔ مقصد یہ تھا کہ اس تدبیر سے ہماری داخلی پوشیدہ ہو کر ہماری بیوقوفی پر پردہ پڑ جائے اور اپنے مقصد میں چپکے چپکے کام پڑھتے رہیں گے۔ یہ خود خدا کی مسامحہ اور مسامحہ کو نقصان پہنچانے کے لئے ایسی تدبیریں کرتے رہتے ہیں اور بہت سے کام لیا اور مسلمانوں کو اپنے مقاصد کے لئے استہلال کر رہے ہیں اس کی سب سے پہلی کڑی شیعیت کی بنیاد ہے۔ جب یہ وہ اسلام کی قوتی بہت زیادہ کھیلے گی تو انہوں نے اس کی پیش رفت کو روکنے کے لئے اور حضرت سیدہ کے احرام سے غافل کرنا نہیں (حضرت ابوبکرؓ حضرت عمرؓ) سے کانٹے کے لئے ایک شوش چھوڑا اور وہ یہ کہ حضرت سیدہ فاطمہؓ کو ان کے والد ماجد کی میراث نہیں ملے گی (یعنی) چونکہ اس میں حضرت سیدہ فاطمہؓ کی ہمدردی سامنے نہ آئی گی اس لئے بہت سے سیدھے سادھے لوگ ان کے حال میں الجھنے لگے اور حضرت صدیقؓ کے خلاف ہو گئے کہ انہوں نے میراث نہیں دی۔ جیسے مسجد ضرار والوں نے اپنے مرکز لدا کو مسجد کے نام سے موسوم کیا۔ جو اسلامی شعائر میں سے ہے اسی طرح یہود نے اس موقع پر حضرت سیدہ فاطمہؓ کی مصیبت کو سامنے رکھ کر شیعیت کا آغاز کیا۔ ہر مسلمان کو حضرت سیدہ عالم علیہ السلام کی آل واد سے کھلی نصیب ہے اس لئے آل بیت کی ہمدردی اور غم خواری کام ہر سیدھے سادھے مسلمانوں کو دینی سے بنانے کے لئے کارآمد ہو گیا۔

اس کے بعد شیعیت کے علم برداروں نے چاکر لگا کر حضرت علیؓ کی شخصیت خلافت کے مستحق تھے انہیں خلافت نہیں ملی گی حضرت علیؓ بہت سے قیام نو مشین کو محبت ہے اس لئے ان کی ذات کو سامنے رکھ کر یہودیوں نے اپنا کام اورتے بنے حلیاں۔ پھر امت و مبنی یہودی خدائے الہیہ کے لئے ہوں لیکن جن لوگوں کو گمراہ کرنا تھا ان کے لئے زیادہ طریقے ہیں کہ ان کا شمار بھی ضرار ہے۔ حتیٰ کہ ایک فرقہ حضرت علیؓ کی جگہ اہلبیت کا بھی قائل ہو گیا اور ہر طرح طریقہ کے لئے تیار ہے اور ہر عبادت کے قائم نہ اپنے پیش نظر کوئی دینی دہشتی نہ کی ہو اپنے اوپر ایہ نہیں لگایا جس کے ذریعہ مسلمانوں کو اپنی طرف متوجہ کر لیں (نامہ بین کاہ اور کام لکھ کر)۔

دوسرے ضمیمہ ایسی بہت سی مثالیں ہیں جن میں سے ایک جماعت نے اپنا نام اہل قرآن رکھا ہے یہ لوگ اپنے قبلانہ میں قرآن و احکام اہل علم سے زیادہ جانتے ہیں، مہاکلمہ عربی کے بیٹے بھی نہیں جانتے اور کسی آیت کی ترکیب بھی سے بھی واقف نہیں۔ یہ لوگ مسلمانوں کے سامنے خود قرآن کا کھیل لگا کر سامنے آتے ہیں جس کی وجہ سے اہل علم و شریعت کی حیثیت کے بھی منکر ہیں اور نمازوں کی فرضیت بھی نہ دیکھتے بلکہ یہ کہتے ہیں کہ یہ لوگ بھی قرآن کا لکھیں قرآن دینی کا دعویٰ کرتے ہیں اور وہ سادہ مسلمانوں کو (جن کا دعویٰ ہے چاہے نہیں ہے) قرآن کے نام پر اپنی کراہی کے حال میں پھانسی لپٹتے ہیں۔ کہہ لوگ ایسے ہیں جنہوں نے اپنی اکرم بھی کی محبت کا دعویٰ

کر رہا ہے۔ آپ کی محبت جو تمہاری دلی محبت سے اس لئے حُجَّتِ نبی کا جامِ من کر بہت سے لوگ ان کے گمراہ ہو جاتے ہیں۔ حالانکہ ان لوگوں کی جھوٹی محبت کا یہ وہ لمحہ ہے کہ قرآن کو بھی گمراہ دیتے ہیں اور رسول اللہ کے ارشادات کو بھی نہیں مانتے۔ محبت کی جگہ کاستخانِ ان سوا کا پڑھنا برقی شکل ہے جس سے عبادت اللہ اس کو کھنڈ کر دیتے ہیں اور اپنے انہماک کو مٹا دیا اور اللہ جل پر چھنے کے لئے قرآنِ واحدیت کی تصریح سے محبت کو مٹا دیتے ہیں۔ اسی سلسلہ کی ایک یہ بات ہے کہ یہ لوگ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تھے۔ حالانکہ قرآن کریم میں آپ کو شہر فرمایا ہے آپ نے خود فرمایا کہ میں بشر ہوں لیکن یہ لوگ آیاتِ مبارکہ دیکھتے دیکھتے مانتے اور عجیب بات یہ ہے کہ محبت کے عہدِ ار بھی ہیں۔ یہ سب محبت ہے کہ جس سے محبت ہے اس کے ارشادات سے انحراف ہے۔ اسی طرف کی بہت سی باتیں مستشرقین نے۔ یہی قرآن کے نام پر پھیلا دینا ہے جس میں وہ ان کیلئے نام نہاد مسلمانوں کو استعمال کرتے ہیں ہم تحقیق کا اور کام اسلامیت سے انحراف ہونے کا اور دوسرا کام انحراف کرنے کا۔ اعلیٰ اللہ تعالیٰ من جمیع اعلیٰ القہن۔

انگریزوں کا اپنے اقتدار میں یہ طرفہ لاتی ہوا کہ کبھی مسلمان جہاد کے لئے کمر بستہ ہو جائیں اس لئے انہیں اس بہت کی ضرورت محسوس ہوئی کہ اسلام کی راہ سے جہاد کو منسوخ کر لیں۔ جہاد اسلام کا بہت بڑا عمل ہے۔ اپنے وفادار نام نہاد اطوار سے منسوخ کر دیتے تو کون۔ انہوں نے اس میں یہ طریق اختیار کیا کہ ایک شخص سے نبوت کا دعویٰ کر لیا پھر اس سے جہاد منسوخ ہونے کا اعلان کر دیا وہ سمجھتے تھے کہ اس طرح مسلمان جہاد کو منسوخ کر لیں گے۔ انہیں یہ پتہ نہ تھا کہ مسلمان مگر جان کے داغے ہوئے کی کافر فرقہ انداز میں گھر اس کی جھوٹی نبوت کا سامنے سے سامنا کر دیں گے۔ میر حالی انہوں نے اپنا یہ چرچا استعمال کیا لیکن ایک شخص سے نبوت کا اعلان کر کے جہاد کو منسوخ کرانے کی سعی ناممکن کی۔ بہت سے لوگ قبروں کے کنارے بیٹے ہوئے ہیں شرک و بدعات میں مبتلا ہیں عوام کو قبروں پر بدستے ہیں، چن چن سے چماتے ہیں۔ اگر کوئی شخص ان کے اس طریقہ کو غیر شرعی سمجھتا ہے تو کہہ دیتے ہیں کہ یہ لوگ اولیٰائے کونین مانتے ان لوگوں نے اولیٰائے کونین کے ہاتھوں کو جمل ساری دیکھا ہے اور کب دیکھا کہ ان کا وہاں طریقہ کے بہت سے انحراف ہیں جو دشمنِ دینِ دین کے نام پر لگاتے رہتے ہیں۔ اعلیٰ اللہ منہم۔

لَإِنَّ اللَّهَ اشْتَرَىٰ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ أَنْفُسَهُمْ وَأَمْوَالَهُمْ بِأَنَّ لَهُمُ الْجَنَّةَ يُقَاتِلُونَ فِي سَبِيلِ

بے شک اللہ نے مؤمنینوں سے ان بات کے عوض ان کی جانوں اور مالوں کو خریدا لیا کہ ان کے لئے جنت ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کی راہ میں

أَنَّهُمْ يُقَاتِلُونَ وَيُقَاتِلُونَ ۖ وَعَدًا عَلَيْهِ حَقًّا فِي التَّوْرَةِ وَالْإِنْجِيلِ وَالْقُرْآنِ ۖ وَمَنْ أَوْفَىٰ

لذات میں جس میں لکھ کر دیتے ہیں اور لکھ کر دیتے ہیں اس بات کا وعدہ ہے جو تورات، انجیل اور قرآن میں ہے۔ جو اللہ سے زیادہ اپنے وعدہ کو

يَعْهَدُ ۚ مِنَ اللَّهِ فَاذْكُرُوا بِبَيْعِكُمْ الَّذِي بَايَعْتُمْ بِهِ ۚ وَذَٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيمُ ۝

پر کرنے والا کون ہے۔ سو تم لوگ اللہ اس کا حق ہو جاؤ جس کا تم نے مہول کیا ہے اور یہ جہاد کا پہلی ہے۔

الَّذِينَ يَبِئِذٍ يُعْهِدُونَ الْعَهْدَ ۚ وَالْحَمْدُ لِلَّهِ ۚ وَالسَّابِقُونَ السَّابِقُونَ ۚ السَّابِقُونَ السَّابِقُونَ ۚ

جو اللہ سے اپنے وعدہ کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہی ہے۔ اللہ تعالیٰ ہی ہے۔ اللہ تعالیٰ ہی ہے۔ اللہ تعالیٰ ہی ہے۔ اللہ تعالیٰ ہی ہے۔ اللہ تعالیٰ ہی ہے۔

بِالْمَعْرُوفِ وَالنَّاهِيْنَ عَنِ النَّكَرِ وَالْحَافِظُونَ لِحُدُودِ اللَّهِ ۚ وَبَشِّرِ الْمُؤْمِنِينَ ۝

ہوئے تھے۔ اور، بدلی باتوں سے دیکھے والے ہیں اور نص کی حد کی طاقت کر کے والے ہیں۔ اور آپ سائنس کا انجینیئر ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے اہل ایمان سے جنت کے عوض ان کے جانوں اور مالوں کو خرید لیا ہے

مولانا مہتر علی (صفحہ ۳۲۶ جلد ۱) اور ان کثیر (صفحہ ۳۶۱ جلد ۲) میں جو حدیث کعب قرظی سے نقل کیا ہے کہ رب حضرت افسر بن ابی افسر
میں رسول اللہ ﷺ سے بیعت کرنے لگے (جو سرفرد تھے) ان کو اللہ میں رواہ جہ سے عرض کیا کہ یا رسول اللہ! آپ اپنے رب کے
لئے کھڑے ہیں جو چاہیں شرف و فائز میں آپ نے فرمایا کہ میں اپنے رب کے لئے اس بات کو شرف و فائز میں اس کی عبادت کرو گے
اور کسی چیز کو اس کا شریک نہیں بنائے گا اور اپنے لئے یہ شرف و فائز میں اس کی تم بھری اسی طرح حفاظت کرو گے جیسی باقی جانوں میں ہواؤں کی
حفاظت کرتے ہو۔ انہوں نے عرض کیا کہ یہاں شرفوں کو پہنچا کر یہی لگے ہمیں کیا ملے گا اس پر آپ نے فرمایا کہ تمہیں جنت ملے گی۔
کہنے لگے کہ یہ قتل کا سوا ہے ہم اس معاملہ کو کھینچیں کریں گے اس پر یہاں حدیث فرمائی کہ اللہ افسر بن ابی افسر سے فرمایا کہ میں اس سے
میں جہاد کی کافہ تعالیٰ نے مستحقین کی جانوں میں ہواؤں کی جنت کے بدلہ میں فرمایا ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ کا بہت بڑا انعام ہے کہ جہاد میں ہواؤں
سب کو کھانسی کا دوا ہوا ہے پھر بھی اس نے اس کا کام فرمایا اور یہ کہ دوا ہواؤں میں جان و مال خرچ کرنے کا حکم اور اس کی راہ میں مقتول
ہو جانے پر کچھ بھی عطا نہ فرماتا تو اسے اس کا حق تھا لیکن اس نے اپنی راہ میں جان و مال خرچ کرنے پر جنت عطا فرمادے گا کہ وہ دھرم ہو اور
وہ اس کی راہ میں بہت بڑی جنت دینے کا اعلان فرمایا۔ یہ اعلان سچا ہے اور وعدہ دیا گیا ہے۔ تو ریت و انگلی اور قرآن میں یہ وعدہ دیا گیا ہے اللہ
تعالیٰ سے جہاد کا وعدہ دیا کرنے والا کوئی نہیں ہے کیونکہ اس کا وعدہ سچا بھی ہے اور اسے ہر طرح کی قدرت بھی حاصل ہے۔ دینے والے
بعض مرتبہ وعدہ کر لیتے ہیں اور وعدہ سچا بھی ہوتا ہے لیکن قدرت نہ ہونے کی وجہ سے وعدہ دیا کرنے سے عاجز ہوجاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ
کا وعدہ مطلق ہے۔ وعدہ دے کر پورا کرنے سے عاجز نہیں۔ اللہ تعالیٰ سے جو معاملہ ہوتا ہے اس پر غوثی من کیں۔ اللہ تعالیٰ نے جو کچھ وعدہ
فرمایا تھا حق میں جان و مال وہ اس کو کھاتے کے لئے خرچ کرتے ہیں یا پناہ دیتی کیونکہ جگتے جو کچھ خرچ کریں گے اس کے عوض انہیں جنت ملے
گی۔ جنت کے سامنے اس معمولی سی قربانی کی کوئی حیثیت نہیں۔ یہاں خود اس کا حساب وہ بھی باقلم ادا اتار کے لئے یہ بہت بڑی
کامیابی ہے۔ حضرت ابراہیمؑ نے فرمایا یا مہم اللہ عروہ جل لاخلی الہم کہ اللہ تعالیٰ نے بندوں سے لیکن دین کا معاملہ کیا اور بہت زیادہ
حق جس چیز عطا فرمائی۔ جس نے فرمایا کہ اسمعوا علی بعدہ و یحذروا لیکن اللہ تعالیٰ کی طرف سے دوزخ کا معاملہ اللہ نے ہر مومن سے کیا ہے۔

آیت کریمہ **فَتَقَطَّلُونِ وَفَنَقَّلُونِ** فرمایا کہ مومنین! ان کی رگوں میں لالہ کرتے ہیں پھر کاروں کا قتل کرتے ہیں اور رگوں کو ہلاتے ہیں۔ رگوں کا تھیں مومن کے لئے خیر ہیں اور بعض عبادین کی رگوں میں ہی انہیں نصیب ہو جاتی ہیں۔ لالہ کاروں کا قتل کرتے ہیں پھر رگوں کو ہلاتے ہیں۔ سورہہ میں فرمایا **وَمَنْ يَفْعَلْ يَفْعَلْ لِنَفْسِهِ عَذَابٌ مُّهِينٌ** فَوَيْلٌ لِلْمُصَلِّينَ إِذَا دُخِرَ زُكْرُهُمْ أَفَتَضِلُّونَ أَمْ لَا يَعْلَمُونَ بِمَا فِي آلَتْهُمْ قِيلَ لَمْ يَكُنْ لَكُمْ قُلُوبٌ فَحَسْبُكَ مَا يَفْعَلُ اللَّهُ بِمَا يُشَاءُ (اور جو شخص اللہ کی راہ میں لڑے پھر وہ رگوں کو ہلاتے یا قاتل ہو جائے تو ہم اسے عقرب اور عقیم مٹا کریں گے) مومن کا قاتل ہونے میں بھی کافروں سے رگوں کو ہلاتے ہیں بھی۔ اگر مال قیمت مل گیا تو وہ بھی خیر اس سے ثواب داخل نہیں ہوتا۔ جبکہ وہ مقصود نہیں ہو۔ مقصود صرف اللہ کی رضا ہو۔

حضرت ابو جبریل علیہ السلام سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص اللہ کی راہ میں جہاد کے لئے نکلے گا، اس کا

انھوں (نہیں) دیکھی مقصد کے لئے نہیں ہے، صرف اللہ کی رضا مندی کے لئے اور اللہ کے رسولوں کی تعمیل کرتے ہوئے لکھا ہے اس کے بارے میں اللہ تعالیٰ کی ضمانت ہے کہ اسے جنت میں داخل فرمائے گا اس کو ثواب اور قیمت کے بل کے ساتھ اس کے گھر واپس لوٹے گا جہاں سے وہ گیا تھا۔ (رواہ المصنفی فی کتاب الجہد) مطلب یہ ہے کہ اگر مشہور ہو تو اس شہادت کی وجہ سے سختی جنت ہوگی اور اگر نہ ہو واپس آگیا تب بھی نقصان میں نہیں آئے لڑتے کا ثواب تو کہیں کیا ہی نہیں اور بعض مرتبہ اس ثواب کے ساتھ بال قیمت بھی مل جاتا ہے۔ کوہوطی صحیح البخاری (صفحہ ۳۹۱ جلد ۱) کو کل اللہ للمجاهد فی سبیلہ بان ہو قاتلہ ان یدخلہ الجنة او یرجعہ ما لجامع اجرو وغیرہ۔ (صحیح بخاری میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مجاہد کی تکمیل اللہ کے لئے جنت دی ہے کہ یا تو اسے شہادت دے کہ جنت میں داخل کرے گا یا وہ گھر واپس لوٹے گا اور قیمت کے ساتھ)

فائدہ..... مجاہد کی فضیلت بتاتے ہوئے جو روایات علیہ خفا فی الفجرۃ والا لاجل والقرآن فرمایا اس سے معلوم ہوا کہ حضرت یحییٰ علیہ السلام کے لئے بھی جہاد شروع تھا۔ یہ وہ مشہور ہے کہ شریعت میں جو جہاد نہیں تھا یا ان لوگوں کی تشریف ہے۔ جو حضرت یحییٰ علیہ السلام کی طرف اپنی نبوت کرتے ہیں اور اس نبوت میں بھولے ہیں۔ صاحب معالم الحق لکھتے ہیں۔ وہیہ دلیل علی ان اهل العمل کلہم امر و بال الجہاد علی ثواب الجہاد۔

مؤمنین کی صفات..... اس کے بعد مؤمنین کی صفات بتائیں اور یہ صفات ہیں۔ (۱) الصابغون (توبہ کرنے والے) (۲) الغالبون (مہارت کرنے والے) (۳) الصابغون (سمیرا کرنے والے) (۴) الصابغون (روزہ رکھنے والے) (۵) الراغبون (دعوت کرنے والے) (۶) الصابغون (سمیرا کرنے والے) (۷) الامرون بالحق والقرآن (بھائیوں کا حکم دینے والے) (۸) والظفون عن الشکر (اور ایمان سے روکنے والے) (۹) والصابغون یخوذو اللہ (اور اللہ کی حدود کی حفاظت کرنے والے) اور ان میں فرمایا ویشیر الغائبین اور ایمان والوں کو بشارت دے گا۔

الصابغون کی ترکیب ملتی ہے جو نے شمرین سے لکھا ہے کہ یہ جہاد ہے اور غیر جہاد ہے یعنی الصابغون ومن ذکر معہم ہم اهل الجنة ایضاً یعنی جس طرح ایمان کے لئے جنت کا وعدہ ہے اسی طرح سے دوسرے اہل ایمان کے لئے بھی جنت کا وعدہ ہے جو مذکورہ صفات سے متصف ہیں اور جس کی یہ ہے کہ جہاد عام احوال میں فرض میں نہیں ہوتا۔ جب فرض میں نہیں ہے تو جو لوگ اس میں مشغول نہ ہوں دوسرے دنیا کی کاموں میں لگے ہوں گے ان کے لئے بھی اللہ کی رضا ہے اور جنت ہے۔ اس جنت کی خوشخبری دینے کے لئے ویشیر الغائبین فرمایا۔

حضرت ابو ہریرہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے دو شان فرمایا کہ جو شخص اللہ پر ایمان کے رسول پر ایمان لایا اور نہ کافر نہ کافر کی اور رضایں کے روزے رکھے اللہ تعالیٰ کے نام ہے کہ اسے جنت میں داخل فرمائے گا وہ اللہ کی راہ میں جہاد کرے یا اپنی اسی زمین میں بیٹھا رہے جس میں پیدا ہوا ہے۔ صحابہ نے عرض کیا یا رسول اللہ! ہم ان لوگوں کو اس کی خوشخبری نہ سنائیں۔ آپ نے فرمایا کہ بلاشبہ جنت میں سو ہے جس میں نہیں اللہ نے تمہارے لئے اپنی تکمیل اللہ کے لئے جہاد کا حکم نہیں۔ پروردگاروں کے درمیان اتنا اختلاف ہے۔ جتنا آسمان و زمین کے درمیان ہے کہ جب تم اللہ سے سوال کرو جنت اللہوں کا سوال کرو تاکہ وہ جنت کا فضل واقعی حصہ ہو اور اس کے بعد پرکھ کر عرض ہے اور اسی سے جنت کی خبریں پوری ہیں۔ (صحیح بخاری جلد ۳۷ ص ۱۷۱)

مطلب یہ ہے کہ جنت اپنے دامن میں اپنے کمال اہل صالح کرنے سے بھی ملے گی لیکن مجاہدین کے لئے جہاد تعالیٰ نے سہولت تیار

سَأَلْتُ نَبِيَّ مَا كَانَ لِقَائِي وَالنَّبِيُّ أَمَّاؤًا تَالُفْتُهِمْ قُلْتُ لَقَائِي

خبر: ذی ابوابِ ظہیر (سورہ القصص) میں ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ نے اپنے چچا ابی طالب سے فرمایا کہ اے اللہ کے رسول! میں تو تمہارے لئے نکلتا ہوں، میں کا تو اس پر ابی طالب نے کہا کہ اگر قرآن مجھے یاد نہ دلاتے تو گھبراہٹ میں اس نے اے اللہ کا اقرار کر لیا تو میں اسے چاہ کر تمہاری انکس خطائی نہ کرتا۔ (ابن جریر میں ہے کہ ان کے چچا اور محرم پر ہی ان کی موت ہو گئی) جبکہ رسول اللہ ﷺ کے قلب میں سے ایمان لانے کا کلمہ پڑھا تو اللہ تعالیٰ نے آیت شریفہ اَنْتَ لَا يَهْدِي فِرْنَ غَلْتَ وَلَكِنَّ اللّٰهَ يَهْدِي مَنْ يَشَاءُ اسے سزا دل فرمائی۔ (آپ ﷺ کو چاہیں چاہت تھیں اسے کہتے تھیں اللہ جسے چاہے چاہت رہے اور واپس واپس لاتا رہے) حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ میں نے اللہ سے اپنی والدہ کے لئے استغفار کرنے کی ہجارت مانگی تو مجھے تو ہجارت سے نہیں دی گئی بلکہ میں نے ان کی قبر کی زیارت کی اجازت مانگی تو ہجارت فرمادی۔ (مسلم قبروں کی زیارت کرو۔ علامہ سہبائی میں ہے) (مسند احمد ج ۱ ص ۱۵۲)

فرہاد سب کو بتا دیا کہ اس نے اپنے ایک ساتر کو بے گناہ قتل کیا۔

اللہ تعالیٰ نے مہاجرین اور انصار اہل بیت جو تعریف فرمائی (اس کا کوئی کلمہ نہیں ہے) ان کی گمراہی میں نہیں ہا کریم ﷺ کا کھانا کیا، یہ کونسی نئی شے اور کیا مصیبت تھی اس کے بارے میں تجسیم و حدیث اور سیرت کی کتابوں میں جو کچھ لکھا جاساں میں سے ایک ہات حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے، انہوں نے بیان کیا ہے کہ حضرت عمرؓ سے کسی بے پروا کھانے کی دوا کیا گمراہی تھی جس کا قرآن مجید میں ذکر ہے اس پر انہوں نے جواب دیا کہ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ تو تک کی طرف دانت ہوتے سخت گری کا زمانہ تھا ایک حنظل پر اترے تو ہمیں سخت پیاس تھی۔ پیاس کی شدت کا یہ حال تھا کہ ہم پیچھتے تھے کہ ہادی کونسی بھی کٹ کر گر دیں گی۔ اگر کوئی شخص فغانے حاجت کے لئے بھیجے گا تو وہاں آئے میں پیاس کی شدت کی وجہ سے یہ کچھ لپٹا تھا کہ میری گردن کٹ کر گر جانے والی ہے۔ پیاس کی شدت کی وجہ سے بعض اشخاص نے یہاں تک کیا کہ دانت کو اناج کر کے اس کی اونچائی کو چھو کر پیا اور تڑپا حاصل کرنے کے لئے اسے اپنے پیٹ پر رکھا۔ حضرت ابو بکر صدیقؓ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ ﷺ تعالیٰ نے آپ کو دعا کر کے کامل عطا فرمایا ہے آپ اللہ تعالیٰ سے دعا کیجئے۔ آپ نے مبارک ہاتھ اٹھائے اور دعا کی اس کی باتھ لپٹیں کٹے تھے کہ بارش ہوئی شروع ہوئی اور خوب بارش ہوئی جس سے حاضرین نے اپنے سارے بدن بھر لئے۔ پھر ہم نے آگے بڑھ کر دیکھا کہ بارش کہاں تک ہوئی تو معلوم ہوا کہ وہ انگڑے کے حدود سے گزریں گی۔ (دیکھو

فتاویٰ فی مجمع الزوائد صفحہ ۱۹۳ جلد ۹ وقال رواد الزوائد الطبرانی فی الاوسط ورجال الزوائد)

معالمِ انطولی میں یہ بھی لکھا ہے کہ فرزاہ جو کہ میں جو حضرات شرکت کرنے کیلئے گئے تھے ان کے پاس سوار ہاں بھی بہت کم تھیں ایک ٹونٹ پر اس افراد پر سوار ہوئے تھے یہاں کے پاس فرش یعنی سڑکا جو سامان تھا وہاں کی کچھ یہی تھیں جن میں چھوٹے چھوٹے کیکڑے تھے جو پرانی کچھڑوں میں چڑھاتے ہیں اور کچھوٹے تھے جن میں دوڑوٹی جی تو چھوٹی بہت کچھ یہی تھیں وہاں کی ختم ہو گئیں تو کچھ کی چٹائیوں پر اس کے اوپر سے پانی پانی لپٹے تھے۔ سات سو کیکڑے مل کر ایک طرف سڑک بننے لگی اور سڑکی تکلیف کا یہ عالم نہیں حالات میں حضرات صحابہ کرامؓ نے فرزاہ جو کہ میں شرکت کی کہ تمام کھجوریں کھا لی گئیں ختم ہو گئیں اب یہ بعض لوگوں کو جو تھوڑا سا تھوڑا سا اور میں وہاں کی ساتھ ہو گئے۔

حضرات سجادؑ، کاظمؑ، باقرؑ اور رضاؑ کا یہی کوہِ پیکھے جن کی قریب اللہ تعالیٰ نے قربانی اور فدائیں کو کیئے ہو انہیں کا لڑکتے ہیں۔ عدا
ہم اللہ تعالیٰ۔

تین حضرات کا مفصل واقعہ جو نژادِ تہوک میں جانے سے روکے تھے

اس کے بعد ان تین حضرات کی توبہ قبول فرمائی کا خصوصی تذکرہ فرمایا جو شخص بھی تھے جو غزوہ تبوک میں ساتھ نہ گئے تھے انہوں نے بائبل کی جگہ کیا اور رسول اللہ ﷺ کی خدمت عالی میں صاف صاف عرض کر دیا کہ ہم بغیر خذ کے رو گئے تھے۔ یہ حضرات کعب بن مالک، بلال بن ابیہ اور سہل بن سعد تھے آیت کہ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا خُذُوا زِينَتَكُمْ میں اجمالی طور پر ان کا ذکر ہو چکا ہے یہاں دوبارہ ان کا تذکرہ فرمایا ہے کہ ان تین شخصوں پر بھی ایسی برائی تھی تو پھر فرمائی کہ جن کا معاملہ باقی کی گزرا کیا تھا ان تین حضرات کو زمین سے محکم مٹھو ہوئے گئی اور اپنے نفوس میں بھی عجب عسری کرنے لگے یعنی ان کا بیچارہ اور بیمار ہو گیا۔ اول تو اللہ تعالیٰ کی اور اس کے رسول ﷺ کی ناراضگی اور اوپر سے قتال کا حکم کر دیا کہ ان سے نہ بولے یہ سب باتیں ان کی بہت بڑی مصیبت میں اضافہ ہو گئے تھے جس کا واقعہ تفصیل سے حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ کی کتاب المعاد فی السنو ۶۳۰ ھ میں بیان کیا ہے۔

حضرت کعب بن لکھ نے بیان فرمایا کہ جب رسول اللہ ﷺ غزوہ سے فارغ ہو کر واپس تشریف لائے گئے تو مجھے بہت زیادہ ملکہ لاحق ہو گئی میں سوچتا رہا کہ میں آپ کی ناکامی سے کیسے لگھوں گا اس بد سے میں نے بھی طیال آیا تھا کہ جیسوئے خدا قریشی کروں اور اپنے گمراہوں سے بھی اس بارے میں مشورہ کرتا تھا جب آپ واپس آئے مدینہ منورہ کے قریب پہنچے تو جھوٹ بولنے کا جو خیال آیا تھا وہ بالکل ختم ہو گیا اور میں نے یہ طے کر لیا کہ کچھ یوں لگا ہوا کچھ ای کے ذریعہ آپ کی ہمارا تعلق سے نکل سکتا ہوں۔ یہاں تک کہ رسول اللہ ﷺ تشریف لے ہی آئے آپ کی عادت یہ تھی کہ جب سفر سے تشریف لاتے تھے تو اول مسجد میں جاتے تھے وہاں ۱۱ رکعتیں پڑھ کر تشریف لے جاتے تھے۔ جب آپ اپنے اس محل سے فارغ ہو گئے تو وہاں آگے جو غزوہ جنگ میں شریک ہونے سے پیچھے رہ گئے تھے۔ یہ لوگ حاضر خدمت ہونے اور اپنے اپنے خدا قریشی کرتے تھے اور قسمیں کھاتے رہے۔ یہ لوگ خدا میں اتنی سے کچھ اور تھے آپ ظاہری طور پر ان کے خدا قبول فرماتے رہے ان کو یہ بات بھی لڑا اور ان کے لئے اشتہار بھی کیا اور ان کے ہاتھں کو اٹھ کے پیر لڑا دیا۔

حضرت کعب بن لکھ نے بیان کیا کہ میں بھی حاضر خدمت ہوا۔ میں نے سلام عرض کیا آپ سکرانے پیچھے کوئی نصیب والا شخص سکرانہ ہو کر لڑا آیا آج میں آپ کی خدمت میں حاضر ہوا۔

آپ نے فرمایا انہیں کس چیز نے پیچھے ڈالا (غزوہ جنگ میں کیوں شریک نہیں ہوئے؟) کیا تم نے سواری نہیں خرید لی تھی۔ میں نے عرض کیا واقعی میں نے سواری خرید لی تھی۔ لہذا کی قسم اگر صاحب دنیا میں سے کسی کے پاس چھٹا تو میں اس کی ہمارا تعلق سے خدا قریشی کر کے نکل سکتا تھا میں بات چیت کرنے کا احکام جانتا ہوں لیکن میں سمجھتا ہوں اور اس پر قسم کھاتا ہوں کہ اگر آج میں آپ کے سامنے بھولتی بات قریشی کر کے آپ کو اتنی کڑی تو مغز عیب ہی اٹھاتی (کچھ بات بیان فرما کر) آپ کو کھوسے مارا میں کوئے گا اور اگر میں اپنی بات جان کر دوں تو آپ گھسے ہوں گے لیکن میں اس میں غصے سے سناٹی کی امید نہ کرتا ہوں۔ لہذا کی قسم مجھے کوئی خداوند خدا اور بھلائی ہو گئی میں اس موقع پر تھا جبکہ آپ سے پیچھے رہ گیا لہذا اس وقت وہاں وہاں میں بھی لگے تھے ہا۔ میری بات سن کر رسول اللہ ﷺ نے اور شاہ فرمایا اس شخص نے کچھ کہا پھر فرمایا کمز سے دو جاؤ۔ یہاں تک کہ اللہ تمہارے بارے میں فیصلہ فرمائے۔

حضرت کعب نے فرماتے ہیں کہ میں وہاں سے اٹھا اور قبیلہ بنی سہل کے لوگ میرے ساتھ ہوئے انہوں نے کہا لہذا کی قسم جہاں تک ہمارا علم ہے اس سے پہلے تم نے کوئی گناہ نہیں کیا۔ کیا تم یہ نہ کہنے کہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں اسی طرح خدا قریشی کرنا ہے جیسے دوسرے لوگوں نے اپنے خدا قریشی کئے اور پھر رسول اللہ ﷺ کا اشتہار فرمایا تھا کہ اسے کافی ہو چاہا۔ لہذا کی قسم ان لوگوں نے مجھے اتنی ملامت کی کہ میں نے یہ بارادہ کر لیا کہ ہاں چاہتا ہوں کہ اپنے بیان کو چھٹا ہوں (خود کوئی خدا قریشی کروں) پھر میں نے ان لوگوں سے کہا یہ تو خدا میرا شریک حال ہو گئی انہیں بھی ہے؟ انہوں نے کہا ہاں اتنی ہیں انہوں نے بھی اسی طرح اپنا بیان دیا ہے جیسا کہ تم نے بیان دیا۔ دوسروں کو وہی جواب دیا گیا کہ تم کو کیا گیا میں نے تو چھٹا ہوں کہ ان میں ہیں انہوں نے بتایا کہ مراد میں اللہ اور ہاں میں اسے جیسا۔ ان لوگوں نے میرے سامنے پیچھے وہ شخصوں کو کہ کیا جو صاحب میں سے تھے۔ میں نے کہا کہ میں بنی ہذیلوں کی ابتدا کرتا ہوں۔ جہاں کا حال ہو گا وہی میرا حال ہو جائے گا۔

حضرت کعب نے سلسلہ حکام جاری رکھتے ہوئے حرہ لڑا یا کہ رسول اللہ ﷺ نے مسلمانوں کو ہم نوا سے بات چیت کرنے سے منع فرمایا۔ لہذا لوگ ہم سے کچھ کر رہے تھے اور حکمران مل گئے۔ میرا تو یہ حال ہوا کہ میں بھی مجھے دوسری زمین معلوم ہونے لگی کہ

کہ میں اس زمین میں رہتا ہوں جسے جانتا بھی نہیں۔ رات دن برابر گزار رہا ہے جس میں مسلمانوں کے ساتھ نمازوں میں حاضر ہوتا تھا اور بازاروں میں نمونہ تھا لیکن مجھے سے کوئی بات نہیں کرتا تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میری حاضری ہوتی تھی۔ آپ نماز کے بعد حضرت فرما ہوتے تو میں سامع گوش کرتا اور اپنے دل میں یہ خیال کرتا تھا کہ سلام کے جواب کے لئے آپ کے ہوتے جاتے ہیں یا نہیں؟ لیکن آپ مجھ سے قریب نماز چڑھتا تھا اور نکلنے پر اگر آپ کی طرف دیکھتا تھا۔ جب میں نماز چڑھتا تھا تو آپ میری طرف توجہ فرماتے تھے اور جب میں آپ کی طرف متوجہ ہوتا تو آپ حاضر فرما لیتے تھے۔ یہ میرا حال تھا لیکن میرے جوارہ ساتھی تھے وہ ابھی عادی ہو کر اپنے گھروں میں چند بیٹا، برادر رہتے رہے۔

اس معاملہ کے زمانہ میں ایک یہ واقعہ پیش آیا کہ میں اپنے چچا زاد بھائی ابو القادہ کے بارگاہِ دیار پر چڑھا جس سے مجھے خدمت اور لوگوں کے سب سے زیادہ محبت تھی۔ میں نے سلام کیا تو انہوں نے جواب نہیں دیا۔ میں نے کہا ہے اب حق وہاں تمہیں اللہ کی قسم دیتا ہوں کیا تمہیں معلوم نہیں کہ میں اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کرتا ہوں یہ سن کر وہ خاموش ہو گئے۔ میں نے بھاری بات دہرائی اور ان کو قسم دلائی وہ پھر خاموش ہو گئے۔ میں نے بھاری بات دہرائی اور ان کو قسم دلائی تو انہوں نے انکار کیا یا فطرتاً و نزولاً اعلیٰ (اللہ اور اس کا رسول ہی زیادہ جانتے والے ہیں) ایہ بات سن کر میری آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے اور میں دواؤں جو کیا اور دواں بچاؤں کر چلا آیا۔

اور روزِ اربعہ پیش آیا کہ میں مدینہ منورہ کے بازار چار پانچا کر شام کے کاشکاروں میں سے ایک شخص جو فطہ بیچنے کے لئے مدینہ منورہ آیا ہوا تھا ان کو اس سے پوچھ رہا تھا کہ کب بن مالک کو ان شخص سے ملاؤگ کہ طرف اشارہ کرنے لگے۔ وہ میرے پاس آیا اور عثمان کے واسطے وہاں ایک خط لکھ دیا۔ جس میں لکھا تھا کہ مجھے یہ بات پہنچی ہے کہ تمہارے آقا نے تمہارے ساتھ تھی کا معاملہ کیا ہے اور اللہ نے تمہیں گراہ کر آئی نہیں جانا۔ فیضانِ تمہارا ہے پاس آ جاؤ تم تہمدی مدلدی کریں گے۔ یہ خط چڑھ کر میں نے اپنے دل میں کہا کہ کیا کیا اور آزمائش سامنے آگئی۔ میں نے اس خط کو لے کر خود میں جھوٹک دیا۔

مطالعہ کے سلسلہ میں ایک یہ واقعہ پیش آیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم تینوں کو حکم بھیجا کہ اپنی بیویوں سے بیحدار ہیں۔ جلال بن امیہ کی بیوی تو حاضر خدمت ہو کر ہڈیوں کے اہلات لے آئی کہ وہ بہت زیادہ زور سے ہیں جن کا کوئی خادم نہیں ہے آپ نے خدمت کی اپنا نہ دے دی اور نہ تھوڑی بہ فرما دیا کہ وہاں نبی صلی اللہ علیہ وسلم تھا جس کا کام میں نہ لایا جاسکے۔ میرے خاندان و احباب نے مجھے مشورہ دیا کہ تم بھی اہلاتِ طلب کرو کہ تمہاری بیوی تمہاری خدمت کر دیا کرے میں نے کہا کہ میں جڑوں آدمی ہوں میں ایسا نہیں کر سکتا۔ جب اس معاملہ پر مجلسِ دانش گرد گئیں تو نماز فجر کے بعد جبکہ میں اپنے گھر کی محبت پر بیٹھا ہوا تھا اور میرا حال وہ ہو چکا تھا جس کا قرآن مجید میں ذکر ہے کہ اپنی بیوی سے ٹکے آ گیا اور میں بھی میرے لئے اتنی کشادگی کے باوجود جگہ ہوتی تو میں نے ایک بلند آواز میں بھول سٹیل پر چڑھ کر کوئی شخص بلند آواز سے پکارا تھا کہ کب بن مالک خاموش ہو جا یا آ جاؤ جن کس جگہ میں گر چہ اور میں نے یہ کچھ لہجہ کہ مصیبت اور ہونے کی کوئی صورت سامنے آئی ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بات کا اعلان فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے ہادی توجہ قبول فرمائی ہے۔ یہ احسان نماز فجر کے بعد فرمایا تھا ان کان کن کرکوک میں خوشخبری دینے کے لئے رات ہوئے۔ میرے ساتھیوں کی طرف سے بھی خوشخبری دینے والے چلے اور ایک صاحب اپنے گھوڑے پر سوار ہو کر میری طرف چلے۔ لیکن قبیلہ بنی النظم کے ایک صاحب دوز کرکوک پر باز پر چڑھ گئے اور بلند آواز سے پکار کر توہنی خوشخبری سنائی۔ اس شخص کی آواز گھوڑے سے سارے پہلے پہنچی تھی۔ وہ آپ شخص میرے پاس پہنچ کر اس کی آواز میں سے نئی قسمی آواز سے میں نے اپنے دونوں کپڑے تار کر دے دیے۔ اس حالت میرے پاس بھی ایک کپڑا تھے (آواز)

(۳) بعض مرتبہ ابراہیم علیہ السلام کو ۲۰ سالہ ہو چکا ہے۔ حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ کی ناسخگی میں اور مقلدوں کی مصیبت میں جھکاؤ تھے اور یہ شواہد انسان کا یہ خطا کا قیام رہا ہے اس آجاذ ہم کہادی تقدیر الی کریں گے اللہ تعالیٰ نے انہیں ایمان پر اختلاصت بخشی اور انہوں نے اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی رضا مندی ہی کو سامنے رکھا اور بادشاہ کے خطا کو کھوس میں جھونک دیا۔ اگر وہ اس بدعت اپنے مزاج میں کیجے نہ جاتے اور شواہد انسان کی طرف چلے جاتے تو اس بدعت کی ظاہری مصیبت بظاہر دور ہو جاتی لیکن ایمان کی دولت سے محروم ہو کر آخرت پر باد ہو جاتی۔ اس قسم کے امتلاء بدعت اور احکامات سامنے آتے رہتے ہیں۔ بیش اللہ تعالیٰ سے اختلاصت کی دعا کرے اور اختلاصت پورے۔

(۴) حضرت کعب رضی اللہ عنہ مقلد کے بار جو مسجد میں حاضر ہوتے رہے نمازیں نہ پڑھتے رہے۔ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں سلام بھی پیش کرتے رہے۔ یہ بھی نہیں سوچا کہ چلو آپ نہ بھی تم چھوٹے جیسا کہ ان لوگوں کا طریقہ ہوتا ہے جن کا تعلق اصل نہیں ہوتا۔

(۵) جب اللہ اور اس کے رسول ﷺ کا حکم آ جائے تو اس کے مقابلہ میں کسی مزین قرع کی کوئی حیثیت نہیں رہتی۔ حضرت قتادہ جو حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ کے بچا زاد بھائی اور انہیں سب سے زیادہ محبوب تھے جب انہیں سلام کیا تو جواب نہیں دیا کیونکہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی طرف سے سلام کا حکم کی ممانعت تھی۔

(۶) جب آیت کریمہ نازل ہوئی جس میں تین حضرات کی توبہ فرمائے گا ذکر تھا تو حضرات صحابہ نے حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ اور ان کے دونوں ساتھیوں کو جملہ بیعت دینے کی کوشش کی اس سے معلوم ہوا کہ وہ اپنی معاملات میں کسی کو کوئی کامیابی حاصل ہو جائے جس کا اسے غم نہ ہو تو بیعت دینا چاہتے اور اس میں جلدی کرتی چاہتے۔

(۷) پھر جب حضرت کعب رضی اللہ عنہ نے بیعت کا اعلان کرنے کے بعد اپنے گھر سے نکلے تو حضرات صحابہ نے جوق در جوق ان سے بیعتیں کیں اور برابر انہیں مبارکبادیں دیتے رہے یہ مبارکبادی تو قبول ہونے پر بھی معلوم ہوا کہ وہ اپنی امور میں اگر کسی کو کامیابی ہو جائے تو اسے مبارکباد دینا چاہے۔

(۸) جب رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حضرت کعب رضی اللہ عنہ پہنچے تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کھڑے ہوئے اور اذن کران سے مصافحہ کیا اور مبارکباد دی اس سے معلوم ہوا کہ اپنی مبارکبادی کے ساتھ علی رضی اللہ عنہ پر مبارکباد دینا بھی مستحب ہے۔

(۹) آنحضرت کے لئے گناہ نہ کرنے کا عہد نہ ہوا جو کہ گناہ کیا ہوا اس پر عہد سے نام ہونے سے توبہ قبول ہو جاتی ہے (اور حقوق اللہ اور حقوق العباد کی جتنی کامیابی ہو وہاں ہے) لیکن توبہ کا قریب الی قبول ہونے کے لئے عہد کی کُل کرنا مستحب ہے۔ اور توبہ قبول ہونے کے بعد بطور شکر یہ کمال شہادت کہ ابھی مستحب ہے۔ ملاحظہ ہو جو مشورہ ہے اس میں یہی بات ہے کہ توبہ کی توفیق جلد ہو جائے اور قبول کرانے کے لئے نعمت کے ساتھ کوئی اور عمل بھی شامل ہو جائے حضرت کعب رضی اللہ عنہ نے توبہ قبول ہو جانے کے بعد جو یہ عرض کیا کہ میں نے اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے بطور صدقہ اپنا مال خرچ کرنے کی نیت کی ہے۔ یہ نیت اگر پہلے سے تھی تو ملاحظہ ہو جس کی طرف ایک عمل چلا اور اگر بعد میں نیت کی تھی تو بطور ادا نہ شرعی۔

(۱۰) حضرت کعب رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ میری توبہ کیا یہ بھی جڑ ہے کہ میں اپنا مال بطور صدقہ خرچ کروں۔ اس پر آنحضرت رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ سب خرچ نہ کر دو بلکہ مال دوک اور اس میں انہوں نے کہا کہ میں اپنا خیر و مال صدقہ لیتا ہوں۔ اس سے معلوم ہوا کہ یہ مال صدقہ کر کے پریشانی میں نہ نہ جاتے۔ بدعت اگر کسی نے یہ مال صدقہ کرنے کی ذمہ داری (جو زبان سے ہوتی ہے) تو اس کو یہ مال

حضرت محمد اللہ بن مریم سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جب میرے اندر چار شخصیں ہوں تو ساری دنیا بھی آ کر تجھ سے جاتی رہے تو کوئی ڈر نہیں۔ (۱) امامت کی حفاظت (۲) امامت کی بچائی (۳) اخلاق کی خوبی (۴) اللہ کی پابندی۔ (مسلم و نسائی ج ۲ ص ۲۴۵)

صادقین کی مصاحبت

بہی صادق کی فضیلت اور اہمیت اور اس کے مقابل جو مصرت کذاب ہے اس کی ذمہ داری اور شرافت و وقار صحت معلوم ہوئی۔ حضرت مسلم بن زید نے و کتبنا مع الصادقین کا ایک مطلب تو یہی لکھا ہے کہ کنو لو انہم علی صدیقہم جو لوگ صادقین ہیں انہیں کی طرح ہو جاؤ یعنی صادق بنی کو اختیار کر لو اور ان کی اصلاح و اقبال و اقبال میں صادقین کی مدد پر چلو اور جس واقعہ کے حصول یا عدم، نل ہوئی اس کی مناجات سے یہی معنی زیادہ اہم ہے۔ کیونکہ حضرت کب اور اس کے ہاں ساتھی جو بنی اکرم ہیں اور آپ کے صحابہ رضی اللہ عنہم کیساتھ جاتے سے دو گئے تھے وہ ان کے ساتھ مل صادق میں شریک نہ ہوئے تھے لیکن اتفاقاً کہ موم اس بات کو بھی ۲۲ ہے کہ صادقین کی صحبت اختیار کر۔ صحبت کا بڑا اثر ہوتا ہے۔ ابھی صحبت اور برائی صحبت دونوں بہت زیادہ اثر انداز ہوتی ہیں جو اچھوں کی صحبت اٹھائے گا اس میں خوبی پیدا ہوگی اور جو برائی کی صحبت میں رہے گا اس میں برائیاں آتی رہی جائیں گی اور اس کا پس برائیوں سے ہٹوں ہو جائے گا اسی لئے رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا لا تضارب الا تضارب ولا تلتق الا تلتق۔ صرف مومن کی صحبت اختیار کر اور جویر لکھا (یعنی طعام ضیافت) متلی کے ساتھ کوئی نہ کھاے۔ (رواہ ترمذی) حضرت ابو ہریرہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ انسان اپنے دوست کے دین پر ہوتا ہے سو تم میں سے ہر شخص خود کرے کہ اسی دوستی کس سے ہے۔ (رواہ ترمذی) (اگر اچھے لوگوں سے دوستی ہے تو تو اچھا آدمی ہے اور برے لوگوں سے دوستی ہے تو کچھ لے کر برا آدمی ہے)

پس ہر شخص کو معاشرت کے لئے اچھے چنے کے لئے مسافرت کے لئے اور مصاحبت کے لئے صادقین کی صحبت اختیار کرنا لازم ہے جیسے ساتھی ہوں گے وہ اپنی خود ہونے کا گھر پائیں گے جو ہے جس کا مومن مشاہدہ کرتا رہتا ہے آیت میں اس طرف بھی اشارہ ہے کہ میں کے ساتھ ہونے میں گھڑی کی مفت سے نصف ہوں گے گھڑی کا گھر رہنے کے بعد چلوں گے ساتھ ہونے کا گھر واپس اپنے لئے بھی صادقین کی مصاحبت کا فکر کریں اور اپنی دکان کے لئے بھی ایسی کوہیں صادقین کے ساتھ بھی ہیں ان کی کتابیں بھی پڑھیں۔ کتاب بھی بہترین ساری ہے مگر کتاب ابھی ہو اچھی کتابی ہو اور اچھے لوگوں کی اسی ہوتی ہو۔

مَا كَانَ لِأَهْلِ الْمَدِينَةِ وَمَنْ حَوْلَهُمْ مِنَ الْأَعْرَابِ أَنْ يَتَخَلَّفُوا عَنْ رَسُولِ اللَّهِ

۱۔ چاہے وہ ان کے اسی گھر کے رہنے والے اصحاب کے لوگوں کے لئے پڑ جائیں خواہ کہ رسول اللہ کے ساتھ چاہنے سے چھوڑ جائیں اور نہ

وَلَا يَرْعَبُوا بِالنَّفْسِ عَنْ أَنْفُسِهِمْ ۚ ذَلِكَ بِأَنَّهُمْ لَا يُصِيبُهُمْ ظَمَأٌ وَلَا نَصَبٌ وَلَا

بیت کہ وہ رسول اللہ کو چھوڑ کر اپنے جانوں کو بے کر چھوڑ جائیں۔ یہ ان وجہ سے کہ انہیں جو بھی کوئی جان یا گھٹن یا بھوک اللہ کی

لَا مَخْصَصَةٌ فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَلَا يَفْطِنُونَ مَوْطِئًا يَغِيظُ الْكُفَّارَ وَلَا يَكُلُّونَ مِنْ عَذَابٍ

وہ میں بچتے ہیں نہ وہ کسی جگہ کو ختم رکھتے ہیں جس سے کاروں کو چلے جاتی ہے اور جس سے جو بھی کوئی جگہ لے لیتے ہیں تو اس سب کی

تَبَيَّنَ إِلَّا كَثِيرٌ لِّمَن يَهْدِي اللَّهُ لِمَا يَشَاءُ إِنَّ اللَّهَ لَا يُضَيِّعُ أَجْرَ الْمُحْسِنِينَ ۝ وَلَا

یَنفِقُونَ نَفَقَةً صَغِيرَةً وَلَا كَبِيرَةً وَلَا يَقْطَعُونَ وَادِيًا إِلَّا كُتِبَ لَهُم لِيَجْزِيََهُمُ

اللَّهُ أَفْضَلَ بِمَا هُمْ عَلَىٰ قَوْلِهِ سَاهُونَ ۝

اللَّهُ أَحْسَنُ مَا كَانُوا يَعْمَلُونَ ۝

اللہ ان کو ان کے عمل پر بہتر سے بہتر جزا دے گا۔

فی سبیل اللہ سفر اور خرچ کرنے پر اجر و ثواب کا وعدہ

رسول اللہ ﷺ کے پیارے ہیں۔ اللہ کے رسول ہیں۔ حضرات میں خود شریف لے جاتے تھے تمام تکلیفوں میں جس جس شریک ہوتے تھے آپ نے اپنے لئے کوئی آرام کی صورت نکالی بلکہ اپنے صحابہ رضی اللہ عنہم کو تکلیف میں چھوڑ دیا ہوا یہاں ہرگز نہ تھی ہوا آپ پر تکلیف میں شریک تھے بلکہ اپنے ساتھیوں سے بڑا بہت کرتے تھے، تکلیف اٹھاتے تھے۔ ان حضرات میں کوئی شخص خواہ مال سے یا خود اس کی پس کے رہنے والے یا بیاتچوں میں ہو کسی کے لئے یہ کہاں رہا ہو سکتا تھا کہ آپ تو غزوہ میں چلے جائیں اور خود اپنی جان کو پیش آ رہا ہو حفاظت کے ساتھ اپنے گھر میں گئے ہوئے ہیں۔ ایسی محبت کا تھا شاہکی تھا کہ آپ کے ساتھ لکل مکڑے میں اپنی بڑھ چڑھ رہے، ساتھ نہ جائیں تو یہ دوسری بات ہے جو کہ غزوہ ہو کہ میں آپ کے ساتھ جانے سے روک چکے تھے جن کا کہنا ہے ہوا انیس اور تمام صحابہ کو شہر لہا دیا کہ اللہ کے نبی کو چھوڑ کر گھروں میں بیٹھے رہا ان کی تحریکوں کے خلاف ہے۔ ہاں اللہ کے رسول اللہ ﷺ نے خود ہی اپنی جانب سے یہ دیکھنا چاہا کہ اگر آپ کے پیچھے انتظام نہ کیا جائے (یہ محمد بن مسلمہ روایت کیا ہے) کے مطابق سارے بنی مریض تھے انہیں رسول اللہ نے غزوہ ہو کہ کے ساتھ پہنچا لایا تھا یہ رسول اللہ ﷺ نے اپنے گھروں کی دیکھ بھال کے لئے اپنے پیچھے چھوڑ دیا تھا (یہ حضرت علی مرتضیٰ کریم اللہ وجہ تھے) ان حضرات معذور ہیں تھے وہ اس سے مستثنیٰ ہیں۔ یہ شریف کا بیاق اور طرز بیان اس بات کا متعلق ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ جہاد میں جائیں تو کسی کے لئے بھی یہ جائز نہیں کہ آپ کے پیچھے نہ جائے اسی لئے بعض علماء نے اس آیت سے استدلال کیا ہے رسول اللہ ﷺ کے زمانہ میں جہاد کا فرض نہیں تھا اور بعض حضرات نے فرمایا ہے کہ یہ حکم اس وقت جب مسلمان تھے جب مسلمان قعدہ میں زیادہ ہو گئے تو یہ حکم منسوخ ہو گیا۔ (کہا کرتی تھیں)

جو تین حضرات مومنین انیس میں پیچھے رہ گئے تھے ان کا ذکر تفصیل سے چند صفحات پیچھے کر دیا ہے پیچھے رہنے والے تھیں میں حضرت ابو بکرؓ بھی تھے جب رسول اللہ ﷺ اپنے لشکر کو لے کر حاکم کی طرف روانہ ہوئے تو مومنین بھی رہے بل کے ساتھ لوگ گئے تھے۔ بلکہ وہ راستہ سے واپس ہوتے رہے۔ راستہ سے واپس ہونے والوں میں حضرت ابو بکرؓ بھی تھے حضرت عمرؓ بھی تھے اور مصعبؓ بھی تھے۔ یہ بھی راستہ سے واپس آئے تھے ان کی وجہ اس تھیں۔ واپس آئے تو دیکھا کہ ہاں میں وہ چھوڑ دیں گے پیچھے ان کی وجہ میں سے ہوا چھوڑ رہا ہے اور کھانا چار کر کھا ہے۔ ابھی روزانہ میں کسی مکڑے تھے کہ اپنی انگلیوں میں اور انہوں نے جو چھوڑا کر کھا تھا اس میں سب ہر گھر بڑی اس کو دیکھ کر کہنے لگے کہ رسول اللہ ﷺ جو سخت گری میں ہیں اور ابو بکرؓ خط سے سارے میں ہیں اس کے لئے کھانا نہ خرچ ہے اور اس کی

(مستحبہ صحت خفہ پر مجبور کر کے محفوظ نہ ہو چکا ہو یا چاہے) اگر ان کی غائبی کا محفوظ رکھنا احادیث شریفہ اور ان سے مصحف علوم کو محفوظ رکھنا، قرآن مجید اور احادیث شریفہ سے جو احکام و مسائل مستحبین نے مستحبہ کے ہیں ان کا محفوظ رکھنا بلکہ علوم عربیہ صرف علوم اسلامیہ ہیں اور عربی لغت کا باقی رکھنا بھی لازم ہے کیونکہ ان چیزوں پر قرآن مجید و حدیث کا فہم متوقف ہے اگرچہ چیزیں محفوظ نہ ہوں گی تو علمین اور زہدین اپنے پاس سے حفاظت کرتے کریں اور قرآن و حدیث کے حفاظ اور مولیٰ بدل دیں گے۔ ہر شخص پر حفاظت اسلام کا ہونا اور ان کا حق و دین ہزار کے احکام و مسائل چاہنا اور نفاذ کرنا اور پورا رکھنا تعلیمات و احکامات کے مسائل چاہنا اور ان کی احکامات کا چاہنا جن سے ہر شخص کو روزانہ واسطہ ہے تاہم یہ فرض نہیں ہے۔ جو لوگ تہادت کرتے ہیں ان کو تہادت کے مسائل چاہنا فرض نہیں ہے ایسی طرح جو لوگ زراعت میں صنعت و حرفت میں عداوت میں لگے ہوئے ہیں اپنے اپنے مشاغل اور مکاسب کے بارے میں احکام و مسائل سمجھیں جو حق پر فرض ہیں یہ تاکہ خلاف شرع طریقوں سے مل نہ لگائیں۔ بحث بھی کریں اور اہل حرام ملے اور اہل حلال سے مل کر خلاف شرع امور کا ارتکاب کر کے ان کو گارہوں اس سے بچنے کا بھی طریقہ ہے کہ اپنے اپنے کام و بار اور کام کمان کے بارے میں شریعت کے احکام معلوم کریں جن کے پاس مال ہے وہ خصوصیت کے ساتھ جو بزرگوار اور اعلیٰ درجہ کے مسائل معلوم کریں۔

لوگوں کو دیکھا جائے کہ غیر قرصوں کی طرح اپنے کاروبار کو دیکھتے ہیں اور جیسے چاہتے ہیں زندگی گزار لیتے ہیں نہاں بیوی کے حقوق کا بچہ، نہاد ان کی تعلیم کی خبر نہاں باپ نہ دیکھتا قرآن کے حقوق کی مانگیں کا طریقہ حال کمانے کا وہاں یہ طریقہ اہل ایمان کا طریقہ نہیں ہے۔

نقدی دیکھا جائے کہ مہمداں میں اس بات کا تسلیم بہت زیادہ عام تھا۔ حضرت امام ابو حنیفہؒ نے زندگی قریب کرتے ہوئے فرمایا معروفہ النفس مالہا وما علیہا کہ ہر شخص کا یہ بیان لینا کہ میری ذمہ داری کیا ہے۔ میں نہ تو آخرت میں کسی کن چیزوں کا مسئلہ ہوں اور دنیا کیا چیزیں ہیں جن کا انہوں نے میرے سامان ہے۔ حقوق اللہ ہوں یا حقوق العباد ان سب کو جانے اور جاننے کے مطابق عمل کرے۔ اس میں ہر مسئلہ دین کا دیکھا جاتا ہے جان پر نذر کرنا آگیا۔ حقیقت یہ نقدی بہت جاہل قریب عداورہ بظہور نفس الدنیا کے تسلیم میں یہ سب احکام اور مسائل آجاتے ہیں احکام و مسائل کا جو علم عداورہ مسرور و عقب اور ذکر نفس سے متعلق ہیں اور نقصان سب کو نشان ہے حضرت حق سے کسی نے بکھریاقت کیا انہوں نے کچھ جواب دے دیا مسائل نے کہا کہ دوسرے فقہاء آپ کی مخالفت کرتے ہیں، انہوں نے فرمایا تم نے کوئی عقیدہ کیا ہے اس کے بعد نقدی کی قریب کرتے ہوئے فرمایا انصاف علیہ الزائد فی الدنیا والواقب فی الآخرۃ، البصیر بطلبہ المعلوم علی عبادۃ ربہ الورع الکفاف عن احوال المسلمین الضیف عن احوالہم الناصح لجماعتہم۔ یعنی عقیدہ ہے جو غایت سید ثابت ہوا اہل حق کی طرف انصاف ہو، اپنے دین میں ہمسرت رکھنا ہو، اپنے آپ کی عبادت میں لگا ہوا ہو، پرہیزگار ہو، مسلمانوں کی سبقت دینے کے بارے میں نہ جتا ہو (یعنی ان کی تفتیش نہ کرنا ہو) ان پر تہمت نہ دینا ہو (ان کے دلوں سے دوسرے جتا ہو اور مسلمانوں کی صداقت کا غیر خواہ ہو)۔ (دارالافتاء ص ۱۸۷)

نقد فی الدین بہت بڑی دولت ہے جس کو بھی حاصل ہو جائے وہ بڑا سعادت مند ہے۔ حضرت معاویہؓ سے ایک روایت ہے کہ رسول اللہؐ نے ارشاد فرمایا من عود علیہ بعد عیوبہ یظہر فی الدنیا کا نقدی جس کو غیر سے نذر لے گا اور افراتے ہیں اسے نقد فی الدین کی دولت دیا فرماتے ہیں۔ (کنز الدرای ص ۱۷۱) حضرت مہمداں میں عباسؓ کو مدہ دیتے ہوئے رسول اللہؐ نے فرمایا کہ اہل حق میں ہیں عرض کیا انھم یظہر فی الدنیا۔ کہ اسے صداقت فی الدین نصیب فرما حضرت عمرؓ نے فرمایا یظہر اقبل ان تسودوا یعنی اس سے پہلے نصیب نہ ہوا کہ تم کو سردی پہرہ کی جائے۔ (یعنی اگر مریض سے نقد میں لگتا چاہیے)۔ (کنز الدرای ص ۱۷۱)

یہ حضرات آیت قرآنیہ اور احادیث نبویہ سے غیر مشغول مسائل کا استنباد کرتے ہیں جیسے انہوں نے کیا یہ بھی فتویٰ الہی ہیں۔ اور جو مکمل اصلاح قلوب اور تزکیہ نفسوں کے عمل میں لگے ہوئے ہیں اور امت کی دنیاوی اور اخروی ترقی میں سچے رہتے ہیں وہ بھی فتویٰ الہی میں لگے ہوئے ہیں۔ بعض لوگ خدا کا نام سنتے ہی کانوں کو باجمہ جھرتے ہیں اور گویا اس کو بدعت سمجھتے ہیں۔ حالانکہ قرآن مجید میں اس کا اہم درجہ ہے کہ حدیث شریف میں اس کے بارے میں فرمایا ہے کہ حدیث نبوی جیسے خیر سے توڑنا چاہیں اسے فتویٰ الہی سے توڑنا دیتے ہیں۔ یہ لوگ کہتے ہیں کہ فتویٰ الہی کیا ضرورت؟ حدیث دیکھ کر عمل کر لیں گے۔ حالانکہ حدیث پر عمل کرنے کے لئے بھی ضرورت ہوتی ہے تاکہ منسرباد نہ بن جائے۔ تاہم بہرہ بری طور پر جو تعداد میں ہوا کہ کفر کفر کرنے کے لئے تطبیق بین الاحادیث کی ضرورت ہوتی ہے یہ لہرہ غیرہ۔ قابل صاحب البدو المختار واعلم ان تعلم العلم یكون لفرص عين وهو بغير ما يحتاج للبدن و لفرص كسليه وهو ما زاد عليه لتسليع غيره و مستوفى ما هو الشرح في القفه و علم القلب و حرام وهو علم الفلسفه و لتسبيد و التسخيم و الرمل و علوم الطبعين و السحر و الكهانة و افعال الشمس في حاشية قوله علم القلب هي علم الاصلاني وهو علم يعرف به انواع الفضائل و كيفية كسبها و انواع الرذائل و كيفية اجتنابها (رد المحتار ص ۳۸) صاحب دہلوانے فرمایا ہے کہ جان لے ایک علم کا حاصل کرنا فرض میں ہے اور وہ علم کی اتنی مقدار ہے جو دین پر عمل کے لئے ضروری ہو اور ایک علم لفظ کا ہے اور یہ وہ ہے جو اپنے عمل سے ناکام ہو دوسرے کے کسب کے لئے اور ایک متعدد ہے اور یہ قدس ہدایت حاصل کرتا اور انہوں کا علم ہے۔ اور ایک علم عام ہے اور یہ علم شعبہ ہاڑی، نجوم، بدل، بادہ و بی کا علم اور چاروں کا کمال ہے۔ علامہ شبلی نے ماثیل میں کہا ہے علم بدل سے مراد ہے علم اختلاف اور یہ وہ علم ہے جس سے فساد کی اقسام اور ان کے حاصل کرنے کا طریقہ معلوم ہوتا ہے اور برائیاں کی اقسام اور ان سے بچنے کا طریقہ معلوم ہوگا ہے)

قائدہ..... الفتاویٰ تفسیر فقہنا اب تکمیل سے ہے۔ صاحب روح المعانی سمجھتے ہیں کہ یہ کس بات پر دلالت کرتا ہے کہ لفظ سے حاصل ہوگا یعنی اس میں تکلیف المعانی نہ ہوگی۔ اور اخیر بحث اور کوشش کے حامل نہ ہوگا۔ نیز صاحب روح المعانی یہ بھی سمجھتے ہیں کہ لیسلووا سے یہ بھی معلوم ہوا کہ علم دین نہ جانے والے کی فرض اور شہادۃ اور ایمان ہونی چاہئے یعنی سورہ نحر کی تفسیر سے اور کتابوں کی تفصیل بتائے اور ان سے بچنے کی تاکید کرتے اور محکم کا مقصود بھی خوف و خشیت اور علم حاصل کر کے شریعت پر چلنے کی ہمت کرتے اور خوف و خشیت کو اپنی زندگی کا اولیٰہ بنائے۔ دنیا حاصل کرنے اور نہ اپنے کی نیت سے علم نہ پڑھے۔ حضرت حسن مہرئی سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جسے اس حال میں موت آگئی کہ وہ اسلام نہ نہ کرے اس کے لئے علم طلب کرنے کے لئے علم طلب کرنا اچھا قرآن کے اور نبیوں کے درمیان ایک ہی اور ہے کہ فرق ہوگا۔ (رد المحتار ج ۱ ص ۸۵)

چونکہ یَنْفَعُ الْفَقِيرَ ابی الفقیہ کے بعد یَنْفَعُ الْغَنِيَّ وَ يَنْفَعُ الْغَنِيَّ ابی الفقیہ میں فرمایا اس لئے اصحاب علم پر ضروری ہے کہ جو لوگ بھی علم دین حاصل کرنے کیلئے ان کے پاس پہنچیں ان کی ضرورتی۔ امدادی اور دلداری کریں۔ حضرت ابو سعید خدری سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ بلاشبہ لوگ تمہارے تابع ہوں گے۔ یہ حضرات صحابہ کو خطاب ہے اور بہت سے لوگ تمہارے پاس زمین کے دور دراز گوشوں سے آئیں گے۔ تاکہ وہ فتویٰ الہی حاصل کریں، اس وجہ تمہارے پاس آئیں کہ تم ان سے انہی طرح خوش آگامی تمہیں اس کی ہمت کرتا ہوں اور ان حدیث حضرت ابو سعید خدری کا طریقہ تھا کہ جب کوئی طالب علم ان کے پاس پہنچتا تو فرماتے تھے منہ خفا! بوصیہ رسول اللہ ﷺ (کہ رسول اللہ کی ہمت پر عمل کرتے ہوئے میں تمہیں خوش آمدید کہتا ہوں۔) (رد المحتار ج ۱ ص ۸۵)

حضرت ابو بکر صدیق سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ تم تو کہیں کو اس طرح پاؤ گے جیسے (سوئے چاندی کی) کانٹیں ہوتی ہیں (یعنی اللہ تعالیٰ نے انسانوں کے اندر مختلف قسم کی قوت اور استعداد رکھی ہے)۔ چالیس کے اندر میں جو لوگ (مکار اور) خلاق اور مکار اور افعال کے اعتبار سے بہتر تھے اسلام میں بھی وہ بہتر ہوں گے۔ جبکہ وہ قلیہ ہو جائیں۔ (ابو سلمیٰ ص ۳۷) جب اسلام میں داخل ہو کر قلیہ ہوں گے تو اپنی استعداد کو کوئی لمحہ کے مطابق خرچ کریں گے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا عقبہ و احد اللہ علی الشیطان من الف عابد۔ یعنی ایک فقیر شیطان پر ہزاروں عابدوں سے بہتری ہے۔ (ابو حریزہ رضی اللہ عنہما ص ۱۸)

قلیہ کے بارے میں یہ جو فرمایا کہ وہ ہزاروں عابدوں سے بہتر ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ جو شخص صرف عبادت گزار ہو شیطان کے کمر درپرب اور بہانے کے طریقوں سے واقف نہیں ہوتا شیطان اسے آسانی سے دھوکا دیتا ہے اور جو شخص فقیر ہو وہ شیطان کے داک گھات کمر درپرب اور بہانے کے طریقوں کو جانتا پہچانتا ہے۔ وہ اپنے علم و فہم کے ذریعہ خود بھی شیطان کے کمر درپرب سے محفوظ رہتا ہے اور دوسروں کو بھی پہچانتا ہے۔

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ اس شخص کو تہذیب زور کے جو میری بات کو سننا، یاد رکھنے اور اسے دوسروں تک پہنچانے۔ کیونکہ بہت سے حال پیدا کیے جاتے ہیں جو خود غلطی نہیں کرتے اور بہت سے حال نقد اپنے ہوتے ہیں جو اس شخص کو پہچان دیتے ہیں جو ان سے زیادہ قلیہ ہو۔ (مشکوٰۃ ص ۱۷۷)

اس حدیث سے یہ معلوم ہوا کہ احادیث شریفہ کے لحاظ بری الحافظ سے جو مسائل ثابت ہوتے ہیں ان کے علاوہ ان میں دوسرائی بھی ہیں جن کی طرف ہر شخص کا ذہن نہیں پہنچتا جن کو اللہ تعالیٰ نے فہم کی دولت سے نوازا ہے وہ ان مسائل اور احکام کو سمجھتے ہیں، احادیث کی مہارت اور سچائی و حکام پر مدد بیان اور وہ حالات سے انہیں وہ چیزیں مل جاتی ہیں جو ان کو نہیں تھیں جو فقہ سے عاری ہیں۔ اسی لفظ یعنی دینی سمجھ کا کام میں لانے کا نام استدلال ہے۔

یہ تو معلوم ہو گیا کہ دین اسلام میں اللہ تعالیٰ کی بہت زیادہ اہمیت اور ضرورت ہے لیکن اس میں فرماؤ کہ طریقہ پائی جاتی ہے ایک جو امت کو اس لیے جسے فقہ کے نام سے ہی جڑ ہے اور ساتھ ہی ان میں یہ غفلت ہے کہ احادیث شریفہ کی پوری کتابیں بھی نہیں پڑھتے پڑھتے ہیں چہر منتخب احادیث یا کتب کے لئے دینے لگتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ امام بخاری اور امام ترمذی اور امام شافعی اور امام مالک میں کوئی فرق نہیں۔ اور ایک جو امت ایسی ہے جس نے اسناد سے قرآن پڑھنا حدیث پڑھی خود عالم ہیں۔ یہ لوگ سمجھتے ہیں کہ ہمیں اپنی سمجھ سے دینی احکام جاننے اور لکھنے دینے کا حق ہے یا یہ لوگ سخت کمر لیاں میں دھکا دیں یہ لوگ ذہنی غریبی جانتے ہیں نہ صرف اہمیت و اہمیت ہیں۔ خود جو استدلال سے باخبر ہیں نہ ضابطہ و باہمیت کی کتابیں پڑھیں نہ خلافت برہانی ہیں، حروف صلیب اور حروف ذمہ کو بھی نہیں پڑھتے لیکن اپنی جاہلانہ ذہن سے کوئی نہ کہنے کو چاہتے ہیں۔ اور ساتھ میں یہ بھی کہتے ہیں کہ اجتہاد ختم نہیں ہوا اور اس بات کی لینہ میں وہ اپنے کو مجتہد قرار دینا چاہتے ہیں۔ اور اس اجتہاد کی اہمیت سے بھی واقف نہیں۔ میں نے ان لوگوں کے لئے چند سوال رکھے ہیں عزیز طلبہ سے ان لوگوں کا واسطہ پڑے تو ان سے دریافت کریں کہ انفسہم کیا مصلحت ہے اس کے حروف صلیب کیا ہیں؟ کوئی حرف کم ہوا تو کس اصول سے؟ نیز یغفرؤن اور یغفرؤن میں نقلی معنی کیا فرق ہے؟ انہوں کے حروف صلیب کیا ہیں؟ اور حروف ذمہ اور ذمہ کو بیان فرمائیں؟ اور یہ بتائیں کہ بعض ضوون اور فم فن لا یغفرؤن اور ذلک کیا مصلحت ہے کس باب سے ہے؟ اور یہ بھی واضح کریں کہ فاعل منکلف مخفوف اور فاعل منکلف منکلف ہیں ان میں نام، فعل، حرف کیا ہیں اور ساتھ ہی معرب ہی کی تفسیر بھی کرتے ہیں۔ اجتہاد، استدلال اور بحث

کوئی علوم کا لفظ نہیں ہے جس کا دل چاہے مجتہد اور فقیر ہی جائے۔ یہ ضروری باتیں اور حاضر کے بے چارے مجتہدوں سے امت کو محفوظ رکھنے کے لئے لکھی گئیں ہیں۔

آیت ہادیہ اخیر جہ پر بھی لکھی ہے کہ لِيَسْتَفْهِمُوا اور وَلِيَسْتَنْبِذُوا کی خبر ان لوگوں کی طرف دانی کی ہے جو مکرہوں کو چھوڑ کر باہر نکل گئے اس صورت میں باہر نکلنے والوں سے علم کے لئے سوز کرنے والے مراد ہیں اور مطلب یہ ہے کہ جس طرح جہاد کے لئے جہاد میں جاتی ہیں اسی طرح طلب علم کے لئے بھی اہل ایمان باہر نکلیں اور باہر نکل کر علم حاصل کریں۔ پھر ہمیں ہمارے لوگوں کو اپنی حکمائیں اور ائمہ سے ذرائع جو طلب علم کے لئے باہر نکلے تھے۔ یہ تفسیر ہادیہ کا م سے قریب ہے۔ صاحب درجہ المعانی نے یہ تفسیر لکھ کر لکھا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے بعض اصحاب دین باتوں میں چلے گئے تھے اور ان کی چیزوں سے متعلق ہوئے اور ساتھ ہی لوگوں کی ہدایت کے کام میں مشغول رہے۔ اس پر لوگوں نے کہا کہ تو جہاد سے پاس آ کر بھی کس گئے اور اپنے ساتھیوں کو چھوڑ آئے یہ بات سن کر انھیں رنج ہوا اور دینا بات چھوڑ کر رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو گئے۔ اس پر آیت نازل ہوئی کہ جس سے ان کی پریشانی دور ہو گئی کیونکہ جو علم حاصل کیا ہے دینا بات میں رہ کر اس کا پہلا نام دینا بات دینے کی کوشش کرنا بھی ایسا ہی خاص میں شامل ہے۔ لِيَسْتَفْهِمُوا اور وَلِيَسْتَنْبِذُوا کا مرقع ہادیہ کی ہوا اور جہاد جو تفسیر میں جو علم بھی اختیار کیا جائے ہر حالت میں آیت شریفہ سے یہ بات معلوم ہوئی کہ ایک جماعت کا تعلق فی الدین میں مشغول اور ضروری ہے۔ یہ لوگ خود علم دین حاصل کریں اور پھر اپنی قوم کو علمی باتیں سکھائیں اور انہی سے آگاہ کریں۔ تاکہ قوم کے افراد کو ہدایت دی سے بچا سکیں۔

جیسا کہ پہلے عرض کیا گیا ہے دین اسلام میں بہت پیچیدہ ہے۔ انسانوں کی زندگی کے تمام شعبوں پر حاوی ہے اسلام کے تمام علوم کو محفوظ رکھنا فرض نکاح ہے۔ یہ علوم قرآن کریم میں اور احادیث شریفہ میں کتب تفسیر میں شریعت حدیث میں لسانی کی کتابوں میں حدیث ہیں۔ اپنی امت کی ذمہ داری ہے کہ پارے دین کو محفوظ رکھا محفوظ رکھے۔ ان علوم کی تعلیم دہ دین ہوئی رہے خود بھی چاہیں اپنی اولاد کو بھی چاہیں اور تمام مسلمانوں کے لئے یہ مواقع فراہم کریں کہ ان علوم میں مشغول ہو سکیں۔ اس میں کوتاہی لکھنا بھی ہے اور اس کا قیام بھی ہے اور مدارس کی امداد بھی ہے بعض طاقتوں میں کچھ لوگوں نے ایسے مدارس قائم کئے ہیں جن کے نصاب سے کتاب الفہم اور کتاب اسلامی وغیرہ کو یہ کہہ کر نکال دیا کہ ان پر عمل تو نہیں۔ ہاں ان کو چاہئے کہ حائے کی ضرورت نہیں۔ یہ ان لوگوں کی نادانی ہے۔ عمل ہو یا نہ ہو ہر حال میں پارے دین کو باقی رکھنا اور محفوظ رکھنا مسلمانوں کی ذمہ داری ہے۔ اگر بعض علوم کو چھوڑ دیا اور بعض علوم کو نصاب سے خارج کر دیا تو جب بھی حالات چلا لکھائیں گے اور ان چیزوں پر عمل کرنے کا موقع آجائے گا جن پر عمل کرنے کا موقع نہیں ہے تو اس وقت ہولے ہوئے انعام پر کیسے عمل ہوگا؟ پھر یہ بھی کچھ لینا چاہیے کہ جن انعام پر عمل نہیں اور ہاں ہے۔ یہ بھی تو امت ہی کا قصور ہے (نہ جہاد چھوڑتے جو فرض نکاح ہے۔ لیکن جسے امت نے انعام جہاد انعام مسخر کرنا کو نصاب سے خارج کرنے کا مشورہ کرتے۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا قَاتِلُوا الَّذِينَ يَلُونَكُمْ مِنَ الْكُفَّارِ وَلْيَجِدُوا فِيكُمْ غِلْظَةً وَأَعْلَمُوا أَنَّ

اے ایمان والو! ان کاٹیں جو تمہارے پاس ہیں اور وہ تمہارے اندر سختی محسوس کریں۔ اور جان لو کہ اللہ

اللَّهُ مَعَ الْمُتَّقِينَ ﴿۱۰﴾ وَإِذْ آمَنَّا بِسُورَةِ بَقِيَّتِهِمْ مَن يَقُولُ أَكْفَرُوا مِنْهُ إِنَّا لَنَنظُرُ ۖ فَأَمَّا الَّذِينَ

ان پر جو ایمان کے ساتھ ہے اور جب کوئی سورت پڑھتی ہے تو ہم میں سے اصل لوگ کچھ بڑا کس نے تم میں سے کہ ان کا خدا سورت لوگ ہیں

اٰمَنُوْا فَرَّادَتْهُمْ اِيْمَانًا وَهُمْ يَسْتَبْشِرُوْنَ ۝ وَاَقَامَ الَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ فَرَّادَتْهُمْ

یہ کہ صحت سے ان نے ایمان کو بچا دیا اور وہ اپنی حالت میں خود بھی لوگوں کے دلوں میں مرض ہے سو اس صحت سے ان کی

یُجَسَّأُ اِلٰی رُجْبِهِمْ وَمَاتُوْا وَهُمْ كَافِرُوْنَ ۝ اَوْلَا يَرٰوْنَ اَنَّهُمْ يُفْتَنُوْنَ فِيْ كُلِّ عَامٍ مَّرَّةً

کندلی یا کھلی یا بھلائی اور وہ اس حال میں مر گئے کہ وہ کافر ہیں کیا وہ کھلی دیکھتے کہ وہ ہر سال ایسے وہاں کسی یا کسی

اَوْ مَرَّتَيْنِ ثُمَّ لَا يَتُوبُوْنَ وَلَا هُمْ يَذْكُرُوْنَ ۝ وَاِذَا مَا اُنْزِلَتْ سُورَةٌ نَّظَرَ بَعْضُهُمْ اِلٰی بَعْضٍ

سمیت میں اسے کہہ دیتے ہیں کہ وہ کافر ہیں کرتے ہیں اور جب کوئی صحت کامل ہوئی جتنا چاہتے تھے کہ ان میں سے کسی طرف

هَلْ يَرْكُزُ مِنْ اَحَدٍ ثُمَّ اَنْصَرَفُوْا صِرَافٌ ۝ فَلَوْبُهُمْ بِاَنَّهُمْ قَوْمٌ لَا يَفْقَهُوْنَ ۝

دیکھتے ہیں کہ نہیں کوئی نصیر یا کچھ کہتے ہیں یا پھر اہل ایسے ہیں اور ان سے ان کے دلوں کو بھردیا اس وجہ سے کہ یہ لوگ ہیں جو سمجھتے نہیں ہیں۔

ان کافروں سے قتال کرو جو تمہارے آس پاس ہیں

ان آیات میں اول اہل ایمان کو یہ حکم دیا کہ جو کفار تمہارے آس پاس رہتے ہیں ان سے قتال کرو۔ اور اس انداز سے اپنی اجتماعی اور

انفرادی زندگی گزارو (جس میں جنگ کی تیاری کرتے رہو۔ جنگ کا سامان فراہم کرنا بھی داخل ہے بلکہ وہ لوگ تہہ بہ تہہ انداختی

محسوس کریں۔ وہ تمہیں اپنی طرف سے غافل نہ سمجھیں۔ صاحبِ عالم اشتریل حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے نقل کرتے ہیں کہ فَلَوْ بَعْضُهُمْ

نَظَرَ الْاُخَرَ (جو لوگ تم سے قریب ہیں) اسے غور فرماؤ اور تمہیں میں سے والے یہودی مرو ہیں اور جو لوگ ان کے آس پاس تھے اور

بعض حضرات نے فرمایا کہ اس سے دم کے لوگ مرو ہیں۔ کیونکہ وہ شام میں تھے اور وہاں قیصر دم کی حکومت قائم تھی اور شام بہت

عراق کے دینہ عسکر سے قریب تر ہے۔ آیت کی تفسیر میں دونوں قول اس زمانہ کے حالات سے پیش نظر تھے جیسے جیسے مسلمان مختلف

علاقوں میں رہتے تھے ان کے حالات کے اعتبار سے آیت شریعہ کا حکم شامل ہوتا چلا گیا۔ جس زمانہ میں جہاں کہیں بھی مسلمان ہوں ان

کافروں سے قتال کریں جو ان سے قریب تر ہیں۔ قریب اسلئے کہ وہ ہیں کہ ان کے والے کافروں پر بھی اثر ہے گا پھر فرمایا

وَلِيَجْزِيَ الْاِيْمَانُ عِلْفَةً اس کے بارے میں صاحبِ عالم اشتریل لکھتے ہیں بشمول جمعہ کا کافروں کو تہہ بہ تہہ انداختہ اور

صحت اور قوت محسوس کریں پھر حضرت حسن سے عِلْفَتِہ کی تفسیر کرتے ہوئے نقل کیا ہے کہ حصراً علی جمیعہ یعنی جب کافروں

سے مقابلہ و قتال ہونے لگے تو ہم کو مقابلہ کرو۔ قتال سے اندازہ نہ لیں اور کوہری محسوس نہ کریں۔ بلکہ انہیں یہ محسوس ہو کہ تم لوگ قوت اور

شکت والے ہو رہے والے اور ہذا ہذا اختیار کرنے والے نہیں ہو۔ پھر فرمایا وَاعْلَمُوْا اَنَّ اللّٰهَ نَزَّلَ نَصْرَهُ عَلٰی الْاِيْمَانِ (اس بات کو جان لو

کہ اللہ حقیر کے ساتھ ہے اور دشمنوں کے ساتھ نہیں ہے ایمانی دھرم ماننے کا تقویٰ اختیار کرو۔ گناہوں سے بچو شریعت کے خلاف کام نہ

کرو) حکم دیا پڑتی ہے یہ چیز کرو۔

منہ فقوں کی کافرانہ باتیں..... اس کے بعد منافقوں کی ایک حرکت یہ دکھائی کہ فرمایا اور وہ یہ کہ جب قرآن کی کوئی سورت نازل

ہوتی ہے تو یہ لوگ آپس میں دلی کے طور پر پوچھتے ہیں کہ کیا اس آیت کے ذریعہ تمہارے ایمان میں کیا ترقی ہوئی۔ اور کیا اضافہ ہوا؟

اور محل شان سے فرمایا کہ جو اہل ایمان ہیں ان کے دلوں میں قرآن کی سورتوں کے نازل ہوتی ہے اور وہ خوش ہوتے ہیں اور ان کے دلوں میں مرض بھی نکلتی ہے ان کی دل کی آپاکی میں اس سے زیادہ اضافہ ہوتا ہے اس سے پہلے جو سورتیں نازل ہو چکی تھیں اب تک انہیں کے منکر تھے اب جو نئی سورت نازل ہو گئی اس کے بھی منکر ہو گئے اور ساتھ ہی اس کا مذاق بھی چلا پایا ان کے کلمہ میں اور اضافہ ہو گیا اور یہ کلمہ پر جتنا اور کلمہ میں ترقی کرتے جاتے ان کے کلمہ میں مرے کا سبب بن گیا۔

پھر فرمایا کیا ساقی کوکے بیٹے کیجئے کہ ہر سال ایک بار میرا آواز ان میں ڈالے جاتے ہیں اس مرض میں چھٹا ہوتے ہیں اور جہاد میں جہنم کا عزم ہوتا ہے تو پیچھے ہوجاتے ہیں جس سے ان کا خدائی عمل جاتا ہے اور اس کی وجہ سے وہ ہاتھ دیتے ہیں۔ پھر بھی تو نہیں کرتے اور نصیحت بھی حاصل نہیں کرتے۔

پھر منافقوں کا ایک اور طریقہ کار فرمایا اور یہ کہ جب کوئی سورت نازل ہوتی ہے تو پہلے سے فرار ہونے کے لئے ایک اور سورت کی طرف چھپوں سے دیکھتے ہیں اور اس ناک میں دیتے ہیں کہ مسلمانوں میں سے کوئی دیکھتے ہوئے نہ کہے۔ انہیں میں کہتے ہیں کہ دیکھو ہمیں کوئی دیکھ نہ سکے۔ ہاں اگر کوئی مسلمان دیکھ دیا تو وہ ہیں انہیں میں پیچھے رہتے ہیں سب دیکھا کہ کسی کو بھی انہیں نہیں دہری ہے تو پہلے سے چل دیتے ہیں۔ اپنے خیال میں انہوں نے بڑی ہوشیاری کی لیکن اس کی سزا انہیں خدا تعالیٰ نے ان کے دلوں کا ایمان سے بھیج دیا۔ صاحب معالم اشتریل لکھتے ہیں کہ یہ اس سورت میں ہوتا تھا جب کوئی ایسی سورت نازل ہوتی تھی جس میں منافقین کے بارے میں مذکور تھا ان مسلمانوں کا یہ تھا کہ وہ منافقین کے پیچھے سے نکلتے ہوتے تھے

آخر میں فرمایا **يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَتَّبِعُوا هَٰؤُلَاءِ** کہ ان لوگوں کی ہر حرکتیں اور ہر حرکتوں کا نام داس اوج سے سنا نہ پا کر دیکھتے نہیں ہیں۔ اگر ان اور حیلان کو لکھتے تو نہ منافقت اختیار کرتے نہ ان سے منافقت نہ کرتیں صاف ہوتیں۔

لَقَدْ جَاءَكُمْ رَسُولٌ مِّنْ أَنفُسِكُمْ عَزِيزٌ عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ حَرِيصٌ عَلَيْكُمْ
 ہاں تمہارا یہ رسول آیا ہے۔ ہر قسم میں سے ہے۔ تمہیں ہر تکلیف پہلے وہ اس کے لئے پہنچا کر ہی ہے وہ تمہارے پیچھے کے لئے دہری ہے۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَتَّبِعُوا هَٰؤُلَاءِ کہ ان لوگوں کی ہر حرکتیں اور ہر حرکتوں کا نام داس اوج سے سنا نہ پا کر دیکھتے نہیں ہیں۔ اگر ان اور حیلان کو لکھتے تو نہ منافقت اختیار کرتے نہ ان سے منافقت نہ کرتیں صاف ہوتیں۔

عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ وَهُوَ رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِيمِ

میں نے ہی پر محمد سے کیا اور وہی محمد کا خدا ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صفات عالیہ اور اخلاقِ حسہ کا بیان

یہ وہ امتیاز ہیں جن پر سورہ توہم ہدی ہے۔ پہلی آیت میں سیدنا خاتم النبیین محمد رسول اللہ ﷺ کی بعض صفات بیان فرمائی ہیں۔ اول تو یہ فرمایا کہ تمہارے پاس ایک رسول آیا ہے جو ہر عہد کا رسول ہے (اس پر مثنوی کی تفسیر دالت کرتی ہے) اور یہ رسول تمہیں میں سے ہے اس کا ایک مطلب تو یہ ہے کہ وہ بشر ہے تمہاری جنس میں سے ہے اور دوسرا مطلب یہ ہے کہ اہل عرب سے ہے جو کافروں کو نہیں

جوتے پینے کے بارے میں آپ نے مرثیہ فرمایا کہ زیادہ تر جو تے پینے، باکرہ کیلک دلی جب تک جوتے پینے جاتا ہے وہ ایسا ہی ہے جیسے کوئی سدا ہو جسے جانور ہر سدا ہونے والا زمین کے کیڑوں مکڑوں اور گدگد کی چیزوں اور کاتوں اور انٹ پتھر کے ٹکڑوں سے محفوظ رہتا ہے ایسے ہی ان چیزوں سے جو تے پینے والے کی بھی حفاظت ہوتی ہے۔ (علامہ مسلم) نیز آپؐ نے یہ بھی فرمایا کہ (جب چنے چلے چلے تمہارے قتل کا منصوبہ ہوتا ہے تو ایک قتل میں نہ چلے جب تک کہ دوسرے قتل کو درست نہ کر لے) (بکھڑوں کو بہن کر چلے گا۔ یہ بھی فرمایا کہ ایک سوزہ بہن کر نہ چلے) کیونکہ ان صورتوں میں ایک قدم اولیاء اور ایک قدم بیاہوک تو ان کی جگہ نہیں جاتا۔ (علامہ مسلم) آپؐ امت کو اسی طرح تعلیم دیتے تھے جیسے ماں باپ اپنے بچوں کو نکالتے ہیں اور بتاتے ہیں۔ آپؐ نے فرمایا کہ میں تمہارے لئے باپ ہی کی طرح ہوں میں تمہیں نکالتا ہوں (بکھڑ فرمایا کہ) جب تم قضا، عبادت کی جگہ جانا تو قبلہ کی طرف نہ منکرا نہ پشت نہ اور آپؐ نے میں ہجروں سے استیحا کرنے کا حکم فرمایا اور فرمایا کہ لید سے اور بڈی سے استیحا نہ کرو اور انہیں ہاتھ سے استیحا کرنے سے منع فرمایا۔ (مسلم و ترمذی ۳۶)

اور آپؐ نے یہ بھی فرمایا کہ جب تم میں سے کوئی شخص بیوہ یا بچہ کو ارادہ کرے تو جگہ کو جگہ بھال لے (حفاظت کی جگہ نہ ہو جہاں سے چھینیں انہی میں) اور ہوا کا رخ نہ ہو وغیرہ۔ (مسلم و ترمذی ۳۶) نیز آپؐ نے سوراخ میں بیوہ یا بچہ کے لئے منع فرمایا (کیونکہ ان میں بھات اور کیڑے مکڑے رہتے ہیں) اگر کتب حدیث میں زیادہ سے زیادہ نظر داخل جائے تو اس طرح کی بہت سی تعلیمات سامنے آجائیں گی جو سراپا شفقت پر مبنی ہیں۔ اسی شفقت کا مظاہرہ تھا کہ آپؐ کو یہ گوارا نہ تھا کہ کوئی بھی مومن مذہب میں مبتلا ہو جائے۔ حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ میری اور تمہاری مثال ایسی ہے جیسے کسی شخص نے آگ بجائی وہب اس کے ہاؤں طرف روٹنی ہوگی تو پرانے اس آگ میں آکر گرنے لگے وہ شخص ان کو نہ کہے کہ آگ میں نہ گریں لیکن وہ اس پر غائب ہوجاتے ہیں اور نہ دقتی کرتے ہیں۔ لیکن میرا حال ہے کہ میں تمہیں دوزخ سے بچانے کے لئے تمہاری کراں کو پکڑتا ہوں اور تم زبردستی اس میں گرتے ہو یعنی جو لوگ تمہارے جھوٹے دوا اپنے اعمال کو دوزخ میں ڈالنے کا سبب بنتے ہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے جو گناہوں پر دہیہ ہیں بتائی ہیں اور مذہب کی خبریں دی ہیں ان پر ایمان نہیں دیتے۔ (علامہ بخاری و مسلم)

پھر فرمایا کہ اگر لوگ دگرگانی کریں حق کو قبول نہ کریں۔ محبت شفقت اور امانت درست والے رسول کی تعظیم نہ کریں تو آپؐ ان کی طرف سے ایسا پہنچنے کے بارے میں شکرت ہوں آپؐ میں اعلان کر دیں خسبني الله لا اله الا هو۔ (کہندہ گھٹے کاٹی ہے اس کے سوا کوئی معبود نہیں) غلبني فو تحلف فو غزوت فو غزوت فو تحلف (میں نے اسی پر غم جو کہ اور دوز سے مراد کلا کہ ہے) لا حول لي الا الله نہیں کا اور ان کے احتجاج کا سب سے بڑا اصرار ہے اس سے مشکل ترین کام آسان ہو جاتے ہیں حضرت ابو ہریرہؓ نے ارشاد کیا کہ جو شخص صحابہ و شہداء مرتبہ خسبني الله لا اله الا هو غلبني فو تحلف فو غزوت فو غزوت فو تحلف کہہ لے اللہ تعالیٰ اس کی تمام غلامیوں کی کلاٹ فرمائے گا۔ (تفسیر ابن کثیر ص ۵۳۵)

نَمَّ تَفْسِيرُ سُورَةِ التَّوْبَةِ وَالْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ وَطَاعَةٌ وَأَطَاعَةٌ

☆☆☆.....☆☆☆

مکی

سورۃ یونس

۱۰۰ آیتیں الکریم

(۱۰۰) یٰۤاَيُّهَا الْمُدَّثِّرُ ۝ اَنۡزِلْ ۝ اِنَّا نُنۡزِلُ الْغَاسِقَ ۝

سورۃ یونس کے کرم میں ذیل آیتیں ۱۰۰ آیتیں الکریم ہیں۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ۝

شروع اللہ کے نام سے جو مہربان نہایت رحم کرنے والا ہے۔

اَنۡزِلۡ بِرَبِّكَ الْكَوۡثَبَ الْحَكِیۡمَ ۝ اَكَانَ لِلنَّاسِ عَجَبًا اَنْ اَوْحٰیۡنَاۤ اِلٰی رَجُلٍ مِّنۡهُمۡ اَنْ اَنۡذِرَ

اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب کو ان لوگوں کو اس بات سے کہہ کر کہ تم نے انہیں میں سے ایک شخص کی طرف وحی بھیجی کہ

اَلنَّاسُ وَبَشِیۡرَ الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡۤا اَنْ لَّہُمْ قَدَرٌ مِّدۡیَ عِندَ رَبِّہِمۡ ؕ قَالَ الْکٰفِرُوۡنَ اِنَّ ہٰذَا

لوگوں کو اور انہیں کو جو ایمان لائے ہیں کہ ان کے رب کے پاس ۱۲ مرتبہ ہے۔ کاروں نے کہا کہ یہ ایک

اَسْحَرٌ مُّبِیۡنٌ ۝ اِنْ رَبِّکُمْ اِلَہٌۭ اِلَہٌۭ الَّذِیۡ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ فِیۡ سَعۡۃٍ اَیَّامٍ ثُمَّ اسْتَوٰی عَلٰی

پہلو ۱۲۲ ہے۔ اور تمہارا رب اللہ تعالیٰ ہے جس نے آسمانوں کو اور زمین کو چھ دن میں پیدا فرمایا اور ۱۲ مرتبہ ۱۲

الْعَرۡشِ یُنۡزِلُ اِلَیۡہُمۡ مَّا یُنۡزِلُ ۝ اِلَیۡہِمۡ اِذِہٖ ؕ ذٰلِکُمۡ رَبُّکُمۡ فَاَعْبُدُوۡۤہٗ ؕ اَلَا تَذَکَّرُوۡنَ ۝

۱۲۲ مرتبہ کی طرف لے کر آتا ہے اس کی ہوا کے لئے کھلی ساری کھلی ہوئی ہوا ہے اور وہ اس کی ہوا کے لئے کھلی ساری کھلی کھلتے ہیں کہ

اِلَیۡہِۢمۡ مَرۡجِعُکُمۡ جَمِیۡعًا ؕ وَعَدَ اللّٰہُ حَقًّا ؕ اِنَّہٗ یَبۡدِئُ الْخَلْقَ ثُمَّ یُعِیۡدُہٗ لِیَحۡیِیَ الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡۤا وَعَمِلُوا

اس کی طرف تم سب کو ایک جگہ ہے اس نے پہلے ہی مخلوق کو پیدا فرمایا اور پھر اسے ۱۲۲ مرتبہ ۱۲۲ مرتبہ ۱۲۲ مرتبہ ۱۲۲

الصَّٰلِحِیۡنَ بِالنَّعۡمَۃِ ؕ وَالَّذِیۡنَ کَفَرُوۡۤا لَہُمۡ شَرَابٌ مِّنۡ حَمِیۡمٍ ۝ وَعَذَابٌ اَلِیۡمٌۭ یَّمَّا کَانُوۡا یُکْفَرُوۡنَ ۝

نیکوں کے لئے نعمت ہے اور انہیں کے لئے شراب ہے اور انہیں کے لئے عذاب ہے اور انہیں کے لئے عذاب ہے اور انہیں کے لئے عذاب ہے

توحید و رسالت اور معاہدات

سورۃ یونس کی ابتدائی آیات میں اس کی ابتدا افسوس سے ہے جو حرف مقطعات میں سے ہے یہ عبت سورۃ بقرہ کے شروع میں لکھی

نکلی ہے۔ اس کے بعد فرمایا: عَلَّمْتُ لَهُمْ الْفِكَابَ الْفِكَابُ ۵ (یہ کتاب فحیم کی آیات ہیں، انضرین، ترجمہ نے فحیم کے واسطے لکھے ہیں۔ اول انضر والی کتاب۔ دوم: بھی فحیم، پھر فحیم کے واسطے ہیں۔ اول اصحیٰ معنی خاکس کے الفاظ اور کلمات اور طریق بیان اور اسباب کا امتیازات ہی وجہ بہت ہے اور اس واسطے ہے کہ غیر منسوب ہے۔ جن منضریں نے یہ معنی لئے ہیں ان کی بات کی بنیاد یہ ہے کہ سورۃ یونس میں کوئی آیت منسوب نہیں ہے لیکن چونکہ مفت مضامین ایہ معنی فحیم کی ہے اور کتاب سے قرآن مجید مراد ہے جو ان سورتوں پر بھی مشتمل ہے ان میں آیات منسوبہ فحیم بھی موجود ہیں اس لئے یہاں یہ معنی لینا مناسب نہیں۔ صاحب معالم اخبریں کہ اس ۱۰۲۲ آیت لکھو ہے کہ فحیم حاکم کے واسطے معنی میں ہے معنی یہاں کتاب کی آیات ہیں جو طویلہ ہے والی ہیں۔ اس کے بعد انھوں نے کہا کہ جب کا کہہ کر فرمایا اور بطور مستحکم لکھاری میں فرمایا: اَلْكَانَ اِلٰهٌ لِّنَفْسِ عَصِيَا الْاَلَاہِ کیا انھوں نے لئے یہ جب کی بات ہے کہ ہم نے ایک آدمی کی طرف دینی بھیجی جو انھیں میں سے ہے یہاں انھیں سے کہہ رہا ہے اور خاص کر اہل مکہ اور ان میں انھوں نے اول تو اس بات پر جواب کیا کہ آدمی کو رسول بنا دیا اور دوسرے انھیں اس پر جواب دیا کہ اہم طالب کے جیم کو رسول بنا دیا اور ان کے جواب کی اصطلاح لکھاری کی صورت میں تردید فرمائی کہ اس میں کوئی تعجب کی بات نہیں ہے کیونکہ انسانوں کی طرف انھیں کی جنس میں سے کسی انسان کو رسول فرما دیا عقل اور کھجور کے بالکل موافق ہے تاکہ اپنے جنس کے افراد سے مانوس ہوں اس سے قوی اور عقلی طور پر ان کا ہم سے کہیں اور مل کر ہیں اس بارے میں مزید توضیح کے لئے سورۃ انعام کے پہلے رکوع کی تفسیر ملاحظہ فرمائیں۔

اور دوسرا جواب تھا اور بھی ہے قوی پر مبنی تھا یہ وہ کہہ گئے کہ کوئی بڑا آدمی اور جنس اور پھر ہی ہونا چاہئے تھا۔ چونکہ اہل دنیا کو دنیا والوں ہی میں بڑائی نظر آتی ہے اور دنیا والوں ہی کو کہے کے بڑا مانا چاہئے ہیں اس لئے انھیں نے ایسی جہلانہ بات کی۔ اہل دولت کو اللہ کا محبوب بندہ ہونے میں کوئی کمی اور نقص نہیں اور خصوصاً نبی جو اللہ تعالیٰ کا خاص فضل اور خاص عطیہ ہے اس میں یہ کہنا کہ اللہ کے نبوت ملی ہے اس کے پاس دینا ہی مال و سار ہے یا انھیں سراپا امت اور جہالت ہے۔

نبی میں اخلاق عالیہ کا ہونا ضروری ہے نبی کی دولت ملی الحق کے لئے ضرورت ہے بلکہ دنیا اخلاق عالیہ سے خالی اور عاری ہوتے ہیں ان کو کیسے نبوت ملی جائے، پھر جس کو اللہ نے نوازا دیا اس سے کوئی آگے نہ جھنڈا ہے۔ اللہ نے جس کو چاہا نبوت اور رسالت کے مرتبہ سے سرور ازا دیا اس میں کسی کی معترض کر کے کا حق نہیں۔

نبی اہم طالب کا جیم بھتیجا جس کی نبوت اور رسالت پر عرب کے جاہل معترض ہو رہے تھے اللہ نے اسے اتنی بلندی دی کہ جس کے سامنے فرشتوں کی بلندی بھی چھوٹ گئی۔ اس جیم اہم طالب کی دولت پر سے عالم میں کیگی اس کی امت کے بعد میں سے نہ نہا لگائے عرب اور فحیم نے اس کا دین قبول کیا، البتہ کسری کے خانے امت کے قدموں میں حاضر ہو گئے پر اپنی تمام توان کی انھوں کو اس کتاب نے منسوب کر دیا اور اہم طالب کے جیم بھتیجے پر چال ہوئی اور تمام دین منسوب ہو گئے۔

تفہیم کہ ناکردہ قرآن درست کتب خانہ چھ طبع ہفتہ

پھر یہی اگر ہم چھوڑ کر کیا کام بتایا جو ہمیشہ نبی اور رسول ہونے کے آپ کے پر کیا گیا تھا اور فرمایا: اَنْ اَسْلِمَ الْاِنْسَانُ وَنَسِيَ الْفُلْفُلَ اَمْ اَنْ اَلْفَمَ فَلَمْ يَنْسِ فُلْفُلَهُمْ کہ جس شخص کی رسالت اور نبوت پر جواب کہ ہے جس سے ہم نے اس بات پر مامور کیا کہ لوگوں کو ڈرانے (جو تاثر میں ہوں) کے وہ عذاب میں جھکا ہوں گے مامور یہ لوگ ان ان قبول کریں انھیں اس بات کی بے ادبت دیں کہ ان کے

وَالنَّهَارَ وَمَا خَلَقَ اللَّهُ فِي السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ لِأَيِّتٍ لِقَوْمٍ يُثْقَلُونَ ﴿٥٠﴾

یہ سب نے جہاں سے جاتے تھے وہاں سے لوٹ کر آئے تھے۔ ان لوگوں نے جہاں سے جاتے تھے وہاں سے لوٹ کر آئے تھے۔ ان لوگوں نے جہاں سے جاتے تھے وہاں سے لوٹ کر آئے تھے۔

اللہ تعالیٰ نے سورج اور چاند کو روشن بنایا، منزلیں مقرر فرمائیں

تاکہ رقم پر سوں کی گنتی اور حساب جان لو

میں آیت میں مزید ملاحظہ فرماتے ہوئے اللہ تعالیٰ کی وسعت ہدایت کے ہیں۔ اولاً آفتاب کی روشنی کا اور پھر چاند کی روشنی کا ذکر فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے ان دونوں کو اپنا روشنی بنالیا ہے کہ آفتاب کو فرماتے ہوئے آفتاب کے لئے لفظ حیۃ کا اور چاند کے لئے لفظ نور استعمال فرمایا۔ علمائے تعمیر نے لکھا ہے کہ زیادہ روشنی کی روشنی کو کہتے ہیں اور وہ روشنی اور ضعیف ہر روشنی کے لئے استعمال ہوا ہے۔ لہذا آفتاب کے لئے لفظ نیا، استعمال میں آیا گیا۔ اللہ تعالیٰ شانہ نے آفتاب کو زیادہ روشنی دی جب وہ شروع ہوتا ہے تو رات چلی جاتی ہے اور دن آجاتا ہے دن میں چونکہ پہلے بھرنے لگا کہ اندھارے کی ضرورت ہوتی ہے اس لئے دن کو بہت زیادہ روشنی دی اور رات کو سکون اور آرام کے لئے ہلکا سا جیسا کہ سورۃ قصص میں فرمایا وَمِنْ رَّحْمَتِهِ جَعَلَ لَكُمُ اللَّيْلَ أَنْ تَنَظُّوا اور اس کی ایک ہی رات ہے کہ اس نے دن بنایا اور رات بنائی تاکہ اس میں آرام کرے اور اس کا اندھ کے لئے کی کھاناں کرے چونکہ آرام کو سکون کے لئے بھی روشنی کی ضرورت ہے اس لئے چاند کو ضعیف روشنی عطا فرمائی جس کے لئے لفظ نور استعمال فرمایا۔

پھر فرما: **لَا تَلْعَنُوا أَهْلَ الذِّكْرِ** (انہوں کے لئے عزتیں مقرر کر دیں) کہ تم برس کی گنتی اور حسب معلوم کرو اس میں واحد کی خمیر احتمال فرمائی ہے پھر **لَا تَلْعَنُوا** کی خمیر مطلقہ کی طرف راجع ہے کیونکہ اقرب ہے اور بعض حضرات نے فرمایا ہے کہ **لَا تَلْعَنُوا** میں مطلق کی خمیر تفکیر میں ہے مگر حسب قراءوں کی طرف راجع ہے اور عربی کا اور اسے تاویل میں اس حدیث میں طرح خمیر میں مذکور ہے۔ پھر اصل تعالیٰ نے حسب قراءوں کی روایت کے لئے عزتیں مقرر فرمائی ہیں انہیں عزتوں کو دے کر تے ہیں اور ان کے لئے جو حد مذکور فرمائی ہیں ان سے انہیں نکل سکتے ہیں تاہم ان میں قطع کرتا ہے اور جب وہ مطلب کی طرف بصورت ہلال شروع ہوا ہے تو یہ عزت شروع ہوا ہے تاہم ان کی گنتی عزتیں مقرر ہیں۔ وہ مقرر واحد کے اندر ہی مقرر رکھا ہے۔ سورہ تیس میں فرمایا: **وَالَّذِينَ يَلْعَنُوا أَهْلَ الذِّكْرِ** (انہیں عزتیں مقرر کر دیں) کہ تم برس کی گنتی اور حسب معلوم کرو اس میں واحد کی خمیر احتمال فرمائی ہے پھر **لَا تَلْعَنُوا** کی خمیر مطلقہ کی طرف راجع ہے کیونکہ اقرب ہے اور بعض حضرات نے فرمایا ہے کہ **لَا تَلْعَنُوا** میں مطلق کی خمیر تفکیر میں ہے مگر حسب قراءوں کی طرف راجع ہے اور عربی کا اور اسے تاویل میں اس حدیث میں طرح خمیر میں مذکور ہے۔ پھر اصل تعالیٰ نے حسب قراءوں کی روایت کے لئے عزتیں مقرر فرمائی ہیں انہیں عزتوں کو دے کر تے ہیں اور ان کے لئے جو حد مذکور فرمائی ہیں ان سے انہیں نکل سکتے ہیں تاہم ان میں قطع کرتا ہے اور جب وہ مطلب کی طرف بصورت ہلال شروع ہوا ہے تو یہ عزت شروع ہوا ہے تاہم ان کی گنتی عزتیں مقرر ہیں۔ وہ مقرر واحد کے اندر ہی مقرر رکھا ہے۔

پانچ کے اعتبار سے بارہ مہینے گزرنے پر فرض ہوتی ہے اور رمضان کا مہینہ بھی پانچویں کے حساب سے چکا اچھا تاہم جو گزری سال کا نوں مہینہ ہے اور چھ بھی پانچویں کے حساب سے ادا ہو چکی ہوں تاریخ کوہتا ہے جہت کے چھوٹوں میں بھی پانچواں اعتبار ہوتا ہے اس لئے فقہاء نے قطعاً ہے کہ پانچواں سب باقی رکھ کر فرض نکال دیا ہے۔ (گو یہاں معاملات میں شخصی سال سے حساب کیا جائے تو یہ بھی ہارے ہے)
 ﴿يُرْجَىٰ إِلَيْهَا صِلَىٰ لَكُمْ فَلَا تَكُن مِّنَ الْغَافِلِينَ﴾ (اللہ تعالیٰ نے یہ چیزیں پس ہی بے فکر نہ ہو چکا کہ وہ انہیں فرمائی ہیں) ان کی تحقیق میں جلدی نہ کی
 غفلتیں ہیں۔

يُفَضِّلُ الْآيَاتِ لِقَوْمٍ يُظَاهِنُونَ (اللہ تعالیٰ دلائل معنوں کے لئے خوب واضح طریقہ پر دلائل بیان فرماتا ہے)

یہ کہ کہ خوب سمجھیں وہ بے علموں کا طریقہ اختیار کر کے ہوئے ہیں وہ ان دلائل سے مستفید نہیں ہوتے پھر فرمایا ہائی اے اللہ صاحب اعلیٰ والہ ہدایہ و ما خلق اللہ فی السموات والارض الا آیات لقوم یفہمون (یادداشت دین کے آئے کے پیچھے آئے میں اور ان سب چیزوں میں جو اللہ تعالیٰ نے آسمانوں اور زمینوں میں پیدا فرمائی ہیں ان لوگوں کے لئے دلائل ہیں جو درجے ہیں کرات کے بعد ان کا آداب ان کے بعد رات کا آداب اس میں اللہ تعالیٰ کی قدرت کاملہ کی واضح دلیل موجود ہے ان کا الٹ پھیر اللہ تعالیٰ کی قدرت سے اور اس کے اعتبار سے ہے وہ چاہے تو ان سرمد کی اور ہائے یعنی ہمیشہ ان ہی دن اور ہر روز وہ چاہے تو ہمیشہ رات ہی رات رہے لیکن اس نے بعد ان کی صحت کے لئے یہ نہیں کیا آسمانوں میں زمین میں جو کچھ پیدا فرمایا ہے اس کا ایک ایک روادے پیدا کرنے والے کی طرف متوجہ کرتا ہے اور اس کی وحدانیت کی اور توحید و عظم کی گواہی دیتا ہے ان چیزوں کو کہ وہ لوگ صحت و ہجرت حاصل کرتے ہیں جو خالق مالک جل مجدہ سے دارتے ہیں اور مکرر ہیں ان میں کوتاہی ہے ایمان نہ تہتین ہے یہ لوگ دلائل سے متاثر اور مستفید نہیں ہوتے۔

لَٰنَ الَّذِينَ لَا يَرْجُونَ لِقَاءَ نَا وَرَضُوا بِالْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَاطْمَأَنَّنُوا بِهَا وَالَّذِينَ هُمْ عَنْ آٰتِنَا غٰفِلُونَ ﴿۱۰﴾

لَاہِ جو لوگ اور سے پس آنے کی امید نہیں رکھتے اور دنیا دہلی زندگی پر راضی ہو گئے اور اس میں مطمئن ہو گئے اور وہ لوگ جو ہماری آیات سے غافل ہیں۔

اُولٰٓئِكَ مَا لَهُمْ نَارُ مَا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ ﴿۱۱﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ يَهْدِيْهُمْ رَبُّهُمْ

اپنے لوگوں کا نجات ان کے اعمال کی اور سے اور آگ ہے کہ جو لوگ ایمان آئے اور ایک عمل کے ان کا سب ان کے دلوں کی اور

وَيَهْدِيْهِمْ رَبُّهُمْ ۖ فَخَرِيْ مِنَ تَحْتِهِمْ اِلَآ نَهْرٌ فِیْ جَنَّتِ النَّجْوٰۤی ﴿۱۲﴾ وَغَوْثُهُمْ فِیْهَا بُخْرٌكَ النَّهْرُ

سے انہیں وہ جاتا دے گا ان کے لیے جو نہریں چلیں گی دشت کے باغوں میں جوں گے۔ میں میں ان کی یہ بات ہوگی کہ اب اللہ پاک ہے

وَيُخْرِجُهُمْ فِیْهَا سَلٰمًا ۖ وَآخِرُ دَعْوَاهُمْ اَنَّ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ﴿۱۳﴾

اور میں میں ان کا یہ سلام ہو گا اور ان کی آخری بات بعد طرب العظمیٰ ہوگی۔

اہل مفر کی سزا اور اہل ایمان کی جزا

ان آیات میں اہل تو ان لوگوں کے لئے عید ذکر فرمائی جنہیں قیامت کا اور وہاں کا کوئی کلمہ نہیں وہ دنیائی کسب کچھ سمجھتے ہیں اور

ہری طرح دعائی میں ہی لگا کر کہا ہے اور اس پہنچاؤ کی زندگی سے فلاح میں ایسے لوگ اور وہ لوگ جو اللہ تعالیٰ کی آیات سے داخل ہیں ان کے بارے میں فرمایا کہ اپنے اعمال کی وجہ سے یہ لوگ دوزخ میں داخل ہوں گے۔ دوزخ میں ان کا ٹھکانہ ہے انہوں نے اعمال ہی ایسے کئے جو انہیں دوزخ میں لے جائیں۔ پھر داخل ایمان کو بشارت دی اور فرمایا کہ جو لوگ ایمان لائے اور نیک عمل کئے اللہ تعالیٰ ان کے ایمان کی وجہ سے انہیں نکالتے گا یعنی جس طرح انہیں ایمان میں چارہ دین ایمان کی رحمت سے ہال فرمایا اسی طرح آخرت میں ان کو جنت میں لے جائے گا راستہ قرار دے گا وہ اپنی اپنی راہ چل کر اپنے اپنے منازل و مساکن پہنچ جائیں گے۔

صدقہ شریف میں فرمایا ہے کہ بعضی نے اس اپنے اپنے کمرہ کارستان اس سے زیادہ پچانے والے ہو گئے ہیں کہ یہ میں اپنے اپنے کمرہ کارستان پہنچا رہے تھے۔

یہ حضرات باغوں میں ہوں گے جو جنت اور آرام کے باغ ہوں گے ان کا یہ سلام ہو گا اور آخری بات لَا تَغْضَبْ لِقَابِ رَبِّ الْعَالَمِينَ ہوگی ملاقات کے وقت جو دعائیہ کلمات ادا کئے جاتے ہیں انہیں تہذیب کا جانتا ہے یعنی ہونے والے انہیں کہتے رہیں گے اور اللہ تعالیٰ کی پاکی بیان کریں گے یعنی سُبْحَانَكَ اللَّهُمَّ کہتے رہیں گے اور آخر میں ایک دوسرے سے نصیحت ہوں گے تو یہ کہیں گے۔ لَا تَغْضَبْ لِقَابِ رَبِّ الْعَالَمِينَ (سب تعزیریں اللہ کے لئے ہیں جو تمام جہاں کا پروردگار ہے اعلیٰ جنت اللہ تعالیٰ کی تسبیح اور تہذیب میں ہمیشہ اور وقت مشغول رہیں گے اور وہاں کی جگہ نکال کر یہ تسبیح اور تہذیب ہوگا۔

حجۃ المسلمین ۱۴۲۹ھ میں یہ سُبْحَانَكَ اللَّهُمَّ والحمد للہ کما ظہر من النور کے اور ناکارائیں گے، انہوں نے مشغوریت انہیں تسبیح اور تہذیب سے نکل کر رکھی، لیکن تسبیح تہذیب میں لگے ہوئے تمام کام انجام دیتے ہیں جن کا انہیں علم ہوتا ہے اس طرح اعلیٰ جنت برہان اللہ کی تسبیح اور تہذیب میں مشغول ہوں گے۔ وہاں کی تعزیریں اور تہذیب جزی میں ماحول کریں گے ان کے لئے جو جہاں اللہ لگا۔

تفسیر ابن کثیر میں سُبْحَانَكَ اللَّهُمَّ میں حضرت ابن جریر سے نقل کیا ہے کہ جب کوئی پندہ گزار ہو گا اور اعلیٰ جنت کو اس کے کھانے کی خواہش ہوگی تو وہ سُبْحَانَكَ اللَّهُمَّ کہہ دیں گے ان کی خواہش کے مطابق فرشتوں سے حاضر کرے گا اور جب فرشتہ آئے گا تو سلام کے الفاظ ادا کرے گا جس کا وہ حضرات جواب دیں گے جب دعا پڑھاؤں کی چیزیں کہیں گے تو آخر میں لَا تَغْضَبْ لِقَابِ رَبِّ الْعَالَمِينَ کہیں گے۔

لفظ دعائی کا ترجمہ مطلق کام بھی کیا گیا ہے اور بعض مفسرین نے بھی چیز کے طلب کرنے کا معنی بھی لیا ہے اور بعض حضرات نے دعاء کا ترجمہ بھی کیا ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ جب اللہ تعالیٰ سے دعا کریں گے تو اللہ تعالیٰ کی تسبیح بیان کریں گے اور دعا کے ختم پر لَا تَغْضَبْ لِقَابِ رَبِّ الْعَالَمِينَ کہیں گے یہ چیزیں بھی اللہ تعالیٰ کے احقر سے درست ہیں اگر دعا کے معنی میں لیا جائے تو مطلب یہ ہوگا کہ ان کے لئے کسی چیز کی کوئی دعائی ہوگی جو اپنی ضرورت کے لئے انہیں لیکن غلظہ کے طور پر اور آداب بندگی یہاں لانے کے لئے، اور حضرت دعا کا جواب کریں گے۔

یہ دعا فرمائی وَسَبِّحْ بِحَمْدِ اللَّهِ صَبَاحًا وَمَسَاءً اس کے تمام الفاظ اس طرف سے بھی ان پر سلام آئے گا جیسا کہ سورہ انہیں میں فرمایا سَلَامٌ قَوْلًا فَرِيقًا وَرَبِّ رَحِيمٍ اور فرشتے بھی سلام کرتے ہوئے داخل ہوں گے جیسا کہ سورہ اور میں فرمایا وَالسَّلَامُ عَلَیْکَ ہذا خلون غلیظہ من کل باب سَلَامٌ عَلَیْکُمْ وَمَا مَنَعُکُمْ فِیْہِمْ غُلَظًا اور اس میں بھی ایک دوسرے کو سلام کریں گے، جنت دار السلام ہے وہاں سلام ہی سلام ہے سورہ اور میں فرمایا لَا یَنْتَفِیْزُونَ فِیْہَا الْعُرَا وَلَا تَالِیْنَهَا وَلَا فِیْہَا سُلَاسِلًا (وہاں میں

کوئی عبادت نہ تھی کے وہ سلام ہی سلام تھے گے)

جب جنت میں داخل ہوں گے تو یوں کہیں گے اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ اَنْقَضَ عَذَابُنَا وَاَنْشَأَ لَنَا فَوْزًا مِّنْ بَعْدِهَا وَنَحْمَدُہٗ لَمَّا اَنْقَضَ عَذَابُنَا وَنَحْمَدُہٗ لَمَّا اَنْشَأَ لَنَا فَوْزًا مِّنْ بَعْدِهَا (سب تعریف اللہ کے لئے ہے جس نے غمی کو ہم سے دور فرما دیا، بے شک ہمارا جب عذاب فرماتے والا ہے قدرت والا ہے جس نے ہمیں رنج کی جگہ میں ۱۰۱۱ میں اس میں نہ کوئی تکلیف ہوگی اور نہ تکلیف۔) (سورہ فاطر)

وَلَوْ يَشَاءُ اللّٰهُ لِلنَّاسِ الشَّرَّ اسْتَفْجَالَهُمْ بِالْخَيْرِ لَخُدِثَ بِهِمْ اَجَلُهُمْ ؕ فَكُنْ ذُرًّا

اور اگر نہ تو لوگوں پر نقصان پہنچانے کے لئے جلدی کرنا جیسے کہ وہ چاہتی ہے جسے جلدی چاہتے ہیں تو ان کا وعدہ پورا ہو چکا ہوتا، سو جو لوگ

الَّذِیْنَ لَا یَرْجُوْنَ لِقَاءَنَا فِیْ طَعْنِیْهِمْ یَعْمَلُوْنَ ؕ وَاِذَا مَسَّ الْاِنْسَانَ الضُّرُّ وََعَاثَا لِبَعْثٍ

جلدی عذاب کی امید نہیں رکھتے ہم ان کی سرکشی میں انہیں سرگرمی چھوڑ دیتے ہیں۔ اور جب انہیں کوئی تکلیف پہنچے ہے تو ہمیں چاہتا ہے

اَوْ قَاعِدًا اَوْ قَائِمًا ؕ فَلَمَّا كَشَفْنَا عَنْهُ غُصْرًا مَّرَّكَانَ لَمْ یَدْعُنَا اِلٰی ضَرْبَةٍ مِّمَّا كَذَّبَتْ رِیْسَیْ

تھے نہ سہل پر لیٹے ہوئے نہ کھڑے نہ سہل پر کھڑے ہم اس کی تکلیف چاہتے ہیں تو وہ اس میں دل میں کہہ رہا ہے کہ اس نے ہمیں کوئی تکلیف نہ پہنچائی ہے نہ یہی وہی

لِلْمُسْرِیِّیْنَ مَا كَانُوْا یَعْمَلُوْنَ ؕ وَلَقَدْ اَهْلَكْنَا الْقُرُوْنَ مِنْ قَبْلِكَ لَمَّا ظَلَمُوْا وَجَاءَهُمْ

طرعام سے بوجھنے والے لوگوں کیلئے ان کے اقبال ہو کر رہ گئے تھے۔ اور ہم نے تم سے پہلے ہی عذاب لایا تو ان کو یاد کیا تھا کہ انہوں نے علم کیا تھا کہ اس

رُسُلُهُمْ بِالْبَیِّنٰتِ وَمَا كَانُوْا لَیْذِیْنَ ؕ كَذٰلِكَ تُجْزٰی الْقَوْمَ الْمُجْرِمِیْنَ ؕ ثُمَّ جَعَلْنٰكُمْ

ان کے رسول بھی جلدی نہیں دے کر آئے۔ اور وہ لوگ انہیں ہانے والے نہ تھے۔ ہم ہی طرعام لایا ان کو سراہا کرتے ہیں۔ مگر ہم نے انہیں

خَلَقْ فِی الْاَرْضِ مِنْۢ بَعْدِہُمْ لِنَنْظُرَ کَیْفَ یَعْمَلُوْنَ ؕ

زمین میں ان کے بعد خلق کیا تاکہ ہم دیکھیں کہ تم کیسے عمل کرتے ہو؟

انسان جلد باز ہے، مصیبت میں اللہ تعالیٰ کو پکارتا ہے اور عافیت کے وقت بھول جاتا ہے

انسان کے حراج میں جلد بازی ہے۔ سورہ انبیاء میں فرمایا ہے۔ خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ عَلَقٍ (انسان جلدی سے پیدا کیا گیا ہے) اس کی جلد بازی کا حراج ہر جگہ کام کرتا ہے جب رسول خدا ﷺ نے مگرین کو خطاب کی وہ یہی ساری قرآن مجید کے الفاظ قبول کرنے کے یوں کہتے تھے کہ خدا آپ کیوں نہیں جانتا۔ سورہ مدثر میں فرمایا وَتَسْتَعْجِلُوْنَ نَزْلًا بِالشَّیْطٰنِ الْاَخْسَسِ وَفَلَمَّا خَلَّطَ مِنْ قَبْلِهِمُ الْمَقْطَلَ (اور یہ لوگ مایہ سے پہلے آپ سے مصیبت کا تقاضا کرتے ہیں حالانکہ ان سے پہلے وحیات محراب گزر چکی تھیں) ان لوگوں کا خطاب آنے کیلئے جلدی کرنا تکذیب اور استہزاء کے طور پر تھا۔ بعد وہ خطاب کو اپنا نہیں جانتے تھے اس لئے انہیں انہیں کرتے تھے اللہ تعالیٰ شانہ حکیم ہے وہ اپنی حکمت کے مطابق جب چاہے عذاب بھیجے۔ لوگوں کے جلدی ہونے سے وہ عذاب جلدی نہیں بھیجتا وَلَوْ یُعْجِلُ اللّٰہُ

تو ایسے نہیں پائی تھیں کہ دعا عموماً جلدی قبول فرماتا ہے سو اسے بندوں کو چاہئے کہ شرمیلی نقصان عرض و تکلیف کی دعا نہ کریں۔ حضرت جابر سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ تم اپنی جانوں کے لئے اور اپنی عورتوں کے لئے بد دعا نہ کیا کرو اور نہ کہ یہ بد دعا تو ایسے کی گھڑی میں کرنا چھوڑ دو تمہاری یہ بد دعا قبول ہو جائے۔ (رواہ مسلم) اور ایسا بھی تحریر کرے اور جلدی نہ چھوڑے۔

حضرت ابو ہریرہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ بندہ کی دعا قبول ہوتی ہے بشرطیکہ گناہ کی یا قطع رحمی کی دعا نہ کرے جب تک جلدی نہ چمکے عرض کیا گیا یا رسول اللہ ﷺ جلدی کھانا کیا ہے؟ فرمایا جلدی کھانا یہ ہے کہ ہوں کہنے لگے کہ میں نے تو دعا کی بد دعا کی سمجھتے تو انہوں نے انکار فرمایا کہ بد دعا سے تکہ دل ہو جائے اور دعا کرنا چھوڑ دے۔ (رواہ مسلم ص ۳۵۲ ج ۲) مطلب یہ ہے کہ دعا خیر میں برا بھلا کرے تکہ دل ہو کر دعا نہ چھوڑے۔ آیت شریفہ سے دوسری بات یہ معلوم ہوتی ہے کہ دعا تکلیف میں نہ ہو بلکہ دعا کوئی معصیت آئی ہوگی ہو یا آرام دہ اور خیر فری سے مال مال ہو ہر حال میں دعا کرتے رہنا چاہئے۔ جو بندوں کا طریقہ ہے کہ معصیت کے وقت بڑی بڑی دعا مانگتے ہیں، غلیظہ پڑھتے ہیں، جنہیں گھمسن دیتے ہیں اور پھر جب معصیت ٹل جاتی ہے تو دعا مانگتے ہیں کہ ایک طرف رکھ دیتے ہیں اور بالکل ہی بھول جاتے ہیں گویا کہ اس سے پہلے اللہ تعالیٰ سے بگڑا ہوا تھا، معصیت آئی تو اللہ کے سامنے گڑا گزرائے اور جب اللہ تعالیٰ نے معصیت دور فرمادی تو اب سارا بارگھر و ساساب پر گر گیا اور ساری خیر و خوبی کو اپنی بخرمندی اور بگھڑادی کی طرف منسوب کر دیا یہ سب آداب بخواریت کے خلاف ہے۔ سورہ زمر میں فرمایا قَدْ فَهِسَ الْاِنْسَانُ عَصْرًا ذُنُوبًا قُلْ اِنَّمَا مَوَدَّةٌ بَيْنَ الْاِنْسَانِ وَبَيْنَ اٰتِيْنٰهُ عُلُوٌّ جَلْمٌ طَبْلٌ مِنْ فِتْنَةٍ وَلٰكِنْ اَكْثَرُهُمْ لَا يَفْقَهُوْنَ (پھر جس دلت آدمی کو کوئی تکلیف پہنچتی ہے تو ہم کو پتا ہے پھر جب ہم اس کو اپنی طرف سے کوئی نعمت عطا فرمادیتے ہیں تو کہتا ہے کہ یہ کچھ کو میری تدبیر سے ملی ہے بلکہ وہ ایک آزمائش ہے لیکن اکثر لوگ سمجھتے نہیں)

حضرت ابو ہریرہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ شے اس بات کی خوشی ہو کہ اللہ تعالیٰ غنیوں میں اس کی دعا قبول فرمائے اسے چاہئے کہ سائل کے ذمہ میں نہ رہا دعا کیا کرے۔ (رواہ ترمذی)

اس کے بعد فرمایا وَلَقَدْ عَلِمْتُمُ الْمَرْزُوقِ مِنْ قِلَابِكُمْ (الایہ) یعنی ہم نے تم سے پہلے بہت سی جماعتوں کو جاک کیا۔ جبکہ انہوں نے غم کیا اور ان لوگوں کے پاس ان کے سوال کئے ہوئے والکل لے کر آئے۔ اور ان کو لانے والے نہ تھے تہذا وہ ایمان نہ لائے (جب وہ ایمان نہ لائے تو انہیں جاک فرمادیا) ہم ہمیں کو اس طرح بدلا دیا کرتے ہیں۔

اس آیت میں مگر یہ کہ سمجھیں کہ دعا مانگنے سے پہلے کچھ ذکر و غلاب نہ آنے کا کرشمہ تو ہم کی تاریخ ہر ان کی سرکشی اور تاخیر اور بیکاروں پر غلاب آنے کے احتیاج سے ہجرت حاصل کرنا غلاب انہی سے ہے مگر ہو جانا بہت بڑی تاخیر ہے غلاب نہ ملے گا۔ غلاب سے غلاب تاخیر جاتا ہے پھر بھی انہیں کھو لے۔

پھر فرمایا قُلْ خُفِّضْ حُمْرَ حُلِيِّ اَوَّلَاضِ مِنْ اَعْدِيْهِمْ (پھر ہم نے جنہیں ان لوگوں کے بعد ہم میں غلیظہ دیا) کرشمہ تو میں جاک ہو جنہیں ان لوگوں کی کھوشی، سلطنتیں خاک میں مل گئیں حیرت برپا ہو گئی، منصوبے خاک میں ملے جو نہ پایا ترقیوں کی جنہیں وہ سب غم ہو گئی ان کی جگہ اب موجودہ اقوام دنیا میں آباد ہیں۔ کھوشی میں وہ جنہیں ہیں یہ لوگ پرانی قوموں کے غلیظہ ہیں یعنی ان کے بعد ہم میں ہے ہیں اور ہم میں انہیں اللہ ملا ہے۔ یہ غلاب اس لئے نہیں ہے کہ دنیا کی سب کچھ ہمیں اور نہ پایا

کا یہی دین تھا سب سمجھتے تھے، یہی اسلام ہے۔ تھے یہ لوگوں میں اختلاف ہو گیا اور بہت سے لوگ ایسا کو چھوڑ کر کافر ہو گئے اور بہت سے لوگ کافر ہی نہیں مشرک بھی ہو گئے۔

حضرت نوحؑ سے تعبیر اور مثنوی میں ۱۰۳۳ میں نقل کیا ہے کہ حضرت آدمؑ اور حضرت نوحؑ اللہ کے دو مہمان تھے قرع نہیں تھیں یہ سب جاہلیت پر حق ٹریٹ ہے نہیں بلکہ لوگوں نے اختلاف کیا اور اس کا ٹیس، بہت سے لوگوں نے دین حق کو چھوڑ دیا اور سب کافر ہو گئے۔ حضرت نوحؑ کے ساتھ کچھ لوگوں کی طرف سے جھوٹ ہوئے تھے ان کی بہت پرستی اور بتوں کے سامنے کھڑے ہوئے اور نوحؑ (علیہ السلام) میں غم، ہے۔ مظلوم ہوتا ہے کہ ان کے شر پہلے لانے سے بچے اور پہلے لوگ مشرک ہو گئے تھے مشرک خطاب کے مستحق ہیں لیکن اللہ تعالیٰ کی طرف سے مقررہ عمل سے پہلے مشرکین پر خطاب نہیں بھیجا جاتا اس کے بارے میں قرآن:

وَلَوْلَا كَلِمَةٌ سَبَقَتْ مِنْ رَبِّكَ فَتَكُنُ الْإِنْسَانُ خَتْلًا مُقْلَقًا
اور اگر آپ کے رب کی طرف سے پہلے سے بات نہ ہو جیسی ہوتی تو ان کے درمیان اس چیز میں لپٹا ہو چکا ہوتا جس میں وہ اختلاف کرتے ہیں اور کوئی ہی بات ہے جو پہلے سے ملے ہو جیسی ہے اس کے بارے میں اللہ تعالیٰ میں ساری باتیں کہیں کہیں سے کہ اللہ تعالیٰ نے ہر بات کے لئے جو ایک اصل مقرر فرمادی ہے اس اصل سے پہلے ہلک نہیں فرمائے گا اور مطلب یہ ہے کہ اگر وہ اصل مقرر نہ ہوتی تو اللہ تعالیٰ لپٹا فرمادے گا اور مکذبین (جھٹلانے والوں) پر خطاب بھیج دیتا اور یہیں حق اور اصل کا فیصلہ ہوتا یعنی اصل کفر پاک ہو جاتا اور اصل ایمان باقی رہ جاتا۔ وہاں: حضرت صہب نے آیت کا مطلب بتاتے ہوئے یہ ارشاد فرمایا کہ چونکہ اللہ تعالیٰ نے پہلے سے یہ بات ظاہر فرمادی ہے کہ تو اس کے ان سے پہلے جواب اور خطاب کا فیصلہ نہیں ہوگا۔ بلکہ یہ فیصلہ تو اس کے ان ہوا اس لئے انہیں یہ فیصلہ نہیں کیا جاتا کہ جواب دہاں کو نہیں جلد ملے گا اور مستحقین خطاب پر نہیں خطاب آئے۔ صوم: تیسرا قول مسرہ بھی سے نقل کیا گیا ہے جو اصل کو نہیں لگا تھا ہم نے اس کا ذکر چھوڑ دیا۔ یہ مضمون سورۃ بقرہ کی آیت کان الناس أئمةً وأجناداً کے ذیل میں بھی گزر چکا ہے مراجعت کر لی جائے۔

بقرہ ۱۱۰ وَلَقَدْ لَعَنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا إِذْ قِيلَ لَهُمْ قَاتِلُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ قَالَ لَهُمْ نَحْنُ أَكْفَرُ مِنْكُمْ إِنَّا نَدْعُو تِلْكَ الْأَشْجَارَ الَّتِي لَا تَنطَلِقُ إِلَّا بِأُذُنِ اللَّهِ وَمَنْ يَدْعُ مَا لَا يَنْفَعُ الْإِنْسَانَ مِثْلَ بَعْضِ الْبَشَرِ أُولَٰئِكَ هُمُ الْمُفْسِدُونَ
ہوئی لیکن تم جو مجرورہ لکھنا چاہتے ہیں اس کا تصور کیوں نہ ہو؟ چونکہ ایمان لا نہیں چاہتے تھے اس لئے انکی باتیں کرتے تھے مطالب حق کے لئے ایک ہی مجرورہ لکھی ہے۔

مگر بہت دیکھے لیکن لڑائی مجرورہ چاہتے تھے اللہ تعالیٰ کسی کا پابند نہیں ہے جو لوگوں کی مرضی کے مطابق مجرورہ ظاہر فرمائے اور یہ بھی سمجھ لینا چاہئے کہ ساتھ اسوں کے ساتھ اللہ تعالیٰ کا یہ معاملہ اسے کفر فرمائی مجرورہ ظاہر ہونے پر ایمان نہ لائے تو ہلک کر جائے گئے۔ لہذا بقرہ ۱۱۰ کے مطابق مجرورہ سمجھنے میں بھی اللہ تعالیٰ کی مراد ہے۔

بقرہ ۱۱۱ قُلْ إِنَّمَا الْخَلْقُ لَدُنَّ اللَّهِ وَإِنَّمَا الْإِنْسَانُ لَدُنَّ أَهْلِيهِ قَدْ أَفْلَحَ الْيَوْمَ الْيَوْمَ نَسُودُ الْفٰسِقِينَ
اور بعض مسرہ نے اس کا یہ مطلب بتایا ہے کہ تم نے سوجھوہ مجرورہ کی قدر نہ کی اور ایمان نہ لائے بلکہ مجرورہ ضد کی جہ سے فرمائی مجرورہ کے بارے میں ہو گئے۔ تمہارا یہ کفر اور مجرورہ ذرا ل خطاب کا باعث ہے۔ غیب کا علم اللہ ہی کو ہے میں نہیں کہہ سکتا کہ تم پر کب خطاب آجائے گا لہذا تم بھی انتظار کرو میں بھی انتظار کروں گا۔

وہی یہ جو کہ جب وہ ان سے نصیحت کی کہ تم میں انسانوں کا ایک عام طریقہ ہے کہ جو ان پر ہمارا کیا کہ جب انسان کو کچھ تکلیف کے بعد کوئی نعمت ملتی ہے تو وہ اللہ تعالیٰ کی آیات کو بھولنے لگتا ہے اور دلیل سازی اور کثرت قی پر اتر آتا ہے وہ یہ نہیں سمجھتا کہ ہر گھر کی کچھ تکلیف پہنچتی ہے، اصل مرتبہ یہی ہے کہ انسان میں سمیت میں جتنا ہوتا ہے وہ موت بھی جلد ہی آتی ہے ہر کافر کا موت کے وقت سے ہی خراب شروع ہو چکا ہے ہر کفر میں لافٹ ہوئی، اعمال غائبے سے مشتاق ہیں کے کہ میں میں فرشتوں نے ان لوگوں کی کبر و اور فساد کی کو کھوپیا تھیں یہ ان لوگوں سے ان پر جنت ہوں کے اور وہ ان میں رہائی آگ میں جتنی رہا نہیں گئے۔

اس کے بعد اللہ جل شانہ نے اپنے بہت بڑے انعام کا ذکر فرمایا **هُوَ الَّذِي يَنْفَخُ فِي سُوْرِهِ نَفْثًا فَيُهْبِطُ الْجَانُ الْمُنَافِقُ فِيهَا** (اللہ تعالیٰ تمہیں نفثی میں اور منہ میں چھاتا ہے) نفثی میں تو پاؤں سے چادر ہوں پر اور وہ سری ساری ہوں پر سوار ہو کر چلتے پھرتے ہیں۔ اور وہ ان کا منہ پر کھینچتی ہے جنت کی چیزیں فراہم کرتے ہیں اور منہ پر کھینچتی ہے جنت کی چیزیں فراہم کرتے ہیں۔ یہ ہے کہ کھینچتی ہیں انسان کی حالت بہتر کرنے کا اور یہ ہیں ان کو دے اس کا دھواں شیر سے دوسرے شہر وہاں براہِ علم سے دوسرے براہِ علم تک پانی کے جہازات سے جاتے ہیں اور انسان کی ضرورت فراہم کرتے ہیں۔ زمانہ نزول قرآن میں ہادی کھینچتی ہوئی تھیں اور اس وقت ہوئی تو کھینچتی چلتے تھیں۔ اور انہ بھی تو کھڑی ہو گئیں (فصلکون رو اکل علی ظہورہ) وہ اس وقت سے تو غصہ ہے تو خوش ہو رہے ہیں اور اس کا ہوا چھیننے کی اور ہر طرف سے مومن کو اٹھ کر لے گئیں تو وہاں رہنے لگے اور پھر ان کو لایا کہ اب تو تمہارے میرے لگے اس وقت سوچتے ہیں کہ وہاں کچھ بچے آجیے وقت میں اللہ تعالیٰ کے سوا کسی پر کفر نہیں جاتی جس میں سمیت سے بچاتے اور منہ پر جاتے اور اللہ کے حضور میں خاص اللہ کے ساتھ رہ کر اللہ کے لئے جتنے ہیں کہ اللہ انہ کو آپ میں سمیت سے الی تو ضرور ضرور آپ کے شکر گزار بندوں میں ہوں گے۔ جب اللہ تعالیٰ سمیت سے بچا دیتا ہے تو پھر وہی اللہ کی زمین میں عبادت، شہادت اور سرگئی کرنے جتنے ہیں جس کا نہیں کوئی حق نہیں۔ اس تو خلق اور ایک کی جنت ہی ہوتی ہے ہر اوپر سے اللہ کے بھولے اہل ایمان کو پھر اللہ کے بچا کر ان نعمت میں لگ جاتا ہے تو میری کہانے ترک کرنا چاہئے سب عبادت اور عبادت سے اور کفری کفر ہے۔ اسی کو فرمایا **فَلْيَسْتَأْذِنُوا فَمَا لِي بِالْأَعْمٰی** بغیر الحق (اے جب اللہ نے انہیں عبادت سے الی تو کیا تک زمین میں ہوتی عبادت کرنے جتنے ہیں)۔

پھر فرمایا **يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ اِنْعَمْتُ عَلَيْكُمْ عَلٰی الْفَسْخِمْ** (اے لوگو تمہاری عبادت سے الی ہی جانوں پر ہے، کیونکہ اس کو ہاں تمہارے ہی اوپر ہے اور ہے **مَعَاصِ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا** (تمہاری زندگی میں فتح حاصل کر رہے ہو اور تمہارا اس وقت سے اور تمہارے ان کا فتح ہے کھانا **قَالَ تَعَالٰی فَاِنَّ مَعَ الْعِلْمِ الْمَالَ كَثِيْرًا**۔ پھر فرمایا **فَمَا لِيْ بِالْأَعْمٰی جَعَلْتُمْ مَعَاسِيَكُمْ فَعَمَلُوْنَ**۔ پھر ہر وہی طرف تمہارا دانا ہوگا تو تم تمہیں نہ دین گے ہر کام تم کیا کرتے تھے تمہارے اعمال تمہارے سامنے آئیں گے تمہارے اس وقت وہ لوگ وہ لوگ وہاں ہی رہیں اس لیے اعمال درست کرو۔)

اِنَّمَا مَثَلُ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا كَمَآءٍ اَنْزَلْنٰهُ مِنَ السَّمَآءِ فَاَخْتَلَطَ بِهٖ نَبَاتُ الْاَرْضِ مِمَّا

وہی وہی ہے کہ جس سے ہم نے پانی اور دھواں پانی ہی ہے۔ اس زمین سے کچھ نشہ کی ہوئی چیزیں ہیں جنہیں انسان دیکھتی ہے کہ یہ **يَا خُلُ الْنَّاسُ وَالْاَنْعَامُ كَحَنٍّ اِذَا الْخَلَّتِ الْاَرْضُ رُجْرَقَهَا وَارْتَسَتْ وَظَلَّتْ اَنْفُسُا اَنْفُسُا** (لوگ نہ ہو کر کچھ ہیں جس تک کہ جب زمین نے اپنی اپنی کچھ اور اس کی خوب زمین کی اپنی اپنی اور زمین میں وہ لوگ وہ لوگ وہاں ہی رہیں اس لیے اعمال درست کرو۔)

پھر اسے خدیجہؓ کو دیے اور انہی آپ نے ہمیں جنت میں داخل نہیں فرمایا اور کیا آپ نے ہمیں دوزخ سے نجات نہیں دی (یہ بہت بڑا احترام ہے اس کے بعد یہ وہ شخص چاہا کہ اس کا اور وہ ایک اللہ تعالیٰ کا دیوار کریں گے انہیں کوئی بھی ایسی چیز نہ دی جائے گی جو انہیں اپنے رب سے چارے چارے نہ ہو۔ محبوب ہمارا اس کے بعد حضرت جنت سے آیا بہت عجب ہے فرمائی اللّٰهُمَّ اَعِزِّ الْغُلَامَ الْغُلَامَ وَارْزُقْهُ (۱۰۰)۔
مفسرین ص ۱۰۱

پھر اس نے ایت سے پہلے یہ بھی کہا کہ تم فرمادیا۔ وَلَا يَرْهَقُ وَخَوْفُهُمْ قَهْرًا وَلَا ذُلًّا (ان کے پیر سے یہ عداوت چھائی ہوئی نہ ہونی چاہیے بلکہ ان تعالیٰ ان کے پیر سے یہ مصروف نہ ہوں گے ان پر اٹھ کا کوئی اثر نہ ہو گا سورہ اقصا میں فرمادیا۔ وَخَوْفُهُمْ يَوْمَئِذٍ مُّصَرِّفَةٌ عَنِ رِجْئِهِمْ مَطْرُوفَةٌ (ان میں بہت سے پیر سے تڑپا ہوا ہے انہیں وہی کہ طرف دیکھتے ہوں گے)۔
سورہ غفلت میں فرمادیا۔ نَعْرِفُ فِي وَخَوْفُهُمْ نَصْرَةَ الْعِزِّ (اسے غائب تو ان کے پیروں میں نعمت کی تردید کی وجہ سے) گا۔
جو شخص دوسرے میں سے ہوا اپنے رب کا یہ نہ کرنا ہوا اس کا پیر دیکھیں ممکن نہ کھل جائے۔ دیکھتے ہوئے کہ اس کا رسول اللہ ص نے فرمادیا کہ رسول اللہ ص کے دوسروں سے اس کی امت کو اس طرف پہچان ان کا کہ ان کے پیر سے دشمنی ہوں گے اور ان کے ہاتھ پاؤں دھوس کے اثر سے عطیہ ہوں گے۔ (مطلوبہ ص ۱۰۲)

پھر فرمادیا۔ اُولَئِكَ اصْحَابُ الْجَنَّةِ هُمْ فِيهَا خَالِدُونَ (۱۱) یہ لوگ جنت والے ہوں گے وہاں میں ہمیشہ ہیں گے (تیسری ایت میں اور بھی) کا ذکر فرمادیا۔ وَالَّذِينَ كَسَبُوا السَّيِّئَاتِ جَزَاءُ سَيِّئَةٍ سَاطِئَةً لِّمَا كَسَبُوا (۱۲) اور جن لوگوں نے بڑے کام کے گنہگاروں میں سب سے بڑا گنہگار ہے ان کی جزا ان کے اعمال جیسی ہوگی ان پر نہ کوئی علم ہو گا نہ پڑائی ہوگی۔ یہ اسرار کا بدلہ ہوگا۔ وَاسْتَزِفْتُهُمْ دَالِقًا فِي السَّائِطِ (۱۳) پڑائی ہوئی ہوگی کہ انہیں عذاب میں۔ قیامت کے دن انہیں اللہ سے کوئی پیچھے نہ ہوگا۔ تھکا لٹا۔ اَعْيِشْتَ وَخَوْفُهُمْ قَطَعْتُمْ اَلْبَاطِلَ مَقْلُومًا (۱۴) ان کی بد صورتی کا یہ حال ہوگا تو ان کے پیروں کا جو جری دات کے کھڑوں سے اٹھ کر اب دیکھتے ہیں۔ یہ کاروانی میں کتنا ہی غریب صورت ہو قیامت کے دن نہایت ہی بدترین صورت میں ہوگا جس کا تبت وہاں میں ذکر فرمادیا۔ سورہ زمر میں فرمادیا۔ وَيَوْمَ الْقِيَامَةِ تَرَى الَّذِينَ كَذَبُواْ عَلٰى اَنۡفُسِهِمْ اَلۡفُسُ فِيۡ جَهَنَّمَ مُقَوًى لِّلۡفٰكِيۡنَ (۱۵) اور اسے غیب تو قیامت کے دن ان لوگوں کو دیکھے گا جنہوں نے اللہ پر جھوٹ بانٹھا کہ ان کے پیر سے سیاہ ہیں کہ وہ دوزخ تکم کر رہے ہوں گا جھکا نہیں ہے)۔

سورہ ہود میں فرمادیا۔ اَوْ اَخْلَافًا مُّتَبَدِّلًا (۱۶) اور انہیں غریب صورت میں دیکھتے ہیں ان پر بد رنگی ہوئی ہوگی۔ یہ لوگ کا فرور کا کر رہے۔
پھر فرمادیا۔ اُولَئِكَ اصْحَابُ النَّارِ هُمْ فِيهَا خَالِدُونَ (۱۷) یہ لوگ دوزخ والے ہیں اس میں ہمیشہ ہیں گے)۔

وَيَوْمَ نَحْشُرُهُمْ جَمِيعًا ثُمَّ نَقُولُ لِلَّذِيۡنَ اٰشْرَكُوْا اِمَّا كُنْتُمْ اَشْرَٰكًا وَّكُنْتُمْ اَفۡرَاقًا
اور اس دن ہمیں سب اکٹھے کریں گے پھر ہم ان لوگوں سے کہیں گے جنہوں نے قرآن کا کرم اور اللہ سے شریعت کی حد پر کھمبہ نہ کیا۔
بَيْنَهُمْ وَّاقَانَ شُرَكَآءُ هُمْ مَا كُنْتُمْ اِيَّاۤنَا تَعْبُدُوْنَ ۝ فَكُنۡنَا بِاَلۡلٰهِ شَهِيدًا اٰمِنِيۡنَا وَبَيْنَهُمۡ
ان میں سے جو نہ ہوئے۔ اور ان سے قرآن کہیں گے کہ تم ہماری عبادت نہیں کرتے تھے۔ اللہ اور اسے شہید۔ وہاں نہ ہوگا ہے یہ اللہ

قُلْ مَنْ يَرْزُقُكُمْ مِنَ السَّمَاءِ وَ الْأَرْضِ أَنتُمْ يَحْكُمُ السَّعْ وَ الْأَبْصَارُ وَمَنْ يُخْرِجُ

نہ لہ، جسے اللہ نے زمینیں آسمان سے روزی دیتا ہے۔ یاد رکھیں کہ کائنات اور انھیں کا رب ہے اور وہ کون ہے جو

النَّحْلَ مِنَ النَّمِطِ وَيُخْرِجُ الْمَيْتَ مِنَ الْحَيِّ وَمَنْ يُدِيرُ الْأَمْرَ قَسِيفُولُونَ اللَّهُ

زندہ و مردہ سے اور مردہ کو زندہ سے اللہ ہے اور وہ کون ہے جو تمام کائنات کی تدبیر کرتا ہے۔ سو وہ ضرور ہیں جس کے کہ مذی ہے

فَقُلْ أَفَلَا تَتَّقُونَ قَدْ يَكُمُ اللَّهُ رَبُّكُمُ الْحَقُّ قَدْ بَعْدَ الْحَقِّ إِلَّا الضَّلَالَةُ فَأَن تَصْغُرُونَ

تو آپ (مذہب) کہہ دیجئے کہ کیا تم نہیں ڈرتے کہ اللہ تمہارا حقیقی رب ہے سو اس حق کے بعد کوئی کے کیا ہے؟ اور کیا تمہارے رب سے چھوٹے

مشرکین سے سوال کہ تمہیں کون رزق دیتا ہے اور تمہارے کانوں اور آنکھوں کا کون مالک ہے

اور تمام کائنات کی تدبیر کون کرتا ہے؟

دیکھیں جو لوگ غیر اللہ کی عبادت کرتے ہیں اور مخلوق کو اللہ تعالیٰ کا شریک بنا رکھا ہے اس کے بارے میں ارشادِ ولہ یہ کہان سے

اور یہ فتنہ لہ، جسے کہ آسمان اور زمین سے نہیں کون رزق دیتا ہے اور تمہاری سننے کی قوت اور دیکھنے کی قوت کا مالک کون ہے یعنی

تمہارے کانوں اور آنکھوں پر کیسے پر اختیار اختیار ہے کون ہے جس نے یہ چیزیں تمہیں دیدیں ہیں اور جو انکی حفاظت فرماتا ہے وہ چاہتا

توان کسب کر لیتا ہے اور یہ بھی بتاؤ کہ مردے سے زندہ کو کون نکالتا ہے اور زندہ کو کون نکالتا ہے اور یہ بھی بتاؤ کہ زمین میں جو

تصرفات ہیں ان کی تدبیر کون فرماتا ہے؟ جب ان لوگوں سے یہ سوالات کر کے تو ان کے پاس اس کے علاوہ کوئی جواب نہیں ہوگا کہ

ان افعال کا مالک اختیار اور ان حفاظت سے مشغول صرف اللہ ہی ہے۔ جب وہ یہ جواب دی تو آپ (مذہب) کہنے لگے کہ پھر تم اس ذاتی

خلاق اور مالک سے کیوں نہیں ڈرتے؟ اس کو چھوڑ کر جو مردہ کی عبادت کرتے ہو وہ تمہارے نزدیک بھی ہے اختیار ہیں جن کی

عبادت کیوں کرتے ہو؟ وہ ذات پاک جس کی وہ صفات ہیں جو اوپر ذکر کی گئیں ہیں وہی واقعی اور حقیقی رب ہے۔ اس کے مالک

اور رب حقیقی ہونے کا اثر اور بھی کرتے ہو اور پھر مردہ کی عبادت کرتے ہو۔ یہ تو سراپا کفر ہی ہے اور حق کے بعد کوئی کے سوا وہی

کیا کہو؟ اسے بتاتے ہو مجھے کفر ہی میں جسے سب سے بڑی حماقت ہے۔ حق کو چھوڑ کر کہاں چلے جا رہے ہو؟ اصل کو چھوڑ کر حق کی طرف

دائیں (تو) حق اور مثال یعنی حق اور کفر ہی کے درمیان کوئی چیز نہیں ہے۔ جو حق نہ ہو وہ کفر ہی ہے۔ دونوں میں اختلاف ہے۔ حق اور

کفر ہی دونوں میں جمع نہیں ہو سکتے۔

كَذَلِكَ حَقَّتْ لِرَبِّكَ عَلَى الَّذِينَ قَسَفُوا أَنَّهُمْ لَا يُؤْمِنُونَ قُلْ هَلْ مِنْ شُرَكَائِكُمْ

یہ عرض نہ کہ آپ کی ہر بات ہر بات کے بارے میں حماقت ہو چکی ہے کہ یہ لوگ ایمان نہ لائیں گے۔ آپ (مذہب) کہنے کو کہہ رہے ہیں کہ

مَنْ يَبْدَأُ الْخَلْقَ ثُمَّ يُعِيدُهُ قُلْ اللَّهُ يَبْدَأُ الْخَلْقَ ثُمَّ يُعِيدُهُ فَأَن تَكُونُوا

نہ لہ، جو اللہ تعالیٰ نے پہلے پیدا کیا اور پھر دوبارہ زندہ کر دے؟ آپ (مذہب) کہنے کو کہہ رہے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے پہلے پیدا کیا اور پھر دوبارہ زندہ کر دے؟

قُلْ هَلْ مِنْ شَرِكَاكُمْ مَن يَهْدِي إِلَى الْحَقِّ ۚ قُلِ اللَّهُ يَهْدِي لِلْحَقِّ ۚ أَفَمَنْ يَهْدِي إِلَى

الحَقِّ أَحَقُّ أَنْ يُتَّبَعَ أَمَّنْ لَا يَهْدِي إِلَّا أَنْ يَهْدَىٰ ۚ فَمَا لَكُمْ كَيْفَ تَحْكُمُونَ ﴿٢٠﴾ وَمَا يَنْبَغُ

اَكْثَرُهُمْ إِلَّا ظَنًّا ۚ إِنَّ الظَّنَّ لَا يُغْنِي مِنَ الْحَقِّ شَيْئًا ۚ إِنَّ اللَّهَ عَلِيمٌ بِمَا يَفْعَلُونَ ﴿٢١﴾

اگر صرف ان کے پیچھے چلتے ہیں، تو ظن ہی ان کے راستے میں راہنمائی نہیں ہے۔ بالکل اللہ تعالیٰ ہی کا سامنا کرنا چاہئے اور اپنے ان کاموں کو دور کرتے ہیں۔

مشترکین سے مزید سوالات اور توحید پر آنے کی دعوت

ان بات میں اول تو یہ فرمایا کہ مشرکین نے جو شرک کو اپنا رکھا ہے اور گمانے کے باوجود توحید پر نہیں آئے ان کے بارے میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ بات طے ہو چکی ہے کہ یہ لوگ ایمان نہ لائیں گے اس میں رسول اللہ ﷺ کو کبھی وہی گئی کہ آپ ان کے بارے میں مطمئن نہ ہوں ان کو ایمان نہ لائیں گے اس کے بعد فرمایا کہ ان سے اور طاقت کچھ کہہ دو کہ ان سے جو اعتقاد الحق کو پیدا فرماتا ہے پھر موت دیکھ دو بار دیکھا فرمائے گا اس بات کو جان لو صرف اللہ تعالیٰ ہی یہ فرماتا ہے اور موت دے کر دوبارہ زندہ کر دے گا۔ اس حقیقت کو سمجھنے کے بعد تم کہاں لائے پھر سے جا رہے ہو۔ پھر فرمایا کہ آپ ان سے سوال فرمائیے کہ تم ان شرکاء میں دو کون سے جو حق کا راستہ بتاتا ہے آپ خود ہی فرمادے گئے کہ اللہ تعالیٰ ہی حق کا راستہ بتاتا ہے جو حق کا راستہ بتائے اور بتا دیا کہ حق کا راستہ یہ وہو نفس جو خود جاہلیت نہیں داتا مگر یہ کہا سے جاہلیت ہی کہ ہے؟ مطلب یہ کہ اللہ کو چھوڑ کر کون کی بات چاہ کر رہے ہو وہ تو خود ہی ہے اور اس بات کے خلاف ہیں کہ انہیں راہ بتائی جائے سو تمہیں کیا ہو گیا؟ اللہ کو چھوڑ کر ان کی عبادت کرتے ہو۔ اور تم کہیں جاہالت کو چاہتے ہو کہ تم اللہ کو چھوڑ کر شرک اختیار کرتے ہو؟

پھر مشترکین کا حال بیان فرمایا کہ ان میں کھڑے وہ لوگ ہیں جو مکمل بالکل گمان اور خیال کے پیچھے چلتے ہیں اپنے الٰہی خیالات کی وجہ سے اللہ کے سوا دوسروں کو سمجھ رہے ہیں۔ گمان اور بالکل سے حق واضح اور جاہلیت نہیں ہو اس کے لئے دلائل قطعی کی ضرورت ہوتی ہے۔ بغیر علم اور بلا دلیل انہوں نے اللہ کو چھوڑ کر دوسرے داخل سمجھ کر رکھے ہیں۔ جیسا کہ سورۃ نجم میں فرمایا: اِنْ هِيَ إِلَّا اَسْفَاةٌ سَافِهَةٌ هَاهُنَا اَنْتُمْ وَاِهْلَاؤُكُمْ مَا اَنْزَلْنَا اِلَيْهَا مِنْ سُلْطٰنٍ ۚ اِنْ يَتَّبِعُونَ اِلَّا الظَّنَّ وَمَا تَهْوٰى اِلَآ نَفْسُ ۚ اِذَا سَفِهٰتُكُمْ يَسْتَفْهِمُوْهَا اِنَّهُمْ قَوْمٌ لَا يَعْلَمُوْنَ اے لوگ تمہارے باپ داداؤں نے جو چیز رکھے ہیں۔ اللہ نے ان کی عقل نہیں بھیجی۔ یہ لوگ صرف گمان اور اپنے نفس کی خواہشوں پر چل رہے ہیں

آپ میں فرمادے گا اِنَّ اللَّهَ عَلِيْمٌۢ بِمَا يَفْعَلُوْنَ کہ بلاشبہ اللہ کو ان کے کاموں کی خبر ہے اپنے علم کے مطابق وہ انہیں برا دے گا۔

وَمَا كُنَّا اَنْ هٰذَا الْقُرْاٰنُ اَنْ يُفْتَرٰى مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَلٰكِنْ تَصْدِيْقُ الَّذِیْ بَيْنَ يَدٰیہِ وَاٰیٰتِہِ

اور یہ قرآن یہ نہیں ہے جو مقرر کیا گیا ہو اللہ کی طرف سے نہ ہو۔ بلکہ اس کتاب کی تصدیق کرنے والے ہیں اس سے پہلے ہیں۔ اور اس کے ساتھ یہی

تَفْصِيلَ الْكِتَابِ ۚ لَرَّبِّهِ فِيهِ مِنْ رَبِّ الْعَالَمِينَ ۝ أَمْ يَقُولُونَ افْتَرَاهُ ۚ قُلْ فَأْتُوا

تفصیل کتاب کی کہ جس میں اس کی طرف سے ہے۔ یہ کہہ رہے ہیں کہ اس کتاب سے پہلے یہ کہہ رہے تھے کہ یہ کتاب

سُورَةٍ مِّثْلِهِ ۚ وَادْعُوا مَنِ اسْتَطَعْتُمْ مِنْ ذَوِي الشُّرُونِ لَنُكَفِّرَنَّ صُدُوقِينَ ۝ بَلْ كَذَّبُوا بِمَا

تو اس کی صورت ہے۔ اور اس سے وہ بھی کہیں کہ وہ کہتے ہیں کہ اس کی طرف سے ہے۔ یہ کہہ رہے ہیں کہ اس کتاب سے پہلے یہ کہہ رہے تھے کہ یہ کتاب

لَهُمْ يُحِيطُوا بِعَلَمِهِ وَلَمَّا يَأْتِهِمْ تَأْوِيلُهُ ۚ كَذَلِكَ كَذَّبَ الَّذِينَ مِنْ قَبْلِهِمْ فَانْظُرْ

یہ سمجھ لیں کہ اس کی طرف سے ہے۔ یہ کہہ رہے ہیں کہ اس کتاب سے پہلے یہ کہہ رہے تھے کہ یہ کتاب

كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الظَّالِمِينَ ۝ وَمِنْهُمْ مَنْ يُؤْمِنُ بِهِ ۚ وَمِنْهُمْ مَنْ لَا يُؤْمِنُ بِهِ ۚ وَرَبُّكَ

یہ کہہ رہے ہیں کہ اس کی طرف سے ہے۔ یہ کہہ رہے ہیں کہ اس کتاب سے پہلے یہ کہہ رہے تھے کہ یہ کتاب

أَعْلَمُ بِالْمُفْسِدِينَ ۝ وَإِنْ كَذَّبُوكَ فَقُلْ إِنِّي عَمَلِي ۚ وَلَكُمْ عَمَلُكُمْ ۚ أَنْتُمْ بَرِيكُونَ

اور اس کی طرف سے ہے۔ یہ کہہ رہے ہیں کہ اس کتاب سے پہلے یہ کہہ رہے تھے کہ یہ کتاب

وَمَا أَعْمَلُ ۚ وَأَنَا بَرِيءٌ مِمَّا تَعْمَلُونَ ۝

یہ کہہ رہے ہیں کہ اس کی طرف سے ہے۔ یہ کہہ رہے ہیں کہ اس کتاب سے پہلے یہ کہہ رہے تھے کہ یہ کتاب

قرآن حکیم کی حقانیت پر واضح دلیل اور اس جیسی ایک سورت بنانے کا چیلنج

توحید کے ورک پہن کرنے کے بعد اب کتاب اللہ کی حقانیت پر ان فرمائی جس کے ذیل میں رسول اللہ کی رسالت کی طرف

تصدیق ہوئی۔ مشرکین کہہ رہے تھے کہ یہ قرآن اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل نہیں ہوا بلکہ رسول اللہ نے اپنے پاس سے بنا دیا ہے۔

اس قرآن کی تردید فرمائی کہ یہ ایسی کتاب نہیں ہے جو غیر اللہ کی طرف سے ہو بلکہ اس کی طرف سے ہے جس سے پہلے آسمانی کتاب کی

بھی تصدیق کرتی ہے اور جو اس کا مفاد حقانی ہے۔ ہمارے لئے بھیجے ہیں اس میں اس کی بھی تفصیل ہے۔ ہمارے لوگوں کو چیلنج کی گورنر جو کہ

آپ ان سے فرمادیں کہ تم جو یہ کہتے ہو کہ تمہارے لئے بھیجے ہیں اس میں اس کی بھی تفصیل ہے۔ ہمارے لوگوں کو چیلنج کی گورنر جو کہ

آپ ان سے فرمادیں کہ تم جو یہ کہتے ہو کہ تمہارے لئے بھیجے ہیں اس میں اس کی بھی تفصیل ہے۔ ہمارے لوگوں کو چیلنج کی گورنر جو کہ

آپ ان سے فرمادیں کہ تم جو یہ کہتے ہو کہ تمہارے لئے بھیجے ہیں اس میں اس کی بھی تفصیل ہے۔ ہمارے لوگوں کو چیلنج کی گورنر جو کہ

آپ ان سے فرمادیں کہ تم جو یہ کہتے ہو کہ تمہارے لئے بھیجے ہیں اس میں اس کی بھی تفصیل ہے۔ ہمارے لوگوں کو چیلنج کی گورنر جو کہ

آپ ان سے فرمادیں کہ تم جو یہ کہتے ہو کہ تمہارے لئے بھیجے ہیں اس میں اس کی بھی تفصیل ہے۔ ہمارے لوگوں کو چیلنج کی گورنر جو کہ

میں ایک دوسرے سے دعا کرتے رہا کریں۔

جب قرآن کی پہلی تلاوت ہو گئی تو قرآن لانے والے یعنی سیدنا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی چٹائی بھی ثابت ہو گئی اس کے بعد فرمایا کہ ان لوگوں نے ایسی چیز کو چھوا یا جو ان کے حلال طہی میں نہیں ہے۔ قرآن کو سمجھنے نہیں اور نہ سمجھنے کا ارادہ کرتے ہیں۔ مگر اگر تو اس کی حقیقت اور حقیقت سمجھ میں آتی ہے تب سمجھنا پڑے گا کہ اسے جیسا کہ اس جملہ نے کاغذ پر لکھ لکھ کر لے گا۔ یعنی ان کی محض کلام کا اہتمام سامنے آئے گا۔ دیکھنا اس کے بارے میں کہ وہ کھڑے ہو کر پڑھنے کی وجہ سے آخرت میں اس کی عذاب میں مبتلا ہوں گے۔ ان سے پہلے محض کلام کرنے والوں پر عذاب آچکا ہے۔ کچھ سمجھنے ان کا اہتمام کیا ہوا ہے مگر فرمایا ان میں سے کچھ لوگ اس پر ایمان لائیں گے اور کچھ ایمان نہیں لائیں گے اس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہے کہ آپ اپنا کام کئے جائیں، بہت سے لوگ وہ ہیں جنہیں ایمان لانا نہیں ہے آپ کو کچھ ہونے کی ضرورت نہیں ہے۔ جو ان دنوں لانے کا اس کی سزا بھگت لے گا اللہ تعالیٰ ملے ہی تو عذاب جاتا ہے۔ وہ جن کے کفر کی سزا ہے وہ کا حرج فرمایا کہ یہ لوگ جو محض کلام پر صبر ہیں بہت قائم ہونے پر بھی ان کو نہیں دانتے اور آپ کی قسم یہی نہیں کرتے تو ان سے فرما دیجئے کہ میرا عمل میرے لئے ہے اور تمہارا عمل تمہارے لئے ہے تم میرے عمل سے بری ہو میں تمہارے عمل سے بری ہوں مجھے میرے عمل کا عذاب ملے گا تم اپنی بد عملی کی سزا بھگتو گے۔

وَمِنْهُمْ مَّن يَسْتَعِينُ اِيَّاكَ اَفَاَنْتَ تُسْمِعُ الصُّمَّ وَلَوْ كَانُوا لَا يَعْقِلُونَ ۝ وَمِنْهُمْ مَّن

اور ان میں سے کچھ آپ کی طرف سے مدد مانگتے ہیں، کیا آپ سب کو آواز دے کر پڑھنے کو کہہ سکتے ہیں۔ اور ان میں سے کچھ

يَنْظُرُ اِيَّاكَ اَفَاَنْتَ تُهْدِي الْعُمْيَ وَلَوْ كَانُوا لَا يَبْصُرُونَ ۝ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَظْلِمُ النَّاسَ

دیکھتا ہے آپ کی طرف سے مدد مانگتے ہیں، کیا آپ ان کو راہ دکھا سکتے ہیں کہ وہ پڑھ سکیں۔ اور ان میں سے کچھ

شَيْئًا ۚ لَّكَرَّ النَّاسُ اَنْفُسُهُمْ يَظْلِمُونَ ۝ وَيَوْمَ يُحْشَرُهُمْ كَاَن لَّمْ يَلْبَثُوْا اِلَّا سَاعَةً

کچھ چیزیں اور انہیں دیکھ کر انہیں غم کرتے ہیں۔ اور میں دیکھتی ہوں کہ ان کو راہ دکھا کر ان کے حصہ میں سے صرف ایک گھنٹہ

مِنْ النَّهَارِ يَتَعَارَفُونَ بَيْنَهُمْ ۚ قَدْ خَسِرَ الَّذِينَ كَذَّبُوا بِآيَاتِ اللّٰهِ وَ مَا كَانُوا مُهْتَدِينَ ۝

سورہ میں یہ ہے کہ ان کو پہچانتے ہیں کہ یہ اللہ کے رسول اور اللہ کے رسول کے رسول ہیں انہیں نے ان کی عبادت کو ان کے حصہ میں سے صرف ایک گھنٹہ

وَاِنَّا شَرِيكَ بَعْضِ الَّذِي نَعْبُدُهُمْ اَوْ تَوَفَّيْنَاكَ اَلَيْسَا مَرْجِعُهُمْ ثُمَّ اللّٰهُ شَهِيدٌ

اور انہیں ان میں سے ہر حصہ پر کھانا، یہ سب کچھ میں سے ہر حصہ ہے۔ اور ان کی طرف میں سب کو ان کے حصہ میں سے کھانا

عَلٰى مَا يَفْعَلُونَ ۝ وَلِكُلِّ اُمَّةٍ رَّسُوْلٌ ۚ فَاِذَا جَاءَ رَسُوْلُهُمْ قُضِيَ بَيْنَهُمْ بِالْقِسْطِ

ہر کس کو ان کے حصہ میں سے کھانا، یہ سب کچھ میں سے ہر حصہ ہے۔ اور ان کی طرف میں سب کو ان کے حصہ میں سے کھانا

اس کے بعد قیامت کے دن کا ایک منظر بیان کرتے ہوئے ارشاد فرمایا: **وَنُؤْمِنُ بِشَفَعِ نَبِيِّهِمْ عِزَّ لِمَ بَلَّغُوا سُبْحَانَكَ بِمَا فَتَنَّا فِيهَا قُلُوبَهُمْ** (اور انہیں اوروں والا ہے جس میں امتنان کا بھی فرمانے کا گواہی دین کے ایک حصے میں صرف ایک کڑی گھبراہٹ میں آجس میں ایک دوسرے کو پہچانتے ہوں گے) یعنی جب وہیں حاضر ہو گئے تو جو دنیا میں کسی فرد کڑی گھبراہٹ میں جو عرصہ تک رہے تھے اس سہارے وقت کو پہچان گئیں گے کہ گویا ہم صرف دنیا ہی میں دنیا میں اور بزرگ شہر ہے قیامت کے دن ان کی کئی کئی کڑی گھبراہٹ اور بزرگ کی مدد و تکرار کو قبول کر لیں گئیں کہ گویا ان میں سے صرف ایک کڑی ہی دنیا میں کڑی ہے۔

سورہ میں فرمایا: **وَنُؤْمِنُ بِظُلُومِ السَّاعَةِ يُصْعَقُونَ فَالْمُهْتَبُونَ فَخُتِفُوا وَلَقَدْ أَتَوْا بِمِلْءٍ مِّنْ قِيَامَتِهَا كَافٍ** (پھر میں تمہیں کھائیں گے ہم ایک کڑی سے بڑا دیکھیں، ہے کہ یہ فرمایا کہ آجس میں ایک دوسرے کو پہچانتے ہوں گے۔ یہ پہچان صرف پہچانے کی حد تک ہوگا) آجس میں ایک دوسرے کی کوئی مدد نہیں کر سکیں گے۔ دلوں کا ایک دوسرے پر لعنت کریں گے اور چھوٹے بڑے اور بڑے چھوٹوں پر چھٹکارا لیں گے۔ اور اس سے اعلیٰ سے اعلیٰ فوٹ جائیں گے۔ پھر فرمایا: **فَلَمَّا خَسِرَ الَّذِينَ هُمْ يُحْتَفُونَ أَفْوَاجًا وَكَانُوا يَحْفَتُونَ** (جن لوگوں نے ان کی مدد کو پہچاننا چاہتی قیامت کے دن کا کھار حساب اور جزا کا ان کا کیا ہوگا نقصان میں چڑھ گئے اور اپنی جانوں کو ہلاک کر دیا۔ وہ اپنے میں جانتے وقت نہ رہے آخرت میں شدید عذاب میں مبتلا ہوں گے۔

پھر فرمایا: **وَأَنفَحْنَاهُ فِثْلًا نَّضِضَ الَّذِينَ يُصْلَحُونَ فَالْمُهْتَبُونَ فَخُتِفُوا** (اور جس کا ہم ان سے وعدہ کر رہے ہیں اگر اس میں سے کھڑا اس حصہ ہم آپ کو رکھا اور اس کا ہم آپ کو فائدہ دے دیں وہ اس سے ہی پاس اس سب کو آئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر جو عذاب میں مبتلا کئے جانے کی امید میں داخل ہوئی تھی جس۔ ان کے بارے میں فرمایا کہ جس عذاب کا ہم ان سے وعدہ کر رہے ہیں اس میں سے کچھ تو اس عذاب اگر ہم آپ کو رکھا دیں یعنی آپ کی حیات ہی میں اس کا نزول ہو جائے یا ہم آپ کو اس سے پہلے وفات دے دیں وہ دونوں صورتیں ہو سکتی ہیں۔ ضروری نہیں کہ آپ کے سامنے ہی عذاب آجائے اور یہ بھی ضروری نہیں کہ آپ کے بعد ان عذاب آئے یعنی دنیا میں عذاب آجائے یا ہم آپ کو آج ہی ہے جو عذاب ہے (یعنی آخرت کا عذاب) اس میں تو ہر مگر اور کافر کو جہنم ہو ہی ہے **فَلَمَّا فَصَلَ طَافُوسُ فَالْمُهْتَبُونَ** پھر یہ بات بھی سمجھ لینا چاہئے کہ انہی تمام لوگوں سب کا ہم ان کا ہم سے واسطہ ہے۔

پھر فرمایا: **وَالْحَقْلَىٰ أَفْوَاجًا رَّسُولًا فَاذْجَبَا وَرَسُولُهُمْ لَقِيتُ الْيَتِيمَ بِالْقِسْطِ وَهُمْ لَا يَعْلَمُونَ** (قیامت کے دن ہر امت کا رسول موجود ہوگا۔ جو دنیا میں ان کی طرف سے ہوا تھا۔ ان میں موجود ہوں گی اور ان کے رسول بھی موجود ہوں گے جو اہل کفر کے کفر اور اہل ایمان کے ایمان پر گواہی دیں گے اور انصاف کے ساتھ فیصلہ کر دیا جائے گا اور کسی پر ظلم نہ ہوگا۔ اس آیت کا یہ مفہوم سورہ نساء کی آیت **لَا تَجْعَلُوا لِلْيَتِيمِ الْاِمْتِنَانِ فَمِنْ بَيْنِ يَدَيْكُمْ يُصْلِحُونَ** (یعنی یسیرت کے مطابق بچہ اور بعض ضروری نے آیت ہلا کا یہ مطلب بتایا ہے کہ دنیا میں رسول امتوں کے پاس آئے ان کی انہوں نے کھڑے ہیں اور اس کھڑے پر جو ان پر عذاب یا اس آیت میں ای کا ذکر ہے مطلب یہ ہے کہ ہر امت کے لئے ایک نمبر ہے۔ وہ نمبر جب ان کے پاس آجائے گا اور ان کا نام پہنچا دیا جائے گا اس کے بعد کچھ لوگ سامنے ہیں اور کچھ لوگ پیچھے سامنے تو آگے درمیان انصاف کے ساتھ فیصلہ کر دیا جاتا ہے اہل ایمان کی نجات ہو جاتی ہے اور کافر ہلاک کر دیے جاتے ہیں اور کسی پر ظلم

اس کے خلاف ہوتا ہے۔ بعض چیزوں کو اپنے ہاں حرام کر لیتے ہیں اور ان سے اسی طرح بچتے ہیں جیسے حرام سے بچا ہوا ہے۔ نیاز کا حکم کا جن لوگوں میں رواج ہے وہ لوگ جو حضرت سیدہ فاطمہؓ برا کے عیال ثواب کے حصول سے جو کما چکا ہے اسے میں اولاً وہ بدعت ہے پھر اس کے بارے میں یہ قانون یاد رکھنا ہے کہ اس سے صرف لڑکیاں نکالیں گی لڑکے نہیں نکالیں گے۔ اللہ کی شریعت میں جو چیز سب کے لئے حلال ہے وہ ہر فرد کے لئے تمام افراد پر راجع ہوگی بشرطیکہ وہی بات ہے کہ اللہ تعالیٰ کے قانون میں بھی تبدیلی کر دی اور حلال کو اپنے پاس سے حرام قرار دے دیا۔ اسی طرح کی بہت سی چیزیں ہیں اور ان میں سے مال بدعت میں مراد ہے۔

دوسری آیت میں اس کو اس کا حصہ قرار دیا ہے جو اللہ پر محبت ہوا ہے۔ میں اور اللہ کے قریبی میں شریعت کرتے ہیں۔ حلال کو حرام اور حرام کو حلال قرار دیتے ہیں۔ اور اللہ کا یہ کیا قسمت کے ہمارے میں ان کا کیا گمان ہے۔ کیا انہیں روز قیامت کا یقین نہیں ہے؟ اسی یقین کے ہونے کی بنا پر اللہ کے ہدایت فرمادہ روزانہ میں اپنی طرف سے علت و حرمت کو بوجہ کرتے ہیں ایسے طور ہو گئے ہیں کہ آخرت کے مواضع کا کچھ بھی دھیان نہیں۔

آخر میں فرمایا اِنَّ اللّٰهَ لَظَوُّفُضِلٍ عَلٰی الْعَالَمِ وَلٰكِنْ اَخْخَرْنٰهُ لَآ يَشْكُرُوْنَ لَمَّا شَاءَ اللّٰهُ تَعَالٰی لوگوں پر فضل فرماتا ہے بڑی حال ملاحظہ فرمائیے لیکن ان کو لوگ ناشکری کرتے ہیں (حلال کو حرام قرار دیتے ہیں)

اللہ کا یہ فضل بھی ہے کہ اس نے لوگوں کو دولت عقل سے نوازا اور پھر جیسے کتابیں ہدایت فرمائی ہیں جنہوں نے حق اور باحق واضح کر کے بتایا جس میں حرام و حلال کی تفصیلات بھی ہیں لیکن ان کو لوگوں کا یہ حال ہے کہ اللہ کے فضل کی قدر دانی نہیں کرتے اور اللہ کے بھائے کفران نعمت کی دہلا اختیار کرتے ہیں اس کفران نعمت میں مصیبت اور کفر و شرک کا اختیار کس سبب داخل ہے۔

وَمَا تَكُونُ فِي شَأْنٍ وَمَا تَتْلُو مِنْهُ مِنْ قُرْآنٍ وَلَا تَعْمَلُونَ مِنْ عَمَلٍ اِلَّا كُنَّا عَلَيْكُمْ

اور آپ میں کسی حال میں بھی ہوں اور قرآن اور کتب جو بھی کوئی صرف جانتے کر رہے ہوں اور تم لوگ جو بھی کوئی عمل کرتے ہو ہم ضرور اس سے باخبر ہوتے

شَهُوَ اِلَّا اَنْ تَقِيْضُوْنَ فِيْهِۦٓ وَمَا يَعْزُبُ عَنْ رَبِّكَ مِنْ مِّثْقَالٍ ذَرَّةٍ فِى الْاَرْضِ وَلَا

آسمان جس قدر تم اس کام میں مشغول ہوتے ہو اور زمین اور آسمان میں ذرہ کے برابر کوئی چیز انہی نہیں ہو سکتی۔ آپ کے

فِى السَّمَآءِ وَلَا اَصْغَرَ مِنْ ذٰلِكَ وَلَا اَكْبَرَ اِلَّا فِى كُتُبٍ مُّبِيْنٍ ۝

م میں نہ ہو اور کوئی چیز انہی نہیں ہے جو اس سے بھلی ہو یا بڑی ہو جو کتاب انہی میں نہ ہو۔

اللہ تعالیٰ کا علم ہر چیز کو محیط ہے کوئی ذرہ اور اس سے چھوٹی بڑی چیز اور مخلوق کا کوئی حال اس سے پوشیدہ نہیں۔

ان آیات میں اللہ جل شانہ کی صفت علم کو بیان فرمایا ہے اور بتایا ہے کہ آپ جس حال میں بھی ہوں اور اسی حال میں سے یہ بھی ہے کہ آپ قرآن کے کسی حصہ کی تلاوت کر رہے ہوں اور آپ کے علاوہ دوسرے اشخاص اور افراد جو بھی کوئی عمل کرتے ہوں یہ سب حالات اللہ تعالیٰ کو معلوم ہیں کسی کی کوئی حالت اللہ تعالیٰ سے پوشیدہ نہیں ہے۔ اور آسمان میں اور زمین میں جو بھی ذرہ کے برابر کوئی چیز ہے اللہ تعالیٰ کو اس کا علم ہے اور اس کے علم سے غائب نہیں ہے آسمان و زمین کے علاوہ بھی مخلوق ہے اور وہ بھی اس کے علم میں

ہے۔ آسمان و زمین کو چونکہ کبھی لوگ جانتے ہیں اور نگاہوں کے سامنے ہیں اس لئے خصوصی طور پر ان کا ذکر فرمایا اور بعض حضرات نے فرمایا ہے کہ ارض و سما سے طوفی اور زلزلہ دونوں میں تیس ہزار سال کی گئی ہیں۔

حضرت فرما کر ارادہ سے کوئی چیز چھوئی ہو یا کوئی چیز اس سے بڑی ہو کتاب یحییٰ بن یحییٰ بن مفلح میں موجود ہے اور کون مفلح میں جو کہو ہے اللہ تعالیٰ کا حکم اس کو پیدا ہے اور جو چیزیں دھندل گئیں یا بھٹک گئیں وہ بھی اللہ تعالیٰ کو علم ہے اور جو چیزیں ان میں ہیں ان کا بھی اللہ تعالیٰ کو علم ہے بلکہ اس کا احاطہ تمام کائنات کا بھی علم ہے۔

الْاِنْسَاءُ اُولَیَّاءُ اللّٰهُ لَا تَخَوْفُ عَلَیْهِمْ وَلَا هُمْ یَخْزَوْنَ ﴿۱﴾ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَكَانُوْا یَتَّقُوْنَ ﴿۲﴾

انہوں نے جو ایمان لایا وہ اللہ کے لئے سب سے پہلے ہیں۔ ان کو کوئی خوف نہیں اور نہ وہ دھندلے ہوئے ہیں۔ انہیں میرے لئے کوئی خوف نہیں کرتے ہیں۔

اَلَمْ یَشْرَوْا فِی الْحَیٰوةِ الدُّنْیَا وَفِی الْاٰخِرَةِ لَا تَبْدِیْلَ لِّمَکَلِمَاتِ اللّٰهِ ؕ ذٰلِکَ هُوَ

ان سے لئے بیعت ہے دنیاوی زندگی میں اور آخرت میں۔ اللہ کے کلمات میں کوئی تبدیلی نہیں

الْقُوْرُ الْعَظِیْمُ ﴿۳﴾

بڑی کتابیں ہیں۔

اولیاء اللہ خوف زدہ ہوں گے نہ ملکیں

یہ تین آیات ہیں جن میں اولیاء اللہ کی فضیلت اور ایمان کی حقیقت بتائی اور یہ بتایا کہ اولیاء اللہ کے لئے دنیا میں اور آخرت میں بشارت ہے۔ اولیاء اللہ کی دنیا کی دنیا ہے اولیٰ دوست اور قریب کہہ سکتے ہیں۔ اولیاء کون لوگ ہوتے ہیں ان سے کہ ہمارے میں فرمایا کہ تو لوگ ایمان لائے اور کھڑی اختیار کیا یہ لوگ اولیاء اللہ ہیں۔ ایمان کے بغیر تو اللہ کا دوست ہو ہی نہیں سکتا تو لوگ بھی یہی ریاضت کرے اور عبادت کے نام سے کہو بھی عمل کرے۔ کار اور مشرک اللہ کا مشرب اور قبول بندہ اور اللہ کا ولی نہیں ہو سکتا اہل ایمان کے اور بات مختلف ہیں۔ ایمان کی صفات کے کم بیش ہونے اور ایمانی شخصوں پر عمل کرنے میں اور عبادت و عبادت کی کیفیات اور کیفیات کے اختلاف سے فرق مراد ہے جو ہوتا ہے اور کون شخص کہ اللہ کا ولی ہے بندہ اس کے ظاہری حالات سے اندازہ لگا سکتے ہیں۔ چونکہ ہر ایک کے ظاہر و باطن کا کچھ معلوم اللہ تعالیٰ ہی کو ہے اس لئے فرق مراد کا کچھ علم بھی ایسی کہ ہے۔ فراموش اور عبادت کا اجتناب اتباع سنت کا عین اللہ فعل کی کھڑت اور اللہ کی عظمت اور معرفت انسان ان فی غیبتہ اللہ یتفکک فیراہہ فلیان ثم یفکک فیراہہ فلیان ثم یفکک فیراہہ فلیان کا حصول شروع و ختم و خلاص و کام و اخلاص ایمان اس لفظ میں سب چیزوں کے ذریعہ حسب مراد و وجہ بدرجہ اللہ کا قرب حاصل ہوتا ہے اور اس کا نام ایمان ہے۔ کچھ مسلم سے یہ دعویٰ ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا لا یحسان بضع و سبعون شعبۃ و طعنها قول لا اللہ الا اللہ و اولادھا صاعطۃ الاذی عن الطریق و العباۃ شعبۃ من الایمان (مترجم) سے کہو کہ ایمان کے شعبے ہیں جن میں سب سے افضل لا اللہ الا اللہ کہہ لینا ہے (یعنی سچا عقائد کے ساتھ عمل طریقہ پر ایمان لانا ہے اور ایمان میں سب سے کمزور کی بات یہ ہے کہ راستے سے ٹکریف ہے دلی چیز بنائی جائے اور ایمان کا ایک شعبہ ہے)

إِنْ يَتَّبِعُونَ إِلَّا الظَّنَّ وَإِنْ هُمْ إِلَّا يَخْرُصُونَ ۝ هُوَ الَّذِي جَعَلَ لَكُمُ السَّمْعَ

اور ان کے صرف کان کے چھپے ہیں اور صرف اُن کی گمان کرتے ہیں۔ اُنہی ہی سے میں نے تمہارے لئے سماعت

يَسْمَعُونَ فِيهِ ۚ وَالنَّهَارَ مُبْصِرًا ۚ إِنَّ فِي ذَلِكَ لَآيَاتٍ لِّقَوْمٍ يَسْمَعُونَ ۝ قَالُوا اتَّخَذَ اللَّهُ

یہ اس لئے کہ تم میں سے کئی مومن کو دیکھ کر کہتے ہیں کہ وہ اس میں سے کئی آیتیں دیکھتے ہیں۔ میں تو اس سے کہہ رہا ہوں

وَلَدًا سُبْحَنَهُ ۚ هُوَ الْغَنِيُّ ۚ لَهُ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ۚ اِنْ عِنْدَكُمْ مِّنْ

بچہ ہے وہ اس سے غنی ہے۔ وہ کسی سے غنی ہے جو کہ آسمانوں میں ہے اور جو کہ زمین میں ہے۔ نہ اس سے اس کی

سُلْطٰنٌ بِهٰذَا ۚ اتَّقُوا اللَّهَ عَلَىٰ مَا لَا تَعْلَمُونَ ۝ قُلْ اِنَّ الَّذِيْنَ يَفْعَلُوْنَ

کوئی عمل نہیں ہے۔ کیا تم اللہ کے اور کسی بات کا تے ہو جس کا تم کو علم نہیں رہتا۔ آپ نے دیکھا ہے کہ اللہ

عَلَىٰ اللّٰهِ الْكَذِبُ لَا يُفْلِحُونَ ۝ مَتَاعٌ فِي الدُّنْيَا ثُمَّ اِلَيْنَا مَرْجِعُهُمْ ثُمَّ نُنْفِخُ

وہ کسی اور کی جھوٹ بات کرتے ہیں وہ کہتا ہے کہ میں نے۔ اور انہیں تو اس کا فائدہ تھا۔ ہے اور ہم ان کی طرف سے ان کو اس سے باہر کر دیں گے

الْعَذَابَ الشَّدِيدَ بِمَا كَانُوا يَكْفُرُونَ ۝

تو ان کو جسے عذاب شدید بھی ہے۔

شرکین صرف گمان کے چھپے چلتے ہیں انہوں نے

اللہ کے لئے لولا و تجوز کر کے اللہ پر بہتان باندھا ہے

اس آیت میں اصل تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ ہے کہ اللہ پر ایمان کی باتیں کر لیں اور انہیں صرف اللہ کی عزت اور ہر طرح کا

عذاب اللہ ہی کے لئے ہے۔ اور غالب ہے آپ کو یہ دکھائے گا جیسا کہ لا تُغْلِبُنَّ فِتْنَةَ زَالَتْنِي (الحاکم ۳) میں بیان فرمایا ہے۔

اللہ تعالیٰ شیعہ والا ہے۔ جانتے والا ہے۔ وہ ان کے قول اور اعمال کی ہر اسے گا۔ پھر فرمایا اَلَا اِنَّ هٰذَا ضَلٰلٌ اَبَسَ الضَّلٰلٰتِ ۚ هٰذَا الَّذِي كَفَرْتُمْ

الانراض (خبردار بلا شہرت انسانوں کے رہنے والے ہیں اور جڑ میں میں رہتے ہیں اور وہ اللہ کی ملکیت ہیں) اس کے بعد قدرت

سے کوئی چیز ہر گز نہیں ہے۔ وہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فَوْنِ اللّٰهِ ضَرَفَا (اور جو اللہ کا پھر کر دے اور اسے شہادت کی عبادت کرتے

ہیں وہ کسی چیز کا کفار کہہ رہے ہیں) اِنْ يَتَّبِعُونَ إِلَّا الظَّنَّ وَإِنْ هُمْ إِلَّا يَخْرُصُونَ۔ یہ لوگ صرف گمان کے چھپے چلتے ہیں اور محض اُنکی

کچھ باتیں کرتے ہیں ان کے پاس کوئی دلیل نہیں ہے گمان ہی گمان ہے اور دلیل وہی ہے جو خالق و مالک جل مجدہ کی طرف سے ملے۔

اول تو اس نے عقل سلیم سے فرائض اور فرائض کی عبادت دی۔ یہ ایک بہت بڑی دلیل ہے کہ کوئی شخص اس سے کام لے گا وہ کچھ سکا ہے اور

یقین کے ساتھ جان سکا ہے کہ پیدا کرنے والے کے علاوہ کوئی معبود نہیں ہو سکتا۔ پھر اس نے انبیاء کرام علیہم السلام کو مبعوث فرمایا

انہوں نے صرف خالق جل مجدہ کی عبادت کرنے کو اور مستقیم بنایا اور اس کی عبادت دی اور خالق کا کائنات ہے صرف وہی معبود وحدہ

لے گا وہ کیسے کا سباب ہو سکتا ہے۔

وَأَوَّلَ عَلَيْهِمْ نَبَأُ نُوحٍ إِذْ قَالَ لِقَوْمِهِ يَتُوبُ إِن كَانَ كَابِرٌ عَلَيْكُمْ مَقَامِي وَتَذَكَّرِي

اور آپ میں کوئی نہ تھا کہ بعد از چار کرنا چاہیے، جب نوح نے اپنی قوم سے کہا کہ اسے میری قوم اگر میرا مقام کرنا اور اللہ کی آیت کی

ہدایت اللہ فعلی اللہ تَوَكَّلْتُ فَأَجْعَلُوا أَسْرُكُمُ وَشُرَكَاءَ كُفْرًا ثُمَّ لَا يَكُنْ أَسْرُكُمُ عَلَيْكُمْ

یاد رہی کہ تم پر ہمارے لئے صرف اللہ ہے اور نہ کیا سو تم سب ہی کو اپنے شرکاء کے ساتھ اپنی توحید کو روکو، میرا توحید اور اللہ

عَبْدَهُ ثُمَّ اقْضُوا إِلَيَّ وَلَا تُنْظِرُونِ ۚ فَإِنْ تَوَلَّيْتُمْ فَأَنَا إِلَٰكُم مِّنْ أَجْرٍ ۚ إِنْ أَجَبَرْتُم

تجھ کو نہ ہے، میری طرف سے ہے اور تم کو اور اللہ کے چاہتے ہیں۔ سو اگر تم رو کر اپنی قوم میں سے تم سے کسی معاملہ کا سوال کیا کیا ہے، میرا اور

إِلَٰهَ عَلَى اللَّهِ ۖ وَأَمْرٌ أَنْ أَتُوبَ ۚ وَمِن مَّعَاذِي

تو صرف اللہ ہے اور مجھے غم نہ ہو گا کہ میں لوگوں میں سے رہوں۔ سو تمہیں نے ہی کو چھوڑا اور ہم نے ہی کو اور جو لوگ ہی کے ساتھ تکیہ میں ہے

الْغُلَاقِ وَجَعَلْنَاهُمْ خُلَفَاءَ وَأَعْرَفْنَا الَّذِينَ كَذَّبُوا بِآيَاتِنَا ۚ فَانْظُرْ كَيْفَ كَانَ

معاذہ بعد از اللہ ہم نے ان کے پیچھے لوگوں کے ہونے میں سے یاد کر کے اور بعد از ہم نے ہی کو ان کی آیتوں نے ہی کو ان کو کھنکھارے اور اللہ کے عذاب کے لئے ہی

عَاقِبَةُ الْمُتَذَكِّرِينَ

کوارا کی توحید کا کیا نام ہو

حضرت نوح علیہ السلام کا جرأت کے ساتھ اپنی قوم سے خطاب فرماتا

اور ان فرمائی کی وجہ سے قوم کا غرق ہو جانا!

ان آیات میں حضرت نوح علیہ السلام کا واقعہ انسانی طور پر بیان فرمایا ہے۔ تفصیل کے ساتھ آنکہ سورہ ہود اور سورہ نوح میں مذکور ہے، نیز سورہ اعراف (۷) میں بھی گزر چکا ہے۔ سورہ اعراف کی تفسیر میں ہم نے کچھ لکھا ہے اس کو یاد رکھو اور دیکھ لیں (انوار الہیہ جلد ۱) اور سورہ ہود (۱۱) اور (دکوہ ۳) کی تفسیر کا مطالعہ کر لیں۔

حضرت نوح علیہ السلام نے اپنی قوم میں سارا سے نو سو سال قیامت لایا اور کھنکھارے سے بھلائی تو حید کی دعوت دی، شرک کی شکایت اور قیامت بیان فرمائی لیکن وہ لوگ راجہ کا لٹت کرتے رہے اور عقل پر اثر آئے اور یہاں تک کہ دیا اللہ نے تفسیر ہاتھوں ہاتھوں میں لکھو خُوفِ مَن (کسا سے نوح) کو تم یاد آئے تو تم گناہ کے جاننے والے آدمیوں میں سے ہو جاؤ گے (حضرت نوح علیہ السلام نے ان سے فرمایا کہ تم اور تمہارے شرکاء جن کی اللہ کو چھوڑ کر مہارت کرتے ہو اس سال کو میرے خلاف منصوبہ بنانا اور یہ منصوبہ ہو جڑ کا چھپانا ہو پھر تم اپنے منصوبہ کے موافق میری ایہ اور سانی کے لئے جو چاہو ٹیٹو کرو۔ مجھے تم سے کوئی ڈر نہیں۔ میں نے صرف اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کیا اور مجھے تم سے کوئی ڈر بھی نہیں۔ اگر مجھے تم سے کھوار ہی ہو تو مجھے یہ خیال ہے کہ تم جہاں کہہ جاؤ گے تو جس خلق کی امید ہے وہ حاصل نہ

إِنَّ اللَّهَ لَا يُضْلِعُ عَمَلَ الْفَاسِقِينَ ﴿۱۰﴾ وَيَحْيِي اللَّهُ الْحَقَّ بِكَلِمَاتِهِ وَلَوْ كَرِهَ الْكَافِرُونَ ﴿۱۱﴾

پس جسے اللہ چاہے وہ اپنے کلموں سے زندہ کرے اور اپنے کلموں سے مرے دے اور اگرچہ کافر اسے پسند نہ کریں۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کا فرعون کی طرف مبعوث ہونا اور ان کے مقابلہ میں جادو گروں کا شکست کھانا ان آیات میں اہل توحید اور اہل انحراف کی آمد اور تکلیف اور قوموں کی تخریب کا مال بیان فرمایا ہے جو حضرت نوح علیہ السلام اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کے درمیان تھے۔ جب لوگوں کے پاس حق آیا تو پہلے سے جس کفر پر تھے وہ اسے چھوڑ دیا اور حق کو قبول نہ کیا ان لوگوں کے عموماً کی وجہ سے ان کے دلوں پر ہر گز دل کی۔ لہذا ان کو قتل کرنے کی مصلحت ہی نہ تھی۔

اس کے بعد حضرت موسیٰ علیہ السلام اور ہارون علیہ السلام کی مصلحت کا ذکر فرمایا کہ ان دونوں کو ہم نے فرعون اور اس کی قوم کے سرداروں کی طرف بھیجا جو ہارون کی آیات و معجزات کے دیکھنے جب فرعون اور اس کی قوم کے سرداروں کے پاس ان دونوں حضرت نے حق پیش کیا اور توحید کی دعوت دی اور غیر اللہ کی عبادت چھوڑنے کا حکم فرمایا تو ان لوگوں نے ٹھکر کیا اور حق کو قبول کرنے کو اپنی شان کے خلاف سمجھا جیسا کہ سورہ سجن میں ان کا قول نقل فرمایا فَوَسْوَسَ لَهُمَا الشَّيْطَانُ لِيُبْدِلَا آلِهَتَهُمَا بِآلِهَةِ رَبِّهِمَا وَيَكْفُرُنَا بِهِمَا (کیا ہم اپنے جیسے خداؤں پر ایمان لائیں حالانکہ ان کی قوم ہمارے ذریعہ علم ہے کہ وہ لوگ پہلے سے کفر تھے اور کفر سے بدتر تھے اور کفر سے بدتر تھے اور حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کہا کہ اپنے رسول ہو ان کی مخالفت کرنا کہ انہوں نے اپنے گروہان میں اتحاد اہل کفر کو توحید علیہ السلام پر ایمان لائے دینی پر اہل دینی تو وہاں رہا ان کی اس پر وہ لوگ کہنے لگے کہ یہ تو کھانا ہوا ہوا ہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ تم حق کو کہہ دو کہتے ہو۔ ہوش کی دعا کرو۔ کیا یہ جادو ہے اور یہ جگہ کی کھوکھو کہ جادو کا سبب نہیں ہوتا۔ وہ تو دیکھنا بھی نہ سیکھ رہے تھے اور آخرت میں بھی ان کے لئے جہنم ہے اور خاص کر جو شخص جادو کے ذریعہ توحید کو ماننے کی کوشش کرے وہ تو اپنے دینی میں کامیاب ہو ہی نہیں سکتا اس میں یہ بات بیان فرمائی کہ کچھ میں تو کامیاب ہوں اور کامیاب رہوں گا اور جو شخص میرے مقابلہ میں آئے گا وہ ناکام ہوگا۔

فرعون اور اس کے درباری کہنے لگے کہ میں اس کے لئے کھانا یا تمہارا یہ مطلب ہے کہ تم نے اپنے آپ دلوں کو جس دین پر پلایا ہے اس سے تم ہمیں ہٹا دو اور جب تم پر ایمان لائے تم تو ہمارے دین میں تمہارا ہی حکم چلے اور تمہیں ہی سرداری مل جائے اور تم ہی صاحب اقتدار ہو جاؤ مگر ہر کس قدر دست راست اہل دنیا دینا ہی کو سب کو کہتے ہیں اور جس طرح خود ناپاکے طالب ہوتے ہیں اسی طرح دوسروں کے بارے میں بھی خیال کرتے ہیں کہ یہ بھی طالب دنیا ہے اور انکی ساری امت کو کشش اس لئے ہے کہ اسے ملک مل جائے یا عزت کی بڑائی اور بلندی ان کے سامنے ہوئی ہی نہیں۔ فرعون نے اور اس کی جماعت نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے یہ بھی کہا کہ تم دنیا کے طالب ہو سرزمین مصر کی حکومت چاہتے ہو۔ (داعیہ پانچ)

چنانکہ ان کی داعیہ اور کج رویاں فرعون اور اس کے درباریوں نے میں کہا کہ یہ کھانا ہوا ہوا ہے اس لئے جادو کا سبب نہ کرانے کے لئے جادو گروں کو طلب کرنے کی سوجھی۔ فرعون نے کہا میری قوم کو اس جتنے بھی جادو گر ہیں سب کو بلاؤ۔ چنانچہ جادو گر بلائے گئے اور مقابلہ کی بات چلی جب وہ لوگ سامنے آئے تو حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کہنے لگے کہ لو اپنے آپ اپنی داعیہ ڈالیں گے یا پہلے ہم ڈالیں۔ موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا پہلے تم ڈالو انہوں نے ڈالی دیاں اور لاٹھیاں ڈالیں جو ان کے جادو کی وجہ سے روڑے ہوئے سب معلوم ہو رہی تھیں۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنی داعیہ ڈالی تو وہاں وہاں سے لوگوں کی ڈالی ہوئی تھی جس کو اس نے چپ کرنا شروع کر دیا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام

ان سے پیچھے فرمایا کہ ایک قوم جو کچھ نے کرنا ہے اور جو ہے اور میں جو کچھ نے کرنا یا میں وہ جادو نہیں ہے۔ فرعون اسے جادو کہہ رہا ہے۔ جادو بھی ایسی قسمت ہے جادو کو اصل قرآن سے کچھ نہیں سب نے دیکھا یا کہ جادو کرنا ایسی جادوگری میں کام ہے بھروسہ موتی دینا یا ان کے اور اس بات کا اثر کرنا کہ جو کچھ موتی کے پاس ہے وہ جادو نہیں ہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے یہ بھی فرمایا اِنَّ اللَّهَ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْفَاسِقِينَ (یاد رہے فاسق کرنے والوں کا کام نہیں ہے) (یہ اللہ کے نبی کے مقابل میں جو شخص آئے گا وہ خدایا کے حکم سے ہوتا ہے جس تک نہیں سکتا) وَلَيَحْضُرَهُ الْعَذَابُ بِكُلِّ صَغِيرَةٍ وَلَوْ كَرِهَ الْغَافِقُونَ (اور اللہ تعالیٰ اپنے وعدوں کے مطابق ہی کرے گا) (یہ قرآن میں آیا کہ اگر وہ) حضرت موسیٰ علیہ السلام سے جو اللہ کا وعدہ تھا وَلَوْ كَرِهَ الْغَافِقُونَ (اور وہ فرعونوں کو اور ان کے پیروں کو پسند نہ کرے گا)۔ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ عَلَى مَا لَمْ يَلْحَظْ

فَمَا أَمَنَ لِمُوسَىٰ إِلَّا ذُرِّيَّةٌ مِّنْ قَوْمِهِ عَلَىٰ خَوْفٍ مِّنْ فِرْعَوْنَ وَمَلَئِهِمْ أَن يَفْتِنَهُمْ ۔

موسیٰ پر ان کی قوم میں سے خدا سے کوئی ایمان نہ آئے وہ بھی فرعون اور اس کے مہم داروں سے ڈرتے ہوئے کہیں وہ انہیں گمراہی میں نہ لائے گا۔ وَإِنَّ فِرْعَوْنَ لَعَالِي فِي الْأَرْضِ ۖ وَإِنَّهُ لَمِنَ السُّرُورِينَ ۝ وَقَالَ مُوسَىٰ يَتُوبُونَ إِن كُنْتُمْ

اور اعلیٰ فرعون اس زمین میں بھاری دھاک تھا اور اس میں ایک شخص کہ وہ میرے آگے نہ دھانے والوں میں تھا اور موسیٰ نے کہا کہ اسے میری قوم اگر تم اٰمَنْتُمْ بِآلِهِ فَعَلَيْهِ تَوَكَّلُوا إِن كُنْتُمْ مُّسْلِمِينَ ۝ فَقَالُوا عَلَىٰ اللَّهِ تَوَكَّلْنَا ۖ رَبَّنَا لَا

تو یہ ایمان نہ لائے ہو تو ایسی قوم کہ اگر تم فرعون اور اس کے مہم داروں سے کہ تم نے اللہ پر ہی ہراسہ کیا اسے اللہ سے کہ

تَجْعَلْنَا فِتْنَةً لِّلْقَوْمِ الظَّالِمِينَ ۝ وَنَحْنُ بِرَحْمَتِكَ مِنَ الْقَوْمِ الْكَافِرِينَ ۝

ہمیں ظالم قوم کے لئے فتنہ نہ بنانا۔ اور اعلیٰ رحمت سے ہمیں ظالم قوم سے نکالتے رہے۔

وَآوَحَيْنَا إِلَىٰ مُوسَىٰ وَأَخِيهِ أَن تَبَوَّآ لِقَوْمِكُمَا بِمِصْرَ بُيُوتًا وَاجْعَلُوا بُيُوتَكُمْ

اور ہم نے موسیٰ اور اس کے بھائی کی طرف ہی لکھی کہ تم اپنی قوم کے لئے مصر میں گھر بناؤ۔

قِبْلَتَهُ ۚ وَاقِيمُوا الصَّلَاةَ وَابْرِئُوا السُّيُوءَاتِ ۝

اور اپنے گھروں کا رخ چھتے کی جانب رکھو اور کام کرو اور برائیوں کو چھوڑ دو۔

مصر میں بنی اسرائیل کا بے بس ہونا اور موسیٰ علیہ السلام کا انہیں توکل کی تلقین فرمانا اور گھروں میں نمازیں پڑھنے کا اہتمام کرنے کا حکم دینا

حضرت موسیٰ علیہ السلام بنی اسرائیل میں سے تھے اپنی قوم کی طرف بھی دعوت ہوئے تھے جیسا کہ فرعون اور اس کی طرف بھی ان کی دعوت ہوئی تھی۔ فرعون کی قوم میں سے ایک شخص نے انہیں قتل کا حکم دیا کہ وہ اس قوم میں سے ایک شخص کو قتل کرے اور اس کی جگہ پر بھی مسلمان ہو جائے جس کا حکم فرعون میں دے گا اور بعض لوگوں نے اپنے اپنے فرعونوں کی لڑائی لکھی کرنے والی اور اس کے فرعونوں کی جگہ پر بھی مسلمان ہونے

وَجُنُودَهُ بَعْثًا ۖ وَعَذَابًا مَّخْفًى ۖ إِذَا أَذْرَكْنَاهُ الْعَرَبُ ۖ قَالَ أَمْلْتُ أَنَا لَوْلَا ۖ إِنَّكَ لَدَائِبِي أَمَلْتُ

اور اس کا لشکر ان کے بچے ہو گا۔ یہاں تک کہ جب فرعون اپنے کا قہقہے کا کہ میں ایمان تو ہوں کہ اس کے سوا کوئی معبود نہیں

يَهْ بِئْسُوا إِسْرَاءَ نِيلَ ۖ وَأَنَا مِنَ الْمُسْلِمِينَ ۝ آتَيْنَاهُ وَقَدْ عَصَيْتَ قَبْلَ وَكُنْتَ مِنَ

نہیں یہی اسرائیل ایمان لائے ہو ہیں فرار ہوا وہاں میں سے ہوا۔ کتاب ایمان ۲۷ ہے اچھا کہ اس سے پہلے افریقی کرتا رہا ہوا نہ دیکھ کر لے

الْمُفْسِدِينَ ۝ قَالَ يَوْمَ نُنتِجُكَ بِكَذِّكَ ۖ يَكُونُ لِمَنْ خَلَقْتَ آيَةً ۖ وَإِنَّ كَثِيرًا مِّنَ

افسار میں سے ہے۔ سو آج تم میری ناکامی کو کھات دینی کے تاکہ تو ان کے لیے موجب عبرت ہو اور میرے ہر معبود ہیں اور حقیت یہ ہے

النَّاسِ عَنِ آيَتِنَا غَافِلُونَ ۝

کہ بہت سے آدمی ہماری آیتوں سے غافل ہیں۔

فرعون اور آل فرعون کے لئے موسیٰ علیہ السلام کی بددعا فرعون کا غرق ہونا

اور عبرت کے لئے اس کی نعش کا باقی رکھا جانا

فرعون اور اس کی قوم مصر میں صلیب اٹھا رہے اس کے پاس اسول تھے۔ سب ذہنیت کے ساتھ رچے تھے اور بنی اسرائیل جو حضرت یوسف علیہ السلام کے زمانہ میں مصر جا کر آباد ہو گئے تھے وہاں پر یہاں تھے اور چنگاں میں مصر میں بنی اسرائیل کی قوم میں سے نہ تھے اس لئے ان سے محبت کے کام لے جاتے تھے بلکہ ان سے بچا رہے تھے۔ بنی اسرائیل بل کے اعتبار سے بھی بہت کمزور تھے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ہارگاہا میں عرض کیا کہ اے خدا! آپ نے ان لوگوں کو دنیاوی سزا و سزاوارا ہے جو اس بات کا اصرار کرتے رہے کہ وہ لوگوں کو آپ کے مانتے سے بٹائیں اور گروہ کریں۔ آپ نے ان کو ختم فرما دیجئے اور ان کے دلوں کو سخت کر دیجئے تاکہ یہ بدو ایک خطاب دیکھتے تک ایمان نہ لائیں اور کفر کی سرزد نہ پائیں اور آخرت میں پھنک لیں۔ حضرت موسیٰ دعا کرتے جاتے تھے اور حضرت ہارون ایمان کہتے جاتے تھے دعا کرنے والے کی دعا پر ایمان کرنا بھی دعا میں شریک ہونا ہی ہے اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ تم دونوں کی دعا قبول کر لی گئی۔ سو تم ثابت قدم ہو اور استقامت کے ساتھ دعا کرو اور دعا یہاں ہے۔ یہ وہی جنت حق کا کام کرتے رہو اور جو لوگ ایمان ہیں ان کی دعا کا اجر نہ کرو (تو ہمارا دعا کا وعدہ تو ہے لیکن اس کے بخیر میں اور گئے اس دیر سے مت گھبراؤ جیسا کہ وہ لوگ گھبرا رہے تھے جو دعا دعا اللہ کو نہیں جانتے اور جن کی اللہ کی تحریکوں پر نظر نہیں آتی اس صاحب روح اللہ تعالیٰ نے فَاذْكُرْ نِعْمَتَنَا وَلَا تُصْبِحْ مِّنَ الْكَافِرِينَ لَا يَغْلِبُونَ کی بھی تکبر کی ہے اور حضرت ابراہیم اس اور حضرت ابراہیم اور حضرت ابراہیم سے نقل کیا ہے کہ چالیس سال کے بعد اس دعا کا نتیجہ کاہر ہو۔ فرعون اور اس کا لشکر ہلاک ہو گا اور بنی اسرائیل نے ان کے شر سے نجات پائی۔

بہت دعا کی تو ریت بھی اس کا اثر ظاہر ہونے کا وقت آیا تو صلیب فرعون بادی تعالیٰ شانہ حضرت موسیٰ علیہ السلام بنی اسرائیل کو لے کر مصر سے چل دیے اور سندھ پر پہنچ گئے۔ سندھ پر پہنچ دی تو سندھ خیر کیا اور اس کے گلوے ہو گئے یعنی اس میں مانتے نکل آئے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام بنی اسرائیل کو لے کر اس میں سے گزرا گئے۔ فرعون اور اس کی قوم کو یہ بھی گوارا نہ ہوا کہ بنی اسرائیل کو مصر چھوڑ

کرمیج سالم جانے دیں۔ یہ لوگ پندرہویں سال سے نئی اسرائیل پر حملہ کر پائی کرتے آ رہے تھے ان کے چلے جانے سے فکرمند نہ تھے کہ اب یہودی خدمت کو ان کے گمان کا خائب کرنے کے لئے فرعون اپنا لشکر لے کر آیا۔ یہ لوگ نئی اسرائیل کے چھپے ہندو کے راستوں میں ٹھس گئے (جبرائیل تعالیٰ نے یہ خبر دیا ہے تھی) اور نئی اسرائیل کا کچھ کیا۔ اللہ تعالیٰ شانے نے ہندو کو مارا یا مارا سے اسے نعم ہو گئے اور مارا ہندو ایک ہو گیا۔ ہندو فرعون اور اس کے لشکر کی سب اس میں ڈوب گئے جیسا کہ سورہ طہ سورہ شعرا اور سورہ انفاس میں بیان فرمایا ہے۔ سورہ انفاس میں نئی اسرائیل کا اللہ تعالیٰ شانے نے اپنا احکام پورا کیا ہے سورہ انفاس فرمایا: وَأَوْفُوا بِعَهْدِكُمُ الْبَيْعَ فَلَا تَجِدُنَا فِيهِ وَأَطِيعُوا أَمْرَ الْفِرْعَوْنَ وَانصَبْ وَقُوفًا۔

(اور وہ وقت یاد کرو جب تمہارے لئے ہندو کو چھڑا دیا۔ سو تم نے قسمیں کیں تھیں کہ وہ اس کی طرف کوئی فرق نہ کرے اور حالت یہ تھی کہ تم کچھ نہ تھے۔)

جب فرعون ڈوبنے لگا تو کہنے لگا کہ نئی اسرائیل جس ذات کے مسیحا ہونے پر ایمان لائے تھے اسی ذات پر ایمان لاتا ہوں اور میں بھی گمراہ ہندووں میں سے ہوں اس کا مقصد یہ تھا کہ ان کو ان کا یہ یاقول کہ کے میں بھی فرق نہ ہونے سے بچا جاؤں جیسا کہ یہ لوگ بچا گئے لیکن اللہ تعالیٰ کا قانون یہ ہے کہ جب موت کے معاملہ لکھ آئے نگلیں اس وقت کا ایمان ستر نہیں ہندو اس وقت اس کا ایمان لاؤ اس کے حق میں یہ کوئی حلیہ نہ ہو اس وقت اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس پر خطاب کیا گیا أَلَمْ نَكُنْ مِنْ قَبْلُ وَكُنْتُمْ بَيْنَ أَلْسِنَةٍ حَقِينٍ (کیا اب تو میں نہ تھا کہ پہلے ہندوئی کرنا۔ چارہ تو خدا کرنے والوں میں سے ہے اور جو اللہ تعالیٰ میں لکھا ہے کہ اس بات کے کہنے والے حضرت جبرائیل یا حضرت میکائیل علیہ السلام تھے اللہ تعالیٰ کی طرف سے فرعون کو یہ بھی کہہ گیا:

فَأَنْزَلْنَاهُ فِتْنَتًا يٰمُوسَىٰ إِنَّا جَاءُوكَ بِآيَاتِنَا (سو آج تم میرے دیں کہ اب خدا سے کہتے ہیں۔ یعنی میری لاش کو پانی میں بہا دینے کی بجائے پانی کے اوپر چیرا دینے کی بات کرتے ہو بعد ازاں کے لئے نشان بن جائے۔ بعد میں آنے والے تھے سے حضرت یسٰی اور یحییٰ کے لاش کے پانی کا کیا انجام ہوا اور یہ بھی کہو یسٰی کہ یاسٰی کوئی شخص کیسا ہی سلطنت اور وہ بد چلا ہوا اللہ تعالیٰ کی گرفت سے شخص ہی سکا کوئی شخص اپنی سلطنت پر ٹھنڈ نہ کرے۔

وَأَن تَحْمِلُونَا فَإِنَّ السَّيْلَ كُنَّا (اور بلاشبہ موت سے لوگ ہماری آیات سے غافل ہیں) جو لوگ نہیں کرتے اور حضرت حاصل نہیں کرتے اس آیت سے ادا تو معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے فرعون کو فریق کو یاسٰی کی فتنہ کو پانی میں بہنے سے اور پانی ہانڈوں کے کمانے سے محفوظ فرمایا اس فتنہ کو لوگوں نے دیکھا اور اس سے لوگوں کو بھی عبرت ہوئی کہ جو شخص اپنے کو سب سے بڑا کہتا تھا اور اپنے مسیحا سمجھا جاتا تھا اس کا کیا انجام ہوا۔ سارا اللہ اور حق حقائق سب حیرت دہکے اور ہندو میں اب کہ نہ صرف وہ لوگ ایک اس کے لشکر کی ہلاک ہو گئے بلکہ نئی اسرائیل کو بھی یقین آ گیا کہ ہمارا خدا دشمن تھا اور فرق ہو گیا اور جس کے ار سے بھاگے تھے اس کی ادا پانی کوئی فتنہ کو لوگوں کے سامنے کچھ لپکا اور حضرت موسیٰ اور حضرت ہارون نے جودا کی تھی اس کی قیادت واضح طور پر لوگوں کے سامنے رکھی۔

فَلَمَّا خَلَّطْتُ جِزْمًا بِأَمْرِ مُوسَىٰ وَأَن تَحْمِلُونَا فَإِنَّ السَّيْلَ كُنَّا (سو آج تم میرے کہ لوگ جو فتنہ کے لئے عبرت بن جائے اس کا مقصد اس وقت کے مسیحا کو ان کو بھی شامل ہے اور بعد میں آنے والوں کو بھی۔ لیکن قرآن مجید میں یہاں کوئی لفظ نہیں جس سے یہ معلوم ہو کہ کتنے عرصہ تک اس کی فتنہ کو محفوظ رکھا گیا۔ اس زمانہ کے لوگوں کو عبرت حاصل ہونے کے بعد اس کی فتنہ محفوظ ہی ہوتی اس میں اشکال کی کوئی بات نہیں اور اگر زمانہ اندک باقی رہی ہوتی یہ بھی ممکن ہے حال مصر کو فتنوں پر مصالک کا برائی رکھنے کا شوق تھا اور ان کو مصالک کا کہنا۔ کتنے تھے اس

مصر و کوئی کہ جانتا تھا۔ تقریباً تین سو سال سے یہی گناہی پہلی بہت سی فحش معر میں اگل بھی ہیں اور ان میں فرعون کی فحش بھی بتائی جاتی ہے جو کہ وہ کہے کہ اب گھر میں موجود ہے۔ یعنی طور پر یہاں فیصلہ نہیں کیا جاسکتا کہ ان میں فرعون کی فحش بھی ہے جو حضرت موسیٰ کا تھا تب کرتے ہوئے غرق ہوا تھا۔ کیونکہ قرآن خود سے اس کا ثبوت نہیں ہے۔ مگر لکھنے میں یہ کہنے والوں کا بیان ہے کہ گورہ و اب گھر میں چوتھیں محفوظ ہیں ان میں ایک فحش اس فرعون کی ہے موسیٰ علیہ السلام کا ہم مصر تھا۔ واللہ اعلم بالصواب

فانکہ..... حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرعون اور آل فرعون کے لئے جو دعا کی کہ یہ لوگ اس وقت تک ایمان نہ لائیں جب تک اور ان کا خطاب نہ دیکھیں۔

اس کے بارے میں یہ افکار کیا جاسکتا ہے کہ وہ ہدایت کے لئے مہرٹ ہوئے تھے۔ اپنے ظالمین کے لئے مگر ای پر مرنے کی ہدایت کیے فرمائی؟ اس کا جواب یہ ہے کہ فرعون اور آل فرعون پر تبلیغ کی مہرٹ کرنے اور ان سے تائب ہو جانے کے بعد کی بات ہے اور یہ جو دعا ایسے ہی ہے جیسا کہ حضرت نوح علیہ السلام نے اپنی قوم کی ہلاکت کے لئے دعا کی تھی اور اب لا تفسد فی الارض من اللکاحم فیہن ذلک (اسے بد زمین پر ایک بھی کاربائش نہ دےت چھوڑ)

وَلَقَدْ بَوَّأْنَا بَنِي إِسْرَآءِیْلَ مَبُوءًا ۚ وَذَرَوْهُم مِّنَ الظَّالِمِیْنَ ؕ فَلَمَّا أَخَذَتْهُمُ الرَّحْمَہُ ۖ

اور ہم نے بنی اسرائیل کو اپنے مابوعہ میں دیا اور انہیں چھوڑ دیا کہ انہوں نے انصاف نہیں کیا یہاں تک کہ ان کے اس

الاولم۔ اِنْ رَبِّکَ یَقْضِیْ سَئِلَہُمْ یَوْمَ الْقِیَمَۃِ فِیْمَا کَانُوْا فِیْہِ یُخْتَصِمُوْنَ ؕ اِلَّا اَنْ تَشَآءَ

مگر ان کی۔ اور کیا آپ کا وہ قسمت کہ ان میں سے جو آپ کے درمیان پہلے قرار دے گا ان میں سے انصاف کرنے تھے۔ سو اگر آپ کو اس میں شک ہے

یَوْمَآ اَسْأَلُکَ اِلَیْکَ فَنَسِیَ الَّذِیْنَ یَقْرَءُوْنَ الرَّکْعَۃَ وَنَ الْکُتُبَ ؕ مِّنْ قَبْلِکَ ؕ لَقَدْ جَآءَکَ الْحَقُّ ۖ

اور ہم نے آپ کی طرف اس وقت آپ سے لوگوں سے اور انہوں نے کہے کہ اب سے پڑھنے کا پڑھنے ہے۔ اور کیا آپ کے آپ کے آپ کے آپ کے

رَبِّکَ لَا تَكُوْنُوْنَ مِنَ الْمُنْذَرِیْنَ ؕ وَلَا تَكُوْنُوْنَ مِنَ الَّذِیْنَ کَذَبُوْا بِآیٰتِ اللّٰہِ فَکُتُوْنَ

کہم ہے۔ سو آپ کو گناہ کرنے والوں میں سے نہ ہوں۔ اور ان لوگوں میں سے جو گناہ جانتے ہیں کہ ان کی آیت کو گناہ اور آپ کو گناہ میں

مِنَ الْخٰسِرِیْنَ ؕ اِنَّ الَّذِیْنَ حَقَّتْ عَلَیْہِمْ کَلِمَتُ رَبِّکَ لَا یُؤْمِنُوْنَ ؕ وَلَوْ جَآءَتْہُمْ کُلُّ

سے جو گناہی کے۔ یہ شک میں لوگوں پر آپ کے رب کی بات جوت ہو گئی ہے وہ ایمان نہ لائیں گے۔ اگر آپ ان کے پاس لائیں

اٰیۃِ حَتّٰی یَرْوُوْا الْعَذَابَ الْاَلِیْمَ ؕ

دیکھیں کیا کریں۔ جب تک کہ وہ ان کا خطاب نہ دیکھیں۔

بنی اسرائیل کو اچھا ٹھکانا اور پاکیزہ رزق ملنا

فرعون اور اس کے لشکر و زبوں نے جو بنی اسرائیل کو اچھا ٹھکانا اور پاکیزہ رزق ملنے کے لئے روانہ ہو گئے۔ اپنی شرارتوں کی وجہ

نہیں رہتے ہیں یا نہیں۔ اگر یہ بات کرہ ہو گئے تو ہم سمجھیں گے کہ عذاب کا کٹنا صرف ممکن ہے اور اگر نہیں ہے تو ہر سے ساتھ رات نہ گزری تو ہم سمجھ لیں کہ حج کو عذاب آنے والا ہے۔ حضرت یونس علیہ السلام رات میں وہاں سے نکل گئے جب صبح ہوئی تو ان کی قوم نے اپنی آنکھوں سے عذاب کے آثار دیکھ لیے۔ اتنا ہی سخت عذاب ہوا جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے گناہوں کی سزا کے طور پر عذاب کے طور پر عذاب کیا۔ جب چاہتے تھے کہ ان کو ان کی قوم نے حضرت یونس علیہ السلام کو کھانسی کیا لیکن انہیں نہ پڑا۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں کو توبہ کی طرف متوجہ فرمایا۔ وہ اپنی جانوں اور عورتوں کو لے کر میدان میں نکل گئے۔ سات کے پڑے ہوئے تھے اور ان کے اخلاص کے ساتھ بچی اور ایمان قبول کیا اور خوب زیادہ پچھتے چلائے اور اللہ تعالیٰ کی طرف حاجت کی ساتھ متوجہ ہوئے اور کہنے لگے کہ یونس جو مجھ کو لے کر آئے تھے ہم اس پر ایمان لائے۔ اللہ تعالیٰ نے ان پر رحم فرمایا اور ان کی دعا قبول فرمائی اور عذاب روک دیا۔

اور ہر یہ واقعہ پیش آیا کہ حضرت یونس نے جب دیکھا کہ عذاب سے قوم ہلاک ہوئی تو قوم کے سامنے آنے میں تباہ محسوس ہوا لہذا وہ اس سے چلے گئے۔ دریا کے کنارے پہنچے تو ایک کشتی میں سوار ہو گئے۔ کشتی حرکت کرنے لگی۔ ساحلوں نے کہا کہ تم لوگوں میں کوئی ایسا شخص ہے جو اپنے آقا کو چھوڑ کر بھاگ آیا ہے لہذا ہم قمرہ ڈال لیتے ہیں جس کا نام ننگے گا اسے دریا میں ڈال دیں گے۔ انہیں مرتبہ قمرہ ڈالو حضرت یونس کا نام نکلا انہوں نے فرمایا کہ میں وہ غلام ہوں جو اپنے آقا کے فرمان کا انکار کر کے بھاگ آیا ہوں لہذا انہوں نے اپنی جان کو سمندر میں ڈال دیا (چونکہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے قوم کو چھوڑ کر چلے جانے کا حکم نہیں ہوا تھا اس لئے انہوں نے یہ بھولنا کہ مہربانی (بھانپنا) والا غلام) میں ہی ہوں۔ کشتی کے سارے سواروں کو بچانے کے لئے بھیجی اپنی جان کو سمندر میں ڈال دیا جاتے۔ لہذا سمندر میں طوفان سے چھلانگ لگادی اور ایک مچھلی نے ان کو نگل لیا۔ وہاں سے اللہ کو یاد کرتے رہے اور اللہ میں مشغول رہے۔ اللہ تعالیٰ نے مچھلی کے پیٹ میں آپ کی حفاظت فرمائی۔ اسی لئے اللہ تعالیٰ نے آپ کو قرآن مجید میں بھی حکم خُذُوا الصُّلُوبَ اور کسی جگہ ضابطہ الصُّلُوبَ فرمایا ہے (دلوں کا زبردستی چلیں) (۱۱) ان کا مچھلی کے پیٹ میں رہنے کا واقعہ سورہ انبیاء (دور ۶) اور سورہ صافات (دور ۵) اور سورہ انعام (دور ۳) میں مذکور ہے۔ سورہ صافات میں کشتی میں سوار ہونے اور قمرہ ڈالنے پھر سمندر سے باہر ڈال دینے جانے اور ان کے اوپر کدو کا درخت لگا دینے کا ذکر ہے اور وہاں یونس فرمایا ہے فَاتَّقُوا اللَّهَ إِنَّكُمْ كُنْتُمْ عِنْدَهُ خَائِبِينَ۔ (جیسا کہ یہاں ایمان لانے پر عذاب نکل جائے اور بعد میں آئندہ پکھڑا نہ بنک دینا سے نفع حاصل کرنے کا ذکر فرمایا ہے تفصیل کے لئے سورہ انبیاء اور سورہ صافات کی تفسیر دیکھئے۔

اللہ تعالیٰ نے عذاب کے آثار دیکھنے پر بھی حضرت یونس کی قوم کی توبہ قبول فرمائی اور انہیں عذاب سے ہلاک نہ فرمایا اس میں کوئی اشکال کی بات نہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ قادر مطلق ہے اسے پورا اختیار ہے کہ اپنی مخلوق کے بارے میں جو چاہے عفو فرمائی اور بخیر حق قانون نافذ فرمائے اور جس کو چاہے عذاب دے اور جس کو چاہے نجات دے۔

قال صاحب الروح (دور ۱۹۳ ج ۱) بوظاهر الآية يستدعي ان تقوم شاهدوا العذاب لمكان (كشفنا بوضو الذى يقتضيه اكثر الاخبار واليه ذهب كثير من المفسرين) وادفع الايمان لهم بعد المشاهدة من حصولها لهم فان ايمان الكفار بعد مشاهدة ما وعدوا به ايمان بلاى غير نافع لا ارتفاع التكليف حينئذ (یعنی ظاہر آیت کا مفسر یہ ہے کہ قوم یونس نے عذاب کا مشاہدہ کر لیا تھا جیسا کہ لفظ كشفنا اس پر دلالت کر رہا ہے۔ اور اگر اصرار یہ ہو کہ کشتی میں یونس کے اکثر مفسرین کی یہی رائے ہے اور مشاہدہ عذاب کے بعد ایمان کا نفع ہونا تو قوم یونس کی خصوصیت ہے کیونکہ کفار کا معمولہ عذاب کے

مشاہدہ کے بعد ایمان لانا یہاں ہے جیسا موت کے وقت ایمان لانا اس لئے اس کا کوئی فائدہ نہیں کہ اس وقت انسان تکلف نہیں کرتا۔

وَلَوْ شَاءَ رَبُّكَ لَأَمَنَّ الْإِنسَانَ فِي الْأَرْضِ ۚ فَنَلْتَمِسُ لَهُ الْأَمْنَ ۚ وَلَئِنْ سَأَلْتَهُ لِمَ لَمْ يَأْمَنْهُ بِاللَّهِ ۖ فَيَكْفُرْ عَنْهُ فَأَعْلَنَ ۖ قَالَ سَأَلْتُ رَبِّي لَوْلَا ذَلِكَ ۖ فَقَالَ رَبِّي إِنَّكَ أَنْتَ الْغَافِلُونَ ۚ

لو کہتا کہ اگر چاہتا تو زمین میں مجھے بھی لوگ ہی مارے کے مارے ایمان لے آتے، کیا آپ لوگوں پر آزمائش کریں گے تاکہ وہ مومن ہو جائیں۔

وَمَا كَانَ لِنَفْسٍ أَنْ تَمُوتَ إِلَّا بِإِذْنِ اللَّهِ ۚ وَيَجْعَلُ الرِّجْسَ عَلَى الَّذِينَ لَا يَعْلَمُونَ ۚ

ہر کسی شخص سے یہ نہیں ہو سکتا کہ وہ کسی شخص کے بغیر ایمان لے آئے، اور اللہ ہی لوگوں پر تمسک دیتا ہے تاکہ وہ مومن نہ بنیں۔

قُلْ أَنْظَرُوا مَاذَا فِي السَّمُوتِ وَالْأَرْضِ ۚ وَمَا تُغْنِي الْأَمْثِلُ وَالنَّذْرُ عَنْ قَوْمٍ لَا يُؤْمِنُونَ ۚ

آپ فرمائیے، کیا وہ آسمانوں میں اور زمین میں کیا چیزیں ہیں اور جو لوگ ایمان نہیں لاتے انہیں ہدایت دے دیں اور ان سے ان چیزوں کو بچنے دیجئے۔

فَهُمْ يَنْتَظِرُونَ ۚ إِلَّا مِثْلَ آبَائِهِمُ الَّذِينَ خَلَوْا مِنْ قَبْلِهِمْ ۚ قُلْ فَإِنْتَبِهُوا إِلَى اللَّهِ ۚ

سو کیا وہ انتظار کر رہے ہیں کہ ان کے پاس انہیں لوگوں کے قصص آجائیں جو ان سے پہلے گزر چکے ہیں، آپ فرمائیے کہ تم اللہ کو

مِنَ السَّمُوتِ وَالْأَرْضِ ۚ ثُمَّ لَنُنَبِّئَنَّ نَسْلَكًا وَالَّذِينَ آمَنُوا كَذَلِكَ ۚ عَقَابًا لِّمَا كَانُوا يَفْعَلُونَ ۚ

آسمانوں سے ماٹھ لکھ کر سننے والوں میں ہیں۔ ہم ان کے نسل کو بتائیں گے اور ان کے گناہوں کے بدلے ان کو سزا دیں گے۔

اگر اللہ چاہتا تو سب ایمان قبول کر لیتے!

ان آیات میں اول تو یہ بتایا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی مخلوق میں مومن بھی رہیں گے کافر بھی رہیں گے۔ اللہ کی حکمت کا یہ بھٹکا ہے کہ وہ چاہتا تو زمین کے لئے ہمارے سب انسان ایمان لے آتے، جب اللہ کی حکمت اسی میں ہے کہ زمین پر کافر بھی ہمیں اور مومن بھی رہیں تو آپ کو اس پر صبر نہ ہوتا چاہے کہ سب لوگ مومن ہو جائیں، کیا آپ زمین پر کر کے لوگوں کو مومن بنائیں گے جیسے انہیں ہوسکتا کہ آپ زمین پر کر کے لوگوں کو مومن بنائیں، جو مومن مومن ہوتا ہے اللہ کے لئے ان میں سے کسی کی بھیبت سے مومن نہ ہوتا ہے۔ اس پر بات بھی ہے کہ لوگ عقل کو کام میں نہیں لاتے ایمان کی خوبی اور برتری انہیں دیتا ہے اللہ تعالیٰ ان پر کفر کی تہمید کرتا ہے اس کے بعد فرمایا کہ تم خود کو اور دیکھ لو کہ آسمانوں اور زمین میں کیا چیزیں ہیں یہ چیزیں اللہ تعالیٰ کی قدرت پر مکمل ہوئی انگلیں ہیں۔ لیکن بھی ہیں اور ارادے والی ہتھیار بھی ہیں جو اللہ تعالیٰ کے رسولوں اور کتابوں کے ذریعہ پہنچتی ہیں لیکن جو لوگ خدا اور خدا کی وجہ سے ایمان نہیں لاتے ان کو یہ چیزیں فائدہ نہیں دیتی۔ اب جبکہ دلائل سامنے آئے کہ ایمان نہیں لاتے تو انہیں کس چیز کا انتظار ہے؟ کیا وہ اس انتظار میں ہیں کہ ایسے واقعات ان کے سامنے آجائیں جو ان سے پہلی امتوں کے قصصات گزر چکے ہیں؟ انہوں نے غمزدگی کی اور کفر کا اختیار کیا۔ پھر خطاب میں حکماء کو بلا کر کہے۔ رسول اللہ ﷺ اللہ تعالیٰ نے خطاب کر کے فرمایا اَللّٰهُمَّ فَاغْنِنَا عَنْ تَعْبَرِ الْاُمَمِ ۚ

اے میں یہ دعا کہ وہ لوگ عقل کو کام میں نہیں لاتے مگر اللہ سے چاہیں کہ وہ اپنے لئے ہدایت کے لئے اللہ تعالیٰ کی جستجو سے کام لیں۔ ہوتی کا

تَاللّٰهُ تَعَالٰی فَاغْنِنَا عَنْ تَعْبَرِ الْاُمَمِ ۚ

(۲) آپ فرما دیجئے کہ تم انکار کرتے ہو۔ میں بھی تمہارے ساتھ انکار کرتا ہوں) بخند بکرنے والوں کا جو حال ہے گا وہ سامنے آجائے گا۔

آخر میں فرمایا: **لَمْ تَنْجِنِي وَنَجَّيْنَا وَلِلَّهِ الْغَنِيُّ الْعَزِيزُ**۔ جب ہمارا خطاب آتا ہے ہم کہتے ہیں کو پاک کر دیتے ہیں مگر اپنے رسولوں کو نکالتے دے دیتے ہیں اور اہل ایمان کو بھی اسی طرح نکالتے دیتے ہیں۔ **عَلَّمَا عَلَّمَانَا تِلْجِ الْغَوَّيْنِ** (ہمارے ذمہ ہے کہ ہم اہل ایمان کو نکالتے دیتے ہیں) اس میں اہل ایمان کو خوشخبری ہے اور سوائے خطاب سے نجات پانے کی بھارت ہے۔

قُلْ يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِن كُنْتُمْ فِي شَكٍّ مِنْ دِينِي فَلَا أَعْبُدُ الَّذِينَ تَعْبُدُونَ مِنْ دُونِ اللَّهِ

آپ لہو، چنگھ کر اسے آواز اگر تم میرے دین کی طرف سے شک میں ہو یا میں میں تو کہیں کی عبادت نہیں کرتا میں کی تم ان کو کہہ کر عبادت کرنے سے

وَلَكِنْ أَعْبُدُ اللَّهَ الَّذِي يَتَوَكَّلُ ۖ وَأُمِرْتُ أَنْ أَكُونَ مِنَ الْمُسْلِمِينَ ۚ وَإِنَّ إِلَهَكُمْ

مگر میں اس کی عبادت کرتا ہوں جو تمہیں سوتا ہے، اور کھٹکھٹا کر آیا ہے کہ میں ایمان والوں میں سے ہوں میں۔ یہ بھی تم اور ان کی بات کو اس دین کی طرف

لِلدِّينِ حَنِيفًا ۚ وَلَا تَكُونُوا مِنَ الْمُشْرِكِينَ ۚ وَلَا تَدْعُ مِنْ دُونِ اللَّهِ

اس طرح سے حضور انہوں کو کہہ رہے ہیں کہ سب طرحوں سے تمہارے دین اور چکر کر سڑکوں میں سے مت ہو جانا۔ اور تو اللہ کے سوا کسی کوست پکڑ رہے

مَا لَهُ يَنْفَعُكَ وَلَا يَضُرُّكَ ۚ فَإِنْ فَعَلْتَ فَإِنَّكَ إِذَا مِنَ الظَّالِمِينَ ۚ وَإِنْ تَسْتَكْثِرُ

تج سے نہ اسے نہ ضرر، نہ نفع، نہ ہر گز نہ کیا تو بڑھ تو خالص میں سے ہو جائے گا۔ اور اگر اللہ تجھے کوئی عیب پہنچا دے

يَضُرُّكَ فَلَا كَاشِفَ لَهُ إِلَّا هُوَ ۚ وَإِنْ يُرِدْكَ بِخَيْرٍ فَلَا رَادَّ لِفَتْحِهِ ۚ يُغِيْبُ بِهٖ مَن يَشَاءُ

تو اللہ کے سوا اسے کوئی اور کرنے والا نہیں اور اگر وہ تجھے سے ساتھ نیکو کار اور دلچسپ تو اس کے فضل کو کوئی بھی نہ لے سکتا ہے اور انہیں وہ اپنے بندوں میں

مِنْ عِبَادِهِ ۚ وَهُوَ الْغَفُورُ الرَّحِيمُ ۝

کے لئے چاہتا ہے فضل سے تو اسے اور دیکھو کہ کچھ ہے۔

اللہ تعالیٰ ہی لائق عبادت ہے وہی خیر اور ضرر کا مالک ہے اس کے فضل کو کوئی رو نہیں کر سکتا

ان آیات میں اول تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دیا کہ آپ تمام انسانوں کو طالب کر کے فرمادیں کہ تمہیں میرے دین کے بارے میں کوئی شک ہے تو یہ تمہاری جہالت اور گمراہی ہے حق میں شک کرتے ہو اور شرک سے چپکے ہوئے ہو تمہارے اس شک کا کھجور کوئی اثر کبھی بھی ہو نہ والا نہیں ہے۔ اللہ کو چھوڑ کر تم میں ہی عبادت کرتے ہو میں بھی بھی ان کی عبادت نہیں کر سکتا۔ اگر تم اس بھول میں ہو کہ میں بھی ایمان پانے، تمہارا دین قبول کر لوں گا تو یہ تمہاری گمراہی اور خام خیالی ہے، میں تو اس ذات پاک کی عبادت کرتا ہوں اور کرتا رہوں گا جو تمہیں موت دیتا ہے تمہی جان کو عذاب سے بچانے کے لئے فکر کر اور اگر تم نے دین تو حید کو قبول نہ کیا اور دین شرک اور کلمہ تمہاری موت آگئی تو تمہاری موت کے بعد کیا ہے گا؟ اس پر غور کرو اور اس بارے میں بھی غور کرو کہ خالق اور

نکاتی ہیں۔ یہ مجوز رفتاریں مسجودہاں ہے مگر اور اصلی کی بات ہے۔ یہ بنو فتنہ فرمایا اور بنو فتنی نہیں فرمایا کیونکہ جو لوگ حجاب
عے انہیں احساس دلاتا تھا کہ انہیں ہمیشہ غور رہنا نہیں ہے مرنے لگی ہے۔

ان کو بتایا یہ مقصود تھا کہ قرمرو کے اور سوت کے بعد ان کے چلائے اور ان کی سربراہی کے اس کے بعد فرمایا : وَأَمْرٌ أَنْ أَتَوْا مِنْ
الْغُفَاةِ مَسِيرِينَ۔ یعنی مجھے اتنی کی طرف سے علم کیا گیا ہے کہ اس علاقہ کے ان بھائیوں میں شامل ہیں جو اہل ایمان ان کے ہندوستان میں ان کو بھی
فیس پہنچانے کے لئے تیار ہیں۔ وَأَمَّا الْقَوْمُ فَهُمْ لَا يُلْقُونَ حَقًّا (اور یہ بھی علم ہوا ہے کہ ان کو اس دین (یعنی دین تو ہے) کی
طرف سے نہ ملے توجہ نہ ملے کہ اس سب طریقوں سے علیحدہ ہیں۔ ہندوستان میں ان کی طرف سے ان کی ہوسکتی ہیں اور قرمرو سے کوئی اور
خارج کر کے صاف کر دیا اور صاف ہو گئی ہے۔

وَلَا تَكُونُوا مِنَ الْخَافِرِينَ۔ (اور میرے عذاب نے یہ بھی لے لیا کہ اگر گزشتہ کتب میں سے مت پر آجائے) لہذا میں آج ہمیشہ سہی رہوں گا۔ **وہذا کما فی سورۃ الاحقاف: قُلْ اِنِّیْ نَهَضْتُ اَنْ اَقْبِلَ الْبَیِّنَاتِ عَلٰی مَنْ لِّیْ مِنْ حِوْنٍ اَقْرَبُ لَا تَطِيعُ الْغَوَاۃَ کَلَّمَ فَلَا خَلْقَتْ اِذَا رَمَعَا مِنْ الْمُتَهَمِیْنِ۔**

(آپ فرما دیجئے کہ مجھے اس سے منع کیا گیا ہے کہ میں اس کی عبادت نہ کروں جس کی قوم اس کا چھوڑ کر عبادت کرتے ہو آپ فرما دیجئے کہ میں تمہاری خواہشوں کا اصرار نہیں کرتا کیونکہ اس حال میں فرقہ میں سے ہر ایک کو ہوا کا گلوں کا پانی سے بندھوں گا)

اس کے بعد میں فرمایا تو خلق میں طوفان مچا، مختلفاٹ، ولا یضرک (اور اسے طالب سے مست نکال دیا) حق تعالیٰ نے اسے
 نکال دیا، ضرر (جو لوگ غیر حق کی عبادت کرتے ہیں) اس میں ان کی ہے تو فی اور جنت، یہاں فرمایا، طیع اور ضرر کا نام صرف اللہ تعالیٰ ہی
 ہے۔ جو شخص غیر حق کی پرستش کرتا ہے اس نے غیر اللہ کو بیہودہ رکھا ہے جو راہی طیع یا ضرر میں دے سکتے۔

عربی زبان میں لفظ "فَلَقْتُ" کا معنی ہے کہ میں نے اسے علیحدہ کر دیا۔ (سورۃ فرقہ) میں یہی کیا یعنی قرآن کی عبادت کی جو قطع اور ختم کا ایک قسم ہے تو غلاموں میں ہو جائے گا، شریک اپنی جان پر ظلم کرتا ہے جس کی سزا اللہ تعالیٰ کا غضب ہے اور اپنی عقل و فہم پر بھی ظلم کرتا ہے۔ مشرکین کا اختراع کرتا ہے اور اپنی عقل سے نہیں سوچتا کہ جس کو وہ بتا رہا ہے مجھے اس سے کیا فائدہ ہے؟ اور اس کی عبادت نہ کروں تو مجھے کیا نقصان پہنچا سکتا ہے؟ خالق اور مالک کو چھوڑ کر اپنے سے بھی کم حیثیت والی مخلوق کی عبادت کرتا جو نہ بولے اور نہ سمجھتا ہے اور اپنی تراش اور بنائی ہوئی ہے یا پانی جیسے اور ان کی عقل و فہم پر ظلم کرتا نہیں ہے تو کیا ہے؟

پھر یوں یسٹسٹ اٹھ بھڑے فلا کٹیف، فلا غور (اور اگر ضرورتی ہے) کے کاربنی خرد پتھر سے متعلق کے سوا کوئی سے اور کرنے والا نہیں)

وَابْنُ لُبَابٍ مَعْنَى فَلَا وَكَتْلُ الْعَصِيْبَةِ (ہمارے گرجے کوئی خیر پہنچانے کا وہ نہ فرمائے تو اس کے فضل کو کوئی بھی نہ کرے، ہمارے نہیں ہے) صاحبِ دواعیٰ فرماتے ہیں کہ اس میں یہ بتایا کہ جسے فضیلت کی طرف سے جو بھی کوئی خیر پہنچا جائے وہ شخص اسی کا فضل ہے۔ اس پر کسی کا کوئی حق نہیں۔ مُصَنِّبٌ بِهٖ مِنْ نِّسْبَاہِ مِنْ جَنَابِہٖ (وہ اپنا فضل اپنے عہدوں میں سے جسے چاہے پہنچا دے) (فضل کا موصوفہ زیادہ) طرح کی ترجمہ نہیں کر سکتا ہے۔

پھر فرمایا اَوْ هُوَ الْغَفُورُ الرَّحِيمُ (اور وہ بخشنے والا مہربان ہے)

کی

سورہ طہورہ

۱۲۳ آیتیں ۱۰ اراکوع

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ ﴿۱﴾ (۱۱) ﴿۱۲﴾ (۱۲) ﴿۱۳﴾ (۱۳)

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ (۱) (۱۱) (۱۲) (۱۳)

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ ﴿۱﴾ (۱۱) ﴿۱۲﴾ (۱۲) ﴿۱۳﴾ (۱۳)

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ (۱) (۱۱) (۱۲) (۱۳)

اَللّٰهُمَّ اِنِّكَ اَشَدُّ فَضْلًا مِنْ لَدُنِّكَ حِكْمِكُمْ خَيْرٌ اَلَّا تَعْبُدُوْا اِلَّا اَنْتَ

اَللّٰهُمَّ اِنِّكَ اَشَدُّ فَضْلًا مِنْ لَدُنِّكَ حِكْمِكُمْ خَيْرٌ اَلَّا تَعْبُدُوْا اِلَّا اَنْتَ

اَللّٰهُمَّ اِنِّكَ اَشَدُّ فَضْلًا مِنْ لَدُنِّكَ حِكْمِكُمْ خَيْرٌ اَلَّا تَعْبُدُوْا اِلَّا اَنْتَ

اَللّٰهُمَّ اِنِّكَ اَشَدُّ فَضْلًا مِنْ لَدُنِّكَ حِكْمِكُمْ خَيْرٌ اَلَّا تَعْبُدُوْا اِلَّا اَنْتَ

اَللّٰهُمَّ اِنِّكَ اَشَدُّ فَضْلًا مِنْ لَدُنِّكَ حِكْمِكُمْ خَيْرٌ اَلَّا تَعْبُدُوْا اِلَّا اَنْتَ

اَللّٰهُمَّ اِنِّكَ اَشَدُّ فَضْلًا مِنْ لَدُنِّكَ حِكْمِكُمْ خَيْرٌ اَلَّا تَعْبُدُوْا اِلَّا اَنْتَ

اَللّٰهُمَّ اِنِّكَ اَشَدُّ فَضْلًا مِنْ لَدُنِّكَ حِكْمِكُمْ خَيْرٌ اَلَّا تَعْبُدُوْا اِلَّا اَنْتَ

اَللّٰهُمَّ اِنِّكَ اَشَدُّ فَضْلًا مِنْ لَدُنِّكَ حِكْمِكُمْ خَيْرٌ اَلَّا تَعْبُدُوْا اِلَّا اَنْتَ

اَللّٰهُمَّ اِنِّكَ اَشَدُّ فَضْلًا مِنْ لَدُنِّكَ حِكْمِكُمْ خَيْرٌ اَلَّا تَعْبُدُوْا اِلَّا اَنْتَ

مَا يُسْزَوْنَ وَمَا يُعْلَنُونَ اِنَّكَ عَلِيمٌ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ ﴿۱۴﴾

مَا يُسْزَوْنَ وَمَا يُعْلَنُونَ اِنَّكَ عَلِيمٌ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ (۱۴)

اللہ تعالیٰ کی عبادت کرنے اور اس کے حضور توبہ کرنے پر انعام کا وعدہ

اور اعراض کرنے والوں کے لیے وعید

یہاں سے سورہ طہورہ شروع ہے اس کا مؤخر حصہ (۱۸ رکوع ۳۳ رکوع ۱۸) متحدہ حضرات انبیاء کرام علیہم السلام اور ان کی قوموں کے

واقعات پر مشتمل ہے یہ تو میں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی نافرمانی اور ایمان نہ کرنے کی وجہ پاک ہوئیں ان کے واقعات میں امت حاضرہ کے لئے بڑی عبرت ہے ان واقعات کے شروع کرنے سے پہلے تو حدیثِ نبوی سے اور اللہ تعالیٰ کی مفت تعلیق و ایجاز کا اور معجزہ کی بہت دھڑکی کا ذکر فرمایا ہے اور آخرت کے خطاب سے ڈرایا اور اہل ایمان کو بشارت ہے کہ اللہ کو فرمایا کہ یہ کتاب انکی ہے جس کی آیات حکم کی گئی ہیں بھراں آیات کو واضح طریقے پر بیان کر دیا گیا ہے اور اس کی کتاب تو صحیح انکی امت پاک کی طرف کی گئی ہے جو عظیم بھی ہے اور شیر بھی ہے اس کتاب میں خوب زیادہ واضح طور پر یہ بتا دیا گیا ہے کہ صرف اللہ ہی کی عبادت کہہ کر ساتھ ہی نبی کا کام بھی بتا دیا جس پر یہ کتاب نازل ہوئی ہے یعنی یہ کہ **إِنَّمَا لَكُمْ فَنَاءُ فَلْيَقُؤْ وَفَنَاءُ** (یاد رکھو میں تمہیں اللہ کی طرف سے مانے والا ہوں) میں فرمایا **وَأَن تَصْطَلُّوْا وَتُؤْتُوا نَحْمًا** (اپنے رب سے عظمت طلب کرو مگر اس کے حضور میں تو یہ کرو) لیکن کفر کو چھوڑ دو اور اپنے رب سے معافی مانگو مگر اس کے حضور میں اعمال صالحہ پیش کرتے رہو اور گناہوں سے بچتے رہو جب بھی گناہ ہو جائے تو کہہ کر پھر توبہ و استغفار کا ایسا ہی اور آخری کا کہنا **يَا مَعْصِيَتَكُمْ فَلْيَقُؤْ** (اے تمہیں خوش پیش و اچھے طریقے کے ساتھ اللہ کی طرف سے مانے والا ہوں) ایک جگہ مقررہ تک ہوئی جب تقدیر کے مطابق نازل آجائے گی اور موصد واضح ہوئی اس وقت تک یہ عمدہ زندگی ہی رہے گی اور آخرت میں تو اہل ایمان کے لئے بڑی نعمت ہے۔ پھر **يَا مَعْصِيَتَكُمْ فَلْيَقُؤْ** (اور ہر فضیلت والے کو جزا دہ ملے گا) میں صراحت کرے اس کے اہل کافرانہ بدلہ دیا جائے گا اس میں آخرت کے اندر ثواب کا ذکر ہے ثواب تو خود سے ملے گا بھی لے گا لیکن زیادہ ملے والے کا خصوصیت کے ساتھ جزا دہ کر لیا اس سے معلوم ہوا کہ انکی نفس پر یہ کبھی کرے گی نہ بہت تک مل کرے گی آپ کے کیا کیا عمل کو جس قدر زیادہ مل کرے گا اسی قدر ثواب پائے گا واضح رہے کہ خوش زندگی کے لئے چیز زیادہ ہونا ضروری نہیں۔ اصل راحت دل کی راحت اور دل کا اطمینان ہے جو اہل ایمان کا نصیب ہوتا ہے اور یہ بہت بڑی زندگی ہے مگر اس زندگی میں اہل ایمان کو کچھ تکلیفیں پہنچ جاتی ہیں ان کا ثواب آخرت میں ملے گا۔ ان تکلیفوں کے پہنچنے سے بھی آیت کے مضمون پر اختلاف نہ کیا جائے کیونکہ اہل ایمان ان میں بھی لذت محسوس کرتے ہیں اور ان کا جزا ثواب جو آخرت میں ملے گا وہ اس کا یقین رکھنے کی وجہ سے وہ معافی تکلیف ہوتی ہی نہیں البتہ بھی انکی معافی تکلیف ہو جاتی ہے نیز یہ بھی سمجھا جائے کہ **يَا مَعْصِيَتَكُمْ فَلْيَقُؤْ**۔

مصحح **يَا مَعْصِيَتَكُمْ فَلْيَقُؤْ** یعنی **يَا مَعْصِيَتَكُمْ فَلْيَقُؤْ** (اور ان کو جزا دہ ملے گا) اگر بھی کسی کی کسی تکلیف پہنچ جائے تو یہ آیت کے مضمون کے معارض نہیں۔ برخلاف اس کے آخرت کا ثواب کا ذکر فرماتے ہوئے **يَا مَعْصِيَتَكُمْ فَلْيَقُؤْ** فرمایا یعنی جزا دہ مل کرے والے کو جزا دہ ثواب ملے گا اس میں لفظ کل کا اضافہ ہے پھر **يَا مَعْصِيَتَكُمْ فَلْيَقُؤْ** (اور ان کو جزا دہ ملے گا) میں صراحت کر دیتی ہے کہ تم کو بتایا نہ دیا کہ ان کو جزا دہ ثواب کا ذکر نہ کرنا اس لئے کہ تم بڑے بڑے ان کے خطاب میں گرفتار نہ ہوا کہ صاحبِ روح اللہ تعالیٰ کہتے ہیں کہ **يَا مَعْصِيَتَكُمْ فَلْيَقُؤْ** (اور ان کو جزا دہ ملے گا) میں صراحت ہے کہ یہ بھی فرمایا کہ اس سے زیادہ کی خطاب مراد ہے۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ **يَا مَعْصِيَتَكُمْ فَلْيَقُؤْ** (اللہ ہی کی طرف سے مانے والا ہوں) ہے اور ہر جہ پر گار ہے کہ اسے سب کو بتانے پر قدرت ہے اور ہر ایک کو پورا پورا بدلہ دینے پر قدرت ہے۔

يَا مَعْصِيَتَكُمْ فَلْيَقُؤْ (اور ان کو جزا دہ ملے گا) میں صراحت کر دیتی ہے کہ یہ آیت ایک مخالف کے بارے میں نازل ہوئی جس کا بتاتے ہوئے معاملہ آخر میں ۳ ص ۲ میں مہذب بن شداد سے نقل کیا ہے کہ یہ آیت ایک مخالف کے بارے میں نازل ہوئی جس کا

طریقہ یہ تھا کہ جب دور سال اندھا کے قریب سے گزرتا تو اچھا بینہ بھیر کر اور کر کو کلمہ دے کر اور سر جھکا کر اور چہرہ دکھا کر کہ جانتا تھا تاکہ آنکھیں صحت پاوے۔ اس سے ان کی آنکھیں اور حضرت قائد نے فرمایا کہ سنا لیں اپنے بچوں کو بھیر کر بیٹھے تھے کہ ان کی کتاب میں ان پانچ نامی اور اندھا کا کرانہ کاٹواں میں نہ پائے اور بعض حضرات سے یہاں بھی نقل کیا ہے کہ بعض کا ترجمہ میں داخل ہو کر ہندوؤں کی کرائی کر کو کلمہ کر اور کچھ اندھا کر لیت جاتے تھے۔ اور کہتے تھے کہ کیا ان کو اب بھی مظلوم ہو گا جو کبھی سے عدل میں ہے۔ انہوں نے فرمایا کہ خیر راہ راہ گاہ اپنے بیٹے کو کلمہ دے چنانکہ انہوں نے چھپ جاتے۔ خوب سمجھ لیں کہ جب وہ اپنے بچے کو کلمہ دے جاتے ہیں اس وقت بھی انہوں نے سب کچھ کر دیا ہے۔

اقول کہ افعال جو حکامری جزئی ہیں، ان کو کہہ رہوں کہ ان میں اور وہاں کو اور جو جادہ ہے، ان کی افعال کا معنی وقت غیبیہ ہے۔
 الخُلفور۔ جس کا دایہ ہے کہ جو لوگ افعالِ تعالیٰ کے رسول سے دشمنی کرتے ہیں انھیں اور کینہ میں رہتے ہیں اسلام کے خلاف جو
 سازشیں کرتے ہیں اور وہی ہو جاتے ہیں افعالِ تعالیٰ ان کو سب کاظم ہے۔

